یادگارِ صالحین

حالات زندگی مفسر قرآن کریم عالمِ ربّانی
حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی
بلندشہری (البرنی) مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

اس کتاب میں حضرت بلندشہری قدس سرہ کے زندگی کے حالات جمع کیئے گئے ہیں جن کو پڑھ کر تعلق مع اللہ میں اضافہ ہوتا ہے، اور غیرتِ ایمانی اور حمیت دینیّہ بڑھتی ہے، حقیر دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے تقوی کے شان میں گراں قدر اضافہ ہوتا ہے، اس کتاب کا مطالعہ خواص اور عوام دونوں کے لئے مفید ہے. ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تالیف

مولانا مفتی عبدالرحمٰن کوثر مدنی حفظہ اللہ

ابن حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

إن الذين آمنوا وعملوا الصٰلحات
كانت لهم جنّٰتُ الفردوس نزلا
خالدين فيها لا يبغون عنها حولا

إن الذين آمنوا وعملوا الصٰلحات
سيجعل لهم الرّحمٰنُ ودًّا

إن الذين آمنوا وعملوا الصٰلحات
أولٰئك هم خير البريّة جزآؤهم عند
ربّهم جنّٰت عدن تجري من تحتها
الأنهار خالدين فيهآ أبدًا رضي اللّٰهُ
عنهم ورضوا عنه ذلك لمن خشِيَ ربّه

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یادگارِ صالحین

فہرست مضامین

مقدمة المؤلف

عفا الله عنه و عافاه و جعل اخرته خيرا من اولاه

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله رب العالمين و الصلاة و السلام على امام الانبياء و المرسلين سيدنا و مولانا محمد و على آله الطيبين و اصحابه اجمعين و على من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين۔

امابعد! قارئین کے ہاتھ میں یہ کتاب ,,یادگارِصالحین،، میرے والد ماجد میرے مربی و مشفق استاذ عالمِ اسلام کی معروف و مشہور شخصیت حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری ثم المدنی نور اللہ مرقدہ کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ہے، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر آٹھ سال ہونے کو ہیں مگر ایسا لگتا ہے کہ وہ آج بھی ہمارے درمیان ہنستے مسکراتے ہوئے دینی کتابوں کی تالیفات میں مصروف و مشغول ہیں، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو چلے گئے مگر آپ کا علمی ورثہ خوب عام وتام ہو رہا ہے، آپ کی کتابیں نہ صرف یہ کہ اردو و عربی زبانوں میں شائع ہو کر پھیل رہی ہیں بلکہ دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمے ہو کر طبع ہو رہی ہیں، جن کی طباعت و اشاعت کے پیچھے نہ کوئی ادارہ ہے نہ کوئی تنظیم، اور نہ ابا جان کے گھر والوں کا اس میں کوئی عمل دخل ہے، یہ صرف حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص وللّٰہیت کی وجہ ہے کہ آج بھی ان کی تصنیف کردہ کتابیں خوب پھیل رہی ہیں، اللہ تعالی اس میں مزید برکتیں عطا فرمائیں۔ (آمین)

والد صاحب رحمۃ اللہ کی شخصیت کے نمایاں پہلو تو آپ کو اس کتاب کے

مطالعہ سے معلوم ہو ہی جائیں گے، تاہم اتنا عرض ہے کہ آپؒ کی شخصیت میں وہ جامعیت تھی جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے، بلاشبہ آپؒ موفق من اللہ تھے، ساری زندگی آپؒ کی شب وروز کی محنت ومشقت دینی خدمات کے دائرہ ہی میں رہی، چاہے وہ ہندوستان میں گزارے ہوئے ایام ہوں، یا پاکستان کا قیام، یا پھر شہرِ مدینہ (علی صاحبہا الف الف صلاۃ وسلام) کی ہجرت سے لے کر وفات تک، یہ تینوں مرحلے دینی مصروفیات اور دینی مشغولیات میں صرف کیے، نہ ہندوستان کے قیام کے زمانہ میں دنیاداری میں اپنے کو مشغول کیا، اور نہ ہجرتِ پاکستان کے بعد پاکستان میں کسی کاروباری زندگی سے اپنے کو منسلک کیا، دارالعلوم کراچی میں درس وتدریس اور دارالافتاء کی ذمہ داریوں سے اپنے کو وابستہ کرلیا تھا، زندگی کے تیسرے مرحلہ میں جب پاکستان سے مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفاً) ہجرت کی تو یہاں بھی زندگی کے آخری لمحات تک دینی کاموں میں اپنے کو مصروف رکھا۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا ایک درخشاں پہلو یہ ہے کہ آپ نے نہ صرف یہ کہ اپنے کو یا اپنی آل اولاد کو دینی کاموں سے وابستہ کیا بلکہ ہر اپنے وپرائے اور ہر زائر وملاقاتی کو اس پر اُبھارا کہ وہ جہاں رہے جس کام میں ہے اس کے ساتھ ساتھ دین کے کاموں سے وابستہ ہوجائے، جس کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ ایک بڑی تعداد ایسے افراد کی ہے جنہوں نے اباجانؒ کی ترغیب وتشویق سے اپنے کو دینی کاموں سے وابستہ کیا۔

عموماً یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جو شخص دین کے جس کام سے جڑا ہوتا ہے وہ یہ

سمجھتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ دین کا بس اصل کام یہی ہے جو وہ کر رہا ہے، بقیہ دین کے دوسرے اعمال اتنے ضروری نہیں، ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ خاص جذبہ عطا فرمایا تھا کہ وہ: دین کے ہر کام کو اپنا کام سمجھتے تھے، اور دین کے کسی بھی شعبہ سے وابستہ افراد کی قدر فرماتے اور اوران کی ہمت افزائی فرماتے، یہی وجہ تھی کہ ابا جان رحمہ اللہ سے تعلق رکھنے والے دین کے جملہ شعبوں میں کام کرنے والے افراد تھے۔

حضرت والد صاحب قدس سرہ کی زندگی ان کے خالص دینی خدمات پر مشتمل ہے، اور اخلاص وللّٰہیت ان کی اہم صفات میں سے تھی، اور ان کے تقوی وورع کے واقعات پڑھنے والوں کے لئے نہایت مفید ہیں، ان کو پڑھنے سے تقوی کی شان پیدا ہوتی ہے، اور پڑھنے والا انتہائی مستفید ہوتا ہے، اور توجہ اِلی اللہ اور تعلق مع اللہ اور اقبال اِلی الآخرۃ والاعراض عن الدنیا الدنیۃ حاصل ہوتا ہے، انہیں وجوہات کی وجہ سے یہ کتاب تالیف کی گئی۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے یہ اوراق اور چیدہ چیدہ حالات محض اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے فضل وکرم سے معرضِ وجود میں آگئے ہیں، اس کتاب کی تالیف میں جو باتیں ملحوظ رکھی ہیں ان کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ حالاتِ زندگی تحریر کرنے میں بساط بھر کوشش کی ہے کہ وہ حالات لکھے جائیں جو پڑھنے والوں کے لئے مفید ہوں، غیر ضروری احوال کے تحریر کرنے سے اجتناب کیا گیا ہے۔

۲۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تفصیلی حالاتِ زندگی کوشش کے باوجود ہم تحریر نہ

کر سکے، اس کی اہم وجہ یہ رہی کہ حضرت والد صاحبؒ کی زندگی کا نصف سے زیادہ حصہ ہندوستان میں گزرا، آپؒ نے جب پاکستان ہجرت کی، اور اس کے بعد ہجرتِ ثانیہ مدینہ منورۃ (علی صاحبہا الف الف صلاۃ وسلام) کی تو پھر ہندوستان سے ہم لوگوں کا ربط ایک گونہ ختم سا ہو کر رہ گیا، اور والد صاحبؒ کی جو زندگی ہندوستان میں علمی دینی دعوتی مشغولیات میں گزری اس کے احوال وکوائف مفصل طور پر معلوم نہ ہو سکے، تاہم چند حالات پر مشتمل کچھ صفحات والد صاحبؒ کے تحریر شدہ تھے جن سے کچھ بنیادی معلومات مل سکیں، یا بعض معلومات خود ابا جان رحمۃ اللہ علیہ اور والدہ ماجدہ صاحبہ حفظہا اللہ کی زبانی جو کچھ سنے تھے وہ قلمبند کر دیئے ہیں۔

۳۔ اس کتاب کی تالیف میں تاخیر پر تاخیر ہوتی رہی اور بہت سی وہ معروف ومشہور شخصیات جنھوں نے ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کو قریب سے دیکھا تھا یا ان حضرات میں باہم خوب ربط وتعلق تھا، اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے اور ہم ان سے کچھ معلومات حاصل نہ کر سکے اور ان کی تحریریں شامل نہ ہو سکیں۔

۴۔ اس کتاب میں بعض اہل قلم کے وہ مضامین شامل کئے ہیں جو ان حضرات نے ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد قلمبند فرمائے تھے، اور بعض ماہناموں ورسالوں میں شائع ہوئے، ان کے علاوہ بعض اہل علم نے اپنے تأثرات ہمیں ارسال کئے ہم ان کے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے اس کتاب کو اپنے شگفتہ پھولوں سے سنوارا، جب کہ بعض حضرات کے مضامین ہمیں دستیاب نہ ہو سکے جس کا ہمیں قلق ہے۔

۵۔ حضرت والد صاحب قدس اللہ سرہ کے حالاتِ زندگی لکھنے کا مقصد قارئین ومتعلقین کو

دینی نفع پہنچانا ہے، والد صاحب کی تعریفین کرنا مقصود نہیں، وہ تو اس دار فانی سے رحلت فرما کر جوارِ رحمت میں محوِ استراحت ہیں، اور تمام تعریفیں تو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔

کتاب کی تالیف میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی جس کی وجہ اپنی مشغولیات ومصروفیات اور متنوع اشغال کے ہجوم منجملہ ان کے تدریس وتعلیم اور دیگر تصنیفی وتالیفی کام رہے، اس لئے ہم قارئین سے معذرت خواہ ہیں، اور یقیناً ان شاء اللہ تعالیٰ اسی میں خیر ہوگی، واللہ یعلم وانتم لا تعلمون۔

۶۔اس کتاب کی ترتیب وتالیف میں میرے دینی بھائی عزیزم مولانا محمد جاوید اشرف میرٹھی ندوی مدنی نے خوب تعاون کیا ہے، ان کا مشکور ہوں اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی شایانِ شان جزائے خیر عطائے فرمائے، اور ان کو خوب دینی دعوتی کاموں کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ شانہ سے دعا ہے کہ اس ناقص کوشش کو قبول فرما کر اپنے بندوں کو نفع پہنچائے۔ إنه ولی ذلك والقادر علیه وهو ولی التوفیق ومجیب الدعوات ، ربنا تقبل منا إنك انت السمیع العلیم وتب علینا انك انت التواب الرحیم وصلی الله علی النبی الکریم وعلی آله وصحبه اجمعین.۔

بندہ/ عبدالرحمٰن الکوثر عفا اللہ عنہ وعافاہ

ابن حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری ثم المدنی رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

استاذ طیبہ یونیورسٹی مدینہ منورہ، واستاذ القرآن الحکیم

فی المسجد النبوی الشریف

بسم اللّٰه الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً

پہلا باب : ولادت سے حفظ قرآن تک

ولادت باسعادت:

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ موضع بسی ڈاکخانہ بگراسی ضلع بلند شہر (یوپی ۔ہند) میں پیدا ہوئے ۱۳۴۳ھ میں پیدا ہونے کا اندازہ لگایا تھا فرماتے تھے کہ جب میں نے قرآن پاک حفظ مکمل کیا تو گھر والے کہتے تھے کہ اسنے بارہ سال کی عمر میں حفظ کرلیا چونکہ حفظ ۱۳۵۵ھ میں مکمل ہوا تھا اسی اعتبار سے سن پیدائش ۱۳۴۳ھ بنتا ہے۔ واللہ أعلم بالصواب۔

آبائی وطن :

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اصل وطن موضع جاکھیڑہ ضلع میرٹھ تھا، جہاں والد صاحبؒ کے دادجان اسد اللہ خان صاحبؒ راجپوت گھرانے کے کاشتکار تھے، بعض وجوہات کی بناء پر والد صاحب کے دادجان اسد اللہ خان صاحبؒ نے مذکورہ گاؤں کو چھوڑکر ایک دوسرے گاؤں موضع پلواڑہ ضلع میرٹھ میں سکونت اختیار کی، وہیں زمین خرید کر مکان بنایا، اور آخر وہیں وفات پا کر مدفون ہوئے (اللہ مغفرت فرما کر درجات بلند فرمائے. آمین)

والد صاحبؒ کے جد امجد (دادا) کی وفات کے بعد جب دادی صاحبہ بیوہ ہوگئیں تو اپنے تینوں بچوں کولیکر اپنے میکے موضع بسی ڈاک خانہ بگراسی ضلع بلند شہر میں آگئیں پھر وہیں رہنے لگیں اسی وجہ سے ضلع بلند شہر وطن بن گیا، والد صاحبؒ کے دادا نے تین بچے چھوڑے جو چھوٹے چھوٹے تھے والد صاحبؒ کی دادی نے اپنے میکے

آ کر ان تینوں بچوں کو محنت مزدوری کر کے پالا پوسا یہاں تک تینوں کی شادی بھی کی، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دادی کے بھائی محمد اسماعیل صاحب تھے جو ذاکر و شاغل صاحب نسبت تھے، ان کا اصلاحی بیعت وارشاد کا تعلق حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا، اسی وجہ سے حضرت والد صاحب ؒ کے والد صوفی صدیق خان صاحب کی دینی تربیت میں اُن کے ماموں محمد اسماعیل صاحب کا بہت دخل رہا، اور پورے گھر میں دینی ماحول پیدا ہوگیا، صوفی صدیق خان صاحب نے ناظرہ قرآن کریم کے علاوہ اردو میں دینیات اور مدرسہ عربیہ چندیانہ ضلع بلند شہر کے مدرسہ میں درسِ نظامی کی تعلیم حاصل کی، تاہم درسِ نظامی کی تکمیل نہ ہوسکی اور تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔

نام ونسب :

ہمارے دادا جانؒ کی شادی بگراسی محلہ کڑاخیل کے باشندہ رحمت اللہ مرحوم کی بیٹی سے ہوئی، جن سے تین بچے تولد ہوئے بڑے بیٹے ہمارے والد صاحب تھے، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام دادا جان رحمۃ اللہ علیہ نے محمد عاشق رکھا تھا والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب کچھ بڑے ہوئے تو مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سنا تو بہت پسند آیا تو الٰہی بڑھا دیا. مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ مظاہر علوم سہارنپور کے سرپرستوں میں سے تھے اور ان کا شمار جید علماء میں ہوتا ہے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے انکے بیٹے کی ملاقات ہوئی فرمایا کہ مولانا ہمیں آپ سے محبت ہے اسلئے کہ آپ ہمارے والد صاحب کے ہمنام اور ہمکام ہیں مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ صاحب قلم تھے انکی مؤلفات میں ترجمۃ قرآن کریم اور

تاریخ اسلام اور تذکرۃ الرشید و تذکرۃ الخلیل وغیرہ ہیں۔

والدین مرحومین :

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ شیخ رحمت اللہ (علیہ رحمۃ اللہ) کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب پانچ برس کے ہوئے تو والدہ اس دار فانی سے رحلت فرما کر دار بقا کی طرف چلی گئیں. انا للہ و انا الیہ راجعون

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ انہوں نے دو بہنیں چھوڑی تھیں جنمیں سے ایک کی وفات والدہ کی وفات کے پندرہ دن بعد ہوگئی دوسری بہن بارہ تیرہ سال کی عمر تک زندہ رہی پھر اسکی بھی وفات ہوگئی .والدہ رحمۃ اللہ علیہا کی وفات کے بعد والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دوسری بہن کی پرورش انکی دادی مرحومہ نے کی، اللہ تعالیٰ انکو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین اور والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد صوفی محمد صدیق صاحب نور اللہ مرقدہ دیر تک زندہ رہے انہوں نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں بھی پڑھیں اور والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہندوستان سے ہجرت کر کے دار العلوم کراچی بھی تشریف لے آئے تھے وہیں وفات پائی اور دار العلوم ہی کے قبرستان میں انکی قبر ہے ،اللھم اغفرلہ وارحمہ و تجاوز عنہ ووسع مدخلہ واکرم نزلہ وادخلہ مدخلا کریماً

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد صوفی محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک صالح انسان تھے انکے انتقال کے وقت حضرت مولانا شمس الحق خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ استاذ و ناظم دار العلوم کراچی انکے سرہانے موجود تھے انکا فرمانا

ہے کہ جسوقت انکی روح پرواز ہوئی تو انکا چہرہ خود بخود قبلہ رُخ ہوگیا **فیـــارب لك الحمد ولك الشكر** .

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ دادا جان رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں امام بھی رہے ہیں امامت بھی کراتے تھے، ایک طویل عرصہ گڑھ مکتیشور ضلع میرٹھ (حال ضلع غازی آباد) کی چوراہے والی مسجد میں بھی امامت کی ،ان کی چھوٹی سی ایک دکان بھی کی تھی ،اوراس سے پہلے کچھ زراعت بھی کیا کرتے تھے تربوز اُگاتے تھے ایک مرتبہ تربوز کشتی میں بھر کر لیجارہے تھے کہ کشتی ٹوٹ گئ اور دادا جان رحمۃ اللہ علیہ بھی بوجہ تیرنا نہ جاننے کے ڈوب گئے بفضلہٖ تعالی کچھ ساتھیوں نے نکالا اور مٹکے پرلٹا کر پیٹ میں بھرا ہوا پانی نکالا اللہ تبارک وتعالی نے بچالیا ''جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے'' ۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ دادا جان (صوفی محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ) اپنی مسجد (بمقام گڑھ مکتیشور) کے کمرے سے قضائے حاجت کیلئے باہر نکلے اور جنگل کا رُخ کیا ،اسی دوران ہندؤوں کا ایک قافلہ آیا اور مسجد پر حملہ آور ہوا اور جو لوگ مسجد میں تھے اور دادا جان رحمۃ اللہ علیہ کے کمرے میں ایک صاحب سورہے تھے ان سب کو شہید کردیا اوران شہداء کے جسموں کو مسجد کے صحن میں جلادیا ۔

دادجان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی مشہور ہوگیا کہ وہ بھی شہید کردیئے گئے ہیں، اس زمانہ میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیر تعلیم تھے ان تک یہ خبر پہنچی تو تحقیق کیلئے وہاں سے چلے، ایک جگہ ریل سے اترے تو ایک سقّہ سے ملاقات ہوئی جو دادا جان

رحمۃ اللہ علیہ کو جانتا تھا، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا کہ ہمارے والد صاحب کا کیا حال ہے اس نے کہا کہ بخیر ہیں اس کے اس کہنے سے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اطمنان ہوا اور سفر پورا کر کے انکی خدمت میں پہنچے تو واقعی انکو بخیر پایا ۔

حضرت دادا جان (صوفی محمد صدیق) رحمۃ اللہ علیہ پچھلے دونوں واقعات میں بچ گئے تھے لیکن بالآخر شہادت کا رتبہ پایا کیونکہ ان کا سببِ وفات پیٹ کی تکلیف بنی پیٹ میں پانی اتر آیا تھا اور حدیث شریف میں حضرت نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ''المبطون شھید'' (یعنی جسکو پیٹ کی تکلیف میں موت آئے وہ شہید ہے)۔

ایک مرتبہ بندہ نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ آپ نے کبھی اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا ہے؟ تو فرمایا کہ ہاں میں نے انہیں سفید کپڑوں میں دیکھا ہے ۔

تعلیم کا آغاز :

دادا جان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بفضلہٖ تعالیٰ سب سے پہلے قرآن پاک حفظ کیلئے لگایا اپنے گاؤں میں مختلف اساتذہ سے دس پارے حفظ کئے اسکے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس گاؤں کی جامع مسجد میں مولانا الحاج الحافظ محمد صادق صاحب پنجابی سنبھلیؒ (جو مولانا عبد الوحید صاحب مدرس سہارن پور کے بہنوئی تھے) امام بن کر تشریف لے آئے، یہ مولوی ریل کے لقب سے مشہور تھے دادا جان رحمۃ اللہ علیہ انکے پاس لے گئے انہوں نے چند دن تک تو ذہن اور حافظہ کو دیکھا بھالا اور آزمایا۔ پھر فرمایا کہ تم میرے پاس فجر کی نماز پڑھا کرو

اور پاؤ پارہ سبق لیا کرو پھر جب سبق سنا دو اسی وقت تمہاری چھٹی۔
والد صاحب نے رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: میں فجر کی نماز میں انکے پاس پہنچ جاتا تھا اور پاؤ پارے کا سبق لے کر عموماً بارہ بجے تک سنا دیتا تھا میری بہن مرحومہ میرا ناشتہ وہیں پہنچا دیتی تھی جو بے دودھ کی گڑ کی چائے، اور مکئ کی روٹی پر مشتمل ہوتا تھا۔ دوسرے طلبہ دو وقت آتے تھے میں ظہر بعد بھی وہیں رہتا تھا وہ مجھ سے طلبہ کو پڑھواتے تھے لیکن میں یہ سمجھتا تھا کہ میں چھٹی میں ہوں یہ ان کا نرالا طریقہ تھا جو طلبہ کی تالیف قلب کے لئے بہت کامیاب ہے نو عمر بچہ کے لئے اس سے زیادہ خوشی کی کوئی چیز نہیں کہ اسے چھٹی مل گئ اب وہ مدرسہ ہی میں حاضر رہے لیکن اس کے پس دماغ یہ ہے کہ میری چھٹی ہو چکی ہے ان کی حسن تدبیر سے جو باقی قرآن مجید رہ گیا تھا چھ ماہ میں حفظ ہو گیا۔ والحمد للہ

قرآن پاک حفظ کرنے کے دوران مجاہدہ

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فجر اپنے استاذ محترم کے ساتھ پڑھتے اور سبق یاد کرنے بیٹھ جاتے، اگر چھٹی کے وقت تک سنا دیا تو ٹھیک ہے ورنہ استاذ محترم ساڑھے گیارہ یا بارہ بجے قیلولہ کیلئے لیٹ جاتے تھے اور کمرہ کا دروازہ بند کر لیتے تھے اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کمرہ کے باہر دھوپ میں بیٹھ کر یاد کرتے رہتے تھے اور جب ایک پاؤ پارہ یاد ہو جاتا تھا تو دھوپ میں بیٹھے بیٹھے ہی استاذ کو سنا دیتے تھے استاذ محترم کمرہ کے اندر ہوتے تھے اور کھڑکی سے سن لیتے تھے۔

دل میں جو محبتِ الٰہی جگہ کئے ہوئی تھی اس کی وجہ سے دھوپ اور سایہ سب برابر تھا اللہ تعالیٰ کیلئے تکلیف برداشت کرنا اور استاذ پر اپنی تکلیف کو بالکل ظاہر نہ ہونے

دینا عشق الٰہی کی واضح مثال ہے، کسی شاعر نے کیا خوب کہا

چوں نہادہ پا درراہ الفت
غازی نہ داند نشیب وفرازے

حفظ قرآن پاک شعبان سنہ ۱۳۵۵ھ میں پورا ہوا، اس وقت عمر بارہ سال تھی، اور اسی سال رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن پاک سنادیا، حفظ قرآن پاک کے ساتھ ساتھ استاذ محترم نے اردو لکھنا پڑھنا بھی سکھادیا تھا، اور حفظ کے بعد ابتدائی فارسی کی کتابیں بھی شروع کرادیں تھیں۔

قرآن پاک سے آغاز تعلیم کرانا علمائے امت کا پرانا شیوہ ہے

علمائے امت کا طریقہ رہا ہے کہ جو بچوں کی تعلیم کا آغاز قرآن پاک کی تعلیم سے کراتے تھے اسکے بعد دیگر علوم دینیہ سکھاتے تھے ۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ کبیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جس نے نوعمری میں قرآن سیکھا (یعنی حفظ کیا) تو اللہ تعالی اپنے کلام کو اس کے گوشت اور خون میں رچا بسا دیتا ہے۔

اور اللہ تعالی کے اس ارشاد گرامی سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ قرآن اہل علم میں سے ہے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ﴾ (سورۃ العنکبوت ۴۹) 'بلکہ یہ قرآن واضح آیات ہیں ان کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا'

بلاشبہ حافظ قرآن اہل علم میں سے ہے، چنانچہ علم کی ابتداء ہی حفظ قرآن اور اس کے سمجھنے اور سمجھانے سے ہوتی ہے۔

ولید بن مسلم سے منقول ہے کہ جب بھی ہم امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ہوتے اور کوئی نو وارد شخص مجلس میں ہوتا تو امام اوزاعی اس سے پوچھتے کہ اے شخص تو نے قرآن حفظ کیا ہے؟ اگر جواب ہاں میں ہوتا تو اسکا امتحان لیتے اور آیات مواریث ﴿ يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ ـــــ ﴾ سنتے، اگر وہ شخص یہ آیتیں نہ پڑھ سکتا تو اس سے فرماتے کہ جاؤ پہلے قرآن حفظ کرو، بعد میں علم (حدیث) سیکھو۔

امام اوزاعی، میراث سے متعلقہ آیات کا اس لئے امتحان لیتے کہ یہ مشکل آیات میں سے ہیں کیونکہ ان میں متشابہات ہیں، ان کو وہی شخص بلا تردد اور بغیر شک و غلطی کے یاد کر سکتا ہے جو ذہین ہو اور اسکا حافظہ قوی ہو۔

یحیٰی بن یمان رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جو کوئی نوجوان آتا تو اس سے ستر (۷۰) آیتیں سورۃ الاعراف کے شروع سے اور ستر (۷۰) آیتیں سورۃ یوسف کی ابتداء سے اور سورۃ الحدید کا ابتدائی حصہ سنتے، اگر اس نوجوان کو یہ آیات اچھی طرح یاد ہوتیں تو اسے حدیث پڑھاتے ورنہ نہیں۔

ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ ایک محدث گزرے ہیں) فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد سے امام بن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس (علم حاصل کرنے کے لئے) جانے کی اجازت چاہی تو فرمایا کہ پہلے قرآن حفظ کرو تب اجازت ملے گی، چنانچہ میں نے قرآن حفظ کیا اور نماز میں سنایا پھر اجازت دی۔

دوسرا باب

ابتدائی تعلیم سے دورۂ حدیث تک

تعلیم عربی و فارسی :

جب قرآن مجید شعبان میں ختم ہوا اور اسی سال رمضان میں تراویح میں سنا دیا تو پھر شوال سے مولانا محمد صادق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی کا حمد نامہ شروع کرا دیا۔ مطابات لطیف نحو میر اور صرف میر، دستور المبتدی، فصول اکبری اور ہدایۃ النحو منیۃ المصلی وغیرہ پڑھا دیں۔ اسکے علاوہ صغری کبری بھی ان سے پڑھیں اور سارا نصاب تقریباً ایک ہی سال میں پورا ہو گیا پھر دادا صاحب رحمہ اللہ تعالی حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مراد آباد کے مدارس میں داخل کرانے کے لئے لے گئے کیونکہ یہ تعلیمی سال کا درمیان تھا اس لئے داخلہ کا موقع نہ تھا بالآخر مدرسہ قادریہ حسن پور ضلع مراد آباد میں داخلہ ہو گیا۔ یہاں پر حضرت مولانا ولی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت تھانوی قدس سرہ مدرسہ کے ذمہ دار اور صدر مدرس تھے۔ ان کے پاس دوبارہ نحو میر پڑھی سال کے آخری دو تین مہینہ از جمادی الثانیہ تا شعبان مدرسہ مذکورہ میں گزارے، مدرسہ میں ایک مدرس مولانا عبد العزیز ٹانڈوی بھی تھے یہ بھی حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے منتسبین میں سے تھے۔ ان سے بہشتی زیور پڑھا، یہ سن ۱۳۵۶ھ کا واقعہ ہے۔ آئندہ سال مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں داخلہ لیا مدرسہ ہذا میں حضرت مولانا محمد حیات صاحب سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ مدرس تھے جو مولانا محمد صادق

صاحب کے داماد تھے اسی تعلق کی بنیاد پر مدرسہ امدادیہ کو اختیار کیا اور وہاں دو سال رہے۔ مدرسہ ہذا میں مفید الطالبین، نفحۃ العرب، نفحۃ الیمن، کافیہ، شرح جامی، مختصر القدوری، کنز الدقائق، اصول الشاشی، نور الانوار، میزان المنطق، قطبی مختلف اساتذہ سے پڑھیں، ۱۳۵۸ھ میں فیروزآباد ضلع آگرہ میں رمضان المبارک گزارا، اور وہیں قرآن مجید سنایا، پھر شوال میں مدرسہ خلافت شہر علی گڑھ میں داخلہ لیا دادا جان رحمۃ اللہ علیہ چند ماہ قبل علی گڑھ پہنچ گئے تھے وہاں ایک مسجد میں مقیم تھے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی وہیں بلا لیا تھا۔ مدرسہ مذکورہ جامع مسجد میں واقع تھا صدر مدرس حضرت مولانا فیض الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ حضرت مولانا موصوف سے مختصر المعانی اور سراجی پڑھیں اور دوسرے حضرات سے شرح حسامی للسبنبانی، ہدایہ اولین، سلم العلوم، شرح عقائد، میبذی پڑھیں۔ علی گڑھ میں دو سال رہنا ہوا۔

متوسط تعلیم کیلئے اپنے گاؤں سے نکلنے کے بعد مجاہدانہ کیفیت :

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب حافظ مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ سے ابتدائی کتابیں پڑھ لیں متوسط تعلیم کیلئے گاؤں سے باہر نکلے اور مدارس کا رُخ کیا تو دادا جان رحمۃ اللہ علیہ ساتھ ہوتے تھے جب پیدل چلتے چلتے والد رحمۃ اللہ علیہ تھک جاتے تھے تو دادا جان رحمۃ اللہ علیہ اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے تھے تنگدستی کی وجہ سے سواری پر سفر کرنا میسر نہ تھا، بہت تنگدستی میں دادا جان رحمۃ اللہ علیہ نے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بفضلہٖ تعالیٰ علم پر لگایا اور یہ کبھی نہ سوچا کہ میرا بیٹا اس تنگدستی میں کما کر میرا ہاتھ بٹائیگا جبکہ بعض لوگوں نے اعتراض بھی کیا کہ اپنے بچے کو کمانے پر

کیوں نہیں لگاتے ہو۔

تعلیم عالی :

شوال ۱۳۶۰ھ میں مظاہر العلوم سہانپور میں داخلہ لیا یہاں تین سال قیام رہا اور شعبان ۱۳۶۳ھ میں دورہ حدیث پڑھ کر فارغ ہوے، پہلے سال میں ہدایہ جلد ثالث، ملاحسن، توضیح تلویح، دیوان متنبّی، دیوان حماسہ اور عروض المفتاح پڑھیں، اس سال کے اساتذہ میں مولانا محمد زکریا قدوسی، مولانا صدیق احمد کشمیری، مولانا محمد اسعد اللہ رامپوری رحمہم اللہ تعالی تھے۔ آخر الذکر بعد میں مدرسہ کے ناظم بھی ہوگئے تھے اور کئی سال ناظم رہے۔

دوسرے سال جلالین شریف، مشکوۃ المصابیح، شرح نخبۃ الفکر اور حمد اللہ شرح سلم العلوم پڑھیں۔ جلالین شریف اور حمد اللہ مولانا عبدالشکور کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھیں جو تقسیم ہند کے بعد خیر المدارس ملتان میں مدرس ہوگئے تھے، مشکوۃ شریف مولانا قاری سعید احمد اجراڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھی جو مدرسہ مذکورہ کے مفتی اعظم تھے ان کی کتاب معلم الحجاج معروف ومشہور ہے جس سے عوام وخواص سب مستفید ہوتے ہیں، آپ کا حدیث کے ادب کا یہ عالم تھا کہ ظہر سے عصر تک دو ڈھائی گھنٹے دوزانو بیٹھ کر مشکوۃ المصابیح پڑھاتے تھے ہر لفظ سے اخلاص ٹپکتا تھا۔ مفتی بھی تھے اس لئے درس حدیث وفقہ کا پرکیف امتزاج ہوتا تھا۔ ''رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ورفع درجاتہ''۔

تیسرے سال مظاہر العلوم میں دورہ حدیث پڑھا۔ بخاری جلد ثانی اور کچھ حصہ جلد اول کا مولانا عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھا جو اس وقت

مظاہر العلوم کے ناظم تھے۔ بخاری شریف کی بقیہ جلد دوم حضرت مولانا محمد زکریا شیخ الحدیثؒ سے پڑھی اور سنن ابو داؤد بھی انہی کے یہاں ہوئی جب درس میں ان سے اللہ کی معرفت کی باتیں سنیں تو بہت عقیدت ہوگئی لہذا بیعت کی درخواست کردی اور انہوں نے بیعت فرمالی۔ صحیح مسلم مولانا محمد اسعد اللہ صاحب کے یہاں ہوئی۔ جامع ترمذی اور شمائل ترمذی اور شرح معانی الآثار للامام الطحاوی مولانا عبد الرحمٰن صاحب کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔ حضرت موصوفؒ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان کے متعدد مدراس میں پڑھایا جن میں خیر المدارس قابل ذکر ہے۔ سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور ہر دو مؤطا مولانا منظور احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھیں۔ اس زمانہ کے اوقات کی برکت کا یہ عالم تھا کہ یہ سب کتابیں مکمل ایک ہی گھنٹہ میں پوری پوری پڑھی ہیں صرف اتنا تھا کہ بخاری شریف کا سبق مغرب کے بعد ہو جاتا تھا۔

اساتذہ کرام کی کیا شان تھی علوم کی جامعیت، علم حدیث میں تفوق اور اخلاص میں بے مثال تھے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اسناد کا ذکر:

ابا جان رحمۃ اللہ علیہ نے اسنادِ حدیث شریف پر عربی میں مستقل ایک تصنیف بنام "**العناقيد الغالية من الأسانيد العالية**" تحریر فرمائی ہے (جس کا ذکر تالیفات کے باب میں آگے آرہا ہے) جس میں نہ صرف یہ کہ اپنی اسناد حدیث اور اجازات کا ذکر کیا ہے بلکہ کبار علماء ہند کی اسناد و اجازات اور ان کے شجرۂ علمی کو بالتفصیل بیان فرمایا ہے، اور اس موضوع پر ہمارے علم کے مطابق یہ تنہا کتاب ہے جو نہایت مفصل

ومدلل ہے، ہم اس جگہ پر صرف والد صاحبؒ کی اسناد واجازات کو ذکر کرتے ہیں:

(الإجازة الأولى)

کتاب مذکور میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

راقم تحریر عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالی نے میرے دل میں یہ بات القاء فرمائی کہ میں اس کتاب میں اپنی اسناد واجازات ذکر کردوں، اور اپنے مشائخ جن سے مجھے اجازات واسناد حدیث وافتاء حاصل ہیں، ان کا ذکر خیر کروں، گرچہ میں اس لائق نہیں کہ میں محدثین کے زمرہ میں شمار ہوں، لیکن چند سطور میں تحدیث بالنعمۃ کے طور پر لکھتا ہوں کیونکہ مجھ پر اللہ تعالی کا فضل عظیم رہا ہے کہ میں نے بہت سے مدارس وعلمی مراکز میں ایک طویل ترین عرصہ حدیث شریف کی تدریسی خدمات انجام دیں ہیں، اور بعض اہل علم میرے پاس اجازت حاصل کرنے کے لئے بھی آتے ہیں، مزید یہ کہ اللہ تعالی کی توفیق سے تصنیف وتالیف کے باب میں بھی حدیث شریف کی خدمت کا موقع ملا ہے، اور الحمدللہ ستر (۷۰) سے زائد کتابیں مطبوع ہوکر عوام وخواص میں مقبول ومعروف ہیں، سنہ ۱۳۶۰ھ کی بات ہے جب مجھے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہونے کی سعادت ملی، جہاں میں نے جامعہ کے کبار علماء ومشائخ سے تفسیر وقراءت اور حدیث وفقہ، واصول فقہ اور بعض ادب کی کتابیں پڑھیں، اور تین سال جامعہ مظاہر علوم میں رہ کر ۱۳۶۳ھ میں فراغت پائی، اس درمیان میں کبار مشائخ وعلماء عظام سے استفادہ کا موقع ملا، یہ علماء ان جہابذہ میں سے تھے جن کو رسوخ فی العلوم حاصل تھا، انھوں نے درس وتدریس تصنیف وتالیف کے ذریعہ خوب

علومِ اسلامیہ کی خدمت کی، ان میں سب سے بڑے حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب البرقاضوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سرفہرست ہے آپ اس وقت جامعہ کے مہتمم تھے، ان سے میں نے صحیح بخاری کی جلد ثانی پڑھی، ان کے بعد دوسری عظیم شخصیت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی شارح المؤطا رحمۃ اللہ علیہ تھے جن سے میں نے صحیح بخاری کی جلد اول، سنن ابوداود پڑھی، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ سے سنن ترمذی اور جلد اول معانی الآثار للطحاوی پڑھنے کی سعادت ملی، استاذ موصوف اس زمانہ میں رئیس المدرسین تھے، صحیح مسلم حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے، اور سنن نسائی وسنن ابن ماجہ، موطا امام محمد حضرت مولانا منظور احمد خان سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی، مشکوۃ المصابیح اور شرح نخبۃ الفکر پڑھنے کا شرف مجھے حضرت مولانا قاری مفتی سعید احمد اجراڑوی (صاحب معلم الحجاج) رحمۃ اللہ سے حاصل ہوا۔

تعلیم کی تکمیل کے بعد جب ان کبار مشائخ وعلماء عظام سے رخصت ہونے کا وقت آیا تو ان تمام حضرات نے حدیث شریف کی تدریس اور روایت کی مجھے اجازت مرحمت فرمائی، جس کا ذکر جامعہ کی شہادہ میں مذکور ہے۔

(الإجازة الثانية)

دوسری اجازت کے متعلق والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تھوڑے عرصہ کے بعد میں نے حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحب رامپوری رحمہ اللہ تعالی کو لکھا کہ آپ مجھے اُس روایت حدیث کی اجازت مرحمت فرمادیں جو آپ کو

حضرت حکیم الأمت سے ملی ہے، چنانچہ آپ نے مجھے اجازت لکھ کر بھیجدی۔

(الإجازة الثالثة والرابعة)

تیسری اجازت کے متعلق والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کچھ سال بعد پھر میں جامعہ مظاہر علوم حاضر ہوا، اور حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی، اور آپ سے اجازت چاہی، آپ پر کتب حدیث کے اوائل پڑھے آپ نے زبانی اجازت مرحمت فرمادی، میں اتنی ہمت نہ کرسکا کہ آپ سے یہ عرض کروں کہ تحریری طور پر اجازت دیدیں، پھر چندسال کے بعد میں نے خط لکھ کر حضرت شیخ سے اجازتِ حدیث تحریری کی درخواست کی، آپؒ نے ایک رقعہ پر لکھ کر مجھے اجازت ارسال فرمادی جس کے الفاظ درج ذیل ہیں: (عربی سے ترجمہ)

میرے دینی بھائی مولوی عاشق الٰہی ابن الشیخ محمد صدیق بلند شہری نے چند سال قبل مجھے صحاح ستہ کے اوائل سے پڑھ کر سنایا، اور مجھ سے اجازت چاہی، میں نے زبانی ہی اجازت دیدی تھی، اور اب اِنھوں نے مجھے لکھا ہے کہ میں تحریری طور پر اجازت دیدوں، تو اب میں ان کی خواہش پر یہ اجازت لکھ رہا ہوں، میں نے ان کو کتب صحاح ستہ کی اجازت دی ان شرائط کے موافق جو اس فن کے علماء کے نزدیک معتبر ہیں، اور یہ کہ سلف صالح حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین کے نقش قدم پر ثابت قدم رہیں، میں ان کو ظاہراً و باطناً تقوی کی وصیت کرتا ہوں، اور یہ وصیت کرتا ہوں کہ سید الانام (علیہ الف الف صلاۃ وسلام) کی سنت کو مضبوطی سے پکڑیں، اور بدعات

اور مبتدعین کی صحبت سے بچیں، تفریق بین المسلمین سے احتراز کریں، دنیا کی لذات سے پرہیز کریں، اکابر امت کی بے ادبی سے دور رہیں، مجھے اور میرے مشائخ کو اپنی دعوات صالحہ میں فراموش نہ کریں، اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اور انھیں اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے.

محمد زکریا الکاندھلوی. ۱/۱۱/ ۱۳۸۵ھ

پھر جب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۹۳ھ میں ہندوستان سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، اس کے تین سال بعد میں بھی پاکستان سے ہجرت کر کے ماہ رمضان ۱۳۹۶ھ میں مدینہ منورہ حاضر ہو گیا اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کی وفات تک آپ سے وابستہ رہا، آپ نے مجھے بہت سی کتابیں تالیف کرنے کا حکم دیا، اور میں نے امتثال امر میں یہ کتابیں تصنیف کیں، بہت سی کتابوں کو حضرت شیخؒ نے سنا اور اپنے خرچہ سے ان کو بڑی مقدار میں چھپوا کر عوام وخواص میں تقسیم کرایا، حضرت شیخ کے قیامِ مدینہ منورہ کے زمانہ میں پھر احادیث کی اجازت کی درخواست کی تو پھر حضرت شیخ نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی (یہ اجازت مفصل ہے تقریباً ڈھائی صفحات پر مشتمل ہے شائقین العناقید الغالیہ میں ملاحظ فرمائیں)

(الإجازة الخامسة)

والد صاحبؒ (العناقید الغالیہ میں) لکھتے ہیں: (عربی سے اردو ترجمہ)

مجھے علامہ محدث جلیل محشی سنن ابو داود حضرت مولانا محمد حیات سنبھلی رحمۃ اللہ سے بھی اجازت حاصل ہے، آپؒ سے میں نے بچپن میں بعض فقہ واصول فقہ کی کتابیں پڑھی

تھیں، اُس دوران محترم مدرسہ حیاۃ العلوم مراد آباد میں رئیس المدرسین تھے، یہ آج سے پچاس سال پہلے کی بات ہے، میرا اس وقت بچپنا تھا، پھر سنہ ۱۳۸۲ھ سے ۱۳۸۴ھ تک میں مسلسل ان کی خدمت میں رہا، اور آپ کے مدرسہ میں بعض حدیث کی کتابیں پڑھائیں، پھر جب استاذ محترم سنہ ۱۴۰۶ھ میں حرمین شریفین کی زیارت کے لئے تشریف لائے تو مجھے خدمت میں بار بار حاضری کا موقع ملا، حتی کہ حضرت والا محترم نے ہمارے مدینہ منورہ کے گھر میں تشریف لاکر گھر کو رونق بخشی، میں نے اس موقع پر آپ سے اجازت کی درخواست کی تو استاذ محترم نے خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے مجھے اجازت مرحمت فرمائی. (جو العناقید میں بعینہ مطبوع ہے)۔

الإجازة السادسة : (عربی سے اردو ترجمہ)

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم کراچی (پاکستان) میں ماہ شوال ۱۳۸۴ھ سے ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ تک قیام پذیر رہے، اس مدت میں حدیث شریف اور فقہ کی کتابوں کی تدریس کے ساتھ ساتھ حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے والد صاحبؒ کو دار الافتاء کی ذمہ داری بھی سپرد فرمادی تھی، چنانچہ آپ دار الافتاء میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی نگرانی میں فتاوی تحریر فرماتے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ابا جانؒ سے نہایت درجہ محبت فرماتے تھے، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت حدیث کی درخواست کی، حضرتؒ نے بخوشی اجازت مرحمت فرمائی، یہ اجازت حدیث عربی میں ہے جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

الحمد لله الذی هدانا لهذا وما کنا لنهتدی لولا أن هدانا الله والصلاة والسلام علی خیر خلقه محمد وآله وصحبه ومن ولاه ۔

اما بعد !

نبی اکرم کا ارشاد عالی ہے" اللہ تعالیٰ ایسے بندہ کو سرسبز و شاداب رکھے جس نے میری بات (یعنی حدیث شریف) سنی اور اس کو یاد کیا، اور اس کی حفاظت کی، اور اس کو پہنچایا، پس بعض فقہ کے حامل غیر فقیہ ہوتے ہیں، اور بہت سے فقہ کو ان تک پہنچاتے ہیں جو اُن سے زیادہ فقیہ ہوتے ہیں۔ (الحدیث)

اسی وجہ سے مشائخ کبار اور سلف صالح نے خوب کوشش کی اور احادیث رسول کی حفاظت کی، خوب اتقان سے کام لیا، اور احادیث کی اسناد اور طرق روایات کو محفوظ رکھا، اور سند و طرق روایات اس امت کے خصائص میں ہے، اور احادیث شریفہ کی حفاظت کا سب سے اہم وسیلہ ہے، حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سند کا ہونا یہ دین میں سے ہے، اگر اسناد نہ ہوتیں تو جو شخص جو کچھ چاہتا کہتا، اسی وجہ سے احادیث شریف کی روایت سندوں کے واسطوں سے چلتی رہی، یہاں تک پھر حدیث شریف کی متداول و غیر متداول کتابوں کی تدوین کا دور آیا، جن کو امت کے اہل علم نے پڑھا پڑھایا، اور ہر صدی اور ہر نسل میں ان کتابوں کو پڑھا جانے لگا، یہاں تک ان کتابوں اور ان کے مصنفین کے سندوں میں کوئی شبہ نہ رہ سکا، اور ان کتابوں کی سند متواتر ہوگئی، جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے امت کے متاخرین لوگوں کے لئے یہ آسانی فرمادی کہ ان کے لئے حدیث شریف کی تمام سند کا یاد کرنا ضروری نہ رہا

،صرف اُن کتابوں تک اپنی اسناد کا ذکر کر دینا کافی ہوگیا۔

تاہم یہ اسنادیں اور روایات کے طرق خیر و برکات کا ذریعہ ہیں، اور ان کا حفظ کرنا اور اس میں رسوخ حاصل کرنا احادیث شریفہ کی حفاظت کا ضامن ہے اس لئے ہر دور میں محدثین کرام نے اس سلسلہ میں کتابیں اور رسائل تحریر فرمائے، حدیث شریف کی اجازت لینے دینے کے عظیم شرف کو جاری رکھا تاکہ بڑوں سے چھوٹوں کو خیر و برکات منتقل ہوتی رہیں، اس لئے میرے پاس میرے دینی بھائی مولانا محمد عاشق الٰہی ابن الشیخ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ بلند شہری وطنا اور مظاہری تعلیماً حنفی مذہباً چشتی مشرباً حاضر ہوئے ، اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے زملاء کو ہر شر و فتنہ سے محفوظ فرمائے ، انھوں نے مجھے صحاح ستہ کی بعض احادیث شریفہ، نیز شمائل ترمذی اور موطأ امام مالکؒ اور موطأ امام محمد، حصن حصین للجزری ،شرح معانی الآثار للطحاوی الحنفی وغیرہ کتابیں پڑھ کر سنائیں اور بعض ان میں سے انھوں نے سنی ، اس طرح کہ کوئی میرے سامنے پڑھتا تھا اور یہ سماعت فرماتے ، انھوں نے مجھ سے حدیث شریف پڑھانے کے لئے اجازت طلب کی ،تو میں نے ان کو اجازت دیدی کہ یہ تمام کتابیں میری سند سے روایت کر سکتے ہیں اُن تمام شروط کے ساتھ جو اس فن کے ماہرین کے یہاں معتبر ہیں ،ان کو اجازت دیتا ہوں کہ یہ حدیث پڑھیں پڑھائیں اور متون احادیث کے ساتھ اسناد اور طرق روایات سے اشتغال رکھیں، نیز ان کتابوں پر حواشی وغیرہ تحریر کریں بلاشبہ میں نے ان کو اس کا اہل پایا، اور سالہائے سال سے یہ میری مصاحبت میں رہتے ہیں ، یہ اُن حاملین کتاب وسنت میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے

اپنے دین کی خدمت کے لئے چن لیا ہے، نیز میں ان کو افتاء کی اجازت بھی دیتا ہوں، بلا شبہ ان میں اس کی بھی صلاحیت ہے، میں نے ان کے فتاوی اور ان کی اصول وفروع میں تخریجات ملاحظہ کیں تو صحیح وصواب پایا، اور میں نے ان کے فتاوی پر صحت وصواب کے لئے اپنے دستخط وتصدیق تحریر کی ہے، یہ میرے نزدیک ہے باقی اللہ تعالی ان کے بارے میں خوب جانتے ہیں۔العبدالضعیف محمد شفیع عفا اللہ عنہ

الإجازة السابعة : (عربی سے اردو)

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو محدث شہیر وفقیہ جلیل حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی سے حدیث شریف کی اجازت حاصل ہوئی، حضرت اپنی اجازت میں تحریر فرماتے ہیں: میرے دینی بھائی مولانا عاشق الٰہی بلندشہری ابن الشیخ صدیق احمد مرحوم نے مجھ سے حدیث شریف کی اجازت طلب کی، پس میں نے ان کو یہ اپنی سندات واجازات کا وثیقہ دیدیا ہے، اور اُن تمام اجازات کی بھی ان کو اجازت دیدی ہے جو مجھے حاصل ہوئیں، میرے اس وثیقہ میں اُن تمام محدثین مشائخ کی اسناد واجازات ہیں جنہوں مجھے اجازت عطا فرمائیں، میں ان کو وہ تمام وصیتیں کرتا ہوں جو مجھے میرے مشائخ نے کیں، اور توفیق اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، آج بتاریخ یوم الاربعاء ۵ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ کو یہ اجازت دیتا ہوں، نیز میں اپنی تالیف اعلاء السنن کی درس وتدریس اور مذہب احناف کے مطابق فتاوی کی بھی ان کو اجازت دیتا ہوں۔

وانا العبد المفتقر إلی رحمۃ ربہ الصمد ظفر احمد العثمانی غفر اللہ لہ ولوالدیہ ومشائخہ واحبابہ واصحابہ اجمعین

الإجازة الثامنة : (عربی سے اردو)

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو محدث کبیر عالم شہیر حضرت مولانا نصیر احمد خان البرنی حفظہ اللہ تعالی سے بھی حدیث شریف کی اجازت حاصل ہوئی، مولانا موصوف دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث ہیں اور وہاں بخاری شریف کا درس دیتے ہیں، مولانا موصوف کو حافظ عبد الرحمٰن امروہوی سے اجازت تھی، اور ان کو امام ربانی عارف باللہ حجۃ الإسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور عالم ربانی حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے حاصل تھی۔

الإجازة التاسعة و العاشرة : (عربی سے اردو)

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث کبیر شیخ علم الدین ابی الفیض محمد یاسین بن محمد عیسی فادانی مکی کی خدمت میں مکہ مکرمہ سنہ ۱۴۰۵ھ ۲۸ رمحرم کو حاضر ہوئے اور اُن سے اجازت حدیث شریف کی درخواست کی، بندہ اس وقت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تھا، شیخ موصوف نے احادیث مسلسل بالأولیہ پڑھیں، پھر مسلسلات کی دوسری احادیث مبارکہ پڑھیں مثل حدیث مصافحہ، اخذ لحیہ، ضیافت اسودین، حدیث ختم مجلس وغیرہ وغیرہ، اس کے بعد اپنے رسالہ کے آخری صفحہ پر حدیث شریف کی سات مشہور کتابوں کی اجازت دی، اس اجازت کی عبارت کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی آلہ وصحبہ وبعد!

میں نے اس رسالہ میں مذکورہ اپنی تمام سندوں کے سلسلہ سے احادیث کی سات

کتابوں اور میری تمام مرویات کی عمومی اجازت اپنے دینی بھائی میرے محبّ صاحب انابت وتقوی فضیلۃ الشیخ محمد عاشق الٰہی کو عطا کر دی ہے، اپنے کو اور موصوف کو ظاہر وباطن میں تقوی پر جمے رہنے کی وصیت کرتا ہوں، اور موصوف سے امید کرتا ہوں کہ وہ اپنی نیک دعاؤں میں فراموش نہ کریں گے۔

قالہ

علم الدین ابوالفیض محمد یاسین ابن عیسی الفادانی المکی

بمکۃ المکرّمۃ ۲۸/۱/۱۴۰۵ھ

دورۂ حدیث کے سال خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہونا

جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دورۂ حدیث کے سال ہی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوگئے تھے اسی زمانہ میں خواب دیکھا کہ شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے شیخ الحدیث صاحب کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں جس سے خواب ہی میں ذہن پر یہ وارد ہوا کہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع کا حکم فرما رہے ہیں ۔

مفتی مدینہ کی تحریر کا ایک اہم اقتباس

صحیح عقائد اور صحیح اعمال اور صحیح آداب وہ ھیں جو ھادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھائے اور اللہ تعالی کی کتاب قرآن حکیم نے بتلائے جو ان سے خالی ھے اس کے لئے آخرت میں عذاب ھے۔

دورۂ حدیث کے بعض اہم رفقاء

دورۂ حدیث کے ساتھیوں میں حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ (مشہور تبلیغی داعی) اور حضرت مولانا مفتی محمد وجیہ صاحبؒ اور حضرت مولانا قاری محمد صدیق صاحب باندویؒ، اور حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس صاحب رومی مدظلہ سر فہرست ہیں، ان سب حضرات سے اللہ تعالی نے دین کا خوب کام لیا ۔

اساتذہ کے قلوب میں قدر ومنزلت

کسی نے حضرت مولانا اسعداللہ صاحب قدس سرہ العزیز سے عرض کیا کہ حضرت آپ کے شاگردوں میں سب سے اچھا شاگرد کون ہے؟ تو جواب میں حضرت والد صاحب نوراللہ مرقدہ کا نام گرامی سب سے پہلے لیا پھر اسکے بعد بعض حضرات کے نام ذکر فرمائے۔

مظاہر علوم میں مجاہدہ کا حال

مظاہر علوم میں تعلیم کے دوران جو کچھ وظیفہ مدرسہ کی طرف سے ملتا تھا اس پر گذر ہوتا تھا ایک مرتبہ مدرسہ کی طرف سے کرتہ کا کپڑا ملا، سلوانے کے پیسے نہ تھے تو خود کسی طرح کاٹا پھر ہاتھ کی سوئی سے سیا، الٹا سیدھا جیسا بھی سلا اسی سے کام چلایا۔ اور چھ مہینے تک پاؤں میں جوتے نہیں تھے ٹوٹی ہوئی کھڑائیں تھیں جو لکڑی کی بنی ہوتی ہیں، کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہیں آیا بلکہ صبر وشکر کے ساتھ وقت گذارتے رہے ۔

تجوید و قرأت سے لگاؤ

مظاہر علوم کے سہ سالہ زمانۂ قیام میں حضرت مولانا قاری محمد سلیمان صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے برابر استفادہ کرتے رہے اور موصوفؒ سے فوائد مکیہ، مقدمہ جزری اور شاطبیہ پڑھی اور مشق واجراء کا سلسلہ جاری رکھا حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت شرح شاطبیہ لکھ رہے تھے آپ کو بھی اپنے ساتھ اس کام میں لگائے رکھا جس کی وجہ سے علم تجوید وقرأت سے بھی آپ کو خاص لگاؤ ہو گیا اور زمانۂ طالب علمی میں آپ نے خلاصۃ البیان کی عربی شرح اور مقدمۃ الجزری کی اردو شرح لکھی جو مطبوع ومتداول ہے ۔

دورانِ قیام مظاہر علوم دو عظیم شخصیتوں سے ملاقات

مظاہر علوم سہارنپور کے قیام کے دوران دو اہم شخصیات سے ملاقات وزیارت کا شرف حاصل ہوا، یعنی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی ،اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعارف ہوا، جن کو اہل مظاہر حضرت دہلوی کہا کرتے تھے، حضرت دہلوی یعنی مولانا محمد الیاس بانی تبلیغ رحمۃ اللہ علیہ والد صاحبؒ سے بہت محبت فرماتے تھے اور شعبان وشوال کی تعطیلات میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دہلی حاضر ہوا کرتے تھے،اور جب حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ سہارنپور تشریف لاتے تو برابر خدمت عالی میں آپکی حاضری رہتی تھی۔

ایک اور خواب اور اسکی تعبیر

جس سال دورہ پڑھ رہے تھے اس سال کے ختم پر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوگئ اس سلسلہ میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب وغریب واقعہ سنایا کرتے تھے فرماتے تھے کہ:

میں اس زمانہ میں حضرت اقدس مولانا محمد اسعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے کمرہ میں سویا کرتا تھا جو مولانا موصوف کی درسگاہ بھی تھی مولانا خود بھی وہیں سوتے تھے ایک دن میں نے خواب دیکھا حضرت اما شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوگئ ، خواب ہی میں رنجیدہ بھی ہورہا ہوں کہ ایسے جلیل القدر امام موجود تھے اور ہم نے استفادہ بھی نہ کیا بیدار ہونے پر حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خواب بیان کیا حضرت موصوف نے فرمایا کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ یا تو کوئی بہت بڑا حنفی عالم پیدا ہوا یا کسی بڑے عالم کی وفات ہوئی اسوقت بات آئی گئ ہوگئ ، چند ماہ بعد حب حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوگئ تو حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا کہ تم نے ایک خواب دیکھا تھا عرض کیا دیکھا تو تھا فرمایا اس میں مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر دی گئ تھی ، اور خواب میں مولانا کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسلئے دکھایا گیا کہ مولانا کا امام تبلیغ ہونا تو بہرحال مسلم ہے ہی اور شافعی اسلئے دکھایا گیا کہ ان سے ہم میں سے کچھ لوگ اختلاف رکھتے ہیں جس اہمیت کے ساتھ وہ سب کو جماعت میں نکلنے کی دعوت دیتے ہیں ہم لوگ اس قدر اسمیں نہیں لگتے۔

تیسرا باب

فراغت سے ہجرتِ پاکستان

آغاز تدریس

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تدریس کا آغاز دورۂ حدیث کے امتحان کے فوری بعد سے ہوگیا بلکہ جس دن بخاری شریف کا امتحان دیا اسی دن سے تدریس کا آغاز فرمادیا اور یہ منجانب اللہ ایسی آسانی ہوئی اور اسمیں گویا اسطرف اشارہ تھا کہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا ہر لمحہ دین کی خدمت میں صرف ہوگا جس دن سے فارغ ہوئے اسی دن تعلیم کے سلسلہ سے جڑ جانا اس سے اسی امر کی طرف اشارہ ہورہا ہے کہ جسے بندہ نے ابھی بیان کیا اور حقیقتاً ہوا بھی ایسا ہی اور زندگی بھر ہر لمحہ تعلق مع اللہ، درس وتدریس، تعلّم وتعلیم، تصنیف وتالیف، دعوت وتبلیغ میں صرف ہوا، چنانچہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دعوت وتبلیغ کے ابتدائی دور میں انکے ساتھ کام کیا ہے انکی خدمت میں جمعرات کو حاضری دیتے تھے اسکے بعد مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں بھی دعوت وتبلیغ کا کام کیا، اصلاح وارشاد میں بیعت وارادت کا سلسلہ تو نہیں چلایا لیکن اپنی اولاد اور شاگردوں کی طرف خصوصی توجہ رکھی اور اصلاح فرماتے رہے اور اصلاحی سلسلہ صرف اولاد وتلامیذ تک محدود نہیں رہا بلکہ اصلاحی خطوط بڑے بڑے اہل علم کو بھی لکھے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تدریس کا آغاز مدرسہ آثار الولی بٹالہ ضلع گرداسپور سے ہوا یہ مدرسہ حضرت مولانا ولی محمد صاحب بٹالوی مظاہری خلیفہ حکیم الأمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے قائم کیا تھا اور یہ نام حضرت حکیم الأمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تجویز فرمایا تھا یہاں چھ ماہ قیام کیا پھر مدرسہ اسلامیہ کٹھور ضلع میرٹھ میں تدریس کے فرائض انجام دیئے اور یہاں بھی چھ ماہ کے قریب قیام رہا اسکے بعد چند ماہ دہلی میں اقامت کی اور اسی دوران شادی خانہ آبادی ہوگئی پھر ایک سال مدرسہ حافظ الاسلام فیروز پور جھرکہ ضلع گڑگانواں (مضافات دہلی موجودہ صوبہ ہریانہ) میں پڑھایا۔

دہلی کا قیام

شعبان ۱۳۶۶ھ میں فیروز پور چھوڑ کر پھر دہلی میں قیام کیا اور ادارہ تبلیغ اسلام سے منسلک ہوگئے تصنیف وتالیف اور تحشیہ کا کام کیا، ابھی دو ماہ ہی گذرنے پائے تھے کہ ۲۷ شعبان ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان آزاد ہوگیا اور دو حکومتیں وجود میں آگئیں، آزادی کے بعد مشرقی اور مغربی پنجاب کے تبادلہ آبادی کا سانحہ پیش آیا اور ساتھ ہی ہندو مسلم فسادات شروع ہوگئے کئی ماہ تک امن وامان درہم برہم رہا ان دنوں میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی چھوڑ کر اپنی ننھیال بگراسی ضلع بلند شہر میں قیام کیا. چند ماہ کے بعد والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پھر دہلی آگئے اور سلسلۂ تالیف وتصنیف جاری رکھا اور نواب گنج قصاب پورہ اور کشن گنج تیلی واڑہ میں قیام رہا اور ایک ماہانہ رسالہ ''یقین'' بھی جاری کیا جو چھ ماہ بعد بند ہوگیا۔

تبلیغی جماعت سے تعلق اور مرکز نظام الدین میں قیام

اسی دوران تبلیغی جماعت سے وابستگی بڑھتی چلی گئی اور شہر دہلی میں چار سال قیام کرنے کے بعد بستی حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ میں کرایہ پر مکان لیکر سکونت اختیار کی یہاں ڈھائی سال قیام رہا اس عرصہ میں مرکزِ تبلیغ مسجد بنگلہ والی کے کاموں میں انہماک کے ساتھ مشغولیت رہی نیز سلسلۂ تصنیف وتالیف بھی جاری رہا اس دوران بکثرت تبلیغی اسفار کئے اور مدراس، حیدرآباد (دکن) بنگلور وغیرہ جانے اور وہاں دعوتی کاموں کے مواقع ملے، نیز یوپی اور میوات کے علاقوں میں بارہا جماعتوں کی چلت پھرت میں حصہ لیا۔

کلکتہ میں قیام

۱۳۷۳ھ میں اپنے مرشد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کر کے کلکتہ چلے گئے یہاں بھی تدریس اور تالیف وتصنیف کا سلسلہ جاری رہا کلکتہ اور بیرون کلکتہ میں (جو آپ ہی کا قائم کردہ مدرسہ تھا) متوسط کتابیں پڑھائیں آپ اس مدرسہ کے بانی بھی تھے اور ناظم بھی اور صدر مدرس بھی، چند سال کے بعد مدرسہ مذکورہ سے استعفیٰ دیدیا اور دینی کتب کی طباعت شروع کردی اور مکتبہ تعلیم وتبلیغ کے نام سے کتب خانہ قائم کیا تین سال تک کتابوں کی تجارت کی۔

حج بیت اللہ اور اسکے بعد مرادآباد میں قیام

۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۲ء میں حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی حج کے بعد

استاذ محترم حضرت مولانا محمد حیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرنے کے لئے مراد آباد تشریف لے گئے استاذ محترم نے کلکتہ جانے سے روک دیا اور اپنے پاس رہنے کا حکم دیا اور جامعہ مذکورہ میں نائب ناظم کا عہدہ سپرد کیا یہاں ڈھائی سال قیام کیا انتظامی امور کی انجام دہی کے ساتھ بیضاوی شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف، طحاوی شریف وغیرہ کا درس دیا۔

((تربیت اولاد کے بارے میں لمحہ فکریہ))

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک فکر انگریز تحریر سے اقتباس

بعض لوگ ایسے بھی دیکھے گئے ہیں جو اچھا خاصا علم بھی رکھتے ہیں، مصلح بھی ہیں مرشد بھی ہیں، دنیا بھر کے لوگوں کو راہ دکھاتے ہیں، سفر پر سفر کرتے رہتے ہیں، کبھی یہاں وعظ کیا، کبھی وہاں تقریر کی، کبھی کوئی رسالہ لکھا کبھی کوئی کتاب تالیف کی لیکن اولاد کی اصلاح سے بالکل غافل رہتے ہیں حالانکہ اپنے گھر کی خبر لینا سب سے بڑی ذمہ داری ہے، اولاد کی جانب سے جب چند سال غفلت برت لیتے ہیں اور ان کی عمر دس بارہ سال ہو جاتی ہے تو اب ان کو صحیح راہ پر لگانا بہت مشکل ہو جاتا ہے اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں توجہ تو ہے لیکن وہ اولاد کو حقیقی علم اور حقیقی ادب سے بالکل محروم رکھتے ہیں، یعنی اولاد کو اسلام نہیں سکھاتے بیس بیس سال کی اولاد ہو جاتی ہے جنہیں کلمہ تک یاد نہیں ہوتا یہ لوگ نہ نماز جانتے ہیں نہ اس کے فرائض نہ واجبات، نہ اسلام کے عقائد پہچانیں نہ دین کو جانیں، اس قسم کے لڑکوں اور لڑکیوں کے والدین یورپ کے طور طریقے سب کچھ سکھاتے ہیں کوٹ پتلون پہناتے ہیں اپنے ہاتھ سے ان کے گلوں میں ٹائی باندھتے ہیں ناچ رنگ کے طریقے سمجھاتے ہیں اور طرہ یہ کہ ان کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ ہمارا بچہ بچی موڈرن ہے، انگریز بن رہے ہیں، اور یہ نہیں سوچتے کہ ان کی آخرت برباد ہوگئی، اعمال صالحہ سے خالی ہیں، اخلاق حسنہ سے کورے ہیں، آداب اسلامیہ سے نابلد ہیں اور عقائد بھی صحیح نہیں، حالانکہ یہ جانتے ہیں کہ موت کے بعد کی ابدی زندگی کی بہتری اور وہاں کی نجات صحیح عقائد اور صحیح اعمال پر ہی منحصر ہے، یاد رکھو دنیا کی چند دن کی جھوٹی بہار آخرت کے ابدی عذاب کے سامنے کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔

چوتھا باب

ہجرت پاکستان سے ہجرت مدینہ منورہ تک

پاکستان کی طرف ہجرت اور دار العلوم کراچی میں تقرر

شوال سنہ ۱۳۸۴ھ میں حضرت مفتی اعظم محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر دار العلوم کراچی تشریف لائے جس کی صورت یہ ہوئی کہ مولانا قاری عزیز الرحمٰن لوہاری زید مجدہم نے مولانا سلیم اللہ خان سے ذکر کیا کہ ایک ہمارے دوست ہیں جید عالم ہیں جو پاکستان ہجرت کرنا چاہتے ہیں مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم نے فقیہ العصر مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ نے فرمایا بلالو، والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے پاس خط پہنچ گیا جو غالباً مولانا حشمت علی صاحب نے لکھا تھا کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپکو بلا رہے ہیں۔

کراچی پہنچنے کی تفصیل

کراچی کے صدر اسٹیشن پر اتر گئے لیکن کبھی کراچی آئے نہ تھے یہ شہر دیکھا نہ تھا، ایک بجے اسٹیشن پر اترے تھے۔ گھر والوں کو وہیں بٹھایا غالباً کورنگی کا تو نام تک نہ سنا تھا لفظ نانکواڑہ یاد تھا۔ اسٹیشن سے باہر آئے بعض مسافروں سے دریافت کیا کہ نانکواڑہ کیسے جائیں۔ انھوں نے بتایا کہ صدر تک ٹرام میں چلے جائیں لہذا ٹرام میں

بیٹھ گئے اور صدر میں اتر گئے بعض لوگوں سے نانکواڑہ کا راستہ پوچھا ایک صاحب نے رائے دی کہ رکشہ پکڑ لیجئے وہ پہنچا دیگا۔ چنانچہ رکشہ میں بیٹھ گئے اور دار العلوم نانکواڑہ میں جب داخل ہوئے تو دفتر میں منشی عنایت علی صاحب مل گئے ان سے کہا کہ میں بحیثیت مدرس آیا ہوں دار العلوم تک پہنچنے کا میرے لئے کوئی راستہ نکالئے اس زمانہ میں مولوی نیاز محمد دار العلوم نانکواڑہ میں کام کرتے تھے، منشی عنایت صاحب نے ان سے کہا جاؤ مولانا کو دار العلوم کورنگی تک چھوڑ کر آؤ وہ ساتھ ہو لئے پہلے اسٹیشن پر پہنچے وہاں سے اہل وعیال کو ساتھ لیا پھر بذریعہ ٹیکسی دار العلوم کورنگی میں پہنچ گئے، ایک بجے دن کا ریل سے اترا ہوا مسافر دار العلوم کورنگی کے گیٹ سے مغرب کے وقت اندر داخل ہوا۔ مولانا غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی ٹرین سے سفر کر کے آئے تھے جس سے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اترے تھے کیونکہ ان کے تشریف لانے کی خبر پہلے سے تھی اس لئے مولانا افتخار صاحب وغیرہ انہیں تو لے آئے تھے اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو چھوڑ آئے تھے، ملاقات تو ان سے ہوگئی تھی لیکن یونہی سرسری ملاقات تھی، پھر نظروں سے اوجھل ہوگئے تھے تاہم اس کا فائدہ یہ ہوا کہ انہوں نے دار العلوم پہنچ کر یہ بتا دیا کہ ایک آدمی اور پہنچنے والا ہے بال بچوں کے ساتھ ہے اس پر اکابر دار العلوم نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیلئے ایک گھر خالی کر دیا تھا، لہذا گھر کے بارے میں کوئی پریشانی نہ ہوئی دار العلوم پہنچے اور متعینہ مکان میں داخل ہوگئے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تفصیل بیان فرمانے کے بعد فرمایا سات گھنٹے میں ایک نو وارد مسافر نئے زمانے کی تیز رفتار وسائل سفر کے باوجود بارہ میل کا سفر کرے، اس سے ﴿هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ پوری طرح سمجھ میں آگیا۔

دارالعلوم کراچی پہنچ کر حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات وتعارف

حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی حضرت مفتی صاحب نے فرمایا ہماری آپ کی اس سے پہلے کبھی ملاقات ہوئی ہے؟ حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ یہ پہلی ملاقات ہے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ پہلے ایسے مدرس ہیں جنکا تقرر پہلے سے دار العلوم میں ہوگیا، حالانکہ دیکھا بھی نہ تھا۔

آغاز تدریس

دارالعلوم کراچی پہنچنے کے بعد تدریس سپرد کردی گئی جس کا سلسلہ مدینہ منورہ (علی صاحبہا افضل الصلاۃ وازکی السلام) کی طرف ہجرت کرنے تک جاری رہا جس کی مدت بارہ برس ہے اس دوران تفسیر وحدیث وفقہ واصول فقہ وادب وغیرہ پڑھاتے رہے اور طلبۂ علم آپ کے اخلاص وعلم وتقوی وحسن خلق وتواضع اور سادگی سے بہت متأثر ہوئے اور قلبی تعلق رکھنے لگے۔

دارالإفتاء کی ذمہ داری

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ساتھ دارالإفتاء میں بھی لگایا جس سے افتاء کا ذوق وفن حاصل ہوا، حضرت والد

صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ جل شانہٗ کا احسان عظیم ہے کہ مجھے مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچا دیا اور انکے زیر سایہ یہ افتاء کی خدمت انجام دینے کا موقعہ نصیب فرمایا اور مفتی کیلئے جس ذمّہ اور احتیاط کی اور وسعت نظری کی اور عوام کی مزاج شناسی کی ضرورت ہے اسکے بارے میں خوب تربیت ملی۔

حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر افتاء سے ایسا ذوق ومناسبت پیدا ہوئی کہ راتوں کو بارہ بارہ بجے تک دارالافتاء میں سائلین کی طرف سے وارد ہونے والے استفتاءات کے جوابات لکھواتے رہتے تھے بعض تلامذہ کو ساتھ بٹھالیتے تھے اور املاء فرماتے رہتے تھے اور شاگرد لکھتے رہتے تھے۔

حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اجازت حدیث وافتاء

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو افتاء کی خوب مشق کروا کر اجازت افتاء بھی عطا فرمائی اور اجازت حدیث شریف بھی عنایت فرمائی جسکا ذکر اسانید کے عنوان تلے آئیگا ان شاء اللہ تعالی، اسی طرح مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی قدس سرہ نے بھی اجازت حدیث زافتاء عنایت فرمائی اسکا ذکر بھی آگے ہم کریں گے ان شاء اللہ العزیز۔

کام تو ایسے ہی ہوتا ہے

ایک مرتبہ گرمیوں کے موسم میں دار الافتاء میں کرتہ اتار کر حضرت والد

صاحب رحمۃ اللہ علیہ رات کو بیٹھے ہوئے بڑی لگن سے لکھ رہے تھے، اتنے میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے، فتاوی نویسی میں انہماک دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ ہاں مولوی صاحب کام تو ایسے ہی ہوتا ہے۔

مکاتب قرآنیہ کی ذمہ داری

دارالعلوم کراچی کے زیر نگرانی بہت سے مکاتب قرآنیہ تھے جن میں قرآن پاک کے حفظ وناظرہ کی تعلیم کا انتظام تھا انکی ذمہ داری حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے پاس تھی، مدارس میں جا کر جائزہ لینا، مدرسین کا تقرر کرنا، طلبہ کا امتحان لینا، وغیرہ وغیرہ، سب کام بخوبی سرانجام دیئے، اللہ تعالی شانہ نے بڑا کام لیا اللہ تعالی حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کروڑوں درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

مدرسہ کا پیسہ خرچ کرنے میں احتیاط

ایک دفعہ کا ذکر ہے قاری عبدالملک صاحب زید مجدہم حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے ساتھ بعض مکاتب قرآنیہ کا امتحان لینے جارہے تھے، جاتے وقت، وقت مقررہ پہنچنے کی وجہ سے ٹیکسی لینی پڑی، واپسی بس کے ذریعہ ہوئی، جس میں بہت دقت اٹھائی کراچی کی بسوں میں تو رش بہت ہوتا ہے کھڑا بھی ہونا پڑتا ہے، قاری عبد الملک نے عرض کیا کہ حضرت ٹیکسی لے لیتے ہیں، فرمایا: میں مدرسہ کا پیسہ خرچ کرنے میں احتیاط کرتا ہوں، جاتے وقت چونکہ وقت پر پہنچنا تھا بس سے جانے میں دیر ہو جاتی طلبہ انتظار میں رہتے بدرجہ مجبوری ٹیکسی لے لی تھی اب واپسی پر گھر ہی تو جانا ہے کچھ دیر سے پہنچ جائیں گے تو کیا حرج ہے ہمارا کوئی انتظار تو نہیں ہو رہا ہے۔

مدرسہ کے درخت کی حفاظت

دارالعلوم کراچی کے قیام کے دوران کا ذکر ہے کہ بہت تیز بارش ہو رہی تھی ساتھ ساتھ تند و تیز ہوا بھی چل رہی تھی، استقبالیہ کے قریب ایک جامن کا درخت لگا ہوا تھا جو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لگوایا تھا جو ابھی زیادہ مضبوط نہیں ہوا تھا ہوا کی شدت کی وجہ سے اسکے گر جانے کا خطرہ تھا حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑکی کھولی دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس درخت کو پکڑ کے کھڑے ہیں کہ کہیں یہ درخت گر نہ جائے، بارش میں بھیگ رہے ہیں ہوا کی شدت برداشت کر رہے ہیں، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ ماجرا دیکھ کر بہت حیران ہوئے، اور اسکا ذکر دارالعلوم کے بعض اساتذہ سے فرمایا۔ رحمہما اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

مفتی مدینہ حضرت بلند شہریؒ کی تحریر کا اہم اقتباس

بہت سے لوگوں کو اولاد کی تربیت کی طرف بالکل توجہ نہیں، والدین اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور اولاد گلی کوچوں میں بھٹکتی پھرتی ہے، بچوں کے لئے پیٹ کی روٹی اور تن کے کپڑوں کا تو انتظام کر دیتے ہیں لیکن ان کی باطنی پرورش یعنی اخلاقی تربیت کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتے ان میں وہ لوگ بھی ہیں جن کا ان کے اپنے ماں باپ نے ناس کھویا تھا، انہیں پتہ ہی نہیں کہ تربیت کیا چیز ہے، بچوں کو کیا سکھائیں اور کیا سمجھائیں، بچوں کی طرف توجہ کرنے کے لئے ان کے پاس گویا وقت ہی نہیں، اگر فکر ہے تو صرف ان کے کھانے پینے کی نہ کہ ان کی آخرت کی۔

پانچواں باب

ہجرت مدینہ منورہ سے تا وفات

مدینۃ الرسول کی طرف ہجرت

مدینہ منورہ کی ہجرت کرنے کا جذبہ شدت سے پیدا ہو گیا تھا، اور دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ پاکستان میں سبکو خیر و باد کہہ کر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنی ہے، اسکا ذکر حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ روحہ سے ایک موقعہ پر فرمایا تھا، وہ اس طرح کہ ایک مرتبہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والد صاحب قدس اللہ سرہ سے مشورہ فرمایا کہ دار العلوم کا نائب مفتی آپکو بناؤں یا مولوی رفیع صاحب کو ؟ اور حق تو آپکا ہی ہے، اسکے جواب میں حضرت والد صاحب قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ مولوی رفیع صاحب کو بنا دیجئے۔ کیونکہ میں آپ کے بعد حجاز مقدس چلا جاؤنگا، اس ارادہ کی وجہ سے سب سے چھوٹے بیٹے کا نام محمد مدنی رکھدیا تھا بندہ کو بخوبی یاد ہے کہ ایک دفعہ بندہ نے عرض کیا کہ فلاں فیملی سعودیہ جا رہی ہے وہ لوگ فرج بیچ رہے ہیں لہذا خرید لیا جائے، فرمایا کہ ہمیں تو خود مدینہ منورہ جانا ہے جہاں بھینی بھینی رحمت برستی ہے۔

حضرت ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ ہمیشہ یاد آتا ہے، اور مشاہدہ ہوتا ہے کہ واقعی مدینہ طیبہ میں بھینی بھینی رحمت برستی رہتی ہے، یہ تو پورے مدینہ شہر کا حال ہے، اور مسجد

نبوی شریف میں تو یہ بھینی بھینی رحمت اور زیادہ برستی ہے، اور روضۂ رسول اکرم کے پاس تو اس قدر رحمت برس رہی ہوتی ہے کہ جس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔

حضرت مفتی اُعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس روز حجاز مقدس کی طرف روانہ ہوئے اس روز حضرت مفتی اُعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کو بلا کر فرمایا کہ ایسا لگتا ہے کہ اپنے گھر کا آدمی چلا گیا، حضرت مفتی اُعظم رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر بہت اعتماد تھا اور بڑی محبت تھی جس محنت و امانت داری سے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم میں سپرد کردہ ذمہ داریاں پوری فرماتے رہے اس کی وجہ سے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں ان کی بڑی قدر تھی۔

اِقامہ کے حصول کیلئے کوشش

سعودی عرب میں حضرت والد محترم قدس سرہ اقامہ کے حصول کیلئے کوشش فرماتے رہے اسی سال حج بھی کیا اور تیرہویں کی رمی کیلئے منیٰ میں ٹھہر گئے تیرہویں ذوالحجۃ کو میدان منیٰ خالی تھا میدان میں بیٹھ کر خوب دعا کی اور خوب روئے اور یہ شعر زبان پر جاری ہوگیا۔

تو نے ہی کیا اس دل کو درد سے معمور
تو ہی اس درد کا درماں کردے

خواب میں بشارت

جب مدینۃ المصطفی کی طرف ہجرت فرمائی اور اقامہ کے حصول کیلئے کوشش جاری تھی اس اثناء میں خواب دیکھا کہ منبر نبوی شریف (علی صاحبہ أفضل الصلاۃ وأزکی السلام) پر ایک صاجب کتاب ''آئینہ نماز'' سے دیکھ کر خطبہ دے رہے ہیں، مذکورہ بالا کتاب والد صاحبؒ کی تصنیفات میں سے ہے یہ خواب دیکھ کر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھ لیا کہ اب ان شاء اللہ تعالی مدینہ طیبہ میں رہنے کا انتظام ہو جائے گا اور الحمد للہ حج کے بعد اقامہ کا ویزا ملنے کا انتظام ہو گیا۔

ملک شام کا سفر

اقامہ کا ویزا لگوانے کیلئے سعودیہ سے باہر جانا ضروری تھا کسی اور ملک میں جا کر ویزا لگوا کر واپس آنا تھا، پاکستان آمد کیلئے اخراجات زیادہ درکار تھے اس لئے ملک شام کی طرف سفر کیا، سردی کے دن تھے دمشق پہنچے، دمشق ٹھنڈے شہروں میں سے ہے اُن دنوں وہاں بہت ہی زیادہ ٹھنڈ پڑ رہی تھی فرماتے تھے کہ آنکھوں کے سامنے برف گرتی تھی، شدت سردی کی وجہ سے بارہ دن ظہر کے وضو سے عشاء پڑھی، اور تین دن فجر کے وضو سے عشا پڑھی، کیونکہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وضو بڑے خاص انداز میں ہوتا تھا اسقدر ٹھنڈ میں یخ ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا نا قابل برداشت تھا، اس لئے ظہر کا وضو عشاء تک ٹھہرا لیتے تھے، یہ باتیں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں خود بتائی تھیں ۔

ترکی کی حدود میں داخلہ

ملک شام میں جتنے دن ٹھہرنے کا ویزا تھا وہ ختم ہونے لگا جس ایجنٹ نے ویزا دلوایا تھا وہ مکۃ المکرّمۃ میں تھا وہ وقت مقررہ پر ملک شام نہ پہنچ سکا اس لئے ملک شام کی حدود سے نکل کر ترکی میں داخل ہوئے پھر واپس دمشق آئے پھر ایجنٹ پہنچا اور ویزے کا کام کروایا، والد صاحب قدس سرہ کے ساتھ اس سفر میں بعض برمی حضرات بھی تھے وہ بھی اقامہ کے حصول کیلئے والد صاحب کے ساتھ دمشق گئے تھے ان میں ایک صاحب بڑی کے بھی تھے ایک رات ایسا ہوا کہ بہت تیز ہوا چلی، بجلی چلی گئ، طوفانی بارش ہوئی سردی کی راتیں تھیں، وہ صاحب پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور کہنے لگے میرے ساتھ زندگی میں کبھی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا، والد صاحب قدس سرہ نے ان کو تسلی دی، والد صاحبؒ کے اندر بہت زیادہ صبر وتحمل تھا ان کو بھی زندگی میں پہلی بار ایسا واقعہ پیش آیا تھا لیکن اللہ تعالی نے ان کو صبر وتحمل کی صفت عطا فرمائی تھی۔

دمشق سے حجاز مقدس واپسی

جب دمشق سے ویزا لگوا کر حجاز مقدس واپس ہوئے تو اقامہ بن گیا، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ پہلے ہی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر کے آچکے تھے، حضرت والد صاحبؒ نے مکۃ المکرّمۃ سے حضرت شیخ کو خط لکھا کہ میں ہجرت کر کے آگیا ہوں اقامہ بن گیا ہے مشورہ طلب بات یہ ہے کہ میں مکۃ المکرّمۃ میں سکونت اختیار کروں یا مدینہ منورہ میں، حضرت شیخ نے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کرنے کا مشورہ دیا، چنانچہ مدینہ منورہ آگئے۔

حضرت شیخؒ کا تعلق

جب حضرت والد صاحبؒ مدینہ منورہ آگئے تو حضرت شیخؒ نے کچھ کتابیں تالیف فرمانے کو فرمایا اور بعض کتابوں پر تقریظ لکھی جس میں یہ لکھا کہ بندہ پر اللہ تعالی نے مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب کو مدینہ منورہ میں میری علمی مدد کیلئے بھیج دیا ہے۔

مدینہ منورہ میں چھبیس سالہ قیام کے دوران

اللہ تعالی نے میرے والد صاحب قدس سرہ العزیز سے مدینہ منورہ کے چھبیس سالہ قیام کے دوران دین کے مختلف شعبوں میں بڑا کام لیا، خاص طور پر اس دوران تصنیفی وتالیفی خدمت کی بہت توفیق ہوئی جو ان کی دیگر دینی خدمات میں بہت زیادہ نمایاں ہے۔

عوام کا دینی ذہن بنانا

حضرت والد صاحبؒ نے دارالعلوم کراچی کے قیام کے دوران شرح معانی الآثار کی شرح شروع کی تھی جس کا نام ''مجانی الأثمار فی شرح معانی الآثار'' رکھا تھا، حضرت والد صاحبؒ نے عرض کیا کہ اس شرح کی تکمیل فرمالیں، ارشاد فرمایا: فی الحال اسکی تکمیل کی بجائے ایسی کتابیں لکھنے کی زیادہ ضرورت ہے جس سے عوام دین پر آئیں ان کا دینی ذہن بنے، باقی جہاں تک اہل علم کی ضرورت کا تعلق ہے وہ تو پوری ہو ہی رہی ہے، جو شرح معانی الآثار پڑھتا ہے وہ دیگر شروح سامنے رکھ کر اپنی ضرورت پوری کر ہی لیتا ہے۔

فتنوں کی سرکوبی

نئے اور پرانے فتنوں کی سرکوبی کیلئے بہت کوشش فرماتے تھے فتنوں کے رد میں کتابیں بھی تحریر فرمائیں منجملہ ان کے ’’قادیانوں کا اصلی چہرہ انکے اصلی آئینہ میں‘‘ اور ’’شیعیت کے خدوخال‘‘ اور ’’شیعہ مذہب دین ودانش کی کسوٹی پر‘‘ اور ’’فتنہ انکار حدیث اور اسکا پس منظر‘‘ وغیرہ وغیرہ۔ جوبھی نئے فتنے نمودار ہوتے تھے ان کی سرکوبی کیلئے پاکستان وہندوستان کے علماء کو خطوط کے ذریعہ توجہ دلاتے رہتے تھے اور خود بھی مضامین تحریر فرماتے جو مختلف ماہناموں میں چھپ جاتے تھے۔ حیات أنبیاء کے موضوع پر بھی خوب لکھا، جو تبلیغی واصلاحی مضامین نامی کتاب میں چھپ گیا ہے۔

تلامذہ اور دیگر اہل تعلق سے عجیب شفقت ومحبت کا معاملہ کرتے تھے ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ مجھ سے زیادہ تعلق ومحبت ہے، بہت سارے متعلقین ایسے تھے جنہوں نے اپنے والد کی وفات کے بعد اپنے آپ کو یتیم نہ سمجھا تھا لیکن جب حضرت والد صاحبؒ کا انتقال ہوا تو انہیں اپنے یتیم ہونے کا احساس ہوا۔

ایک آنکھ سے کام چلایا تاکہ دین کے کاموں میں حرج نہ ہو

حضرت والد ماجد نور اللہ مرقدہ نے تقریباً سولہ سترہ سال پہلے ایک آنکھ کا آپریشن کرایا تھا جو الحمد للہ کامیاب رہا، پھر دوسری آنکھ میں بھی موتیا آگیا مگر اسکا آپریشن نہیں کرایا، احقر نے عرض کیا کہ دوسری آنکھ کا بھی آپریشن کرالیجئے فرمایا میاں ایک آنکھ سے کام چل تو رہا ہے دوسری آنکھ کا آپریشن کراؤں گا تو ڈاکٹر کتنے دن کیلئے آرام کیلئے کہیں گے کام کرنے سے منع کریں گے دین کے کام میں حرج ہوگا، ایک آنکھ سے کام چل ہی رہا ہے۔

مدارس دینیہ کے بقاء کی فکر

مدارس دینیہ کے بارے میں متفکر رہتے تھے کہ مدارس کے خلاف دشمنان اسلام نے مختلف انداز میں سازشیں کی ہوئی ہیں، ان کو دہشت گردی کا عنوان دے کر ختم کروانا چاہتے ہیں اور، پاکستان کے سربراہوں کو اسکے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں ، کیوں کہ مسلمانوں میں جو اسلام کی روح پیدا ہو رہی ہے اس میں مدارس دینیہ کا بڑا کردار ہے حضرت والد ماجدؒ مدینہ منورہ میں بیٹھے بیٹھے علماء کرام کو بذریعہ خطوط متوجہ فرماتے رہتے تھے اور جب دار العلوم کراچی کے پچاس سالہ جلسے میں تشریف لے گئے تو وقت نکال کر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے رئیس مولانا سلیم اللہ خان صاحب کے پاس جامعہ فاروقیہ تشریف لے گئے اور مدارس کے سلسلہ میں طویل گفتگو فرمائی اور ان کو دشمنان اسلام کے مکروفریب سے ہوشیار رہنے کی طرف توجہ دلائی۔

ذوق مطالعہ

ذوق مطالعہ کا یہ حال تھا کہ بارہا دیکھا گیا کہ کھانا کھا رہے ہیں اور کتاب کا مطالعہ بھی جاری ہے، والدہ ماجدہ مدظلہا نے بتلایا کہ والد صاحبؒ کا یہ ذوق جوانی ہی سے تھا۔

ہوائی جہاز اور ریل گاڑی میں بھی دینی کام

دار العلوم کراچی کے پچاس سالہ جلسے میں تشریف لے گئے تو ہوائی جہاز میں مولوی احسان الٰہی کو مسلسل چار گھنٹے مضمون لکھواتے رہے جس کا عنوان تھا ”اے

مسلمانو! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟'' اسی طرح ۱۴۰۳ھ میں بندہ کی شادی میں پاکستان تشریف لے گئے تھے تو حافظ عبدالقدیر صاحب زید مجدہم نے اصرار فرمایا کہ حیدر آباد ضرور تشریف لائیں ان سے پرانا تعلق ہونے کی وجہ سے حیدر آباد ان کے گھر جانا منظور فرمالیا، ریل میں سارے راستے لکھواتے رہے مولانا اسحاق صاحب جہلمی زید مجدہم لکھتے رہے۔ دارالعلوم کراچی کے جلسہ میں تشریف لے گئے تھے تو تقریباً دو ہفتے دارالعلوم میں قیام رہا، راتوں رات دینی کام میں مشغول رہتے تھے۔

خطوط کے جوابات کا اہتمام

حضرت والدؒ خطوط کے جوابات لکھنے کا بہت زیادہ اہتمام فرمایا کرتے تھے، اسکی وجہ یہ تھی کہ ان کے جملہ خطوط دین سے تعلق رکھتے تھے اپنی ذات سے ان کا تعلق نہ ہوتا تھا، کتب دینیہ کے ناشرین، اہل مدارس، علماء، طلبہ اور ماہناموں کے مسئولین کے خطوط ہوا کرتے تھے، اور جواب دینے میں تاخیر نہ فرماتے تھے، بڑے اہتمام سے پوسٹ بکس سے ڈاک منگواتے، جوابات لکھواتے، فرماتے کہ یہ سب کچھ دین کی خدمت میں شامل ہے۔

ماہناموں کا مطالعہ

ہندو پاک میں شائع ہونے والے اکثر ماہنامے حضرت والد صاحبؒ کے پاس بھیجے جاتے تھے والد صاحبؒ تقریباً سب ہی پر سرسری نظر ضرور ڈالتے تھے اور جو قابل اصلاح باتیں ہوتی تھیں ان کے بارے میں ان ماہناموں کے مسئولین کو متنبہ فرماتے تھے بعض ماہناموں کے مسئولین کی تو کڑی گرفت کر کے اصلاح فرمائی۔

اُمر بالمعروف ونہی عن المنکر

حضرت والد صاحبؒ فرماتے تھے کہ اُمت اِسلامیہ کو اللہ پاک نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دونوں کا مکلّف فرمایا ہے، اور نہی عن المنکر نہ کرنے پر وعیدیں آئیں، اس لئے خود بھی اہتمام سے ان دونوں کاموں کو بخوبی انجام دیتے تھے، نہی عن المنکر کے موضوع پر ایک کتاب بھی خصوصیت سے تالیف فرمائی جو فضائل توبہ واستغفار کے ساتھ شائع ہوئی اور ''گناہوں کی فہرست'' کے نام سے موسوم ہے اور تفسیر انوار البیان جلد۲ ص ۲۹۷ تا ۳۰۴ میں بھی یہ فہرست مختصراً موجود ہے اسکا عربی نام ''تحذیر العشائر عن ارتکاب الصغائر والکبائر'' ہے ۔

معصیت دیکھ کر طبیعت میں تکدر

کسی معصیت میں مبتلا شخص کو دیکھ کر طبیعت میں انقباض ہو جاتا تھا، ایک مرتبہ کچھ طلبہ ملاقات کیلئے آئے جو یمن کے ایک معہد میں زیر تعلیم تھے ان میں سے دو طالب علم کم عمر تھے لیکن بھاری بھر کم جسم ہونے کی وجہ سے عمر زیادہ معلوم ہو رہی تھی بادی النظر میں ایسا لگ رہا تھا کہ داڑھی منڈوائی ہے وہ لوگ کافی دیر خدمت میں بیٹھے رہے میں نے محسوس کیا کہ طبیعت میں تکدّر رہے، والد صاحبؒ سنت پر عمل کرنے کی ترغیب دیتے رہے جب وہ چلے گئے تو مجھ سے ان کے بارے میں پوچھا میں نے عرض کیا داڑھی کسی کی مُنڈی نہیں تھی دو ان میں ایسے تھے کہ ابھی ان کی داڑھی نکلی ہی نہیں تھی۔

حضرت والد صاحبؒ اکثر داڑھی رکھنے کی ترغیب اور منڈوانے سے باز رہنے کی تعلیم فرماتے ۔

اولاد اور شاگردوں کی علمی وعملی تربیت کرنا اوران پرنظر رکھنا

حضرت والد صاحبؒ کو اپنی اولاد اور شاگردوں کو علمی وعملی کام پر لگانے کی بڑی فکر رہتی تھی کتنوں کو کام پر لگایا، اور فرمایا کرتے تھے کہ شاگردوں پر نظر رکھنا ضروری ہے بہت سے ذی استعداد طلبہ فارغ ہونے کے بعد صحیح رہنمائی اور اساتذہ کی توجہ نہ ملنے کی وجہ سے ضائع ہو جاتے ہیں، اور فرماتے تھے کہ دیکھو حضرت لیث بن سعد کا علم امام مالکؒ سے کم نہ تھا لیکن ان کے علم کو آگے پھیلانے والے میسر نہ ہوئے جس کی وجہ سے ان کا علم آگے نہ بڑھ سکا۔

بغیر ٹیک لگائے ساری رات تصنیفی کام

حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ تصنیفی کام میں تقریباً ساری رات مشغول رہتے تھے، جس کمرہ میں تالیف وتصنیف فرماتے تھے اس کمرہ میں گدّا یا تکیہ ٹیک لگانے کے لئے استعمال نہیں فرماتے تھے، یوں ہی عام قالین پر بیٹھے ہوئے لکھتے لکھاتے رہتے تھے بعض لوگ جو حضرت والد صاحبؒ کا دار التصنیف دیکھنے کا اشتیاق رکھتے جب حاضر ہوتے تو پوچھتے کہ حضرت بیٹھنے کی کونسی جگہ ہے، عرض کر دیا جاتا تھا کہ حضرت والا کے بیٹھنے کی کوئی خاص جگہ نہیں ہے حاضرین یہ معلوم کر کے حیرت میں پڑ جاتے تھے، جو گدے تکیئے ہوتے تھے ان کو حضرت والد صاحبؒ کتابیں رکھنے کیلئے استعمال فرماتے تھے اپنی ذات کیلئے نہیں۔

اہل مجلس کو غیبت سے بچانا

حضرت ابا جان رحمۃ اللہ علیہ خود تو غیبت سے بہت دور رہتے ہی، اہل مجلس کو

بھی عجیب انداز میں غیبت سے بچا لیتے تھے مثلاً مجلس میں اگر کسی نے کسی کی غیبت شروع کی تو اسکی بات کا رُخ دوسری طرف اس انداز میں پھیر دیتے تھے عام لوگوں کو پتہ بھی نہ چلتا تھا کہ حضرتؒ نے کتنا بڑا کام سرانجام دیدیا، اہل تقوی ہی اس باریک تدبیر کو محسوس کرتے تھے۔

ہجری تاریخ لکھنے کا اہتمام

بہت سے لوگ خط و کتابت میں ہجری تاریخ لکھنے کے بجائے عیسوی تاریخ لکھتے ہیں اور یہ بھی اکثر دیکھا گیا ہے کہ فارغ التحصیل طلبہ سے پوچھا جائے کہ آپ کب فارغ ہوئے تو وہ اپنی فراغت ہجرت نبوی (علی صاحبہا أفضل الصلاۃ وأزکی السلام) کے اعتبار سے بتانے کے بجائے عیسوی اعتبار سے بتاتے ہیں حضرت والد صاحبؒ اس پر تنبیہ فرماتے تھے اور ہجرت نبوی کے اعتبار سے تاریخ بتانے کا اہتمام کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔

تقویٰ اور ورع

حضرت والد ماجدؒ کو اللہ تبارک وتعالی نے تقویٰ کے اس مقام پر فائز فرمایا تھا جس کو ورع سے تعبیر کیا جاتا ہے اس درجہ کو پہنچنے کیلئے مشتبہ چیزوں سے تو اجتناب کیا ہی جاتا ہے اسکے ساتھ ساتھ بعض ان چیزوں سے بھی احتراز کرنا ہوتا ہے جو بظاہر جائز ہیں لیکن ان سے بچنے میں احتیاط کا پہلو ہوتا ہے حضرت عطیۃ السعدی رضی اللہ تعالی عنہ آنحضرت سرور دو عالم کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں (**لا یبلغ العبد أن یکون من المتقین حتی یدع مالا بأس به حذراً لما به البأس**)

(رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن غریب (رقم الحدیث ۲۴۵۱، کتاب صفۃ القیامۃ)

یعنی بندہ تقوی (کے اونچے درجے) تک نہیں پہنچ سکتا یہاں تک کہ (بعض) ان چیزوں کو نہ چھوڑ دے جن میں کوئی حرج نہیں اس ڈر سے کہ کہیں اس میں کوئی حرج ہو۔

خواب میں حضور کا ارشاد

مدینہ منورہ کے قیام کے دوران ایک صاحب والد صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ مجھے حضور نے (خواب میں) آپ سے ملاقات کرنے کا حکم دیا ہے، والد صاحب نوراللہ مرقدہ نے دریافت کیا کہ یہ حکم فرمائے ہوئے کتنے دن ہوئے؟ ان صاحب نے کچھ دن کا بتایا، والد صاحبؒ نے ان صاحب سے فرمایا کہ تم نے تعمیل حکم میں دیر کیوں کی؟ یعنی جب ملنے کا حکم ہوا تھا تو فوراً تعمیل حکم کرنا چاہئے تھا، دیر لگا کر امتثال امر میں کیوں کوتاہی کی۔

مدینۃ النبی سے والہانہ محبت

والد صاحب نوراللہ مرقدہ کی حتی الوسع کوشش یہ ہی ہوتی تھی کہ وہ مدینہ منورہ سے باہر نہ جائیں، ہاں حج وعمرہ کیلئے مکۃ المکرّمۃ جانا ہوتا تھا، لیکن حج وعمرہ سے فارغ ہو کر جلد ہی مدینہ منورہ واپسی ہو جاتی تھی، اور کبھی جدہ اور ینبع بیان کرنے جاتے تھے کیونکہ ایک دینی ضرورت کے تحت جانا ہوتا تھا اور بیان سے فارغ ہو کر فوراً واپسی کی کوشش فرماتے تھے، ایک مرتبہ جدہ میں مدرسہ مصعب بن عمیرؓ میں بیان تھا، رات ڈیڑھ بجے بیان اور کھانے سے فارغ ہوئے، دل میں کچھ تکلیف محسوس ہو رہی تھی فرمایا ابھی فوراً مدینہ منورہ کیلئے روانہ ہونا ہے چنانچہ اسی وقت گاڑی کا انتظام کروایا گیا

اور مدینۃ الحبیب کی طرف روانہ ہوئے ، ڈرتے تھے کہ کہیں مدینہ طیبہ سے باہر موت نہ آجائے اس لئے فوراً مدینہ منورہ واپس آجاتے تھے۔ایک مرتبہ ینبع الصناعیۃ سے بھی رات ہی کو واپسی ہوئی ، جناب محمد اسلم بھٹہ صاحب نے اپنی گاڑی سے بدر تک پہنچایا، پھر بدر سے ایک گاڑی کرایہ پر مل گئ ، گاڑی آسانی سے مل نہیں رہی تھی کیونکہ رات کافی ہو چکی تھی اور آخری مہینے کی راتیں تھیں جن میں چاندنی نہیں ہوتی ہے،لیکن مدینۃ الحبیب کی محبت دل میں جگہ پکڑے ہوئے تھی اس لئے رات ہی کو بہر صورت روانہ ہونا تھا الحمد للہ گاڑی مل گئ اور فجر کے قریب دیار حبیب پہنچ گئے ۔

حضرتؒ کے بیانات

حضرت والد ماجدؒ کے بیانات میں جو بات نمایاں تھی وہ اللہ تعالی کی رضا کے حصول کی طرف متوجہ کرنا ، دنیائے فانی سے بے رغبت کرنا ،فکر آخرت پیدا کرنا داڑھی رکھنے کی ترغیب دینا ، انگریزی لباس سے نفرت دلانا پورے معاشرہ کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے پر زور دینا، یہ آیت پڑھ کر حاضرین کو پوری صرح سچا مسلمان بننے کی ترغیب دیتے تھے ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً ﴾ اے مسلمانو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ ۔

فرماتے تھے آجکل کے مسلمان اسلام کا دم بھی بھرتے ہیں لیکن دشمنان اسلام کے طریقوں کو بھی اپناتے ہیں، داڑھی رکھنے میں اور ٹخنوں سے اونچا پہننے میں خفت محسوس کرتے ہیں ،اور ٹائی لگا کر پتلون پہن کر فخر محسوس کرتے ہیں، کتنے افسوس

اور کتنے خطرے کی بات ہے۔اور فرماتے تھے کہ ہم تو حضرت محمد کے آدمی ہیں ہمیں غیروں کی طرف دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔

حافظ عالم بنانے کی ترغیب

حضرت والد ماجدؒ کی ایک خصوصی ترغیب یہ بھی ہوتی تھی کہ ملنے والوں کو توجہ دلاتے تھے کہ اپنی اولاد کو حافظ عالم بنائیں انگریزی اسکولوں میں تعلیم دلوا کران جانوں پر ظلم نہ کریں، یہ دنیا تو فانی ہے حقیقی زندگی تو آخرت کی ہے اسکی طرف متوجہ ہونے اور متفکر ہونے کی ضرورت ہے ۔

بدعت سے اجتناب

حضرت والد صاحبؒ بدعت سے بہت زیادہ اجتناب ونفرت فرماتے تھے اور حق بیان کرنے میں اسکی بالکل پرواہ نہیں فرماتے تھے کہ لوگ راضی ہونگے یا ناراض ،اللہ تعالی کی رضا ہر وقت سامنے رہتی تھی مخلوق کی رضا مندی یا ناراضگی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی تھی عید کے معانقہ کے بارے میں فرماتے تھے کہ یہ بدعت ہے،آنحضرت سرور دو عالم سے عید کا معانقہ ثابت نہیں ہے، حضرت گنگوہیؒ بھی یہی فتوی دیا کرتے تھے،اس مسئلہ میں حضرت والد صاحبؒ نے جب اپنا موقف خوب مضبوط رکھا تو دیگر علماء کو بھی توجہ ہوئی کہ ہاں یہ بدعت ہے۔

ادعیۂ مسنونہ

آنحضرت، سرورِ دو عالم سے جو دعائیں منقول وماثور ہیں انکا اہتمام کرنا حضرت والد صاحبؒ کی زندگی کا خاص شعبہ تھا اس سلسلہ میں مسنون دعاؤں کے نام سے جیبی سائز میں ایک کتاب جوانی ہی میں تالیف فرمائی تھی اور الحمد للہ بہت مقبول ہوئی لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں نے اس سے دعائیں یاد کی ہوں گی پھر مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد امام ابن الجزریؒ کی شہرہ آفاق کتاب حصن حصین کا ترجمہ وشرح لکھی جو متعدد کتب خانوں سے شائع ہوئی اور اسکے بعد ایک مزید دعاؤں کی کتاب تصنیف فرمائی جو فضائل دعاء کے نام سے موسوم ہے، اور بہت ہی مفید کتاب ہے جس میں دعاء کے آداب واہمیت اور مواقع قبولیت بھی شامل ہیں اور احقر جب دورہ حدیث شریف سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ پہنچا تو احقر کو حافظ ابن السنی کی مشہور کتاب ''عمل الیوم واللیلۃ'' کی تخریج کرنے کا حکم فرمایا جو کہ اللہ تعالی کے فضل سے پوری ہوگئ اور متعدد بار چھپ کر تقسیم ہوئی۔ ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم

علم حدیث کا ذوق

حضرت والد ماجدؒ کو علم حدیث سے بڑا لگاؤ تھا، احادیث کو حفظ کرنے اور ان کی شرح لکھنے میں امتیازی شان حاصل تھی، حضرت والد ماجدؒ کی تالیفات سے اس چیز کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے حضرت والد صاحبؒ کو مشکوٰۃ تو گویا حفظ تھی کوئی حدیث نکالنی ہوتی تھی تو فہرست دیکھنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی، یوں ہی کتاب کھولتے تھے اور حیرت انگیز طور پر اسی صفحہ پر یا اسکے آس پاس حدیث فوراً مل جاتی تھی۔

حدیث کے نور کی پہچان

والد صاحب نور اللہ مرقدہ کو حق تعالیٰ شانہ نے یہ بصیرت عطا فرمائی تھی کہ حدیث کی نورانیت کو محسوس فرما لیتے تھے، بعض احادیث کے بارے میں فرمایا کہ اگرچہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہے لیکن اسکے اندر نورانیت ہے یہ آنحضرت کا ہی ارشاد معلوم ہوتا ہے اس حدیث کے الفاظ اس پر دلالت کر رہے ہیں۔

حضرت کا فقہی مقام

حضرت والد صاحبؒ مستفتین حضرات کے سوالات کے جوابات فوراً دیدیا کرتے تھے کیونکہ مسائل کے جزئیات مستحضر تھے شاذونادر مراجعت کی ضرورت پڑتی تھی، آخری عمر میں بھی یہی حال تھا۔ **ذلك الفضل من الله۔**

مدینہ منورہ میں ایک عظیم نعمت

حضرت والد صاحبؒ مدینہ منورہ میں بلکہ پورے سعودی عرب میں حنفی مسلک والوں کے لئے بہت عظیم نعمت تھے، لوگ اپنی علمی پیاس بڑی آسانی سے خدمت عالی میں حاضری دے کر یا ٹیلیفون پر بات کر کے بجھا لیا کرتے تھے، حضرتؒ کے انتقال کے بعد بڑا خلا ہو گیا ہے جس کو سب حضرات محسوس کر رہے ہیں۔

تصنیف وتالیف کے حقوق کے بارے میں رائے گرامی

حضرت والد صاحبؒ نے اپنی کسی کتاب کے حقوق محفوظ نہیں فرمائے، حقوق محفوظ کرنے یا انہیں کسی ناشر کے ہاتھ بیچنے کو ناجائز قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ دین پھیلانے کیلئے ہے نہ کہ احتکار کیلئے، کسی کتاب پر لکھا ہوا دیکھ لیتے تھے کہ حقوق محفوظ ہیں تو طبیعت پر بہت گراں گذرتا اور فرماتے تھے کہ ایسا کرنا دنیا کمانے والوں کا کام ہے، حقیر دنیا کیلئے دینی کتابیں چھاپنے پر پابندی لگاتے ہیں توبہ توبہ.........

علم تفسیر کا ذوق

حضرت کو تفسیر کا بھی بڑا ذوق تھا تفسیر انوار البیان نو جلدوں میں مکمل فرما کر مسافر آخرت ہوگئے۔ تفسیر انوار البیان علمی فوائد سے لبریز ہوتے ہوئے اس قدر سہل ہے کہ عوام الناس بھی بخوبی استفادہ کررہے ہیں اور یہ شان حضرت والد صاحبؒ کی جملہ تصنیفات میں پائی جاتی ہے۔

ختامہ مسک

حضرت والد صاحبؒ کی سب سے آخری تصنیف سرور دو عالم ﷺ کی سیرت مبارکہ پر چل رہی تھی تقریباً پانچ سو صفحات لکھے جاچکے تھے جس کا نام ''سیرت سرور کونین'' رکھا تھا، اسی مبارک عمل کے دوران اللہ تعالی نے آپؒ کو اپنے پاس بلالیا۔

نماز کی کیفیت

حضرت والد صاحبؒ کی نماز ایک خاص کیفیت کے ساتھ ہوتی تھی چار رکعتیں پڑھنے میں اتنا وقت لگتا تھا جتنے میں بارہ رکعتیں بآسانی پڑھی جاسکتی ہیں، ایک ایک حرف کی ادائیگی بڑے اہتمام کے ساتھ مخارج وصفات کا لحاظ رکھتے ہوئے اور معانی میں تدبر وغور وفکر کرتے ہوئے کرتے تھے یہ وہ عظیم اوصاف ہیں جن کے حصول کے لئے ہر نمازی کوسعی کرنی چاہئے ۔ **وفقنا اللّٰہ و ایاکم.**

قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے رونا

قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے معانی میں غور وفکر کر کے رونا سنت سید المرسلین ہے صحابہ اور تابعین اور انکے بعد بھی آج تک اہل اللہ میں یہ سنت چلی آرہی ہے یہ صفت ان حضرات کو حاصل ہوتی ہے جن کے قلوب زندہ ہیں ۔ حضرت والد صاحبؒ قرآن پاک کی تلاوت تو بڑے تدبر کے ساتھ کیا ہی کرتے تھے آخری عمر میں اس کیفیت میں اضافہ ہوگیا تھا صبح فجر کی نماز کے بعد یٰس شریف پڑھنے کا معمول تھا والدہ صاحبہ مدظلہا نے بتایا کہ شعبان سے یہ کیفیت تھی کہ یٰس شریف پڑھتے رہتے تھے اور معانی میں تدبر کر کے روتے رہتے تھے ۔

پرتکلف چیزوں کے استعمال سے گریز

حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ’’ **ایاك والتنعم فان عباد الله ليسوا بالمتنعمين** ‘‘ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا قصے تو بہت ہیں جنمیں سے ایک قصہ وہ ہے جو جناب

اسلم بھٹہ صاحب نے البلاغ شائع ہونے والے مضمون میں ذکر کیا ہے لکھتے ہیں ایک دفعہ ینبع حسب معمول تشریف لائے سردیوں کا زمانہ تھا میزبان نے حضرت کی نفاست وپاکیزگی کا خیال کرتے ہوئے سفید بڑا نیا تولیہ جسے احتیاطاً دھوکر استری کر کے حضرت کی خدمت میں پیش کرنے کی غرض سے رکھا گیا تھا مغرب کا وضو کرتے ہی پیش کیا حضرت نے مسکرا کر دیکھا اور اپنے ہاتھوں لگے ہوئے پانی کو باری باری ہاتھ سے پونچھ دیا اور فرمایا: ''بھائی یہ سب ایسے ہی ہے'' ۔

مقصد یہ نہیں تھا کہ وضو کرنے کے بعد اعضاء پر لگا ہوا پانی کا پونچھنا درست نہیں بلکہ وہ جو ایک پر تکلف تولیہ تھا اسپر استری بھی کی گئی تھی تو اسکے استعمال میں تنعم کی کیفیت تھی اسلئے اسے استعمال نہ فرمایا بلکہ ہاتھ سے پانی کو پونچھ لیا ۔

میزبان کا کہنا ہے کہ حضرت کے تولیہ کے استعمال نہ کرنے اور اس جملہ کے ارشاد فرمانے سے دل پر ایسا اثر ہوا کہ گھر میں رکھی ہوئی قیمتی اشیاء بس ''ایسے ہی'' نظر آنے لگیں اور ہر چیز کی محبت اہمیت یک لخت دل سے کافور ہوگئی اور جس چیز پر نظر پڑی ''بس ایسے ہی'' لگی ۔

ایک دفعہ وعظ ختم ہونے پر میزبان نے خوشی کا اظہار کرنے اور اس نعمت کے ملنے پر حضرت سے کہا کہ حضرت آپکے اس جملہ نے کہ ''بھائی یہ سب ایسے ہی ہے'' میرے دل سے دنیا کی محبت ختم کردی مسکراتے ہوئے فرمایا: ''وہ بھی ایسے ہی ہے'' ''ایسے ہی ہے'' اور اسکی ایک لمبی زنجیر ہے میزبان نے دیگر ساتھیوں سے بعد میں کہا کہ دیکھو اپنے آپکو کیسے مٹایا کسی کو اپنی اس مقبولیت اور تعلیمات کے مؤثر ہونے کی ہوا تک نہیں لگنے دی۔

دنیا کی محبت سے دل ہٹانا

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب وعظ کیلئے ینبع صناعیہ تشریف لیجاتے تھے تو میزبان محبین اکثر والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نہ کسی عنوان گاڑی ہی میں سے ینبع کے خوبصورت درخت باغ وغیرہ دکھایا کرتے تھے جناب اسلم بھٹہ صاحب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ خود حضرت نے توجہ سے اس گل وگلزار کی طرف دیکھ کر فرمایا. لوگ سمجھتے ہونگے ''بس جنت بھی ایسے ہی ہے'' سبحان اللہ کس لطیف عنوان سے ہم لوگوں کی نظر کو دنیا سے آخرت کی طرف توجہ فرمادیا بظاہر عام سی گفتگو تھی ہم یہ سوچنے پر مجبور ہوگئے کہ جس فانی دنیا کو دیکھنے میں ہماری نظریں محو ہیں اگر ان میں بصیرت پیدا ہوجائے تو یہ نظریں اس سے ہٹ کر جنت کے باغات کی متلاشی ہوجائیں اور اعضاء انکے حصول کیلئے کوشاں. نافرمانیاں چھوٹ جائیں جھوٹی لذتوں سے منہ موڑلیں اور اللہ تعالی کو راضی کرنے کی فکر ہوجائے حضرت کو ہمیشہ اسی کوشش میں مصروف دیکھا۔

احباب کو شادی کی طرف توجہ دلانا

ایک شاگرد کو ایک مرتبہ تحریر فرمایا شادی بھی ضرور کرو اور جلدی کرو آسمان سے کوئی حور تھوڑا ہی اترے گی دنیا والی عورتوں سے گذارا کرنا پڑیگا اور نیک بنانا پڑیگا عورت وہ چیز ہے جسکی انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی حاجت رہی اپنے نفس ونظر کی حفاظت تو کمزور دیندار عورت سے بھی ہوجاتی ہے۔

ایک مرتبہ تحریر فرمایا کہ جلدی شادی کرو ورنہ ....فافہم!

تواضع وانکساری کے بعض واقعات

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں تواضع انکساری بہت زیادہ تھی ایک مرتبہ ایک شاگرد نے خط کے ذریعہ ایک مسئلہ دریافت کیا اور وہ شاگرد بھی تخصص کر چکا تھا تو اسکے جواب میں تحریر فرمایا آپ تو مجھ سے بڑے مفتی ہیں مجھے تو بلخ و بخارا کے علماء کا اختلاف بھی معلوم نہیں اور سوال بھی سمجھ میں نہیں آیا وہاں بڑے بڑے مفتی ہیں دار العلوم کراچی سے رجوع کریں۔

ایک مرتبہ تحریر فرمایا آپکا تذکارنامہ موصول ہوا جو تشکارنامہ بھی ہے بندہ یاد کرنے کے قابل کہاں ہے باتیں بناتا ہوں لوگ سمجھتے ہیں کہ اچھا آدمی ہوگا آپ تو نئے مفتی ہیں ہم جیسے نام کے مفتیوں سے بہت آگے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مدینہ منورہ میں ایک گاڑی میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے میزبان کی گاڑی تھی میزبان نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آگے بٹھا دیا اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پچھلی سیٹ پر نشست فرمائی حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان جانے کے بعد حضرت والد رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ جب سے میں آیا اسوقت سے میرے دل میں قلق اور ندامت ہے کہ گاڑی میں آپکی موجودگی میں آگے بیٹھ گیا اور آپ پچھلی نشست پر بیٹھے جسکی وجہ سے میں معذرت خواہ ہوں اسکے جواب میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ مجھے تو اس چیز کا خیال بھی نہیں آیا جسکو آپ اتنا محسوس فرما رہے ہیں اور کیا میرے لئے یہ سعادت کم تھی کہ میں آپکے ساتھ ایک گاڑی میں سوار ہوا؟

شاگردوں پر خاص شفقت

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالی نے جو اوصاف عطا فرمائے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ اپنے شاگردوں پر بے انتہاء شفقت فرماتے تھے اور انکے ساتھ بڑی محبت کے ساتھ پیش آتے تھے کیونکہ بے نفسی حد سے زیادہ تھی اسلئے شاگردوں میں ایسے ملے رہتے تھے گویا ہم سبق طالب علم ہیں اگر کوئی شاگرد بہت دنوں کے بعد ملتا تو فرماتے مولانا آپ کہاں ہیں بہت دن سے زیارت بھی نہیں کرائی بڑے مشفقانہ اور محبت کے انداز میں مذکورہ کلمات فرماتے تھے ۔

ایک شاگرد کا واقعہ

جب دارالعلوم میں تھے ایک صاحب تشریف لائے جو دارالعلوم کراچی کے فضلاء میں سے تھے حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ انکو جانتے ہیں؟ اسپر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جی جانتا ہوں کہ یہ میرے شاگرد ہیں مگر انکار کا ڈر ہے اسپر حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حاضرین ہنسنے لگے، اسی طرح مدینہ منورہ میں بعض شاگردوں نے جواب میں یوں عرض کیا کہ حضرت مجھے تو آپکی شاگردی اختیار کرنے پر فخر ہے یہ سنکر مسکرانے لگے فرحمہ اللہ برحمتہ الواسعۃ ۔

رمضان المبارک میں بجوار مسجد نبوی شریف میں منتقل ہونا

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول تھا کہ رمضان شریف شروع ہوتے ہی مسجد نبوی شریف کے قریب مع گھر والوں کے منتقل ہوجاتے تاکہ خوب حرم کی نمازیں میسر ہوں اور دور سے آنے میں جو بعض نمازوں کا مسجد نبوی شریف میں میسر نہ ہونیکا خدشہ ہے وہ دور ہوجائے اس طریقہ سے اپنے آپکو اور اپنے گھر والوں کو رمضان شریف میں مسجد نبوی شریف سے خوب فیضاب کیا دیگر آنکہ اس میں ایک بڑا فائدہ یہ بھی تھا کہ رمضان شریف میں پورے عالم سے عمرہ وزیارت کیلئے آنے والے احباب بآسانی ملاقات کرلیتے تھے اور مسائل معلوم کرکے تشنگی دور کرلیتے تھے، شروع میں تو کرایہ پر ایک مہینہ کیلئے مکان لیتے تھے اسکے بعد مسجد نبوی شریف (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قریب ایک رباط میں جگہ مل گئی تھی جو محلّہ عنابیہ میں واقع تھی شیخ رحمۃ اللہ بخاری اس رباط کے ناظر تھے جو بڑی محبت کے ساتھ دو کمروں کا فلیٹ دیا کرتے تھے اور دیگر علماء کو بھی اس رباط میں ٹھیرانا ان کا معمول تھا، اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرمائے (آمین)

علماء کے خطوط

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں یہ بھی تھا کہ عالم اسلام کے علماء کو خطوط کے ذریعہ دین کے ذمہ داری کے سلسلہ میں تذکیر فرماتے رہتے تھے اور انکے علاقوں میں جو فتنے نمودار ہوتے تھے انکی سرکوبی کیلئے خصوصی تاکید فرماتے تھے مدینہ منورہ میں بیٹھے ہوئے عالم کی خبر رکھتے تھے کہ کہاں کیا ہورہا ہے دور سے

بیٹھے ہوئے ان علاقوں کے علمائے کرام کو متوجہ فرماتے رہتے تھے، جیسا کہ حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی نے اس کا ذکر البلاغ کے اپنے اس مضمون میں کیا ہے جو انہوں نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد تحریر کیا تھا مفتی صاحب لکھتے ہیں پاکستان میں جو نئے فتنے سرابھارتے انکی فکر انہیں وہاں بیٹھکر بعض اوقات یہاں کے لوگوں سے بھی زیادہ ہوتی اور وہ انکی مقاومت کیلئے یہاں کے حضرات پر زور دیتے رہتے تھے۔

تصنیفی خدمات پر علماء کو لگانا

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود کو تصنیفی ذوق طالب علمی ہی کے زمانہ سے تھا ہی وہ ذوق بڑھتا چلا گیا جسکے نتیجے میں سو کتابیں تصنیف فرمائیں اور یہ ذوق اتنا مفید ثابت ہوا کہ کتنے علماء انکے توجہ دلانے سے یا انکی صحبت میں رہنے سے مصنف بنگئے۔

مدینہ منورہ میں مرجع کی حیثیت سے

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالی نے مدینہ منورہ میں مرجع خواص وعوام بنایا تھا.عوام تو مسائل معلوم کر کے پیاس بجھایا ہی کرتے تھے خواص بھی علمی گفتگو کر کے مسائل کی تحقیق کر کے اطمئنان قلب حاصل کرتے تھے جسکا اعتراف مدینہ منورہ میں مقیم علماء کے علاوہ عالم سے آنیوالے علماء کرام کو بھی ہے ان میں سے کئی مفتیان کرام نے اس نالائق سے کہا کہ ہم عوام کے مسائل تو حل کر لیتے ہیں لیکن علمی تشنگی بجھانے کیلئے آپکے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع فرماتے تھے انکی رحلت کے بعد کس سے رجوع کریں ۔

افتاء میں تحقیق

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فتوی دینے میں بڑی احتیاط فرماتے تھے جو مسئلہ مستحضر نہ ہوتا تھا تو بلا تحقیق سائل کو جواب نہ دیتے تھے بلکہ مسئلہ کا مراجعہ کتاب میں کر کے پھر جواب عنایت فرماتے تھے کیونکہ یہ اللہ کا دین ہے اسمیں کسی کو اپنے پاس سے دین میں رائے پیش کرنا یا مسئلہ گھڑنا جائز نہیں لہذا کسی بھی مفتی کو مسئلہ بتانے میں عجلت سے کام نہیں لینا چاہئے (**ومن العلم من قال لا ادری ، وقیل لاادری نصف العلم**) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص بہت لمبا سفر کر کے مدینہ منورہ حاضر ہوا اسوقت سفر بھی اونٹوں پر ہوا کرتا تھا جو کہ باعث تعب تھا اس شہص نے آکر مسئلہ پوچھا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں یہ شخص رونے لگا کہ میں اتنے دور سے سفر کر کے آیا ہوں اور آپ فرمار ہے ہیں مجھے معلوم نہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں کیا کرسکتا ہوں کہ میں اپنے پاس سے بلا تحقیق کیسے بتادوں؟ اہل اخلاص ایسے ہی ہوتے ہیں انہیں یہ پرواہ نہیں ہوتی کہ لوگ کیا کہیں گے کہ ارے اتنے بڑے عالم ہو کر بھی انکو یہ مسئلہ معلوم نہیں، اہل اخلاص کی نظر اللہ رب العزۃ والجلال پر ہوتی ہے اور وہ اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سلف صالحین کی یہ حالت تھی کہ جب انکے پاس کوئی سائل جاتا تو وہ کسی تیسرے عالم کے پاس بھیجدیتے تھے اور یہ اسلئے ہوتا تھا کہ مسئلہ بتانے میں کہیں غلطی نہ ہو جائے جو کہ عند اللہ باعث گرفت ہو، بخلاف اسکے جو آجکل بعض نئے نوجوان جو افتاء کا کورس کر لیتے ہیں مسائل بتانے میں احتیاط نہیں

کرتے سمجھتے ہیں کہ ہم نے مسئلہ نہیں بتایا تو ہمارا مقام لوگوں میں گر جائیگا یہ اخلاص کے منافی ہے مخلص صرف اور صرف اللہ تعالی شانہ کو راضی کرنے کیلئے عمل کرتا ہے دیکھئے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کون عالم ہوسکتا ہے؟ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو سید الانبیاء ہیں اور عالم العلماء ہیں اسکے باوجود ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی صحابی نے کوئی بات معلوم کی تو آنخضرت نے سکوت اختیار کیا جواب نہیں دیا! یہاں تک کہ آیت نازل ہوئی جس میں سائل کا جواب واضح ہوگیا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب شعب الایمان میں شعبی کے طریق سے روایت کی ہے ایک انصاری صحابی رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بے شک آپ مجھے اپنے نفس اور اپنی اولاد اور اپنے گھر والے اور اپنے مال سے زیادہ محبوب ہیں اگر میں آپکے پاس نہ ہوں اور آپکو نہ دیکھوں تو مجھے ڈر ہے کہ میں مرجاؤنگا اور وہ انصاری صحابی رونے لگے سو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کس نے تمہیں رُلایا انہوں نے عرض کیا کہ مجھے یاد آیا کہ آپ کی بھی وفات ہوجائیگی اور ہم بھی مرجائیں گے سو آپ انبیاء کے ساتھ اونچے مقامات پر ہونگے اور اگر ہم جنت میں داخل ہو بھی گئے تو آپ سے بہت نیچے ہونگے (یعنی پھر ملاقات کیسے ہوسکے گی) اس پر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں فرمایا (یعنی خاموشی اختیار فرمائی) سو یہ آیت نازل ہوگئی ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا﴾ (سورۂ نساء: آیت ۶۹۔۷۰) (اور جو شخص اللہ و رسول کا کہنا مان لیگا

تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ تعالی نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں یہ فضل ہے اللہ تعالی کی جانب سے اور اللہ تعالی کافی جاننے والے ہیں)

مہمان کا اکرام

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہمان کا اکرام واعزاز کرنے کا بہت خیال فرماتے تھے ہمیشہ مہمان کے راحت کا خیال فرماتے تھے حدیث شریف میں فرمایا ”من کان یؤمن باللہ الیوم الآخر فلیکرم ضیفہ“ (کہ جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے کہ اسے چاہئے کہ مہمان کا اکرام کرے) مہمان کا اکرام شرفاء اور اخلاق حمیدہ سے متصف رہنے والے حضرات کا شیوہ رہا ہے ۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہمان کی سہولت پیش نظر رکھتے تھے اور مہمان کو اختیار دیدیتے تھے کہ جب چاہیں ہمارے دسترخوان پر تشریف لے آئیں اپنی فرصت اور راحت کو پیش نظر رکھیں ہماری میزبانی ہر وقت حاضر ہے بآسانی جو کچھ گھر میں میسر ہوتا یا با آسانی منگوایا جاسکتا منگوالیتے اور مہمان کی ضیافت فرماتے اور مہمان کی نوعیت کو پہچانتے تھے کہ یہ مہمان جس علاقے سے آیا ہے اس علاقوں میں کونسی کتاب مفید رہیگی تو اس کتاب کو اس مہمان کو دیتے اور تاکید فرماتے تھے کہ اس کتاب کو چھپواؤ اور پھیلاؤ ۔ یعنی ظاہری مہمانی کے ساتھ ساتھ روحانی مہمانی بھی کیا کرتے تھے ۔

حرمین شریفین کیونکہ اسلام کے مراکز ہیں اسلئے پورے عالم سے انمیں کھچے آتے ہیں اسلئے مہمانوں کی آمد کا سلسلہ جاری ساری رہتا تھا مسجد نبوی شریف ملاقات کرنے والے حضرات کو اپنے ساتھ گھر چلنے کی دعوت دیتے ہر آنے والے مہمان سے ایسا مشفقانہ سلوک فرماتے کہ وہ مہمان گرویدہ ہو جاتا۔

بعض وقت اچانک مہمان آجاتے تھے صرف ملاقات کی نیت سے حاضر ہوتے تھے تو اپنے بیٹوں میں جو پاس ہوتا تھا اسے اشارہ سے فرمادیتے تھے کہ مہماں کیلئے کچھ لے آؤ یا عربی میں یوں فرماتے (فافہم) یعنی سمجھ لو مہمانوں کے لئے کچھ لے آؤ.

کھانے میں برکت ولذت

بعض مرتبہ تو ایسا ہوتا تھا کہ پہلے سے ہی مہمان کو دعوت دیدی جاتی تھی اور کھانا پکوالیا جاتا تھا لیکن جتنے افراد کا انتظام ہوتا تھا ان سے زیادہ کو لے آتے تھے ظاہری طور پر بعض وقت گھر والوں کو کچھ تشویش ہونے لگتی تھی کہ افراد زیادہ ہیں اور کھانا کم ہے لیکن جب کھانا لگایا جاتا تھا تو اللہ تعالی شانہ کی طرف سے کھانے میں بہت برکت ہوتی تھی یہاں تک کہ سب لوگ کھالیتے تھے اور بچ بھی جاتا تھا .

اور بعض مرتبہ پہلے سے کوئی انتظام مہمانوں کے کھانے کا نہیں ہوتا تھا مسجد نبوی شریف میں بعد نماز عشاء محبت رکھنے والے حضرات سے ملاقات کرتے تو انکو فی الفور دعوت دیدیتے کہ ابھی ہمارے ساتھ چلو پس انکو اپنے ساتھ لے آتے اور راستے سے کچھ خریدتے ہوئے آجاتے جو مہمان کے سامنے دسترخوان پر رکھ لیا جاتا اور بسا اوقات والدہ صاحبہ مدظلہا العالیہ فی الفور پکالیتی تھیں۔

بعض مہمان جو اچانک مل جاتے اور بے تکلف تھے جن سے پرانا تعلق تھا انکو فول بھی کھلا دیتے تھے انمیں سے ایک مولانا سیف الرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں ہیں مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ مجھے اسمیں وہ لذت محسوس ہوتی تھی کہ قورمہ اور بریانیوں میں بھی نہیں پائی جاتی اصل میں یہ اخلاص کی چاشنی کی وجہ ہے جسکو اہل اخلاص ہی جانتے ہیں ۔

نعمت کی قدردانی

ینبع الصناعیہ میں ہر ماہ ایک بار وعظ کیلئے جانے کا معمول تھا جو جناب حسین انوار اللہ صاحب کے گھر ہوتا تھا خاصے شائقین و مستفیدین جمع ہوتے تھے وعظ کے بعد میزبان حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیلئے کھانے کا نظم کیا کرتے تھے جسمیں جناب محمد اسلم بھٹہ صاحب بھی ہوتے تھے جنمیں اللہ تعالی نے بزرگوں کی مجالس سے فیض حاصل کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے انہوں نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی باتوں کو اپنے دل و دماغ میں محفوظ کیا کہتے ہیں کہ ایک بار اکٹھے حسین بھائی کے گھر پر کھانا کھا رہے تھے مچھلی تلی ہوئی تھی کچھ احباب کانٹے الگ رکھتے گئے جسمیں کچھ نہ کچھ گوشت لگا ہی رہتا ہے آپنے بعد میں وہ پلیٹ اپنے سامنے رکھ لی اور گوشت کے لگے ہوئے ٹکڑے نکال نکال کر کھانے لگے بندہ اور ساتھی شرمندہ ہوئے اور فوراً ہر مچھلی کے کانٹوں میں پھنسا ہوا گوشت نکال کر کھایا یہ ایسے سبق آموز واقعات ہیں جو تیر بہدف کام کرتے رہے ۔

اسی طرح اگر گھر میں کسی کو دیکھتے کہ تربوز کاٹا ہے اور اسکے چھلکے پر لالی لگی رہ گئی ہے تو اس چھلکے کو پھینکنے پر ناراض ہوتے تھے فرماتے کہ اسپر تو مال لگا ہوا ہے اسکو کیوں پھینکتے ہو۔

حقوق العباد میں احتیاط اور انکی ادائیگی کی طرف توجہ دلانا اور صفائی معاملات اور اسکے بارے میں تنبیہ

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں معاملات کی صفائی کا خاص اہتمام تھا اپنے خصوصی شاگردوں سے بھی اگر ضرورت کے وقت کچھ پیسہ خرچ کروائے ہوں تو پیسے آتے ہی فوراً اسکی ادائیگی فرماتے کہ خط پوسٹ کرانا ہوتا یا کوئی اور معمولی کام ہوتا پیسے نہ ہوتے یا کھلے ہوئے نہ ہوتے تو کسی سے کام کرا لیتے پھر پہلی فرصت میں اسکو ادا فرماتے، کوئی اگر لینے سے انکار کرتا تو فرماتے کہ بھائی لے لو کہتے ہیں ''جو خود سے آئے اسے آنے دو'' اگر اسکے باوجود کوئی نہ لیتا تو فرماتے ''میاں دیکھ لو ہم ایسے ضدی بھی نہیں کہ آپکے پیچھے پڑیں، بس معاملہ یہیں صاف کر لو قیامت سے پہلے'' بلاشبہ قیامت کا معاملہ بڑا ہی سنگین ہے، جہاں لین دین اور حق کی ادائیگی پیسوں سے نہیں بلکہ اعمال سے ہوگی ۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حقوق میں بہت زیادہ محتاط تھے اور اگر کسی سے حساب ہوتا تھا تو احتیاطاً اسے زیادہ دیا کرتے تھے کہ کہیں ان کا حق اپنے ذمہ نہ رہ جائے زندگی کے آخری ایام تک ان لوگوں کے ورثاء کو ہندوستان پیسے بھجواتے رہے

جن سے لینے دینے کا حساب رہتا تھا کہیں اپنے ذمہ کسی کا حق نہ رہ گیا ہوا، اور حقوق العباد کے بارے میں تنبیہات تو بہت ہیں انمیں سے ایک جناب محمد اسلم بھٹہ صاحب نے بیان کی ہے کہ ایک بار فوٹو کاپی کرانے کیلئے کچھ کاغذات دیئے جو بندہ نے اپنے دفتر سے کرلئے پوچھا کتنے پیسے ہوئے عرض کیا دفتر سے کرالایا ہوں فرمایا پھر یہ مجھے نہیں چاہئے اس دن کے بعد اپنی ذات تک کیلئے دفتری کاغذات استعمال کرنا ناممکن ہوگیا۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حقوق العباد کے باریمیں بذات خود بہت احتیاط فرماتے ہی تھے دوسروں کو بھی تنبیہ فرماتے رہتے تھے اور اس موضوع سے متعلق ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا جو (حقوق العباد کی فکر کیجئے) کے نام سے موسوم ہے اور اس کا ترجمہ دیگر بعض زبانوں میں بھی ہوا ہے۔

ہندوستان میں جب قیام تھا تو جن لوگوں سے لین دین تھا انکو احتیاطاً مدینہ منورہ سے پیسے بھجوائے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انکا کوئی حق رہ گیا ہو۔ اگرچہ ان حضرات کے باریمیں معلوم ہوگیا تھا کہ انکی وفات ہوچکی ہے تو انکے ورثاء کو پیسے بھجواتے تھے فرماتے تھے دنیا میں ہی معاملہ صاف کرلو کیونکہ قیامت میں حق کی ادائیگی پیسوں سے نہیں ہوگی بلکہ اعمال سے ہوگی لہذا بہت فکرمند ہونے کی ضرورت ہے۔

ایک مرتبہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد خاص حافظ محمد احمد عبدالرحمٰن جامی صاحب کے کچھ پیسے حضرت والد صاحب کے ذمّے تھے جب انکی ادائیگی کی کُھلاّ نہ ہونے کی وجہ سے ایک ریال حافظ احمد صاحب کے پاس زیادہ چلا گیا

موصوف نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت ایک ریال بعد میں پیش کردونگا اسپر فرمایا ''کہ میاں ایک ریال کی وجہ سے تمہارے ذہن پر بوجھ رہے گا کہ ادا کرنا ہے میں تمہیں معاف کردیتا ہوں تا کہ تمہارے ذہن سے بوجھ ختم ہوجائے اور آخرت کا معاملہ صاف ہوجائے''۔حقوق العباد کی فکر کے سلسلے میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں :

فرمایا: قرض بری بلا ہے اکابر کا یہ مقولہ تو مشہور ہی ہے کہ **القرض مقراض المحبۃ** یعنی قرض محبت کی قینچی ہے لفظ قرض کا لغوی معنی ہی کاٹنے کا ہے، بہت سے لوگوں کو قرض لینے کی عادت ہوتی ہے ضرورت ہو یا بلا ضرورت قرض لیتے رہتے ہیں اور جب بہت سے قرضے چڑھ جاتے ہیں تو ڈھیٹ ہوجاتے ہیں اور ہر ایسے آدمی کی تاک میں رہتے ہیں جس سے قرض مل سکتا ہو جہاں کہیں نئے آدمی سے میل جول ہوا بس اسے داغ دیا۔اب وہ بیچارہ آگے پیچھے پھرتا ہے، ادائیگی کا نام نہیں جب قرض لیا تھا تو دوسرا منہ تھا عاجزی کے ساتھ مانگ رہے تھے بھیگی بلّی بنے ہوئے تھے اب جب قرض دینے والا مانگنے کو آتا ہے تو اس کی صورت دیکھنا بھی گوارا نہیں ہوتا اسکو دیکھا اور بخار چڑھ گیا اور بعض تو بڑی بے باکی سے کہہ دیتے ہیں کہ میں نہیں دیتا جو چاہے کرلے ۔

قرض بہت ہی مجبوری میں لیا جائے اور جیسے ہی انتظام ہوجائے فوراً ادا کردے پیسوں کی آمد پر ادائیگی منحصر نہ رکھے، گھر کی چیزیں بیچ کر محنت مزدوری کر کے جس طرح ممکن ہو جلد سے جلد قرضہ ادا کرے۔اور قرض خواہ کے تقاضے سے پہلے خود جا کر ادا کرے ۔

فرمایا: قرض کی ادائیگی کا انتظام ہوتے ہوئے ادا نہ کرنا اسکو حدیث میں ''مطل'' فرمایا. رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ((مطل الغني ظلم)) یعنی جس کے ادائیگی کا انتظام ہو اسکا ٹال مٹول کرنا قرضہ ادا نہ کرنا یہ ظلم کی بات ہے. جس شخص نے نیکی کی تمہاری ضرورت کے وقت کام آیا اور اُدھار دے دیا اسکو یہ سزا دے رہے ہیں کہ تقاضوں کے لئے بار بار آئے واپس چلا جائے .اور انتظام ہوتے ہوئے نہ دیا جائے ،شرعاً اور عقلاً ظلم کی بات ہے۔

فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ((يغفر للشهيد كل ذنبٍ إلا الدَّين)) یعنی قرض کے علاوہ شہید کا ہر گناہ بخش دیا جاتا ہے. دیکھو شہادت کتنی بڑی نیکی ہے جان تک دیدی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا لیکن حقوق العباد پھر بھی معاف نہیں

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو اس حال میں موت آئی کہ وہ تکبر سے اور قرضے سے بری ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا (رواہ الترمذی)۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک جنازہ آیا کہ پڑھائیں آپ نے دریافت فرمایا کیا اس شخص پر قرضہ ہے؟ حاضرین نے کہا کہ ہاں اس پر قرضہ! فرمایا کیا اس نے ادائیگی کا انتظام چھوڑا ہے؟ عرض کیا نہیں! اس پر فرمایا کہ آپ لوگ اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھ لیں (میں نہیں پڑھاتا) حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس کا قرضہ ادا کرونگا. اس کے بعد آپ آگے بڑھے اور نمازِ جنازہ پڑھادی (مشکوٰۃ المصابیح از شرح السنۃ)

حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ فرماتے تھے کہ دو پیسے کےؑ عوض سات سو مقبول نمازیں دینی ہوں گی۔مزید فرمایا کہ میں نے مولوی نصیر الدین سے کہہ دیا ہے (یہ حضرت شیخ کے کتب خانہ کے منیجر تھے) کہ لین دین میں حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھو میری تو سات سو نمازیں، مقبول نہیں ہیں اب تو اپنے بارے میں سوچ لے کہ تیری کتنی مقبول نمازیں ہیں ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا نے ایک مرتبہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہم تو مفلس اسے سمجھتے ہیں جس کے پاس روپیہ نہ ہو اور مال نہ ہو، یہ سُن کر آنحضرت نے فرمایا کہ بلا شبہ میری اُمت کا حقیقی مفلس وہ ہوگا جو قیامت کے روز نماز اور روزہ اور زکوٰۃ لے آئے گا یعنی اس نے نمازیں بھی پڑھی ہوں گی روزے بھی رکھے ہوں گے، زکوٰۃ بھی ادا کی ہوگی اور ان سب کے باوجود اس حال میں میدانِ حشر میں آئے گا کہ کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی کو تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا ناحق مال کھایا ہوگا. اور کسی کا ناحق خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا اور کیونکہ قیامت کا دن فیصلہ کا دن ہوگا اس لئے اس شخص کا فیصلہ اس طرح کیا جائیگا کہ جس کو اس نے ستایا ہوگا اور جس جس کی حق تلفی کی تھی سب کو اسکی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی، کچھ اسکی نیکیاں اس حقدار کو دیجائیں گی اور کچھ دوسرے حق دار کو دی جائیں گی. پھر اگر حق پورا ہونے سے پہلے اسکی نیکیاں ختم ہوگئیں تو اسکے سر حقداروں کے گناہ ڈال دیئے جائیں گے. پھر اسکو دوزخ میں ڈال دیا جائیگا (رواہ مسلم) .

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جس نے اپنے کسی بھائی پر ظلم کر رکھا ہو کہ اسکی آبرو ریزی کی ہو یا اور کوئی حق تلفی کی ہو تو آج ہی (اس دنیا میں اسکا حق ادا کر کے معافی مانگ کر) اس سے پہلے معاف کرالے جہاں نہ دینار ہو گا نہ درہم. پھر فرمایا کہ اگر اس کے کچھ عمل اچھے ہونگے تو بقدر ظلم اس سے لئے جائیں گے (جو اصحابِ حقوق کو دیدیئے جائیں گے) اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی بُرائیاں لے کر اس ظالم کے سر ڈال دی جائیں گی۔ (رواہ البخاری)۔

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ صرف پیسہ کوڑی دبالینا ہی ظلم نہیں ہے بلکہ گالی دینا، غیبت کرنا، تہمت لگانا، بے جا مارنا، بے آبروئی کرنا بھی ظلم اور حق تلفی ہے بہت سے لوگ اپنے بارے میں سمجھتے ہیں کہ ہم دیندار ہیں مگر ان باتوں سے ذرا نہیں بچتے واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق تو توبہ استغفار سے معاف فرما دیتا ہے لیکن بندوں کے حقوق اس وقت معاف ہونگے جب ان کو ادا کرے یا صاحب حق سے معاف کرالے۔

فرمایا: حقوق العباد کا معاملہ بہت سخت ہے عام طور پر لوگوں کو اسکی پرواہ نہیں ہوتی دینداری بس نماز اور کرتہ اور داڑھی میں رہ گئی. حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے. اگر کوئی شخص اللہ تعالی کی ستّر نافرمانیاں لیکر قیامت کے میدان میں پہنچے تو یہ اس سے ہلکا جرم ہے کہ کسی بندے کا ایک حق اپنے ذمہ لیکر میدان قیامت میں حاضر ہو. کیونکہ اللہ تعالی بے نیاز ہے اس سے معافی کی امید رکھی جائے لیکن

بندے چونکہ محتاج ہیں اس لئے ان کے حقوق کی ادائیگی کا دھیان رکھنا اور حقوق العباد سے پاک ہو کر جانا بہت زیادہ اہم اور سخت ضروری ہے۔ بندوں سے وہاں معاف کرنے کی امید رکھنا بے وقوفی ہے بندے وہاں محتاج ہوں گے کسمپرسی کا عالم ہوگا ذرا ذرا سا سہارا تلاش کرتے ہوں گے اور ہر صاحبِ حق اپنا پورا پورا حق وصول کرنا چاہے گا میراث کے بارے میں تو دیندار مدعی پیر فقیر عالم جاہل عموماً مبتلائے مصیبت ہیں. مَرنے والا مر جاتا ہے اور اس کا مال شرعی اصول کے مطابق ورثا میں تقسیم نہیں ہوتا

یتیموں اور بیواؤں کے حصّے دوسرے ہی لوگ کھا جاتے ہیں اور مرنے والوں کی بیویوں اور بیٹیوں کو میراث کے شرعی حصّے نہیں دیئے جاتے۔

بدعت کے کاموں میں میراث کے مشترک مال سے خرچ کرتے رہتے ہیں. اُجرت پر قرآن مجید پڑھوایا جا رہا ہے جو حرام ہے تیجے چالیسویں ہو رہے ہیں جو بدعت ہیں اور ان میں ریاکاری بھی مقصود ہوتی ہے. یتیموں بیواؤں کا مال (جو انہیں میراث میں مِلا ہے) بدعات اور خرافات ہیں خرچ کرتے چلے جاتے ہیں اور شریعت کے مطابق میراث تقسیم کرنے سے جان چراتے ہیں۔

عموماً یہ ہوتا ہے کہ جہاں دو بیویوں کی اولاد ہوئی ان میں سے جس بیوی یا جس بیوی کی اولاد کے قبضہ میں مرنے والے کی املاک اور اموال میں سے جس قدر بھی ہو لے اڑتا ہے یہ بالکل نہیں سوچا جاتا ہے کہ یہ مرنے والے کا مشترک مال ہے شریعت کے مطابق اس کی دونوں بیویوں سے اسکی جو اولاد ہے ان سب کے حصّے ہیں مرنے والے نے جتنا بھی مال چھوڑا ہے خواہ کسی بھی بیوی اور کسی بھی اولاد کے قبضہ

میں ہو شرعاً سب میں میراث کا قانون جاری ہوتا ہے اگر تقسیم نہ کیا جائے اور جس کے قبضہ میں جو مال ہے اسے دبا کر بیٹھ جائے تو جو دوسروں کا حصّہ دبا لیا آخرت میں وبال ہوگا، حقیر دنیا کیلئے ظلم کرنا وہ بھی اپنے رشتہ داروں پر کس قدر بے عقلی اور بے رحمی کی بات ہے۔

مسلسلات کا خصوصی اہتمام

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مسلسلات کا خصوصی اہتمام تھا اور کیوں نہ ہوتا جبکہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اخص تلامذہ میں سے تھے اور علم حدیث میں انکے صحیح حدیث جانشین تھے مسلسلات علم حدیث میں بڑی اہمیت رکھتی ہے جیسا کہ اہل علم پر خوب عیاں ہے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ''**الفضل المبین من حدیث النبی الأمین**'' پر حواشی لکھے ہیں اس رسالہ میں حافظ سیوطیؒ کی مسلسلاتِ صغری کی اکثر احادیث آگئی ہیں ''کما ذکرہ شاہ عبدالعزیز فی بستان المحدثین'' نیز حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کے اور دو رسالے ہیں اول "**الدر الثمین فی مبشرات النبی الأمین**". دوسرا "**النوادر من أحادیث سید الأوائل والأواخر** ﷺ"، ان دونوں کے بھی حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حواشی تحریر فرمائے مذکورہ بالا تینوں رسالے یکجا شائع ہوئے جس کی اشاعت کا شرف ہمارے استاذ حضرت مولانا محمد یحیٰ مدنی مدظلہ العالی کو حاصل ہوا اسی کا عکس لیکر سہارنپور میں بعض حضرات نے بھی شائع

کیا مذکورہ بالا رسائل ثلاث حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حواشی کے ساتھ شائع ہونے کے بعد عرب وعجم کے اہل علم اجازت لینے کیلئے حاضر ہوتے رہتے تھے اور ایک عظیم کتاب مستقل تالیف فرمائی جو کہ ''العناقید الغالیۃ من الأسانید العالیۃ'' سے موسوم ہے یہ کتاب عرب وعجم میں شائقین علم وحدیث کیلئے عظیم تحفہ ہے اہل علم اس کتاب کی قدر جانتے ہیں اس کتاب میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے دیوبند کی اسانید تحریر فرمائی ہے اس کتاب کا تعارف انشاءاللہ ہم مؤلفات کے باب میں کرینگے.

مسلسلات کی تعریف:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مسلسلات کے بارے میں قارئین کو تعارف کرادیا جائے تاکہ جن حضرات کو انکے بارے میں علم نہیں ہے وہ خوب متعارف ہوجائیں.

حدیث مسلسل محدثین کی ایک اصطلاح ہے تسلسل سند میں بھی ہوتا ہے اور متن میں بھی، حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ''تقریب'' میں فرماتے ہیں۔

المسلسل هو ما تتابع رجال اسناده على صفة أو حالة للرواية تارة وللرواة تارةً أخرى وصفات الرواة إما أقوال أو أفعال وأنواعها كثيرة كمسلسل التشبيك باليد والعد فيها وكاتفاق اسماء الرواة أو صفاتهم أو نسبتهم كأحاديث روينا ها كل رجالها دمشقيون وكمسلسل الفقهاء وصفات الرواية كمسلسل بسمعت بأخبرنا فلان أو أخبرنا فلان والله وأفضله مادل عليه الاتصال۔

یعنی حدیث مسلسل وہ ہے کہ جس کے رجال اسناد کسی صفت یا کسی حالت پر متحد ہوں کبھی یہ اتفاق روایت کے بارے میں ہوتا ہے اور کبھی رواۃ کے بارے میں۔ اور رواۃ کے صفات کبھی قولی ہوتی ہے کبھی فعلی، اور اس کی اقسام بہت ساری ہیں. مثلاً مسلسل بالتشبیک یعنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا. اور جیسے انگلیوں پر گننا اور مثلاً رواۃ کے ناموں کا یا صفات کا یا نسبتوں کا متحد ہونا، مثلاً وہ احادیث جن کے رواۃ سب دمشقی ہیں۔ اور جیسے حدیث مسلسل بالفقہاء جس میں ایک دوسرے سے روایت کرنے والے فقہاء ہوں۔ اور تسلسل کی ایک صورت یہ ہے کہ روایت کے اثبات میں اتحاد ہے مثلاً یہ کہ ہر راوی سمعت یا اخبرنا کہتا ہو یا بأخبرنا فلان واللہ کہتا ہو اور اس میں سب سے افضل یہ ہے جو اتصال پر دلالت کرے ۔

اسکے بعد علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ۔ ومن فوائد زادة الضبط وقلما يسلم عن خلل في التسلسل وقد ينقطع تسلسله في وسطه كمسلسل اول حديث سمعته على ما هو الصحيح فيه .(یعنی حدیث مسلسل کے جو فوائد ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ تسلسل سے ایک یہ انداز ہوتا ہے کہ رواۃ نے حدیث کو اچھی طرح یاد کیا ہے اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ تسلسل خلل سے سالم رہے، اور کبھی درمیان ہی میں تسلسل ختم ہو جاتا ہے، جیسے حدیث مسلسل بالاولیۃ جس میں ہر راوی یہ کہتا ہے کہ میں نے سب سے پہلے اپنے شیخ سے یہ حدیث سنی ہے) اور جیسا کہ حدیث مسلسل بتحریک الشفتین ہے جو صحیح بخاری باب بدء الوحی میں مذکور ہے جس کا تسلسل حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ پر منقطع ہو گیا ہے، مولانا عبدالباقی

صاحب المناہل السلسلۃ ، لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ صحیح ترین ''حدیث مسلسل''، مسلسل بقراءۃ سورۃ الصّف ہے ۔

پھر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ مسلسل بالحفاظ اور مسلسل بالفقہاء بھی اُصح المسلسلات میں سے ہے۔اھ۔

مسلسلات پر کثیر تعداد میں کتابیں لکھی گئی ہیں۔ علامہ عبد الحی کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فہرس الفہارس والاثبات'' میں چالیس عدد کتابوں کا تذکرہ فرمایا ہے جن میں مسلسلات عبد المؤمن دمیاطی ، مسلسلات ابن الجوزی ، مسلسلات ابن الجزری ، مسلسلات ضیاء مقدسی ، مسلسلات حافظ شمس الدین سخاوی ، مسلسلات حسن بن علی عجیمی مکی حنفی ، مسلسلات ابن عقیلہ مکی ، مسلسلات حافظ محمد مرتضی زبیدی حنفی اور مسلسلات حافظ محمد عابد سندھی وغیرہا کا تذکرہ فرمایا ۔

پھر لکھا ہے کہ جو مسلسلات علامہ محمد مرتضی حسن زبیدی نے اپنی کتاب حصر الشاد میں جمع کی ہیں ، اور جو علامہ قاوقجی نے اپنی کتاب میں لکھی ہیں یہ اجمع اور اکمل ہے اگر کوئی شخص ان میں سے کوئی کتاب اپنے کسی شیخ سے پڑھ لے تو مسلسلات کی دوسری کتابوں سے مستغنی ہو جائے گا اھ.

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی مسلسلات پر دو کتابیں ہیں ایک ہے ''المسلسلات الکبری'' اور دوسری ''المسلسلات الصغری'' ہے، ثانی الذکر کا دوسرا نام ''جیاد المسلسلات'' ہے ۔

سند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مسلسلات

پر ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ''الفضل المبین فی المسلسل من حدیث النبی الامین''
ہے اس رسالہ میں حافظ سیوطی کی مسلسلات صغری کی اکثر احادیث آ گئی ہیں۔
کما ذکرہ الشاہ عبد العزیز فی بستان المحدثین۔

نیز حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کے دو رسالے اور ہیں۔ اول ''الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین'' دوسرا ''النوادر من احادیث سید الأوائل والأواخر'' ان تینوں رسالوں کی اجازت شیخ المشائخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہانپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا عبد القیوم ابن حضرت مولانا عبد الحی صاحب بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے لی تھی (مولانا عبد القیوم صاحب حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے داماد اور مولانا عبد الحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے داماد تھے. بڑھانہ ضلع مظفر نگر کے ایک قصبہ کا نام ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ''الفضل المبین'' میں حدیث مسلسل بالأسودین باجابۃ الدعاء عند الملتزم نہیں ہے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہانپوری رحمۃ اللہ علیہ اول الذکر کو حضرت مولانا عبد القیوم بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اور ثانی الذکر کو حضرت مولانا شاہ عبد الغنی مجددی دہلوی ثم المدنی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت فرماتے تھے حضرت مولانا خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ، الفضل المبین، اور مذکورہ بالا دونوں حدیثوں کا درس دیا کرتے تھے۔ بڑے بڑے مشاہیر وعلماء نے حضرت سہانپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا سماع کیا اور اجازت لی، مدینہ منورہ میں جب ۱۳۲۹

ھ میں حاضری دی تو علماء مدینہ آپکی خدمت میں حاضر ہوئے جنکی تعداد چالیس تھی۔ آپ نے انکو تینوں رسالے سنائے اور اجازت عطا فرمائی۔ جیسا کہ تذکرۃ الخلیل میں مذکور ہے۔

حضرت الشیخ قدس سرہ جب حسب فرمان حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامعہ مظاہر علوم کے شیخ الحدیث مقرر کیئے گئے تو ہر سال صحیح بخاری اور سنن ابی داؤد التزام واہتمام سے پڑھاتے، پھر تعلیمی سال کے اختتام پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ تینوں رسالے پڑھاتے تھے۔ اور حدیث مسلسل بالأسودین اور مسلسل باجابۃ الدعاء عند الملتزم کا سماع بھی اسی میں ہوجاتا تھا۔ کیونکہ یہ دونوں بھی ''الفضل المبین'' کے ساتھ چھپے ہوتے تھے، اور حدیث مسلسل بیوم العید عید الفطر کے دن پڑھاتے تھے. شعبان میں جس دن مسلسلات کا سبق ہوتا تو مجمع کثیر اور جم غفیر سماع اور اجازت کے لئے جمع ہوجاتا تھا۔ دار العلوم دیوبند تک سے حضرات اساتذہ وتلامذہ سہانپور آتے اور درس میں شریک ہوتے تھے اخیر سنین میں کئی ہزار سامعین و مستجیزین جمع ہوتے تھے، اور حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے سامعین و مستجیزین کی ضیافت بھی ہوتی تھی اور یہ سلسلہ تقریباً چالیس سال تک چلتا رہا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ نے مسلسلات کے رجال پر بھی کتاب لکھی تھی اور متعدد مواضع پر حواشی بھی تحریر فرمائے تھے لیکن ان میں سے کسی چیز کی طباعت کی نوبت نہ آئی۔ احادیث مسلسلہ بالصوفیہ میں جو حدیث نمبر ۳ ہے اس میں متعدد تحویلات تھیں جن کا سمجھنا مشکل تھا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان تحویلات کا نقشہ بنایا اور اسے حاشیہ میں ملحق فرمایا جو کتب خانہ یحیوی کے مطبوعہ

نسخہ میں شامل ہے ۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ نے ۱۳۸۸ھ تک تو سہارنپور کے قیام کے عرصہ میں **مسلسلات** کا پابندی سے درس دیا۔ اسکے بعد جب مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو جب بھی ہندوستان تشریف لے جاتے تو بخاری شریف بھی ختم کراتے اور کسی جمعہ کو**مسلسلات** کا درس بھی دیتے تھے ۔

محرمات شرعیہ سے بچنے کی طرف توجہ دلانا

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دور حاضر کے انسانوں کی حالت دیکھ کر بہت پریشان ہوجاتے تھے اوران کو دیکھ کر بہت تکلیف پہنچتی تھی اور یورپ وامریکہ کے طور وطریقے اختیار کرنے والوں کواپنے مضامین میں متوجہ فرماتے تھے کہ محرماتِ شرعیہ سے بچنے میں انسانیت کا شرف ہے۔ محرمات شرعیہ سے نہ بچنے والا انسانیت کا خون کردیتا ہے اور دائرۂ حیوانیت میں داخل ہوجاتا ہے اس سلسلے میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ ارشادات ہیں جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں :

فرمایا: شریعت اسلامیہ میں کھانے پینے اور پہننے میں اور زندگی کے دوسرے اعمال اور اشغال میں حرام اور حلال کی پابندیاں ہیں انسانوں کو یہ پابندی ناگوار ہے لیکن وہ نہیں سمجھتے کہ پابندی شرافتِ انسانی کی وجہ سے ہے چونکہ انسان مکرم ہے، عقلمند ہے، باہوش ہے، سردار ہے اس لئے اسپر پابندیاں لگائی گئی ہیں اگر انسان پر کوئی بھی نہ رہے اور اسکو شتر بے مہار کی طرح چھوڑ دیا جائے تو انسانوں اور جانوروں میں فرق ہی کیا رہے گا ؟ جانور جو چاہتا ہے کھاتا ہے جہاں چاہتا ہے مُنہ مارتا ہے

سب کے سامنے جُفتی کر لیتا ہے، انسانیت کے شرف کو اُجاگر کرنے کے لئے اس پر پابندیاں لگائی گئی ہیں لیکن دورِ حاضر کے انسانوں کو یہ پابندیاں ناگوار ہیں۔ یورپ امریکہ کے انسان کھانے پینے کی آزادی اور نفسانی خواہشات پورا کرنے کے ذیل میں حیوان بن کے رہ گئے ہیں اور انہیں حیوانیت پسند ہے ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَأْكُلُوْنَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ﴾ (سورۃ محمد ع ۲)۔

ترجمہ: (اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ چیزوں سے) نفع حاصل کرتے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے جانور کھاتے ہیں اور دوزخ انکا ٹھکانا ہے)۔

یہ لوگ اپنی خواہشوں ہی کے پیچھے چلتے ہیں اور انہیں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے، سورۃ فرقان میں فرمایا: ﴿أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ أَوْ يَعْقِلُوْنَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ (سورۃ فرقان ع ۴)۔

ترجمہ: (آپ بتائیے کہ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنالیا کیا آپ اس پر مسلّط رہیں گے کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے بہت سے سُنتے یا سمجھتے ہیں وہ بس جانوروں کی طرح سے ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر راہ بھٹکے ہوئے ہیں)۔

یورپ میں فرینڈشپ عام ہے لڑکے لڑکیاں دوست تلاش کرتے پھرتے ہیں ریلوں اور بسوں میں معاشقہ کے مظاہرے ہیں اور بعض پارک ایسے بنا دیئے گئے ہیں جن میں علی الاعلان سب کچھ کرنے کی اجازت ہے یہ سب حیوانیت نہیں تو اور کیا

ہے؟ سچی صحیح بات یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں نبی اکرم ﷺ کا دامن نہیں اس میں نہ انسانیت ہے نہ انسانیت کا شعور ہے نہ وہ شرافت انسانی کو اپنانے کا خواہشمند ہے۔

فرمایا: جن چیزوں کا کھانا پینا شریعت اسلامیہ میں حرام قرار دیا گیا ہے انکے حرام قرار دینے میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں خبیث چیزیں حرام قرار دی ہیں اور پاکیزہ چیزیں کھانے کی اجازت دی ہے۔ سورۃ اعراف میں حضرت خاتم الأنبیاء ﷺ کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ﴾ (کہ آپ انکے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور خبیث چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں)۔ خبیث چیزیں کون سی ہیں جو گندی ہیں گھناؤنی ہیں شریف انسان کی طبیعت اسے قبول نہیں کرتی۔ حشرات الارض کیڑے مکوڑے، سانپ بچھو، چوہا، چھپکلی، گرگٹ، مکھی، مچھر، کھٹمل، ان ہی خبائث میں سے ہیں۔ اور وہ چیزیں بھی خبیث ہیں جن سے انسان کی عقلمندی اور ہوش مندی زائل ہوتی ہے جیسے شراب وغیرہ اور وہ چیزیں بھی خبیث ہیں جن سے اخلاقِ انسانی پر اثر پڑتا ہو جن کے کھانے سے انسان میں ظلم اور بے رحمی اور بے حیائی کی صفت پیدا ہوتی ہے جو جانور پھاڑ کر کھاتے ہیں، جیسے شیر، چیتا، بھیڑیا، کتا، بلی اور جیسے شکرا، باز حملہ کر کے شکار کرنے والے پرندے ان سب کا کھانا حرام قرار دیا ہے تاکہ انسان میں وحشی پن ظلم اور بے رحمی کی صفات پیدا نہ ہوں، نیز سوّر کو نجس العین قرار دیا ہے، اسکے کھانے والوں میں بہت زیادہ بے حیائی ہے، یورپ اور امریکہ میں کثرت سے کھایا جاتا ہے اور اسی کثرت سے وہاں بے شرمی اور بے حیائی بھی رواج پذیر ہے بلکہ وہاں بے حیائی ہنر اور حیا عیب بن کر رہ گئی ہے۔ جو جانور اپنی موت مر جائے اور جو غیر اللہ کے لئے

ذبح کیا جائے اس کا کھانا بھی حرام قرار دیا، نیز خون کا کھانا پینا بھی حرام ہے، جس جانور کو شریعت کے اصولوں کے مطابق ذبح نہ کیا گیا ہو اس کا کھانا بھی حرام ہے، جو لوگ شریعت اسلامیہ کے حرام فرمودہ کو کھاتے ہیں انکے اعمال و اخلاق سب پر عیاں ہیں، یہ لوگ انسانیت کے تقاضوں سے بہت دور ہیں، اور ظلم و ستم اور بے حیائی کے خوگر بنے ہوئے ہیں۔

فرمایا: اللہ تعالیٰ نے افزائش نسل کے لئے اپنی مخلوق میں شہوت رکھدی اور اولاد کو پرورش کرنے کے لئے محبت اور مامتا رکھدی جس طرح کھانے پینے کی اشیاء میں حلال وحرام کی تفصیلات ہیں اسی طرح نکاح اور مرد وعورت کے باہمی استمتاع کے بارے میں بھی تفصیلات ہیں. اور حلال وحرام کے مسائل ہیں، یہ پابندیاں بھی انسانیت کا شرف بلند کرنے کے لئے ہیں، نکاح شرعی کس عورت سے کیا جاسکتا؟ اور جن عورتوں سے نکاح نہیں ہوسکتا ان میں محرمات نسبیہ مائیں، بیٹیاں، بہنیں، خالائیں، بھانجیاں، پھوپھیاں، بھتیجیاں ہیں، اور رضاعی رشتہ سے بھی حرمت ہے اور حرمت مصاھرت بھی ہے جمع بین الأختین (ومافی معناہ) بھی حرام ہے، جب تک ایک عورت کسی دوسرے کے نکاح میں ہے اس سے کسی شخص کا نکاح نہیں ہوسکتا، نکاح کے بارے میں یہ سب تفصیلات ہیں اور ان میں بڑی حکمتیں ہیں، انسان میں جو ایک حیاء کا جوہر ہے محرمات کی تفصیل میں اس کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے، نصاریٰ کو چھوڑ کر جنکے یہاں عقیدہ تکفیرن بے حیائی کو عملاً جائز کر دیا ہے، دیگر غیر مسلم اقوام میں بھی اپنی محارم غیر مسلم اقوام میں بھی اپنی محارم عوتوں سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے.

ہمارے ایک بزرگ سے ایک ہندو نوجوان نے کہا کہ آپ کے یہاں بکری حلال ہے

اور سوَّر حرام ہمیں تو کوئی فرق کی وجہ معلوم نہیں ہوتی ؟ انہوں نے فرمایا کہ بہن میں اور اس عورت میں کیا فرق ہے جسے بیاہ کر لاتے ہو، یہ سُن کر وہ خاموش ہو گیا، بات یہ ہے کہ انسانوں میں اگرچہ ادیان اور فرقے بہت سے ہو گئے ہیں لیکن تھوڑے بہت انسانیت کے تقاضے اکثر اقوام میں باقی ہیں جو انکے باپ حضرت آدم علیہ السلام سے ملے ہیں، ان میں حیاء بھی ہے۔ جنت میں جب حضرت اور انکی بیوی نے اس درخت میں سے کھالیا جس کے پاس جانا منع فرما دیا گیا تھا تو اس درخت کے کھاتے ہی دونوں کے جسم سے کپڑے گر گئے، کپڑوں کا گرنا تھا کہ وہ دونوں جنت کے پتّے لیکر اپنے بدن پر چپکانے لگے حالانکہ دونوں آپس میں میاں بیوی تھے ﴿ وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ ﴾ صحیح اور پوری انسانیت انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے اتباع کے بغیر نہیں مِل سکتی خاتم النّبیین آخری نبی ہیں جو ہر عربی وعجمی اور کالے و گورے کی طرف مبعوث ہوئے ہیں انکے اتباع کے بغیر نہ دنیا درست ہے نہ آخرت میں نجات ہے۔ اسی وجہ سے میں کہتا ہوں کہ اسلام انسانیت ہی کا دوسرا نام ہے، انسان وہ ہے جو اپنے خالق کو مانے اور اسکے حقوق ادا کرے اور اس نے جو دین بھیجا ہے اسکو قبول کرے اور بندوں کے حقوق ادا کرے جو اخلاقِ عالیہ کو اختیار کئے بغیر ادا نہیں ہو سکتے۔

حدیث شریف

رسول اکرم نے ارشاد فرمایا: سابقہ نبوت کی جو بات لوگوں تک پہنچی اس میں سے یہ ہے کہ جب تمہاری حیاء ختم ہو جائے تو جو چاہو کرو ۔ (بخاری باب الغار)

مطلب یہ کہ انسان کو حیاء ہی فحش و بے حیائی سے روکتی ہے پس جس کے اندر حیاء ہی نہ

رہی وہ تو جانوروں کی طرح جو چاہے کر سکتا ہے۔

اردو کے الفاظ کو عربی کے سانچے میں

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ وہ اردو کے عام بول چال الفاظ عربی علم الصرف کے صیغوں میں بے تکلف بدل کر محفل کو خوشگوار بنا دیتے تھے۔ مثلاً: ایک شخص ملنے آیا اسنے کالی ٹوپی پہن رکھی تھی والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں سمجھا کہ اسنے ٹوپی نہیں پہنی مگر یہ تو مٹوّپ (اسم مفعول ٹوپی سے یعنی ٹوپی پہنا ہوا) نکلا کبھی فرماتے کہ ''ٹماٹر'' رباعی مجرد ہے اور ''آلو'' (ایک سبزی کا نام) جمع مذکر کا صیغہ ہے آل یؤلُ سے، لائن (قطار) لان یلین سے اسم فاعل ہے کسی کی اہلیہ کا حال معلوم کرنا ہوتا تو فرماتے کہ آپکی الّتی (اسم موصول واحد مؤنث) کا کیا حال ہے یعنی اسم موصول کو ذکر فرما کر صلہ کو حذف کر دیا۔

فرمایا: مرغی اسمِ فاعل کا صیغہ ہے اور مرغا اسمِ مفعول کا صیغہ ہے انکے حروف اصلی اور ترجمہ جاننے کے لئے قاموس باب الواو والیاء فصل الراء کا مطالعہ کیجئے اور ایک معنیٰ مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۵۶ کا مطالعہ کرنے سے بھی معلوم ہو جائے گا۔

فرمایا: شاہی کا ایک معنیٰ تو وہی ہے جو شاہ کی طرف منسوب ہے اور اہل

عرب آج کل چائے کے لئے یہ کلمہ استعمال کرتے ہیں یہ شہیٰ یشہیٰ کا اسمِ فاعل بھی ہوسکتا ہے، اور قاضٍ اور رامٍ کی طرح یا حذف ہو کر تنوین بھی آسکتی ہے یمن کے ایک آدمی کو ابوشاہ کہتے تھے۔ جب رسول اللہ نے حرم مکہ کے بارے میں کچھ احکام بیان فرمائے تو انہوں نے عرض کیا کہ یہ چیزیں مجھے لکھ دیجئے آپ نے فرمایا: اُکتبوا

لأبی شاہ (صحیح بخاری ص ۴۳۹ جلد ۱) ۔

اس میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ لفظ شاہ یمن میں کہاں سے آیا؟ یہ تو فارسی کا لفظ ہے اسکا ایک جواب تو یہ ہے کہ یمن میں کسریٰ کی حکومت تھی، جس قوم کا اقتدار ہوتا ہے محکوم قوم میں اسکی زبان کی بہت سی لغات روایت پائی جاتی ہیں اور ایک جواب یہ بھی ہوسکتا ہے (جسے سُن کر بعض حضرات کو استنکار ہوگا) کہ یہ کلمہ عربیہ ہے یعنی شَھِیَ یَشْھیٰ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے ۔اَب شاہین کو لے لو، شاہین کا ایک معنیٰ تو مشہور ہے یعنی فارسی میں باز کو کہتے ہیں اور دوسرا معنی یہ ہوسکتا ہے کہ شاہ کی طرف نسبت ہو جیسے بہترین اور کمترین، اور تیسرا معنی یہ ہوسکتا ہے کہ شَاہٍ کی جمع ہو جیسے قاضٍ اور قاضین اور داعٍ اور داعین۔

لفظ مشین شان یشین سے مبیعٌ کے وزن پر اسمِ مفعول کا صیغہ ہوسکتا ہے ۔

ایک دفعہ مولانا محمد نعیم میمن نے عرض کیا کہ حضرت آپکے جتنے مزاحیہ صیغے ہیں ان کو جمع کر کے ایک کتاب جمع کر دی جائے تو علم الصرف کی مشق میں بہت کام دے گی تو فرمایا کہ تم بھی تو کچھ کام کرو سارا میرے ہی کھاتے میں کیوں ڈالتے ہو۔

تقویٰ اور ورع اور شبہات سے اجتناب

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالی کے فضل وکرم سے تقویٰ اور ورع کے اونچے درجہ پر فائز تھے مشتبہ چیزوں سے بچنا تو انکی زندگی کے ان اعمال میں داخل تھا جن کی وجہ سے وہ ایک ممیّز عالمِ ربانی میں شمار ہوتے تھے صفتِ ورع جسکی وجہ سے مؤمن بندہ شبہات سے بچتا ہے جس کو سرور دو عالم ﷺ ایک حدیث میں یوں

بیان فرمایا ((إن الحلال بین و إن الحرام بین و بینهما مشتبهات لا یعلمهن کثیر من الناس فمن اتقی الشبهات استبرأ لدینه وعرضه ومن وقع فی الشبهات وقع فی الحرام کالراعي یرعیٰ حول الحمیٰ یوشك أن یرتع فیه ألا و إن لکل ملكٍ حمیً ألا و إن حمیٰ الله محارمه ألا و إن فی الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد کله و إذا فسدت فسد الجسد کله ألا و هي القلب))(رواہ البخاري و مسلم)۔

شبہ کی چیزوں پرہیز

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالےعنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ حلال (بھی) ظاہر ہے اور بلاشبہ حرام (بھی) ظاہر ہے اور دونوں کے درمیان شبہ کی چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے سو جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور آبرو کو محفوظ کرلیا اور جو شخص شبہات میں پڑ گیا (یعنی شبہ کی چیزوں کو چھوڑنے کی بجائے اپنے عمل میں لے آیا) وہ حرام میں پڑ جائے گا، جیسا کہ چرواہا (اپنا ریوڑ کسی کھیت کی) باڑ کے قریب چرائے تو عنقریب ایسا ہوگا کہ کھیت میں بھی اسکا ریوڑ چرنے لگے گا، پھر فرمایا کہ خبردار! بلاشبہ ہر بادشاہ نے (اپنے قانون وضع کرکے) باڑ لگادی ہے (اور اپنی رعایا کے لئے حد بندی کردی ہے) اور بلاشبہ اللہ کی حد بندی وہ چیزیں ہیں جو اس نے حرام بتائی ہیں، پھر فرمایا کہ خبردار انسان کے بدن میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوجائے تو سارا جسم درست ہوجاتا ہے اور وہ ٹکڑا بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، خبردار وہ ٹکڑا دل ہے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: قرآن وحدیث میں اَن گنت چیزوں کو حلال اور اسی طرح بے شمار چیزوں کو حرام فرمایا ہے لیکن چونکہ ہر شخص کو پورے قرآن وحدیث کا علم ہوتے ہوئے بھی کسی خاص معاملہ کے متعلق قرآن وحدیث سے حل نکالنا ہر عالم کا کام نہیں ہے اس لئے زندگی میں بہت سے واقعات ایسے پیش آتے ہیں کہ انسان بعض چیزوں کے متعلق حلال یا حرام ہونے کا فیصلہ کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے اور شبہ میں پڑ جاتا ہے) .

مشتبہات کا حکم

سید عالم نے اس حدیث مبارک میں ایک ایسا جامع قاعدہ بتا دیا ہے جس پر عمل کرنے سے مشتبہ مواقع میں انسان کو پوری پوری رہنمائی ہوسکتی ہے اور دنیا وآخرت کی بے شمار آفات سے محفوظ رہ سکتا ہے۔اور قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کے حلال یا حرام ہونے کا فیصلہ نہ ہوسکتا ہو اس کو چھوڑ دے اور اس میں نفی کی صورت اختیار کر لیوے یعنی اس پر عمل نہ کرے، چونکہ اس کے حرام ہونے کا احتمال ہے اس لئے اگر وہ حقیقت میں حرام ہوگا تو اس سے پرہیز ہو جائیگا۔حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ کو خود اپنے گھر میں ایک کھجور پڑی ہوئی ملی ۔اسکو دیکھ کر فرمایا کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ شاید یہ صدقہ کی ہو تو میں اسے کھالیتا۔(الترغیب والترہیب) اس کھجور کے متعلق شک ہوا کہ صدقہ کی ہے یا غیر صدقہ کی ہے، اگر صدقہ کی تھی تو آپ کے لئے اس کا کھانا جائز نہیں تھا اور اگر غیر صدقہ ہدیہ وغیرہ کی تھی تو اسکا کھانا جائز تھا۔سید عالم نے نہ کھانے ہی کی شق کو ترجیح دی اور اس کو نہ کھا کر شبہ سے پرہیز فرمایا۔اُمت

کو چاہیئے کہ شبہات کے مواقع میں اپنے رسول اللہ کے قول وعمل کا اتباع کرے۔

دین اورآبروکی حفاظت

شبہ کی چیزوں سے بچنے ہی میں دین اور آبرو کی حفاظت ہے۔ کیونکہ جب شبہ سے بچ گیا تو اگر وہ حقیقت میں جائز تھا تو اسکے چھوڑنے سے ایک جائز چیز چھوٹ گئی جس کے چھوٹنے سے کوئی گناہ ہوا۔ لیکن اگر اُسے کرگذرا اور شبہ سے نہیں بچا تو چونکہ اسکے حرام ہونے کا احتمال ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ حرام ہی ہو اور ارتکاب گناہ ہوجائے (یہ تو دین کا نقصان ہوا) اور جب شبہ کے کام کو کرے گا تو بہت سے لوگ جو اس کام کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ اس شخص کو کرتے ہوئے دیکھ کر اس کی غیبت کریں گے اور برا بھلا کہیں گے (یہ آبرو کا نقصان ہوا)۔

جو مشتبہات سے نہ بچے تو حرام میں مبتلا ہوجاتا ہے

جو شخص مشتبہ چیزوں سے نہیں بچتا رفتہ رفتہ اسکے قلب کا ناس ہوجاتا ہے اور شدہ شدہ ان کاموں کو بھی کرنے پر اُتر آتا ہے جو کھلے طور پر حرام اور ناجائز ہیں جن کے منع ہونے میں ذرا سا بھی شبہ نہیں ہوتا۔ اسکی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنا ریوڑ کسی جنگل میں چراتا ہو اور چَرانے کی جگہ مخصوص اور مقرر ہو، اس جگہ کے علاوہ دوسری جگہ (جہاں دوسروں نے باڑ لگا کر اس کے ریوڑ کے آنے کی روک تھام کر رکھی ہو اگر چرائے گا تو کچھ عجب نہیں ہے کہ اس کی بکریاں دوسرے کی باڑ کو پھاند کر اندر چلی جائیں اور اسکا کھیت وغیرہ چرلیں۔ تو جس طرح یہ ریوڑ والا شخص ہر ممکن کوشش اس بات کی کرتا ہے کہ میری بکریاں دوسرے کی باڑ کے قریب نہ چریں۔ اسی طرح

ایماندار بندوں کو چاہیئے کہ اپنے دین اور آبرو کی حفاظت کے لئے شک وشبہ کی چیزوں سے بچیں۔ جو کھلی ہوئی حرام چیزیں ہیں وہ اللہ کی باڑ یعنی اس کی حد بندیاں ہیں اور شبہ کی چیزیں گویا اس باڑ کے قریب کی چیزیں ہیں تو جو شخص باڑ کے قریب پہنچے گا۔ کچھ عجب نہیں کہ باڑ کو پھاند جائے اور کھلے ہوئے حرام میں پڑ جائے۔ بزرگوں نے فرمایا کہ چھوٹا گناہ بڑے گناہوں تک پہنچا دیتا ہے اور بڑے گناہ کفر تک پہنچا دیتے ہیں۔

قلبِ صحیح کی ضرورت

حرام اور شبہ سے وہی بچ سکتا ہے جس کا قلب صحیح ہو، قلب میں خدا کا خوف اور آخرت کی فکر ہوئی ہو، اصل نیکی اور گناہ کرانے والا قلب ہی ہے جو بظاہر ذرا سا ٹکڑا ہے لیکن سارے بدن پر اس کی حکومت اور سلطنت ہے اگر دل میں کنجوسی نہ ہو تو ہاتھ خرچ کرنے سے نہ رُکیں، اگر دل میں حرام سے بچنے کا خیال ہو تو ہاتھ رشوت نہ لیں اور پاؤں حرام کمانے کی طرف نہ چلیں، اگر قلب میں فواحش اور سینما دیکھنے کا ذوق نہ ہو تو نہ کان گانا سنیں نہ آنکھیں غیر محرم پر پڑیں نہ پاؤں ناچ گانے کی محفل میں جائیں۔ اسی کو رسول خدا نے فرمایا (ألا و إن في الجسد ...الخ) یعنی خوب سمجھ لو! ۔ اسمیں شک نہیں کہ انسان کے بدن میں ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہے تو سارا بدن درست ہے اور وہ فاسد اور خراب ہے تو سارا بدن خراب ہے۔ دل کو سنوارنے اور خوبیوں سے آراستہ کرنے کے لئے مشائخ صوفیہ اور اہل اللہ کی خدمت میں رہنا ضروری ہے اور تصوف کی کتابیں دیکھنا بالخصوص. امام غزالیؒ کی کتابوں کا مطالعہ کرنا از حد مفید ہے نسأل

اللہ العظیم اَن یصلح فساد قلوبنا یامقلب القلوب ثبت قلوبنا علے دینک یا مصرف القلوب صرف قلوبنا اِلی طاعتک ۔

چند سبق آموز واقعات

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ گوشت، قیمہ اور مرغی کھانے میں بہت احتیاط فرماتے تھے کیونکہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ معلوم تھا کہ اس زمانہ میں بہت قصائی ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے کا اہتمام نہیں کرتے اسلئے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کہیں دعوت ہوتی تھی تو قیمہ مرغی گوشت وغیرہ استعمال نہیں فرماتے تھے یہاں تک کہ صاحب خانہ یہ نہ بتادے کہ میری آنکھوں کے سامنے بسم اللہ پڑھکر ذبح کیا گیا ہے صاحب خانہ اگر یہ بتانے سے عاجز رہ جاتا تو روکھی سوکھی روٹی کھا کر کام چلا لیتے تھے اس سلسلے کے چند واقعات لکھے جاتے ہیں :

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ پاکستان کے ایک جید عالم عمرہ کیلئے تشریف لائے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان سے ملنے کیلئے ان کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے جب ان کے کمرے میں پہنچے تو وہ رات کا کھانا تناول فرمارہے تھے، کھانے میں قیمہ اور روٹی تھی انہوں نے اصرار فرمایا کہ ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہوجائیں تو ابا جی نے پوچھا ”یہ قیمہ کہاں سے نازل ہوا“ اس پر انہوں نے فرمایا ”حضرت صعود ہوا ہے اس کا نزول نہیں ہوا “ کیونکہ یہ عالم بالائی منزل پر ٹھہرے ہوئے تھے اور کھانا نیچے سے لایا گیا تھا اس وجہ سے یہ جواب دیا۔ ان کا ذہن اس طرف نہ گیا کہ مولانا کو قیمہ کی حلت میں شبہ ہے کیونکہ زائرین کرام کے ذہن میں یہ خیال نہیں آتا کہ حرمین شریفین میں بھی مشتبہ گوشت اور قیمہ ہوسکتا ہے۔ یہ جواب سن کر ابا جی رحمۃ اللہ علیہ

خاموش ہو گئے اور ان کی دعوت رد کرنا بھی مناسب نہ سمجھا کہ ان کو دکھ ہوگا اس وجہ سے دسترخوان پر بیٹھ گئے اور سوکھی روٹی کھانا شروع کر دیا جب لقمہ اتارنا مشکل ہوتا تو پانی کا گھونٹ لے لیتے تھے۔ جب انہوں نے محسوس کیا کہ والد صاحبؒ سالن استعمال نہیں کر رہے تو انہوں نے جام پیش کیا اور فرمایا ''حضرت اگر سالن کی رغبت نہیں تو یہ جام حاضر ہے'' اباجی نے فرمایا ''اس کو جام ہی رہنے دیں'' یعنی نہ کھولیں۔ کیونکہ اباجیؒ مُرَبّٰی اور جام بھی نہ کھاتے تھے کہ معلوم نہیں کہ اس میں کیا کیا اجزاء شامل ہیں پھر انہوں نے سمجھ لیا کہ بات رغبت کی نہیں بلکہ تقویٰ اور احتیاط کی ہے۔ اس پر انہوں نے فرمایا۔ ''حقیقی تقویٰ تو یہی ہے''.

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ احتیاط ذات تک تھی دوسروں پر سختی نہیں فرماتے تھے کیونکہ جب کسی مسلمان ملک میں جو جانور ذبح ہوا ہے تو بظاہر وہ ٹھیک ہی ہوگا اسلئے فتویٰ کی رو سے حرام قرار دینا مشکل ہے لیکن ورع کا تقاضا کچھ اور ہے وہ بچا رہنا ہے کیونکہ قصائیوں میں بے احتیاطی کے واقعات معلوم ہو چکے تھے اسلئے شبہ کے دائرے میں تو آ ہی جاتا ہے اسلئے اپنی ذات تک بہت احتیاط فرماتے تھے دعوتوں میں روکھی سوکھی روٹی کھا کر اُٹھ جاتے تھے اور جہاں تک اپنے گھر کیلئے مرغی کے استعمال کا مرحلہ تھا تو ایک قابل اعتبار شخص جو ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنے کا اہتمام کرتا تھا اس سے خریدتے تھے اور یہ شخص مرغی ذبح کر کے گرم پانی میں بھی نہیں ڈالتا تھا اور ہاتھ سے کھال اتارتا تھا یہ جو مرغی ذبح کر کے عموماً گرم پانی میں ڈالکر مشین کے ذریعے پَر دور کئے جاتے ہیں اس سے بھی بچنے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ

پانی دَمِ مَسْفُوْح سے مخلوط ہو جاتا ہے جو ناپاک ہوتا ہے پھر اگر پانی کی گرمائی اتنی ہو کہ مرغی کو اسمیں ڈالنے سے نجاست اسکے رگوں میں سرایت کر جائے تو اسکو پاک کرنے کا کوئی راستہ نہیں اسلئے ہر مسلمان کو فکر مند ہونا چاہئیے اور جو گوشت اور مرغیاں غیر مسلم ممالک سے ذبح ہو کر بعض مسلم ممالک میں داخل کی جارہی ہیں ان سے بچنے کے لئے تاکید فرماتے تھے اور بعض لوگوں کو اس پر ڈانٹ بھی پلا دیتے تھے ۔

دوسرا واقعہ

ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں ایک صاحب نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کی اور بکرا ذبح کروایا حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے بعض دیگر احباب کو بھی بلا لیا جب کھانا دسترخوان پر رکھا گیا تو حسب عادت احتیاط فرمائی اور کھیرا وغیرہ کھانے لگے تو میزبان نے پوچھا کہ حضرت گوشت کیوں تناول نہیں فرمارہے یہ تو میں نے ذبح کروایا ہے اسپر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا خود ذبح کروانا کافی نہیں جب تک کہ بسم اللہ اللہ اکبر نہ پڑھا جائے اسپر وہ جواب نہ دے سکے چنانچہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کھیرا اور سلاد کھا کر گذارا کر لیا۔

تیسرا واقعہ

تیسرا واقعہ بھی دوسرے کے مشابہ ہیں یہ جدہ میں ایک صاحب نے دعوت کی تھی اور بکرا ذبح کروایا تھا تو جب کھانے میں احتیاط فرمائی تو ان صاحب نے فرمایا حضرت یہ باہر کا گوشت نہیں ہے یہ تو میں نے خود ہی ذبح کروایا تھا اسپر حضرت والد

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ تو بتاؤ کہ قصائی نے ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھا تھا کہ نہیں تو یہ سنکر سکتہ میں چلے گئے پھر کچھ دیر بعد کہنے لگے کہ اسطرف تو میرا دھیان بھی نہیں گیا چنانچہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حسب سابق روکھی سوکھی روٹی کھا کر گذارا کرلیا۔

یہ سب اللہ تعالیٰ کی محبت میں

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ شبہات سے بچتے تھے اور روکھی سوکھی کھا کر گذارا کرلیتے تھے اس روکھی سوکھی کھانے میں جوان کو حلاوتِ ایمان اور رحمٰن کا قرب خاص محسوس ہوتا تھا اسکے سامنے قورمے اور بریانی اور کبابوں کی کوئی حیثیت نہیں قرب الٰہی کی مٹھاس جب دل میں داخل ہوجائے اور ایمان دل میں راسخ ہوجائے تو اس کی لذت کا اندازہ صرف وہی شخص لگا سکتا ہے کہ جسکو یہ صفت حاصل ہے ۔ **وهكذا حقيقة الإيمان إذا سرّت في العروق وخالطت بشاشتها القلوب ۔**

ایک درزی کو تنبیہ اور احتیاط

مدینہ منورہ میں مقیم ایک درزی ہیں جو خود بھی داڑھی کترنے والے اور نمازی آدمی ہیں انہوں نے ایک مرتبہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کرتہ اور شلوار سی کر ہدیتاً پیش کیا تو رد فرمادیا قبول نہ کیا اور فرمایا کہ ”تمہاری آمدنی ٹھیک نہیں ہے“ انہوں نے عرض کیا، حضرت میں تو درزی ہوں کپڑے سی کر روزی کماتا ہوں اس میں کیا حرام

چیز ہے؟ تو جواب میں فرمایا، تم اپنے ہاتھ سے جانتے بوجھتے ٹخنوں سے نیچے تک ناپ لے کر لوگوں کو کپڑے سی کر دیتے ہو، جب کہ ٹخنوں سے نیچے پہننا حرام ہے تم اس عمل کی جو اجرت لیتے ہو وہ حلال نہیں ہے۔ یہ بات سن کر ان صاحب کی آنکھیں کھل گئیں کچھ دنوں بعد میرا گزر ان کی دکان پر ہوا تو دیکھا کہ انہوں نے دکان کے اندر ایک بورڈ آویزاں کر رکھا تھا جس پر نبی پاک ﷺ کا ارشاد جلی حروف سے لکھا تھا "ما أسفل من الكعبين ففي النار" (ترجمہ) "ٹخنوں سے نیچے کپڑا دوزخ میں لے جانے کا سبب ہے۔" اور اب جو بھی گاہک آتا اور ٹخنوں سے نیچے شلوار چاہتا تو اسکو حدیث نبوی کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے کہ یہ پڑھ لو میں ٹخنوں سے نیچے نہیں سی سکتا۔ سبحان اللہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت اور احتیاط سے کتنا فائدہ ہوا۔

صبر و تحمل

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے صابر تھے جو تکلیف پہنچتی تھی اسپر تقدیر الٰہی سامنے رکھتے ہوئے ایسا صبر کرتے تھے جیسے تکلیف پہنچی ہی نہیں ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے انصار ہسپتال میں بوجہ معدے کی تکلیف کے داخل کیا گیا اور ڈاکٹر نے ناک کے ذریعے معدے تک نلکی ڈال کر معدے کو صاف کیا جس سے بہت تکلیف پہنچی ہم لوگ محسوس کر رہے تھے کہ بہت تکلیف ہو رہی ہے لیکن گھر میں آکر والدہ صاحبہ سے اس کا ذکر تک نہیں کیا ایک موقعہ پر ہم نے والدہ صاحبہ کو بتایا کہ ڈاکٹر نے ایسا کیا تھا تو والدہ صاحبہ بہت حیران ہوئیں کہ اتنی تکلیف اُٹھائی اور اسکو زبان پر بھی نہ

لائے۔

پہلے گذر چکا ہے کہ پاؤں کے تلووں میں مرض شوگر کی طوالت کی وجہ سے چھالے پڑ گئے تھے جو مندمل نہ ہوتے تھے ان چھالوں کو دیکھ کر مولوی محمد نعیم صاحب نے عرض کیا کہ: حضرت اس سے بہت تکلیف ہوتی ہوگی تو فرمایا ''میاں عاشقی میں سب چلتا ہے'' صبر کے سلسلے میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چند ملفوظات مندرجہ ذیل نقل کیئے جاتے ہیں :

فرمایا: ذکر و فکر، صبر و شکر، مؤمن کی زندگی کی گاڑی کے پہیئے ہیں، اللہ کی یاد میں بھی لگا رہے اور ترقی درجات کیلئے بھی فکرمند رہے تکلیف پر صبر بھی کرے اور ہر حال میں اللہ کا شکر گزار رہے۔

فرمایا: دنیا دار المصائب ہے صبر کے بغیر زندگی گذارنے کا کوئی راستہ نہیں ، اتنا فرق ہے کہ مؤمن صبر کا ثواب بھی لے لیتا ہے اور کافر کو یہ بات نصیب نہیں، اور جو شخص مدعیٔ اسلام ہو لیکن بے صبرا ہو، مصیبت کے وقت واویلا کرتا ہو اجر و ثواب کی امید نہ رکھتا ہو وہ بھی ثواب سے محروم رہتا ہے. اور در حقیقت مصیبت زدہ وہی ہے جسے تکلیف بھی پہنچی اور ثواب بھی نہ ملا اسی کو فرمایا ہے ((إنما المصاب من حرم الثواب)) (مشکوٰۃ المصابیح)۔

فرمایا: تکلیف کے وقت صبر بہت کڑوا معلوم ہوتا ہے اس کا نتیجہ میٹھا نکلتا ہے اردو میں تو مثال مشہور ہے کہ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے عربی میں بھی کسی نے کہا (الصبر أمر من الصبر واحلیٰ من الثمر) صبر ایلوے سے زیادہ کڑوا اور پھل سے زیادہ میٹھا ہوتا ہے ۔

درحقیقت مؤمن سے زیادہ کوئی آرام وراحت میں نہیں وہ اللہ کی قضا اور قدر پر راضی رہتا ہے اور ہر حالت میں ثواب کا امیدوار رہتا ہے طبعی طور پر اگر کسی بات پر رنج ہو تو عقلی اور ایمانی طور پر اس کا دفاع ہو جاتا ہے اور اس طرح اسکی مصیبت ہلکی ہو جاتی ہے ۔

فرمایا: صبر وشکر کے بارے میں آنحضرت نے ایک بہت عمدہ گُر بتایا ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیا میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھو اور دین میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھو ایسا کرنے سے اللہ کی نعمتوں کی قدر دانی ہوگی. (مشکوٰۃ المصابیح)۔

جب کوئی شخص دوسروں کو دیکھے گا کہ کوئی نابینا ہے کوئی لنگڑا ہے کسی کے دونوں ہاتھ نہیں، کسی کے دونوں پاؤں نہیں، کوئی غریب ہے حاجتیں پوری کرنے کے لئے پیسہ نہیں، اور اپنا حال ان سب سے بہتر ہے اعضاء سب صحیح سالم ہیں، ضرورتیں بھی پوری ہوتی ہیں تو اللہ کا شکر دِل سے ادا کرنے کی طرف متوجہ ہوگا. اور دینداری میں اگر اپنے سے زیادہ کسی کو دیکھے تو اس کی حرص کرے بلکہ اس سے آگے بڑھنے کی رغبت کرے ۔

تو یہ جو فرمایا کہ دنیاوی اعتبار سے اپنے سے نیچے کو دیکھو اس کے بارے میں حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ایک واقعہ گلستانِ سعدی میں لکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک سفر میں جوتے نہیں تھے ننگے پاؤں پیدل چل چل کر پاؤں کا بُرا حال ہوگیا. شہر بعلبک کی جامع مسجد میں پہنچے دیکھا کہ ایک شخص کے پاؤں ہی نہیں ہیں (یکے را دیدم پائے نہ دارد) اس کے بعد لکھتے ہیں کہ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ (من پاپوش نہ دارم وایں پائے نہ دارد) کہ میرے پاس تو جوتا نہیں لیکن اس کے تو پاؤں ہی نہیں ہیں۔

اگر انسان بصیرت کی آنکھوں سے چلے پھرے اور خلق خدا پر عبرت کی نظر

ڈالے تو اپنے آپ کو بڑی آسانی سے صابر وشاکر بنا سکتا ہے ۔

فرمایا: ایک تو ہے صبر کرنا اور ایک ہے صبر آجانا ثواب صبر کرنے پر ہے، ایک عورت اپنے بیٹے کی موت پر رو رہی تھی آنحضرت نے اس کو صبر کی تلقین فرمائی اس نے کہا آپ کو کیا معلوم مجھے کیا مصیبت پہنچی ہے جب آپ تشریف لے گئے تو اس کو کسی نے متنبہ کیا کہ تو نے اللہ کے رسول کو ایسا نا مناسب جواب دیا (اس کو معلوم نہ تھا کہ آپ کون ہیں) جب اس کو معلوم ہو گیا تو گھبرا گئ ، کہ میں نے اللہ کے رسول کو ایسا بے تکا جواب دے دیا چنانچہ وہ معذرت کرنے کے لئے در دولت پر حاضر ہوئی اس کا خیال تھا کہ یہاں دربان ہوں گے دیکھا کہ وہاں ایک بھی دربان نہیں جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا ((إنما الصبر عند الصدمة الأولى)) ۔ کہ صبر وہی معتبر ہے جو صدمہ اولی کے وقت ہو۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

مطلب یہ ہے کہ بعد میں تو صبر آہی جاتا ہے اس میں مؤمن وکافر سب برابر ہیں جب وقت گزر جاتا ہے تو مصیبت بھول بھلیاں ہو جاتی ہے جس وقت تازہ تازہ مصیبت ہو اس وقت نفس وزبان پر قابو پانا ہی اصل صبر ہے ۔

جس پر ثواب ملتا ہے

فرمایا: دکھ تکلیف رنج وغم کم ہو یا زیادہ اس سب میں مؤمن کے گناہوں کی معافی اور درجات کی بلندی ہوتی ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر کسی مؤمن

بندہ نے کچھ خریدنے کا ارادہ کیا اور جیب میں پیسے نکالنے کے لئے ہاتھ ڈالا اور پیسے نہ نکلے تو اس سے جو ذرا سا رنج ہوتا ہے اس سے بھی گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے ۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳۶).

دعا تو عافیت ہی کی مانگتے رہیں لیکن کوئی تکلیف روحانی یا جسمانی پہنچ جائے تو صبر کریں اور اجر و ثواب کی امید رکھیں۔

فرمایا: حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کسی کے لئے کوئی بلند مرتبہ لکھ دیا پھر اس کے عمل قابل نہ ہوئے کہ اس درجہ کو پہنچے جو اسے دیا گیا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دکھ تکلیف میں مبتلا فرما دیتے ہیں پھر اس پر اسے صبر دیتے ہیں پھر ان کے ذریعے اس کو درجہ میں پہنچا دیتے ہیں جو اس کے لئے لکھ دیا گیا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۳۷)

مؤمن بندوں کو دکھ تکلیف سے گھبرانا نہیں چاہئے ان کے لئے اس میں بھی خیر ہے اور آرام اور راحت میں بھی خیر ہے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے: ((عجباً لامر المؤمن إنّ أمره كله له خير وليس ذلك لأحد إلا لمؤمن إن أصابته سراء شكر فكان خيراً له وإن أصابته ضراء صبر فكان خيراً له)) ۔(مؤمن کا عجیب حال ہے ہر طرح اس کے لئے خیر ہے اور مؤمن کے علاوہ کسی کو یہ بات حاصل نہیں اگر اسے اچھی حالت پہنچ گئی تو اس نے شکر کیا یہ اس کے لئے خیر ہے اور اگر اسے تکلیف پہنچ گئی تو اس نے صبر کیا یہ بھی اس کے لئے خیر ہے)۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۵۲)

فرمایا: ایک صحابی عورت کو بخار آ گیا رسول اللہ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے (یاد رہے کہ عیادت کے لئے بے پردہ ہونا ضروری نہیں) آپ نے اس سے فرمایا کیا بات ہے، کپکپارہی ہو اس نے کہا اس کا برا ہو بخار چڑھ گیا آپ نے فرمایا بخار کو بُرا نہ کہو وہ بَنی آدم کے گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کچیل کر دور کر دیتی ہے۔(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳۵)۔

یہ جو ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے مسلمان موت سے پہلے کسی لمبی مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں سانس کا مرض ہوتا ہے فالج گر جاتا ہے ہاتھ پاؤں میں ضعف آ جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب مؤمن کے لئے خیر ہوتا ہے۔پچھلے گناہ بھی معاف ہوتے رہتے ہیں اور تکلیف میں ثواب بھی ملتا ہے اور درجات بھی بلند ہوتے ہیں اسی طرح موت کی سختی مؤمن کے لئے خیر ہوتی ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ کی موت کے وقت جو تکلیف تھی وہ دیکھ کر مجھے کسی کی آسان موت پر رشک نہیں ہوتا۔(مشکوٰۃ الصابیح ص ۱۳۶)

(کیونکہ موت کی سختی بھی گناہوں کی معافی اور درجات بلندی ہونے کا ذریعہ ہے۔ رسول اللہ کے گناہ تو تھے نہیں مزید رفع درجات کے لئے یہ سختی مزید سبب بن گئی)

ایک مرتبہ رسو اللہ نے بیماریوں کے ثواب کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا کہ مؤمن آدمی کو جب بیماری پہنچتی ہے پھر اللہ تعالی اسے عافیت دے دیتے ہیں تو یہ اس کے گزشتہ گناہوں کے لئے کفارہ ہو جاتا ہے اور آئندہ کے لئے نصیحت ہو جاتی ہے (تاکہ آئندہ گناہوں سے باز رہے) اور منافق جب مریض ہوتا ہے پھر اسے عافیت مل

جاتی ہے تو اُونٹ کی طرح ہوتا ہے اس کے مالکوں نے اسے باندھ دیا پھر چھوڑ دیا اسے کچھ پتہ نہیں کہ انہوں نے اسے کیوں باندھا اور کیوں چھوڑا، وہیں مجلس میں ایک آدمی حاضر تھا اس نے کہا کہ یارسول اللہ بیماری کیا ہے اللہ کی قسم میں تو کبھی بیمار نہیں ہوا آپ نے فرمایا اٹھ کھڑا ہو تو ہم میں سے نہیں ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳۷)۔

حدیث کی شرح لکھنے والوں نے بتایا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص منافق تھا، دیکھو کیسی بے تکلفی کے ساتھ رسول اللہ نے منہ در منہ فرما دیا کہ تو ہم میں سے نہیں ہے اور اسے مجلس سے اٹھا بھی دیا، معلوم ہوا کہ عافیت ہی عافیت رہے ہمیشہ صحت رہے، کوئی تکلیف نہ ہو یہ مؤمن کی شان نہیں۔

درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے کہ مسلمانوں کی تکلیفوں کو گناہوں کے کفارہ کا ذریعہ بنا کر آخرت کے عذاب سے محفوظ فرمانے کا وعدہ فرمالیا۔

دنیا کی جتنی بڑی بھی تکلیف ہو آخرت کی تکلیف کے سامنے کچھ بھی نہیں دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گناہ زیادہ گرم ہے۔

فرمایا: دنیا کے ابتلاءات میں جسمانی تکلیفیں بھی ہیں اور تنگدستی بھی ہے لیکن تنگدستی کی تکلیف جسمانی امراض اور تکالیف سے کم ہے مگر اجر و ثواب ان تکلیفوں پر بھی خوب زیادہ ملتا ہے جو تنگدستی کی وجہ سے آتی رہتی ہیں۔

آخرت میں فقر و فاقہ والے بہت خوش ہوں گے مال کا حساب نہیں دینا پڑے گا ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ فقراء مؤمنین مالداروں سے پانچ سو سال پہلے

جنت میں جائیں گے جو ہزار سالہ روز قیامت کا آدھا دن ہوگا، یہ حضرات جنت میں جا چکے ہوں گے اور مالدار لوگ مال کا حساب دینے کے لئے رکے ہوئے ہوں گے ۔

رسول اللہ نے ارشاد فرمایا دو چیزیں ایسی ہیں جنہیں انسان مکروہ سمجھتا ہے ایک تو موت ہے جسے مکروہ جانتا ہے حالانکہ موت مؤمن کے لئے بہتر ہے کیونکہ اس کے ذریعہ فتنہ سے بچ جاتا ہے، دوسرے مال کا کم ہونا یہ بھی انسان کو ناگوار ہے حالانکہ مال کا کم ہونا حساب کی کمی کے لئے زیادہ مناسب ہے ۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۴۸)۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس حقیقت کو سمجھتے تھے آخرت کے کاموں کو ترجیح دیتے تھے مال کی طلب میں حیران وسرگردان و پریشان نہیں ہوتے تھے اگر اللہ تعالیٰ شانہ نے حلال زیادہ دے دیا تو اس کی بھی قدر کرتے تھے اور مال سے متعلق حقوق وفرائض جو قرآن وحدیث میں بتائے ہیں ان کو بھی ادا کرنے کے لئے فکرمند رہتے تھے تاکہ یہ مال آخرت میں وبال نہ بن جائے۔

حلال مال کماتے ہوئے بھی شریعت کے احکام کو پامال کرنا حلال نہیں ہے اور حرام مال دنیا میں بھی وبال ہے اور آخرت میں بھی، حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ جس نے دس درہم کا کپڑا، پہنا جن میں سے ایک درہم حرام کا لیا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہ فرمائے گا جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر رہے گا (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۳) اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس نے حرام مال چھوڑا وہ اس کے لئے دوزخ کا توشہ یعنی اس میں داخل ہونے کا ذریعہ بنے گا (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۴۲) اور رسول اللہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا جو جسم حرام مال سے پلا اور بڑھا ہو دوزخ ہی کا وہ زیادہ مستحق ہوگا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۲)۔

زندگی کی قدر وقیمت پہچاننے کی طرف توجہ دلانا

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے احباب ومتعلقین کو زندگی کی قدر وقیمت پہچاننے کی طرف متوجہ فرماتے تھے خود تو ہمہ وقت اپنی زندگی کو کسبِ آخرت میں مصروف رکھتے ہی تھے متعلقین کو بھی اس طرف توجہ دلاتے رہتے تھے اسی توجہ دلانے کے سلسلہ میں ایک دفعہ فرمایا: دنیا میں کوئی شخص بغیر عمل کے نہیں، چھوٹا سا بچّہ بھی پیدا ہونے کے چند دن بعد ہی ہاتھ پاؤں مارنے لگتا ہے بلکہ دودھ پینے کے لئے تو پیدا ہوتے ہی ہونٹ چلاتا ہے اور ماں کا پِستان یا نپل دباتا ہے۔ساری زندگی سراپا عمل ہے۔اب انسان چاہے اچھے اعمال کرے چاہے بُرے اعمال کرے، گناہ کرے یا نیکی کرے،لہو ولعب میں لگے، لایعنی باتیں کرے یا فضول مشاغل میں وقت لگالے ،کام میں تو سبھی مشغول رہتے ہیں.ہوش مند وہ ہے جو اپنی زندگی کو نیک کاموں میں خرچ کرے تاکہ اسکی محنت اور مجاہدہ دوزخ میں جانے کا ذریعہ نہ بنے.آخرت کی عظیم اور کثیر نعمتوں کے نقصان اور خُسران اور حرمان کی راہ اختیار نہ کرے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے((کل الناس یغدو فبائع نفسه فمعتقها أو موبقها)) ۔

(رواہ مسلم کما فی المشکوٰۃ ص ۳۸)

(صبح ہوتی ہے تو ہر شخص کام کاج کیلئے نکلتا ہے اور ہر شخص اپنی جان کو کام میں لگاتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنے نفس کو دوزخ سے آزاد کرالیتا ہے اور کوئی شخص اپنے نفس کو ہلاک کردیتا ہے) دوزخ میں بھی عمل ہی کے ذریعہ جائینگے اور جنت میں بھی

اعمال ہی لیجائینگے جب دونوں اپنے ہی کئے کا نتیجہ ہیں تو انسان ایسی بیوقوفی کیوں کرے عمل بھی کرے اور دوزخ میں بھی جائے ۔

فرمایا: رات دن کے ۲۴ گھنٹے ہوتے ہیں، انمیں سے عام طور سے تجارت یا سروس اور محنت مزدوری میں ۸ گھنٹے خرچ ہوتے ہیں، باقی ۱۶ گھنٹے کہاں جاتے ہیں؟ اُن میں سے مجموعی حیثیت ۲۔۳ گھنٹے نماز کے اور کھانے کے ، باقی وقت ضائع ہو جاتا ہے، اور یہ ضائع بھی اُن کے بارے میں کہا جا سکتا ہے جو گناہوں میں مشغول نہ ہوں کیونکہ جو وقت گناہوں میں لگا وہ وبال ہے اور باعثِ عذاب ہے، مسلمان آدمی کو آخرت کی نجات کیلئے اور وہاں رَفع درجات کے لئے فکرمند رہنا لازم ہے، لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ ملازمتوں سے ریٹائرڈ ہو گئے ، کاروبار لڑکوں کے سپُرد کر دیئے ، دنیا کمانے کی ضرورت بھی نہیں رہی ، بہت کرتے ہیں فرض نماز پڑھ لیتے ہیں یا پوتی پوتا کو گود میں لے لیتے ہیں اس کے علاوہ سارا وقت یوں ہی گذر جاتا ہے کہیں بیٹھ کر باتیں کر لیں ، اخبار پڑھ لیا ، دنیا کی خبروں پر تبصرہ کر لیا بس یہی مشغلہ رہ جاتا ہے ۔ اور گناہوں میں جو وقت خرچ ہوتا ہے وہ اسکے علاوہ ہے حالانکہ یہ وقت بڑے اجر وثواب کے کاموں میں لگ سکتا ہے ذکر میں، تلاوت میں ، درود شریف پڑھنے میں ، اہل خانہ کو نماز سکھانے اور دینی اعمال پر ڈالنے اور تعلیم وتبلیغ میں سارا وقت خرچ کریں تو آخرت کے عظیم درجات حاصِل ہونے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ ۵۰۔۵۵ سال کی عمر میں ریٹائرڈ ہوئے ، کاروبار سے فارغ ہوئے اس کے بعد برسہا برس تک زندہ رہتے ہیں بہت سے لوگ ۸۰ سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عمر پاتے ہیں ۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد یہ ۲۵۔۳۰ سال کی زندگی یونہی لایعنی فضول باتوں بلکہ غیبتوں میں ، تاش کھیلنے میں ، ٹی

وی دیکھنے میں اور وی سی آر سے لطف اندوز ہونے میں گزار دیتے ہیں نہ گناہ سے بچتے ہیں نہ لایعنی باتوں اور کاموں سے پرہیز کرتے ہیں یہ بڑی محرومی کی زندگی ہے اور گناہ تو باعثِ عذاب اور وبال ہیں ہی۔

فرمایا: حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جس شخص کو اللہ نے ساٹھ سال کی عمر دے دی اس کے لئے عذر کا کوئی موقعہ نہیں چھوڑا (رواہ البخاری کمافی المشکوٰۃ ص ۴۵۰)

ساٹھ سال کی زندگی بہت ہوتی ہے اس میں انسان دادا اور پڑدادا بن جاتا ہے، دنیا کماتا ہے ہزاروں کے ریل پیل میں مشغول ہوتا ہے۔ دنیا کے لئے چاق و چوبند۔ بیدار مغز۔ فکر منداور آخرت سے غفلت یہ بڑی بیوقوفی ہے. سورۃ فاطر میں فرمایا: ﴿ وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحاً غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ﴾ اور وہ لوگ دوزخ میں چیخ و پکار کرتے ہوئے یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں نکال دیجئے جو ہم اعمال کیا کرتے تھے اب ان کے علاوہ عمل کریں گے جو نیک عمل ہونگے۔

اس کے جواب میں ارشاد ہوگا ﴿ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ ﴾ کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا حاصل کر لیتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا تھا۔

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ''نذیر'' ڈرانے والے سے سفید بال مراد ہیں جب سفید بال آگئے تو آخرت کی فکر بہت زیادہ کرنی چاہیئے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ''نذیر'' سے اولاد کی اولاد مراد ہے جب اولاد کی اولاد آگئی تو سمجھ لو کہ چل

چلاؤ ہے۔ اگلی زندگی کی فکر زیادہ سے زیادہ کریں۔

فرمایا: کیا مبارک ہیں وہ لوگ جو قُرآن وحدیث کی تعلیم وتدریس میں مشغول ہیں۔ یا کسی بھی اعتبار سے دینی کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ بات یہ ہے کہ انسان جب دنیا میں آیا تو اُسے کچھ تو کرنا ہی ہے اور کسی نہ کسی کی خدمت میں لگنا ہی ہے۔ کوئی اپنی خدمت میں مشغول ہے بناؤ سنگار، کپڑوں کی استری، گھر کی ارائش اور زیبائش میں لگا ہوا ہے، کوئی زمین کی خدمت کرتا ہے، بوتا ہے اور جوتتا ہے، کوئی بکریاں چراتا ہے، کوئی اونٹوں میں مشغول ہے، کوئی دفتر میں چپراسی ہے، کوئی جوتوں کی پالش کا کام لئے بیٹھا ہے، کوئی کپڑے سی رہا ہے، کوئی گورنر ہے مگر وہ بھی نوکر ہے، کوئی وزیر ہے وہ بھی عوام کی خدمت کا لیبل لگائے ہوئے ہے. کچھ لوگ گاڑیاں دھو رہے ہیں، حد یہ ہے کہ دنیا میں فضلہ اٹھانے والے بھی ہیں۔ بلدیہ کے ملازم سڑکوں پر جھاڑو دے رہے ہیں اور بہت سے لوگ اسی دنیا میں کتّوں کو نہلانے پر اور بہت سے لوگ خنزیروں کے چَرانے پر مامور ہیں اور یہ سب کچھ دنیاوی ضروریات پورا کرنے کیلئے ہے۔

بہت سے بندے وہ ہیں جو اللہ کی کتاب پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہیں نمازیں سکھاتے ہیں، لوگوں کو اللہ کی یاد میں مشغول کرتے ہیں بہت سے لوگ حدیث وفقہ کا درس دیتے ہیں اللہ کی مخلوق کو اسلام کے احکام اور مسائل بتاتے ہیں، اور بہت سے حضرات خانقاہوں میں فروکش ہیں یہ تزکیہ نفوس کا کام کرتے ہیں اور کثرت ذکر کی تلقین کرتے ہیں، بہت سے حضرات مسجد کی امامت اور خطابت میں اور بہت سے حضرات اذان دینے کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں یہ حضرات اللہ کے دین کے خادم

ہیں اور دین کی دعوت اور اشاعت میں مشغول ہیں۔ میں اپنے لڑکوں سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالی کے دین کی خدمت میں لگے رہو خدمت تو کرنی ہی ہے پھر اعلی خدمت کو کیوں نہ اختیار کیا جائے جسمیں دنیا اور آخرت کی خیر ہے اور یہی مؤمن کا مقصودِ حیات ہے، میں علم دین حاصل کرنے والے طلبہ سے کہتا ہوں کہ تم نہایت عمدہ مشغولیت میں ہو اگر قرآن وحدیث کی خدمت میں مشغول نہ ہو گے تو کسی نہ کسی کی خدمت کرنا ہی ہوگی بعض طالبعلموں نے درمیان میں چھوڑ دیا پھر دنیا اور اہل دنیا کی خدمت میں لگنا پڑا ایسی سینکڑوں نظیریں نظروں کے سامنے ہیں۔

فرمایا: اسی ذیل میں ایک بات اور یاد آ گئی لوگ اپنے بچوں کو قرآن وحدیث نہیں پڑھاتے اور کہتے ہیں کہ کیا اپنے بچوں کو مُلّا بنانا ہے اور مسجد کی روٹیاں کھلانا ہے؟ یہ لوگ حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ کا جو کام تھا یعنی اذان دینا اس کام میں اپنی اولاد کو لگانا عار سمجھتے ہیں امامت وخطابت حضرت رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین ابو بکر عمر وعثمان اور علی رضی اللہ تعالی عنہم کا کام تھا اس کام سے اپنی اولاد کو بچاتے ہیں اور مساجد سے متعلقین کو مسجد کی روٹیاں کھانے کا طعنہ دیتے ہیں مسجد کی روٹیاں کھانا رشوت سود اور حرام کاروبار کے پیسہ سے روٹیاں کھانے سے کہیں بہتر ہے، جب اپنی اولاد کو مسجد سے دور رکھتے ہیں تو زندگی بھر دوری ہی رہتی ہے۔

فکر آخرت اور دنیا کی حقارت

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فکر آخرت بہت غالب رہتی تھی اور دنیا سے بے رغبتی ایک خاص خصلت بن گئی تھی ایک دفعہ فرمایا: دنیا اور آخرت ضَرّتان ہیں یعنی آپس میں ہر ایک دوسرے کی سوکن ہیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ((مَن أحبَّ

آخرته أضرَّ بدنياه و من أحبَّ دنياه أضرَّ بآخرته)) کہ جو شخص اپنی دنیا سے محبت کریگا وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچائیگا اور جو شخص اپنی آخرت سے محبت کریگا وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچائیگا۔ پھر فرمایا: ((فآثِروا ما يبقىٰ علي ما يفنىٰ))

لہٰذا باقی رہنے والی چیز کو فنا ہونے والی چیز پر ترجیح دو۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ مال اور جاہ اور اعضاء و جوارح ان سب کے ذریعہ آخرت بھی کمائی جاتی ہے اور دنیا بھی اور زندگی ایک ہی بار ملی ہے اسی میں دنیا کے لئے بھی کام کئے جاتے ہیں اور آخرت کے لئے بھی محنتیں ہوتی ہیں وقت محنت مال اور اعمال سب محدود ہیں موت پر سب ختم ہو جاتے ہیں یہاں عمل ہے اور حساب نہیں اور وہاں حساب ہے عمل نہیں اسی تھوڑی سی زندگی میں مال اور اعضاء و جوارح کی محنت کو جتنا چاہے دنیا کے لئے لگائے اور جتنا چاہے آخرت کے کاموں میں لگادے۔ ایک کے اعمال کرے گا تو دوسرے کے اعمال رہ جائیں گے۔

اس کو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فانی اور باقی کا فرق سمجھ لو باقی کو اختیار کرو یعنی آخرت کا نقصان نہ ہونے دو اسی کو ترجیح دو کیونکہ وہ باقی ہے۔

بقدر ضرورت دنیا میں مشغول ہونا پڑتا ہے لیکن جو لوگ ضرورت سے زیادہ دنیا میں لگتے ہیں وہ اس حدیث کے پیش نظر آخرت کے اعتبار سے بڑے خسارے میں ہیں۔

فرمایا: دنیا کی آگ کتنی گرم ہے سب کو معلوم ہے اور جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے ۶۹ درجہ زیادہ گرم ہے دنیا کی آگ سے بچنے کا اتنا اہتمام کہ جگہ جگہ فائر بریگیڈ اور ان سے زیادہ فائر اکسنگو شرز لگے ہوئے ہیں۔ دوکان دوکان میں موجود ہیں بعض جگہ بلدیہ کا قانون ہے کہ کوئی دوکان آگ بجھانے کے آلہ کے بغیر کھولی ہی

نہیں جاسکتی آگ بجھانے کی باقاعدہ مشقیں کرائی جاتی ہیں روڈ پر جگہ جگہ بڑے بڑے پانی کے پائپ لگے ہوئے ہیں تاکہ عندالضرورت ان کو کھول کر آگ بجھائی جاسکے .اب آخرت کی آگ سے بچنے کے بارے میں سوچ لیا جائے ۔خوب بڑھ چڑھ کر صغیرہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں اپنی اولاد کو اور متعلقین کو گناہوں سے بچانے کی فکر نہیں کرتے بلکہ گناہوں میں ملوث کرتے ہیں حالانکہ یہ جانتے ہیں کہ آخرت میں اس کی سزا دوزخ کی آگ ہے کیسی بے باکی اور جسارت ہے چھوٹا سا بچّہ اگر چولھے کے آس پاس آجائے تو اس کو پُھرتی سے بچالیتے ہیں اور سختی سے ہٹا لیتے ہیں لیکن دوزخ کی اتنی گرم ترین آگ سے بچوں کو بچانے کا کوئی اہتمام نہیں بلکہ بچوں کو خود گناہوں پر ڈالتے ہیں اور گناہ سکھاتے ہیں اور بہت لوگ زبردستی کر کے گناہ کرواتے ہیں رشوتیں لینے پر مجبور کرتے ہیں سود کے لین دین پر آمادہ کرتے ہیں اگر کوئی لڑکا مالِ حَرام سے بچنے لگے تو اس کو متقی ہونے کا طعنہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ﴾ کہ اے ایمان والو اپنی جانوں کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں'' آخرت کی آگ کے بارے میں یہ تغافل کیوں ہے؟ ہر شخص اپنے ایمان کو ٹٹولے ایسا تو نہیں کہ قرآن وحدیث کی باتوں پر بے یقینی ہو

میزبان کے کھانے میں تصرف کرنے پر تنبیہ

ایک مرتبہ کسی کے ہاں دعوت میں جانا ہوا ایک شاگرد حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے برابر میں بیٹھا تھا میزبان نے کھانا لگایا اس شاگرد نے حسبِ عادت بطورِ اکرام پہلے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پلیٹ میں کچھ ڈالا اور پھر اپنی

پلیٹ میں ڈالا تو تمام لوگوں کے سامنے اسکو خوب ڈانٹا کہ یہ کیا تصرف کر رہے ہو؟ کیا تم ان چیزوں کے مالک ہو جو میری پلیٹ میں اُٹھا اُٹھا کر ڈال رہے ہو یہ شاگرد حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خلافِ توقع ڈانٹ سنکر سہم گیا پھر تھوڑی دیر بعد اس نے پوچھا کہ کیا اسطرح کرنا جائز نہیں ہے تو بڑی شفقت کے ساتھ فرمایا کہ جب میزبان دسترخوان پر مہمان کے سامنے کوئی چیز رکھے تو وہ بطور تملیک کے نہیں رکھتا بلکہ بطور اباحت کے رکھتا ہے کسی مہمان کو حق نہیں کہ وہ اپنی پلیٹ کے علاوہ دوسرے کی پلیٹ میں کچھ ڈالے یا دوسرے کو کچھ دے کیونکہ وہ اس چیز کا مالک نہیں کہ جس کی پلیٹ میں جو چاہے ڈالے نیز بسا اوقات خود مہمان جسکی پلیٹ میں ڈالا جا رہا ہے وہ اس چیز کو لینا نہیں چاہتا مگر دوسرا مہمان زبردستی اس کی رضا کے بغیر وہ چیز اسکے پلیٹ میں ڈال دیتا ہے جس سے اسکو گرانی ہوتی ہے گویا یہ اکرام کرنے والا مہمان دو گناہوں کا مرتکب ہوا ایک میزبان کے مال سے بلا اجازت تصرف کا گناہ دوسرا مہمان کو ایذا میں مبتلا کیا. اس شاگرد رشید کا بیان ہے کہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وہ مشفقانہ ڈانٹ آج تک دل و دماغ میں محفوظ ہے آج تک حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بتائے ہوئے مسئلہ پر عمل ہو رہا ہے نہ صرف خود عمل کر رہا ہوں بلکہ کتنے ہی لوگوں کو یہ آداب سکھلا دیئے ہیں ۔

جب حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم کراچی پچاس سالہ جشن میں تشریف لے گئے تھے اور اپنے کمرہ میں تھے تو وہاں شاگرد موصوف نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ میں آج تک اس مسئلہ پر عمل کرتا ہوں تو حضرت

بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ میں بھی چونکہ دار العلوم میں مہمان ہوں لہذا میرے لئے جو کھانا آتا ہے تو اکیلا کھاتا ہوں حالانکہ دل چاہتا ہے کہ دوسروں کو بھی شریک کرلوں مگر کیا کروں خود مالک نہیں ہوں یہ سنکر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کھانے کے ذمہ دار نے کہا کہ حضرت آپکو اجازت ہے جسکو چاہیں کھانے میں شریک کرلیں پھر تو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دستر خوان بہت ہی وسیع ہو گیا۔

انجان آدمی سے ملتے وقت بھی بشاشت

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی بہت سی خوبیوں کی جامع تھی ان خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ تھی کہ ہر ایک سے پہلی ہی ملاقات میں ایسے گھل مل جاتے جیسے بہت ہی پرانی واقفیت ہو خود وہ اجنبی شخص اور جو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملتے ہوئے دیکھتا تو یہی سمجھتا کہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسکو بہت پہلے سے جانتے ہیں۔

جب دار العلوم کراچی کے پچاس سالہ جشن میں جانا ہوا تھا تو والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجمع عوام وخواص بنے ہوئے تھے ایک بہت لمبی قطار ہر وقت مصافحہ کرنے والوں کی لگی رہتی تھی خدام لوگوں کو ملنے سے روکتے یا منع کرتے تو والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خدام پر ناراض ہوتے تھے کوئی بے چارہ اتنی محبت سے ملنے آتا ہے اور تم اسکو روک دیتے ہو خدام عرض کرتے کہ حضرت آپکے ہی آرام کی خاطر روکتے ہیں تو فرمایا ''میاں عاشقی میں سب چلتا ہے''۔

قرآن پاک سے والہانہ محبت تلاوت کے وقت عاشقانہ کیفیت

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن کریم سے والہانہ محبت تھی. تلاوت بکثرت کیا کرتے تھے تلاوت کرتے جاتے تھے اور کیفیات جذب عجیب انداز میں پاس بیٹھنے والے کو اور سننے والے کو محسوس ہوتی تھی جنکو زبان قال سے بیان کرنا مشکل ہے جن حضرات نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بحالتِ تلاوت دیکھا ہے انکے دلوں میں وہ کیفیات نقش ہیں۔

آئی سی یو روم میں تلاوت کا ایک واقعہ

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ زندگی کے آخری ایام میں جب مستشفی الملک فہد (شاہ فہد ہسپتال) میں داخل تھے اور قلب کے معائنہ کیلئے سینے پر مشین لگی ہوئی تھی اور ناک کے ذریعہ آکسیجن بھی دیا جارہا تھا رمضان شریف کا مہینہ تھا بندہ افطار سے کچھ دیر پہلے حاضر ہوا تو فرمانے لگے میرا قرآن سنو یہ فرما کر لیٹے لیٹے سنانا شروع کردیا ناک میں آکسیجن بھی لگا ہوا تھا اور سینے پر دل کے معائنہ کرنے والی مشین بھی نصب تھی لیکن کلام اللہ کی محبت اتنی غالب تھی کہ اپنی اسقدر نازک حالت کا بھی خیال نہ رہا اور تلاوتِ کلام پاک کرتے رہے۔ یہانتک کہ مغرب کی اذان کی آواز سنائی دی تو تلاوت موقوف فرما کر بندہ سے فرمایا کہ تم افطار کرلو۔

اللہ تعالیٰ کی محبت میں ہر تکلیف معمولی سی معلوم ہوتی تھی

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ذیابطیس کی تکلیف بیس سال سے زیادہ رہی اسکی وجہ سے پاؤں میں زخم بھی ہوگئے تھے مولانا نعیم میمن جو کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کچھ عرصہ رہے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت

ان زخموں میں بہت تکلیف ہوتی ہوگی تو فرمایا کہ ''میاں عاشقی میں سب چلتا ہے۔

گھر والوں کی راحت کا خیال

مولانا محمد نعیم میمن نے ایک دفعہ عرض کیا کہ حضرت سر میں تیل لگا دوں تو فرمایا نہیں بھائی تکیہ کا غلاف خراب ہوجائیگا اور گھر والوں کو دھونے کی مشقت ہوگی مولانا موصوف کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایام بیض میں روزہ رکھنے کیلئے سحری کے وقت خود ہی باورچی خانے سے سالن کی پتیلی لے آئے اور ٹھنڈا سالن ہی رات کی بچی ہوئی روٹی سے کھالیا مگر گھر میں سے کسی کو بھی نہیں جگایا نہ ہی بندہ سے فرمایا کہ سالن گرم کردو۔

درود شریف کثرت سے پڑھنے کا معمول

درود شریف کی کثرت حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے معمولات میں داخل تھی بے ساختہ زبان پر درود شریف جاری ہوجاتا تھا اور پاس بیٹھنے والا بھی اس نعمت سے متلذذ ہوتا رہتا تھا اور اسکی زبان پر درود شریف جاری رہتا تھا اور جمعہ کے دن تو درود شریف خوب کثرت سے فرماتے تھے اور گھر والوں سے بھی فرماتے تھے کہ جمعہ کا دن ہے خوب درود شریف پڑھو جمعہ کے روز یہ درود شریف کثرت سے پڑھتے ہوئے سُنا ''صلی اللہ علی النبی الأمی وعلی آلہ وأصحابہ وأزواجہ وبارک وسلم عدد ما یحب ویرضیٰ'' یہ بڑا عجیب درود شریف ہے اہل علم اسکے معانی میں غور کریں تو انہیں خوب اس درود شریف کی امتیازی شان ظاہر ہوجائیگی۔

درود شریف کے الفاظ صحیح نہ پڑھنے پر تنبیہ

عموماً لوگ درود شریف پڑھتے وقت الفاظ صحیح ادا نہیں کرتے خاص کر صلی اللہ علیہ وسلم میں لفظ اللہ ادا ہی نہیں جلدی سے پڑھ جاتے ہیں اور اس میں بہت سے اہل علم بھی مبتلا ہیں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسپر خصوصی تنبیہ فرماتے تھے اور درود شریف کے الفاظ کی صحیح ادائیگی کی طرف خصوصی توجہ دلاتے تھے بے اعتنائی کے ساتھ درود شریف کے الفاظ پڑھنے والوں کی حرکت دیکھکر طبیعت میں تکدر پیدا ہوتا تھا اور یہ تکدر پیدا ہونا ظاہر ہے کیونکہ درود شریف ایک عظیم عمل ہے اور یہ عمل ایسا ہے کہ بندہ اور حضور اقدس کے درمیان ایک محبت کی عظیم دلیل ہے اسمیں کوتاہی نہ کرنا چاہیئے گو وہ درود شریف نہ پڑھنے کی صورت میں ہو یا الفاظ کی ادائیگی میں کوتاہی ہو بہر صورت موجب ملامت ہے اسلئے تصحیح الفاظ درود شریف کی طرف بھی خصوصی توجہ دلاتے تھے اور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے اہتمام کے ساتھ پڑھتے تھے جسکی آواز شاگردوں کے کانوں میں ابھی تک گونجتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

جناب حافظ احمد عبد الرحمٰن برمی صاحب جو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی تلامذہ میں سے ہیں اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کاتب بھی رہے ہیں اور ماشاء اللہ بہت خوش نویس ہیں کہتے ہیں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا اب تک کانوں میں گونج رہا ہے۔

چھوٹوں کے ساتھ شفقت

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معاملہ اپنے چھوٹوں کے ساتھ بہت زیادہ شفیقانہ اور حوصلہ افزائی کا تھا ہر موقعہ پر حوصلہ افزائی فرماتے تھے چھوٹے کو یہ محسوس ہی نہ ہونے دیتے تھے کہ کسی بہت بڑے بزرگ اللہ والے، یا استاذِ حدیث مفتی کامل سے مخاطب ہے مولانا محمد نعیم میمن کہتے ہیں کہ حضرت سے کافی عرصے خط وکتابت رہی جس میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے بہت قیمتی نصیحتوں اور انتہائی مفید مشوروں سے نوازا دل چاہتا ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی سادہ اور بے تکلفانہ قیمتی نصائح مفید مشوروں کو حوالۂ قرطاس کروں کاش کوئی عمل کرنے والا ان پر عمل کرلے تاکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا صدقہ جاریہ بن جائے۔

احباب کو دینی خدمات پر لگانے کی کوششیں

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش اور دلی تمنا تھی کہ حیدرآباد میں میمن برادری کا مدرسہ قائم ہو اس سلسلے میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کئی مرتبہ مولانا نعیم میمن سے خط وکتابت کے دوران یاددہانی فرمائی حتی کہ ایک خط میں تو خود مدرسہ کا نام تجویز فرمادیا اور تحریر فرمایا کہ اب نئی بات سنو میں نے بھائی یونس سے کہا ہے کہ وہ حیدآباد میں ’مدرسہ اسلامیہ میمنیہ‘ قائم کریں یہ نسبت میمن کی طرف بھی ہوگی اور اصحاب المیمنۃ کی طرف بھی بات یہ ہے کہ میمن برادری میں حفاظ، علماء، قراء، کم ہیں اور مفتی تو لے دیکر ایک ہی ہے قوم کا مدرسہ ہوگا تو قوم سے جہاں مدرسہ کیلئے پیسے وصول ہونگے وہاں طلبہ بھی اسی نسبت سے طلب کئے جائیں گے لڑکے سو مانگیں گے تو دس ملیں گے اور دس میں سے ایک کامیاب ہوگا بات یہ ہے کہ مدرسہ کھولنا اور پیسہ لگانا

دینا آسان کام ہے لیکن برادری سے لڑکے نکالنا، علم پر لگانا اور آگے بڑھانا اس کام پر لوگ نہیں لگتے ایک ایک برادری میں سو سو علماء ہزار ہزار حافظ اور پچاس پچاس مفتی ہونے چاہئے بہرحال آپ اپنی برادری سے طلباء اکٹھے کریں اور علم پر لگاویں بہرحال فکر کرلو۔

مولانا موصوف نے اس خط کے جواب میں لکھا کہ حضرت مجھ میں استعداد و صلاحیت نہیں ہے کہ مدرسہ کھولوں تو جواب میں تحریر فرمایا: آپکا خط جس میں اظہارِ بزدلی ہے تأسیس مدرسہ سے فرار ہے سورۃ الأحزاب میں ﴿قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ﴾ آیا ہے اور ایک جگہ ﴿فَإِنَّهٗ مُلَاقِيْكُمْ﴾ بھی ہے آپ چپکے سے ایک چھوٹا سا مدرسہ شروع کرلیں۔

اس مدرسہ کے سلسلے میں ایک مرتبہ تحریر فرمایا کہ، اور ہاں یہ تو بتاؤ میں کہتا ہوں سب بھائی ملکر مدرسہ عربیہ میمنیہ قائم کریں اس بات کو کیوں کھٹائی میں ڈالتے ہو مدرسہ بڑی اچھی نیت سے قائم کرو میمنی بچوں کا چندہ وصول کرو بڑے بڑے حفاظ وقرّ اء اور علماء اور مفتی پیدا ہونے چاہئیے۔

اسی سلسلے میں ایک مرتبہ تحریر فرمایا۔

اصل تو میمن برادری کو متوجہ کرنا ہے اور برابر چرخہ چلاتے رہنا ہے کہ برادری میں بہت زیادہ تعداد میں حافظ، قاری، مولوی، مفتی، مدرس حضرات پیدا ہوں اولاً حفظ و ناظرہ کا مدرسہ کھولو اور ان طلباء کو جنکی عمریں دس بارہ سال میں ساتھ ساتھ اردو بھی لکھاؤ پڑھاؤ اور حساب بھی سکھاؤ جیسا جیسا حفظ سے فارغ ہوتے جاوئیں درسِ نظامی کی ابتدائی کتابوں میں شریک کرلو اگر ان میں سے کچھ لوگ ابھی مل جائیں

تو کسی انتظار کی ضرورت نہیں مدرس رکھو اور کام شروع کرو اور حفظ و ناظرہ کا شعبہ اپنی جگہ چلتا رہے ہمارے خیال سے تو بیس سال کا آدمی مولوی حافظ قاری سب کچھ ہونا چاہئیے .سولہ سال کے لڑکوں کو بھی درس نظامی شروع کرادیں لیکن چونکہ ابھی بالغ ہو چکے ہونگے یہ آٹھ سال انکے لئے گذارنا دشوار ہوگا بارہ تیرہ سال کے آدمی کو میزان الصرف شروع کرانا چاہئیے آپ ہمت اور محنت اور حوصلے کے ساتھ بڑھتے چلے جائیں اور اللہ تعالی سے دعاء کرتے رہیں سب بیڑا پار ہوگا انشاء اللہ تعالی۔

ایک مرتبہ تحریر فرمایا۔

مدرسہ میمنیہ کھولنا ضروری ہے ''اَصحاب المیمنۃ'' اس سے کیوں گھبراتے ہیں؟ مدرسہ کھولو برادری میں بہت سارے علماء نکلیں گے انشاء اللہ تعالی آپکے قلعہ کے پاس رہتے ہیں پکا ارادہ کریں۔

ایک مرتبہ تحریر فرمایا: مدرسہ ضرور کھولیں کام شروع کرنے کے بعد اللہ تعالی کی مدد آتی ہے دنیا کے احوال موافق نہیں ہوتے ان پر قابو پانا ہوتا ہے مدرسہ کھولیں گے تو آہستہ آہستہ ترقی کریگا انشاء اللہ تعالی ہمت اور اخلاص کی ضرورت ہے مولوی صبّار کی برادری میں کتنے عالم ہوگئے؟ مگر پچاس سال کے بعد اس جگہ پر پہنچے ہیں۔

ایک مرتبہ تحریر فرمایا:

دیکھو حیدآباد میں میمن اسکول، میمن کالج میمن ہسپتال موجود ہے مگر میمن مدرسہ موجود نہیں کتنے افسوس کی بات ہے کیا تم اس بات پر خوش ہو کہ یہ لوگ مال کما کما کر دنیا سے چلے جائیں اور آخرت کے لئے کچھ نہ کریں ۔

شاگردوں کو علمی کاموں میں لگا رہنے اور اکابر علماء سے جڑے رہنے کی وصیت

ایک مرتبہ مفتی محمد نعیم میمن نے لکھا کہ ہمارے شہر حیدآباد (سندھ) میں مفتی صبّار دانش صاحب کا انتقال ہوگیا تو اسکے جواب میں تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شانہ ان پر اپنی رحمت کاملہ نازل فرمائے اور درجات بلند فرمائے. اسکے بعد تحریر فرمایا کہ : انکے بعد (حیدرآباد میں) کوئی مفتی نہ رہا اب آپ انکے جانشیں ہوگئے اور مولانا مفتی محمد وجیہ صاحب (اس وقت مفتی وجیہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے) کے دم کو غنیمت جانو انکی خدمت میں جایا کرو اور مسائل کیلئے وقت دیا کریں اور حضرت مفتی صاحب کے وجود کو غنیمت جانیں اور تواضعاً یہ بھی تحریر فرمایا کہ مفتی صاحب میرے ساتھی ہیں وہ تو بہت آگے نکل گئے ہیں اور میں ایسے ہی رہ گیا اور تم انکو کہنا کہ میں آپکا بھتیجا ہوں کیونکہ عاشق سے بھی کچھ پڑھا ہے چچا بھتیجے والی بے تکلفی پیدا کرو کھل کر مسئلہ معلوم کرو میرا یہ خط حضرت مفتی صاحب کو پڑھا دینا اور زوردار سلام کہہ دینا۔

ایک دفعہ تحریر فرمایا: .... کہ آپ اپنے بزرگوں کے فتاوی کی ساری کتابیں پڑھ ڈالیں اور بار بار پڑھیں ۔ امداد الفتاوی، فتاوی دارالعلوم دیوبند، فتاوی مولانا ظفر احمدؒ، فتاوی مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، اور احسن الفتاوی مفتی رشید احمد صاحبؒ، ان سب کا مطالعہ کریں اور مطالعہ برابر جاری رہے ۔

ایک دفعہ تحریر فرمایا:

اٹکل سے مسئلہ کبھی نہ بتانا یاد نہ ہو اور کتاب سامنے نہ ہو تو سائل سے کہہ دو

کہ پھر آنا یا کسی دوسرے مفتی کی طرف روانہ کردو۔

ایک دفعہ انہوں نے تحریر فرمایا:

مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کسی اہل علم، اہل عمل، اہل اخلاص سے ضرور تعلق قائم کرلیں اگر عقیدت ہو تو میرے خیال میں مولانا محمد تقی عثمانی دام مجدہم سے تعلق قائم کرنا بہتر ہوگا اگر مناسب جانیں تو میرا یہ خط انکو پڑھوا دینا۔

ایک شاگرد کو بعض اکابر علماء سے ملنے کی تاکید فرمائی کافی دن کے بعد اس شاگرد کا خط آیا کہ ابتک ملاقات نہیں ہوسکی. جسکے جواب میں عجیب اصلاحی بات تحریر فرمائی کہ ملاقات کے کوئی پاؤں نہیں ہے جو خود چل کر آجائے ملاقات کرنی پڑتی ہے۔

شاگردوں کو اصولی باتوں کی طرف متوجہ کرنا

ایک شاگرد نے ایک ایسے لیٹر پیڈ پر جس پر پتہ چھپا ہوا نہیں تھا اسکے جوابی خط میں تنبیہ فرماتے ہوئے لکھا کہ یہ عجیب بات ہے کہ لیٹر پیڈ پر پتہ ہی موجود نہیں تمہارا میڈیکل اسٹور ہے کچھ تو ہوش کی دوا کھاؤ۔

مدارس کی معلمات کو تصنیف وتالیف میں لگانے اور مزید دینی ذہن مضبوط کرنے کی ترغیب

ایک مرتبہ ایک شاگرد نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ مدرسہ کی طالبات میں علمی ذوق کیسے پیدا ہو؟ نیز مدرسہ کی معلمات کو انکے فارغ گھنٹوں میں مشغول رکھنے اور ان میں اچھی تربیت کرنے کی صلاحیت ولیاقت آجانے کیلئے

ہمارے اکابر ومشائخ کی کیسٹ سنانے کی ترتیب کیسی رہے گی؟ اس سلسلے میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔

اسکے جواب میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی قیمتی اور مفید باتیں تحریر فرمائیں وہ یہ کہ ”طالبات کو علمی ذوق حاصل ہونے کیلئے طریقہ اچھا ہے کہ مختلف مضامین پر لکھوایا جائے اور احقر کے نزدیک اچھے کا اسم تفضیل یہ ہے کہ ہر ایک سے ہر موضوع پر چالیس چالیس حدیثیں لکھوائی جائیں یہ جو آپنے لکھا ہے کہ خالی گھنٹوں میں معلمات کو کیسٹیں سنوائی جائیں میرے خیال میں یہ اتنا مفید نہیں کیسٹوں سے کبھی علم پھیلا ہے؟ ہاں اہل اصلاح کو بلا کر ان کا بیان کرواؤ زبانی بیان کا جو اثر ہوتا ہے کیسٹ کا نہیں ہوتا کیسٹ تو کانوں کی عیاشی اور مزیداری کا ایک آلہ تفریح بن گیا ہے علماء کے بیانات کے علاوہ معلمات اور متعلمات دونوں میں تعلیمی حلقے تبلیغی طرز کے قائم کئے جائیں. حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور بُرا نہ مانیں تو میری تالیفات کا مذاکرہ کیا جائے میری کتاب ”تحفۂ خواتین“ مشہور ہے ہی دوسری کتاب ”خواتین کے بیس سبق“ بھی ہے اور مہینہ میں ایک بار ایک دو دن کیلئے خواتین کی جماعت (مع محرم) بھی نکالی جائے۔ اعتراض کرنے والوں کو نہ دیکھیں فائدہ دیکھیں مولوی جب کسی کام کے موافق نہ ہو تو اسکی دلیلیں ڈھونڈ لیتا ہے ایسے لوگوں کا کوئی اعتبار نہ کریں میرے خیال میں مفتی محمد وجیہ صاحب کو بھی کبھی کبھی (بیان کیلئے) بلا لیا کریں۔

ذوقِ تالیف

اللہ جلَّ شانہ نے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو طالب علمی ہی کے زمانے سے تصنیف وتالیف کا ذوق نصیب فرمایا ہے نفحۃ الیمن پڑھتے ہی ادب کی ایک کتاب لکھی تھی مظاہر علوم کے زمانہ قیام میں خلاصۃ البیان اور مقدمہ جزریؒ لکھی، جو کتب پڑھتے ان پر جگہ جگہ حواشی لکھتے رہتے تھے. دورہ کے سال میں ترمذی شریف کی شرح لکھنی شروع کی تھی جسکا نام ''الضوء اللامع علی السنن الجامع'' رکھا تھا کتاب الطہارہ کے چند ابواب لکھ لئے تھے اسی زملنہ میں حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ دورہ سے فارغ ہوکر تبلیغی جماعت میں سات چلّے دینا حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں عرض کیا کہ میں تو انشاء اللہ کتابیں لکھونگا حضرت مولانا کے نزدیک عوام کا دینی ذہن بنانے کیلئے تین چلّے تو مقرر فرمائے تھے جب کوئی شخص سات چلّے اللہ کی راہ میں پھریگا اور نفس کو مانجھے گا اور اخلاص احتساب کی مشق کریگا تو اسکا بیان اور اندازِ تحریر ضرور خلوص سے بھرپور ہوگا اور قلوب اس سے متأثر ہونگے۔

ذوق تالیف جو اللہ تعالیٰ شانہ نے طالب علمی ہی کے زمانے سے عطا فرمایا تھا اسمیں انہماک مظاہر العلوم سے فراغت کے بعد خوب ہوا اور زندگی کے آخری ایام تک سلسلہ تصنیف وتالیف جاری رہا جو کتابیں تصنیف فرمائیں انکی تعداد سو سے زیادہ ہیں مقبول عام وخاص ہیں انکے ذریعہ خوب فیوض جاری ہیں. تقبل اللہ جہودہ ومساعیہ آمین یارب العالمین۔

احسان وسلوک کی اہمیت

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ احسان وسلوک کی بڑی اہمیت بیان فرماتے تھے اور احباب کو اصحاب نسبت حضرات سے رجوع ہونے اور ان سے اصلاحی تعلق قائم کرنے کو متوجہ فرماتے تھے کیونکہ کسی صاحب نسبت والے سے تعلق قائم کرنا انتہائی ضروری ہے اور ﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ﴾ کا صریح اور وجوبی تقاضا ہے احسان وسلوک کے ذریعہ بندہ واصل باللہ ہوجاتا ہے کیونکہ اولیاء اللہ کا دامن پکڑ کر راستۂ سلوک آسان ہو جاتا ہے تزکیۂ نفس کی قرآن وحدیث میں بڑی اہمیت ہے جسکو اختیار کرنا ہر مسلمان پر ضروری اور لازم ہے اس سلسلے میں حضرت والد صاحبؒ کے اِفادات مندرجہ ذیل ہیں۔

فرمایا: شریعت اور طریقت دو چیزیں الگ الگ نہیں ہیں، رسول اللہ کی صفات جو قرآن حکیم میں بیان کی گئی ہیں ان میں ﴿وَیُزَكِّیْهِمْ﴾ بھی فرمایا ہے۔ اور تزکیۂ نفس کا قرآن مجید میں جگہ جگہ ذکر ہے، سورۃ الأعلیٰ میں فرمایا ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾، اور سورۃ الشّمس میں فرمایا ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا﴾ اِن آیات سے معلوم ہوا کہ شریعت میں تزکیہ کی بھی بہت زیادہ اہمیت ہے، اسی تزکیہ نفس کی محنتوں اور تدبیروں کے لئے اکابر سے بیعت ہوتے ہیں اور انکی طرف رجوع کرتے ہیں، انسانی نفوس کا رجحان عموماً ان چیزوں کی طرف ہوتا ہے جو شریعت کے خلاف ہیں جن میں نفس کا مزہ ہے، ان رجحانات کو موڑ کر نفس کو رُشد وہدایت اور خیر پر لگانے کی محنتوں کو تصوّف وسُلوک اور تزکیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، جن کے نفوس منجھے ہوئے ہوتے ہیں، شیطان کے مکروفریب کو جانتے ہیں جو شخص ان سے

ہدایت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ نفس اور شیطان کا کاٹ بتاتے رہتے ہیں اور اس طرح سے نفس کے رذائل اور عیوب کا ازالہ ہو جاتا ہے، انسانوں کے اندر تکبّر ہے، حسد ہے ،بُغض ہے، حُبِّ دنیا ہے، آخرت سے بے فکری ہے، گناہوں سے دلچسپی ہے ان چیزوں سے نفس کو پاک کرنے کی تدبیریں مشائخ کرام بتاتے ہیں۔ جو شخص ان پر چلتا ہے اُسے تزکیۂ نفس کی نعمت حاصل ہو جاتی ہے، عیوبِ نفس زائل ہونے کے ساتھ ساتھ اخلاقِ فاضلہ سے بھی نفس متصف ہو جاتا ہے، ذکر اللہ کی کثرت اور اس میں دِل لگنا قرآن مجید کی تلاوت کی رغبت ہونا اور اس میں دلچسپی ہونا۔ خوش دلی سے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا ۔ تواضع سے پیش آنا نماز میں دِل لگنا نماز کو اچھی بنانے کے لئے فکر مند ہونا حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے فکر مندی کی شان پیدا ہو جانا یہ چیزیں مشائخ کی خدمت میں حاضر ہونے اور اصلاح لینے سے حاصل ہو جاتی ہیں، ہمارے حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ سے ایک مشہور عالم نے پوچھا جو سیاسی لیڈر بھی تھے کہ یہ تصوّف کیا بلا ہے؟ حضرت شیخ قدس سرہٗ نے فرمایا اسکی ابتداء ''انما الأعمال بالنیات '' ہے اور انتہا ''أن تعبد الله كأنك تراه '' پر ہے۔

فرمایا: سلاسل تصوّف متعدد ہیں مشائخ بھی بہت ہیں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں ہمارے اکابر دیوبند ہیں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہم جو طائفہ دیوبندیہ کے اکابر ہیں یہ حضرات حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں فنائیت تھی نفس کی رگیں گھس جانے سے تواضع کی شان پیدا ہوتی ہے اور نفس کو مٹانا پڑتا ہے، ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ

علیہ مکّۃ معظّمۃ کی ایک رباط میں تشریف رکھتے تھے کوئی شخص آیا رباط کے رہنے والوں کو دو دو آنے تقسیم کررہا تھا حضرت حاجی صاحب کو پتہ چل گیا تو نفس میں بات آئی کہ دو آنے کا کیا لینا؟ اس میں حضرت نے کِبر محسوس کیا اور ابھی حجرہ تک تقسیم کرنے والا پہنچا بھی نہ تھا کہ خود سے جا کر فرمایا کہ لاؤ بھئی ہمارے دو آنے دیدو نفس کے جذبۂ کِبر کو توڑنے کے لئے ایسا کیا۔

فرمایا: حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک صاحب نے لکھا کہ میں اپنے اندر تکبّر محسوس کرتا ہوں۔ فرمایا ہر نماز کے بعد مسجد میں یہ اعلان کرو کہ بھائیو میرے اندر تکبر ہے دُعاء کریں کہ میرا یہ مرض چلا جائے، دراصل یہ بہت بڑا نسخہ ہے اگر ایک مرتبہ بھی اعلان کردے تو تکبر انشاء اللہ اسی وقت کافور ہوجائے گا لیکن نفس اس پر مشکل سے راضی ہوگا، ایک اور شخص نے بھی یہی شکایت لکھی کہ میرے نفس میں تکبر ہے اسکو تحریر فرمایا کہ نمازوں کے بعد مسجد سے باہر آکر نمازیوں کی جوتیاں سیدھی کیا کرو، یہ تصوف کے چٹکلے ہیں جن حضرات سے اللہ تعالیٰ یہ کام لیتا ہے ان کے دلوں میں ایسی چیزیں ڈالدیتا ہے۔

فرمایا: حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مُرید تھے خلیفہ بھی تھے اپنی ذات کو کچھ بھی نہیں سمجھتے تھے علم اور عمل اور ظاہر و باطن کی خوبیوں سے آراستہ تھے تواضع کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، ایک مرتبہ کانپور تشریف لے گئے لوگوں نے کچھ بیان کرنے کے لئے عرض کیا، بیان فرمانے کے درمیان مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی تشریف لے آئے، علوم عقلیہ میں انکی مہارت مشہور تھی، بعد میں شاگردوں نے عرض کیا کہ حضرت آج ہی تو بتانے کا موقع تھا کہ علماء دیوبند

بھی معقولات جانتے ہیں اور علوم عقلیہ میں بھی انہیں کمال حاصل ہے فرمایا ہاں مجھے بھی یہی خیال آ گیا تھا اسی لئے تو میں بیٹھ گیا اب آگے جو بیان ہوتا تو نفس کے لئے ہوتا لہذا میں نے اپنی بات وہیں ختم کر دی، یہ اسی طرح کا واقعہ ہے جو حضرت علی مرتضی کرّم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور ہے کہ ایک کافر کو انہوں نے پچھاڑ دیا تو اس نے آپ پر تھوک دیا آپ نے فوراً چھوڑ کر ایک طرف ہو گئے اس نے کہا کہ یہ کیا بات ہے؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ تو نے جب تھوکا تو مجھے غصّہ آ گیا اب آگے میں جو تجھے مارتا تو نفس کا حصّہ ہوتا اللہ تعالی کی رضا کا دھیان نہ رہتا یہ سُنکر وہ شخص مسلمان ہو گیا۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک بار مراد آباد تشریف لے گئے وہاں کے لوگوں نے بیان کرنے کی درخواست کی آپ بڑی مشکل سے راضی ہوئے ابھی بیان شروع کیا ہی تھا اور حدیث ''فَقِيهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَيطَانِ مِن اَلفِ عَابِدٍ'' پڑھکر ترجمہ کیا تھا 'ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے' وہاں ایک مقامی عالم بھی بیٹھے ہوئے تھے وہ بول پڑے کہ یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں تو پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ میں عالم نہیں ہوں بیان کرنے کے لائق نہیں۔ لیکن یہ لوگ نہ مانے. بیان کرنے کے لئے اصرار کرتے رہے اب تو مجھے آپ کی طرف سے بھی سند مِل گئی کہ میں بیان کرنیکے لائق نہیں ہوں، بیان بھی اسی وقت ختم ہو گیا بات بھی ختم ہو گئی بعد میں کسی کے گھر تشریف لے گئے صاحبِ خانہ نے دعوت کی تھی بطور اکرام واعزاز صاحبِ خانہ نے

ان عالم صاحب کو بھی بُلا لیا تھا جنہوں نے حضرت کے ترجمہ پر اعتراض کیا تھا وہ حضرت کے قریب ہی بیٹھ گئے حضرت نے چپکے سے پوچھا مولانا کیا غلطی تھی جس پر آپ نے مجھے ٹوکا تھا انہوں نے کہا کہ آپ نے ''اشدُّ'' کا ترجمہ ''بھاری'' سے کردیا اس کا ترجمہ تو ''سخت'' ہے۔ اثقل کا ترجمہ بھاری کا ہے، حضرت نے فرمایا وہ جو حدیث وحی میں ہے ''احیاناً یأتینی مثل صلصلة الجرس وهو اشدُّ علي'' اسمیں لفظ اشد کا کیا ترجمہ ہے یہ سُن کر مولانا خاموش ہوگئے لیکن حضرت شیخ الہند نے اَب بھی لوگوں سے یہ نہیں فرمایا کہ غلطی میری نہ تھی بلکہ اُن کی تھی۔

فرمایا: مقصود اصلی شریعت پر چلنا ہے، شریعت کو چھوڑ کر طریقت کی کوئی حیثیت نہیں، حضرات مشائخ نے جو اصلاحِ نفس کے لئے کچھ تدبیریں اور طریقے تجویز کئے ہیں وہ مقاصد نہیں ہیں وسائل ہیں، بہت سے لوگ انہیں مقاصد سمجھ لیتے ہیں۔ اگر کسی نے پاس انفاس کی مشق کر لی یا بعض سلاسل کے جو اسباق ہیں پورے کر لئے لیکن فرائض و واجبات کو پامال کرتا رہا اور اس دھوکہ میں رہا کہ مجھے وصول ہوگیا وہ نفس اور شیطان کے سخت دھوکہ میں ہے، پٹیالہ ضلع گرداس پور میں مدرس تھا درسگاہ میں تنہا بیٹھا ہوا تھا ایک صاحب آئے مرشد اول کے بعد انہیں کسی دوسرے مرشد کی تلاش تھی پہلے سے جو انہوں نے مشق کر رکھی تھی اسکی وجہ سے انکا قلب جاری تھا، مجھ سے کہنے لگے کہ یہ گھنٹہ جو دیوار میں لگا ہوا ہے اسکی ہر آواز سے میرے قلب میں ذکر کی کیفیات پیدا ہوتی ہیں، قلبی کیفیت تو یہ تھی لیکن انکی داڑھی کٹی ہوئی تھی میں نو عمر تھا انکی حالت دیکھ کر تعجب ہوا، ہمارے مشائخ چونکہ شریعت ہی کو اصل سمجھتے ہیں اور اس بناء پر اپنے منتسبین کی تربیت فرماتے ہیں اس لئے مجھے انکے قلب جاری ہونے

سے کچھ عقیدت نہیں ہوئی۔

فرمایا: آج کل (بعض حضرات کے یہاں سب جگہ نہیں) خلافت بھی محض اسی بنیاد پر ملنے لگی ہے کہ اذکار پورے کر لئے اور اسباق کی تکمیل کر لی اگر چہ اعمال درست نہ ہوں بینک میں کام کرنے والا بھی خلیفہ ہے پھر چونکہ ان کے پیر نے خلافت دے دی اس لئے وہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو ولی ہو گئے، حالانکہ شریعت کے خلاف چلنے والا ولی نہیں ہوسکتا۔

فرمایا: ہمارے دوست مولوی محمد خالد خانگڑی سلمہ، نے ایک عجیب قصہ سُنایا وہ یہ کہ مولانا عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں بتایا کہ حضرت مولانا فضل علی شاہ قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک مرتبہ حاضری دی تو انہوں نے فرمایا کہ مولوی عبداللہ میری نماز سُنو دیکھو میری نماز صحیح ہے یا نہیں، حکم سُن کر حیرانی تو ہوئی لیکن حکم کی تعمیل کرنی پڑی، حضرت کی نماز ٹھیک نکلی لیکن مجھے اپنی نماز کی فکر ہوگئی، اور بہت سے وہ لوگ جنہیں میں خلافت دینے والا تھا انکی نمازیں سُننا شروع کر دیں ان میں بعض کی نمازیں غلط نکلیں، آدمی صوفی ہو جائے اور نماز بھی صحیح نہ ہو یہ کیا تصوّف ہے؟ یہ غلطی اس لئے ہے کہ وسائل کو مقاصد سمجھ لیا جاتا ہے، ہمارے حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ سے ایک مرتبہ ایک شخص مُرید ہوا آپ نے اُسے مفتی محمود حسن گنگوہی دام ظلہم کے سپُرد کیا کہ اپنی نماز سُنائے نماز ہی تو اصل چیز ہے اور اس پر سارے اعمال کی مقبولیت کا مدار ہے، نماز نہیں تو کچھ نہیں۔

فرمایا: جب سے رواجی تصوّف رہ گیا اور مقاصد نظروں سے اوجھل ہو گئے تو خالص دُنیادار بھی پیر بن گئے سِلسلہ خلافت اپنی نسل میں باقی رکھنے کی بنیاد پر داڑھی منڈے بھی خلیفہ ہونے لگے، خلافِ شرع لباس پہنے ہوتے ہیں خلیفہ ہیں اپنے

باپ کے مُریدوں میں جاتے ہیں سالانہ گشت کرتے ہیں اور اموال غصب کر کے لے آتے ہیں دینے والے کا دِل تلملاتا رہتا ہے اور یہ وصول کر کے لے آتے ہیں جو نہ شریعت میں جائز ہے نہ طریقت میں، یہ طریقے انہی سلسلوں میں جاری ہیں جو خالص دُنیا دار ہیں پیسے گھسیٹنے کے لئے پیر بنے ہیں اور گدّی باقی رکھ رکھی ہے۔

فرمایا: الحمدللہ ہمارے اکابر کے یہاں ایسے سلسلے نہیں ہیں اُن کے یہاں سب کچھ شریعت پر ہی چلنے کے لئے ہے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ اب تک موجود ہے، آپ کی وفات کو نوّے ۹۰ سال ہو رہے ہیں لیکن گدّی نہیں چلائی دوسروں کو خلافت دی اپنے بیٹے کو خلافت نہیں دی، حضرت حکیم الأمت تھانوی قدس سرہ نے تو باقاعدہ وصیّت نامہ میں لکھدیا کہ میرا کوئی جانشین نہیں ہے۔

فرمایا: دراصل طالب دُنیا کا اور طریقہ ہے اور جو طالب حق ہیں انکی زندگی گذارنے کا طریقہ اور ہے، یعنی اس میں اللہ کی رضا مطلوب ہوتی ہے، اپنی عظمت چمکانا اپنا معتقد بنانا مقصود نہیں ہوتا، جس کے سامنے حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی ہے وہ اپنے کو کچھ بھی حیثیت نہیں دے سکتا، جو مصنوعی پیر ہیں وہ تو اپنے کو سجدہ کراتے ہیں اور اپنے باپ دادوں کی قبروں کا طواف کراتے ہیں جو سراپا شرک ہے حالانکہ شریعت و طریقت خالص اللہ کی توحید دِل میں رچانے کے لئے ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جب فارس کی جنگ میں شریک ہوئے تو فارس کے سپاہ سالار نے پوچھا کہ تم کیوں آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس لئے آئے ہیں کہ بندوں کو اللہ کا بندہ بنادیں جو پیر اپنے کو سجدہ کراتا ہے اور اپنی عظمت

قائم کراتا ہے ایسا شخص خود ہی اللہ کا مقبول بندہ نہیں دوسروں کو اللہ تک کیا پہنچائے گا۔

فرمایا: جو لوگ تصوّف وسلوک سے راضی نہیں وہ کسی صاحب نسبت سے قریب ہی نہیں ہوتے تاکہ اس لائن کے فیوض وبرکات سے بہرہ ور ہوں. ''الناس أعداء لما جهلوا'' تصوّف وسلوک کے فوائد سے بے خبر ہیں اس لئے اس کی مخالفت کرتے ہیں. علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ مشہور مصنّف تھے شہرت میں حضرت حکیم الامّت قدّس سرّہ کے لگ بھگ مقام رکھتے تھے انہوں نے محسوس کیا کہ مجھے کسی مصلح کی ضرورت ہے. حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ سے اصلاحی تعلق قائم کیا تو اُن کے متعلّقین میں سے ایک بڑا حلقہ معترض ہوا بعض نے تو یہاں تک کہدیا کہ اتنے بڑے علاّمہ نے ایک مُلاّ کے سامنے گُھٹنے ٹیک دیے حضرت علاّمہ نے جواب دیا کہ علم محض سے کام نہیں چلتا علم کے ساتھ قلبِ مُنیب کی بھی ضرورت ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ یہ لوگ ایک طرف تو بڑے علاّمہ کہتے ہیں اور دوسری طرف معترض ہو رہے ہیں، اس سے تو اور عبرت لینی چاہئے کہ اب اتنے بڑے علاّمہ کو اصلاحِ نفس کے لئے کسی مرشد و مصلح کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے تو کم علم کو کیونکر اسکی ضرورت نہ ہوگی۔

مدارس میں اسکی بہت زیادہ ضرورت ہے کہ اساتذہ اور تلامذہ میں ذکر وفکر کی شان پیدا ہو، تزکیۂ باطن، تربیتِ نفس، کثرتِ ذکر، مراقبہ محاسبہ ہر فرد کے اندر ہونا چاہیئے ان کاموں کے لئے مرشد مُربّی کی ضرورت ہوتی ہے۔

دعاء عموماً غفلت کے ساتھ ہوتی ہے جو لوگ صاحبِ نسبت ہوتے ہیں انکی دعاء سُننے سے ایک خاص تأثر پیدا ہوتا ہے جو غافلوں کی دُعاء سے نہیں ہوتا. جو

حضرات صاحبِ نسبت ہوتے ہیں جن کو تعلق مع اللہ کی دولت حاصل ہے وہ کچھ نصیحت کرتے ہیں تو دل میں اُترتی چلی جاتی ہے اور جن کو یہ دولت نصیب نہیں ان کے پاس صرف علم ہی علم ہے وہ بڑی بڑی تقریریں کرتے ہیں لوگ اُن کی تقریریں کانوں کی عیّاشی کے لئے سُن لیتے ہیں دل پر کسی کے کچھ بھی اثر نہیں ہوتا یہ تجرباتی باتیں ہیں تجربات بڑی دلیل ہیں اور شاھد عدل ہیں۔

فرمایا: بعض اکابر نے فرمایا کہ ایک قدم اپنے نفس پر رکھا اگلا قدم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہوگا، مطلب یہ ہے کہ وصول الی اللہ میں نفس ہی آڑے آتا ہے اگر نفس پر قابو پالیا اور اسکے کہنے سے گناہوں کو اختیار نہ کیا اور اُسے سمجھا بجھا کر عبادت میں لگالیا تو وصول آسان ہوجائے گا. یہی وصول ہے، جب گناہوں سے بچ گیا اور عبادات کا ذوق پیدا ہوگیا اور دوام طاعت کثرت ذکر کی نعمت حاصل ہوگئی اور نفس اخلاقِ طیبہ سے متحلّی اور اخلاق رذیلہ سے متخلی ہوگیا تو یہی وصول الی اللہ ہے۔

فرمایا: کبھی ایک مصرعہ کہیں پڑھا تھا یا کسی بزرگ سے سُنا تھا

ع رفتم کہ خار از پا کشم صد سالہ راا ہم دور شد

ترجمہ: میں پاؤں سے کانٹا نکالنے لگا اتنی سی دیر میں سو ۱۰۰ سال کی مسافت قطع کرنے ہونے سے رہ گئی۔

یہ محض ایک شاعری نہیں حقیقت ہے اعمالِ صالحہ کی محرومی ہونے سے یہی صورتحال پیش آتی ہے۔

اذان ہوئی وضو پہلے سے ہے مسجد کے لئے روانہ ہوگے، سنتیں نماز کھڑی

ہونے سے پہلے پڑھ لیں پھر پوری نماز تکبیر اُولی کے ساتھ پڑھ لی۔ بڑی بڑی نیکیاں ملتی چلی گئیں لیکن اگر اذان ہونے کے بعد دیر لگائی یہ سوچا کہ ابھی تو اذان ہوئی ہے اور ذرا بھی کسی کام میں لگا یا نیند کا جھونکا آ گیا تو پھر وضو کرنے میں یا مسجد کو جانے میں یا تو سنتیں چلی جائیں گی یا تکبیر اُولی چھوٹ جائیگی یا ایک دو رکعات چلی جائیگی، اس سے آخرت کے عظیم ثواب سے محرومی ہو جائیگی ذرا سی سُستی میں تکبیر اُولی چلی جاتی ہے اور ذرا سی لایعنی بات کرنے سے ذکر اللہ چھوٹ جاتا ہے اور بہت بڑے ثواب سے محرومی ہو جاتی ہے۔

حرمین شریفین میں عموماً ہر نماز کے بعد جنازہ کی نماز ہوتی ہے اگر کسی کی فرضوں کی پہلی رکعت چلی گئی تو نماز جنازہ کی شرکت سے رِہ جائے گا نمازِ جنازہ کتنا بڑا ثواب ہے اسکے بارے میں رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ''کہ جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب سمجھتے ہوئے کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ گیا اور نمازِ جنازہ پڑھنے تک اور اسکے دفن سے فارغ ہونے تک ساتھ ہی رہا تو وہ ثواب کے دو قیراط لیکر واپس ہوا، ہر ایک قیراط اتنا بڑا ہوگا جتنا احد پہاڑ ہے، جس شخص نے صرف جنازہ کی نماز پڑھی اور دفن سے پہلے واپس ہو گیا تو وہ ایک قیراط لیکر واپس ہوا (قیراط وزن کرنے کا ایک چھوٹا سا باٹ ہوتا تھا یہاں ثواب کا حصہ مراد ہے) صرف نمازِ جنازہ پڑھنے تک ایک قیراط ثواب ملنے کا وعدہ فرمایا اور قیراط کو احد پہاڑ کے برابر بتایا اتنے بڑے ثواب سے ذرا سی غفلت اور سُستی کی وجہ سے محرومی ہو جاتی ہے اگر مسجد میں دو منٹ پہلے پہنچ جاتے تو فرضوں کی پوری رکعتیں مل جاتیں اور جنازہ کی نماز پڑھنے کا موقع ملجاتا کسل مندی اور سُستی مسابقت الی الخیرات اور مبادرت الی الحسنات سے روکتی ہے۔

تکبر سے دور رہنے کی نصیحتیں

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بتوفیق من اللہ تعالیٰ اپنی تحریروں میں مسلمانوں کو تکبر کی وباء اور اسکی وبال سے دور رہنے کی طرف توجہ مبذول فرماتے رہتے تھے اس سلسلے کے ملفوظات مندرجۂ ذیل ہیں۔

فرمایا: تکبّر بُری بلا ہے، یہی ابلیس کے ملعون ہونے کا سبب بنا ہے. قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرًا﴾ (کہ بیشک اللہ دوست نہیں رکھتا اس شخص کو جو اپنے کو بڑا سمجھے اور شیخی کی باتیں کرے) اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت فرمائی جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں اور دوسروں کو حقیر جانتے ہیں فخر، کبر اور نخوت کے نشے میں بھرے رہتے ہیں، لفظ مختال، خیلاء سے مأخوذہ اور باب افتعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے. یہ لفظ اپنے کو بڑا سمجھنے، اِترانے. آپے میں پھولے نہ سمانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے. اپنے کو بڑا سمجھنا یہ دِل کا بہت بڑا رُوگ ہے اور اکثر گناہ اسی وجہ سے ہوتے ہیں. شہرت کا طالب ہونا، اعمال میں ریا کاری کرنا، بیاہ شادی میں دُنیا داری کی رسمیں برتنا اور یہ خیال کرنا کہ ایسا نہ کیا تو لوگ کیا کہیں گے، یہ سب تکبّر ہے۔

فرمایا: ناحق پر اصرار کرنا حق کو ٹھکرانا، غلط بات کہہ کر غلطی واضح ہو جانے پر حق قبول نہ کرنا. شریعت پر چلنے میں خفّت محسوس کرنا. گناہوں کو اس لئے نہ چھوڑنا کہ معاشرہ والے کیا کہیں گے. یہ سب تکبر سے پیدا ہونے والی چیزیں ہیں. ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک آدمی پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، جوتا اچھا ہو کیا یہ

تکبر ہے؟ فرمایا: اللہ جلّ شانہٗ جمیل ہے جمال کو پسند فرماتا ہے، تکبر یہ ہے کہ حق کو ٹھکرائے اور لوگوں کو حقیر جانے۔ (رواہ مسلم ص ۶۵ ج ۱) . مختال کی مذمت کے ساتھ فخور کی مذمت بھی فرمائی ہے. لفظ فخور فخر سے ماخوذ ہے شیخی بگھارنا اپنی جھوٹی سچی تعریفیں کرنا، لفظ فخر اس سب کو شامل ہے بہت سے لوگوں کو یہ مرض بھی ہوتا ہے کہ مال یا علم اور عہدہ کی وجہ سے نشہ میں چور رہتے ہیں. شیخی بگھارتے ہیں اور فخر کرتے ہیں۔ ان کا ذہن اس طرف نہیں جاتا کہ ان کے پاس جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے. اور یہ کہ وہ اللہ کے عاجز بندے ہیں. جو کچھ نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی ہیں اس انداز میں لوگوں کے سامنے ان کا مظاہرہ کرتے ہیں جیسے ان کے حاصل ہونے میں ان کا کمال شامل ہے اور جن کے پاس وہ چیزیں نہیں ان سے اپنے کو بلند اور برتر سمجھتے ہیں اور اپنے خالق و مالک کو بھول جاتے ہیں، اس نے جس کو دیا ہے اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے اور جس کو نہیں دیا اس میں اسکی حکمت ہے، بندہ کا مقام یہ ہے کہ اپنے کو عاجز سمجھے اور شکر گذار رہے. اور اللہ کے دوسرے بندوں کو حقیر نہ سمجھے۔

فرمایا: ٹخنوں سے نیچا کپڑا پہننا بھی بہت زیادہ رواج پذیر ہے، حدیث شریف میں اس پر سخت وعید آئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص تکبر کرتے ہوئے اپنا کپڑا گھسیٹ کر چلا. اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت سے نہ دیکھے گا. (رواہ البخاری ص ۸۶۱) ۔

حضرت ابوسعید خدریؓ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا ہے کہ مومن کا تہمند آدھی پنڈلیوں تک ہونا چاہیئے (اور) اس میں اس پر کوئی گناہ نہیں

کہ آدھی پنڈلیوں اور ٹخنوں کے درمیان ہو. اور جو اس کے نیچے ہو وہ دوزخ میں لے جانے والا ہے. اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھے گا جس نے اپنا تہمد اِتراتے ہوئے گھسیٹا. (رواہ ابوداؤد ص۲۱۰ ج ۲) ۔

کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کا گناہ صرف تہمد ہی میں نہیں. بلکہ دوسرے کپڑوں میں بھی ہے. کرتا، عمامہ، پائجامہ کو اگر کوئی ٹخنوں سے نیچے لٹکالے تو یہ بھی اسی ممانعت میں شامل ہیں'' **قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الاسبال فی الازار والقمیص والعمامۃ من جرَّ منها شیئاً خیلاء لم ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ** '' (رواہ الوداؤد ص۲۱۰ ج ۲) ۔

حضرت جابر بن سلیمؓ کو آنحضرت نے جو نصیحتیں فرمائیں ان میں سے یہ بھی ہے''**ایاك واسبال الازار فانها من المخیلۃ وان اللہ لا یحب المخیلۃ**'' (کہ تہمند کو لٹکانے سے پرہیز کرو کیونکہ یہ تکبر کی وجہ سے ہوتا ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتا) (رواہ ابوداؤد ص۲۰۸ ج ۲) ۔

آنحضرت نے'' **انها من المخیلۃ**'' فرما کر اُن لوگوں کی بات کی تردید فرمادی جو ٹخنوں سے نیچا کپڑا پہنتے ہیں اگر اُونچا کپڑا پہن لیں تو اس میں اپنی اہانت سمجھتے ہیں اور جو لوگ اُونچا کپڑا پہنتے ہیں انکو حقیر جانتے ہیں یہی تو تکبر ہے یہ لوگ کسی بھی طرح آدھی پنڈلی تک تہمند باندھ کر بازار میں جا کر دکھادیں دیکھو نفس گوارا کرتا ہے یا نہیں؟ سابقہ اُمتوں میں سے ایک شخص کے بارے میں رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ وہ تکبر سے اپنے تہمند کو گھسیٹتا ہوا جارہا تھا لہٰذا اُس کو زمین میں

دھنسا دیا گیا۔ وہ قیامت تک زمین میں دھنستا چلا جائیگا .(رواہ البخاری ص۸۶۱ ج۲)

فرمایا: کہیں لوگوں نے یہ حدیث سُن لی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی لنگی اینچے ہوجاتی تھی اسکولوگوں نے پاجائمہ تہمند اور دوسرے لباسوں کے ٹخنے سے ینچے پہننے کے جواز کی دلیل بنالی، یہ لوگ کہتے ہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ رسول اللہ کا صریح ارشاد (کہ جو کپڑا ٹخنے سے نیچا ہو وہ دوزخ میں جانے کا ذریعہ ہے (رواہ البخاری عن ابی ہریرۃؓ مرفوعاً) چھوڑ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پیروی لے لئے یہی ایک کام رہ گیا ہے؟ انہوں نے تو اللہ کی راہ میں سارا مال خرچ کرنے کے لئے رسول اللہ کی خدمت میں لاکر پیش کردیا تھا آپ تو اس کا ۱۔۴۰ بھی زکوۃ خرچ کرنے کو تیار نہیں، نیز حدیث شریف میں یوں کہ جب رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ متکبر کے طرف (نظر رحمت سے) نہ دیکھے گا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ''یا رسول اللہ ازاری یسترخی اِلاّ اَن اَتعاهده'' کہ میرا تہمند ڈھیلا ہوکر ینچے ہوجاتا ہے ہاں میں اگر اس کا خاص اہتمام کروں تو نہیں ہوتا تو اس پر آنحضرت نے فرمایا ''اِنّك لِستَ ممن یفعله خُیَلاء'' کہ تم اُن میں سے نہیں ہو کہ جو اس کام کو از راہِ تکبر کرتے ہیں (مشکوۃ المصابیح ص ۳۷۶) ۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، تہمند اُونچا باندھتے تھے کبھی بے دھیانی میں سَرک جاتا تھا پھر رسول اللہ نے اُنکے بارے میں تصریح فرمادی اور گواہی دیدی کہ تم ان میں سے نہیں ہو جو اس کام کو تکبر کی وجہ سے کرتے ہیں اَب وہ لوگ اپنے ظلم کی خود ہی داد دیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اتباع کا دعویٰ

کرتے ہیں قصداً کپڑا خریدتے وقت یہ سوچ کر خریدتے ہیں کہ ٹخنہ سے نیچا سِلوانا ہے پھر درزی کے پاس ٹخنے سے نیچا سِلوانے کے لئے ناپ دیتے ہیں پھر قصداً ٹخنے سے اونچا پہننے میں کسرِ شان سمجھتے ہیں ان کا یہ سارا عمل اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تہمند کا بے دھیانی میں لٹک جانا کیا ایک ہی بات ہے؟ ایسی بے تکی باتوں سے کیا گناہ کرنا حلال ہو جائے گا؟ انسان گناہ کو گناہ سمجھ کر کرے تو توبہ کی توفیق بھی ہو جاتی ہے لیکن اینچ پینچ کر کے اسے حلال ہی سمجھ لے تو گناہگار ہی مرتا ہے۔

فرمایا: ہمارے ایک دوست نے پتلون پہننا چھوڑ دیا پرانے پتلون رکھے ہوئے تھے وہ مجھ سے کہنے لگے کہ ان کا کیا کروں میں نے کہا کٹوا کر ٹخنوں سے اُونچی کر لو اور اسکے بعد پہنو اور پہنتے وقت آگے پیچھے کُرتے کا دامن بھی ڈھک لینا یہ سُن کر وہ ہنس پڑے انکی ہنسی یہ ظاہر کر رہی تھی کہ جب ٹخنے سے نیچا نہ رہا اور کرتے کا دامن بھی ڈھک گیا تو وہ پتلون ہی کہاں رہا؟ پتلون کا مقصد ہی اِترانا اور دھڑ کو چمکانا اور اُبھرا ہوا دکھانا ہے۔

فرمایا: مسلمانوں کو کیا مصیبت ہے کہ لباس اور وضع قطع میں اسلام کا طریقہ چھوڑیں اور کافروں کی وضع قطع اور سج دھج اختیار کریں ہمارا دین علیحدہ ہے دشمنوں کا دین علیحدہ ہے دشمنانِ اسلام کا طریقہ ہم سے مختلف ہے انکے یہاں تو دو چار تصوّرات و توھّمات کے علاوہ دین ہے ہی نہیں، ہمارا دین کامل ہے مکمّل ہے جامع ہے زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہے لہٰذا ہمیں اپنے دشمن کی طرف نظریں اُٹھا کر دیکھنے اور انکا جیسا بننے کی کیا ضرورت ہے؟ کیسی بے غیرتی ہے کہ وہ ہماری وضع قطع اور لباس اور معاشرت اختیار کرنے کو تیار نہیں اور ہمارے فیشن کے دلدادہ بھائی انکے سانچے

میں ڈھل رہے ہیں قرآن مجید میں فرمایا ہے ﴿ولَا تَرکَنُوا اِلیٰ الَّذِینَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّکُم النَّارُ ﴾ (اوران لوگوں کی طرف مائل نہ ہو جاؤ جنہوں نے ظلم کیا ورنہ تمہیں دوزخ کی آگ پکڑ لے گی) (سورۃ ہود)۔

فرمایا: تکبر بڑا بننے کا نام ہے اسکی سزا بھی ذلّت والی ہے ''حضرت عمرو بن شعیبؒ اپنے باپ دادا سے سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تکبر والوں کا حشر قیامت کے دن چیونٹیوں کی طرح ہوگا (جسم چیونٹیوں کے برابر ہونگے اور) صورتیں انسانوں کی ہونگی ہر طرف سے اُن پر ذلّت چھائی ہوئی ہوگی انکو دوزخ کے جیل خانہ کی طرف چلایا جائیگا جس کا نام بُولس ہے ان پر آگوں کو جلانے والی آگ چڑھی ہوگی انکو دوزخیوں کے جسم کا نچوڑ پلایا جائیگا، (جس کا نام) طینۃ الخبال ہے''. (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۲ از ترمذی)۔

مجالس میں بیجا گفتگو کرنے سے روکنا

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجالس میں حاضرین کی اصلاح مختلف اندازوں میں فرماتے تھے جن میں سے ایک انداز یہ تھا کہ اگر مجلس میں کوئی بیجا گفتگو کرے تو اسکو منع فرمادیتے تھے اور ناراضگی کا اظہار فرماتے تھے۔

جس پر ناراض ہوئے اس سے معافی مانگنا

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حاضرینِ مجلس میں سے اگر کسی کو کسی وجہ سے ڈانٹ دیتے اگر چہ وہ ڈانٹنا اسکی اصلاح ہی کیلئے ہوتا تھا تب بھی مجلس کی اخیر میں اُسے بلا کر معافی مانگ لیتے تھے اور یہ فکر آخرت کی وجہ سے تھی یہ سوچتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں نے اُسے بے جا ڈانٹ دیا ہو یا ڈانٹنے میں بقدر صلاح سے زیادہ

ڈانٹ دیا ہو. جس سے معافی مانگتے تھے وہ پانی پانی ہو جاتا تھا۔

خالق جل شانہ کی رضا کیلئے مخلوق کی پرواہ نہ کرنا

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر عمل میں صرف خالق تعالیٰ شانہ کی رضا پیش نظر رکھتے تھے مخلوق کی بالکل پرواہ نہ کرتے تھے ارضاء الخالق فی اسخاط المخلوق کی صفت أولیاء اللہ میں ہوتی ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک محفل قرآن میں مدعو تھے وہاں ایک شخص کیمرہ لیکر فوٹو لینے کیلئے آ گیا حضرت والد صاحب قدس اللہ سرہ نے جلسہ کے ذمہ دار کو متنبہ فرمایا کہ اسکو فوٹو لینے سے منع کرو، انہوں نے اسکو جھوٹ موٹ سے کہا ہاں بھئی نہیں نہیں، وہ شخص فوٹو لینے سے باز نہ آیا حضرت ابّا جان رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھ لیا کہ انکی آپس میں ملی بھگت ہے، بغیر ڈانٹ پلائے کام نہیں چلے گا، ابّا جان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے مائیک لیکر (حضرت بنوریؒ تقریر فرما رہے تھے) فوٹو کھینچنے والے شخص کو ڈانٹ پلا دی کہ تمہیں حیاء نہیں آتی قرآن کریم کی محفل میں بھی گناہ کا کام کرتے ہو اسکے بعد مائیک حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو واپس دیدیا انہوں نے اپنی تقریر پوری فرمائی، جلسہ کے اختتام کے بعد جلسہ کے ایک ذمہ دار کافی دور تک والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ چلتا رہے اور کہنے لگے کہ آپنے ہمارا فنکشن خراب کر دیا ان کی اس بات پر والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہ کچھ اثر لیا اور نہ کوئی پرواہ کی کیونکہ جلسہ کے ذمہ دار کو پہلے فوٹو کھینچنے سے روکا تھا وہ پھر بھی نہ مانے تو اس کے لئے سخت موقف اختیار کرنا

مناسب سمجھا، اور مجمع والوں کو حق بتانا لازم جانا، ایسا کرنے سے تمام حاضرین کو مسئلہ شرعیہ کا علم بھی ہو گیا اور گناہوں سے بچنے کی اہمیت بھی معلوم ہو گئی اور محفل قرآن عظیم کی عظمت دلوں میں بیٹھ گئی. وللہ الحمد والمنّۃ۔

جس محفل میں معصیت ہونے لگے اسکو چھوڑ کر چلدینا

حضرت ابا جان رحمۃ اللہ علیہ اگر کسی محفل میں ہوتے اور وہاں گناہ ہونے لگتا تو اس محفل کو چھوڑ کر چلدیتے تھے، اس سلسلے کے کئی قصے ہیں منجملہ ان میں سے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

ایک مرتبہ کراچی میں ایک جلسہ میں بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں فوٹو گرافی شروع ہوگئی انکو روکنے کا راستہ کوئی سمجھ میں نہ آیا لہٰذا اسی وقت جلسہ سے اٹھ کر چلدیئے جلسہ دار العلوم کورنگی سے میلوں فاصلے پر تھا بس میں سوار ہونے کیلئے ٹکٹ کی ضرورت تھی جیب میں ہاتھ ڈالا تو چوّنی نکلی لیکن وہ چوّنی ہاتھ سے گر گئی اور لڑھکتی ہوتی دور چلی گئی اور غائب ہوگئی بالآخر پیدل چلکر میلوں کا فاصلہ طے کیا اور دار العلوم پہنچے اس چوّنی کا گر جانا بھی ایک امتحان تھا اللہ تبارک وتعالی اپنی حکمتوں کو خوب جانتے ہیں اللہ تعالی نے اپنے راستے میں خوب چلایا یہ راہِ عشق تھا جسکو بفضلہٖ تعالی عاشق نے طے کیا اور ہر قدم پر کتنی نیکیاں ملی ہونگی اور کتنے درجات بلند کئے ہونگے حق تعالی شانہ ہی جانتے ہیں وہی دینے والے ہیں انکے خزانے لامحدود ہیں۔

اسی طرح دوسرا قصہ مدینہ منورہ میں پیش آیا ایک قاری صاحب جو ابا جان رحمۃ اللہ علیہ سے اچھا تعلق رکھتے تھے انکے بیٹے کا ختم القرآن تھا اسکے لئے مسجد نبوی

شریف کے بالکل قریب بہت عمدہ ہوٹل کرایہ پر لیا اور قرآن پاک کی محفل خوب جمکائی لیکن ایک شخص کیمرہ لیکر کھڑا ہو گیا اور فوٹو کھینچنے لگا، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فوراً محفل کو چھوڑ کر چلدیئے اور اپنے گھر آگئے اسوقت گھر مدینہ منورہ کے مشہور محلّہ باب العوالی مسجد خلیل کے پاس تھا جلسہ ختم ہونے کے بعد قاری صاحب ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور بہت معذرت چاہی اور معافی کے خواستگار ہوئے۔

فوٹو کھینچنے اور کھچوانے پر شدید انکار کرنا

حضرت ابّا جان رحمۃ اللہ علیہ فوٹو کھینچنے اور کھچوانے پر انکار کرنے کا شدید موقف اختیار فرماتے تھے کیونکہ احادیثِ شریفہ میں تصویر کشی پر سخت عذاب بتایا گیا ہے، اس سلسلہ میں ابّا جان قدس سرہ کے دو تین قصے ابھی گذرے ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابّا جان رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر فرمودہ مضمون میں پیش کر دیا جائے تاکہ قارئین کو احادیث کی روشنی میں اس اسے متعلق علم ہو جائے۔

تصویر کشی اور فوٹو کھچوانے سے متعلق اہم مضمون

دور حاضر میں دشمنوں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں نے بھی تصویروں سے محبّت شروع کر رکھی ہے گھروں میں تصویریں لٹکی ہوئی ہیں گاڑیوں میں گڑیاں جھول رہی ہیں دفتروں میں قدِّ آدم مجسّمے لگے ہوئے ہیں. سیاسی قائدین، لیڈروں، وزیروں، کی تصاویر چھپ رہی ہیں، اخبارات تصاویر سے بھرے ہوئے ہیں جن لوگوں کو کسی ملک کا بانی سمجھا جاتا ہے ان کے نام سے ان کے فوٹو ٹکٹوں پر چھاپ دیئے جاتے ہیں پھر ان

پر مہریں مار مار کر ان کی کٹائی ہوتی ہے اور طرح طرح سے تصویروں کی اشاعت کی جاتی ہے اس کی قباحت ذہنوں سے نکلتی جارہی ہے بعض وہ لوگ جن کا کام ہی حرام کو حلال کرنا رہ گیا ہے اور جو مصر کے جاہلوں کا اتباع کرنے لگے ہیں وہ لوگ کہتے ہیں کہ اب تصویر کھینچنا اور گھروں میں رکھنا جائز ہے اور یہ ان لوگوں کی اپنی اختراع ہے، رسول اللہ نے تو یہ نہیں فرمایا تھا کہ اتنی مدت کے بعد ان کی حرمت ختم ہو جائے گی اور آپ کے بعد تحلیل وتحریم کا کس کو اختیار ہے؟.

پہلے احادیث شریفہ ذہن نشین کریں پھر جائز کہنے والوں کی باتوں کے بارے میں غور کیا جائے گا. حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ((رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے اس گھر مں داخل نہیں ہوتے جس میں کُتّا ہو یا تصویریں ہوں)) (رواہ البخاری ومسلم کمافی المشکوٰۃ ص ۳۸۵)۔

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ: ((بلاشبہ رسول اللہ نے خون کی قیمت اور کتّے کی قیمت سے اور زنا کاری کے ذریعہ مال کمانے سے منع فرمایا اور سود کھانے والے اور سود کھلانے والے پر اور گودنے والی پر گدوانے والی پر اور تصویر بنانے والے پر لعنت بھیجی)) (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۴۱، از بخاری)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا بیان ہے کہ میں نے (ایک مرتبہ) ایک غالیچہ خرید لیا جس میں تصویریں تھیں. جب اسکو رسول اکرم نے دیکھا تو آپ دروازے پر کھڑے رہ گئے اور اندر داخل نہ ہوئے. میں نے آپؐ کے چہرہ مبارک پر ناگواری محسوس کی اور عرض کیا یا رسول اللہؐ میں اللہ کے حضور میں توبہ کرتی ہوں اور اللہ

کے رسولؐ سے معافی چاہتی ہوں مجھ سے کون سا گناہ سرزد ہوا؟ آپؐ نے فرمایا یہ غالیچہ (کیسا ہے یہاں کیونکر آیا؟) میں نے عرض کیا یہ آپ کے لئے میں نے خریدا ہے تاکہ اس پر تشریف رکھیں اور اس کو تکیہ کی جگہ (بھی) استعمال فرمائیں، آپؐ نے فرمایا کہ بلاشبہ قیامت کے دن ان تصویر والوں کو عذاب ہوگا اور ان سے کہا جائیگا کہ تم نے جو کچھ بنایا تھا اس میں جان ڈالو اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جس گھر میں تصویر ہو اس میں (رحمت) کے فرشتے داخل نہیں ہوتے. (رواہ البخاری و مسلم)۔

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں

۱۔ تصویر والا کپڑا، گدّا، غالیچہ، قالین اور دوسری چیزیں مثلاً کیلنڈر برتن فرنیچر، گھر میں، دفتر میں، دوکان میں رکھنا حرام ہے، حضور اقدس نے تصویر والا غالیچہ گھر میں دیکھا تو دروازے کے باہر ہی کھڑے ہوگئے اور اندر تشریف نہ لائے.

۲۔ یہ بھی معلوم ہو کہ رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جس میں تصویر ہو، حدیث میں مطلق فرشتوں کا ذکر ہے مگر دیگر احادیث کے پیش نظر علماء حدیث نے بتایا ہے کہ یہاں رحمت کے فرشتے مراد ہیں، کراماً کاتبین اور موت کے فرشتے مراد نہیں، کیونکہ ان کو حکم خداوندی کی تعمیل کے لئے حاضر ہونا پڑتا ہے البتہ تصویروں سے ان کو بھی ناگواری ہوتی ہے مگر امتثال امر کے لئے موجود ہوتے ہیں جو لوگ خدائے پاک کی اس معصوم مخلوق کی اذیت کا خیال نہیں کرتے وہی تصویریں گھر میں رکھ سکتے ہیں۔

۳۔ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قیامت کے دن تصویر والوں کو عذاب

ہوگا اور ان سے کہا جائے گا کہ تم نے جو یہ تصویریں بنائی ہیں ان میں جان ڈالو. یہ حکم بطور سرزنش اور ڈانٹ کے ہوگا کیونکہ جان نہ ڈال سکیں گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو میری طرح خلقت پیدا کرنے لگے اگر پیدا کرنے کا حوصلہ ہے تو ایک ذرّہ یا ایک حبّہ یا ایک جو کا دانہ پیدا کر کے دکھائیں، یعنی ایک ذرّہ بھی وجود میں نہیں لا سکتے ہیں پھر صورتیں بنانے کے شغل میں کیوں لگے ہیں۔

(مشکٰوۃ المصابیح ص ۳۸۰ از بخاری و مسلم).

رسول اکرم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو صفت خلق میں اللہ تعالی کے مشابہ بنتے ہیں (مشکٰوۃ المصابیح ص ۳۸۰ از بخاری و مسلم) (یعنی تصویریں بناتے ہیں) نیز ارشاد فرمایا کہ ہر مصور کو اس کی بنائی ہوئی صورتوں کے ذریعہ عذاب ہوگا. جتنی صورتیں بنائی تھیں ان میں سے ہر تصویر ایک جاندار چیز ہوگی جس کے ذریعہ اس کے بنانے والے کو اس سے عذاب ہوگا۔

(مشکٰوۃ المصابیح ص ۳۸۰ از بخاری و مسلم)

نیز ارشاد فرمایا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن دوزخ سے ایک گردن نکلے گی جس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھتی ہوگی اور دو کان ہوں گے جن سے سنتی ہوگی اور ایک زبان ہوگی جس سے بولتی ہوگی (اور) وہ کہے گی کہ تین طرح کے لوگ میرے سپرد کئے جائیں گے: ۱۔ ہر ظالم ضدی. ۲۔ ہر وہ شخص جس نے اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود بنایا. ۳۔ تصویر بنانے والے لوگ۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۸۶ از ترمذی)۔

جو لوگ تصاویر و تماثیل کو جائز کہہ رہے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور وجہ ممانعت کو نہیں دیکھتے، اور اپنی طرف سے علتیں نکالتے ہیں پھر یوں کہتے ہیں کہ علت نہ رہی تو حکم بھی باقی نہیں رہا اور خود سے یہ علّت نکالی کہ اہل عرب مشرک تھے ان کے دلوں میں تصاویر کی اہمیت تھی لہذا ان کے دلوں سے تصاویر کی محبت نکالنے کے لئے تصاویر و تماثیل کو حرام قرار دے دیا تھا اب جب علت نہ رہی تو حکم بھی نہ رہا. (العیاذ باللہ)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ علت نہیں بتائی، آپؐ نے تو یہ بتایا ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کے مشابہ بنتے ہیں اور حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو میری صفت خالقیت میں ساجھا کرے، معلوم ہوا کہ تصاویر بنانے میں اللہ تعالی کی شان خالقیت میں ساجھا کرنے کا مظاہرہ ہے۔

آج کل تاریک خیال لوگ پیدا ہوگئے ہیں جو پرانے علماء کو اور جو لوگ ان کے پیرو ہیں انہیں قدامت پرستی کا طعنہ دیتے ہیں اور نئی ایجادات میں سے جس چیز کو مناسب جانتے ہیں اس کے لئے دلائل نکالنے کی کوشش کرتے ہیں اور جس کسی روایت میں تاویل کر سکتے ہیں اس کی تاویل کر دیتے ہیں اگرچہ ان تاویل کو غلط قرار دینے والی دوسری احادیث صحیحہ صریحہ موجود ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ نماز و روزہ زکوٰۃ کے مسائل ان ہی قدامت پرستوں سے پوچھتے ہیں جنہیں قدامت پرستی کا طعنہ

دیتے ہیں یہ اتباع ھویٰ ہے اتباع ھدیٰ (ہدایت) نہیں ہے تمام آیات وتمام احادیث کو سامنے رکھ کر کسی حکم اور فیصلہ شرعی تک پہنچا جاتا ہے فقہاءِ سابقین کا یہی طریقہ تھا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ آج کل فوٹو کھینچوانا ضرورت کی چیز ہوگئی ہے شناختی کارڈز کے لئے اور پاسپورٹ میں لگانے کے لئے اور بعض دیگر ضرورتوں کے لئے کھینچوایا جاتا ہے۔

پہلی گذارش تو یہ ہے کہ مسلمانوں کو لازم تھا کہ اپنے دین پر قائم رہتے، وہ کہتے کہ ہم تصویر نہیں کھینچوائیں گے، نہ فوٹو کھینچواتے، نہ کھینچنے والے بنتے، صاف کہہ دیتے ہمارے دین کے خلاف ہے اگر ایسا کرتے تو دوسری حکومتیں بھی مجبور ہوتیں اور بغیر فوٹو کے پاسپورٹ قبول کرتیں، دیکھو! سکھ ڈاڑھیاں رکھتے ہیں ان کے سروں پر بے تکے بال بھی ہوتے ہیں. اس سب کے باوجود وہ بڑے بڑے عہدوں پر ہیں۔ ہندوستان کا ایک صدر بھی سکھ رہ چکا ہے اگر مسلمان اپنے دین پر ثابت قدم رہیں تو ان کے لئے آسانی کی راہیں ہیں. سکھوں کو کوئی ڈاڑھی مونڈنے کو نہیں کہتا انہیں بھی نوکریاں مل جاتی ہیں. مسلمان صاحبان ہیں کہ غیر مسلموں کو راضی کرنے کے لئے دن میں دو مرتبہ ڈاڑھی مونڈتے ہیں. مسلمانوں کی جو حکومتیں ہیں احادیث شریفہ پر عمل کرتے ہوئے اگر بغیر تصویر پاسپورٹ بنا کر دیتیں اور دیگر مواقع پر تصاویر کو لازم نہ کرتیں تب بھی زندگی گذر جاتی اور کافروں کی حکومتیں بھی اس پاسپورٹ کو ماننے پر مجبور ہوتیں چونکہ غیر مسلموں کے سامنے جھکنے کا مزاج بن گیا ہے اس لئے ان کے طریقہ کار قبول کر لیتے ہیں۔

دوسری گذارش یہ ہے کہ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے تصویر لی جائے بشرطیکہ واقع مجبوری ہو جسے مجبوری کہا جاسکتا ہے تو بقدر ضرورت تصویر کھینچوانے کی اجازت ہوسکتی ہے ضرورت تو ہے پاسپورٹ کے فوٹو کے لئے لیکن آپ نے دکان میں لگانے کے لئے اور گھر میں لٹکانے کے لئے فوٹو بنالیا اس میں تو کوئی ضرورت اور اضطرار نہیں ہے یہ حرکت کیوں کی گئی؟

ان قدآدم تصویروں اور مورتیوں کی کیا ضرورت ہے جو دفتروں میں لگی ہوئی ہیں اور اخبارات میں تصاویر چھپوانے کی کیا ضرورت ہے پھر مصنوعات کے ٹریڈ مارک کے لئے تصویروں کو اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''تصویر بنانے اور بنوانے کی جو ممانعت ہے وہ ہاتھ سے تصویر بنانے اور بنوانے یا فوٹو کے ذریعہ سے تصویر اتارنے اور اتروانے سب ہی کے لئے ہے. جاندار کی تصویر خواہ کسی طریقہ سے بنائی جائے تصویر کا حکم رکھتی ہے. اس کو گھر میں رکھنا ممنوع ہے. تصویر سے مراد چہرہ یعنی سر کی تصویر ہے خواہ ہاف (نصف بدن کی) ہو یا پورے قد کی ہاں سر اور چہرہ نہ ہو تو بدن کی تصویر مباح ہے۔

بعض علماء مصر فوٹو کی تصویر کو مباح قرار دیتے ہیں بعض نصف بدن کی تصویر کو مباح بتاتے ہیں مگر ہمارے خیال میں یہ دونوں قول مرجوح اور بے دلیل ہیں. لازمی سفر کے لئے پاسپورٹ کے واسطے فوٹو مباح قرار دیا جاسکتا ہے''۔ (کفایت المفتی ج ۹ ص ۲۴۱)

نیز فرماتے ہیں:

’’فوٹو گرافی کے ذریعہ سے جانداروں کی تصویریں بنانا بنوانا اس کا پیشہ کرنا ناجائز ہے کیونکہ فوٹو گراف کی تصویر بھی تصویر ہی ہے بلکہ اعلیٰ درجہ کی کامل تصویر ہے اس لئے تصویر کے احکام اس پر جاری ہوں گے۔ (کفایت المفتی ص ۴۴۵ ج ۹)

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ حدیث میں جس تصویر کشی کی ممانعت ہے وہ ہاتھ سے تصویر بنانے کے متعلق ہے اور کیمرہ سے جو تصویر اتاری جاتی ہے وہ چونکہ ہاتھ سے نہیں بنائی جاتی اس لئے وہ جائز ہے۔ یہ خیال غلط اور فاسد ہے۔

شیطان کی سمجھائی ہوئی دلیل ہے اصل مقصد تصویر بنانے کی حرمت ہے خواہ کسی بھی آلہ سے بنائی جائے۔

ایک شخص پتلونی ڈاڑھی منڈا جس کا پیشہ فوٹو گرافی تھا احقر سے حجّت کرنے لگا کہ کیمرہ تو بہت سے بہت ڈیڑھ سو سال پہلے کی ایجاد ہے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ میں نے کہا گناہ کو گناہ سمجھتے ہوئے کرو تو، توبہ کی توفیق بھی ہو جائیگی اور اگر گناہ کو حلال کرنے کی کوشش کرو گے تو گناہ دوہرا ہو جائے گا اور حلال نہیں ہوگا اور حلال سمجھنے کی وجہ سے توبہ کی توفیق بھی نہیں ہوگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آلہ کی تخصیص تو نہیں فرمائی کہ تصویر ہاتھ سے بناؤ گے تو فرشتے گھر میں داخل نہ ہوں گے اور کسی آلہ کے ذریعے سے تصویر کھینچو گے تو فرشتوں کو ناگواری نہ ہوگی اور یہ عمل **یضاھئون خلق اللہ** کی وعید میں شامل نہیں ہوگا، تصویر کشی کا عمل ہاتھ سے کیا جائے یا کیمرے سے دونوں صورتوں میں تصویر وجود میں آجاتی ہے اور احادیث میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے۔

جب یورپ وامریکہ کو پیشوا بنا لیا تو ملّہ و مدینہ کا رُخ کرنے کی ضرورت محسوس ہی نہیں ہوگی. یہ سیّد ہیں، یہ علوی ہیں، یہ صدیقی ہیں، یہ فاروقی ہیں! بس نام ونمود کی نسبتوں تک ہیں، معاشرہ میں اور گھر بار کے رہن سہن میں تو نصرانی معلوم ہوتے ہیں. الماری میں ایک کتا رکھا ہوا ہے، سامنے کسی کا فوٹو آویزاں ہے، دفتر میں کسی کا اسٹیچو رکھا ہوا ہے، اللہ کی پناہ! کیا مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں؟ جنہیں فرمانِ رسولؐ کی ذرا پرواہ نہیں اور جن کو رحمت کے فرشتوں سے بَیر ہے ان کا گھر میں آنا پسند نہیں فرماتے۔

بعض لوگ بچوں سے مرعوب ہوجاتے ہیں، اچھے خاصے نمازی، واعظ وصوفی گھرانوں میں بچوں اور بچیوں کے کھیلنے کے لئے گڑیا اور تصویریں اور مورتیاں خرید کر لائی جاتی ہیں، بچہ کی خواہش ہے اس کا دل بُرا نہ ہو، مگر مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر کو رنج پہنچ جائے گا اس کی کوئی پرواہ نہیں جب سے ٹیلیویژن آیا ہے اس کی فحاشی اور عریانی والی تصاویر نے تو تباہ ہی کر کے رکھ دیا۔

آج کل تصویر بنانا، کیمرہ سے تصویر لینا، اس مقصد کے لئے کیمرہ گلے میں ڈالے ہوئے پھرنا ایک فیشن ہوگیا ہے اور تہذیب وثقافت کا جزو بنا لیا گیا ہے۔ آرٹ کے نام سے جہاں اور بہت سے گناہ زندگی میں داخل ہوگئے ہیں ان میں تصاویر سجانا، بنانا، دیکھنا دکھانا بھی شامل ہے، جہاں کسی کے پاس چار پیسے ہوئے بناوٹ، سجاوٹ، کیمرہ تصویر، مورتی اور مجسمہ کی طرف متوجہ ہوا. ہزار سمجھاؤ کہ خدا اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی ہے مگر کان دھرنے کو تیار نہیں ہوتے۔

مسئلہ: جس چیز میں جان نہ ہو اس کی تصویر بنانا اور گھر میں رکھنا درست ہے جیسے درخت وغیرہ ہاں اگر کوئی ایسی چیز ہے جو کفار کا شعار ہو تو بے جان کی تصویر سے بھی پرہیز ضروری ہے، جیسے عیسائیوں کا صلیب وغیرہ۔ فإلی اللہ المشتکی وعلیہ التکلان

ہدایات برائے اساتذۂ کرام

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جوامت کی فکر منجانب اللہ عطا ہوئی تھی اسمیں سے یہ بھی ہے کہ اساتذۂ کرام و مہتمین حضرات کو گرامی ناموں کے ذریعے طلبۃ العلم کی فلاح کیلئے ہدایات بھیجتے رہتے تھے تاکہ دینی مدارس کے طلبہ صحیح معنی میں علماء بنکر نکلیں اور انکے علم اخلاص للّٰہیت و اعمال صالحہ کی وجہ سے جان پیدا ہو جائے اسی سلسلے کے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

ہر جمعرات کو کوئی صاحبِ نسبت اجتماعی بیان کیا کریں۔ سب طلبہ شریک ہوں، تزکیہ نفس کی ضرورت بتائی جائے اور کبھی کبھی اکابر سے خطاب کرایا جائے۔

تفسیر پڑھاتے ہوئے جہاں کہیں تزکیہ کا ذکر آجائے اس پر بھرپور تقریر کی جائے اور اس کی اہمیت بتائی جائے جس طرح سنن ترمذی کو بیانِ مذاہب اور بیان دلائل کے لئے اور ترجیح الراجح کے لئے مخصوص کر رکھا ہے. اسی طرح حدیث کی دوسری کتابوں میں کتاب الرقاق، کتاب الآداب، حسن المعاشرۃ، الحب فی اللہ، البغض فی اللہ، وغیرہ امور کو مخصوص کیا جائے یا ان احادیث کو خاص اہتمام سے سمجھایا جائے اور معاشرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے پڑھایا جائے. مشکوٰۃ المصابیح کی جلدِ ثانی کا نصف باقی جو کتاب الآداب سے شروع ہے پوری بصیرت ایضاح و تحقیق کے ساتھ زندگیوں پر

مطابق کرتے ہوئے پڑھایا جائے. حضرات صحابہ کرام وتابعین ائمہ تصوف کے تزکیہ نفس کرنے والے واقعات خصوصیّت کے ساتھ بیان کرائے جائیں۔

جہاں کہیں رذائلِ نفس کے بارے میں کوئی حدیث آجائے خوب اچھی طرح ان رذائل کی شناخت اور قباحت بیان کی جائے. فضائلِ اعمال کی احادیث پر خوب توجہ دی جائے اور فضائل پر عمل کرنے کی خوب ترغیب دی جائے وباللہ التوفیق وعلیہ التکلان وھوالمستعان۔

ضروری ہدایات برائے اہل صحافت

یہ نشر واشاعت کا دور ہے چھوٹی موٹی کتابیں بے شمار چھپ چکی ہیں اور برابر چھپ رہی ہیں اخبارات ورسائل بھی بے شمار نکل رہے ہیں ہر ماہ امّتِ مسلمہ کا لاکھوں روپیہ کاغذ اور کتاب پر خرچ ہوجاتا ہے لکھنے پڑھنے کا جو چسکا اُمّت کو لگ چکا ہے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مصنّفوں اور ناشروں نے ان گنت کتابیں چھاپ ڈالی ہیں۔ لیکن چونکہ دیگر مشاغل زندگی کی طرح تصنیف وتالیف اور نشر واشاعت کا مقصد دین اور احیاء دین نہیں ہے بلکہ جلبِ زر اور کسبِ معاش یا دادِ تحسین لینا بن چکا ہے. اس لئے تجارتی ڈھنگ پر لکھنے والے لکھتے ہیں اور چھاپنے والے چھاپتے ہیں۔ جو کتاب چھپ جاتی ہے اس کی نکاسی کے لئے وہ مبالغہ آمیز اشتہار دیئے جاتے ہیں جو سراسر غلط بلکہ گمراہ کن اور اصولِ اسلام کے خلاف ہوتے ہیں۔

مسلمان کا مقصد زندگی اللہ کو راضی رکھنا اور اللہ کے دین کو مضبوطی سے پکڑنا

اور دوسروں کو صراطِ مستقیم پر چلانے کے لئے فریضۂ امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں جان و مال لگانا ہے خداوندِ قدّوس نے سورہ آل عمران میں امّت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کا مقصدِ خلقت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر قرار دیا ہے اور اس مضمون کی آیت شریفہ ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ .الآیۃ﴾ ہر ایک کی زبان زد ہے، فخرِ کائنات نے نہی عن المنکر کی انجام دہی کے لئے اوّل ہاتھ کے استعمال اور پھر زبان کے استعمال کا مرتبہ بتایا ہے اور صرف دل سے بُرا سمجھ کر خاموش بیٹھے رہنے کو ایمان کا سب سے کمزور درجہ قرار دیا ہے مطلب یہ ہے کہ اپنی طاقت کے بقدر برائیوں کے مٹانے کی کوشش جاری رکھنا چاہئیے قوت تحریر بھی ایک طاقت ہے اگر اس قوت کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے خرچ کیا جائے تو امّت کو حسین وقبیح کا امتیاز ہو جائے اور عیب و ہنر کا ہوش آ جائے لیکن افسوس ہے مقالہ نگار اور مضمون نویس اور مؤلفین وناشرین امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ سے نہ صرف غافل ہیں بلکہ امر بالمنکر ونہی عن المعروف کا پارٹ ادا کر رہے ہیں جس کا اصل مقصدِ حیات سے غفلت اور جلبِ زر کی نیت ہے، دل کی آواز یہ ہے کہ پیسہ آنا چاہئیے جیسے بھی آئے، اُمّت کا کچھ بنے، اسلام سے پھرے، عیسائی بنے یا کچھ ہو ہماری دوکان چلنی چاہئیے اس مقصد حقیر کے پیش نظر مضمون لکھنے اور کتاب یا رسالہ مرتب کرتے وقت یہ سوچتے ہیں کہ عوام کے مزاج کے مطابق ہو، ایسی چیز شائع کر دے جسے ذہن قبول کئے ہوئے ہیں اور ایسی کتاب چھاپ ڈالو جو ہاتھوں ہاتھ نکل جائے یہی وجہ ہے کہ ناول اور افسانے فلمی گانے لکھنے اور چھاپنے اور فلمی رسالے نکالنے پر بہت توجہ دی جا رہی ہے جو افسانہ

زیادہ گندہ ہے وہ ہی زیادہ مقبول جس رسالہ میں ایکٹریسوں کی تصویریں ہوں وہی بہت زیبا، جس اخبار میں فلمی خبروں کا کالم مستقل ہو وہی سب سے عمدہ۔ یہ اُمّت کا مزاج بن چکا ریم کا کاغذ ہمارے ملک میں کھپ جاتا ہے جس پر مخرب اخلاق لیٹریچر چھپتا ہے۔

بعض لکھنے والوں کو دین کی طرف توجہ ہے تو وہ بھی عجیب ڈھنگ سے ہے ان منشیوں نے دینی عقائد وحقائق کو اور دینی اکابر وسلف کو اپنے فکر ونظر کا تختہ مشق بنا رکھا ہے۔ کوئی ''عثمانی دور تاریخ کی روشنی میں'' لکھ کر حضرت ذو النّورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خامیاں اور کوتاہیاں دکھلانے کی فکر میں ہے، کوئی علی مرتضی کرم اللہ وجہہ پر ہاتھ صاف کر رہا ہے۔ کوئی حضراتِ صوفیہ کو دین کا دشمن بتا رہا ہے، کوئی حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے طریق اصلاح وتجدید میں کیڑے ڈال رہا ہے۔ کوئی لکھتا ہے کہ کافر کا مؤبد فی النار ہونا ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ کوئی رائے پیش کرتا ہے کہ خدا کے ماننے والے جنتی ہیں خواہ دین اسلام قبول کیا ہو یا نہیں، کوئی ڈارون کے عقیدۂ ارتقاء کو قرآن سے ثابت کر رہا ہے اور کوئی سائنس دان کی ایجادات وترقیات کو قرآن کے ذمّہ منڈھ رہا ہے۔ کوئی لکھتا ہے کہ قادیانی غلطی پر تو ہیں لیکن ان کو کافر کہنا درست نہیں، ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوتا ہے کہ مولویوں کو کفر کے فتوے دینے کی عادت ہے۔ اسی وجہ سے قادیانیوں کو کافر کہتے ہیں۔ حالانکہ قادیانیوں کی بڑی خدمات ہیں انہوں نے بہت سے انگریزوں کو اسلام کی تبلیغ کی ہے اور انگریزی میں لیٹریچر لکھا ہے، لندن میں مسجد بنائی ہے۔ یہ حقائق ومعارف کے انبار ان مصلحین ومتجدّدین کی طرف سے ہیں جو ذرا

اردو لکھنا جان کر اپنے کو اسلام کا لیڈر سمجھتے ہیں. اصولِ اسلام سے قرآن وحدیث کے مطالبات سے یکسر جاہل ہیں اور حال یہ ہے کہ جن حضرات نے دس دس برس اسلام کو پڑھا اور سمجھا ہے اور پھر اس کے بعد پوری پوری عمریں دین کے پھیلانے میں خرچ کی ہیں ان کو دین کا دشمن بتاتے ہیں۔

تبصرے لکھنے لکھوانے کی بھی خوب ہوا چلی ہے اور تبصرہ لکھانا بھی ایک فیشن ہو گیا ہے. مطلب یہ ہے کہ اصولِ اسلام کے خلاف یا مسائل متفق علیہا کے خلاف اگر کوئی کتاب چھپ جاتی ہے اور اس پر دینی مبصّر تبصرہ لکھتے ہوئے اغلاط کی نشان دہی کرتے ہیں اور اس کتاب کو ناقابل اشاعت بتاتے ہیں تو اس تبصرہ اور مشورہ پر عمل ہر گز نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ کتاب برابر اسی طرح فروخت ہوتی رہتی ہے اور اس کی پبلسٹی کے لئے برابر اشتہارات چھپتے رہتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر واقعۃً صدقِ دل سے اپنی تالیف میں غلطی کی اطلاع پانے کے لئے اور اس مقصد کے لئے تبصرہ کراتے ہیں کہ کوئی غلط بات امّت میں نہ پہنچ جائے تو کتاب چھاپنے سے قبل اہل علم کو دکھلا لینا چاہئے اور اگر ایسی غلطی کر چکے ہیں کہ بغیر دکھائے کتاب چھپ کر پریس سے آ چکی ہے تو اب جب اہل علم نے غلطی سے باخبر کیا ہے تو اس کی تلافی ہونا لازم ہے. بایں طور کہ اگر اغلاط کم ہیں تو ان پر علیحدہ سے چیپیاں چھاپ کر لگا دی جائیں اور اگر اغلاط کثیر ہوں یا عنوان کتاب ہی غیر صحیح ہو تو کتاب کی پوری جلدوں کو دریا برد کر دینا لازم ہے لیکن ایسا نہیں کیا جاتا ہے بلکہ کتاب برابر چھپتی رہتی ہے اور ساتھ ہی صاحبِ تصنیف کی طرف سے تبصرہ نگاروں پر تبصرہ شروع ہو جاتا ہے، خصوصاً پبلشر اور بک سیلر (جن کی رقم

کتاب کی اشاعت میں صرف ہوچکی ہے) تو اسی دھن میں رہتے ہیں کہ یہ کتاب جلد سے جلد نکل جائے تا کہ رقم سیدھی ہو چونکہ مقصد دنیا کمانا ہے. رضائے الٰہی اور خدمتِ دین مقصد نہیں ہے اس لئے مجموعہ اغلاط کو امت تک پہنچاتے ہی رہتے ہیں. سچ فرمایا فخر کائنات صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ((حب الدنیا رأس کل خطیئة)) ۔

قرآن وحدیث کا ترجمہ بہت بڑی ذمہ داری ہے. اس کام کے لائق پوری صدی میں چند ہی افراد ہوتے ہیں جو علم وافر اور نظر غائر رکھتے ہیں اور ساتھ ہی دین کے مزاج اور صاحبِ نبوت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مزاج سے آشنا ہوتے ہیں اور سلفِ صالحین کی تفسیر وتشریح سے باخبر ہو کر قلم اٹھاتے ہیں بعض لوگوں نے قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر لکھنے کا ارادہ کیا تو دِلّی کی ٹکسالی زبان یا بازار میں استعمال ہونے والے محاورات کا مجموعہ تیار کر دیا۔ انہوں نے یہ نہ سمجھا کہ ہم خالق کائنات کے کلامِ کو پیش کر رہے ہیں کلام اور صاحب کلام کی عظمت کو سامنے نہ رکھا ٹھوکریں کھائیں گویا لکھتے وقت کلامِ الٰہی کو سب سے بڑی اور بلند ذات گرامی کا کلام نہیں سمجھا بلکہ العیاذ باللہ دہلی کے محلّہ بلّی ماران کے حکیموں اور بھٹیاروں کی باتوں کے مشابہ بنا دیا. مترجمین کے ساتھ مفسّرین بھی نکلے. قرآن مجید کی سورتوں کو اپنے نئے نظریات کا جامہ پہنا کر شائع کر بیٹھے، اہل حق نے بتوفیق اللہ تعالی ان سب کی تردید کی مستقل رسالے لکھے. مصر کے ایک مفسّر نے تو تفسیر کا مجموعہ تصاویر بنا دیا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو خدا نور سے بھرے کہ انہوں نے اس قسم کے ہر مترجم ومفسّر کی خبر لی. حضرت موصوف کے مستقل رسالے اس سلسلہ میں طبع ہو چکے ہیں. اس وقت مندرجہ ذیل رسالوں کا نام

ذہن میں آیا ہے. ۱۔اصلاح ترجمہ دہلویہ. ۲۔التقصیر فی التفسیر. ۳۔تقدیس القرآن المنیر عن تدنیس التصاویر. اہل حق نے تنقید و تبلیغ کا فرض ادا کر دیا لیکن غلط ترجمہ اور غلط تصویریں برابر چھپ رہی ہیں. تنقید اور تبصرہ کا کچھ اثر ناشرین نے نہیں قبول کیا۔

دَورِ حاضر میں حدیث کے ترجمے بہت چھپ گئے ہیں. بلا شبہ آنحضرت فخر دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات سے واقف ہونا ہر مسلمان کے لئے بہت ضروری ہے اور خصوصاً اس دور میں جبکہ حدیث کی اہمیّت گھٹانے پر بڑا سرمایہ خرچ کیا جا رہا ہے اور تزویر و تلبیس کے جال پھیلا کر ارشاداتِ رسُول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو پس پشت ڈالنے کی تلقین کرنے والے افراد اور ادارے برابر کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ایسے حالات میں حدیث شریف کی اشاعت بہت ضروری ہوگئی ہے لیکن اس سلسلہ میں یہ امر قابل غور ہے کہ کتب حدیث سامنے رکھ کر انتخاب کر کے ترجمہ وتشریح کرنا چاہئیے. مختلف عنوانات پر حدیث شریف کو سامنے رکھ کر نئی تالیفات مرتب کی جائیں تو بلا شبہ یہ بہت مفید اور مصلحانہ کوشش ہوگی جو کتبِ حدیث کتاب الطہارات سے کتاب الفرائض تک تمام مسائل وعنوانات کو جامع ہیں. شروع سے آخر تک ان کا ترجمہ چھاپ کر عام کرنا عوام کے لئے مفید نہیں ہے بلکہ مضر ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ کتب حدیث میں چاروں مذاہب کی دلیلیں جمع کر دی گئی ہیں اور ایک ایک باب میں متعدد ایسی حدیثیں جمع ہیں جو بظاہر آپس میں مخالف اور متضاد ہیں اس تخالف وتضاد سے چونکہ علماء کے ذہن مانوس ہیں اور رفع تضاد کے اصول سے باخبر ہیں. اس لئے

ان کے لئے کتبِ حدیث کا اوّل سے آخر تک مطالعہ کرنا مفید ہوتا ہے. باقی عوام کو پوری پوری کتاب کا ترجمہ دے دینا ان کے ذہنوں کو بے مطلب الجھانا اور حدیث شریف سے بدگمان کرنا ہے کیونکہ تخالف وتضاد کو دیکھ کر وہ دقت میں پڑیں گے اور منکرین حدیث عوام کو حدیث سے ہٹانے کے لئے ان ترجموں سے کام لیں گے اور یہ ظاہر کریں گے کہ یہ مولویوں کی گھڑی ہوئی حدیثیں ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات ہوتے تو اس قدر باہم مخالف ومتضاد نہ ہوتے. بناء علیہ جہاں تک ہم نے غور کیا اسی نتیجہ پر پہنچے کہ احادیثِ نبوی کا انتخاب کر کے ضروری مباحث وتشریحات کے ساتھ نئی تالیفات ترتیب دینا چاہئیں گو یہ تالیفات کتب حدیث کی مسلمہ کتب کے تراجم کے مقابلہ جلد فروخت نہ ہوسکیں گی مگر امّت کو ان سے نفع زیادہ ہوگا پھر یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مترجمین اور شارحین محقق ہوں، ہر کس وناکس کو حدیث شریف کے ترجمہ وتشریح کی خدمت سپرد کرنا بڑا ظلم ہے، چونکہ نیا ترجمہ لکھانے میں کچھ خرچ ہوتا ہے. اس لئے پرانے چھپے ہوئے تراجم ہی کو ناشرین چھاپ رہے ہیں حالانکہ یہ تراجم بعض ایسے اہل قلم کے لکھے ہوئے ہیں جو محقق علماء کے نزدیک صحیح اسلامی اسپرٹ سے نابلد تھے. حضرات علماء کرام سے ہم درخواست کرتے ہیں کہ خدمتِ حدیث محض لوجہ اللہ انجام دیں. کچھ ملنے ملانے کے انتظار میں رہیں گے تو نا اہلوں کے ترجمہ چھپ جائیں گے پھر ان کے مضر اثرات سے امّت کو محفوظ کرنا محال ہو جائے گا۔

گذشتہ صدیوں میں قرآن وحدیث اور فقہ فتاویٰ کی خدمت محقّقین ہی کے

قلم سے ہوتی تھی اور یہ حضرات صرف اللہ کی رضا کے لئے موٹی موٹی کتابیں لکھ جاتے تھے. خدا برا کرے انگریزوں کا جنہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کو یہ بتایا کہ کتاب لکھ کر رائلٹی لینا اور حقِ تصنیف محفوظ کرانا چاہئیے ،۔اب آخرت کا دھیان تو ختم ہوا دوکانداری کے لئے کتابیں لکھی جاتی ہیں. پھر جب دنیا ہی مقصود ہوگئی تو اس کا سوال بھی اٹھ گیا کہ امّت کو جس چیز کی حقیقتاً ضرورت ہے اسی موضوع پر کتاب لکھیں، اب تو عوام کی مانگ دیکھی جاتی ہے اور ایسی چیز لکھنے کو ترجیح دی جاتی ہے جو بہت مقبول ہو حقِّ تصنیف زیادہ ملے. اجرت کا نقطۂ نظر جب سے سامنے آیا ہے ٹھوس علمی کتابیں لکھنے سے نظر ہٹا کر موضوع حدیثیں اور خود تراشیدہ فضائل کو جمع کرنے میں اہل علم بھی تسامح کرنے لگے ہیں. بعض مؤلفین کتابیں ٹھوس علمی اور ہلمی لکھتے ہیں مگر حق تصنیف محفوظ ہے. اپنی کتابوں پر ضرور چھپوا دیتے ہیں. اس میں ایک بہت بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ ہر دوکاندار ایسی کتاب کو چھاپنے سے گریز کرتا ہے جس کی وجہ سے کتاب کی افادیت مکاناً و زماناً محدود ہو کر رہ جاتی ہے. مصنف نے کتاب لکھ کر سرورق پر جملہ حقوق محفوظ چھپوا دیا. یہ حقِّ تصنیف ان کے ورثہ کو منتقل ہو جاتا ہے. وہ لوگ نادار یا نا اہل ہیں نہ خود چھاپ سکتے ہیں نہ اجازت دیتے ہیں. آخر کتاب نسیاً منسیا ہو کر رہ جاتی ہے. حقِّ تصنیف محفوظ کرنا اور اس کو فروخت کرنا درست ہے یا نہیں. خالی الذہن ہو کر ہم یہ سطریں لکھ رہے ہیں اور اس رُخ کے نقصان سے باخبر کرنا مقصود ہے جس کا ہم کو تجربہ ہے. یہ وہ زمانہ ہے کہ دینی مصنّف کی کسی کتاب کو کوئی بک سیلر اگر مسودہ مفت لے کر ساتھ ہی دس بیس روپے لے لے تب بھی خوشی سے قبول کرنا چاہے. آج دینی

کتابوں کی رغبت ہی کہاں ہیں. حقِّ تصنیف ملنے کے خیال میں خدا جانے کتنے مسودے رکے پڑے ہیں. اگر یہ خیال دل سے نکل جائے تو بکثرت دینی کتب معرض وجود میں آجائیں. رہی مسئلہ کی نوعیّت تو اس سلسلہ میں ہماری معلومات یہ ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حق تصنیف کو فروخت کرنے اور حقِّ تصنیف محفوظ اور رجسٹرڈ کرانے کو نادرست لکھا ہے. بعض علماء نے اس کے جواز کا بھی فتویٰ دیا ہے لیکن جس نقطۂ نظر سے ہم نے گفتگو کی ہے وہ دونوں فتوٰوں کو سامنے رکھ کر بھی درست ہے۔

آج کل صحافی لوگوں کا یہ طریقہ ہوگیا ہے کہ جب کسی معروف آدمی کی موت پر اداریہ لکھتے ہیں تو یوں کہتے ہیں کہ موت نے ہم سے ایک ایسی شخصیت کو جُدا کر دیا جس کی اس وقت ہمیں زیادہ ضرورت تھی اس طرح کے الفاظ لکھنا شرعاً صحیح نہیں بہت سے آزاد قلم نویس یہاں تک لکھ جاتے ہیں کہ قدرت کے سفاک ہاتھ نے ہم سے فلاں شخص کو چھین لیا، یہ تو کلمۂ کفر ہے مؤمن کا کام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر پر راضی رہے اور تعلیماتِ اسلامیہ کی حدود سے باہر نہ نکلے، فرحت ومسّرت رنج والم ہر حالت میں بندہ احکام خداوندی کا پابند ہے. حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو آپ نے فرمایا ''إنّ العين تدمع والقلب يحزن ولا نقول إلاّ ما يرضى ربُّنَا وأنا بفراقك يا إبراهيم لمحزون''۔

ترجمہ: بے شک آنکھ اشکبار ہے اور دل رنجیدہ ہے اور ہم بس وہ ہی بات کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو اور اے ابرہیم بلاشبہ ہم تمہاری جُدائی سے غمگین ہیں۔

معلوم ہوا کہ طبعی رنج ہو تب بھی اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر پر دل سے راضی رہے کوئی کلمہ ایسا نہ کہے جو خداوند قدوس کی ناراضگی کا سبب بنے۔

کتب فروش نے یہ طے کرلیا ہے کہ دوکان خوب چلے، امّت کا کچھ بنے بدعت میں پھنسے یا کیر کٹر خراب ہو۔ اس سے مطلب نہیں، چونکہ تجارت صرف دنیا کے لئے کرتے ہیں آخرت اور رضائے الٰہی کا خیال چھوڑ چکے ہیں اس لئے اچھے اچھے دیوبندی مسلک رکھنے والے تاجر بھی مولود کی کتابیں اور گنج العرش کے فضائل اور نور نامہ داستان امیر حمزہ اور کیا کیا بیچتے اور چھاپتے ہیں. کتاب ''رکن دین'' بدعتیوں کی کتاب ہے. گھڑی ہوئی باتوں سے بھرپور ہے. دیوبندی مسلک رکھنے والے خوب بیچتے اور اشتہار دے کر اسے عام کرتے ہیں. اِنا للہ واِنا اِلیہ راجعون ۔

مظلوم ڈاڑھی اور ظالم پتلون
ایک عمدہ مضمون

احکام اسلامیہ کا پھیلاؤ انسانی زندگی کے ہر شعبہ کا احاطہ کئے ہوئے ہیں، ہر مسلمان پر لازم ہے کہ پورے احکام پر عمل کرے، یہ احکام عبادات، معاملات معاشرت، سیاست وحکومت، سونے جاگنے، کھانے پینے، ملنے جلنے، میاں بیوی کے تعلقات، اولاد کی تربیت (جسمانی بھی ایمانی بھی) شکل وصورت وضع قطع لباس، دوستی اور دشمنی رہن سہن وغیرہ سب پر دور حاضر کے مسلمانوں نے عجیب سلسلہ جاری کیا ہے، اسلام کے چند احکام پر عمل کرتے ہیں، اور باقی کی طرف سے پشت پھیرے

رہتے ہیں، اسلام کے عقائد نہ سیکھتے ہیں، نہ اولاد کو سکھاتے ہیں، اسلام کا قانون قبول کرنے اور نظامِ حکومت اس کے مطابق چلانے سے پرہیز کرتے ہیں، بلکہ اسلامی قوانین پر اعتراض کرتے ہیں، کہنے کو تو مسلمان مگر شکل وصورت دشمنوں جیسی، پہناوا اُن کا جیسا، حرام روزی سے پرہیز نہیں، رشوت، لین دین میں بہت زیادہ آگے آگے، تجارت میں دھوکہ فریب اور خیانت اور جھوٹی قسمیں، اولاد کی غیر اسلامی تربیت کرنا، انہیں دشمنوں کے رنگ ڈھنگ سکھا کر دشمنوں کی گود میں پھینک دینا، نماز کی پابندی نہیں، زکوۃ کی ادائے گی نہیں، کھانے پینے میں حرام حلال کا خیال نہیں، یہ سب کچھ ہے مگر ہیں پھر بھی مسلمان۔

مسلمانو! اپنی جانوں پر رحم کھاؤ، اسلامی احکام کو اپناؤ، دشمنانِ اسلام کی طرف نظریں اٹھا کر نہ دیکھو، اس کی کیا رِیس کرنا جسے دوزخ میں جانا ہے، تم اللہ کے نیک بندے بنو، قرآن پر چلو، اپنے نبی کی سیرت اور صورت کو اختیار کرو، ایسا لباس پہنو جسے دیکھنے والے پہننے والے کو مسلمان سمجھیں، قرآن شریف کی آیت پیش نظر رہے۔

﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ اور ظالموں کی طرف مائل مت ہو جاؤ ایسا ہوگا تو تمہیں دوزخ کی آگ پکڑ لے گی۔

اور حدیث شریف میں ہے "من تشبه بقوم فهو منهم" (مشکوۃ المصابیح)

مسلمانوں کے لئے داڑھی مصیبت بنی ہوئی ہے، اور اس بیچاری پر طرح طرح کے ظلم ہوتے ہیں کوئی کاٹتا ہے کوئی مونڈتا ہے، اور اس کا فیشن ایبل نام شیونگ رکھا ہے، کسی

نے ساری ہی مونڈ رکھی ہے، کسی نے گال صاف رکھے ہیں، کسی نے جَو کے برابر رکھی ہے، کسی نے اس سے کچھ زیادہ، اچھے خاصی نمازی دینداری کے دعویداران حرکتوں میں مبتلا ہیں، جو لوگ کافروں میں گھل مل کر رہتے ہیں، ان کو تو یہ شرم کھائے جارہی ہے کہ داڑھی رکھیں گے تو یہ لوگ ناراض ہوں گے، فیشن والوں کی فہرست سے نکال دیں گے، دقیانوسی ہونے کا طعنہ دیں گے، بھلا کافر کی بھی کوئی حیثیت ہے، جو اس کی بات کو وزن دیا جائے، اور اسے راضی رکھنے کے لئے دینی احکام کو پامال کیا جائے ؟ وہ لوگ تو اپنا کفریہ شعار اور لباس اختیار کرنے میں ہم سے نہ شرمائیں اور ہم رسول اللہ کی جیسی شکل وصورت اور لباس اور پہناوا اختیار کرنے میں کافروں سے شرمائیں، یہ کیا سمجھداری ہے، اور دینداری ہے ؟

پھر جو لوگ کہیں ملازم ہیں دشمنوں کے ساتھ کام کرتے ہیں، وہ اگر ان کو راضی رکھنے کے لئے داڑی نہ رکھیں، اور اپنے رسول کی صورت سے بیزار ہو کر اپنی آخرت خراب کریں ان کے لئے تو ایک جھوٹا بہانہ بھی ہے، لیکن جو لوگ ملازم نہیں ریٹائر ہوگئے، بڑی عمر کو پہنچ گئے منہ میں دانت نہیں، پیٹ میں آنت نہیں، گال پچکے ہوئے کمر میں کُب نکلا ہوا ان لوگوں کو کیا مصیبت ہے کہ اسلامی شکل وضع وقطع اختیار نہ کریں، آخر رسول اللہ کی ہدایت سے اور شکل وصورت سے کیوں نفرت ہے؟ آپ نے تواعفو اللحی (داڑھیوں کو خوب بڑھاؤ) فرمایا، اور خود آپ کی خوب گھنی داڑھی تھی جس کے پھیلاؤ سے سینہ بھر جاتا تھا آپ کے اتباع سے کیوں نفرت ہے؟ آپ کی شکل وصورت کیوں

پسند نہیں کوئی ہے منچلا جو جواب دے۔

ڈاڑھی منڈے لوگوں کو یہ محبوب نہیں کہ رسول اللہ کو ایذا نہ پہنچے دشمنان رسول اللہ کی شکل وصورت اختیار کرنا منظور ہے، تف ہے ایسے فیشن پر، بزرگوں سے ایک واقعہ سنا ہے، وہ بھی قابل ذکر ہے، اور لائق عبرت ہے وہ یہ کہ مرزا قتیل ایک ہندوستانی شاعر ہے انھوں نے ایک عارفانہ نظم جو کسی طرح ایران پہنچ گئی وہاں ایک صاحب بہت متأثر ہوئے اور باقاعدہ مرزا قتیل کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ ڈاڑھی منڈا رہے ہیں، حیرت میں رہ گئے اور مرزا قتیل سے کہا کہ آغا ریش می تراشی (کہ آپ ڈاڑھی منڈا رہے ہیں؟) مرزا قتیل نے جواب دیا کہ بلے ریش می تراشم دلِ کس رانمی خراشم (ہاں میں ڈاڑھی تراشتا ہوں کسی کا دل نہیں چھیلتا) اس نو وارد نے کہا کہ بلے دلِ رسول اللہ می خراشی (کہ ہاں رسول اللہ کے دل کو چھیلتے ہو) یہ سن کر مرزا قتیل کو ہوش آیا، اور فوراً اقرار گناہ کرتے ہوئے کہنے لگے۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی

مرا با جانِ جان ہمراز کردی

اللہ تعالیٰ تمہیں اجر دے، تم نے تو میری آنکھیں کھول دیں، اور مجھے محبوب سے باخبر کردیا۔

ڈاڑھی منڈانے والے اپنی اس حرکت کو معمولی چیز سمجھتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ کس کے حکم کی خلاف ورزی کررہے ہیں اور کس کی صورت سے عملاً بیزار ہورہے ہیں

داڑھی کتنی ہونی چاہیئے:

یہاں تک ڈاڑھی مونڈنے والوں سے باتیں ہوئیں، اب ہم ان لوگوں کی طرف مخاطب ہوتے ہیں جو داڑھی رکھتے تو ہیں لیکن پوری داڑھی نہیں رکھتے، ڈاڑھی کاٹنے کے گناہ میں مبتلا ہیں، ان لوگوں کو بھی رسول اللہ کا قول وعمل پسند نہیں، ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو اس بارے میں خود ہی مفتی بن گئے ہیں، نماز روزہ کے مسائل تو علماء سے پوچھتے ہیں اور ڈاڑھی کے بارے میں خود ہی فتوی دے لیا۔

مثلاً ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ اتنی ڈاڑھی ہونی چاہیئے جو کافی دور سے نظر آ جائے، کوئی کہتا ہے کہ چالیس قدم سے دکھائی دے، وغیرہ وغیرہ......

یہ ان لوگوں کی اپنی اپچ پیچ اور اپنی غلط سوچیں ہیں جن کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے، رسول اللہ نے تو ''اعفوا اللحی'' فرمایا ہے، جس کا معنی ہے خوب اچھی طرح بڑھاؤ، شروح حدیث اور لغت کی کتابوں میں دیکھے بغیر خود ہی مفتی بن گئے، علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں وہ الفاظ ایک ہی جگہ جمع کر دیئے ہیں جو داڑھی بڑھانے کے بارے میں حدیث شریف میں وارد ہوئے ہیں، ان میں لفظ ''اعفو'' کے علاوہ ''وفروا'' اوفرو'' ارخوا'' کے الفاظ بھی ہیں، یہ سب الفاظ اچھی طرح بڑھانے پر دلالت کرتے ہیں اور آخر میں یعنی ''ارخوا'' کے معنی تو لٹکانے کے ہیں جو خوب زیادہ بڑھانے کے معنی میں خوب واضح ہے، یہ تو رسول اللہ کا ارشاد ہوا، اب آپ کا عمل دیکھو وہ کیا ہے۔

حضرت خباب رضی اللہ تعالی عنہ سے ان کے شاگرد نے دریافت کیا کہ آپ لوگ کیسے یہ جانتے ہیں کہ آنحضرت ظہر وعصر میں قراءت فرماتے ہیں،

انھوں نے جواب دیا کہ آپ کی ڈاڑھی مبارکہ کی حرکت کرنے سے آپ کا قراءت فرمانا ہم کو معلوم ہو جاتا ہے۔

صحیح مسلم میں ہے "وکان کثیر شعر اللحیة"، کہ آپ کی داڑھی مبارک زیادہ بالوں والی تھی۔

شمائل ترمذی میں ہے کہ: "کان رسول الله ﷺ کث اللحیة"، رسول اللہ گھنی ڈاڑھی والے تھے، حافظ ابن جوزی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے، کان رسول الله ﷺ عظیم اللحیة کہ رسول اللہ بڑی داڑھی والے ہیں۔

جب رسول اللہ نے خوب ڈاڑھی بڑھانے کا حکم فرمایا ہے، اور خود بھی بڑی گھنی ڈاڑھی رکھی ہے، تو اب چھوٹی سی ڈاڑھی بڑھانے کو دینداری سمجھ لینا اور یہ خیال کر لینا کہ ڈاڑھی بڑھانے کا جو حکم ہے ہم نے اس کی تعمیل کر لی خود فریبی ہے، یہ سب سیدنا محمد رسول اللہ کے قول وعمل کے خلاف ہے۔

بعض جاہل کہتے ہیں کہ ڈاڑھی کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے لہذا جتنی بھی رکھ لو حکم کی کی تعمیل ہو جائے گی، ایک مشت کی پابندی مولویوں نے نکالی ہے یہ ان لوگوں کی جہالت کی بات ہے، جب خود اچھی طرح ڈاڑھی بڑھانے کا حکم نبی نے فرما دیا تو مقدار کیسے متعین نہیں ہوئی ؟ مولوی کی کیا مجال ہے جو اپنے پاس سے کچھ کہے، یہ مشت والی بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، اگر آپ اس سے ناراض ہیں (حالانکہ خلفائے

راشدین کے اتباع کا رسول اللہ نے حکم دیا ہے) تو آپ اپنی ڈاڑھی مت کاٹیئے۔

ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو یہ سمجھ کر کہ ایک مشت ہو جانے سے اعفاء پر عمل ہو جاتا ہے مشت سے زائد کاٹنے کا طریقہ اختیار کیا اور کسی صحابی سے ڈاڑھی کو اس سے کم کرنا ثابت نہیں ہے، آپ کے خیال میں صحابہ کا عمل صحیح نہیں ہے تو بڑھاتے چلے جایئے اور ارشاد نبوی **اعفوا اوفوا وفروا ارخوا** پر عمل کیجیئے، یہ کیا دینداری ہے کہ خود سے مقدار تجویز کر لی کہ ذرا سی ڈاڑھی رکھنا کافی ہے، اپنی طرف سے مقدار مقرر کرنا تو آپ کے نزدیک صحیح ہے جو صریح حدیث کے خلاف ہے اور مولوی نے جو حضرات صحابہ کرام ؓ کے عمل کو سامنے رکھ کر مقدار بتادی تو آپ مولوی کو کوس رہے ہیں، خدارا حیلے بہانے چھوڑ و ، اور غور کرو کیا اس لفاظی سے میدان حشر میں چھٹکارا ہو جائے گا ؟ جہالت کی باتیں ترک کرو، رسول اللہ جیسی صورت بناؤ، آپ کے حکم پر مر مٹو ، آپ کے اختیار فرمودہ طریقہ پر فدا ہو جاؤ ، ہمیں مغرب کے کافروں اور ملحدوں کی تقلید کی کیا ضرورت ہے؟ واضح ہو کہ اپنی ڈاڑھی مونڈنا یا مشت سے کم کرنا جیسا کہ حرام ہے ایسے دوسرے کی داڑھی مونڈنا اور مقدار مذکور سے کم کرنا بھی حرام ہے اور اس کی اجرت لینا ہی حرام ہے ، باربر (نائی) حضرات اپنی روزی حرام نہ کریں۔

مونچھیں تراشنا:

مونچھیں تراشنا بھی سنن میں سے ہے، حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: **خالفوا المشركين واحفوا الشوارب واوفوا اللحى** ،، مشرکین کی مخالفت کرو اور مونچھوں کو اچھی طرح تراشو، اور داڑھی کو خوب

بڑھاؤ چونکہ ڈاڑھی مونڈنا اور مونچھیں بڑھانا مشرکین کا طریقہ رہا ہے، اور ڈاڑھی بڑھانا اور مونچھیں تراشنا حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا طریقہ ہے اس لئے رسول اللہ نے اس بارے میں سختی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ''من لم یأخذ شاربہ فلیس منا،، کہ جو شخص اپنی مونچھ نہ تراشے وہ ہم میں سے نہیں، مونچھیں بڑھاتے چلے جانا جیسا کہ مشرکین اور سکھ بڑھاتے ہیں اور جیسا کہ پہلوانوں نے ان کا طریقہ اپنا رکھا ہے شریعت اسلامیہ میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور یہ طریقہ رحمۃ للعالمین کے دین کے خلاف ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ اپنی مونچھیں تراشتے تھے، اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بھی ایسا ہی کرتے تھے، حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے طریقہ کو چھوڑنا اور رسول اللہ کے دشمنوں کے طریقہ کو اپنانا اور اختیار کرنا ایمانی تقاضوں کے سراسر خلاف ہے۔

مونچھوں کے بارے میں احادیث شریفہ میں لفظ قص بھی وارد ہوا ہے اور لفظ احفوا اور انھکوا بھی مروی ہے آخری دولفظ مبالغہ پر دلالت کرتے ہین، اس لئے مونچھیں کاٹنے میں مبالغہ کرنا مندوب اور مستحب ہے، حضرت ابن عمرؓ اپنی مونچھیں تراشنے میں اتنا مبالغہ کرتے تھے کہ اوپر کے ہونٹ کی کھال کی سفیدی نظر آتی تھی اگر مونچھوں پر موٹی مشین پھیر دی جائے یا قینچی سے خوب اچھی طرح تراش دیا جائے تو اس کے مبالغہ والی صورت حاصل ہو جاتی ہے۔

متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر عمل تھا اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ

اللہ علیہ نے بھی اس کو اختیار فرمایا ہے، اگر مبالغہ نہ کیا جائے اور مونچھوں کو اس طرح کاٹا جائے کہ اوپر کے ہونٹ پر کٹے ہوئے بال نہ ہوں اور منہ میں اندر نہ گھسے جاتے ہوں نہ آسمان کی طرف اٹھے ہوئے ہوں تو اس کی گنجائش ہے، جو لفظ قص سے مفہوم ہوتا ہے اور بعض ائمہ نے اس کو بھی اختیار فرمایا ہے۔

دشمنانِ اسلام کے پاس تو کوئی دین ہے ہی نہیں یوں ہی کچھ توہمات اور تصورات لئے پھرتے ہیں جو اپنی طرف سے تراش لئے ہیں، زندگی گزارنے کا کوئی پروگرام، زندگی کے شعبوں کے احکام، سیاست، تجارت، معیشت، معاشرت، رہن سہن، اور تمام امور زندگی میں آزاد ہیں، جن چیزوں کو دین سمجھتے ہیں وہ ان کے بڑوں نے خود تجویز کی ہیں، خالق مالک جل مجدہ کی طرف سے ان کے پاس احکام نہیں، انہیں اس کا نہ دعویٰ ہے اور نہ کوئی دلیل ہے، جو جی چاہتے ہیں خود سے عقائد اور اعمال تجویز کر لیتے ہیں، اور زندگی کو جس ڈھب چاہتے ہیں، چلاتے ہیں، شرم اور حیاء کو تو بالائے طاق رکھ ہی چکے ہیں، عورتیں بے پردہ بلکہ آدھی ننگی بازاروں میں باغوں میں اور تفریح گاہوں میں گھومتی پھرتی ہیں، اور یورپ نے تو بے شرمی کی حد کر دی ہے، ننگی عورتیں فرینڈ یعنی دوست تلاش کرتی پھرتی ہیں، بعض تفریح گاہوں میں بالکل آزادی ہے، مرد عورت جو چاہیں کر سکتے ہیں، وہاں کے بعض آنے جانے والوں نے بتایا کہ روڈ پر چلتے ہوئے ریل میں بیٹھے ہوئے بھی معاشقہ شروع ہو جاتا ہے، ایسے بے حیا اور انسانیت کے دشمن اگر ننگے ہو کر پھریں یا چست پتلونیں پہنیں یا عورتوں کو عریاں یا نیم عریاں پھرائیں تو کچھ بھی بعید نہیں لیکن مسلمانوں پر تعجب ہے کہ

جو سیدنا محمد رسول اللہ کے امتی ہونے کا دعوی اور بے شرمی کو اپناتے جارہے ہیں، رسول اللہ کے بارے میں تو بیان فرمایا: **کان اشد حیاء من العذراء فی خدرھا**،، آپ اس کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے جو اپنے پردہ میں ہوتی ہے۔

یہ پرانے زمانہ کی بات ہے آج کل تو نوخیز لڑکیاں بھی پردہ کو عیب اور شرم وحیا کو معاشرہ کا گھن سمجھنے لگی ہیں اور حدیث سنئے: فرمایا رسول اللہ نے ’’ **اربع سنن المرسلین الحیاء، والعطر، والسواک، والنکاح** .(رواہ الترمذی) یعنی چار چیزیں پیغمبروں کے طریقوں میں سے ہیں (۱) شرم (۲) عطر لگانا (۳) مسواک کرنا (۴) نکاح کرنا۔

اب دیکھلو دنیا کے بے شرم انسانوں میں تو شرم ہے ہی نہیں، مسلمان نام کے لوگ بھی حیاء کو بالائے طاق رکھتے جارہے ہیں، بیویوں اور بیٹیوں کو بے پردہ بازاروں اور پارکوں میں لئے پھرتے ہیں، اور اس پر خوش ہیں، ٹی وی اور انٹرنیٹ پر بے شرمی کی چیزیں دکھاتے ہیں اور ساتھ بیٹھ کر خود دیکھتے ہیں۔ **ھداھم اللہ تعالی**

عورتوں کے پاس دکھانے اور لبھانے کی کئی چیزیں ہیں، مردوں کے پاس داڑھی منڈا زنخوں والا چہرہ ہے، اور پچھلا دھڑ بھی ہے، جو مرد داڑھی رکھتے ہیں تو ڈھیلا پائجامہ پہنے ہیں، اور اوپر سے ڈھیلا نیچا کرتا پہن لیتے ہیں، تو ان کی طرف بری نظر نہیں اٹھتی جس سے دیکھنے والوں کو مزہ آئے، اب جب سے پتلون کا رواج چلا ہے تو عام طور پر لوگوں نے پائجامہ تو چھوڑ ہی دیا، کسی ہوئی پتلون اور اس کے اندر کرتے کا دامن

گھسا ہوا اپنا لباس بنالیا، بوڑھے، جوان، بچے اسی ڈھنگ پر چل رہے ہیں، دفتروں میں کام کرنے والے ہوں یا اپنی دوکانوں میں بیٹھنے والے ہوں، اسی حال اور چال ڈھال میں مست ہیں، کہ داڑھی مونڈی ہوئی ہو اور پتلون کسی ہوئی ہو، پھر چلتے بھی ہیں اتراتے ہوئے مٹکاتے ہوئے، کیا یہ شرافت ہے، اس میں انسانیت کا کونسا کمال ہے ؟ میرے ایک ملنے والے ہیں انھوں نے داڑھی بھی رکھ لی اور پتلون بھی چھوڑ دی، مجھ سے کہنے لگے کہ پرانی جو پتلونیں رکھی ہیں ان کا کیا کروں ؟ میں نے کہا تھوڑی نیچے سے کاٹ دو تا کہ ٹخنے نہ ڈھکیں، اور جب پہنو تو اوپر سے کرتے کا دامن ڈھانپ لو، یہ سن کر وہ ہنسے، ان کی ہنسی اس بات کی غمازی کررہی تھی کہ پھر پتلون کا فائدہ ہی کیا ہوا، جب نیچے سے کاٹ دیا اور اوپر سے دامن ڈھانپ لیا پتلون پہننے کا فائدہ ہی کیا رہا، پتلون کا فائدہ یہی تو ہے کہ دھڑ کو مٹکا کر چلیں، دیکھنے والوں کی نظریں پڑیں، اور دیکھنے والے لطف اندوز ہوں اور ٹخنوں سے نیچے پہن کر ذرا غرور وتکبر کا دلدادہ بننا تو منظور ہے لیکن رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وارفع ازارك إلى نصف الساق فإن ابيت فإلى الكعبين وإياك وإسبال الإزار فإنها من المخيلة وإن الله لا يحب المخيلة .(مشکوۃ المصابیح) یعنی اپنے تہبند کو آدھی پنڈلی تک اٹھاؤ اگر یہ گوارا نہیں تو ٹخنوں تک لے جاسکتے ہو، اور تہبند کو اس سے نیچے مت لٹکایا کرو، کیونکہ وہ تکبر کی وجہ سے ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتے۔

آج کل لوگوں نے رسول اللہ کے ارشادات کو پسِ پشت ڈال رکھا

ہے اور رواج کے مطابق کپڑا پہننے کو ضروری سمجھتے ہیں، چونکہ کافروں اور فاسقوں میں ٹخنے کے نیچے پتلون پائجامہ کرتہ پہننے کو عزت کی چیز سمجھی جاتی ہے، اسی لئے رسول اللہ کے ارشادات کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جو شخص تکبر کرتے ہوئے اپنا کپڑا گھسیٹ کر چلا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھیں گے۔ (صحیح بخاری ص ۸۶۱)

کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کا گناہ صرف تہبند ہی میں نہیں بلکہ دوسرے کپڑوں میں بھی ہے، کرتا، عمامہ، پائجامہ کو اگر کوئی ٹخنوں سے نیچے لٹکائے تو یہ بھی اسی ممانعت میں شامل ہے، **قال النبی ﷺ الاسبال فی الازار والقمیص والعمامۃ من جر منها شیئاً خیلاء لم ینظر الله إلیه یوم القیامة** (رواہ ابوداؤد ص ۲۱ ر ج ۲)

لوگوں کا یہ مزاج ہے کہ اللہ تعالیٰ نظرِ رحمت سے نہ دیکھے تو نہ سہی، کافر اور فاسق تو دنیا میں اچھی نظر سے دیکھ ہی لیں گے، لوگوں کو فیشن چاہیئے، کسی طرح کافروں اور فاسقوں کی نظر میں بھا جائیں، آخرت میں کچھ بھی بنیں، صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: **ما اسفل من الکعبین من الازار فی النار۔** (مشکوۃ المصابیح ص ۱۷۹) جو تہبند ٹخنوں سے نیچے ہوگا دوزخ میں لے جانے والا ہوگا۔

لوگوں کا عجیب حال ہے رسول اللہ کے ارشادات کی کچھ پروا نہیں، دوزخ میں جانے کو تیار حلوہ کا لقمہ سمجھ رکھا ہے، فاسق فاجر ٹخنے سے نیچے پائجامہ پتلون دیکھ کر خوش رہیں چاہیں دوزخ ہی میں جانا پڑے، یہ حال ہے مسلمان نام کے لوگوں کا (العیاذ باللہ)

نیز بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پرانی امتوں سے ایک شخص تکبر کی وجہ سے اپنے تہبند کو گھسیٹتا ہوا جا رہا تھا وہ قیامت تک دھنستا رہے گا۔ (مشکوۃ المصابیح ۳۷۳)

جب لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ پتلون نہ پہنو اگر پہنو تو ٹخنوں تک رہنے دو اور اس پر کرتے کا دامن ڈھانپ لو تو کہتے ہیں کہ ہم دفتروں میں ملازم ہیں، اور ہوٹلوں میں کام کرتے ہیں، وہاں کا یونیفارم یہی ہے، پہلی بات یہ ہے کہ جن دفتروں اور ہوٹلوں میں کام کرتے ہیں اگر مسلمان ہیں تو ایسے یونیفارم تجویز کرنا شریعت کے خلاف ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کو ٹھکرانے کے مترادف ہے، یہ لوگ ملازمین کو شریعت اسلامیہ کے مطابق شکل وصورت نہ بنانے اور غیر شرعی لباس پہنوانے کے مجرم ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ مالکوں اور منیجروں کے کہنے سے گناہ حلال نہیں ہو جاتا ، دوسرا روزگار مل سکتا ہے، اور ایسی ملازمتیں بھی مل سکتی ہیں جن میں حرام کا ارتکاب نہ کرنا پڑے، جو لوگ ان جگہوں میں ملازمتیں نہیں کرتے بھوکے تو نہیں مر گئے ، پھر جب مسلمان غیر شرعی یونیفارم سے انکار کریں گے تو ہوٹلوں کے مالک، کمپنیوں کے ذمہ دار اور اداروں کے مدیر اور منیجر یونیفارم بدلنے پر مجبور ہوں گے، ایک مسلمان کو کیا مصیبت ہے کہ داڑھی مونڈی ہوئی، پتلون کسی ہو، اور ٹائی لگی ہوئی وضع اختیار کرے جو دیکھنے میں نصرانی معلوم ہو رہا ہو۔

چلئے آپ تو نوکر ہیں، یہ تو بتائیے اپنے بچوں اور نوخیز لڑکوں کو پتلون کیوں

پہناتے ہیں، جس سے نفس ونظر کا کیف اٹھانے والے فاسقین اور کافرین محظوظ ہوتے ہیں، اگر آپ کہیں کہ کالج اور یونیورسٹیوں کا یہی لباس ہے تو عرض ہے کہ ان اداروں کے ذمہ دار جو مسلمان ہیں انھوں نے یہ بے شرمی کا لباس کیوں تجویز کیا، اور آپ نے کیوں مان لیا؟ نہ بڑوں کو دین پر چلنا ہے نہ چھوٹوں کو پھر کاہے کی مسلمانی ہے؟

اچھا جو لوگ نہ طالب ہیں نہ ٹیچر ہیں، نہ داڑھی مونڈ وانے والے اور پتلون پہنوانے والے اداروں اور ہوٹلوں میں ملازم ہیں وہ کیوں ایسا کرتے ہیں، اور ان کی ڈاڑھیاں کیوں مونڈی ہوئی ہیں؟ تجھ مجھ پر الزام لگانے اور جھوٹے بہانے تراشنے سے آخرت میں چھٹکارا نہیں ہوسکتا۔

وھذا آخر الکلام ومسك الختام والحمد لله على التمام والصلاة والسلام على خير الأنام وعلى آله وصحبه البررة الكرام وعلى من تبعهم باحسان إلى يوم القيام.

ایک حدیث شریف سے متعلق مفتی مدینہ کی تشریح

(حدیث شریف میں ہے اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں)

لہٰذا بندوں کو چاہیئے کہ اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھیں، اس کی مغفرت اور جنت کی امید رکھیں، اور یہ سمجھیں کہ وہ مغفرت فرمائے گا اور جنت نصیب فرمائے گا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان نہ رکھنا ایک طرح کی رحمت سے ناامیدی ہے جو اس کے یہاں بڑا جرم ہے، قرآن شریف میں آیا ہے کہ اللہ کی رحمت سے گمراہ لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں، مگر اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ اللہ سے نڈر ہو جائے، ایمان والوں کا خاصہ یہ ہے کہ ڈرتے بھی رہیں اور امید باندھتے رہیں۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے اساتذہ کے ساتھ ادب واحترام

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے اساتذہ میں سے تھے وہ والد صاحبؒ کے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے سے پہلے ہی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر چکے تھے۔ جب والد صاحبؒ مدینہ منورہ ہجرت فرما کر تشریف لے آئے تو آپ کے استاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: میری علمی خدمت میں مدد کرنے کے لئے اللہ پاک نے مولانا محمد عاشق الٰہیؒ کو بھیج دیا ہے۔ چنانچہ کئی کتابیں آپ نے اپنے استاذ مکرم کے حکم سے مدینہ منورہ میں تصنیف فرمائیں جن میں حقوق الوالدین انعام الباری تکملۃ الاعتدال فی مراتب الرجال قابلِ ذکر ہیں۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاذ مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب بھی تشریف لے جاتے' حضرت شیخ الحدیثؒ ایک چارپائی پر تشریف فرما ہوتے اور باقی لوگ نیچے بیٹھے ہوئے ہوتے تھے' حضرت والد صاحبؒ اپنے استاذ مکرم کے پاس ان کی چارپائی کے پاس نیچے بیٹھ جاتے تھے' حضرت شیخ الحدیثؒ کسی کتاب یا کسی کام کے بارے میں آپ سے پوچھتے تو آپ فوراً جواب دیتے۔' اور ادب کا یہ عالم ہوتا تھا کہ آنکھ اٹھا کر اپنے اُستاد کے چہرے کو نہیں دیکھتے تھے' جتنی دیر بیٹھتے بڑے ادب کے ساتھ جیسا کہ سر پر پرندہ ہو اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کرتے تھے بلکہ حضرت شیخ الحدیثؒ کوئی بات پوچھتے تو باادب جواب مرحمت فرماتے۔

ایک یا دو مرتبہ ہندوستان سے آپ کے اُستادِ محترم حضرت مولانا محمد حیات سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ عمرہ پر تشریف لائے، مسجدِ نبوی (علیٰ صاحبہ افضل الصلوٰۃ وازکیٰ السلام) کے قریب اُن کا قیام تھا، حضرت والد صاحبؒ ان کے ہاں روزانہ عشاء کی نماز کے بعد تشریف لے جاتے تھے، ہم بھی آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ حضرت والد صاحبؒ ان کے سامنے بہت ہی ادب کے ساتھ بالکل خاموش بیٹھتے تھے۔ اُستادِ محترم اگر کوئی بات کرتے یا کسی کام کے بارے میں ارشاد فرماتے تو فوراً انکی ضرورت پوری فرماتے، ہم کو حکم فرماتے تو ہم وہ چیز لے کر حاضر ہو جاتے ۔ حضرت استادِ محترم بہت بوڑھے تھے، کمر جھکی ہوئی تھی، بالکل پتلے دبلے گویا ہڈیوں کا ڈھانچہ ہی نظر آتا تھا، اُن کی زیارت کر کے ایمان تازہ ہو جاتا تھا، اُن سے ہم نے حدیث کی سند بھی لی جو ہمارے لئے بہت ہی اونچی اور مبارک سند ہے۔

مدینہ منورہ میں علماء کرام وعوام الناس کے لئے مرجع کی حیثیت

اُستادِ مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے انتقال کے بعد حضرت والد صاحبؒ کی جو ایک حیثیت اور مقام اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا، اس کی وجہ سے ہند و پاک، بنگلہ دیش، افریقہ اور عرب ممالک کے علماء حضرات حضرت والد صاحبؒ کے پاس حاضری دیتے اور استفادہ کرتے۔ حج و عمرہ کے زمانہ میں تو علماء کرام کا جمگھٹا رہتا تھا اور عوام الناس کا تو کیا کہنا؟ حج و عمرہ کے مسائل معلوم کرنے کیلئے تانتا بندھا رہتا۔ حضرت والد صاحبؒ مدینہ طیبہ میں احناف کے ایک مستند مفتی اور عالمِ ربانی کی حیثیت رکھتے تھے۔ حرم شریف میں جہاں

بیٹھ جاتے وہاں لوگوں کا جم غفیر آپ کے ارد گرد جمع ہو جاتا تھا۔ حرم شریف کی انتظامیہ اس جمگھٹے کو دیکھ کر گھبرا گئی اور انہوں نے پابندی لگا دی اور آپ سے دستخط کرا لئے کہ آپ آئندہ حرم شریف میں نہیں بیٹھیں گے، نماز پڑھ کے چلے جائیں گے تاکہ لوگوں کا جمگھٹا نہ ہو۔ اُس دن سے آپ حرم شریف میں زیادہ بیٹھتے نہ تھے، دور کسی جگہ تھوڑی دیر بیٹھ کر گھر تشریف لے جاتے تھے۔

عربی زبان پر قدرت

حضرت والد صاحبؒ کو عربی زبان لکھنے بولنے میں کمال حاصل تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ طالب علمی کے زمانہ میں استاد اردو میں تقریر کرتے تھے تو میں اسی وقت اس کو عربی بنا کر لکھا کرتا تھا۔ عرب کے اور ترکی کے کئی طالب علم کتب حدیث وفقہ پڑھنے کے لئے آتے تھے تو آپ ان کو عربی میں پڑھایا کرتے تھے۔ عربی اتنی روانی سے پڑھاتے تھے کہ گویا وہ آپ کی مادری زبان ہے۔ اور کئی کتابوں کی شروحات اور دیباچے عربی زبان میں لکھے۔ ایسی فصیح و بلیغ عربی اور روانی کے ساتھ املا کراتے کہ طلبہ حیران رہ جاتے۔

رمضان المبارک میں معمول

رمضان المبارک میں یہ معمول تھا کہ حرم شریف کے ساتھ بخاری رباط میں اہل وعیال کے ساتھ تشریف لے آتے۔ تھوڑا بہت تصنیف کا کام ساتھ لے آتے تھے ، رباط والے حضرت والد صاحبؒ کو دو کمرے دیتے تھے، ایک کمرہ میں گھر والے

رہتے تھے اور دوسرا کمرہ گویا مہمان خانہ ہوتا تھا۔ رمضان المبارک میں مہمانوں کی کثرت رہتی تھی، جن میں اکثر علماء حضرات ہوتے تھے۔ افطاری کبھی حرم میں ہوتی تھی، ایک جگہ مقرر تھی، وہاں حضرت والد صاحبؒ اپنے مہمانوں کے ساتھ بیٹھ کر افطاری فرمایا کرتے تھے اور کبھی رباط بخاری میں افطاری فرما کر نماز کیلئے فوراً مسجد نبوی شریف کی طرف روانہ ہوجاتے تھے۔ افطار و مغرب کی نماز سے فارغ ہوکر حضرت اپنے مہمانوں کو رباط میں لے آتے اور اُنہیں کھانا کھلاتے۔

رمضان شریف میں کثرتِ تلاوت

رمضان المبارک میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ رات دن قرآنِ مجید کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے، اپنے دوستوں اور شاگردوں کو قرآن مجید سنایا کرتے تھے۔ مولانا خالد خان گڑھی (حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رمضانوں میں رہے ہیں) رباط میں پہنچ جاتے، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ ان کو قرآن شریف سنانا شروع فرمادیتے۔ ظہر کی اذان تک قرآن شریف پڑھتے رہتے۔ ظہر کی نماز کے لئے حرم شریف جاتے۔ نماز سے فارغ ہوکر پھر رباط میں تشریف لے آتے اور پھر قرآن شریف پڑھنا شروع کردیتے، جب تک طبیعت حاضر ہوتی پڑھتے رہتے پھر کچھ دیر کیلئے سوجاتے۔ پھر عصر کی نماز کے بعد قرآن شریف سناتے رہتے، افطاری سے کچھ پہلے حرم شریف تشریف لے جاتے۔ افطار و مغرب کی نماز سے فارغ ہوکر حضرت اپنے مہمانوں کو رباط میں لے آتے اور ان کے ساتھ کھانا تناول فرماتے، اتنے میں عشاء کی نماز کا وقت

آجاتا۔ پھر حرم شریف چلے جاتے۔ عشاء اور تراویح سے فارغ ہونے کے بعد حضرت والد صاحبؒ بعض اوقات حرم شریف ہی میں سحری کے وقت تک رہتے اور قرآن شریف سناتے رہتے۔ اس طرح یہ سلسلہ پورے رمضان شریف میں چلتا رہتا تھا۔ عید کا اعلان ہوتے ہی آپ مع اہل وعیال اپنے گھر تشریف لے چلتے۔ نمازِ عید کی تیاری کر کے پھر حرم شریف تشریف لے آتے عید کی نماز سے فارغ ہو کر اپنے مہمانوں کے ساتھ گھر تشریف لے جاتے۔ نمازِ عید کے بعد لوگوں سے گلے ملنے کی سخت ممانعت کرتے تھے فرماتے تھے کہ عید کا معانقہ ثابت نہیں یہ بدعت ہے۔

ورع وتقویٰ کی چند مثالیں

مولانا خالد خان گڑھی یہاں سے چھٹی پر اپنے گھر گئے ہوئے تھے مفتی عبد اللہ صاحب جو خیر المدارس کے مفتی تھے کچھ عرصہ وہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ بھی رہے ہیں، حضرت والد صاحبؒ سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ تقسیمِ ہند سے پہلے انڈیا کے کسی شہر میں اُن کا کتب خانہ تھا، حضرت والد صاحب نے زاد الطالبین لکھی تو سب سے پہلے انہوں نے اپنے اُسی کتب خانہ سے چھاپی تھی۔ مولانا خالد ملتان گئے، وہاں مفتی عبد اللہ صاحب کا کتب خانہ مجیدیہ ہے جو ان کے لڑکے چلاتے ہیں۔ مفتی عبد اللہ صاحب نے فضائلِ مدینہ منورہ دو نسخے مولانا خالد کو دیئے اور فرمایا: ایک تم کو ہدیہ اور ایک مدینہ منورہ لے جانا اور حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب کو میری طرف سے ہدیہ پیش کر دینا۔ مولانا خالد کو دو تین ماہ گھر رہنا تھا۔ مفتی عبد اللہ صاحب

بیمار تھے اُن کا انتقال ہوا اور مولانا خالد ابھی تک وطن ہی میں تھے ۔بہر کیف مولانا خالد، مفتی عبد اللہ صاحب کی وفات کے بعد وہ کتاب جب والد صاحب کو پیش کی تو والد صاحب نے اُن سے فرمایا کہ مفتی صاحب کی زندگی میں ملکیت تام نہیں ہوئی اس لئے جب جاؤ گے تو اُن کے ورثاء کو واپس کر دینا۔ چنانچہ مولانا خالد اگلے سال پھر چھٹی پر گئے تو انہوں نے اُن کے ورثاء کو وہ کتاب واپس کر دی۔

مولانا خالد کہتے ہیں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے کچھ لکھنے کے لئے ایک مرتبہ قلم طلب فرمایا، اُس وقت میرے پاس بھی نہیں تھا تو میں نے ایک چھوٹے (نابالغ) طالب علم سے قلم لے کر آپ کو دیا۔ آپ نے فوراً واپس کر دیا، کہ نابالغ سے لینا جائز نہیں، اور نابالغ کی اجازت بھی معتبر نہیں۔

حضرت والد صاحبؒ کا لباس

ہمیشہ سفید لباس پہنتے تھے۔ شلوار، کرتہ اور سادہ ٹوپی سب سفید ہوتی تھی۔ رنگ دار لباس کبھی نہیں پہنتے۔ البتہ گھر میں کبھی رنگ دار لنگی پہن لیتے تھے۔ اکثر نماز پڑھنے کے لئے اسی لنگی کو مصلی بنا لیتے تھے۔

ہمیشہ ہوائی چپل استعمال فرماتے تھے۔ کوئی اور جوتا پہننے کا معمول نہ تھا، فرماتے: وہ کیا جوتا ہے جس کے سامنے جھکنا پڑے۔ البتہ عید کے دن بندہ سے فرماتے کہ اچھے چپل خرید لاؤ تو بندہ خرید لاتا۔ عید کے دن عمدہ چپل استعمال فرماتے ۔ باقی ایام میں ہوائی چپل ہی استعمال میں رہتی تھی۔

سادگی

حضرت والد صاحبؒ کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ کتب خانہ میں بیٹھنے کے لئے کوئی مخصوص جگہ نہیں بنائی تھی جیسے اور حضرات کا طریقہ ہے کہ گاؤ تکیہ لگا کر اور گدا بچھا کر ٹیک لگا کر بیٹھتے ہیں اور اپنے سامنے بلکہ چاروں طرف خوبصورت تپائی ڈیسک بچھا کر جن پر کتابوں کو سجاتے ہیں۔ حضرت والد صاحبؒ اس بناوٹ اور سجاوٹ سے کوسوں دور تھے۔ کتب خانہ میں جب تشریف لاتے تو جہاں جی چاہا بیٹھ گئے اور ایک دو تکیوں پر کتابیں رکھ لیں۔ ہمیشہ کتابیں تکیوں پر رکھی رہتی تھیں۔ کبھی ٹیک لگا کر اور ٹانگیں پھیلا کر نہیں بیٹھتے۔ اگلے دن کسی اور جگہ بیٹھ جاتے اور وہیں تکیہ پر کتابیں رکھ لیں، اس تصنیف وتألیف میں اکثر بنیان پہن کر ننگے سر مصروفیت رہتی مگر جب کوئی حدیث کی کتاب پڑھانی ہوتی تو پھر ادب کی وجہ سے فوراً کرتہ پہن لیتے اور ٹوپی اوڑھ لیتے۔

خوش طبعی

حضرت والد صاحبؒ کے مزاج میں خوش طبعی بہت تھی۔ کبھی کبھی مہمانوں کے ساتھ بہت ہی خوش طبعی اور دل لگی کی باتیں فرماتے، جس سے پوری مجلس زعفران بن جاتی تھی۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ بنگال سے ایک نوجوان حاجی آپ کے مہمان ہوئے۔ آپ نے اُن کا نام پوچھا تو اُس نے کہا: میرا نام ہے حاجی فلاں۔ حضرت والد صاحبؒ نے فرمایا کہ حاجی کیوں لگایا اپنے نام کے ساتھ؟ اُس نے کہا کہ پاسپورٹ میں ایسے ہی لکھا ہوا ہے۔ حضرت والد صاحبؒ نے فرمایا: اچھا! پاسپورٹ

میں اگر کوئی لفظ لکھا ہوا ہو تو وہ بولنے میں بھی آنا ضروری ہوتا ہے؟ یہ تو آج ہی ہمیں معلوم ہوا ہے اس پر ساری مجلس ہنس پڑی۔اسی طرح ٹیڑھی کھیر والا قصہ سنایا۔

ذوقِ تجوید وقرأت

ایک محدث اور فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت والد صاحبؒ قاری بھی تھے۔قرأت وتجوید کے قوانین آپکو سب یاد تھے۔شرح جزری کا آپ نے اردو میں ترجمہ کیا۔۔اور ساتھ حواشی بھی لکھے جو غالباً مظہری کتب خانہ کراچی والوں نے چھاپی ہے۔قرأت کی بہت مستند کتاب ہے۔جن دنوں حضرت والد صاحبؒ دارالعلوم کراچی میں استاد تھےؒ دارالعلوم میں پڑھانے کیلئے جو قاری آتے تو انہیں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ حضرت والد صاحبؒ کے پاس بھیج دیتے تھے کہ آپ ان کا امتحان لیں۔حضرت والد صاحبؒ مذاق کرتے ہوئے فرماتے :اگرچہ میں قاری نہیں ہوں مگر قاریوں کی خبر لے لیتا ہوں۔

حضرت والد صاحبؒ کسی کے پیچھے نماز پڑھتے' تو نماز پڑھانے والا اگر حروف کو ان کے مخرج سے صحیح ادا نہ کرتا یا حروف بدل دیتا تو آپ نماز کو دوبارہ پڑھ لیتے۔کئی دفعہ دیکھا گیا کہ حرم شریف کے اماموں کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کو آپ نے دوبارہ پڑھا۔

شاگردوں کو اور دیگر علماء کو تصنیف وتالیف میں لگانا

حضرت والد صاحبؒ کا یہ مزاج تھا کہ اپنے شاگردوں کو تعلیمی اوقات کے دوران' فارغ وقت میں اپنی تصنیف وتالیف میں لگائے رکھتے تھے تا کہ ان کے اندر

ابھی سے تصنیف وتألیف کا شوق پیدا ہو اور تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد تو ان کو مستقل طور پر اپنی تصنیف وتألیف میں لگا دیتے تھے یا ان کو کسی کتاب کے لکھنے یا ترجمہ کرنے میں لگا دیتے تھے تا کہ تصنیف وتألیف کی استعداد اور اس کا ذوق وشوق پیدا ہو۔ مولانا خالد کو ۱۴۰۲ھ میں دورۂ حدیث شریف سے ان کے فارغ ہوکر آنے پر مستقل اپنی تصنیف وتألیف کے کام میں لگا دیا۔ اس کے علاوہ حافظ ضیاء الدین المقدسی المتوفی ۶۴۶ھ کی کتاب فضائلِ اعمال انہیں دے کر فرمایا کہ اس کا سلیس اردو زبان میں ترجمہ کرو۔ تو انہوں نے حضرت والد صاحبؒ کی سر پرستی میں اس کا ترجمہ کیا جو ادارہ اسلامیات لاہور والوں کی طرف سے چھپ گیا اور اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس طرح مولانا خالد کو ان کے دورۂ حدیث شریف کے استاد حضرت مولانا مفتی ولی حسنؒ نے امام بخاری کی کتاب ''الادب المفرد" کا ترجمہ وتشریح معارف الحدیث کی طرح پر لکھنے کا حکم کیا تو مولانا خالد نے اپنے استاد اوّل حضرت والد صاحبؒ سے مشورہ کیا تو والد صاحبؒ نے فرمایا: جلدی ترجمہ شروع کر دو۔ الحمدللہ حضرت والد صاحبؒ کی نگرانی میں یہ ترجمہ اور ساتھ ہی ہر حدیث کی تشریح مکمل ہوئی اور دار الاشاعت کراچی والوں نے اس کو چھاپ دیا اور اس کے متعدد ایڈیشن بھی چھپ چکے اور ان دونوں کتابوں کے انگریزی ترجمے بھی شائع ہو چکے ہیں۔

جب بندہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے دورۂ حدیث کر کے ۱۴۰۳ھ میں مدینہ منورہ واپس آیا تو حضرت والد صاحبؒ نے عمل الیوم

والليله (لابن السنی) کی تخریج احادیث اور اس کا حاشیہ لکھنے کا حکم فرمایا۔ بندہ کے لئے یہ تصنیفی و تحقیقی کام کا سب سے پہلا موقعہ تھا اور کام بھی ایسا تھا کہ بہت زیادہ محنت طلب اور ایک ایک حدیث کی سند کی تحقیق کے لئے وقت درکار تھا لیکن اللہ تعالیٰ شانہ نے ایسا آسان فرما دیا کہ تصور نہیں کیا جا سکتا۔ یہ والد صاحبؒ کی دعائیں تھیں جو اللہ تعالیٰ شانہ نے قبول فرمالیں کہ اتنا بڑا کام ایک طویلب العلم کے ہاتھوں ہو سکا۔ جب بندہ اس کام سے فارغ ہو چکا تو والد صاحبؒ نے اس پر مقدمہ بھی تحریر فرمایا اور بہت ہی مسرور ہوئے۔

ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ حضرت والد صاحبؒ کا دل باغ باغ ہو گیا ہے فالحمد للہ علیٰ ذٰلک عمل الیوم والليله کی تحقیق و شرح کے بعد تالیفی کام کا سلسلہ حضرت والد صاحبؒ کی زندگی میں چل رہا تھا، جو بھی کتاب بندہ لکھتا، حضرت والد صاحبؒ اس کو ملاحظہ فرماتے اور تقریظ بھی تحریر فرماتے اور دعائیں دیتے، دلداری فرماتے۔

جن علماء کرام کو تصنیف و تالیف میں لگایا ان میں سے چند کے نام ہم پیش کر رہے ہیں:

مولانا عثمان صاحب فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ مقیم مدینہ منورہ کو حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ کی شہرۂ آفاق تصنیف الترغیب والترہیب کی تلخیص و ترجمہ و شرح پر لگایا۔ اللہ تعالیٰ نے آسان فرمایا اور مولانا موصوف کے قلم سے یہ کام پورا ہو گیا جو البشیر والنذیر کے نام سے چھپا ہوا ہے۔

☆ مفتی عاصم عبد اللہ ابن حضرت مولانا عبد الواحد صاحب مدظلہ مدرس

جامعہ حمادیہ مدینہ منورہ آئے ہوئے تھے، اُن سے فرمایا: کیا کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ جامعہ حمادیہ میں تدریس کا کام انجام دیتا ہوں۔ فرمایا کہ میرا مطلب یہ ہے کہ تصنیفی کام بھی کچھ کرتے ہو؟ مفتی عاصم صاحب نے عرض کیا: نہیں۔ ارشاد فرمایا کہ لو یہ مشکوٰۃ ہے اس کو ریاض الجنۃ میں لے جاؤ اور چند احادیث کا ترجمہ کرلاؤ۔ مفتی صاحب نے مشکوٰۃ شریف اپنے ہاتھ میں لی اور ریاض الجنۃ جاکر چند احادیث کا ترجمہ کیا اور حضرت والد صاحبؒ کو دکھایا اور دعائیں لیں۔ یہ تصنیفی و تألیفی کام کی ابتداء ہوگئی، اب تک ان کے ہاتھ سے ۱۳ کتابیں تألیف ہوکر بفضل اللہ تعالیٰ معرضِ وجود میں آچکی ہیں۔ اور سلسلہ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید کی توفیق دے۔ آمین.

☆ الشیخ مطیع اللہ غلام مدرس القرآن الکریم بالمسجد النبوی الشریف جب القاعدۃ المدنیۃ فی تجوید کلام رب البریۃ تألیف کررہے تھے تو والد صاحبؒ سے مشورہ لیتے تھے۔ کافی دیر تک والد صاحبؒ کے پاس بیٹھے رہتے تھے اور والد صاحبؒ اُن کی دلداری فرماتے اور قاعدہ میں اصلاح بھی فرماتے۔ اور ان کی طرف سے مقدمہ بھی تحریر فرمایا اور بندہ سے فرمایا کہ تم بحیثیت استاد جامعہ کے ان کے قاعدہ پر تقریظ لکھ دو۔ بندہ نے امتثالاً للامر تقریظ لکھ دی۔ اس قاعدہ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ دنیا کے مختلف شہروں میں پہنچ چکا ہے۔

حدیث مبارک

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس قوم میں کوئی قطع رحمی کرنے والا موجود ہو اُن پر رحمت نازل نہیں ہوتی۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۰، از بیہقی)

(فائدہ) والدین اور دیگر رشتہ داروں سے تعلق نہ رکھنے کو قطع رحمی کہا جاتا ہے۔ (مفتیٔ مدینہ)

حضرت والد صاحبؒ کا فقہی مقام اور مسائل کا استحضار

والد صاحبؒ کا حافظہ بہت عمدہ تھا اور تفقہ فی الدین کی نعمت سے اللہ تعالیٰ نے نوازا تھا۔ مسائل کے کلیات و جزئیات کا استحضار رہتا تھا۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جنوبی افریقہ سے ایک استفتاء آیا کہ مرغی کو ذبح کرتے ہوئے اگر مرغی کی گردن پوری کٹ جائے تو کیا مرغی حلال ہو جائے گی؟ اس کا جواب والد صاحبؒ نے تحریر فرمادیا کہ مرغی حلال ہو جائے گی لیکن یہ عمل مکروہ ہے۔ جواب لکھنے کے بعد حضرت مفتیٔ اعظم مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی خدمت میں تصحیح کے لئے پیش کیا تو حضرت مفتیٔ اعظم مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اس جواب پر یہ اضافہ فرمایا کہ مرغی تو حلال ہو گئی مگر اس کی گردن حرام ہو گئی۔ اس پر والد صاحبؒ نے عرض کیا کہ حضرت! مرغی کی گردن کیوں حلال نہیں؟

حضرت مفتیٔ اعظمؒ نے فرمایا: ما اُبین من حی حرام ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں والد صاحبؒ نے عرض کیا: ما اُبین من حی قبل الذبح ہو تو حرام ہے۔ یہ تو بعد الذبح ہے۔ حضرت مفتیٔ اعظمؒ نے فرمایا: اس کا جزئیہ نکالو۔ والد صاحبؒ نے جزئیہ کی جستجو کی، بہت محنت کرنی پڑی، آخر البحر الرائق میں جزئیہ مل گیا اور وہ حضرت مفتی صاحبؒ کو دکھادیا۔ اس پر حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی اضافہ کردہ عبارت کو کاٹ دیا اور مستفتی کے پتہ پر جواب ارسال کردیا۔

اس واقعہ میں دونوں حضرات کی فضیلت ظاہر ہوئی۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی غایت درجہ احتیاط کہ جب تک جزئیہ نہ ملا جواب ارسال نہ کیا۔ دوسری طرف والد

صاحبؒ کا فقہی مقام کہ **مااُبین من حی** حرام کا قاعدہ **قبل الذبح** کا ہے۔ **بعد الذبح مااُبین من حی** حلال ہے۔

ایک اور قصہ ۱۹۷۰ء کا ہے۔ حضرت والد صاحبؒ بحری جہاز سے حج کے لئے روانہ ہوئے' اس بحری جہاز میں دیگر بڑے بڑے علماء کرام بھی تھے' اُن میں حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ بھی تھے اور ہمارے استاد مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ بھی تھے۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے عصر کی نماز کے بعد مائک پر حج سے متعلق بیان میں ایک مسئلہ بیان کیا (جس میں سہو ہوا)۔ بیان کے بعد جب حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اپنی جگہ تشریف لائے تو والد صاحبؒ نے فرمایا کہ جو مسئلہ آپ نے بیان کیا وہ اس طرح نہیں ہے' اس میں حضرت سے سہو ہوا ہے۔ اس پر حضرت بنوریؒ نے بڑے وثوق کے ساتھ فرمایا: نہیں ایسا ہی ہے' میں نے جو مسئلہ بیان کیا ہے وہ درست ہے۔ اس پر والد صاحبؒ نے کتاب میں وہ مسئلہ نکال کر سامنے کر دیا۔ کتاب میں مسئلہ دیکھ کر حضرت بنوریؒ کو یقین ہو گیا کہ واقعی مسئلہ صحیح نہیں بیان کیا گیا۔ پھر حضرت بنوریؒ نے مائک پر اعلان کیا اور جو مسئلہ غلطی سے غلط بیان ہوا تھا اُس سے رجوع فرمایا۔ اور حضرت والد صاحب اور دیگر حاضرین علماء سے فرمایا کہ ہم تو یہی سمجھتے تھے کہ مسائل حج میں مہارت رکھتے ہیں۔ آج معلوم ہوا کہ ایسا نہیں ہے۔ ہمیں بہت سے مسئلے معلوم نہیں' آج اپنی کم علمی کا احساس ہوا۔ اللہ اکبر! کیا شان تھی ان بزرگوں کی۔

اس واقعہ میں بھی دونوں حضرات کی فضیلت معلوم ہوئی۔ حضرت والد صاحبؒ کا فقہی

مقام ومسائل کا استحضار اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کا خوفِ خدا اور حق بات فوراً ظاہر کر دینا۔

اسی طرح بعض مسائل میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحبؒ نے بھی بعض مسائل میں حضرت والد صاحبؒ کی رائے کو قبول کیا اور اپنے موقف سے رجوع کیا۔

دنیا سے بے رغبتی

میرے چھوٹے بھائی مولوی محمد مدنی نے بیان کیا کہ جنوبی افریقہ سے ایک صاحب آئے، گیارہ ہزار ریال خدمت میں پیش کیے کہ یہ آپ کے لئے ہدیہ ہیں، فرمایا: "میرے پاس نہ ان کے رکھنے کی جگہ ہے، نہ خرچ کرنے کی"۔ انہوں نے عرض کیا: میں تو نیت کر چکا ہوں، ہرگز واپس نہ لوں گا۔ تو فرمایا: میں تمہاری نیت کا ذمہ دار نہیں"۔ وہ صاحب بالکل نہیں مانے اور پیسے وہیں چھوڑ کر چلے گئے، اُن کے جانے کے بعد اپنے شاگرد سے فرمایا: " ان کو رکھ لو اور جس ادارہ نے میری تفسیر شائع کی ہے اُن کو بھیج دو کہ اس رقم کے جتنے سیٹ بنیں وہ تقسیم کر دیئے جائیں"۔

شبہات سے اجتناب

تقویٰ کے اعلیٰ درجہ پر عمل کرتے تھے، ہر مشتبہ چیز سے سخت پرہیز کرتے تھے، یورپ سے درآمد شدہ مرغی چونکہ مشتبہ ہے کہ شرعی ذبیحہ کا اطمینان نہیں۔ اس لئے کسی گوشت کو اس وقت تک ہاتھ نہ لگاتے تھے جب تک کہ کوئی معتبر آدمی یہ نہ بتا دے کہ مرغی میرے سامنے بسم اللہ پڑھ کر ذبح کی گئی ہے۔ جن ہوٹلوں میں اس طرح کی برازیلی اور فرانسیسی مرغیاں فروخت ہوتی ہیں اُن ہوٹلوں سے روٹی تک نہ خریدتے

تھے۔ایسے ہوٹلوں میں مرغی کے علاوہ جو سالن بنتے ہیں وہ بھی نہیں کھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہوٹل والے کی آمدنی مشتبہ ہے اور مرغی اور گوشت والے چمچے سے ہی یہ لوگ دوسرا سالن بھی نکالتے ہیں۔

ایک صاحب جن کا مدینہ میں ایک ریسٹورنٹ تھا' انہوں نے عرض کیا: حضرت! میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں' فرمایا: تمہارا پیسہ حلال نہیں ہے' تم باہر کی مرغیاں فروخت کرتے ہو' میں تمہاری دعوت نہیں کھاتا۔اُس نے عرض کیا: حضرت! اب تو میں نے ہوٹل بند کر دیا ہے' اور دوکان کر لی ہے۔فرمایا: وہ بھی تو اُسی پیسے کی ہے۔حضرت والد صاحبؒ وتر پڑھنے لگے تو ان صاحب نے اپنا مصلیٰ بچھایا' فرمایا: مشتبہ آمدنی سے خریدی ہوئی جائے نماز پر میں نماز پڑھنے کو درست نہیں سمجھتا۔

حق گوئی و بے باکی۔

مسجد نبوی (علیٰ صاحبہ صلوات اللہ وسلامہ) میں ایک صاحب مسئلہ پوچھنے کے لئے آئے' فرمایا: مجھے نماز پوری کرنی ہے' اور اگر طلب سچی ہے تو بیٹھو۔وہ بیٹھ گئے۔جب حضرت والد صاحبؒ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے مسئلہ پوچھنا چاہا' فرمایا: مسئلہ دریافت کرنے سے پہلے یہ بتاؤ ڈاڑھی کیوں کاٹتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ میرے لئے دعاء کریں۔' فرمایا: میں دعاء کروں اور تم کچھ نہ کرو؟ انہوں نے کہا کہ میں انشاء اللہ ڈاڑھی سنت کے مطابق رکھ لوں گا۔فرمایا: ابھی وعدہ کرو۔چنانچہ پہلے ان سے وعدہ لیا پھر مسئلہ بتلایا۔

حضرت والد صاحبؒ کے وصال پر ایک مضطرؔب کا اضطراب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق اِلٰہی صاحب برنی مہاجرِ مدنی رحمہ اللہ کا ذکرِ طیب

از: حضرت مولانا محمد عبداللہ بستوی مضطرؔب رحمہ اللہ

عشق و مستی کے حقیقی راز داں تم ہو کہاں؟
پھر رہے ہیں علم کے مشتاق سرگرداں یہاں
حق کے جویا، حق پہ قرباں، حق کے تھے بانگِ دہل
لومۃ لائم سے بے فکری کے تھے تم راز داں
علم کی جب گتھیاں اُلجھی ہوئی آئیں گی تب
اُن کو سلجھانے کی خاطر کون ہے اور ہے کہاں؟
ہم پیاسے علم کے ہیں اور عمل میں خام ہیں
رہنما تو ہیں بہت پر وہ کہاں اور ہم کہاں؟
صوم و صلوٰۃ، عقبیٰ کا غم، قلمِ رواں، حرمِ نبی
اُمتِ مرحوم کا غم ان کے رخ پر تھا عیاں
علم کا تو بارآور اِک تناور تھا شجر
اب ہمیں ملنا ہے مشکل تیرے جیسا سائباں
ہم ترے پیچھے ترے کردار کے مداح ہیں
ہم ترے شاہد علومِ دین تیرے پاسباں
وقتِ سفر سجدہ میں سر، صومِ مسافر خوب تر
بابِ ریانی کی جانب تو بعجلت ہے رواں

(ایک روز قبل کی ملاقات)

تھا مجھے معلوم میں کمزور تھا بیمار تھا
پوچھ لے بیٹوں سے میری اشتیاقی کا بیاں

تیری زیارت کیلئے قبل الظہر گھر سے چلا
پر عشاء کے بعد کچھ تسکین کا آیا سماں

مل گیا مجھ بے نوا کو ہم کلامی کا شرف
واں سے یہ رنجور لوٹا پر مسرت شادماں

اپنی عادت کے مطابق باتوں باتوں میں کہا
مضطرؔب! "تیاریاں! بس اب نہیں رہنا یہاں"

عاشق تمہارا نام تھا عشّاق کے تھے رہنما
چلتے چلتے بھی عمل پر اِک نمونہ جاوداں

مستقل کردار تھے اوروں کو اُکساتے رہے
کس قدر تجھ میں تھیں یکجا خوبیاں اے جانِ جاں

ہے دعاء میری اور اہل اللہ کی آمین ہے
حشر میں بھی اولیاء کی صف میں ہو تیرا مکاں

ماہتابِ عِلم تیرا رخ ہوا جس جس طرف
بے مثال اُس اُس طرف بنتی گئی ہے کہکشاں

چھوڑ کر تو چل دیا کیوں کاررواں کو راہ میں؟
جبکہ تھا اُس کاررواں میں مضطرؔب سا ناتواں

عیسائی مشنریوں کے خطرات سے علماء کرام کو آگاہ کرنا

برادرم مولانا جعفر احمد صاحب! دام مجدہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا خط ملا‘ احوال معلوم ہوئے۔ انشاء اللہ خوب خیریت سے ہونگے۔ کل پرسوں حضرت مولانا اسعد مدنی کا ایک مضمون عیسائیوں کی محنت اور نقل وحرکت کے بارے میں پڑھا‘ جس میں خصوصیت کے ساتھ بنگال میں ان کے پھیلائے ہوئے جالوں کا تذکرہ تھا‘ خیال ہوا کہ آپ کو خط لکھوں اور علماء بنگلہ دیش کو آپ کے توسط سے متوجہ کروں‘ اس سے پہلے بھی اس کے بارے میں لکھ چکا ہوں‘ پتہ نہیں حضراتِ علماء کرام نے کچھ اثر لیا یا نہیں؟ اب پھر ایک مضمون لکھ رہا ہوں‘ آپ اس کو پریس سے چھاپ کر یا فوٹو کاپی کرا کر حضراتِ علماء کرام کی خدمت میں اِرسال فرمائیں۔ عیسائیوں کی کوششوں کے خلاف بہت زیادہ محنت اور قربانی کی ضرورت ہے۔ ماشاء اللہ آپ نے احقر کی کتابوں کے ترجمے لکھے ہیں‘ شائع کئے ہیں‘ ملک میں پھیلائے ہیں اور پھیلا رہے ہیں۔ یہ لائق صد شکر ہے۔ دعاؤں میں یاد فرمائیں۔ احباب واصحاب کو سلام پہنچے۔

اللہ جل شانہ آپ کو رمضان المبارک میں حرمین شریفین میں لائے‘ عمرہ اور اعتکاف کی دولت سے مالا مال کرے۔ والسلام

محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ

عیسائی پادریوں سے خطاب کرنا ہے اور ان سے کہنا ہے کہ تم لوگ جو مال دے کر لوگوں میں اپنا دین پھیلاتے ہو‘ کیا تمہارے دین کے باطل ہونے کو یہی کافی

نہیں ہے کہ وہ دلائلِ حقہ کے بجائے حقیر دنیا کے ذریعہ پھیلایا جارہا ہے؟ تمہیں کفر پھیلاتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام نے تو یہ فرمایا تھا "میں بنی اسرائیل کی بھیڑوں کی طرف بھیجا گیا ہوں تو ان کے علاوہ کسی قوم کے پاس نہیں جاتا" اور تم ان کے فرمان کی خلاف ورزی کیوں کرتے ہو؟ کیا دنیا میں اپنی اکثریت بنانے سے دوزخ سے بچ جاؤ گے؟ انتہی

مہتمم بننے سے گریز کرنے کی تاکید

عزیز مولوی جعفر احمد صاحب! زید مجدہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا عنایت نامہ موصول ہوا۔ احقر کی کتابوں کی اشاعت کا کام بڑھنے اور پھیلنے کی خبر سے مسرت ہوئی۔ آپ مہتمم بن گئے۔ یہ تو کم پڑھے لکھے مولوی کا کام ہے۔ جسے سبق پڑھانا نہ آتا ہو، کتاب لکھنی نہ آتی ہو وہ مہتمم بن جائے۔ آپ کس خرخشہ میں پڑے۔ پھر مالیات کا مسئلہ مہتمم کے لئے بڑا مشکل ہوتا ہے۔ امانت اور دیانت سے چلنا مشکل ہوتا ہے۔ آپ بڑا مہتمم کسی کو بنادیں اگر نفس نہ مانے تو نائب مہتمم بن جائیں۔ اپنا مشغلہ تصنیف تألیف تدریس رکھیں اور بنگلہ کتابوں کی تجارت کریں۔ عمرہ پر آنے کی خبر سے خوشی ہوئی۔ اب تو چل پڑنے والے ہوں گے۔ دعاؤں میں یاد فرمائیں۔ اساتذہ اور تلامذہ کو سلام پہنچے۔ والسلام

محمد عاشق الٰہی

مظاہر علوم سہارنپور کو اختلاف سے بچانے کی بھرپور کوشش

دار العلوم دیوبند میں اختلاف ہو کر دار العلوم دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ مظاہر علوم میں بھی اختلاف ہوا تو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی فکر لاحق ہو گئی کہ کہیں اس کے بھی دو ٹکڑے نہ ہو جائیں۔ اس اختلاف کو ختم کرنے کے سلسلہ میں سرپرستانِ عظام اور مدرسینِ کرام (مظاہر علوم) کو بہت خطوط لکھے اور مدینہ منورہ سے خود بنفسِ نفیس سہارنپور کے سفر کا اور وہاں اس مسئلہ کے حل کے لئے اجلاس بلانے کا ارادہ فرمایا۔ مختلف ملکوں کے علماء کرام اور صلحاء کو دعوت دی گئی۔ جن حضرات کو مدینہ منورہ کے باہمی مشورہ سے ۱۱ر نومبر ۱۹۸۴ء کو سہارنپور کے اجتماع میں برائے غور و فکر معاملات مظاہر علوم دعوت دی گئی، اُن کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب اب رحمۃ اللہ علیہ نظام الدین دہلی

۲۔ حضرت مولانا حکیم محمد ایوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ محلّہ مفتی سہارن پور

۳۔ حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ) مظاہر علوم سہارن پور

۴۔ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ کتب خانہ یحیوی مظاہر علوم سہارن پور

۵۔ حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب مدظلہ قصبہ کاندھلہ محلّہ مولویاں ضلع مظفر نگر

۶۔ حضرت مولانا محمد طاہر صاحب مدظلہ قصبہ کاندھلہ محلّہ مولویاں ضلع مظفر نگر

۷۔ جناب حاجی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ پی، کارڈ واچ کمپنی چاندنی چوک دہلی

۸۔ جناب حاجی علاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ) بمبئی

۹۔ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم مظاہر علوم سہارنپور

۱۰۔حضرت مولانا محمد ارشد صاحب مدنی مدظلہ دارالعلوم دیوبند

۱۱۔حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اشرف المدارس ہردوئی

۱۲۔حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ ندوۃ العلماء لکھنو

۱۳۔حضرت مولانا محمد عمران خان ندوی رحمۃ اللہ علیہ مسجد عبدالشکور بھوپال

۱۴۔حضرت مولانا صدیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ عربیہ ہتھورا باندہ

۱۵۔حضرت مولانا سید آفتاب احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ

۱۶۔حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت نظام الدین دہلی

۱۷۔حضرت مولانا تقی الدین صاحب ندوی مظاہری ابوظبی

۱۸۔حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ

۱۹۔حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب بدات مدظلہ مدینہ منورہ

۲۰۔حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متالا مدظلہ مہتمم دارالعلوم انگلینڈ

۲۱۔حضرت مولانا محمد یوسف صاحب تتلا مدظلہ افریقہ

۲۲۔حضرت مولانا سعید صاحب انگار مدظلہ ری یونین

۲۳۔حضرت مولانا مفتی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ صاحب دارالعلوم فیصل آباد

۲۴۔جناب صغیر احمد صاحب مدظلہ ۱۷۸ انارکلی لاہور

۲۵۔جناب الحاج شیخ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کلکتہ

۲۶۔جناب شیخ محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ سورت

۲۷۔حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مدظلہ مکی شارع منصور مکہ مکرمہ

۲۸۔حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری مدظلہ (اب رحمۃ اللہ علیہ)

۲۹۔حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ

مندرجۂ بالا آخری تین حضرات: داعی ہیں۔

مگر مقدر کی بات کہ رکاوٹ پیش آئی' اجلاس نہ ہو پایا اور مظاہر علوم سہارنپور بھی اک نہ شد دو شد ہو گئے۔

افسوس کے اُن تمام خطوط کی کوئی کاپی ہمیں دستیاب نہ ہو سکی جو والد صاحبؒ نے اس سلسلہ میں تحریر کئے تھے،تاہم بعض خطوط ہمیں دستیاب ہوئے ہیں جن میں سے ہم بعض وہ اقتباسات تحریر کرتے ہیں جن کے نقل کرنے میں قارئین کا فائدہ ہے:

اکابر علماء اسلام کے مسلک پر ثبات واستقامت

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے اکابر کے مسلک سے نہیں ہٹتے تھے، کیونکہ انھوں اپنے اکابر میں اخلاص وعمل ،تقوی وورع اور زہد فی الدنیا جیسی صفات حمیدہ عالیہ دیکھی تھیں،لہذا جو کوئی بھی ان کے مسلک سے ہٹتا تو اس کو تنبیہ فرماتے ،اور اس سلسلہ میں ضرورت محسوس فرماتے تو مضامین بھی ماہناموں ورسائل میں تحریر فرماتے تھے،اور اس شخص کو بھی براہِ راست خطوط کے ذریعہ تنبیہ فرماتے تھے، اپنے ہی اکابر کی طرف نسبت رکھنے والے بعض حضرات نے دیوبندیت اور بریلویت میں جوڑ کرنے کی نیت سے میلاد وقیام کرنے کو جائز قرار دیا،اور اس کے علاوہ بھی بعض دیگر اعمال اپنانے کا ارادہ کیا،ان حضرات کی نیت اگر چہ خیر کی تھی مگر صرف نیت ِصالحہ ہونا کافی نہیں،عمل کے مقبول ہونے کے لئے عمل کا شریعت کے مطابق ہونا بھی

ضروری ہے اور اس سلسلہ میں ان میں سے ایک صاحب نے ایک کتاب تالیف کی جو ''اکابر کا مسلک ومشرب،، کے عنوان سے شائع ہوئی، اس کتاب میں بعض اکابرین کی مرجوح آراء کو جمع کیا گیا، جب کہ انہیں اکابر سے معتمد علیہ آراء اس کے خلاف منقول ہیں، اور جو مرجوح آراء ہیں وہ ان حضرات اکابر کے نزدیک بھی غیر مفتی بہ ہیں۔

ہمارے اکابر رحمہم اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ مروجہ درود وسلام سنت کے مطابق نہیں ہے بلکہ بدعت کے دائرہ میں آتا ہے، اس لئے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اور وقت حاضر کے دیگر علمائے دیوبند نے ان کے رد میں اور اس کے کتاب کے رد میں تحریریں شائع فرمائیں جو ماہناموں میں بھی چھپیں، ان حضرات میں سے حضرت حضرت قاضی مظہر حسین صاحب، حضرت مولانا عبد الشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم قابل ذکر ہیں۔

اس سلسلہ میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بتعاون مولانا اسماعیل صاحب بدات ایک کتاب بطور مستقل بھی تحریر فرمائی تھی، جو اظہار حق کے لئے بہت اہمیت کی حامل کتاب تھی۔

نیز اس سلسلہ میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خطوط بھی تحریر فرمائے، اور لکھا کہ ہمارے اکابر بریلویت کی طرف کبھی بھی مائل نہیں ہوئے اور بدعات کے خلاف جو سختی تھی اس پر آخر تک قائم رہے اور ان میں سے بعض حضرات کے بعض اقوال جو اکابر کے مسلک ومشرب کتاب میں ذکر کئے گئے ہیں وہ غیر معتبر ہیں، کیونکہ یہ حکایات اور اقوال ان حضرات کی وفات کے بعد نقل کئے گئے ہیں، اور یوں بھی اصولی

طور پر فتوی ہی معتبر ہوتا ہے جو حضرات خواہ عوام ہوں یا خواص علمائے دیو بند سے عقیدت رکھتے ہیں، وہ اس سے بالکل متأثر نہ ہوں، حضرات اکابر علمائے دیو بند خصوصاً ''البراہین القاطعہ،، اور مطبوعہ فتاوی میں مسلک جو اثبات کیا گیا ہے وہی حق اور صحیح ہے، اس میں کوئی لچک نہیں۔

ایک اہم حدیث شریف

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے کسی قوم کی طرح اپنا حال بنایا وہ انہیں میں سے ہے۔(رواہ ابو داؤد) اس حدیث کے تشریح میں مفتی مدینہؒ فرماتے ہیں: عورتوں کی ایک خرابی یہ ہے کہ کافر عورتوں کی نقل اتارتی ہیں، جو لباس عیسائی لیڈیاں یا سنیما میں کام کرنے والی یا ٹی وی پر آنے والی بے حیا عورتیں پہنتی ہیں وہی خود پہننے لگ جاتی ہیں، دوسری قوموں کا لباس پہننا سخت گناہ ہے۔

کراچی کے ایک بڑے مفتی صاحب کو ایک اہم خط

پاکستان میں ایک مفتی صاحبؒ تھے جو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بہت محبت کرتے تھے، اور خط میں '' حبی الکریم،، وغیرہ لکھا کرتے تھے، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود ان کے حب ومحبّ ہونے کے اُن کو بعض امور میں متنبہ فرمایا، اور سختی سے ان کو لکھا، پھر ان کا جواب آیا، تو پھر ان کے جواب میں یوں تحریر فرمایا:

احقر کا مقصد اعتراض اور سوال وجواب کرنا نہیں تھا، اور نہ جواب کی حاجت تھی، میں نے اپنی باتیں عرض کر دیں، آپ جواب لکھیں پھر میں اس کا جواب لکھوں بلا وجہ طول ہوگا جس کی نہ آپ کو فرصت ہے نہ مجھے، اور مخلصین کا یہ طریقہ بھی نہیں کہ اپنی بات کی پچ میں پڑیں، مجھے تو سب سے زیادہ اس بات نے مجروح کیا کہ آپ نے

محدث عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کو بری طرح مجروح کیا، آپ کا یہ فرمانا کہ میں نے اپنے شاگردوں پر اعتماد کیا، یہ کوئی جواب نہیں بہر حال جو بھی صورت حال ہو مضمون کی ذمہ داری آپ پر ہے اور دوسروں پر اعتماد کرنا اور وہ بھی نوعمر شاگردوں پر درست نہیں

ہر لمحہ اللہ تعالیٰ شانہ کی یاد

حضرت والد صاحبؒ ذکر اللہ سے رطب اللسان رہتے تھے۔ اگر کسی عالم سے ملنے جاتے تو اُن سے دو چار باتیں کر کے ذکر میں مشغول ہو جاتے۔ پھر بات کرنی پڑتی تو بات کر کے پھر ذکر میں مشغول ہو جاتے۔ پاس بیٹھنے والا ذکر کا اثر محسوس کرتا تھا اور لطف اندوز ہوتا تھا۔ استغراق کی کیفیت بھی ہوتی تھی۔ توجہ الی اللہ تو ہمہ وقت حاصل رہتی تھی۔ کثرتِ ذکر اللہ سے پاس بیٹھنے والے بھی شائق ہو جاتے تھے

بچوں اور بڑوں کو غیر شرعی لباس میں دیکھ کر نکیر کرنا

اگر کوئی شخص غیر شرعی لباس پہنے ہوئے ملنے آتا یا حرم شریف میں ملاقات ہوتی تو اُس کے لباس کی اصلاح فرماتے اور اگر کسی بچہ کو گھٹنے کھلے مختصر لباس یا پتلون پہنا دیکھتے تو اس کے باپ سے فرماتے: یہ کیا واہیات ہے' انگریز کا لباس پہناتے ہو؟ بارہا یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آدمی ہیں' ہمیں تو اُنہی کا لباس' اُنہی کی وضع قطع اختیار کرنی چاہیئے' ہمیں اعداءِ اسلام (اسلام کے دشمنوں) کا لباس پہننے سے کیا مطلب؟؟ ایسے ہی ٹائی لگانے والے کو دیکھ کر طبیعت میں تکدر پیدا ہو جاتا تھا اور تکلیف ہوتی تھی۔ تنبیہ بھی فرما دیتے تھے۔

عورت صنف نازک تو ہے ہی کم سمجھ بھی ہے جب ان کو بہکایا جاتا ہے کہ پردہ ترقی کے لئے آڑ ہے تو یہ اپنی نادانی سے اس بات کو باور کر لیتی ہیں اور میلوں، جلسوں، اور پارکوں، بازاروں اور تفریح گاہوں میں بے محابا مردوں کے سامنے گھومتی پھرتی ہیں، اور بے حیائی اور عفت وعصمت کو داغدار کرنے والے عمل کو ترقی سمجھتی ہیں، دشمنان اسلام نے بس ترقی کا لفظ یاد کرلیا ہے، اور یہ بھی نہیں جانتے کہ کس چیز کی ترقی محمود ہے، اور کون سی مذموم ہے ؟ اگر قوم کی بہو بیٹیاں بے پردہ ہوکر گھروں سے نکلیں گی اور بازاروں پارکوں میں مردوں کے ساتھ مل جل کر گھومتی پھریں، تو اس میں کس چیز کی ترقی ہے؟ نہیں نہیں اس سے تو عصمت وعفت کے لٹ جانے کی راہیں ہموار ہوگئیں، انسان کی شرافت اور کرامت برباد ہونے کے انتظامات ہوگئے، برائی کی ترقی بھی کیا کوئی ترقی ہے، ایسی ترقیاں تو شیطان اور اس کے دوستوں کو پسند ہوتی ہیں۔

حدیث مبارک

عن عبد الله بن بسر رضی الله تعالی عنه أن رجلاً قال یا رسول الله ان شرائع الاسلام قد کثرت علی فأخبرنی بشیء أتشبث به قال: لا یزال لسانک رطباً من ذکر الله .

(رواہ الترمذی باسناد حسن)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ شریعت کی تعلیمات بہت سی ہیں مجھے کوئی ایسی چیز تلقین فرمادیں کہ میں اسی کو لازم پکڑلوں۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہیئے۔ (ترمذی)

چھٹا باب

اہم مضامین سے اقتباسات

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ساٹھ سال سے زائد طویل مدت تک مضامین تحریر فرمائے ، جو مختلف رسائل ومجلّات اور ماہناموں وہفتہ واری وروزناموں میں چھپے،مگران کا کوئی ریکارڈ محفوظ نہ رہ سکا،البتہ آخری زمانہ کے بعض ماہناموں اوررسالوں مثل البلاغ کراچی،البینات،الفاروق،احسان وسلوک،اذان بلال ، وغیرہ وغیرہ رسالوں کے مضامین محفوظ ہیں اور ایک خاصی تعداد مضامین کی کتابی صورت میں شائع ہوچکی ہے،سوانح حیات میں اتنی گنجائش کہاں کہ وہ اتنی طویل مدت میں ہزارہا مضامین میں سے چند مضامین بھی اپنے اندر سما سکے،تاہم بطورنمونہ

کے ہم بعض مضامین کے اقتباسات پیش کرتے ہیں تا کہ اس سوانح کی افادیت میں اضافہ ہو سکے۔

ضروری مواعظ ونصائح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ من بعث رحمۃ للعالمین

(حضرت والد صاحبؒ کو چونکہ اللہ تعالیٰ شانہ نے امت کی فکر عطا فرمائی تھی اس لئے مسلمانوں کے مختلف شعبوں پر نظر رکھتے تھے۔ مسلمانوں کے بہت اہم شعبوں میں سے ایک شعبہ تعلیم وتربیتِ بنات بھی ہے **الحمد للّٰہ** پاکستان اور ہندوستان میں بنات کی عربی تعلیم کے بہت سے مدارس جاری کر دیئے گئے ہیں اور بڑی کامیابی کے ساتھ کام کر رہے ہیں. طالبات علومِ عربیہ دینیہ سے فارغ ہو رہی ہیں. ان میں ایک طالبہ نے کچھ نصائح لکھنے کا مطالبہ کیا تھا اس کی درخواست پر یہ سطریں لکھی گئیں،۔ اللہ تعالیٰ شانہ قارئین کو استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔)

جس کسی مسلمان مرد وعورت کو قرآن وحدیث کے علوم کا کچھ بھی حصہ نصیب ہو جائے یہ اس کی بہت بڑی سعادت ہے۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ کراچی کے بعض دینی مدارس سے متعدد بناتِ صالحات علمی، دینی واصلاحی نصاب پڑھ کر فارغ ہوئی ہیں، بارک اللہ فیہن ۔ احقر ان کی خدمت میں چند امور پیش کرتا ہے، جن کا اہتمام ضروری ہے۔

۱۔ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن وحدیث کے علم سے نوازا' چونکہ وہ عوام سے ممتاز ہو گیا۔ اس لئے اعمال واشغال میں بھی ممتاز ہونا چاہئے۔ لغو عمل اور لغوبات سے پرہیز کرے' منام وطعام کے سوا سارا وقت دینی علوم کے پھیلانے اور امتِ مسلمہ کی خیر خواہی میں خرچ کرے۔

۲۔ جو مسلمان بچیاں دینی تعلیم سے غافل ہیں' اپنے متعلقین کے ذریعہ انہیں دینی تعلیم کی طرف متوجہ کریں اور دینی مدارس قائم کریں اور علم کے لئے حاضر ہونے والی بچیوں کو قرآن وحدیث بھی پڑھائیں' معانی بھی سمجھائیں۔

۳۔ جو بچیاں پڑھنے آئیں انہیں شفقت ومحبت سے پڑھائیں اور اپنا کام سمجھ کر وقت خرچ کریں' اللہ تعالیٰ کی رضا کا دھیان ہو اور کوئی دنیوی مفاد مطلوب ومقصود نہ ہو۔

۴۔ تمام عالمات "صالحات" بنیں' کثرت سے اللہ کا ذکر کریں۔

روزانہ ایک پارہ کی تلاوت کریں' صبح کو سورۂ یٰسین شریف اور رات کو سورۂ واقعہ پڑھا کریں' قرآنِ مجید تجوید سے پڑھنا چاہئے۔

۵۔ احقر کی کتاب فضائلِ دعاء' فضائلِ توبہ واستغفار اور تحفۂ خواتین اور مسنون دعائیں منگالیں اور مسنون اذکار اور مسنون دعاؤں کی پابندی کریں۔

پڑھنے والی بچیوں کو بھی مسنون دعائیں یاد کرائیں۔

۶۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی کتابیں حکایاتِ صحابہ فضائلِ تبلیغ' فضائلِ ذکر فضائلِ صدقات' فضائلِ نماز بھی پڑھا کریں اور مجلسوں محفلوں میں سنائیں۔

۷۔ ہر گناہ سے پرہیز کریں' نظر کو محفوظ رکھیں' کسی سے حسد نہ کریں۔

۸۔آخرت کے لئے ہمیشہ فکرمند رہیں، کوئی فرض نماز قضاء نہ ہونے دیں۔

۹۔حرام مال سے پرہیز کریں۔

۱۰۔متقی ازواج اپنے لئے منتخب کریں۔

تلک عشرة کاملة

وحدتِ ادیان کا فتنہ

بعض اہل باطل نے یہ چکر چلایا ہے کہ تمام انسان ایک مذہب پر آجائیں، جتنے بھی دین ہیں یہودیت ہو یا نصرانیت ہو یا ہندومت ہو یا اسلام ہو وغیرہ وغیرہ یہ سب ایک ہی دین ہے۔ والعیاذ باللہ۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اہل باطل کی تردید میں بہت مدلل مضمون لکھا تھا جس کو پیش کیا جارہا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے: ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَ ﴾ (۵۱:۵۶) اور میں نے جنّات کو اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں۔

اس آیت میں بالکل واضح طریقے سے بتادیا کہ انسان کے زندگی کا مقصد اللہ تعالےٰ

کی عبادت کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے، جب حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی حوا کو اللہ تعالی نے زمین پر بھیجا تو فرمایا تھا: ﴿ فَاِمّا یأتینّکم منّی هدیً فمنِ اتّبع هدایِ فلا خَوفٌ علیهم ولا هُم یحزنون ﴾. (سورۃ البقرۃ: آیۃ/۳۸)

رسول اللہ کیلئے کثرتِ ازواج کی حکمت اور مصلحت

یہود اور نصاری اور دیگر مشرک اقوام جنھیں اسلام اور داعی اسلام سے دشمنی ہے اسلام کا مقابلہ کرنے میں دلائل سے عاجز ہیں، عقائد اسلامیہ اور اعمال اسلامیہ کی خوبی پر اور رسول اللہ کی بعثت کے خلاف کوئی معقول اعتراض نہ کر سکے لیکن ان کے بڑوں نے اپنے عوام کو اسلام سے دور رکھنے اور خود بھی دور رہنے کے لئے دو چار ایسے نامعقول اعتراضات تراش لئے جو ان کے خیال میں بہت وزنی ہیں، ان اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ محمد رسول اللہ نے بہت سی شادیاں کی تھیں، اور آپ کے نکاح میں بہت سی بیویاں تھیں، درحقیقت سب سے پہلے بنیادی بات یہ ہے کہ رسول اللہ کی نبوت کے دلائل اور آپ کے معجزات کو دیکھنا چاہیئے، جن میں سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم کا ہے، قرآن نے چیلنج کیا کہ قرآن جیسی کوئی سورت بنا کر لاؤ، آج تک جب کہ ڈیڑھ ہزار سال کے قریب ہو رہے ہیں، کوئی فرد یا جماعت بنا کر نہیں لا سکی، اور لا بھی نہیں سکتے، کیونکہ قرآن کریم نے ساتھ ہی ﴿ولن تفعلوا﴾ بھی فرما دیا ہے، جب دلیل سے ثابت ہو گیا کہ محمد رسول اللہ واقعی اور بلاشک وشبہ اللہ تعالی کے رسول ہیں اور نبی ہیں تو آپ کی ہر بات اور آپ کا ہر عمل صحیح ہے، اللہ تعالی کی رضامندی کے موافق ہے، بندوں کے

لئے قانون وضع فرمانے والا ،اور احکام بھیجنے والا اور بعض احکام کو بعض سے مستثنیٰ فرمانے والا وہی ہے اور چونکہ وہ خالق و مالک ہے ،اور سارے بندے اسی کی مخلوق ہیں اس لئے اسے اختیار ہے کہ جو احکام نافذ فرمائے اور جسے عمل کی اجازت دے دے جو دوسروں کے لئے نہ ہو ۔

انہی امور میں سے رسول اللہ کے لئے کثرتِ ازدواج کی اجازت بھی ہے، عام مؤمنین کیلیے بشرط عدل چار بیویوں کی اجازت ہے،اور آپ کے لئے اس سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت دیدی، پھر یوں فرمایا: ﴿لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ﴾ (سورۃ احزاب: آیت/۵۲)

یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ اگر بالفرض اللہ کے نبی نہیں تھے ،اور زیادہ بیویاں رکھنا محض نفسانی خواہشات کے لئے تھا،تو آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ مجھ پر یہ آیت کریمہ ﴿لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ ...الآیۃ﴾ نازل ہوئی ہےاور مجھے اب آئندہ نکاح کرنے سے منع فرمادیا ہے، جو شخص نفس ہی کا پابند ہوگا وہ اپنے اوپر پابندی کیوں لگائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ فلاں لڑکی بہت خوبصورت ہے، آپ کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی ہے،اس سے نکاح فرمالیں، آپ نے فرمایا حمزہ میرے رضاعی بھائی ہیں، ان کی لڑکی سے میرا نکاح حلال نہیں ،اسی طرح بعض ازواج نے اپنی بہن سے نکاح کرنے کی گذارش کی ،آپ نے نامنظور فرمادی ، ظاہر ہے کہ جس کو شہوت

رانی سے مطلب ہو وہ قاعدہ اور حرام وحلال کو پرواہ نہیں کرتا، خصوصاً جب کہ جو کچھ اس کی زبان سے نکل جاتا ہو اس کے معتقدین کے نزدیک وہی قانون بن جاتا ہو۔

پھر یہ سمجھنا چاہیئے کہ حضرات صحابہ کرامؓ سب آپ کے فرماں بردار ہی نہیں بلکہ جاں نثار بھی تھے، اگر آپ چاہتے تو بہت سی کنواری لڑکیوں سے نکاح ہوسکتا تھا، لیکن آپ کے نکاح میں صرف ایک بیوی ایسی تھی جس سے کنوارے پن میں نکاح ہوا، یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ان سے نکاح کرنے سے امت کے لئے بہت سے احکام مشروع ہو گئے، جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بڑی عمر والے شخص کا کم عمر لڑکی سے نکاح جائز ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر مستقل باب قائم کیا ہے، پھر یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ سسرال ہی میں میاں بیوی کا میل ہوسکتا ہے، اور دن میں بھی ہوسکتا ہے، روایات حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ایک دن ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں تشریف لائے اور وہیں تنہائی اور یکجائی کا موقع دے دیا گیا، اور بھی بہت سے احکام ثابت ہوئے، آپ قول سے بھی تعلیم دیتے تھے، اور عمل سے بھی، آپ امت کی رہبری نہ فرماتے تو کون بتانے والا تھا، جب کہ سب کو آپ ہی کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نو سال آپ کے ساتھ رہیں، اس نو سال میں انھوں نے بڑی تعداد میں احادیث قولیہ اور فعلیہ کو محفوظ کیا، اور پھر آپ کی وفات کے بعد اڑتالیس سال تک ان کی تبلیغ فرمائی، بڑی بھاری تعداد میں حضرات تابعین نے آپؓ سے علم حاصل کیا، آپؓ سے جو روایات مروی ہیں ان کی

تعداد (۲۲) بائیس سو سے زیادہ ہے، ہر سال حج کے لئے تشریف لے جاتی تھیں، منی میں جو آپ کا خیمہ ہوتا تھا وہ ایک بہت بڑا مرکزی دار العلوم بن جاتا تھا، ہمیشہ سے پوری امت آپؓ کی روایت کردہ قولی اور فعلی احادیث سے مستفید ہو رہی ہے۔

تعدد ازواج کی وجہ سے تعلیمی اور تبلیغی فوائد جو امت کو حاصل ہوئے، اور جو احکام امت تک پہنچے اس کی جزئیات اس قدر کثیر ہیں کہ ان کا احصاء دشوار ہے، کتب احادیث اس پر شاہد ہیں، البتہ بعض دیگر فوائد کی طرف یہاں ہم اشارہ کرتے ہیں۔

انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں نبی اکرم کی رہبری کی ضرورت نہ ہو، نماز باجماعت سے لے کر بیویوں کے تعلقات، آل اولاد کی پرورش، اور پاخانہ پیشاب اور طہارت تک کے بارے میں آپ کی قولی اور فعلی ہدایات سے کتب حدیث بھرپور ہیں، اندرون خانہ کیا کیا کیا، بیویوں سے کیسے میل جول رکھا، اور گھر میں آکر مسائل پوچھنے والی خواتین کو کیا کیا جواب دیا، اس طرح کے سینکڑوں مسائل ہیں جن سے ازواج مطہراتؓ کے ذریعہ ہی امت کو رہنمائی ملی ہے، تعلیم و تبلیغ کی دینی ضرورت کے پیش نظر حضور اقدس کے لئے کثرت ازدواج ایک ضروری امر تھا۔

حضرت ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر ابو سلمہؓ کی وفات کے بعد آپ نے ان سے نکاح کرلیا تھا، وہ اپنے سابق شوہر کے بچوں کے ساتھ آپ کے گھر میں تشریف لائیں، ان کے بچوں کی آپ نے پرورش کی، اور اپنے عمل سے بتادیا کہ کس پیار و محبت سے سوتیلی اولاد پرورش کرنی چاہیئے۔

آپ کی بیویوں میں صرف یہی ایک بیوی ہیں جو بچوں کے ساتھ آئیں، اگر کوئی بھی بیوی اس طرح کی نہ ہوتی تو عملی طور پر سوتیلی اولاد کی پرورش کا خانہ خالی رہ جاتا اور امت کو اس سلسلہ میں کوئی ہدایت نہ ملتی، ان کے بیٹے حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ کی گود میں پرورش پاتا تھا، ایک بار آپ کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے پیالہ میں ہر جگہ ہاتھ ڈال رہا تھا، آپ نے فرمایا ''سم اللہ و کل مما یلیك ''، اللہ کا نام لے کر کھا، داہنے ہاتھ سے کھا، اور سامنے سے کھا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مرویات کی تعداد تین سو اٹھتر تک پہنچی ہوئی ہے۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا رسول اللہ کی پھوپھی کی لڑکی تھیں، آپ نے ان سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نکاح کر دیا تھا، جو آپ کے متبنی تھے (یعنی آپ نے ان کو ان کے بچپنے میں اپنا بیٹا بنالیا تھا) پھر دونوں کا آپس میں نباہ نہ ہوا، لہذا حضرت زید رضی اللہ عنہ نے طلاق دیدی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب سے آپ کا نکاح کر دیا۔

اس نکاح سے ایک تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دلداری ہوگئی، دوسرے جاہلیت کے زمانہ کی ایک بری رسم توڑ دی گئی، اہل جاہلیت میں جب کوئی شخص کسی کو اپنا بیٹا بنالیتا تھا تو اسے میراث کا بھی مستحق سمجھتے تھے، اور اس کی بیوی سے نکاح کرنے کو بھی حرام جانتے تھے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے جو آپ نے نکاح فرمایا عملی طور پر سب کو یہ بتا دیا کہ جس کو بیٹا بنالیا جائے، وہ واقعی اور اصلی بیٹا نہیں ہو جاتا اس

کے وہی احکام ہیں جو غیروں کے ہیں، اگر وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو جس نے بیٹا بنالیا تھا وہ اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے، جاہلیت کی بات چونکہ ذہنوں میں پختگی کے ساتھ جمی ہوئی تھی، اس لئے عملی طور پر اس کے خلاف کر کے دکھانا ضروری تھا۔

سورۂ احزاب میں فرمایا۔

﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا﴾ (سورۂ احزاب: آیت/۳۷) پھر جب زید کا اس سے جی بھر گیا ہم نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا، تاکہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کچھ تنگی نہ رہے، جب وہ ان سے اپنا جی بھر چکیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالی عنہا ایک جہاد میں قید ہوکر آئی تھیں، دوسرے قیدیوں کی طرح یہ بھی تقسیم میں آ گئیں، اور ثابت بن قیس یا ان کے چچازاد بھائی کے حصہ میں ان کو لگا دیا گیا، لیکن انھوں نے اپنے آقا سے اس طرح معاملہ کرلیا کہ اتنا مال تم کو دیدوں گی مجھے آزاد کردو، یہ معاملہ طے کر کے حضور کے پاس آئیں اور مالی امداد چاہی، آپ نے فرمایا اس سے بہتر بات نہ بتادوں؟ وہ یہ کہ میں تمہاری طرف سے مال ادا کردوں اور تم سے نکاح کرلوں، انھوں نے بخوشی منظور کرلیا، آپ نے ان کی طرف سے مال ادا کر کے نکاح فرمالیا، ان کی قوم کے سینکڑوں افراد حضرات صحابہ ؓ کی ملکیت میں آچکے تھے کیونکہ وہ سب لوگ قیدی ہوکر آئے تھے، جب صحابہ کرام ؓ کو پتہ چلا کہ جویریہ ؓ آپ کے نکاح میں آ گئی

ہیں، تو آنحضرت کے احترام کے پیش نظر سب نے اپنے اپنے غلام باندی آزاد کردیئے، سبحان اللہ، حضرات صحابہ کرامؓ کے ادب کی کیا شان تھی، اس جذبہ کے پیش نظر کہ یہ لوگ تو سرکارِ دوعالم کی سسرال والے ہوگئے ان کو غلام بنا کر کیسے رکھیں، سب کو آزاد کردیا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا اس واقعہ کے متعلق فرماتی ہیں۔ **فلقد اعتق بتزویجه إیاها مائة اهل بیت من بنی المصطلق فما اعلم امراة اعظم برکة علی قومها منها ۔**

آنحضرت کے جویریہؓ سے نکاح کر لینے سے بنوالمصطلق کے سو گھرانے آزاد ہوئے، میں نے کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی جو جویریہؓ سے بڑھ کر اپنی قوم کیلئے بڑی برکت والی ثابت ہوئی ہو۔

حضرت ام حبیبہؓ نے اپنے شوہر کے ساتھ ابتداء اسلام ہی میں مکہ میں اسلام قبول کیا تھا، اور پھر دونوں میاں بیوی ہجرت کر کے قافلے کے دوسرے افراد کے ساتھ حبشہ چلے گئے، وہاں ان کا شوہر نصرانی ہوگیا اور چند دن کے بعد مرگیا، آنحضرت نے شاہ حبشہ نجاشی کے واسطہ سے ان کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا، جسے انھوں نے قبول کرلیا، اور وہیں حبشہ میں نجاشی ہی نے آنحضرت کے ساتھ ان کا نکاح کردیا، دلچسپ بات یہ ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ حضرت ابوسفیانؓ کی صاحبزادی تھیں اور حضرت ابوسفیانؓ اس وقت اس گروہ کے سرخیل تھے جس نے اسلام دشمنی کو اپنا سب سے بڑا مقصد قرار دیا تھا اور وہ مسلمانوں کو اور پیغمبر خدا کو اذیت دینے اور انھیں فنا کے گھاٹ اتار دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے

تھے جب ان کو اس نکاح کی اطلاع ہوئی تو بلا اختیار ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ''ھو الفحل لا یجدع انفہ،، (یعنی محمد جواں مرد ہیں ان کی ناک نہیں کاٹی جاسکتی) مطلب یہ کہ وہ بلند ناک والے معزز ہیں ان کو ذلیل نہیں کیا جاسکتا، ادھر تو ہم ان کو ذلیل کرنے کی تیاریوں میں لگے ہوئے ہیں اور اُدھر ہماری لڑکی ان کے نکاح میں چلی گئی۔

غرض اس نکاح سے کفر کے ایک قائد کے حوصلے پست ہو گئے اور اس نکاح کی وجہ سے جو سیاسی فائدہ اسلام اور مسلمانوں کو پہنچا اس کی اہمیت اور ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ خدا کے مدبر حلیم رسول ( ) نے اس فائدہ کو ضرور پیش نظر رکھا ہوگا، اور اس کثرتِ ازدواج کی حقیقت بھی سن لیجیے کہ کس طرح وجود میں آئی۔

پچیس سال کی عمر سے لے کر پچاس سال کی عمر شریف ہونے تک تنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی زوجہ رہیں ان کی وفات کے بعد حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ سے نکاح ہوا، لیکن صغرسنی کی وجہ سے حضرت عائشہؓ اپنے والد کے گھر ہی رہیں، پھر چند سال بعد ۲ھ میں مدینہ منورہ میں حضرت عائشہؓ کی رخصتی عمل میں آئی اس وقت آپ کی عمر چون سال ہو چکی تھی، اور دو بیویاں اس عمر میں آ کر جمع ہوئیں ہیں، یہاں سے تعدد ازواج کا معاملہ شروع ہوا، اس کے ایک سال بعد حضرت حفصہؓ سے نکاح فرمایا، پھر کچھ ماہ بعد حضرت زینب بنت خزیمہؓ سے نکاح ہوا، انھوں نے صرف اٹھارہ ماہ آپ کے نکاح میں رہ کر وفات پائی،

ایک قول کے مطابق تین ماہ آپ کے نکاح میں زندہ رہیں، پھر ۴ھ میں حضرت ام سلمہ ؓ سے نکاح ہوا، اس وقت آپ کی عمر شریف اٹھاون سال ہو چکی تھی اور اتنی بڑی عمر میں آکر چار بیویاں جمع ہوئیں، ان کے بعد سنہ ۶ھ میں حضرت جویریہ ؓ سے نکاح ہوا، اور سنہ ۷ھ میں حضرت ام حبیبہ ؓ اور حضرت صفیہ ؓ اور حضرت میمونہ ؓ سے نکاح ہوا۔

خلاصہ یہ کہ چون برس کی عمر تک آپ نے صرف ایک بیوی کیساتھ گزارا کیا، یعنی پچیس سال حضرت خدیجہ ؓ کے ساتھ اور چار پانچ سال حضرت سودہ ؓ کے ساتھ ایسے گزارے جن میں ان کے علاوہ اور کوئی بیوی نہ تھی، پھر اٹھاون سال کی عمر میں چار بیویاں جمع ہو گئیں اور باقی ازواج مطہرات ؓ دو تین سال کے اندر حرمِ نبوت میں آئیں اور یہ تعداد آخر عمر میں جمع ہوئی۔

اور یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ان سب بیویوں میں صرف ایک ہی عورت ایسی تھیں جن سے کنوارے پن میں نکاح ہوا، یعنی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا، ان کے علاوہ باقی سب ازواج مطہرات بیوہ تھیں، جن میں بعض کے دو شوہر پہلے گزر چکے تھے۔

اسلام کے بلند مقاصد اور پورے عالم کی انفرادی واجتماعی، خانگی اور ملکی اصلاحات کی فکر کو دنیا کے شہوت پرست انسان کیا جانیں، وہ تو سب کو اپنے اوپر قیاس کر سکتے ہیں، اسی کے نتیجہ میں کئی صدی سے یورپ کے ملحدین اور مستشرقین نے اپنی ہٹ دھرمی سے فخر عالم کے تعدد ازواج کو ایک خالص جنسی اور نفسانی خواہش

کی پیداوار قرار دے رکھا ہے۔

اگر حضور اقدس کی سیرت پر ایک سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو ایک ہوشمند منصف مزاج کبھی بھی آپ کی کثرتِ ازواج کو اس پر محمول نہیں کر سکتا۔

آپ کی معصوم زندگی قریش مکہ کے سامنے اس طرح گزری کہ سب سے پہلے پچیس سال کی عمر میں ایک سن رسیدہ صاحب اولاد بیوہ (جس کے دو شوہر فوت ہو چکے تھے) سے عقد کیا، اور پچیس سال تک ان ہی کے ساتھ گزارا کیا، وہ بھی اس طرح کہ مہینہ مہینہ چھوڑ کر غارِ حراء میں مشغول عبادت رہتے تھے، اس کے بعد جو دوسرے نکاح ہوئے پچاس سال کی عمر گزر جانے کے بعد ہوئے، یہ پچاس سالہ زندگی اور عنفوانِ شباب کا سارا وقت اہل مکہ کی نظروں کے سامنے تھا، کبھی کسی دشمن کو بھی آنحضرت کی طرف کسی ایسی چیز منسوب کرنے کا موقع نہیں ملا جو تقوی وطہارت کو مشکوک کر سکے، آپ کے دشمنوں نے آپ پر ساحر، شاعر، مجنوں، کذاب مفتری جیسے الزامات تراشنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، لیکن آپ کی معصومانہ زندگی پر کوئی ایسا حرف کہنے کی جراءت نہیں ہوئی جس کا تعلق جنسی بے راہ روی سے ہو، اور نفسانی جذبات کی بے راہ روی سے ہو۔

ان حالات میں کیا یہ بات غور طلب نہیں ہے کہ چڑھتی جوانی سے لے کر پچاس سال کی عمر ہو جانے تک اس زہد وتقوی اور لذائذ دنیا سے یکسوئی گزارنے کے بعد وہ کیا داعیہ تھا جس نے آخر عمر میں آپ کو متعدد نکاحوں پر آمادہ کیا، اگر دل میں ذرا سا بھی انصاف ہو تو ان متعدد نکاحوں کی وجہ سمجھ میں آجائے گی جس کا ذکر کچھ اوپر کر دیا

گیا ہے ۔ وما یتذکر إلا من ینیب .

شادی سے متعلق ایک اہم حدیث شریف

رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے

’’ إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة،(شعب الإیمان)

بلاشبہ برکت کے اعتبار سے سب سے بڑا نکاح وہ ہے جو مشقتوں کے اعتبار سے سب سے زیادہ ہلکا ہو ۔

اثبات ختم نبوت اور رد قادیانیت سے متعلق ہر قادیانی کے نام ایک نصیحت آمیز خط

السلام علی من اتبع الھدی

مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی ماننے والے اپنی آخرت کی فکر کریں ، ایمان اور کفر کے درمیان فرق سمجھیں یہ تو پہلے ہی سے جانتے ہیں کہ ایمان والے جنت میں اور کفر والے دوزخ میں جائیں گے جس میں ہمیشہ رہنا ہوگا ، اور یہ بھی جانتے ہیں اور مانتے ہیں کہ مسلم اور مومن ہونے میں قرآن پر ایمان لانا ضروری ہے ، قرآن کی ایک آیت کا انکار کرنا بھی کفر ہے اور اس کی تحریف بھی کفر ہے اور اس کی تکذیب بھی کفر ہے ، جن لوگوں کی دنیا ہی قادیانیت ہے جو قصداً دوزخ میں جانے کا ارادہ کر چکے ہیں

ان سے تو ایمان پر واپس آنے کی امید نہیں، مرزا طاہر کو ایک جماعت کی امارت ملی ہوئی ہے بہت بڑا مالدار بنا ہوا ہے، اس کا ساتھ دینے والے اور اس کے دادا کے دعوائے نبوت کو پھیلانے والے اپنی دنیا کے لالچ میں بظاہر ایمان پر واپس آنے والے نہیں ہیں لیکن جو لوگ اپنی سادگی اور بھولے پن میں ان کے کفر کے داعیوں کی بات مان کر ایمان کھو بیٹھے ہیں اور دوزخ کے مستحق بن چکے ہیں، ہمارا اُن سے خیر خواہانہ خطاب ہے اور مقصد یہ ہے کہ لوگ کفر سے توبہ کریں اور دوزخ سے بچ جائیں۔

قرآن مجید میں سیدنا محمد رسول اللہ کو خاتم النبیین بتایا ہے (دیکھو سورۃ الأحزاب آیت ۴۰) اور اس آیت کی وجہ سے اور رسول اللہ کے کثیر ارشادات کی وجہ سے جن میں آپ نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے ،صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے لے کر آج تک سارے مسلمان یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ سیدنا محمد پر نبوت اور رسالت ختم ہوگئی اور جو بھی شخص آپ کے بعد نبوت یا رسالت کا دعوی کرے گا وہ جھوٹا ہوگا، وہ اور اس کے ماننے والے کافر ہوں گے، اور دوزخی ہوں گے اس کے ساتھ ہی سورۂ نساء کی آیت کریمہ مع کا ترجمہ پڑھیں

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ سورہ نساء: ۱۱۵

ترجمہ: اور جو شخص رسول ( ) کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت ظاہر ہو چکی اور مسلمانوں کے راستے کے خلاف کسی دوسرے راستے کا اتباع

کرے تو ہم اس کو کام کرنے دیں گے جو وہ کرتا ہے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے

اس آیت میں واضح طریقہ پر بتادیا ہے کہ جو شخص مؤمنین کے راستہ کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے گا وہ دوزخ میں داخل ہوگا، جو لوگ قادیانی مبلغوں کی باتوں میں آ کر دھوکہ کھا گئے اور نبوت کا جھوٹا دعوی کرنے والے مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مان کر قرآن کے اعلان ختم نبوت کو جھٹلا بیٹھے ہیں اور چودہ سو سال سے جو مسلمانوں کا ختم نبوت کا عقیدہ تھا اس کے خلاف دوسرا عقیدہ اختیار کر کے کفر اختیار کر چکے ہیں ایسے لوگوں پر لازم ہے کہ واپس ہو کر اسلام قبول کریں اور کفر سے توبہ کریں اپنی جان کو جو دوزخ میں دھکیل چکے ہیں اس پر اصرار نہ کریں۔

ہر قادیانی یہ غور کرے کہ مرزا غلام احمد نے اپنے کو انگریزوں کا خود کاشتہ پودا بتایا ہے اور ان کو خوش کرنے کے لئے جہاد کے منسوخ ہونے کا اعلان کیا ہے، اور آج تک اس کے ماننے والوں کا کافروں ہی سے جوڑ ہے اور اُن ہی کی خدمات انجام دیتے ہیں ،آخر کیا وجہ ہے کہ منکرین رسالت محمدیہ سے اور مکذبین قرآن ہی سے قادیانیوں کا جوڑ ہے، اور کافران کی پشت پناہی کیوں کرتے ہیں؟ دیکھو ہندوستانی حکومت نے نئی دہلی میں ان کو بہت بڑی زمین دی ہے، اسرائیل میں ان کا بہت بڑا دفتر ہے، مرزا طاہر نے ربوہ سے راہ فرار اختیار کی تو انگریزوں نے لپک کر اسے پناہ دی، مرزا قادیانی کے ماننے والوں کا کافروں سے جوڑ ہے اہل ایمان سے توڑ ہے۔

ہر قادیانی اس پر غور کرے اور یہ بات بھی فکر کرنے کی ہے کہ مرزا قادیانی کے ماننے والے مسلمانوں ہی میں اپنی دعوت کا کام کیوں کرتے ہیں، ہنود یہود بدھسٹ

اور نصاریٰ میں اپنا کام کیوں نہیں کرتے، کیا یہ بات نہیں ہے کہ اہل ایمان کے دلوں سے ایمان کھرچنے کا بیڑہ اٹھا رکھا ہے جو اہل کفر ہیں ان سے دوستی ہے، خود بھی کافر وہ بھی کافر ان کو اپنے دین کی دعوت دینے کا کچھ فائدہ نہیں، یہ جو علمائے اسلام سورۃ الاحزاب کی آیت سناتے ہیں اس کا مضمون سمجھاتے ہیں، قادیانی مبلغین اپنے عوام کو بہکانے کے لئے خاتم النبیین کا ترجمہ افضل النبیین کر دیتے ہیں، یہ کفر بالائے کفر ہے کیونکہ اول تو محمد رسول اللہ پر نبوت ختم ہونے کے منکر ہیں، پھر آیت کریمہ کی تحریف کر دی، اگر قادیانی یوں کہہ دیں کہ ہم قرآن کو نہیں مانتے تو جاہل سے جاہل مسلمان ان کے قریب نہیں جائے گا، لہذا قرآن کو ماننے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں، پھر اس کی تصریحات کو بھی نہیں مانتے۔

قادیانی مبلغوں کے سامنے جب یہ بات پیش کی جاتی ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ خاتم الأنبیاء والمرسلین تھے تو آپ کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کو کیسے نبی مانتے ہو؟ تو اس کے جواب میں جو انھوں نے بہت سی کفریہ تاویلیں بنا رکھی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا ظہور محمد رسول اللہ ہی کا دوبارہ تشریف لانا ہے اس بات کو ظلی اور بروزی نبی سے تعبیر کرتے ہیں، سوال یہ ہے کہ اگر تمہارا دین علیحدہ کوئی دین نہیں ہے سیدنا محمد رسول اللہ کے دین پر ہو اور بقول تمہارے اسی دین کی اشاعت کے لئے مرزا قادیانی کا ظہور ہو تو مرزا نے جہاد کو کیوں منسوخ قرار دیا، اور کافروں سے کیوں موالات کی جواب تک ہے، اور یہ بتاؤ کہ قرآن حکیم کی تعلیم ناظرہ وحفظ اور تجوید اور قراءات اور تفسیر پڑھانے کے تمہارے

مدرسے کہاں ہیں، جہاں تم پڑھتے ہو اور اولاد کو بھیجتے ہو ؟ اور احکام ومسائل کی وہ کونسی کتابیں ہیں جن پر عمل کرتے ہو ؟

حضرات صحابہ کرامؓ محدثین ومفسرین وفقہاء رحمہم اللہ جو مرزا غلام احمد سے پہلے گزرے ہیں ان کے مسلمان ہونے میں تو تمہیں کوئی شک نہیں ہے، صحاح ستہ کے مؤلفین تو مسلمان تھے، بتاؤ ان تفسیر واحادیث کی کتابوں کو تمہارے چھوٹے بڑے کہاں پڑھتے ہیں؟ اگر محمد رسول اللہ سے کسی درجہ میں بھی تمہارا تعلق ہوتا تو قرآن مجید کو اور اس کی تفاسیر کو اور احادیث کی کتابوں کو اور ان کے شروح کو پڑھتے اور پڑھاتے، اللہ تعالیٰ شانہ نے قرآن مجید میں محمد رسول اللہ کے اتباع کا حکم دیا ہے یہ اتباع آپ کے اقوال واعمال وتقریرات کو معلوم کئے بغیر معلوم نہیں ہوسکتا اپنے بچوں کو اور جوانوں کو رسول اللہ کے اعمال واقوال کی کہاں تعلیم دیتے ہو؟

اصل بات یہ ہے کہ تمہارا اسلام کا صرف دعوی ہی دعوی ہے کسی طرح تمہارا اسلام ثابت نہیں ہوتا، اسی لئے پاکستان اسمبلی کے تمام ارکان نے (جن میں ہر مسلک کے ممبران تھے) بالاتفاق تمہیں کافر قرار دیدیا، جو لوگ قرآن وحدیث کے ماہر ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ تم کافر ہو اور تم کہتے ہو کہ ہم مسلمان ہیں، کیا یہ زبردستی کا دعوی تمہیں دوزخ سے بچانے کا ذریعہ بن جائے گا ؟

سیدنا محمد رسول اللہ کی احادیث تم لوگ اسی لئے نہیں پڑھتے پڑھاتے ہو کہ ان میں جگہ جگہ رسول اللہ کا یہ ارشاد موجود ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں، اگر حدیثیں پڑھو پڑھاؤ گے اور اگر رسول اللہ کی تصدیق

کروگے تو مرزا قادیانی کے دعوائے نبوت کو جھٹلانا پڑے گا لہذا تم لوگوں نے یہ راستہ نکالا ہے کہ آیت قرآنیہ کی تحریف کردی، احادیث کو پڑھنا چھوڑ دیا، اپنے دل سے پوچھو کیا اس طرح ایمان اور قرآن سے کوئی تعلق باقی رہ جاتا ہے ؟ مرنے کے بعد کیا ہوگا ؟ اس پر خوب غور کرلو ۔

ہر قادیانی کو فکر کرنا لازم ہے، کیونکہ یہ مسئلہ دنیاوی نہیں ہے آخرت میں نجات کا مسئلہ ہے، دین اسلام قبول کرنا دوزخ سے بچنے ہی کے لئے ہے، دنیا تو کسی نہ کسی طرح گزر ہی جاتی ہے ،اسلام قبول کرنے کی ضرورت اسی لئے ہے کہ دوزخ سے بچ سکیں ، اور جنت میں داخل ہوسکیں، اگر تم اپنے کو مسلمان سمجھتے رہے لیکن قرآن کے منکر رہے، اور قرآن کے حاملین اور عاملین کے اعلان کے مطابق کافر ہی رہے تو اس جھوٹے دعوائے اسلام سے آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا ،ہم سچے دل سے ہر قادیانی کو فکر کی دعوت دیتے ہیں کہ اپنی جان اور اہل وعیال کو دوزخ سے بچائیں، اور مرزا طاہر اور اس کے چھوڑے ہوئے مبلغین کے دھوکہ میں نہ آئیں ، یہ دعوت فکر بالکل خیر خواہی پر مبنی ہے، خوب سمجھ لیں.

شیطان اس پر خوش ہوتا ہے کہ مسلمان ہونے کا مدعی بھی ہو اور مسلمان بھی نہ ہو اور اس کے ساتھ دوزخ میں چلا جائے ،قرآن مجید کے اعلان پر غور کریں۔

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْــٴًـا اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، اور اس دن سے ڈرو جس دن باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ نہ دے گا، اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کی طرف سے کچھ بھی بدلہ دینے والا ہوگا، بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے، سو تمہیں دنیا والی زندگی ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے، اور ہرگز تمہیں اللہ کا نام لے کر بڑا دھوکہ باز دھوکہ میں نہ ڈالے۔

مرزا طاہر نے آج کل اپنے ماننے والوں کو کفر پر جمائے رکھنے کا ایک اور حیلہ تراشا ہے کہ دیکھو مسلمانوں میں سے فلاں صاحب اقتدار اور فلاں عالم کو قتل کر دیا گیا اور فلاں شخص فلاں مرض میں راہی ملک بقا ہوا ، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مرزا قادیانی نبی تھا (العیاذ باللہ) یہ وہی مثال ہے کہ ''مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ،، دنیا سے مومن بھی رخصت ہوتے ہیں، اور کافر بھی مرتے ہیں، موت کے ظاہری اسباب مختلف ہوتے ہیں کسی کے کسی حالت میں دنیا سے چلے جانے کو اس بات کی دلیل بنا لینا کہ وہ مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتا، عجیب بے جوڑ مہمل دلیل ہے۔

مرزا طاہر مناسب جانے تو دنیا میں جتنے لوگ حوادث میں یا وبائی امراض میں مرے ہیں ان سب کی فہرست بنا لے، سینکڑوں افراد کی فہرست بن جائے گی، اور ساتھ ہی اپنے دادا جھوٹے مدعی نبوت کا نام بھی اس میں لکھ دے کیونکہ اس کی موت ہیضہ میں ہوئی تھی، اور ان سب کو مرزا کی نبوت کی دلیل میں پیش کردے، یاد رہے کہ اس میں سابق صدر امریکہ کنیڈا اور چارلس کی سابقہ بیوی ڈیانا کا نام بھی لکھ دے اور مصر اور ترکی کے وزیروں کے قتل کو بھی اپنے دادا کی نبوت کی دلیل بنا لے کیونکہ یہ سب لوگ مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے تھے۔

مرزا طاہر سے تو کیا خطاب کیا جائے وہ تو اپنی امارت کو باقی رکھنے کے لئے دوزخ میں جانے کو تیار ہے، جو لوگ مرزائیوں کے جال میں پھنس کر دوزخ کے مستحق بن چکے ہیں ان سے درخواست ہے اور مکرر درخواست ہے کہ دوزخ سے بچنے کے لئے فکر مند ہوں اور اللہ تعالی سے رو رو کر دعا کریں کہ کفر سے نکلنا آسان فرمادے.

إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ۔

العبد محمد عاشق الٰهی بلندشهری عفا الله عنه

ضروری تنبیہ

عام مسلمانوں کے علم میں یہ بھی آنا چاہیئے کہ قادیانی جو جھوٹ بولتے اور فریب دیتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب حضرات علماء کرام مرزا قادیانی کے رسالوں اور کتابوں کے حوالے شائع کرتے ہیں تو بعد کے چھپے ہوئے ایڈیشن دکھادیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو تمہارے علماء اور مناظروں نے جو حوالہ دیا ہے اس میں یہ بات کہاں ہے ؟

بات یہ ہے کہ سو سال سے مرزا قادیانی کی کتابیں چھپ رہی ہیں، اور ان کے بہت سے ایڈیشن چھپ چکے ہیں، علماء اسلام نے پرانی اشاعتوں کے حوالے دیئے تھے موجودہ ایڈیشنوں میں صفحات بدل گئے ہیں، قادیانی نئے صفحات دکھادیتے ہیں، جن میں وہ بات نہیں ملتی جس کا ہمارے اکابر نے حوالہ دیا تھا، لہذا کسی مسلمان سے کسی قادیانی کی بات ہو اور وہ اپنی کتابوں کے صفحات بتا کر نفس مضمون کا انکار کرے تو اس سے کہیں کہ تین دن کے لئے مجھے کتاب دیدے، اس کے بعد اس کتاب کو گھر میں آکر مطالعہ کریں، اس کتاب میں آگے پیچھے ان شاء اللہ تعالی وہ حوالہ مل جائے گا، جو

ہمارے بزرگوں نے لکھا ہے اگر چہ جھوٹے آدمیوں سے یہ بھی بعید نہیں ہے کہ مرزا کی پرانی باتیں ہی حذف کر دی ہوں، یا نئے رسالے لکھ کر پرانے رسالوں کے نام سے چھاپ دئے ہوں، اور اب تو قادیانیوں کو انکار کی مجال ہی نہیں رہی، دفتر ختم نبوت ملتان سے قادیانیوں کے توڑ میں زبردست کتاب چھپ چکی ہے، جس کا نام ہے ’’ثبوت حاضر ہیں،،

اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، مؤلف محمد متین صاحب ہیں، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضور باغ ملتان سے طلب کی جائے۔

غیر مقلدین سے متعلق ایک تحریر کا اقتباس

غیر مقلدوں کا معاملہ عجیب ہے کہتے ہیں **لا صلاة إلا بفاتحة الكتاب** کا عموم سب کو شامل ہے، اور اس عموم کو اتنا لے کر آگے بڑھے کہ نماز جنازہ میں بھی اس کو فرض قرار دیا، لیکن انہیں قرآن مجید کی آیت ﴿وَإِذَا قُرِأَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ کا عموم نظر نہیں آتا، اور صحیح مسلم کی حدیث ’’ **وإذا قرأ فأنصتوا** ،، کا عموم بھی نظر نہیں آتا، حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں کہ آیت کریمہ ﴿وَإِذَا قُرِأَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ کے بارے میں لکھتے ہیں: **وقد استفاض عن السلف أنها نزلت فى القراءة فى الصلاة وقال بعضهم فى الخطبة، وذكر احمد بن حنبل الاجماع على أنها نزلت فى ذلك، وذكر الاجماع على أنه لا تجب القراءة على المأموم حال الجهر**. (مجموع الفتاوی ج ۲۳/۲۶۹)

اپنے اختیار کردہ مذہب کے سامنے قرآن مجید کی آیت پر عمل کرنے کو

بھی تیار نہیں، اور حدیث ''وإذا قرأ فانصتوا،، پر عمل کرنا بھی ناگوار ہے، یہ ہیں عاملین بالکتاب والسنۃ.......

اور بھی ایک بات یاد رہے کہ صحیح مسلم کی حدیث جو حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے اس کے اخیر فھی خداج تین بار فرمایا ہے، اس سے تو معلوم ہو رہا ہے کہ جو نماز سورۂ فاتحہ کے بغیر پڑھے اس کی نماز ناقص ہے، لیکن غیر مقلد کہتے ہیں کہ باطل ہے، دیکھو کیسے حدیث کی مخالفت کی اور عامل بالحدیث بن گئے۔ (اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ حدیث امام اور منفرد کے بارے میں ہے۔ مقتدی کے بارے میں نہیں، اور یہ بھی یاد رہے کہ کوئی مسئلہ ثابت کرنے کے لیے اسکے متعلق کتاب وسنت میں جو دلائل ہیں سب کو سامنے رکھنا ضروری ہوتا ہے صرف ایک حدیث لیکر باقی احادیث کو چھوڑ دینا یہ تو ایک طرح کا انکار حدیث ہے)۔

بعض غیر مقلدین حدیث ''إذا كنتم ورائی فلا تقرءوا إلا بفاتحة الكتاب فإنه لا صلاة لمن لم يقرأ بها،، پیش کرتے ہیں، چونکہ انہیں اپنے مسلک پر اتنی زیادہ ضد ہے کہ تحقیق کرنے سے پیچھے ہٹتے ہیں، کہ اپنے مسلک کے علاوہ دوسرا مسلک اختیار کرنا نہ پڑ جائے، اگر حافظ ابن تیمیہ کی بات ہی سن لیتے تو اس حدیث سے استدلال کرنے کی جراءت نہ کرتے، دیکھو شیخ ابن تیمیہؒ اپنے فتاوی میں تحریر فرماتے ہیں ''هذا الحديث معلل عند أئمة الحديث بأمور كثيرة ضعفه احمد وغيره من الأئمة، وأصله أن عبادة كان يؤم ببيت

المقدس فقال ھذا فاشتبه علیھم المرفوع بالموقوف علی عبادة. اھ.

(مجموع الفتاوی ۲۳/ ۲۸۶ـ ۲۸۷.

نیز امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص بھی امام کے ساتھ رکوع میں مل گیا اس نے رکعت کو پالیا، اور یہ مضمون حدیث شریف میں بھی وارد ہوا ہے۔

امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے پر جو آپ کے یہاں بہت زیادہ زور ہے آپ اس پر قائم رہیں جیسا کہ حضرات شافعیہ اپنے قول پر قائم ہیں، (گو یہ امام شافعی کا قول جدید ہے، قول قدیم ان کا بھی وہی تھا جو حنفیہ کا مسلک ہے) لیکن یہ جو آپ فرماتے ہیں اور اشتہار چھاپتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ حنفیہ کی نماز نہیں ہوتی ، اور وہ تارک صلاۃ کے حکم میں ہیں، آپ کا یہ غلو ہے، اور اجتہادیات سے ناواقفیت ہے، شوافع تو یہ نہیں کہتے کہ حنفیہ کی نماز نہیں ہوتی، یہ سہرا تو آپ ہی کے سر ہے آپ ایسے انداز میں باتیں کرتے ہیں گویا آپ پر اس کی وحی آگئی ہے، یا یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ قیامت کے دن آپ کو کھڑا کیا جائے گا کہ بتاؤ کس کی نماز صحیح ہوئی اور کس کی نماز باطل ہوئی، اور یہ فیصلہ کہ جنت میں کس کو بھیجا جائے اور کس کو روک دیا جائے، آپ تو جنت دلانے کے ٹھیکے دار بن گئے۔

ذرا ہوش کی دوا کرو، بے پڑھے غیر مقلد تو دلائل کو کیا جانے اور مذاہب سے انہیں کیا واقفیت ہے، ان میں چند ایسے افراد ہیں جنھوں نے احادیث کا اور مذاہب اربعہ کا مطالعہ کیا ہے انہیں تو کچھ حق اور حقیقت کا علم ہونا چاہیئے، اپنے عوام کی رَو میں یہ لوگ بھی بہہ گئے، جب دلائل دونوں طرف ہیں تو اتنے غلو اور تشدد کا کیا جواز ہے،

پھر امام کے پیچھے سورہ فاتحہ فرض نہ ہونے کا مذہب صرف حنفیہ ہی کا نہیں مالکیہ، اور حنابلہ کا بھی یہی مذہب ہے، جیسا کہ ان کی کتابوں میں لکھا ہے، اس اعتبار سے تو آپ حضرات نے تین چوتھائی امت کے بارے میں فیصلہ دیدیا کہ وہ تارک صلاۃ ہیں، یاد رہے کہ مالکیہ اور حنابلہ کی کتابوں میں جو بعض حالات میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کو پڑھنے کو لکھا ہے ان کے نزدیک مستحب ہے خوب سمجھ لیں، اور دونوں مذہبوں کی مراجعت کرلیں۔

((حضرت بلندشہری رحمہ اللہ کے ایک مضمون سے اقتباس))

خاتم النبیین آخری نبی ہیں جو ہر عربی وعجمی اور کالے وگورے کی طرف مبعوث ہوئے ہیں انکے اتباع کے بغیر نہ دنیا درست ہے نہ آخرت میں نجات ہے۔ اسی وجہ سے میں کہتا ہوں کہ اسلام انسانیت ہی کا دوسرا نام ہے

تحریف اسلام کی کوشش

افریقہ میں ایک سیاہ فام امریکی عورت کا دورہ

دین اسلام ہی ایک واحد دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سارے عالم کے انسانوں کا دین مقرر فرمایا ہے، اور اسی پر آخرت کی نجات کا مدار رکھا ہے، سورۂ آل عمران میں فرمایا ﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ﴾ (بلاشبہ اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی حقیقی دین ہے) اور فرمایا ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْناً فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ (اور جو کوئی شخص اسلام کے علاوہ کسی دین کا طلبگار ہوگا تو وہ دین اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں تباہ حال

لوگوں میں سے ہوگا) دین اسلام کامل ہے مکمل ہے دین اسلام کا سرچشمہ قرآن کریم تا قیامت محفوظ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے، وہ ایک دائمی معجزہ ہے۔

اسلام کے احکام ہمیشہ کے لئے یکساں ہیں ان میں کسی قسم کے ردوبدل کی گنجائش نہیں ہے چونکہ اسلام اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا دین ہے، انسانوں کا بنایا ہوا نہیں ہے اس لئے کسی بھی فرد یا جماعت کے لئے اس میں ترمیم کرنے اور حلال کو حرام قرار دینے اور حرام کو حلال قرار دینے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اگر کوئی فرد یا جماعت دین اسلام میں ترمیم کردے، تو اس سے اسلام کا کوئی حکم بدل نہیں جائے گا، البتہ اگر کوئی شخص ایسی حرکت کرے گا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

چند سال سے دشمنوں نے اسلام کو بدلنے کی کوشش شروع کررکھی ہے یہ لوگ اس کام کے لئے نام نہاد اسلام کے جھوٹے دعویدار کو ہی استعمال کرتے ہیں، جن لوگوں نے قرآن وحدیث نہیں پڑھا مخلص اور متقی مسلمانوں سے دین نہیں سیکھا اور دین اسلام کے سچے علمبرداروں کی صحبت نہیں اٹھائی یہی لوگ یہود ونصاریٰ کے جال میں پھنس کر احکام شرعیہ کے بدلنے کی آواز اٹھاتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے بھیجے ہوئے دین میں اور انسانوں کے اپنے بنائے ہوئے دین میں فرق نہیں کرتے، جن لوگوں نے اپنا دین خود بنایا ہے وہ اس میں ترمیم کردیں، یا گھٹا دیں، بڑھا دیں، ایک بات کی جگہ دوسری بات لکھ دیں، یہ ان کے حال کے مناسب ہے، جو چیز انسانوں نے خود ہی بنائی ہے اگر اس میں خود ہی ترمیم کردے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے، لیکن جو کتاب اللہ

تعالیٰ نے نازل فرمائی جو دین اس نے اپنے بندوں کے لئے بھیجا اور خاتم الأنبیاء کے ذریعہ اس کی تفصیلات بتائیں اس دین میں کسی طرح ترمیم یا تحریف اور تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں۔

جس شخص کو اللہ تعالیٰ کے دین میں ترمیم کرنا ہو اسے ضرورت ہی کیا ہے کہ اپنی ذات کو اسلام کی طرف منسوب کرے؟ وہ مسلمان ہے ہی نہیں، لہذا کسی دوسرے دین کی طرف منسوب ہو جائے، اگر کوئی شخص اسلام میں ترمیم کرے گا تو اس کے ترمیم کرنے سے اللہ تعالیٰ کا دین نہیں بدلے گا، احکامِ اسلام جو عہد اول سے متواتر منقول ہوتے آرہے ہیں بندوں پر انہی کی ادائے گی لازم رہے گی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بھی شخص کو دین اسلام کی ترمیم اور تحریف اور تبدیلی کا اختیار نہیں دیا گیا۔

کچھ لوگوں نے اجتہاد کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے اور بعض جماعتوں نے تجدید دین کا عنوان اختیار کر کے اور بعض بے دین لوگوں نے عوام کے دنیاوی اور اقتصادی احوال کو درست کرنے کے نام سے دین ہی میں تحریف کر ڈالی ہے، کچھ لوگوں نے انشورنس کو حلال قرار دیدیا ہے، اور کچھ لوگوں نے تاویل کر کے بینکوں کے سود کے جواز کا فتویٰ دیدیا ہے، کچھ لوگوں نے اپنی طرف سے نکتہ نکال کر تصویروں کو حلال قرار دیدیا ہے، یاد رہے کہ ان خدا فراموش دنیادار لوگوں کے حلال قرار دینے سے کوئی چیز حلال اور حلال چیز حرام نہیں ہو جائے گی، کچھ لوگوں کا یہ کہنا کہ عورتوں اور مردوں میں مساوات ہونی چاہیئے، جب اللہ تعالیٰ نے دونوں کی تخلیق میں مساوات نہیں رکھی، جسمانی قوتوں میں دونوں برابر نہیں، ایک مرد کی جگہ دو عورتوں کی

گواہی رکھی ہے، اور فرمایا ﴿أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ﴾ اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی نشاندھی فرمائی ہے کہ عورتوں کی عقل مردوں کے مقابلہ میں ناقص ہے، اور میراث میں لڑکی کا حصہ لڑکے سے آدھا رکھا گیا ہے، جیسا کہ سورۂ نساء میں ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ فرمایا ہے، اور مردوں کو کمانے والا قرار دیا، جو اپنی بیوی پر خرچ کریں، اور عورتوں کو گھر میں بیٹھنے کا حکم فرمادیا، اور مردوں کے بارے میں ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ فرمایا، اور ﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ فرمایا، اور عورت کو نماز کی صفوں میں سب سے پیچھے کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے، اور مرد کو (والد) اور عورت کو (والدۃ) بنایا، عورت کے فطری نظام میں بھی فرق رکھا ہے، تو ان سب احوال واحکام میں قرآن وحدیث کی تصریحات کے باوجود عورت مرد کیسے برابر ہوسکتے ہیں، اگر کوئی شخص ایسے احکام بنادے گا جس میں ہر حکم میں عورت مرد کے برابر ہوں گے تو وہ اس کے ذاتی تجویز کردہ احکام ہوں گے۔

عورت فلاں ملک کی سربراہی کررہی ہے تو اس کے بارے میں سمجھ لینا چاہیئے کہ اکادکا کسی عورت کے زیادہ سمجھدار ہونے سے اور بعض مردوں کے کم سمجھ ہونے سے قواعد کلیہ نہیں بدلتے، حکم اکثریت پر لگایا جاتا ہے، اور جو عورتیں کہیں سربراہ ہیں تو اول تو ان کو سربراہی دینا ہی جائز نہیں، وہ بے پردہ ہوکر مردوں کے سامنے آتی ہیں، بہت سی منکرات کا ارتکاب کرتی ہیں۔

پاکستان میں عورت کو سربراہ بنادیا گیا ہے جب سے بے چینی ہے اور

قتل وخون کی گرم بازاری ہے، بعض لوگ برٹش کے بخشی نظام کا حوالہ دیتے ہیں، کہ وہاں عورت سربراہ ہے، اول تو وہ لوگ کافر ہیں، اگر وہ اسلام پر چلنے والے ہوتے تو ہرگز ایسا نہ کرتے بعض لوگ ملکہ سباء کا حوالہ دیتے ہیں، سب کو معلوم ہے کہ وہ کافرہ عورت تھی سورۂ نمل میں واضح طور پر فرمادیا کہ وہ آفتاب کی پرستار تھی، بتاؤ اس کا اسلام سے کیا تعلق؟ پھر جب وہ مسلمان ہوگئی تو اس کے ملک پر حضرت سلیمان علیہ السلام کا حکم چلنے لگا، پھر یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ برٹش میں جو نظام ہے وہ پارلیمانی نظام ہے، پارلیمنٹ میں جو قانون پاس کیا جاتا ہے کوئین (رانی) اس پر دستخط کرنے پر مجبور ہوتی ہے، یہ صحیح معنوں میں سرابرہی نہیں ہے، یہ تو پارلیمنٹ کی تابعداری ہے، اور وہاں کی پارلیمنٹ کا یہ حال ہے کہ ایک قانون بنایا جاتا ہے پھر جب عوام اس پر عمل نہیں کرتے تو اس کو تبدیل کردیا جاتا ہے، اور دونوں پر کوئین کو دستخط کرنے پڑتے ہیں۔

چند ماہ قبل امریکہ سے ایک سیاہ فام عورت جنوبی افریقہ امپورٹ کی گئی، اس عورت کو عربی پڑھائی گئی تھی اور اسلام کے بارے میں زہر اگلنے کی مشق کرائی گئی تھی، نئی نئی باتیں سن کر بہت سے ناواقف اور بعض نام نہاد عالم نما جاہل اس کے ساتھ لگ گئے، وہ جو کہتی تھی اس کے ہاں میں ہاں ملاتے تھے، ان لوگوں نے یہاں تک اس کی ہمت افزائی کی کہ جمعہ کے دن منبر پر اسلام کے خلاف اس سے زہر اگلوایا، اس عورت کی طرف جو باتیں منسوب کی گئی ہیں، اس میں ایک یہ ہے کہ العیاذ باللہ قرآن پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے، یہ عورت اور اس کے ہم نوا، اس بات کو بھول گئے کہ نظر

ثانی اپنی لکھی ہوئی کتاب پر ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی نازل فرمودہ کتاب پر کسی کو نظر ثانی کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا، عیب کرنے کو بھی ہنر چاہیئے، جن لوگوں نے اس عورت کو ٹرینڈ کر کے بھیجا تھا انھوں نے قرآن کریم کو اپنی بنائی ہوئی بائبل پر قیاس کرلیا، انھیں یہ یاد ہی نہ رہا کہ قرآن تو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اس پر نظر ثانی کرنے کا کس نے اختیار دیا، اور کس کو اختیار دیا ؟ مذکورہ سیاہ فام عورت کی طرف جو باتیں منسوب کی گئی ہیں ان میں ایک بات یہ بھی ہے کہ اب تک مردوں نے قرآن کریم کی تفسیریں لکھی ہیں اور اسی لئے عورتوں کے حقوق کم بتائے گئے ہیں، اور اسے مردوں کی برابری سے محروم رکھا گیا ہے، اب چاہیئے کہ عورتیں قرآن مجید کی تفسیریں لکھیں اور وہ اپنے حقوق ثابت کریں، اس عورت کی اس بات سے ظاہر ہے کہ عورتوں کو مرد کا مقام حاصل نہیں ورنہ اب تک تفسیر کی کتابیں لکھ چکی ہوتیں، اب انھیں بھڑ کایا جارہا ہے۔

ملحدین کی شہ پر ایک عورت کی زبان سے زہر اگلوایا جارہا ہے، اس باطل کام کے ہیرو بھی مرد ہی رہے ہے، عورت پھر بھی استعمال شدہ جنس ہی رہی، صحیح بات یہ ہے کہ جو شخص صاحب علم صاحب تقوی ہوگا اسے فکر آخرت دامن گیر ہوگی وہی قرآن مجید کا صحیح ترجمان ہوگا اور رسول اللہ کے ارشادات کی صفت سے متصف ہوگا، جب وہ قرآن مجید کی ترجمانی کرنے بیٹھے گا تو لامحالہ وہی تفسیر کرے گا جو اب تک قرآن مجید کی تفسیریں لکھی ہیں، جو لوگ عربی لغات تک نہیں جانتے جنھیں دین کے ابجد کا علم نہیں ہے اور جو تفسیر کے لئے درکار ضروری علوم سے نابلد ہیں وہ کس منہ سے اپنے آپ کو تفسیر لکھنے کا اہل سمجھتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔

((مفتی مدینہ کی عورتوں کو نصیحت))

شرک کی باتوں کے پاس مت جاؤ، اولاد کے ہونے یا زندہ رہنے کے لئے ٹونے ٹوٹکے مت کرو، فال مت کھلواؤ، غیر اللہ کی منت مت مانو، جس سے شرع میں پردہ ہے چاہے وہ پیر ہو اور چاہے کیسا ہی نزدیکی رشتہ دار ہو، جیسے دیور جیٹھ، خالہ پھوپھی یا چچا یا ماموں کا بیٹا، یا بہنوئی یا نندوئی، یا منہ بولا بھائی یا باپ، ان سب سے پردہ کرو، خلاف شرع لباس مت پہنو، جیسے چست پاجامہ یا ایسا کرتہ جس میں پیٹ کلائی یا بازو کھلے ہوں، یا ایسا باریک کپڑا جس میں بدن یا سر کے بال چھلکتے ہوں، یہ سب چھوڑ دو ، لانبی آستینوں کا اور نیچا اور دبیز کپڑے کا کرتہ بناؤ اور ایسے ہی کپڑے کا دوپٹہ ہو، اور دھیان کر کے سر پر سے مت ہٹنے دو، ہاں اگر گھر میں صرف عورتیں ہوں یا اپنے ماں باپ حقیقی بھائی کے سوا گھر میں کوئی اور نہ ہو تو اس وقت سر کھولنے میں حرج نہیں، کسی کو جھانک تاک کر مت دیکھو، کہیں بیاہ شادی، مونڈن، چلہ چھٹی، ختنہ، عقیقہ منگنی، چوتھی وغیرہ میں مت جاؤ ،کوئی کام نام کے واسطے مت کرو، کوسنے اور طعنہ دینے اور غیبت سے اپنی زبان کو بچاؤ، پانچوں وقت کی نمازوں کو وقت پر پڑھو، زکوۃ ادا کرو، خاوند کی تابعداری کرو، گانا کبھی مت سنو۔

شادی کی باتیں

لوگوں نے آج کل شادیوں کو وبال بنا رکھا ہے، سادی شادی کرنے کے بجائے بڑی دھوم دھام کے ساتھ شادی کی جاتی ہے، جس میں محض ریاکاری مقصود ہوتی ہے، اس میں بڑے بڑے دینداری کے دعویدار مبتلا ہیں۔

رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے ''إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة ،، بلاشبہ برکت کے اعتبار سے سب سے بڑا نکاح وہ ہے جو مشقتوں کے اعتبار سے سب سے زیادہ ہلکا ہو ۔

جو لوگ سادات ہیں وہ سید ہونے کا دعوی تو بڑے رکھ رکھاؤ کے ساتھ کرتے ہیں، اپنا نام بھی بغیر ''سید،، کے نہیں بتاتے ،اور یہ سب جانتے ہیں کہ اس نسب کی بڑائی

صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد ہونے سے ہے،نسب کی بڑائی کے لئے تو سید ہیں لیکن حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح اور رخصتی کی طرح سادہ طریقہ پر شادی کرنے کے لئے تیار نہیں۔

سیدوں کے علاوہ جو دوسرے مسلمان ہیں خاص کر جنھیں اتباع سنت کا دعوی ہے وہ بھی دنیا کی دیکھا دیکھی بڑی شان وشوکت کے ساتھ اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی کرتے ہیں، باجے بجتے ہیں، بارات چڑھتی ہے، رخصتی کے وقت پیسوں کی بکھیر ہوتی ہے، پھر بیٹی والا بھی دعوتیں کرنے اور جہیز دینے میں اپنی کرنی میں کسر نہیں چھوڑتا، جہیز باہر سجایا جاتا ہے، ایک ایک عدد لڑکوں اور نوکروں کے سروں پر بازاروں سے گزارا جاتا ہے، اوراس طرح کی بہت سی ریا کاریاں ہوتی ہیں، چونکہ نام کرنا اور خرچہ کرکے مالداری کی دھاک بٹھانا مقصود ہوتا ہے اس لئے ایسی حرکتیں کرتے ہیں، رسول اللہ کا اتباع نہیں کیا جاتا، قارون کا طریقہ اپنایا جاتا ہے، قارون اپنی مالداری دکھلانے کے لئے مال لے کر باہر نکلا تھا جس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ شانہ نے فرمایا: ﴿فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ﴾

یہ کیسا دین وایمان ہے امت محمد کی اور کام قارون کا، جو اپنے گھر سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا، صدیقی، فاروقی، عثمانی، چودھری، راجپوت، اور تمام اقوام وقبائل اپنا محاسبہ کریں، اور دیکھیں کہ ہم کس راہ پر چل رہے ہیں، یہ ریا کاری تاشے اور باجے اور اسراف وتبذیر (فضول خرچی) سب آخرت میں وبال جان بنیں گے، قرآن شریف میں ارشاد ہے ﴿إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا إِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ﴾

بلاشبہ فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔

گانے بجانے کے بارے میں رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: ''أمرني ربي بمحق المعازف والمزامير والأوثان والصلب وأمر الجاهلية'' میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ گانے بجانے کی چیزوں کو اور بتوں کو اور صلیب کو (جسے عیسائی پوجتے ہیں) اور جاہلیت کے کاموں کو مٹادوں۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۳۵۴ عن مسند احمد)

نام ونمود کے لئے جو کچھ خرچ کیا جاتا ہے اس میں گناہ کبیرہ تو ہے ہی جس مقصد سے خرچ کرتے ہیں وہ بھی حاصل نہیں ہوتا، جتنا بھی خرچ کرلو لوگ راضی نہیں ہوتے، کیڑے ہی نکالتے ہیں، کھایا مونچھوں کو تاؤ دیا، عیب نکالتے ہیں ہوئے چلے گئے، ایک بیٹے نے برات کی دعوت میں بڑی رقم خرچ کی اور ساتھ ہی ہر براتی کو ایک ایک اشرفی بھی دی تاکہ خوب نام ہو پھر جب برات رخصت ہوگئی تو راستہ میں خفیہ طور پر بیٹھ گیا کہ دیکھیں لوگ تعریف کرتے ہیں یا نہیں، یہ تعریف کے انتظار میں بیٹھا تھا لوگ برابر گزر رہے تھے، چلتے چلتے ایک شخص نے اپنے ساتھی سے کہا کہ آج تو نیا منظر دیکھا، کھانا بھی کھلایا اور ایک ایک اشرفی بھی دی ، دوسرا گالی دے کر بولا، ارے وہ تو کنجوس ہے اگر دو دو اشرفی دیدیتا تو کیا گھٹ جاتا (دیکھ لیا ریاکاری کے لئے خرچ کرنے کا انجام مال بھی خرچ ہوا اور کنجوسی کا طعنہ بھی ملا، گالی کھائی سوالگ رہی)۔

درحقیقت مخلوق کو راضی رکھنے کی نیت کرنا ہی بڑی بے وقوفی کی بات ہے، بس اللہ تعالیٰ کو راضی کرو، اس ذیل میں مخلوق راضی ہو یا ناراض، شادی، سادی کی جائے،

اس میں اتباع سنت بھی ہے، برکت بھی ہے۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح اور رخصتی اور جہیز کی کچھ تفصیل سنیں ،حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رائے دی کہ تم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے اپنا پیغام دیدو، چنانچہ انھوں نے اس پر عمل کیا، آپ نے منظور فرمالیا، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خوشبو اور کپڑے خریدنے کا حکم فرمایا، اور ساتھ ہی جہیز تیار کرنے کا حکم دیا، ایک چارپائی، اور چمڑے کا ایک تکیہ دیا گیا، ایک بچھونے کا ذکر بھی ملتا ہے۔

بچھونے اور تکیہ میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، بستر، مینڈھے کی کھال کا تھا، بعض روایات میں چکی، اور مشکیزہ کا بھی ذکر ملتا ہے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ روانہ فرمادیا

مہر چار سو مثقال چاندی تھا، ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا تھا، پرانے تول کے حساب سے جو بزرگوں نے حساب لگایا تھا تو اس کے ایک سو پچاس تولے ہوتے تھے، رائج الوقت اوزان سے جو حساب لگایا تو ایک ہزار سات سو انچاس گرام اور چھ سو ملی گرام بنتا ہے، بعض روایات میں پانچ سو درہم چاندی بھی مہر فاطمی بتایا گیا ہے، جس کی مقدار ۱۳۱ / تولہ ۳ / ماشہ ہوتی ہے، لوگوں نے ایک سو کو تو چھوڑ دیا اور بتیس تولہ یاد رکھ لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسرے روز ولیمہ کیا، سادگی کے ساتھ جو میسر آیا کھلا دیا، ولیمہ میں جو کی روٹی کھجوریں، حریرہ، پنیر اور مینڈھے کا گوشت تھا۔

دیکھو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا، آنحضرت نے قبول فرمالیا، منگنی ہوگئی، تمام بکھیڑے جن کا آج کل رواج ہے، ان میں سے کوئی بھی اختیار نہ کیا گیا، مہر بھی تھوڑا سا تھا، فخر بڑائی جتانے کے لئے ہزاروں لاکھوں روپئے مہر میں مقرر کرنا، پھر ادا نہ کرنا اس میں آنحضرت کا اتباع کہاں ہے، جو لوگ زیادہ مہر باندھ کر ادا کئے بغیر مرجاتے ہیں یا بیوی پہلے مرجاتی ہے وہ قیامت کے دن بیوی کے قرضداروں میں شمار ہوں گے، اس دن نفسا نفسی کا عالم ہوگا، حقوق العباد کے بدلے نیکیاں دلائی جائیں گی، ایک ایک نیکی کی ضرورت وہاں ہوگی، وہاں کوئی کسی کو کیوں معاف کرنے لگا، حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کس شان سے ہوئی، نہ دھوم نہ دھام، نہ شامیانہ، نہ پالکی، نہ دراہم ودنانیر کی بکھیر نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھوڑے پر چڑھ کر آئے، نہ گانا نہ باجا، نہ بارات کی چڑھائی، نہ آتش بازی، نہ ادھار، نہ قرض، مسلمان اسی کا اتباع کریں تو بڑی مصیبتوں سے بچ جائیں گے۔

رخصتی کے بعد آنحضرت رات کو اپنی بیٹی کے گھر تشریف لے گئے اور چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی خادم نہ تھا، اس لئے دونوں میاں بیوی پر کام تقسیم فرمادیا، کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کے اندر کام کیا کریں، اور علی گھر سے باہر کے کام انجام دیا کریں، سنن ابوداود میں ہے کہ سردار دوجہاں کی صاحبزادی خود چکی پیستی تھیں جس سے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے تھے اور ہانڈی خود پکاتی تھیں، اور جھاڑو خود دیتی تھیں، جس سے کپڑے میلے ہوجاتے تھے، ایک مرتبہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے

پاس صرف ایک مینڈھے کی کھال ہے جس پر ہم رات کو سوتے ہیں، اور دن میں اس پر اونٹ کو چارہ کھلاتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے بیٹی صبر کرو، کیونکہ موسی علیہ السلام نے دس برس تک اپنی بیوی کے ساتھ قیام کیا اور دونوں کے پاس صرف ایک عباء تھی اسی کو اوڑھتے اور اسی کو بچھاتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے گھر کے کام کاج اور خدمت کے لئے ایک غلام طلب کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: کہ اے فاطمہ ! اللہ سے ڈر اور اپنے رب کا فریضہ ادا کر، اور اپنے شوہر کا کام انجام دے، اور سوتے وقت ۳۳ر مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۳ر مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ر مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کر جو تیرے لئے خادم سے بہتر ہے، اس کے جواب میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: میں اللہ اور اس کے رسول سے راضی ہوں۔

یہ ابوداود شریف کی روایت ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت نے اس موقع پر ان تینوں چیزوں کو فرض نماز کے بعد پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا، اسی سلسلہ میں یہ مضمون بھی روایت کیا گیا ہے کہ آنحضرت نے خادم عطا فرمانے سے بڑی سختی سے انکار فرمایا اور یوں فرمایا کہ: اللہ کی قسم تم کو (خادم) نہیں دونگا، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تم کو خادم دیدوں اور صفہ میں رہنے والوں کے پیٹ بھوک سے پیچ کھاتے رہیں، ان پر خرچ کرنے کو میرے پاس کچھ بھی نہ ہو؟ یہ غلام جو آتے ہیں ان کو فروخت کر کے اصحاب صفہ پر خرچ کروں گا۔

آج کل کے مسلمان کہلانے والے منگنی سے لے کر شادی تک اور پھر اس

کے بعد بچوں کے پیدا ہونے اور ختنہ اور عقیقہ تک فضول رسمیں کرتے ہیں جن میں بہت سی شرکیہ رسمیں ہوتی ہیں اور کافروں سے لی ہیں، اور بہت سی رسمیں سودی روپے لیکر انجام دیتے ہیں، اوران رسموں کو کرنے میں نمازیں تک برباد کرتے ہیں، اور بے شمار بڑے بڑے گناہوں میں ملوث ہوجاتے ہیں۔

مسلمانو! ہوش میں آؤ، اپنے نبی کا اتباع کرو، ریا کاری، اور شیخی بگھارنا اور فضول خرچیاں کرنا کافروں کے طور طریقہ اختیار کرنا چھوڑ دو، دنیادار نہ بنو، دیندار بنو، معمولی خرچوں سے بیاہ شادیاں کرو، لوگ کیا کہیں گے اسے نہ دیکھو، اللہ اوراس کے رسول کی رضامندی کو دیکھو، بیاہ شادی میں تو کوئی خرچہ ہی نہیں، ایجاب وقبول میں کیا خرچ ہوتا ہے جو اصل نکاح ہے، مہر میں خرچہ تو ہے لیکن تھوڑا سا مہر بھی باندھا جاسکتا ہے، اور ضروری نہیں کہ فوراً دیا جائے، نام کرنے کی ضرورت کیا ہے، رہا ولیمہ تو وہ سیدھا سادا بقدر استطاعت دکھاوے کے بغیر چند مسلمانوں کو بلا کر کھلا دیا جائے، بڑے بڑے ہال کرایہ پر لینا چھوڑ دو، سادہ طور پر حسب مقدور روٹی سالن بلکہ پنیر اور کھجور کھلا دینے سے سنت ادا ہوجاتی ہے، ریاکاری اور نام ونمود نے مارا اور مصیبت میں مبتلا کیا، خاتم الأنبیاء نے تو حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا سے جنگل ہی میں نکاح کرلیا، یہ واقعہ خیبر سے واپس ہوتے ہوئے پیش آیا، جنگل ہی میں نکاح ہوا اور وہیں رخصتی ہوئی، اور وہی ولیمہ کھلا دیا، ولیمہ کیا تھا، اس میں ستو اور کھجوریں تھیں۔ (الاستیعاب والاصابہ)

بنگال، بہار، آسام، مدراس میں پہلے عام رواج تھا کہ لڑکے والے کہا

کرتے تھے کہ اس شرط پر لڑکی لیں گے کہ اتنی اتنی رقم دینی ہوگی، جس کے یہاں چند لڑکیاں ہوگئیں وہ تو مصیبت میں آ گیا، ہر لڑکی کے بیاہنے کے لئے رقم کثیر اور بہت زیادہ جہیز چاہیئے، اور اب تو یہ مصیبت عام ہوگئی ہے، شریعت مطہرہ میں مہر کے علاوہ کوئی چیز طلب کرنا دباؤ ڈال کر لینا، دکھاوے کے لئے لینا، دینا سب حرام ہے، لڑکی یا لڑکے والوں کو مہر کے علاوہ لینے دینے کی کوئی شرط لگانا جائز نہیں ہے، اس طرح سے جو مال لیا اور دیا جاتا ہے وہ سب رشوت ہے۔

لڑکے والے یا لڑکی والے خود سے کچھ طلب نہ کریں نہ شرط لگائیں، لڑکے والے اتنا مہر مقرر کردیں جو آسان ہو، لڑکی والے جہیز میں خانہ داری کا ضروری سامان دیدیں، اس کا بھی دکھلاوا نہ کریں، لڑکی کے ساتھ بھی نہ بھیجیں، جب لڑکی سسرال چلی جائے تو ایک دو دن بعد بھیج دیں، بے ضرورت سامان خریدنا دکھلاوے کے لئے دینا اپنی جان پر ظلم ہے، اور لڑکی کے ساتھ کوئی احسان نہیں، کیونکہ جو سامان دیا جاتا ہے عموماً اس کے کام نہیں آتا۔

درحقیقت ریاکاری بہت بری بلا ہے، شریعت اسلامیہ پر چلیں محض اللہ تعالی کو راضی کریں بڑی آسانی سے شادیاں ہوجائیں گی، اور لڑکیاں بیٹھی نہ رہیں گی۔

لڑکیوں کے بغیر شادی بیٹھے رہنے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ کالجز اور یونیورسٹیوں کی ڈگریاں حاصل کرلیتی ہیں، ان ڈگریوں کے حاصل کرنے میں بے پردگی اور دیگر معاصی کے علاوہ ایک یہ مصیبت بھی کھڑی ہوجاتی ہے کہ لڑکیوں کے لئے ان کے برابر کا پڑھا ہوا دولہا تلاش کیا جاتا ہے، بہت سے پیغام آتے ہیں، انھیں

اس لئے رد کر دیتے ہیں کہ لڑکے نے گریجویشن نہیں کیا۔

یہ نہیں دیکھا جاتا کہ لڑکا دیندار ہے، نمازی ہے، پرہیزگار ہے، خوش اخلاق ہے، بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایم اے اور پی ایچ ڈی ہے یا نہیں؟

لڑکیوں کو گھریلو تعلیم نہیں دیتے، قرآن شریف نہیں پڑھاتے دینی مسائل نہیں بتاتے کالج و یونیورسٹیوں میں بھیج کر ان کے دماغ میں یہ بٹھلا دیتے ہیں کہ تو اب اتنی اونچی ہوگئی ہے کہ اپنے سے کم تعلیم یافتہ لڑکے سے شادی کرنا تیرے لئے عیب ہے، اس قصہ میں پڑ کر تیس پینتیس (۳۵/۳۰) سال کی لڑکیاں ہو جاتی ہیں جو ازدواجی زندگی سے محروم رہتی ہیں۔

اب ایک اور سلسلہ چلا ہے وہ یہ کہ ماں باپ یوں کہتے ہیں کہ اپنی لڑکی فارن میں کمائی کرنے والوں کو دیں گے جو لوگ باہر کے ملکوں میں پیسہ کماتے ہیں ان کی طرف نظر اٹھائی جاتی ہے، جب تک ایسا شخص نہ مل جائے اور قبول نہ کرے اس وقت تک لڑکیوں کو بٹھائے رکھنے کا رواج ہو چلا ہے، ماں باپ یہ نہیں دیکھتے کہ لڑکی کی عمر بڑھ رہی ہے، اس کی جوانی کا خون ہو رہا ہے، ازدواجی زندگی سے محروم ہے، لیکن یہ اپنی رائے پر ضد اور اصرار کئے ہوئے ہیں، کیا یہ اولاد پر ظلم نہیں ہے؟

عورتوں کی ناسمجھی تو مشہور ہی ہے وہ اس وقت ماں باپ کے ساتھ وقت گزار رہی ہیں یہ نہیں سوچتیں کہ چند سال گزر گئے تو کوئی بھی قبول نہ کرے گا، اور جب تک ماں باپ زندہ ہیں زندگی گزر رہی ہے، ان کی موت کے بعد ہمارا کیا بنے گا، نہ شوہر ہوگا، نہ اولاد ہوگی، بہن بھائیوں اور ان کی اولاد پر بوجھ بن کر زندگی گزرانی

پڑے گی، اگر خود پیسے کما بھی لئے تو عزت والی وہ بات حاصل نہیں ہوسکتی جو اپنی اولاد اور شوہر کے ساتھ بڑھاپے میں آبرو اور عزت کے ساتھ زندگی گزارنے سے حاصل ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ شانہ نے فطری طور پر انسان کا جو مزاج بنایا اور شرعی طور پر جو احکام دیئے ہیں ان کے مطابق زندگی گزارنے ہی میں خیر ہے، اللہ جل شانہ نے مرد بھی پیدا فرمائے اور عورتیں بھی، ان میں آپس میں ایک دوسرے کے لئے رغبت رکھ دی اور جنسی میل ملاپ کی شہوت رکھی، یہ تو تکوینی بات ہے، پھر تشریعی طور پر احکام نازل فرمادیئے کہ بغیر نکاح کے آپس میں استمتاع اور استلذاذ نہیں کرسکتے، پھر نکاح پر بھی پابندی لگادی اور بتایا کہ ہر مرد کا ہر عورت سے نکاح نہیں ہوسکتا، قرآن وحدیث میں ان عورتوں کا واضح تذکرہ فرمادیا ہے جن سے نکاح نہیں ہوسکتا، اگر نکاح کر بھی لیا جائے تو نکاح نہیں ہوگا، اور ساتھ ہی نظر پر بھی پابندی لگادی کہ مرد وعورت نگاہوں کو پست رکھیں اور جس جگہ نگاہ ڈالنا ممنوع ہے وہاں نہ ڈالیں، سورۂ نور کے چوتھے رکوع میں ان محارم کا بھی تذکرہ فرمادیا، جن کے سامنے عورت کو آنا جائز ہے، اور پردہ کے احکام بھی نازل فرمائے جو سورۂ احزاب میں مذکور ہیں، قرآن کریم میں جگہ جگہ زنا کی حرمت بھی بیان فرمائی اور سورۂ نور میں اس کی سزا کا بھی تذکرہ فرمایا، اگر نفس ونظر پاک نہ رہیں تو زنا میں ابتلاء ہوجاتا ہے، اور نفس ونظر جب ہی پاک رہ سکتے ہیں جب کہ مرد وعورت کا باہمی ازدواجی رشتہ قائم ہوجائے، نکاح نہ ہوگا، تو زنا میں مبتلا ہوں گے، جیسا کہ آج کل یورپ میں نکاح کو چھوڑتے جارہے ہیں، اور دوستانہ

طریقوں پر زنا کاری عام ہورہی ہے، جب لڑکیوں کی شادی میں دیر لگتی ہے، تو بعض لڑکیاں کسی لڑکے کو پسند کر کے کورٹ میں جا کر شادیاں کر لیتی ہیں، اس میں یہ بھی نہیں دیکھا جاتا کہ اس لڑکے کا کونسا دین ہے، شرعاً جس سے نکاح نہ ہوسکتا ہوا گر اس سے نکاح کر لیا ہو، کورٹ میں ہو یا کہیں اور، اس سے ازداجی تعلقات حلال نہیں ہوجاتے، یہ تو لڑکیوں کے خود پسند کردہ لڑکوں سے نکاح کرنے کا ذکر تھا، اور خفیہ طور پر جو زنا کاری ہوتی ہے وہ اس کے علاوہ ہے، یہ کالج کی بے بیاہی لڑکیاں روافض سے اور غیر مسلم لڑکوں تک سے رشتہ جوڑ لیتی ہیں جن میں قادیانی بھی ہیں، ہندوستان میں تو یہاں تک ہورہا ہے کہ لڑکیاں ہندوؤں اور سکھوں تک سے اپنا جوڑ بٹھا لیتی ہیں۔

جب ایسا ہوتا ہے تو ماں باپ ٹائیں ٹائیں دیکھتے رہ جاتے ہیں، اور اس وقت سوچتے ہیں کہ ہماری بے آبروئی ہوگئی، اور یہ نہیں سوچتے کہ یہ مصیبت ہماری لائی ہوئی ہے، نہ لڑکی کو کالج میں پڑھاتے نہ اس کی شادی میں دیر لگتی، نہ وہ کسی سے نظر بازی کرتی، بالغ ہوتے ہی نکاح کر دیا جاتا تو یہ دن کیوں دیکھنا پڑتا۔

حضور اکرم نے ارشاد فرمایا: جس کے لڑکا پیدا ہو اس کا اچھا نام رکھے اس کو ادب سکھلائے اور جب بالغ ہوجائے تو اس کا نکاح کر دے، اگر بالغ ہوگیا اور اس کا نکاح نہ کیا پھر وہ کسی گناہ کو پہنچ گیا تو اس کے باپ کو اس کا گناہ ہوگا، اور لڑکے کا گناہ الگ رہا، کیونکہ بیوی نہ ہو تب بھی بدکاری کی اجازت نہیں،،

رسول اللہ کا فرمان ہے:

جس کو نکاح کی استطاعت نہ ہو تو وہ روزے رکھا کرے، کیونکہ اس

سے شہوت دب جائے گی،،

اب لڑکی کے بارے میں حدیث شریف سنئے: ارشاد فرمایا رسول اللہ نے کہ: توریت میں یہ بات لکھی ہے کہ جس کی بیٹی کی عمر بارہ سال کی ہوگئی اور اس نے نکاح نہ کیا پھر اس نے کوئی گناہ کرلیا یہ گناہ باپ کو ہوگا،، (مشکوۃ المصابیح ص ۲۷۱).

یعنی باپ پر بھی گناہ کا وبال اور عذاب پڑے گا۔

مسلمانو! ہوش میں آؤ، لڑکوں اور لڑکیوں کی سادہ طریقہ پر شادیاں کرو، سنت کا اتباع کرو، حرام مال نہ کماؤ، ریاکاری نہ کرو، مخلوق کو راضی کرنے کے جذبات سے دور رہو، لڑکیوں اور لڑکوں کے بالغ ہونے کے ساتھ ہی نکاح کرنے کی فکر کرو، اور جو میسر آئے ضرورت کا سامان جہیز میں دیدو، نہ لڑکی والے لڑکے والوں سے رقم اور سامان کا مطالبہ کریں، زیادہ مہر پر بھی نکاح کو مشروط نہ رکھیں، لڑکے والے بھی شرطیں نہ لگائیں کہ لڑکی کے ساتھ اتنا اتنا مال دینا ہوگا۔

یہ سطور عامۃ المسلمین کی صلاح وفلاح اور دردمندی وفکرمندی کے جذبہ میں ڈوب کر لکھی گئیں ہیں، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ نافع اور مفید ہوں گی، اور مسلمان توجہ کریں، آخر میں حضور اکرم کا ایک ارشاد نقل کرکے رخصت ہوتا ہوں،

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه إلا تفعلوه تكن فتنة فی الارض وفساد كبير.

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم نے فرمایا: جب کوئی ایسا شخص تمہارے پاس نکاح کا پیغام بھیجے جس کی دینداری اور اخلاق تمہیں پسند ہوں (جس لڑکی کے تم ولی ہو) اس شخص سے اس لڑکی کا نکاح کردو،

اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین پر بڑا فتنہ اور لمبا (چوڑا) فساد ہوگا۔

دیکھو رسول اللہ کے فرمان کی صریح خلاف ورزی ہو رہی ہے لڑکوں میں خوش خلقی اور دینداری نہیں دیکھی جاتی، مالداری اور دنیا داری دیکھی جاتی ہے، لامحالہ بڑی بڑی عمر والی لڑکیاں بن بیاہی بیٹھی ہیں اور وہ فساد پوری طرح ظاہر ہو چکا ہے جس کا رسول اللہ نے اندیشہ ظاہر فرمایا تھا۔

احقر سے مدینہ منورہ میں ایک صاحب ملے انھوں نے کہا کہ عموماً لڑکیاں بغیر شادی کے بیٹھی ہوئی ہیں، جو اپنے ماں باپ پر لعنت کر رہی ہیں، اگر یہ بات سچ ہے تو کس قدر عبرت ناک ہے۔ فهل من مدكر .

ساتواں باب
زندگی کے آخری ایام

حضرت والد صاحبؒ شروع رمضان ۱۴۲۲ھ میں مدینہ منورہ سے عمرہ کے لئے تشریف لائے اور یہ پرانا معمول تھا کہ رمضان المبارک کے شروع ہی میں عمرہ کر لیتے تھے کیونکہ رمضان المبارک کے ابتدائی ایام میں ہجوم کم ہوتا ہے، حسب معمول ابتدائی ایام ہی میں عازم عمرہ ہوئے، رمضان المبارک کا عمرہ رسول اللہ کے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے، جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے، یہ بہت ہی قیمتی عمرہ

ہوتا ہے، اس آخری عمرہ میں والدہ صاحبہ مدظلہا اور بہن و بہنوئی بھی ہمراہ تھے، ایک بلند شہر کے صاحب تھے جو بہت محبت کرتے تھے وہ اپنی گاڑی سے عمرہ کرانے لائے ، لیکن کچھ ایسے حالات پیش آئے تو والد صاحب ؒ سے سب جدا ہو گئے، والد صاحب ؒ نے سب سے کہا کہ جاؤ تم لوگ حرم میں نماز پڑھو مجھے استنجاء وضو کرنا ہے، والد صاحب سے سب جدا ہو کر حرم شریف آ گئے، والد صاحب حرم شریف کے قریب بیٹھ گئے تھے بہت انتظار کے بعد پیدل چل دیئے حضرت قاری خلیق اللہ کا گھر جو شامیہ میں ہے وہاں پہنچے، پیدل چلنے کی وجہ سے بہت تعب ہو گیا، دل کا عارضہ تو پہلے ہی سے تھا اس چلنے کی وجہ سے وہ بڑھ گیا، عمرہ وہیل چیئر پر کرایا گیا، پھر حضرت قاری خلیق اللہ نے محبت و تعلق خاص کی بنا پر اپنے ہاتھوں سے حلق کیا جزاہم اللہ خیرا.

عمرہ سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ واپسی ہوگئی، طبیعت میں نقاہت وضعف بڑھ گیا تھا دل میں کچھ درد محسوس ہوا، ملک فہد ہسپتال میں داخل کر دیا گیا، عنایہ مرکزہ (آئی سی یو) میں جہاں بڑے اہتمام کے ساتھ علاج ہوتا ہے جگہ دی گئی، کئی دن وہیں زیر علاج رہے۔

قرآن کریم سے عشق کا ایک واقعہ:

عنایہ مرکزہ (آئی سی یو) میں تھے جس میں چوبیس گھنٹوں میں صرف آدھا گھنٹہ کی ملاقات کی اجازت ہوتی ہے، جب ملاقات کا وقت ہوا بندہ زیارت کیلئے پہنچا تو دیکھا کہ ناک سے اوکسیجن لگا ہوا ہے اور سینہ پر کمپیوٹر کے تار نصب ہیں جن کے ذریعہ دل کا معائنہ کیا جا رہا ہے، اور دل کی کیفیت کا جائزہ لیا جا رہا ہے، چت لیٹے ہوئے ہیں، اسی

حالت میں بندہ سے فرمایا میرا قرآن شریف سنو، اور سنانا شروع کردیا، تقریباً آدھا گھنٹہ سناتے رہے، اتنے میں مغرب کی اذان ہوگئی، رمضان شریف تھا بندہ کا روزہ تھا فرمایا کہ افطار کرلو بندہ نے افطار کیا، افطار کے بعد بندہ واپس چلا آیا، کیونکہ آئی سی او میں کسی کو بھی ٹھیرنے نہیں دیتے ہیں، یہ تھا قرآن مجید سے لگاؤ اور عشق ومحبت کا حال کہ سخت بیماری کی حالت میں بھی تلاوت سے شغف۔

جنرل وارڈ میں:

کئی روز آئی سی یو میں علاج ہونے کے بعد جب حالت بہتر ہوگئی تو عام وارڈ میں منتقل ہوگئے، کاپی قلم ساتھ لے گئے تھے جو بھی شاگرد عیادت کے لئے آتا اس سے فرماتے مولوی صاحب لکھو، املاء کرواتے شاگرد لکھتا، تصنیفی کام چلتا رہا، یہ وقت کی قدردانی کی واضح مثال ہے، کہ علالت میں بھی اپنے وقت کو دینی خدمات میں مصروف رکھا۔

تواضع وانکساری کی ایک مثال

جناب شریف صاحب اوران کے ساتھ جناب جلال صاحب عمرہ وزیارت کیلئے آئے تھے یہ دونوں حضرات کراچی کے کورنگی کے علاقہ کے رہنے والے تھے اور حضرت والد صاحب سے خاص محبت وتعلق رکھتے تھے، انھوں نے بندہ سے کہا کہ ہمیں حضرت کی عیادت کے لئے لے چلیں، بندہ ان کو لیکر حضرت والد صاحبؒ کی عیادت کے لئے ہسپتال حاضر ہوا، واپسی کے وقت جلال صاحب نے والد صاحب کی خدمت میں کچھ ہدیہ پیش کیا، حضرت والد صاحبؒ نے فرمایا ارے کسی اچھے آدمی کو دیتے، جلال صاحب نے کہا کہ اچھے آدمی کو تلاش کرتے کرتے آپ کے پاس پہنچا ہوں، تو

مسکراتے ہوئے ان کا ہدیہ قبول فرمالیا۔

ہسپتال سے گھر واپسی:

جب طبیعت کچھ مزید بہتر ہوئی تو ڈاکٹر نے چھٹی دیدی، گھر تشریف لے آئے لیکن داخل کرنے والا ڈاکٹر اور تھا اور چھٹی دینے والا دوسرا تھا، جب اصل معالج کو پتہ چلا تو اس نے کہا کہ مزید علاج کی ضرورت تھی جس ڈاکٹر نے چھٹی دی ہے اس نے غلط کیا ہے، بہرحال گھر تشریف لا چکے تھے، طبیعت قابل اطمینان نظر آ رہی تھی، لیکن ہسپتال میں رہنا بہت مجبوری کی حالت میں قبول فرماتے تھے، ہسپتال میں نرسوں سے بہت گھبراتے تھے، اور افرنجی حمامات ہونے کی وجہ سے بھی پریشان ہوتے تھے، جس نوعیت کی طہارت کے عادی تھے وہ ہسپتال میں میسر نہ ہوتی تھی، اس لئے ہسپتال میں رہنا پسند نہ تھا اور تیسری ایک بہت اہم وجہ یہ بھی تھی کہ کنگ فہد ہسپتال حرم نبوی ( ) سے باہر واقع ہے، اس لئے بہت پریشان رہتے تھے کہ کہیں ہسپتال میں موت نہ آجائے کیونکہ ہسپتال حدود سے باہر ہے۔

ہسپتال سے گھر واپسی کے بعد دینی خدمات اور تمام معمولات شروع فرمادیئے۔

علماء وزائرین سے ملاقات کا سلسلہ:

ہسپتال سے واپس آنے کے بعد حسب معمول علماء عظام وزائرین کرام ملاقات کے لئے آتے رہے، یہ سلسلہ جاری رہا، ملاقات کیلئے بہنوئی حافظ محبوب الحق صاحب نے یہ لکھ کر لگا دیا کہ فلاں وقت سے فلاں وقت تک ملاقات کا وقت مقرر ہے، اور دل کے عارضہ کیوجہ سے زائرین سے یہ درخواست ہے کہ زیادہ دیر نہ بیٹھیں، لیکن بعض زائرین

بہنوئی پر ناراض ہو جاتے کہ آپ ملاقات سے کیوں روکتے ہیں، ان سے کہا جاتا کہ حضرت کی طبیعت ناساز ہے اس لئے ترتیب بنائی گئی ہے، لیکن بعض واردین کی بات سمجھ میں نہ آتی تھی، بہرحال ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔

آخری رات میں مولانا عبداللہ صاحب بستویؒ سے ملاقات:

مولانا عبداللہ صاحب بستویؒ خاص احباب میں سے تھے کافی دنوں سے ان کی والد صاحب سے ملاقات نہ ہوئی تھی، مولانا ملنے کے لئے تشریف لائے، والد صاحبؒ ان سے مل کر بہت خوش ہوئے، اور دونوں حضرات کے درمیان بڑی قیمتی باتیں ہوتی رہیں، پھر مولانا بستویؒ تشریف لے گئے، کیا معلوم تھا کہ مولاناؒ کی یہ والد صاحب سے اس دنیا میں آخری ملاقات ہے۔

آخری رات میں سنت پر عمل کا ایک واقعہ:

والد صاحبؒ کے احباب میں سے ایک خاص شاگرد ملنے آئے وہ مولانا محمد جاوید اشرف میرٹھی ندوی مدنی تھے، انھوں نے آکر سلام کیا اور مصافحہ کیا، والد صاحبؒ نے مصافحہ فرما کر ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دبا کر رکھا، ہاتھ کھینچا نہیں، (حاشیہ: تقریباً بیس منٹ تک ہاتھ میں ہاتھ رہا جب مولانا جاوید اشرف صاحب نے محسوس کیا کہ حضرت کو تکلیف ہو رہی ہو گی تب خود سے اپنا ہاتھ کھینچا)

والد صاحبؒ سنت پر عمل کرنے کے لئے مصافحہ کرنے والے کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ کھینچتے نہ تھے، یہاں تک کہ مصافحہ کرنے والا خود سے اپنا ہاتھ نہ کھینچے، جیسا کہ امام

ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کان النبی ﷺ إذا ودع رجلا أخذ بیده فلا یدع عنها حتی یکون الرجل هو الذی یدع ید رسول الله ﷺ ویقول استودع الله دینك وامانتك وآخر عملك.

ترجمہ: نبی کریم ﷺ جب کسی شخص کو رخصت فرماتے تو اس کا ہاتھ پکڑ لیتے اور اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہ چھوڑتے تھے یہاں تک کہ وہ شخص خود سے اپنا ہاتھ نہ ہٹالے.

آخری رات مولانا عبدالواحد صاحب کی دعوت:

والد صاحبؒ کی جو زندگی کی آخری رات تھی اس رات میں مولانا عبدالواحد صاحب (مہتمم جامعہ حمادیہ خلیفہ مجاز مولانا حماد اللہ صاحبؒ) کی دعوت تھی، مولانا سمانیہ میں رباط بخاری کی پچھلی گلی میں ٹھیرے ہوئے تھے ان کو سحری کھلا کر بندہ رباط بخارا میں حضرت والد صاحبؒ کے پاس آیا، دیکھا کہ حضرت والد صاحبؒ سحری کھا کر اور نماز فجر کے لئے وضو کر کے مسجد نبوی شریف جانے کے لئے تیار بیٹھے ہیں، بندہ کو وضو کرنا تھا، بندہ نے اپنے بڑے بیٹے حافظ محمد سلمہ سے کہا کہ جاؤ دادا کو حرم شریف لے جاؤ، میں بھی وضو کر کے آرہا ہوں، چنانچہ عزیزم حافظ محمد سلمہ اللہ تعالی اپنے: ڈدادجان کو وہیل چیئر پر بٹھا کر حرم شریف لے گئے، بندہ بھی حرم پہنچا لیکن ملاقات نہ ہوسکی، عزیزم حافظ محمد سلمہ ہی واپس وہیل چیئر پر بٹھا کر رباط بخاری لے آئے، گھر پر آنے کے بعد بندہ کی ملاقات ہوئی۔

فجر کی نماز کے بعد بعض اہل علم سے ملاقات:

نماز فجر مسجد نبوی شریف میں ادا کرنے کے بعد گھر تشریف لائے تو مفتی عمر صاحب جونپوری جو کہ عمرہ وزیارت کے لئے آئے ہوئے تھے ملنے کے لئے تشریف لائے، ان کو حضرت والد صاحبؒ نے اپنی کئی کتابیں دیں اور ان کو طبع کرانے کی ترغیب دی، مفتی عمر صاحب کے ساتھ دیگر حضرات بھی تھے، کافی دیر یہ حضرات بیٹھے رہے اور ان سے اپنی تالیفات طبع کرانے کے وعدے لیتے رہے۔

بندہ کی آخری وداعی ملاقات:

بندہ کو ظہر کے بعد گھر والوں کے ساتھ عمرہ کے لئے جانا تھا لہذا بندہ نے اجازت چاہی اور بتایا کہ آج عمرہ کے لئے جا رہا ہوں، بندہ کو رخصت کیا اور یہ دعا پڑھی:

استودعکم اللہ الذی لا تضیع ودائعہ .

ترجمہ: میں تمہیں اللہ کی حفاظت میں دیتا ہوں وہ جس کی حفاظت کرے وہ ضائع نہیں ہوتا۔

بندہ کو کیا معلوم تھا کہ یہ ابا جانؒ کی آخری ملاقات ہے اور ابا جان قدس اللہ سرہ ہمیشہ کے لئے ہمیں الوداع کہہ رہے ہیں بہر حال بندہ رخصت ہو کر رباط بخارا سے گھر آ گیا اور آ کر سو گیا۔

ذکر اللہ وتلاوت میں مشغولیت:

بندہ کے رخصت ہونے کے بعد دیگر حضرات بھی رخصت ہو گئے، والد صاحبؒ حسب سابق ذکر اللہ وتلاوت کلام پاک میں مشغول رہے، اور کچھ تصنیفی کام بھی چل

رہا تھا، چھوٹے بھائی مولانا مدنی سلمہ اور بہنوئی حافظ محبوب الحق نو بجے اپنے اپنے کاموں پر چلے گئے، والدہ صاحبہ (ادام اللہ ظلہا) نے کئی بار آ آ کر کہا کہ آپ بھی آرام فرمالیں اور سو جائیں، فرمانے لگے مجھے ابھی نیند نہیں آ رہی ہے جب نیند آ جائے گی تو لیٹ جاؤنگا آپ لوگ سو جائیں میری فکر نہ کریں، والدہ صاحبہ نے فرمایا، جب نیند آنے لگے تو ہم میں سے کسی کو بلا لیجئے گا یا آپ ہمارے کمرہ میں آ کر آرام کر لیجئے گا اکیلے نہ سوئیے گا، فرمایا میری فکر نہ کرو، والدہ صاحبہ اور ہمشیرہ برابر والے کمرہ میں آرام کرنے کیلئے چلی گئیں۔

ظہر کے وقت بندہ اٹھا اور گھر والوں کو بھی اُٹھایا کہ عمرہ کیلئے جانا ہے تیار ہو جاؤ، بندہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیا کہ ابا جان سے پھر ملاقات کروں اور جانے سے پہلے طبیعت معلوم کر کے جاؤں، دل کا عارضہ ہونے کی وجہ سے خدشہ لگا رہتا تھا، بندہ کا دل مطمئن نہیں ہو رہا تھا کہ والد صاحب کو چھوڑ کر عمرہ پر جاؤں، لہذا بندہ رباط بخارا (محلّہ عنابیہ جو مسجد نبوی شریف کے بالکل قرب میں واقع تھا) حاضر ہوا جہاں والد صاحبؒ کا رمضان المبارک میں قیام ہوتا تھا، دروازہ پر دستک دی، والدہ صاحبہ مدظلہا نے دروازہ کھولا بندہ نے والدہ صاحبہ مدظلہا سے پوچھا کہ ابا کی کیسی طبیعت ہے فرمایا ٹھیک ہے تم عمرہ کو چلے جاؤ، پھر فرمایا کہ ظہر کی نماز کے لئے اپنے ابّا کو اٹھادو اور اٹھا کر پھر جانا، بندہ کمرہ میں داخل ہوا، دیکھا کہ داہنی کروٹ پر لیٹے ہوئے ہیں، آواز دی ابا، کوئی جواب نہیں آیا، فکر لاحق ہوگئی کیونکہ والد صاحبؒ ایک آواز میں اُٹھ جاتے تھے، پاس بیٹھ کر کلائی پر ہاتھ رکھ کر دیکھا تو آثارِ زندگی محسوس نہ

ہوئے ،فوراً والدہ صاحبہ مدظلہا کو آواز دی کہ امی دیکھیئے ابا کو کیا ہوا، والدہ صاحبہ نے فرمایا ایسا نہ کہنا، والدہ صاحبہ کے ساتھ ہمشیرہ بھی تھیں، دونوں تیزی سے آئیں اور آکر جانچا تو آثارِ زندگی نظر نہ آئے، سخت پریشانی لاحق ہوگئی اور دل پارہ پارہ ہوگیا، سینہ پر ہاتھ رکھا تو سینہ گرم تھا، باقی جسم ٹھنڈا تھا، اور یہ سینہ کی کیفیت آخر تک رہی، بعد میں بھی رہی، اور دراصل یہ ذکر اللہ کی کثرت کے اثرات تھے کہ دل مردہ نہ ہوا، برابر میں مولانا ابوبکر غازی پوری مدظلہ ٹھیرے ہوئے تھے، بندہ ان کو بلا کر لایا، انھوں نے نبض دیکھ کر کہا کہ دنیا سے رحلت کر چکے ہیں ﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ إنا لله ما أخذ وله ما أعطى و كل شيء عنده بأجل مسمى، ، ایمبولینس والوں کو فون کیا تا کہ ہسپتال لے جا کر پوری تحقیق ہوجائے، ایمبولینس والوں نے آنے میں بہت دیر کردی، جب آئے تو کہا کہ ان کا تو انتقال ہو چکا ہے، ہمارا نظام تو یہ ہے کہ مریض کو اُٹھا کر لے جاتے ہیں، بندہ نے کہا کہ آپ کو کیا معلوم کہ انتقال ہو چکا ہے، انھوں نے کہا کہ ان کا دل حرکت نہیں کر رہا ہے اور اس حالت میں کوئی پانچ دس منٹ سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا ہے، لیکن بندہ کو ان کی بات پر اطمینان نہ ہوا، ایک تو سینہ کی کیفیت زندوں والی تھیں دوسرا چہرہ پر آثار موت نہیں تھے، بہر حال دوسری ایمبولینس منگوائی گئی انصار ہسپتال لیجایا گیا جو مسجد الاجابہ کے برابر میں ہے، وہاں پر ایک ٹھنڈے کمرے میں ایک بیڈ پر لٹا دیا پھر ایک ڈاکٹر آیا اس نے آلہ سے دل کو چیک کیا اور کہا: اللہ یرحمہ :یعنی اللہ ان پر رحم فرمائے. میں نے کہا کہ ان کا سینہ تو گرم ہے، کہنے لگا کہ نہیں ان میں زندگی کی رمق باقی نہیں ہے، ﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ

رَاجِعُوْنَ﴾۔

جب وفات متحقق ہوگئی تو اب یہ فکر ہوگئی کہ سنت کے مطابق غسل وتدفین ہوجائے

پرنور چہرہ: انتقال کے بعد چہرہ پر انوار کی بارش تھی بالکل محسوس نہ ہوتا تھا کہ وفات ہوچکی ہے، اور اللہ والوں کے چہرے ایسے ہی ہوا کرتے ہیں، بلکہ ان کی چہروں کی نورانیت وصال کے بعد مزید بڑھ جاتی ہے۔

دیگر بھائیوں کو انتقال کی اطلاع:

دیگر بھائیوں کو انتقال کی خبر دی گئی، سب پریشانی کی حالت میں دوڑے آئے، کیونکہ یہ بہت مصیبت کا وقت تھا، سارے گھر والے صدمہ سے رنجور تھے۔

تجہیز وتکفین کے لئے انتظامات:

وفات متحقق ہونے کے بعد اس بات کی کوشش شروع کی گئی کہ تجہیز وتکفین وتدفین میں تاخیر نہ ہو کیونکہ دیر کرنا خلاف سنت ہے، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی زندگی میں سنتوں کا اہتمام فرماتے تھے، وفات کے بعد بھی ان کے ساتھ سنت کے موافق معاملہ کیا جانا یہ ہمارا فریضہ تھا، اس لئے تیزی کے ساتھ کوشش شروع کی گئی، بعض قانونی رکاوٹیں تھیں، (مثلاً تدفین کے لئے پاکستان کے سفارت خانہ سے اجازت لینا ضروری تھا، اور قنصل خانہ وسفارت خانہ جدہ وریاض میں تھا، اور اس وقت وہ بند ہوچکا تھا، اگلے دن جمعرات وجمعہ کو چھٹی تھی وغیرہ وغیرہ حالات) جس سے ظاہری

حالات میں تراویح کی نماز کے بعد نماز جنازہ ہو جانا اور تدفین کا ہونا ناممکن تھا، اس لئے بہت سے حضرات یہ سوچ کر تدفین میں شریک نہ ہو سکے، لیکن اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے ایسی مدد ہوئی کہ قانونی رکاوٹیں سب ختم ہو گئیں، اور حافظ قاری محمد ازہر صاحب مدرس مسجد نبوی شریف نے اپنے کفیل کو فون کیا، جو اس وقت شرطہ احد کا مدیر تھا، اس سے اس سلسلہ میں گفتگو کی، اور کہا کہ پاکستان کے سفارت خانہ کا ورقہ اجازتِ تدفین بعد میں لا کر دیں گے ابھی تدفین کی اجازت دیدی جائے، چنانچہ اس نے شرطہ مرکزیہ کو فون کر کے کہا کہ ان کا کام کر دیا جائے اور کوئی رکاوٹ نہ کی جائے، الحمد للہ سفارت خانہ کی اجازت کے بغیر ہی شرطہ خانہ سے تدفین کی قانونی اجازت مل گئی۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد مفتی عبد الرؤوف صاحب سکھروی مدظلہ العالی عمرہ پر تشریف لائے ہوئے تھے، اُن سے ہم نے عرض کیا کہ آپ غسل میں شریک ہو جائیں، تا کہ سب کام سنت کے مطابق ہو جائے، جس کو انھوں نے بخوشی منظور کر لیا، اور وہ غسل و تکفین میں شریک ہوئے، بقیع کے برابر میں جو غسل اموات کا شعبہ ہے وہیں پر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو غسل دیا گیا، اس میں کافی اہل علم شریک تھے، غسل دلانے کے بعد چہرہ مزید پرنور ہو گیا، لگتا نہیں تھا کہ وفات ہو چکی ہے، چہرہ پر مسکراہٹ تھی اور لگ رہا تھا کہ مسکرا رہے ہیں، اور غسل کے بعد اس میں اضافہ ہو گیا۔

غسل سے فارغ ہونے کے بعد جنازہ مسجد نبوی شریف لایا گیا اور تراویح کے بعد

نماز جنازہ شیخ حسین آل شیخ امام وخطیب مسجد نبوی شریف نے پڑھائی، نماز کے بعد جنت البقیع کی طرف جنازہ لے کر ہم سب روانہ ہوئے، جنازہ میں بہت بڑی تعداد شریک تھی، جنازہ میں ایک تعداد ایسی بھی دیکھنے میں آئی جن کو کوئی نہیں جانتا تھا اور وہ ہم شکل سے تھے، مولانا جمیل صاحب مظاہری نے ایک مرتبہ کہا کہ مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ یہ ملائکہ کی جماعت تھی، اور سیدنا حضرت عثمان بن عفان جامع قرآن رضی اللہ عنہ کے پڑوس میں، اُن کے قبلہ کی جانب تدفین ہوئی۔

غفر الله له وطيب ثراه وجعل جنة الفردوس مثواه ومأواه . آمين يا ارحم الراحمين.

تدفین میں دار العلوم کراچی کے حضرات کی شرکت

ان دنوں کیونکہ رمضان کا مہینہ تھا پاکستان اور ہندوستان کے بہت سے علماء کرام زیارت مدینہ منورہ کے لئے آئے ہوئے تھے، منجملہ ان کے حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب مفتی دار العلوم کراچی، اور مفتی عبد الرؤوف صاحب نائب مفتی دار العلوم کراچی اور مولانا عزیز الرحمٰن صاحب سواتی استاذ حدیث دار العلوم کراچی، اور مولانا قاری عبد الملک صاحب مدرس شعبہ قراءات وتجوید دار العلوم کراچی وغیرہم نے نماز جنازہ میں اور تدفین میں شرکت کی، اور اسی طرح ہندوستان کے بعض اہل علم بھی شریک رہے، جن میں حضرت مولانا ابو بکر غازی پوری اور مولانا مفتی محمد عمر جونپوری قابل ذکر ہیں، ان کے علاوہ اور حضرات بھی ہندوستان کے علماء میں سے تھے جن کے نام یاد نہیں۔

مدینہ منورہ میں ایک بہت بڑا علمی خلاء

حضرت ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات صرف ہمارے لئے اور اہل مدینہ ہی کے لئے نہیں بلکہ سعودی عرب میں رہنے والے تمام حنفی حضرات کے لئے بہت بڑا سانحہ ہے، اور بہت بڑا علمی خلاء ہے، بلکہ دنیا کے مختلف ممالک سے آنے والے اہل علم حضرات بھی مسائل فقہیہ میں گفتگو کر کے اپنی تشنگی بجھاتے تھے، حضرت والد صاحب قدس سرہ کی وفات کے بعد کوئی ایسی شخصیت مدینہ منورہ میں نہ رہی جو اہل علم کے نزدیک بھی معتمد علیہ ہو ۔﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾۔

جس دن والد صاحب قدس اللہ روحہ کی وفات ہوئی، اسی دن کی بات ہے کہ مولانا بدرالدین اجمل علی القاسمی صاحب حرم مکہ میں بیٹھے ہوئے تھے، بیٹھے بیٹھے ان کی آنکھ لگ گئی، تو کیا دیکھتے ہیں کہ چاند ٹوٹ کر گر پڑا، جب آنکھ کھلی تو سمجھ گئے کہ کسی بڑے عالم کا انتقال ہوا ہے، تو انھوں نے ہندوستان فون کیا اور بڑے بڑے علماء کے بارے میں معلوم کیا کہ کس حال میں ہیں، پتہ چلا سب بخیر ہیں، پھر شام میں ان کو پتہ چلا کہ عالم مدینہ حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی کا انتقال ہو گیا، جس سے ان کو خواب کی تعبیر سمجھ میں آئی۔ موت العالم موت العالَم ۔

﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾

ہندو پاک میں متعدد مقامات پر غائبانہ نماز جنازہ:

غائبانہ نماز جنازہ ایک فقہی اختلافی مسئلہ ہے جو شوافع و مالکیہ اور حنابلہ کے یہاں درست ہے، حنفیہ کے نزدیک نہیں ہے، لیکن بہت سے اہل علم کی محبت کا تقاضا تھا، اور

جمہور کے نزدیک چونکہ درست بھی ہے، اس لئے گنجائش بھی تھی، اس لئے ہندوپاک پر متعدد مقامات پر غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی، جس کی اطلاعات ہمیں بعد میں پہنچیں۔

تعزیتی سلسلہ:

وفات کے بعد تعزیتی سلسلہ جاری رہا، اہل مدینہ تو تعزیت کے لئے آئے ہی، اہل مکہ بھی پہنچے، جن میں حضرت قاری خلیق اللہ صاحب مدظلہ العالی مدرس حرم شریف مکہ و استاذ مدرسہ صولتیہ، اور حضرت مولانا سیف الرحمٰن صاحب المہند مدظلہ شیخ الحدیث مدرسہ صولتیہ مکہ المکرّمہ، شیخ طارق سردار صاحب مدرس مدرسہ صولتیہ سابقاً وغیرہم بھی تعزیت کیلئے پہنچے، اور حضرت مولانا ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ صاحب مدرس مدرسہ صولتیہ نے فون پر تعزیت کی، اور خطوط و ٹیلی فون پر دنیا کے مختلف ممالک اور خطوں سے تعزیتی پیغامات آتے رہے، حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب مکی (خلیفہ مجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ) اس وقت پاکستان میں مرکز الشیخ زکریا فیصل آباد میں تھے، وفات کی اطلاع ملتے ہی فون پر تعزیت کی اور پھر جب پاکستان سے سعودی عرب آئے تو تعزیت کے لئے گھر تشریف لائے، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم وفات کے اگلے دن مدینہ منورہ پہنچے، اور تعزیت کے لئے گھر تشریف لائے، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب، اور حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب تدفین میں تو شریک ہوئے ہی تھے، لیکن باقاعدہ تعزیت کے لئے گھر پر تشریف لائے، اسی طرح ہندوپاک کے اہل علم کی جب مدینہ

منورہ حاضری ہوئی تو گھر تشریف لاتے رہے، منجملہ ان کے حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی دامت برکاتہم (صاحبزادہ حکیم الاِسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ) مہتمم وقف دار العلوم دیو بند اور حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب مدظلہ (صاحبزادگان شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ)، اور حضرت مولانا مفتی شیر محمد صاحب مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور، اور حضرت مولانا مفتی محمد اسحاق صاحب جہلمی، اور بندہ کے استاذ حفظ حضرت مولانا قاری محمود صاحب زید مجدہ وغیرہم تعزیت کے گھر تشریف لائے، اور حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب اسکندر مہتمم جامعۃ العلوم الاِسلامیہ بنوری ٹاؤن، اور حضرت مولانا مشرف صاحب تھانوی شیخ الحدیث مدرسہ لاہور نے بھی خصوصی ملاقات کر کے تعزیت کی، اور ہمارے دورۂ حدیث کے ساتھی مولانا عطاء الرحمٰن صاحب مردانی ناظم تعلیمات جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن نے تعزیت کرنے کے بعد جنت البقیع حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر بھی حاضری دی اور یہ تعزیت کا ایک لمبا سلسلہ چلتا رہا چند حضرات کے نام ہم نے تحریر کر دیئے ہیں۔

حضرت بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر سے اقتباس

سائنس کی ترقی کوئی انسان کی ترقی نہیں ہے یہ تو ان چیزوں کی ترقی ہے جو انسانی وجود کے علاوہ ہیں، البتہ یہ انسان کی خادم ہیں، یوں کہہ سکتے ہیں کہ انسان کی خدمت گزار اشیاء کی ترقی ہوگئی، انسان تو اپنے ذاتی حالات میں وہیں ہے جہاں وہ عہد اول سے تھا، آنکھ سے دیکھتا ہے، کان سے سنتا ہے، پاؤں سے چلتا ہے، ہاتھ سے پکڑتا ہے منہ

سے کھاتا ہے، فضلہ نکالنے جگہ وہی ہے جو پہلے تھی، پرانے طریقہ پر سوتا ہے اٹھتا ہے، بیٹھتا ہے، پوری زندگی پرانے طریقہ پر ہے، پیدا ہونے کا وہی ایک طریقہ ہے جو پہلے تھا، باپ کی صلب سے مادہ نکلتا ہے، ماں کے رحم میں جاتا ہے، وہاں استقرار ہوتا ہے چند ماہ بعد جان پڑ جاتی ہے، باہر آتا ہے دودھ سے پرورش پاتا ہے آہستہ آہستہ پلتا بڑھتا ہے بچہ ہے، جوان ہے، بوڑھا ہے.. یہی حالات آج بھی انسان پر گزرتے ہیں، جو پہلے گزرتے تھے، انسان کے اپنے ذاتی حالات میں تو کوئی ترقی نہیں ہوئی البتہ انسانیت کے جو اصل خدوخال اور اوصاف علیہ ہیں ان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے بلند اخلاق اور بلند اوصاف کے اعتبار سے وہ بہت زیادہ گہرے گڑھے ہی میں گر چکا ہے، انسانی اوصاف بلند ہوں اور اخلاق عالیہ سے متصف ہو تو پھر سے انسانیت اپنی جگہ پاسکتا ہے اور اس اعتبار سے کہا جائے گا کہ انسان تنزل کے بعد ترقی کر گیا ہے۔

آٹھواں باب

ملفوظات

ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کے جمع کرنے کا آپ کی زندگی میں کوئی اہتمام نہیں کیا گیا، اگر جمع کیا جاتا تو ہزارہا صفحات پر یہ ملفوظات آتے، تاہم بعض ملفوظات بعض رسائل سے ہمیں دستیاب ہوسکے مثلاً ماہنامہ احسان وسلوک کراچی کے طبع کردہ ملفوظات کی ایک معتد بہ تعداد دستیاب ہوئی تو مناسب سمجھا کہ ان کی افادیت کے پیش نظر ان کو یادگار صالحین میں شامل کردیئے جائیں، تاکہ قارئین مستفید ہوسکیں، ویسے ایک کتاب ''کام کی باتیں،، شائع ہوچکی ہے جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کو مرتب کیا گیا ہے۔

اخلاص کی ضرورت واہمیت سے متعلق ملفوظات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نحمدہٗ ونصلی علی رسولہٖ الکریم

☆ فرمایا: صرف اللہ کی رضا کے لئے عمل کرنے کو اخلاص کہتے ہیں، جو بھی نیک کام کرو اسی نیت سے کرو کہ اس کے متعلق جو مجھے اللہ نے حکم دیا ہے اس پر عمل کرکے محض اللہ کو راضی کرنا مقصود ہے، دنیا کا نفع اور شہرت اور نام ونمود مقصود نہیں ہے۔ آخرت سنور جانے کے لئے عمل کرنا ہے اور یہ جب ہی ہوتا ہے جب نیک عمل کا ثواب مل جانے کا پورا یقین ہو اور ثواب کو کام کی چیز سمجھا جائے۔

حضرت امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اعمال نیتوں سے (بنتے اور بگڑتے اور موجبِ عذاب یا باعثِ ثواب ہوتے) ہیں اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی ہو، سو جس کی ہجرت (خود اس کی نیت میں) اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی، اللہ کے نزدیک بھی اس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف مان لی جائے گی اور جس کی ہجرت خود اس کی نیت میں دنیا حاصل کرنے کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہوگی تو اللہ کے نزدیک بھی اس کی ہجرت اسی مقصد کے لئے مانی جائے گی جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔ (رواہ البخاری)

☆ فرمایا: یہ حدیث بڑی اہم ہے اس میں بار بار غور کر کے اپنے اعمال کا حساب لیا جائے اور اپنی نیتوں کو پرکھا جائے کہ فلاں عمل میں نے کس لئے کیا ہے اور فلاں کام کرنے کا باعث میری نیت میں کیا ہے حضور اقدس نے قاعدہ کلیہّ کے طور پر فرما دیا کہ اعمال کے بناؤ اور بگاڑ کا مدار نیتوں پر ہی ہے جس کی جیسی نیت ہوگی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی نیت کے موافق ہی اس عمل کا بدلہ ملے گا، عمل بظاہر کیسا اچھا ہو اور بھلا ہو لیکن اگر وہ اللہ کے لئے نہیں ہے تو آخرت میں مردود ہوگا اور اس پر ذرا سا بھی اجر نہیں ملے گا۔

’’آج کل لوگوں نے محض ترکِ وطن کو ہجرت سمجھ لیا ہے خواہ وطن چھوڑنے میں اللہ کی رضا کی نیت بھی نہ کی ہو اور خواہ دوسری جگہ جانے میں راستے میں بہت سی معصیتیں کی ہوں اور بہت سوں کے حق دبا کر بھاگے ہوں‘‘ اور خواہ دوسری جگہ جا

کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں اور بھی زیادہ منہمک ہو گئے ہوں، اللہ تعالیٰ بچائے نفس کی مکاری سے، کہاں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہجرت اور کہاں آج کل کے لوگوں کا ترک وطن جس میں نمازیں بھی برباد ہوتی ہیں۔ جب ہجرت شرعی نہیں تو انصار بھی وہ نہیں جو زمانہ نبوت میں تھے، ہر شخص پہلے اپنی طرف دیکھے پھر دوسروں کی شکایت کرے، تو یہ کچھ زیب دیتا ہے۔

☆ فرمایا: اخلاص بڑی اہم چیز ہے جب تک نیت یہ نہ ہو کہ میرا یہ عمل خالص اللہ کے لئے ہے اس وقت تک عمل مقبول نہیں۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر ایک عمل میں ایک نیت دین کی ہو اور ایک دنیا کی تو اس کو اخلاص نہیں کہا جائے گا، جیسے روزہ رکھنے سے یہ بھی مقصود ہو کہ کھانا پکانا نہ پڑے گا اور بیماری میں پرہیز بھی رہے گا تاکہ تندرستی میں فرق نہ آئے، یا حج کرنے سے یہ مقصود ہو کہ وہ عبادت ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب عمل ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی نیت ہو کہ سیر و تفریح ہو گی یا دشمنوں کی ایذاؤں سے نجات ہو گی، یا اعتکاف میں یہ نیت ہو کہ وہ عبادت بھی ہے اور اتنے دن مکان کا کرایہ نہ دینا پڑے گا۔ یا فقیر کو اس لئے دیا کہ اس میں اجر بھی ہے اور اس کا شور و غل بھی بند ہو جائے گا تو یہ سب خیالات حدِ اخلاص سے خارج ہیں، اخلاص اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے اور اس کا حاصل ہونا مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ شیطان کا ریاکاری پر ڈالنا اور نفس کا فریب اس نعمت کو حاصل نہیں ہونے دیتا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھ کو آنحضرت ﷺ نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھ کو کچھ نصیحت فرما دیجئے، آپ

نے فرمایا اپنے دین میں اخلاص رکھو تم کو تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا۔ (الترغیب و الترہیب للحافظ المنذری)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے اس چیز کے جس سے اللہ کی ذات مقصود ہو۔ (الترغیب والترہیب للحافظ المنذری)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن دنیا حاضر کی جائے گی اور اس میں جو کچھ خدا کے لئے ہوگا اس کو الگ کرلیا جائے گا اور باقی کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ (الترغیب والترہیب للحافظ المنذری)

معلوم ہوا کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہونا لازم ہے بہت سے لوگ مال خرچ تو کرتے ہیں لیکن اس میں ریا کاری اور شہرت کو پیش نظر رکھتے ہیں، لوگوں کو دکھا کر دیتے ہیں، اخباروں میں نام چھپواتے ہیں، مسجد کا نام اپنے نام پر رکھتے ہیں اگر کسی مدرسہ میں کمرہ بنوا دیں تو اس پر اپنے نام کا کتبہ لگانے کی فرمائش کرتے ہیں، یہ ریا کاری ساری نیکی کو برباد کردیتی ہے اور اس سے ثواب کے بجائے الٹا گناہ ہوتا ہے۔

☆ فرمایا: اسی طرح یہ بات بھی ضروری ہے کہ کسی کو کچھ دیں تو احسان نہ جتائیں اور کسی طرح کی تکلیف نہ دیں۔ سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے۔

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی کَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط فَمَثَلُهٗ کَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَکَهٗ صَلْدًا ط

لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّمَّا کَسَبُوْا ط وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ۞

ترجمہ: ''اے ایمان والو! مت باطل کرو اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر اس شخص کی طرح سے جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھانے کے لئے اور ایمان نہیں لاتا اللہ پر اور یومِ آخرت پر، سو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی چکنا پتھر ہو جس پر ذرا سی مٹی ہو پھر پہنچ گئی اس کو زور دار بارش، سو اس بارش نے اس کو بالکل ہی صاف کر چھوڑا، یہ لوگ اپنی کمائی میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے، اور اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔''

بہت سے لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ تھوڑا بہت صدقہ دے کر ان لوگوں پر احسان دھرتے ہیں جن لوگوں کو کچھ دیا اور خاص کر ان لوگوں پر جو رشتہ دار ہیں یا اپنے شہر کے رہنے والے ہیں ایسے لوگ احسان دھرنے سے اپنا ثواب باطل کر دیتے ہیں جس پر احسان دھرا جائے اسے احسان کے الفاظ سننے یا احسان دھرنے کی طرح برتاؤ کرنے سے تکلیف ہوتی ہے اور بعض مرتبہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں یا خرچ کرنے کی وجہ سے ان سے بیگاریں لیتے ہیں۔ اس لئے لفظِ مَنّ (احسان جتانے) کے ساتھ لفظِ اذیٰ بھی ذکر فرمایا کہ اللہ کے لئے خرچ کریں اور احسان بھی نہ دھریں اور کسی قسم کی کوئی تکلیف بھی نہ پہنچائیں تب ثواب کے مستحق ہوں گے اگر کسی نے سوال کیا اور اسے نہ دیا اور خوبصورتی کے ساتھ اچھے الفاظ میں

جواب دے دیا اور سائل کی بدتمیزی پر اور تنگ کرنے پر جو غصہ آیا اس سے درگزر کر دیا تو یہ اس سے بہتر ہے کہ کچھ دے دے، پھر احسان دھرے یا کسی طرح سے تکلیف پہنچائے۔

جو لوگ صدقہ کر کے احسان جتاتے ہیں یا ایذاء پہنچاتے ہیں ان کے بارے میں آیت بالا میں فرمایا کہ ان لوگوں کا ایسا حال ہے جیسے کوئی شخص لوگوں کو دکھانے کے لئے مال خرچ کرے اور اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہ رکھتا ہو ایسے شخص کے خرچ کرنے کی مثال دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جیسے کوئی چکنا پتھر ہو اس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو اور اوپر سے زوردار بارش پڑ جائے جو اس ذرا سی مٹی کو بہا کر لے جائے اور پتھر کو بالکل چکنا سپاٹ چھوڑ دے، اول تو یہ پتھر چکنا پھر اس پر مٹی بھی ذرا سی اور جو بارش برسی تو وہ بھی زوردار، ظاہر ہے کہ اس حالت میں پتھر صاف ہو کر چکنا نہ رہ جائے گا تو اور کیا ہوگا؟ جو اس پتھر کا حال ہوا وہی اس شخص کے مال خرچ کرنے کا ہے جس نے من یا اذی کے ذریعے اپنے صدقہ کو باطل کر دیا اور ریاکاری کے ذریعہ نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق بن گیا۔

☆ فرمایا: اگر کوئی شخص ریاکاری سے کوئی ایسا کام کرے جو فی نفسہ نیک ہو (خواہ مالی عبادت ہو یا جانی عبادت) ریاکاری کی وجہ سے ثواب سے محروم رہے گا بلکہ ریاکاری اس کے لئے وبال ہوگی اور آخرت میں مستحق عذاب ہوگا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے جن لوگوں کے بارے میں سزا کا فیصلہ ہوگا، ان میں ایک شخص وہ ہوگا جو بظاہر شہید ہو گیا تھا لیکن اس کی نیت

یہ تھی کہ بہادری میں اس کا نام ہو اور ایک وہ شخص ہوگا جس نے علم پڑھا اور پڑھایا، اور قرآن شریف پڑھا، علم حاصل کرنے سے اس کی نیت یہ تھی کہ اس کو عالم کہا جائے اور قرآن پڑھنے سے اس کی نیت یہ تھی کہ اس کو قاری کہا جائے اور ایک وہ شخص ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کا مال دیا تھا وہ اللہ پاک کے حضور میں کہے گا کہ جو بھی کوئی خرچ کرنے کی سبیل مجھے ملی جس میں خرچ کرنا آپ کے نزدیک محبوب تھا اس میں میں نے آپ کے لئے خرچ کیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ تو جھوٹ کہتا ہے تو نے یہ اس لئے کیا کہ تجھے سخی کہا جائے۔ تینوں آدمیوں سے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تمہاری جو خواہش تھی وہ پوری ہو چکی اور جو تم چاہتے تھے وہ کہا جا چکا۔ لہٰذا ان تینوں کو منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جن کو سب سے پہلے دوزخ میں دھکا دیا جائے گا، یہ تین آدمی ہوں گے۔ (الترغیب والترہیب ج ا ص ۶۲)

☆ فرمایا: دنیا کی شہرت اور نیک نامی کے خیال سے نماز روزہ اور خیر خیرات مت کرو۔ اس طرح چپکے سے صدقہ کرو کہ جو کچھ سیدھے ہاتھ سے دیا ہے اس کی خبر خود تمہارے بائیں ہاتھ کو بھی نہ ہو۔

بہت سی مرتبہ انسان ایسے انداز سے بات کہہ جاتا ہے کہ نفس کی گہرائیوں میں ریا کاری ہوتی ہے اور بظاہر تحدیث بالنعمۃ کا عنوان ہوتا ہے بعض مرتبہ انسان اپنے بارے میں تواضع کے کلمات کہتا ہے۔ لیکن اندر سے یہ جذبہ ہوتا ہے کہ سامعین میں سے کوئی شخص پلٹ کر یوں کہے کہ ارے حضرت آپ تو ایسے ہیں ویسے ہیں بڑے

با کمال ہیں، نفس کے مکائد جلدی سے سمجھ میں نہیں آتے۔

☆ فرمایا: اسی اخلاص کی تنبیہ کے لئے قرآن حدیث میں جگہ جگہ فضائل اعمال کے ساتھ ساتھ کہیں لِلّٰہِ، کہیں فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، کہیں اِبْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللّٰہِ، اور کہیں یُرِیْدُوْنَ وَجْہَ اللّٰہِ، کہیں لِوَجْہِ اللّٰہِ، کہیں اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا فرمایا ہے یہ الفاظ وکلمات بار بار آتے ہیں۔

جو حضرات کوئی دینی کام کرتے ہیں انہیں بار بار اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہئے اس پر غرور نہ ہو کہ میری محنت ومجاہدہ اور میری تالیف وتصنیف سے علم وعمل پھیل رہا ہے، لہٰذا میں بہت بڑے ثواب کا مستحق ہوں، اللہ کی رضا مقصود ہوگی تب ہی ثواب ملے گا۔ محنت کے اچھے اثرات ظاہر ہونا اور دین کا کام ہو جانا مخلص ہونے کی دلیل نہیں۔ اخلاص کے لئے اپنے باطن کا رخ صحیح رکھنا پڑتا ہے حدیث شریف میں ہے:

﴿اِنَّ اللّٰہَ لَیُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ﴾ (اخرجہ البخاری عن ابی ہریرۃؓ فی کتاب الجہاد، باب ان اللہ یؤید الدین بالرجل الفاجر)

”بلا شبہ اللہ اس دین کی تائید میں فاجر آدمی کو بھی استعمال فرمالے گا۔“

دیکھو دین کی تائید بھی ہوگئی لیکن تائید کے کام میں استعمال ہونے والا فاجر ہی رہا۔

☆ فرمایا: جو عمل اخلاص کے ساتھ ہو وہ ہی مقبول ہے زیادہ عمل کرنے کے بجائے اخلاص کی فکر زیادہ کرنی چاہئے جب رسول اللہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجنے لگے، تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: اَخْلِصْ دِیْنَکَ یَکْفِکَ الْعَمَلُ الْقَلِیْلُ (الترغیب ج ۱ ص ۵۴)

''تو اپنے دین میں اخلاص رکھ تجھے تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا۔''

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم آپس میں مسیح دجال کا تذکرہ کر رہے تھے، رسول اللہ تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا کیا میں تجھے وہ چیز نہ بتا دوں جو تمہیں مسیح دجال سے بھی زیادہ بڑھ کر ضرر پہنچانے والی ہے؟ ہم نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیے! آپ نے فرمایا وہ شرک خفی ہے۔

(اس طرح سے کہ) ایک شخص نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے پھر اپنی نماز کو اس لئے لمبی کر دیتا ہے کہ کوئی شخص اسے دیکھ رہا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ج۲ص۴۵۶ از ابن ماجہ)

(اگر کوئی دیکھنے والا نہ ہوتا تو مختصر سی نماز پڑھ لیتا)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے ایسے موقع پر اچھی نماز پڑھی جسے لوگ دیکھ رہے ہوں، اور تنہائی میں بری طرح نماز پڑھی تو یہ اس طرح سے اس نے اپنے رب کی بے توقیری کی۔

(الترغیب ج۱ص۶۷)

یہاں پہنچ کر ایک قصہ یاد آ گیا جسے حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے گلستان میں لکھا ہے۔ اور وہ یہ کہ ایک صاحب بزرگ بنے ہوئے تھے ایک مرتبہ بادشاہ کے یہاں گئے۔ اپنے لڑکے کو بھی ساتھ لے گئے وہاں نماز لمبی پڑھی اور کھانا کم کھایا جب گھر آئے تو اہل خانہ سے کھانا طلب کیا۔ ان کے لڑکے نے کہا کہ ابا جی نماز بھی دوبارہ پڑھیے، وہاں جو آپ نے کھانے میں کمی کی یہ عمل اللہ تعالیٰ کے لئے نہ تھا، اور نماز جو لمبی پڑھی تھی یہ عمل بھی اللہ تعالیٰ کے لئے نہ تھا۔ جب کھانا دوبارہ کھا رہے

ہیں تو نماز بھی دوبارہ پڑھئے۔

تفسیر روح المعانی میں اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ کی تفسیر کرتے ہوئے سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ: اِنَّ الْعَدْلَ اِسْتِوَاءُ السَّرِيْرَةِ وَالْعَلَانِيَّةِ فِي الْعَمَلِ ،، یعنی ''عمل میں یکسانیت ہونے کا نام عدل ہے تنہائی میں ہو یا سب کے سامنے ہو۔''

☆ فرمایا: بعض کپڑا بیچنے والے جب گاہک کے سامنے تھان کھولتے ہیں تو زور سے درود شریف پڑھتے ہیں ان کا درود پڑھنا درود کا ثواب لینے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ کپڑے کی خوبی بتانے کے لئے ہوتا ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ درود کو اس لئے پڑھنا کہ مال بک جائے یہ جائز نہیں۔ اسی کو کسی نے کہا ہے ؎

زمینہا رازاں قوم نہ باشی کہ فریبد
خدارا بسجودے ، نبی را بدرودے

☆ فرمایا: حدیث شریف میں ہے۔ مَنْ اَتَى الْمَسْجِدَ بِشَيْءٍ فَهُوَ حَظُّهٗ۔

(مشکوٰۃ ج ا ص ۰ ۷ از ابوداؤد) مسجد میں جو شخص جس غرض سے آیا اس کا وہی نصیب ہے۔

اس میں بتادیا کہ مسجد میں جو شخص جیسی نیت لے کر آئے گا اسی نیت کے مطابق اسے اجر سے یا وزر سے حصہ ملے گا۔ بہت سے لوگ مسجد میں جوتیاں چرانے کے لئے آتے ہیں، اسی کی نظیرا کبر آبادی نے اپنی ایک نظم میں کہا ہے ؎

مسجد بھی آدمی نے بنائی ہے یاں میاں
اور آدمی ہی امام ہے اور آدمی ہی خطبہ خواں

اور آدمی ہی نمازیوں کی چراتے ہیں جوتیاں
اور جو ان کو تاڑے ہے سو ہے وہ بھی آدمی

☆ فرمایا: ایک شخص نے نمازیوں کے جوتے چرانے کا ایک عجیب طریقہ نکالا، وہ یہ کہ تیتر کا پنجرہ لے کر مسجد میں چلے جاتے تھے اس پنجرہ پر پردہ پڑا رہتا تھا جہاں کوئی اچھا سا جوتہ دیکھا وہیں پنجرہ رکھ دیا اور نماز میں شریک ہو گئے جب سجدہ میں پہنچے تو جوتا چپکے سے پنجرہ میں رکھ دیا، سر سجدہ میں اور جوتہ پنجرہ میں، بہت دن تک گاڑی چلتی رہی جب کثرت سے جوتے چوری ہونے لگے تو لوگوں کو تفتیشِ حال کا فکر ہوا۔ آخر کسی نے تاڑ ہی لیا، اٹھایا جو کپڑا اوپر سے پنجرہ کا تو چرائے ہوئے جوتے ظاہر ہو گئے۔ اب تک جناب عالی نمازیوں کے بھیس میں چور بنے ہوئے تھے چوری پکڑی گئی تو پڑاپڑ جوتے پڑنے لگے۔

☆ فرمایا: مسجد میں جانے والوں کی ایک قسم ان لوگوں کی بھی ہے جو بدنظری میں مبتلا رہتے ہیں وہ مسجد میں جاتے ہی اس لئے ہیں کہ وہاں طرح طرح کی حسین وجمیل صورتیں نظر آئیں گی۔

☆ فرمایا: ایک صاحب کو کمسن لڑکوں سے لگاؤ تھا، جہاں لڑکے قرآن مجید پڑھتے ہوتے وہاں جا گھستے تھے جہاں کوئی سریلی آواز والا حسین لڑکا دیکھا اس سے قرآن سننے کی درخواست کر دی اور مونڈ ہوں کو تھپک تھپک کر داد دیتے جاتے، لوگ سمجھتے تھے کہ عاشق قرآن ہیں حالانکہ وہ عشق بتاں اور حبِ کودکاں میں مبتلا تھے۔

☆ فرمایا: عدم الریاء کے دعوے میں بھی ریاء ہوتا ہے، تنہائی میں عمل کر کے لوگوں

سے کہتے ہیں کہ الحمد للہ بڑی پابندی سے اتنے برس سے یہ عمل جاری ہے لوگوں کو دکھانا تھوڑا ہی ہے جو سامنے کیا جائے اور اس کا ڈھنڈورہ پیٹا جائے، دیکھو ریا کاری سے بیزاری ظاہر کرنے میں دوہری ریا کاری کر گئے، ایک تو عمل ظاہر کر دیا کہ اتنے عرصہ سے پابندی سے کر رہا ہوں، دوسرے یہ فرما دیا کہ میں ریا کار نہیں ہوں۔ (میرے اخلاص کے معتقد بن جاؤ)۔

☆ فرمایا: مرید ہونے اور مرید کرنے میں پورے اہتمام کے ساتھ اخلاص کا خیال رکھنا لازم ہے، شیخ میں بھی اخلاص ہو (طلبِ جاہ و مال نہ ہو) اور مرید میں بھی اخلاص ہو اللہ کی رضا کے سوا کچھ اور مقصود نہ ہو، بعض اکابر سے سنا ہے کہ ایک مرید پر شیخ کی خاص توجہ تھی لیکن وہ اس میں اصلاح و فلاح کے آثار نہیں دیکھتے تھے، ایک دن مرید سے دریافت کر لیا کہ بھائی تمہارا مقصود کیا ہے؟ کہنے لگا کہ حضرت سے اللہ کا نام سیکھ کر میں بھی لوگوں کو بتلا دیا کروں گا، شیخ نے فرمایا کہ تیرا مقصود اللہ کی رضا نہیں ہے، نفس کے اندر چور ہے سارا مجاہدہ پیر بننے کے لئے ہے اسی لئے میری توجہ اور تیری محنت رائیگاں ہو رہی ہے معلوم ہوا کہ شیخ بننے کے لئے محنت و مجاہدہ کرنا بھی اخلاص کے خلاف ہے، اسی کو فرمایا۔

احمد تو عاشقی بمشیخت تراچہ کار
دیوانہ باش سلسلہ شد شد نشد نشد

اب ایک قصہ شیخ کے طالب ہونے کا سنو جو حضرت شیخ الحدیث صاحب قدّس سرّہ سے سنا ہے، فرمایا کہ ایک مرید نے شیخ سے کہا کہ حضرت میں خواب میں دیکھ رہا

ہوں کہ میری انگلیوں سے پاخانہ اور آپ کی انگلیوں سے شہد نکل رہا ہے، یہ سنتے ہی شیخ نے فرمایا کہ اب ہم ہیں بھی ایسے! یعنی ہم اس لائق ہیں کہ انگلیوں سے شہد نکلے، مرید نے کہا کہ حضرت ابھی خواب باقی ہے اور وہ یہ کہ میں آپ کی انگلیاں چوس رہا ہوں اور آپ میری انگلیاں چوس رہے ہیں! اب تو شیخ کے ہوش اُڑ گئے، حضرت شیخ الحدیث صاحب قدّس سرّہ نے فرمایا کہ اگر شیخ طالبِ دنیا ہو تو مریدوں سے اسے مالی نفع ہوتا رہے گا، لیکن ارشاد و تلقین کے ثواب سے محروم رہے گا، اور مرید اگر مخلص ہے اور غلطی سے کسی دنیا دار کا مرید ہو گیا ہے اور شیخ کی تعلیم صحیح ہے تو مرید کو اپنے اخلاص کی وجہ سے نفع ہوتا رہے گا۔

☆ فرمایا: جن کاموں کو لوگ خالص دنیا کا کام سمجھتے ہیں تلاش کر کے اگر ان میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا پہلو نکال لیا جائے تو ان میں بھی ثواب ملے گا۔ اگر کھانا کھانے میں یہ نیت کرے کہ اس سے جو طاقت آئے گی وہ آخرت کے کام میں لگے گی اور پیٹ میں بھوک کا احساس نہ ہوگا تو نماز بھی ٹھیک ہوگی ایسی نیت کرنے سے کھانے میں بھی ثواب مل جائے گا۔ خوب سمجھ لو۔

☆ فرمایا: یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ گناہ کسی بھی نیت سے جائز نہیں ہو سکتا اور نہ نیکی بن سکتا ہے۔

☆ فرمایا: گزشتہ مجلس میں اخلاص کے بارے میں کچھ عرض کیا گیا تھا یہ مضمون بہت ہی اہم ہے جو بھی کوئی کام کرنا ہو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جائے، اگر اللہ کی رضا کے لئے نہیں تو اس کا کچھ ثواب نہیں۔ بلکہ اگر اس سے شہرت و جاہ مقصود ہو تو آخرت میں

وبال ہوگا طلبِ علم ہو، تبلیغ ہو، تصنیف وتالیف ہو، جہاد ہو، ہجرت ہو، سب کی قیمت اسی وقت لگتی ہے جب اللہ کی رضا مقصود ہو اخلاص کا دعویٰ تو بہت سے لوگ کرتے ہیں لیکن اپنے باطن کو ٹٹولا جائے تو بعض مرتبہ اخلاص کے معیار پر پورے نہیں اترتے، ہر شخص اپنا محاسبہ کرے، اور اپنے باطنی جذبات کا مراقبہ کرے۔ بار بار مراقبہ کرنے سے شہرت وریا کاری کے جذبات ختم ہو جاتے ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ: يَـآ أَيُّهَا النَّاسَ اتَّقُوْا هَذَ الشِّرْكَ فَإِنَّهُ أَخْفٰى مِنْ دَبِيْبِ النَّمْلِ . لترغیب والترہیب ج ا ص ۷٦)

”اے لوگو! اس شرک سے بچو کیونکہ وہ چیونٹی کی رفتار سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے“.

اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے سے متعلق ملفوظات

☆ فرمایا: مخلوق کو راضی رکھنے کی فکر نہ کرو بلکہ خالق و مالک کو راضی رکھو جس نے وجود دیا ہے اور زندگی بخشی ہے، آج کل لوگ مخلوق کو راضی کرنے کے لئے خالق و مالک کی نافرمانی کرتے ہیں۔ صرف اس لئے ڈاڑھی منڈاتے اور پتلون پہنتے ہیں کہ کوئی ملانہ سمجھے، بیوی کو پردہ اس لئے نہیں کراتے کہ کوئی دقیانوسی نہ کہہ دے۔ بس اتنی سی بات کے لئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کو تیار ہیں۔ ارے مخلوق کی بھی کوئی حیثیت ہے جسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے راضی کیا جائے، صرف خالق و مالک کو راضی کرو اس کو راضی رکھتے ہوئے جو راضی ہو جائے۔

☆ فرمایا: یہی جذبہ ریاکاری کے تمام کاموں میں کارفرما ہے کہ لوگ کیا کہیں گے؟ شادیوں کی رسوم، تیجوں چالیسوں میں دیگیں کھٹکنا، میراث تقسیم کئے بغیر جس میں نابالغ بچوں کا بھی حق ہوتا ہے عوام وخواص کی دعوت کرنا اور ولیموں کے لئے قرض لے لے کر لوگوں کو ضیافتوں پر بلانا اور اسی طرح جتنے بھی ریاکاری کے کام ہیں اس لئے انجام دیئے جاتے ہیں کہ اگر یہ سب نہ کیا تو لوگ کیا کہیں گے؟ یہ جذبہ مخلوق کو راضی کرنے کا ہے، سب کو معلوم ہے کہ ریاکاری کا وبال بہت بڑا ہے اور اللہ تعالیٰ اسی عمل کو قبول فرماتا ہے جو اسی کی رضاء کے لئے ہو۔ ریاکاری گناہ کبیرہ ہے اس پر آخرت میں مواخذہ ہے اور عذاب ہے۔

☆ فرمایا: جب لوگوں کو یہ باتیں سمجھائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ مولانا دنیا کو بھی بھگتنا پڑتا ہے، یہ بھگتنا خود اپنے سر لگالیا ہے دنیاداروں کی باتوں کا خیال کرتے ہیں جن سے کچھ بھی نہیں مل سکتا اور آخرت کی رسوائی کا کچھ خیال نہیں جب کہ علی رؤس الاشہاد قیامت کے دن پیشی ہوگی اور وہاں یہ اعلان ہوگا کہ یہ شخص ریاکار تھا تو اس وقت کیا ہوگا قال النبی ﷺ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ وَمَنْ یُّرَائِ یُرَائِ اللّٰہُ بِہٖ (جو شخص اپنی شہرت کرے اللہ تعالیٰ اس کی تشہیر فرمادے گا یعنی لوگوں کو یہ بتائے گا کہ یہ ریاکار تھا اور جو شخص ریاکاری کرے اللہ تعالیٰ اس کی ریاکاری کو ظاہر فرمادے گا۔ (رواہ البخاری، مسلم۔ کما فی المشکوٰۃ ص ۴۵۴)

اصل عزت آخرت کی ہے وہاں کی رسوائی سے بچنے کی فکر کرنا چاہئے اس لئے تو یہ دعا تلقین فرمائی ہے:

﴿رَبَّنَا وَ آتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾

''اے ہمارے رب ہمیں وہ نعمتیں عطا فرما جن کا آپ نے اپنے رسولوں کی زبانی وعدہ فرمایا اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ فرمانا۔''

☆فرمایا:

علمائے سابقین میں اخلاص تھا۔ان حضرات میں سے جو شخص اپنے اجتہاد کی وجہ سے کسی دوسرے کا موافق نہ ہوا اس نے دوسرا مسلک اختیار کرلیا جو اسے راجح معلوم ہوا،لیکن اپنے ہم عصر یا سابق مجتہدین کی عزت برقرار رکھتے ہوئے اور انہیں رحمت کی دعائیں دیتے ہوئے اور یہ واضح کرتے ہوئے کہ ہم نے غیر منصوص امور میں اجتہاد کیا ہے اس لئے ہم یہ نہیں کہتے کہ ہماری سمجھ میں جو آیا ہے وہ ہی صحیح ہے۔ ان حضرات کے پیش نظر محض اللہ تعالیٰ کی رضاء تھی نہ عوام ان کے پیش نظر تھے کہ ان کے لئے حرام کو حلال کردیں اور نہ حکومتوں سے ان کا گٹھ جوڑ تھا کہ ان کے لئے تحلیلِ حرام کا ارتکاب کریں۔

ان حضرات میں اخلاص اور تقویٰ تھا اور سارا عمل رضائے مخلوق سے بالاتر تھا۔نہ انہیں دشمن استعمال کرسکتا تھا نہ اصحابِ اقتدار خرید سکتے تھے۔نہ وہ اپنی شان بڑھانا چاہتے تھے نہ شہرت کے طالب تھے نہ انہیں کریڈٹ کی تلاش تھی۔

شہرت کے طالب نہ بننے سے متعلق ملفوظات

☆ فرمایا: جو انسان اللہ کی طرف رجوع نہیں کرتا اس کی سمجھ الٹی ہو جاتی ہے وزیروں کو دیکھ لو وزارتیں حاصل کرنے کے لئے کیا کچھ نہیں کرتے، اس کا فائدہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ مال اور جاہ دونوں ہاتھ لگیں گے۔ مال تو عموماً حلال ہوتا ہی نہیں اور جاہ کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اپنے آس پاس کے چند آدمی ''سر'' کہہ کر خطاب کر لیتے ہیں۔ باقی عام لوگ اور اصحابِ صحافت اور مخالف جماعتیں سب برا ہی کہتے ہیں چند دن کے جھوٹے عہدے کے لئے یہ سب کچھ گوارا کر لیتے ہیں ان کا نفس سمجھاتا ہے کہ عام لوگ کچھ ہی کہیں وزیروں میں تو نام آ ہی گیا گو وزیرِ بے قلمدان ہی سہی۔

☆ فرمایا: جو لوگ شہرت کے طالب ہوتے ہیں اگر ان کی شہرت ہو بھی جائے تو اچھائی کے ساتھ نہیں ہوتی، ایسے شخص کو لوگ برائی سے یاد کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ارے میاں وہ تو ریا کار ہے، برائی کے ساتھ مشہور ہونا یہ تو کوئی اچھی چیز نہیں۔ یوں تو شیطان بھی مشہور ہے، شہرت بھی وہی اچھی ہے جو اچھائی کے ساتھ ہو اور یہ اچھی شہرت انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو شہرت کے طالب نہیں ہوتے، صرف اللہ کی رضا کے لئے کام کرتے ہیں۔

ایک شخص حج کو گیا تھا اس نے دیکھا کہ میرے وطن کے جو علماء مشائخ ہیں ان کی تو خوب شہرت ہو رہی ہے لوگ ان کے آگے پیچھے پھرتے ہیں۔ اپنی گمنامی پر افسوس کرتے ہوئے اس نے مشہور ہونے کا طریقہ سوچا، اور اس نے سب کے سامنے کھڑے ہو کر زم زم کے کنویں میں پیشاب کر دیا۔ اب جدھر جاتا تھا لوگ انگلیاں

اٹھاتے تھے کہ دیکھو یہ ہے وہ پیشاب کرنے والا، اپنے نفس میں بہت خوش ہوتا تھا کہ میں نے ایسا کام کیا ہے جس کی وجہ سے خوب مشہور ہو رہا ہوں، بُری شہرت کوئی مرغوب چیز نہیں ہے، لیکن جن کو شہرت مطلوب ہوتی ہے وہ اچھی بری شہرت میں امتیاز نہیں کرتے۔

☆ فرمایا: جو شخص شہرت اور جاہ کا طالب ہو اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کر دیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ﴿مَنْ سَمَّعَ النَّاسَ بِعَمَلِهٖ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ سَامِعَ خَلْقِهٖ وَصَغَّرَهٗ وَ حَقَّرَهٗ﴾ (الترغیب والترہیب ج ا ص ۶۵)

''جس شخص نے اپنے عمل کو مشہور کیا اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں اس کو مشہور کر دے گا (کہ یہ شخص شہرت کے لئے عمل کرنے والا تھا) اور وہ اسے حقیر و ذلیل کر دے گا۔''

اور ایک حدیث میں یوں ہے کہ:

مَا مِنْ عَبْدٍ يَّقُوْمُ فِى الدُّنْيَا مَقَامَ سُمْعَةٍ وَّرِيَاءٍ اِلَّا سَمَّعَهُ اللّٰهُ بِهٖ عَلٰى رُؤُسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ (ایضاً ج ا ص ۶۶)

''جو بھی بندہ کسی ایسی جگہ کھڑا ہو گا جہاں برائے شہرت اور دکھاوا مقصود ہو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے مشہور کر دے گا (کہ یہ شہرت کا طلب گار تھا)۔''

☆ فرمایا: انسان کے اندر حبِ جاہ کا جذبہ یہاں تک ہے کہ جو کام نہ کیا ہو اس پر بھی اپنی تعریف چاہتا ہے اسی کو قرآن مجید میں فرمایا: وَيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا (اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کاموں پر ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیئے) یہ بات قرآن مجید میں یہودیوں کے بارے میں فرمائی ہے اور اس مرض میں

بہت سے لوگ مبتلا ہیں۔

☆ فرمایا:

یہ بات مشہور ہے ''مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ'' اس کے پیچھے ایک قصہ ہے اور وہ یوں ہے کہ ایک چوہدری صاحب تھے مجلس میں بیٹھتے تو اپنی خوب تعریفیں کرتے تھے بعض باتیں بہت ہی بے تکی ہوتی تھیں اور تعریف کے موڈ میں انہیں یہ بھی پتہ نہ رہتا کہ میری اس بات کو لوگ قبول بھی کریں گے یا نہیں، جب بے تکی باتیں کرتے تو لوگ حیرت زدہ ہو کر پوچھتے تھے کہ واہ میاں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ چودھری صاحب نے ایک ذہین آدمی کو اس بات پر ملازم رکھا کہ جب میں کوئی بے تکی بات کہوں تو آپ اسے ٹھیک ثابت کر دیا کریں ملازم صاحب نے کام شروع کر دیا ایک دن چودھری صاحب نے اپنی تعریف شروع کر دی اور اپنے شکار کرنے کا قصہ بیان کیا ڈینگیں مارتے ہوئے یوں فرمایا کہ آج جو ہم شکار کے لئے گئے تو ایک ہرن نظر آ گیا اسے جو گولی ماری تو گھٹنا توڑتے ہوئے آنکھ پھوڑتی ہوئی نکل گئی، حاضرینِ مجلس نے فوراً کہا کہ واہ میاں کہاں گھٹنا اور کہاں آنکھ؟ گھٹنے میں گولی لگ کر آنکھ میں کیسے لگی؟ وہ صاحب جو غلط کو درست کرنے کے لئے ملازم رکھے گئے تھے فوراً بول پڑے کہ چودھری صاحب کا فرمانا ٹھیک ہے بات یہ ہے کہ جب چودھری صاحب نے گولی ماری ہے وہ ہرن اس وقت اپنے گھٹنے سے آنکھ کو کھجا رہا تھا۔ دیکھو انسان میں اپنی تعریف کے کس قدر جذبات ہیں صحیح کرنے کے لئے تنخواہ دار نوکر رکھے۔

علم میں اخلاص کی ضرورت سے متعلق ملفوظات

☆ فرمایا: عمل بغیر علم کے نہیں اور علم بغیر محنت کے نہیں اور محنت بھی ایسی ہو کہ قلب طلبِ علم کے لئے فارغ ہو اور علم اس وقت نافع اور مفید ہو گا جب کہ طلبِ دنیا کے لئے نہ ہو (یہ علوم دینیہ سے متعلق ہے۔ علوم دنیاویہ تو حاصل ہی کئے جاتے ہیں دنیا کے لئے، اگر کسی نے علمِ دین اس لئے حاصل کیا کہ اس کے ذریعہ دنیا کمائے پھر کہیں دنیا کے لئے پڑھانے لگا تو اس میں اور انگریزی پڑھا کر پیسہ کمانے والے میں کوئی فرق نہیں)۔

☆ فرمایا: ہر عمل میں اخلاص یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہونا ضروری ہے۔ علم حاصل کرنا بھی ایک عمل ہے اور چونکہ یہ تمام اعمال کی اصل ہے (کیونکہ اس کے بغیر عمل صحیح ادا نہیں ہوسکتا) اس لئے اس میں تو بہت زیادہ اخلاص کی ضرورت ہے جو شخص علوم قرآن وحدیث دنیا کے لئے حاصل کرے اس کے لئے حدیثوں میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اس لئے علم طلب کیا کہ علماء سے مقابلہ کرے یا بیوقوفوں سے جھگڑا کرے یا لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے تو اللہ اسے دوزخ میں داخل فرمادے گا۔

(رواہ الترمذی)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جس علم کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کی جاتی ہے ایسے علم کو جس نے دنیا کا کچھ بھی سامان

ملنے کے لئے حاصل کیا تو یہ شخص جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔ (رواہ احمد، ابوداؤد)

ان دونوں حدیثوں سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ طالب علم کے لئے تصحیحِ نیت بہت ضروری ہے۔ یوں تو مسلمان کو سب کچھ اللہ ہی کے لئے کرنا چاہئے لیکن خصوصیت کے ساتھ ان کاموں کو تو ضرور ہی اللہ تعالیٰ کے لئے کریں جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی نسبت اور تعلق سے کئے جاتے ہیں دینی اعمال نماز، روزہ، اذکار و اوراد، صدقہ خیرات حج، زکوٰۃ وغیرہ تو ایسے اعمال ہیں جن کو عام طور پر سب ہی اللہ تعالیٰ کے لئے انجام دینا ضروری سمجھتے ہیں اور ان کے ذریعے طلبِ مال وجاہ کو برا جانتے ہیں مگر دینی علوم کو خالص اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حاصل کرنے کی طرف بہت کم دھیان جاتا ہے حضور اقدس نے تنبیہ فرمائی ہے کہ جس علم کا تعلق احکامِ خداوندیہ کے جاننے اور ان کی تعمیل کے طریقوں کے پہچاننے سے ہو وہ علم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مخصوص ہے یہ کون سا علم ہے؟ سب جانتے ہیں کہ یہ علم قرآن و حدیث اور ان علوم کے متعلقات ہیں، قرآن شریف حفظ و ناظرہ، تجوید، قراءت، ترجمہ و تفسیر، حدیث کے الفاظ و معانی، اصول حدیث، اصولِ فقہ، فقہ، مسائل و فتاویٰ، ان سب علوم کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حاصل کرنا لازم ہے۔

☆ فرمایا: علم بڑی مشکل سے حاصل ہوتا ہے بہت ٹھوکریں کھانا پڑتی ہیں، دکھ تکلیف جھیلنا پڑتا ہے، اگر سب کچھ جھیلا اور رضائے الٰہی مقصود نہ ہوئی تو آخرت میں بڑے خسارہ و نقصان کا سامنا ہو۔

علامہ زرنوجی رحمۃ اللہ علیہ تعلیم المتعلم فرماتے ہیں:

﴿ وینبغی لطالب العلم ان یتفکر فی ذلک فانه یتعلم العلم بجهد کثیر فلا یصرفه الی الدنیا الحقیرة القلیلة الفانیة ﴾

ترجمہ: ’’طالبِ علم کو چاہیئے کہ وہ اس بارے میں غور کرے جو علم بڑی محنت سے حاصل ہوتا ہے حقیر اور تھوڑی اور فناء ہونے والی دنیا کے لئے خرچ نہ کرے۔‘‘

☆ فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے علم حاصل کرنے کے لئے نکلا وہ مجاہد کی طرح ہے جیسا کہ وہ فی سبیل اللہ ہے طالب علم بھی اللہ کے راستے میں نکلا ہوا ہے، فی الحدیث مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَرْجِعَ۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۳۴)

اور جو شخص اللہ کی رضا کے لئے علم حاصل کرے اس کے لئے فرمایا ہے کہ:

﴿مَنْ جَاءَهُ الْمَوْتُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْيِيَ بِهِ الْإِسْلَامَ فَبَيْنَهُ وَ بَيْنَ النَّبِيِّيْنَ دَرَجَةٌ وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ﴾

’’جس کو اس حال میں موت آ گئی کہ اسلام کے زندہ کرنے کے لئے علم حاصل کر رہا تھا تو اس کے اور نبیوں کے درمیان جنت میں ایک درجہ کا فرق ہوگا۔‘‘

(رواہ الدارمی)

اس حدیث میں یہ بھی بتا دیا کہ طالب علم کی نیت یہ ہونی چاہیئے کہ وہ اسلام کو زندہ کرے گا۔ زندہ کرنے میں یہ بھی ہے کہ جو اعمالِ اسلامیہ اُمت میں باقی نہ رہے ہوں ان کو رواج دے اور یہ بھی ہے جو بدعات رواج پائے ہوئے ہوں، انہیں مٹانے کی کوشش کرے حدیث شریف میں ہے کہ جو بھی کوئی بدعت اختیار کر لی جاتی ہے اسی

طرح کی ایک سنت اٹھالی جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۱)

معلوم ہوا کہ بدعتوں کا رواج پانا سنتوں کے اٹھائے جانے کا سبب ہے لہٰذا بدعتوں کا مٹانا بھی سنتوں کو زندہ رکھنے کا سبب ہوا۔

نیز اس حدیث سے دینی علوم طلب کرنے والے کا درجہ بھی معلوم ہوگیا۔ اللہ اکبر طالب علم کا کتنا بڑا درجہ ہے نبیوں کے اور ان کے درمیان صرف ایک ہی درجے کا فرق ہوگا۔

☆ فرمایا: آج کل عموماً مالداروں کے بچے اور ہاشمی اور صدیقی اور فاروقی اور عثمانی، علوی اور رضوی علوم دین سے دور بھاگتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ عالم بننا غریبوں ہی کا کام ہے اسی لئے عموماً مدرسوں میں غریبوں کے بچے نظر آتے ہیں یہ لوگ میراث نبوی کو چھوڑ کر یونیورسٹیوں اور کالجوں کی ڈگریوں کا وارث ہونے کو بہتر اور اچھا جانتے ہیں یعنی جو چیزیں اسلام کے دشمنوں کے نزدیک فضل و کمال سمجھی جاتی ہیں انہیں کا وارث خود بننا چاہتے ہیں اور اپنی اولاد کو بھی اسی کے حاصل کرنے میں لگاتے ہیں انکے نزدیک میراث نبوت (العیاذ باللہ) گھٹیا انسانوں کے حاصل کرنے کی چیز ہے بڑے بڑے دینداری کے دعوے دار اسی کشتی میں سوار ہیں۔

☆ فرمایا: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ افضل ہیں ان کی میراث پانے والوں کا بھی بڑا مرتبہ ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ وَاِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَ اِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهُ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ﴾

''اور بے شک علماء نبیوں کے وارث ہیں اور یہ یقین جانو کہ نبیوں

نے (کسی کو) دینار و درہم کا وارث نہیں بنایا بلکہ صرف علم کا وارث بنایا ہے سو جس نے اس علم کو حاصل کیا اس نے بھرپور حصہ لے لیا‘‘۔

(رواہ احمد والترمذی)

☆ فرمایا: ہر مؤمن کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے اور رسول اللہ سے اور آخرت بنانے والے علوم و اعمال سے محبت کرنا لازم و ضروری ہے علم نبوت کے سامنے مال و دولت اور ہر علم و ہنر ہیچ ہے اگر اہل دنیا علوم نبوت کا وزن نہ سمجھیں تو کم از کم علمائے کرام کو تو اپنے علم پر بہت خوش رہنا چاہئے۔ اپنے سے زیادہ کسی کو بھی صاحب نصیب اور غنی نہ سمجھیں اور دنیا اور اہلِ دنیا کے سامنے ہرگز نہ جھکیں اور یہ یقین کریں کہ جو کچھ ہم کو ملا ہے نہ کسی صاحب حکومت کے پاس ہے نہ دولت مند کی تجوری میں ہے نہ کوٹھی میں ہے نہ بنگلہ میں ہے علم نبوت سب سے بڑا انعام ہے۔ **فمن اخذہ اخذ بحظّ وافر۔**

☆ فرمایا: سعید بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا جس کے نصیب میں قرآن آیا پھر اس نے اپنے سے زیادہ کسی کو نصیب ور جانا تو اس نے اس انعام کی تحقیر کی جو اللہ تعالیٰ نے اسے دیا ہے۔

(ذکرہ الشیخ فی فضائل القرآن)

☆☆☆

قرآن مجید کے فضائل اور برکات سے متعلق ملفوظات

☆ فرمایا: قرآن مجید کی بڑی برکات ہیں اور بڑے بڑے فضائل ہیں۔ سورۂ بقرہ میں فرمایا ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾

''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی بشرطیکہ وہ اس کی تلاوت کرتے رہے جس طرح کہ تلاوت کا حق ہے ایسے لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو شخص اسے نہ مانے گا تو ایسے لوگ خسارہ میں رہیں گے۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ. (رواہ البخاری)

کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: اَشْرَافُ اُمَّتِیْ حَمَلَۃُ الْقُرْآنِ وَاَصْحَابُ اللَّیْلِ یعنی میری اُمت میں سب سے زیادہ شریف لوگ وہ ہیں جو قرآن کے حاملین ہیں اور راتوں کو بیدار رہنے والے ہیں۔

ان دونوں حدیثوں میں قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے اور اس کی تعلیم و ترویج میں لگنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ دنیا میں کروڑوں آدمی بستے ہیں چھوٹا بڑا اور اچھا برا اور شریف غیر شریف ہونے کے بہت سے معیار ہیں اس بارے میں لوگوں کی

مختلف رائیں ہیں کوئی شخص دولت مند کو بڑا آدمی سمجھتا ہے، کوئی صدر اور وزیر اعظم کو شریف جانتا ہے۔ کوئی اچھے بنگلہ میں رہنے والے کو اچھا جانتا ہے، کوئی بڑی فرم اور موٹر کار وغیرہ کا مالک ہونے کو بڑائی کا معیار یقین کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے سچے رسول اللہ نے ان مذکورہ خیالات کو غلط قرار دیا اور شرافت کا معیار قرآن مجید میں مشغول ہونا بتایا اور جو اس کی تعلیم میں لگے اس کے بارے میں فرمایا کہ وہ سب سے بہتر آدمی ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو قرآن میرے ذکر سے اور مجھ سے سوال کرنے سے مشغول کرے (کہ اس کو قرآن شریف پڑھنے کی وجہ سے دوسری کسی ذکر اور دعا کی فرصت نہ ملے) میں اس کو سوال کرنے والوں سے افضل (نعمتیں) دوں گا اور کلام اللہ کی فضیلت (دوسرے) سارے کلاموں پر ایسی ہے جیسی اللہ کی فضیلت مخلوق پر ہے۔ (ترمذی وغیرہ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ کی کتاب سے ایک حرف پڑھے تو اس کے لئے اس حرف کے بدلے میں ایک نیکی اور ہر نیکی دس نیکیوں (کے) برابر (لکھی جاتی) ہے (پھر فرمایا) میں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے (ترمذی) پس اگر کسی نے لفظ اَلْحَمْدُ کہا تو اس کے کہنے سے پچاس نیکیاں مل جائیں گی کیونکہ اس میں پانچ حرف ہیں۔

☆ فرمایا: قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے۔اس میں احکام ہیں، معارف وحقائق ہیں، اخلاق وآداب ہیں، اس نے دنیا وآخرت کی کامیابی کے اعمال بتائے ہیں، یہ انقلابِ عالم کے اسباب اور اقوام کے زیروزبر ہونے کے رموز کی طرف رہبری کرتا ہے۔اس کی برکتیں بے انتہا ہیں خدائے پاک کی رحمتوں کا سرچشمہ ہے۔نعمت ودولت کا خزانہ ہے اس کی تعلیمات پر عمل کرنا دنیا وآخرت کی سربلندی اور سرفرازی کا ذریعہ ہے، اس کے الفاظ بھی بہت مبارک ہیں، یہ سب سے بڑے بادشاہ کا کلام ہے خالق ومالک کا پیام ہے جو اس نے اپنے بندوں اور بندیوں کے لئے بھیجا ہے اس کے الفاظ بہت بابرکت ہیں اس کی تلاوت کرنے والا آخرت کے بے انتہا اجور وثمرات کا مستحق تو ہوتا ہی ہے دنیاوی زندگی میں بھی رحمت وبرکت اور عزت ونصرت اس سے ہمکنار ہوتی ہے اور یہ شخص سکونِ قلب اور خوشحالی کی زندگی گزارتا ہے کلام اللہ کی عجیب شان ہے اس کے پڑھنے سے کبھی سیری نہیں ہوتی اور برسوں پڑھتے رہو کبھی پرانا معلوم نہیں ہوتا یعنی تلاوت کرنے والے کی طبیعت کا لگاؤ اس بنیاد پر ختم نہیں ہوتا کہ بار بار ایک ہی چیز کو پڑھ رہا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ جتنی بار پڑھتے ہیں نئی چیز معلوم ہوتی ہے فَسُبۡحَانَهٗ مَا اَعۡظَمَ كَلَامَهٗ۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اس میں کئی طرح سے اعجاز ہے۔یہ اعجاز تو مشہور ہی ہے کہ کوئی بھی شخص کیسا ہی فصیح وبلیغ ہو، عربی ادب کا ماہر ہو، عربی زبان سے واقف ہو، اسالیب کلام کو جانتا ہو، قرآن جیسی کوئی سورت بنا کر نہیں لاسکتا، نہ کوئی لاسکا ہے اور نہ لا سکے گا۔اسی کو سورۂ اسراء میں فرمایا:

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾

’’آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات اس بات کے لئے جمع ہو جائیں کہ قرآن جیسی کوئی چیز لے آئیں تو اس جیسی کوئی چیز نہیں لا سکتے اگرچہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہو جائیں۔‘‘

یہ معجزہ ساری دنیا کے سامنے ہے۔ قرآن نے تمام انسانوں اور جنات کو چیلنج کیا ہے لیکن سب اس جیسی چیز بنا کر لانے سے عاجز ہیں اور عاجز رہیں گے۔

اور قرآن مجید کا ایک یہ معجزہ ہے جو سب کے سامنے ہے کہ اسے عورتیں، بوڑھے، بچے، جوان سب ہی حفظ کر لیتے ہیں، اتنی بڑی کتاب کوئی بھی شخص اپنی زبان سے لفظ بہ لفظ اور حرف بہ حرف یاد نہیں کر سکتا۔

☆ فرمایا: قرآن بالفاظہ وحروفہ سینوں میں محفوظ ہے۔ اگر بالفرض، خدانخواستہ سارے مصاحف ختم ہو جائیں تو قران مجید پھر بھی محفوظ رہے گا۔ ایک نوعمر حافظ، بچہ کھڑے ہو کر پورا قرآن مجید لکھوا سکتا ہے۔ اہل کتاب نے لکھے ہوئے صحیفوں پر بھروسہ کیا اس لئے اپنی کتاب ضائع کر دی۔ اب ان کے پاس ترجمے ہی ترجمے ہیں۔ اصل کتابیں نہیں ہیں جن سے ترجموں کا ملان کیا جا سکے ترجموں میں اختلاف ہے، تناقض ہے تعارض ہے اور حقیقت تک پہنچنے کا ان کے پاس کوئی راستہ نہیں۔ اپنی کتابیں ضائع کرنے کی وجہ سے وہ حق اور حقیقت سے محروم ہوئے اور عقائد کفریہ اور شرکیہ اختیار کر لئے۔ قرآن مجید نے ان کی واضح تردید فرمائی اور حقائق سے باخبر کیا اور انکے افتراء کو

واضح طور پر بیان فرمایا اور توریت وانجیل کے مضامین کی حفاظت فرمائی۔ جیسا کہ سورۂ مائدہ میں فرمایا:

﴿وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ مِنَ الۡکِتٰبِ وَ مُہَیۡمِنًا عَلَیۡہِ﴾

''اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی جو اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے اور ان کی نگراں ہے۔''

☆ فرمایا: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام بھی ہے یہ مسلمانوں کی کتنی بڑی سعادت ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور ان کی زبانوں پر جاری ہے، چھوٹے چھوٹے بچے بے تکلف روانی کے ساتھ پڑھتے ہیں متشابہات تک یاد ہیں۔ جنہیں قرآن مجید حفظ یاد ہے سوتے میں بھی تلاوت کرتے چلے جاتے ہیں۔ ''تقرأہ نائما و یقظان'' (رواہ المسلم کما فی المشکوٰۃ ص ۴۹۰)

رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ:

''جس کسی کو اللہ تعالیٰ نے حفظِ قرآن کی نعمت دی پھر اس نے کسی دوسری نعمت کی وجہ سے کسی کے بارے میں یہ سمجھا کہ اس کو جو نعمت دی گئی وہ اس نعمت سے افضل ہے جو مجھے دی گئی تو اس نے سب سے بڑی نعمت کی ناقدری کی۔'' (السراج المنیر شرح الجامع الصغیر ج ۴ ص ۲۷۰)

☆ فرمایا: قرآن مجید کا ایک یہ بھی معجزہ ہے کہ ہزاروں بار پڑھ لو سن لو ہر مرتبہ نیا ہی معلوم ہوتا ہے، کسی دوست کا خط آئے تو اسے دو چار مرتبہ پڑھ کر رکھ دیتے ہیں۔

طبیعت بھر جاتی ہے۔ لیکن قرآن حکیم جتنی مرتبہ پڑھا جائے، سنا جائے اس کے لطف اور لذّت میں کچھ فرق نہیں آتا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے پہلی بار ہی پڑھ رہے ہیں۔ دیکھئے سورۂ الفاتحہ نمازیوں نے ہزاروں مرتبہ پڑھ لی اور سینکڑوں مرتبہ امام سے سن لی لیکن ہر مرتبہ نئی چیز معلوم ہوتی ہے اور کانوں کو بھی لطف آتا ہے اور زبان بھی ہمیشہ لذت آشنا رہتی ہے۔ بلکہ ہمیشہ لطف دوبالا ہوتا چلا جاتا ہے۔

یہ بات تو سب لوگوں میں مشترک ہے، جنہوں نے قرآن پڑھا ہو یا نہیں پڑھا، سننے اور پڑھنے میں سب کو لذت معلوم ہوتی ہے اور جن لوگوں نے قرآن پڑھا اور اس کے معانی سیکھے اور اس کی فصاحت اور بلاغت کو سمجھا اس کی تفسیریں لکھیں، ان کے کیف اور لذت کا کیا ٹھکانہ!

☆ فرمایا: جس کے دل میں قرآن نہیں وہ بڑا محروم ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِی لَیْسَ فِی جَوْفِهٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْآنِ كَالْبَیْتِ الْخَرِبِ﴾

''بلاشبہ جس دل میں قرآن کا کچھ حصہ بھی نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔''

پھر قرآن کی تلاوت کا بھی بہت ثواب ہے۔ رسول اللہ کا ارشاد ہے:

''جس نے اللہ کی کتاب سے ایک حرف پڑھ لیا اس کو ایک نیکی ملے گی اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہو کر ملے گا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔'' (رواہ الترمذی)

☆ فرمایا: جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا اس کے والدین کے بارے میں

رسول اللہ نے خوشخبری دی کہ:

''انہیں قیامت کے دن تاج پہنایا جائے گا، جس کی روشنی سورج کی اس روشنی سے بھی اچھی ہوگی جب کہ وہ دنیا والے گھروں میں تمہارے اندر موجود ہو (اس کے بعد فرمایا) اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال جس نے اس قرآن پر عمل کیا۔''

فرمایا: مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ماں باپ کو یہ درجہ اس لئے دیا جائے گا کہ توجہ اور محنت انہی کی ہے انہوں نے بچہ کو قرآن پڑھنے پر لگایا، اسکولوں سے بچایا، پھر بچہ کو بار بار استاد کے پاس بھیجا اگر چہ بھاگ کھڑا ہوا تو اسے سمجھا بجھا کر (نرمی سے یا سختی سے جو صورت بھی مناسب ہوئی) مدرسوں میں پہنچایا۔ بچہ کی دلداری کی، اس کے لئے جلدی سے ناشتہ تیار کیا وغیرہ وغیرہ۔

☆ فرمایا: جن لوگوں کو قرآن سے الفت نہیں ہوتی وہ اپنے بچوں کو اسکول کی راہ دکھاتے ہیں، بہت سے ظالم تو مشن اسکولوں میں داخل کرتے ہیں۔ انگریزی بال کٹے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے اس کے گلے میں ٹائی باندھتے ہیں۔ پھر چند سال بعد اس کو پتلون میں داڑھی منڈی دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ بیس سال کا لڑکا ہو گیا۔ میٹرک بھی کر لیا دنیا کی پٹڑی پر چل رہا ہے لیکن اس کے دین وایمان کا کیا ہوا؟ قرآن اس کو کتنا یاد ہے؟ نماز یاد ہے یا نہیں؟ اگر یاد ہے تو صحیح یاد ہے یا نہیں؟ اس کا کچھ احساس نہیں۔

☆ فرمایا: دنیا اور دنیا کی محبت نے ایسے لوگوں کو قرآن سے اور اس کے حفظ کرنے

سے اس کی تجوید اور قراءت سے محروم کر دیا۔ خود بھی آخرت سے بے فکر ہیں اور بچوں کو بھی طالبِ دنیا بنا کر ان کا ناس کھوتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ عموماً مسلمانوں میں نسلی مسلمان رہ گئے۔ یعنی ان کے باپ دادا مسلمان تھے۔ یہ بھی ان کے گھروں میں پیدا ہو گئے۔ اس کو اس کے تقاضوں کے ساتھ نہ پڑھا نہ سمجھا، جیسے خود ہیں ویسے ہی اولاد کو بنانا چاہتے ہیں۔ جو لوگ اصلی مسلمان ہیں وہ لوگ قرآن کو سینے سے لگاتے ہیں، حفظ کرتے ہیں، تجوید سے پڑھتے ہیں، بچوں کو بھی حفظ کرواتے ہیں اور اس کے معانی بتاتے ہیں عالم بناتے ہیں، علماء کی صحبتوں میں لے جاتے ہیں۔

☆ فرمایا: اپنے بچوں کو حفظ میں لگاؤ یہ بہت آسان کام ہے۔ جاہلوں نے مشہور کر دیا ہے کہ قرآن حفظ کرنا لوہے کے چنے چبانے کے برابر ہے، یہ بالکل جاہلانہ بات ہے۔ قرآن حافظہ سے یاد نہیں ہوتا، معجزہ ہونے کی وجہ سے یاد ہوتا ہے۔

☆ فرمایا: ہم نے تجربہ کیا ہے کہ دنیا کا کام کاج کرتے ہوئے اور اسکول کالج میں پڑھتے ہوئے بہت سے بچوں نے قرآن شریف حفظ کر لیا۔ بہت سے لوگوں نے سفید بال ہونے کے بعد حفظ کرنا شروع کیا اللہ جل شانہٗ نے ان کو بھی کامیابی عطا کی۔

☆ فرمایا: جو بچہ حفظ کر لیتا ہے اس کی قوتِ حافظہ اور سمجھ میں بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ آئندہ جو بھی تعلیم حاصل کرے ہمیشہ اپنے ساتھیوں سے آگے رہتا ہے۔ قرآن کی برکت سے انسان دنیا و آخرت میں ترقی کرتا ہے۔ افسوس ہے کہ لوگوں نے قرآن کو سمجھا ہی نہیں کوئی قرآن کی طرف بڑھے تو قرآن کی برکات کا پتہ چلے۔

☆ فرمایا: بہت سے جاہل کہتے ہیں کہ طوطے کی طرح رٹانے سے کیا فائدہ؟ یہ لوگ

روپے پیسے کو فائدہ سمجھتے ہیں ہر حرف پر دس نیکیاں ملنا اور آخرت میں ماں باپ کو تاج پہنایا جانا اور قرآن پڑھنے والے کا اپنے گھر کے لوگوں کی سفارش کر کے دوزخ سے بچوا دینا فائدہ میں شمار ہی نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ حفظ کر کے ملا بنے گا تو کہاں سے کھائے گا، میں کہتا ہوں کہ حفظ کر لینے کے بعد تجارت اور ملازمت سے کون روکتا ہے ، ملا بننا تو بہت بڑی سعادت ہے جسے اپنے لئے یہ سعادت مطلوب نہیں وہ اپنے بچے کو تو قرآن حفظ سے محروم نہ کرے، جب حفظ کر لے تو اسے دنیا کے کسی بھی حلال مشغلے میں لگایا جا سکتا ہے۔ اور یہ بات بھی معلوم ہونی چاہئے کہ جتنے سال میں یہ بچہ حفظ کرے گا اس کے یہ سال دنیوی تعلیم کے اعتبار سے ضائع نہیں ہوں گے کیونکہ حفظ کر لینے والا حفظ سے فارغ ہو کر چند ماہ کی محنت سے چھٹی ساتویں جماعت کا امتحان بآسانی دے سکتا ہے۔ یہ محض دعویٰ نہیں تجربہ کیا گیا ہے۔ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔

☆ فرمایا: بچوں کو قرآن کی تعلیم پر لگانے والے دنیا کی چند دن چہک مہک کو نہیں دیکھتے ۔ اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے آخرت کی کامیابی اور وہاں کی نعمتوں سے مالا مال ہونے کے لئے فکر مند ہوتے ہیں فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۔

☆ فرمایا: جس طرح قرآن کو یاد کرنا ضروری ہے اسی طرح اس کا یاد رکھنا بھی ضروری ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: ”قرآن کو یاد رکھنے کا دھیان رکھو (یعنی نماز میں و خارج نماز اس کی تلاوت کرتے رہو) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو اونٹ رسیوں میں بندھے ہوئے ہوں جس طرح وہ اپنی رسیوں میں بھاگنے کی کوشش میں رہتے ہیں قرآن ان سے بڑھ کر تیزی کے ساتھ نکل

کر چلا جانے والا ہے۔'' (رواہ البخاری و مسلم۔ مشکوٰۃ المصابیح)

بات یہ ہے کہ قرآن جس طرح جلدی سے یاد ہوجاتا ہے اور محبت کرنے والوں کے دل میں سما جاتا ہے اسی طرح وہ یاد رکھنے کا دھیان نہ کرنے والوں کے سینوں سے چلا جاتا ہے کیونکہ وہ غیرت مند ہے جس شخص کو اس کی حاجت ہے جب وہ یاد رکھنے کی کوشش نہ کرے تو قرآن کیوں اس کے پاس رہے، جب کہ وہ بے نیاز ہے، قرآن پڑھ کر بھول جانے والے کے لئے سخت وعید ہے۔ رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ:

''جو شخص قرآن پڑھتا ہے، پھر بھول جاتا ہے وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملاقات کرے گا کہ وہ جذامی ہوگا (یعنی اس کے اعضاء اور دانت گرے ہوئے ہوں گے)۔'' (رواہ ابوداؤد والدارمی۔ مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۱)

اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: ''مجھ پر میری امت کے ثواب کے کام پیش کئے گئے تو میں نے ثواب کے کاموں میں یہ بھی دیکھا کہ مسجد میں کوئی تکلیف دینے والی چیز پڑی ہو اور کوئی شخص اسے نکال دے۔ اور مجھ پر میری امت کے گناہ بھی پیش کئے گئے تو میں نے اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ کسی شخص کو کوئی سورت یا آیت عطا کی گئی ہو پھر وہ اس کو بھول جائے۔'' (رواہ الترمذی و ابوداؤد، مشکوٰۃ المصابیح ص ۶۹)

حضرات حفاظ کرام اور قراء عظام اللہ کی رضا کے لئے قرآن مجید پڑھاتے رہیں دنیا کا لالچ نہ کریں ضرورت کے لئے تھوڑی بہت تنخواہ لیتے رہیں۔ تھوڑی تنخواہ ہو تو صبر و شکر کے ساتھ گزارہ کرتے رہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک کیا کہ

ایک دن بیوی نے میٹھا پکا کر سامنے رکھ دیا فرمایا کہ یہ کہاں سے آیا انہوں نے بتایا کہ روزانہ کے وظیفہ سے میں نے تھوڑا تھوڑا بچا کر میٹھا بنایا ہے فرمایا اچھا ہم ضرورت سے زیادہ وظیفہ لیتے ہیں یہ فرمایا اور ناظر بیت المال کو لکھ دیا کہ میرے وظیفہ میں سے مستقل اتنا وظیفہ کم کر دیا جائے اور ایک کام اور کیا وفات سے پہلے وصیت فرمائی کہ میرا باغ بیچ کر بیت المال میں اتنے پیسے داخل کر دیئے جائیں، وظیفہ لے کر دینی کام کرنے والوں کے لئے راستہ بھی نکال دیا اور جو لیا تھا وہ بھی ادا کر دیا۔ (ہمارے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور نے اس پر عمل کیا اور زمانہ عسرت میں جو کچھ مدرسہ سے لیا تھا بعد میں ادا فرما دیا)۔

☆ فرمایا: علی رضی اللہ عنہ بھی بہت سادہ زندگی گزارتے تھے حالانکہ بیت المال ان کے ہاتھ میں تھا۔ ایک مرتبہ عبداللہ بن رزین رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ تابعی تھے) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے انہوں نے کچھ حریرہ سا کھانے کے لئے پیش کیا (جو پانی میں آٹا گوندھ کر بنالیا جاتا تھا)۔ عبداللہ بن رزین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آپ اس بطخ کو ذبح کر کے سالن پکا کر کھلا دیتے تو کیسا اچھا ہوتا اللہ نے آپ کو بڑی خیر سے نوازا ہے ارشاد فرمایا کہ اے ابن رزین میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ خلیفہ کو اللہ کے مال سے صرف دو پیالے لینے کی اجازت ہے۔ ایک پیالے سے وہ خود کھالے اور اس کے اہل وعیال کھالیں اور دوسرا پیالہ مہمانوں کے سامنے رکھے۔

☆ فرمایا: ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے سردی کا زمانہ تھا۔ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے لیکن اس سے سردی دور نہیں ہو رہی تھی۔ کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ

نے بیت المال میں آپ کو اور آپ کے گھر والوں کے لئے حصہ مقرر فرمایا ہے اور آپ کا یہ حال ہے کہ سردی سے کپکپا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں مسلمانوں کے مال سے کچھ نہیں لوں گا۔ میری چادر ہے جو میں گھر سے لایا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا کہ یہ میں نے مدینہ منورہ سے منگوائی ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوئی گھر دھر نہیں بنایا نہ اینٹ پر اینٹ رکھی نہ اینٹ پر کوئی بانس رکھا مدینہ منورہ میں جوان کا کچھ مال تھا اسی سے تھیلے بھر کر غلہ منگا لیا کرتے تھے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا یہ حال تھا کہ وہ درّہ لئے ہوئے بازار میں پھرتے اور لوگوں کو اللہ سے ڈرنے کا اور صحیح طریقہ پر خرید و فروخت کرنے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ ناپ تول پوری کرو۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳)

ذکر اللہ کے فضائل اور فوائد سے متعلق ملفوظات

فرمایا: اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے، دل سے زبان سے اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگا رہنا لازم ہے، ذکر سے بہت بڑے درجات حاصل ہوتے ہیں، سورۂ احزاب میں فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ۝ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا﴾

”اے ایمان والوں تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔“

سورۂ بقرہ میں فرمایا: ﴿فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ﴾ ”تم مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا اور میری شکر گزاری کرو اور میری ناشکری مت کرو۔“

سورۂ عنکبوت میں فرمایا:

﴿اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ط وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ﴾

''جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے اس کو پڑھا کیجئے اور نماز کی پابندی رکھئے، بے شک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روکتی رہتی ہے، اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو جانتا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں نماز کا ایک خاص وصف بیان فرمایا کہ وہ برائیوں سے روکتی ہے، درحقیت نماز کو نماز کی طرح پڑھا جائے تو وہ گناہوں کے چھڑانے کا سبب بن جاتی ہے اس میں قراءتِ قرآن بھی ہے تسبیح بھی تکبیر بھی ہے، رکوع بھی ہے، سجود بھی ہے، خشوع بھی ہے، خضوع بھی ہے، اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا اظہار بھی ہے اور اپنی عاجزی اور فروتنی کا تصور بھی ہے، ان سب امور کا دھیان کر کے نماز پڑھی جائے تو بلاشبہ نمازی آدمی بے حیائی کے کاموں اور گناہوں سے رک جائے گا، جس شخص کی نماز جس قدر اچھی ہوگی اسی قدر گناہوں سے دور ہوگا، اور جس قدر نماز میں کمی ہوگی اسی قدر گناہوں کے چھوٹنے میں دیر لگے گی۔ نمازی آدمی اگرچہ گناہ گار ہو بہر حال نماز پڑھتا رہتا ہے، کبھی نہ کبھی اس کی نماز انشاء اللہ اس کے گناہوں کو چھڑا ہی دے گی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص محمد رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا ہے اور صبح ہوتی ہے تو چوری کر لیتا ہے آپ نے فرمایا کہ اس کا نماز پڑھنے والا عمل اسے اس عمل سے

روک دے گا جسے تو بیان کر رہا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۱ از احمد و بیہقی فی شعب الایمان)

نماز کی اہمیت بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (اور البتہ اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے) درحقیقت اللہ کا ذکر ہی پورے عالم کی جان ہے جب تک دنیا میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے آسمان و زمین قائم ہیں اور دوسری مخلوق بھی موجود ہے، رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک زمین میں ایک مرتبہ بھی اللہ اللہ کہا جاتا رہے گا، نماز بھی اللہ کا ذکر کرنے کے لئے ہے جو سراپا ذکر ہے۔ سورۂ طٰہٰ میں فرمایا ہے اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ (کہ میری یاد کے لئے نماز قائم کیجئے) نماز میں اول سے آخر تک ذکر ہی ذکر ہے نمازی آدمی تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک برابر اللہ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے، کبھی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مشغول ہے، کبھی تلاوت میں، کبھی تکبیر میں، کبھی تسبیح میں، اور کبھی تحمید میں، اور کبھی دعاء میں نمازی آدمی کی زبان بھی ذکر اللہ میں مشغول رہتی ہے اور دل بھی۔

☆ فرمایا: ذکر سے کبھی غافل نہ رہیں، رسول اللہ کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا كَانَ يَذْكُرُ اللّٰهَ فِىْ كُلِّ اَحْيَانِهٖ (کہ آپ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے) (رواہ مسلم) یوں تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا ہر عمل (جس میں گناہوں سے بچنا بھی ہے) اللہ کے ذکر میں شمار ہے، لیکن ذکر اللہ ایسی چیز ہے کہ وہ ہر وقت ہوسکتا ہے، تلاوت قرآن مجید، تسبیح و تحمید، تکبیر، تحلیل، دعاء یہ سب اللہ کا ذکر ہے، درود شریف اللہ کے ذکر میں شامل ہے کیونکہ نبی اکرم کے لئے اللہ تعالیٰ

سے رحمت کی دعا مانگی جاتی ہے، وہ لوگ مبارک ہیں جو دل سے اور زبان سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اس کی نعمتوں کے شکر گزار ہوتے ہیں اور اس کی کتاب کی تلاوت میں مشغول رہتے ہیں۔ اور اسکی حمد و ثنا کرتے ہیں، رسول اللہ نے قرآن مجید کی تلاوت کی فضیلت بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ کی کتاب میں سے ایک حرف پڑھے تو اس کی وجہ سے اسے ہر حرف پر ایک نیکی ملے گی، اور ہر نیکی دس گنی ہو کر ملے گی۔ (رواہ الترمذی وقال حسن صحیح)

تسبیح، تحمید کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر میں ایک دفعہ **سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ واللہ اَکْبَرُ** کہہ لوں تو یہ مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے جس پر سورج نکلتا ہے (رواہ مسلم) رسول اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں ترازو میں بھاری ہوں گے، رحمٰن کو محبوب ہیں۔ وہ یہ کلمے ہیں **سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ**۔ (رواہ البخاری، وھو آخر الحدیث من کتابہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے **سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ** کہا، اس کے لئے جنت میں کھجور کا درخت لگا دیا جائے گا۔ (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں نے ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی انہوں نے فرمایا کہ اے محمد تم اپنی اُمت کو میرا سلام کہہ دینا اور انہیں بتا دینا کہ جنت

کی اچھی مٹی ہے، میٹھا پانی ہے اور وہ چٹیل میدان ہے۔ اور اسکے پودے یہ ہیں، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ۔(رواہ الترمذی وقال حسن غریب اسنادا)

مطلب یہ ہے کہ جنت میں ہے تو سب کچھ مگر اسی کے لئے ہے جو کر کے لے جائے جو عمل سے خالی ہاتھ گیا، اس کے لئے تو چٹیل میدان ہی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ کا ایک ایسے درخت پر گزر ہوا، جس کے پتے سوکھے ہوئے تھے، آپ نے اس میں اپنی عصا کو مارا تو پتے جھڑنے لگے، آپ نے فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ بندے کے گناہوں کو اس طرح گرا دیتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے گر رہے ہیں۔

(رواہ الترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا افضل الذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ و افضل الدعاء اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یعنی سب سے بڑی فضیلت والا ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور سب سے بڑی فضیلت والی دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۔(رواہ الترمذی)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ نے فرمایا کہ میں تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتا دوں میں نے عرض کیا کہ ارشاد فرمائیے، فرمایا وہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ہے۔

☆ فرمایا: جب ذکر اللہ کی اس قدر فضیلت ہے تو اس میں تو لگا رہنا ہی چاہئے، ایک سیکنڈ بھی ضائع نہ ہونے دیں، بہت سے لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ کوئی کام کاج نہیں

ریٹائرمنٹ کے بعد بیس بیس سال گزار دیتے ہیں، دکانوں میں لڑکے اور ملازم کام کرتے ہیں اتنی بڑی زندگی فضول گفتگو میں، اخبار پڑھنے میں، دنیا کے ملکوں کا تذکرہ کرنے میں، بلکہ غیبتوں میں گزار دیتے ہیں، یہ بڑے نقصان کا سودا ہے۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھے جس میں انہوں نے اللہ کا ذکر نہ کیا تو یہ مجلس ان کے لئے نقصان کا باعث ہوگی، پھر اگر اللہ چاہے تو عذاب دے یا چاہے تو مغفرت فرمادے۔ (رواہ الترمذی)

ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اسلام کی چیزیں تو بہت ہیں آپ مجھے ایک ایسی چیز بتلادیجئے کہ میں اس میں لگا رہوں۔ آپ نے فرمایا لَا یَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ کہ تیری زبان ہر وقت اللہ کی یاد میں تر رہے۔ (مشکوٰۃ) ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ فضیلت کے اعتبار سے سب سے بڑا عمل کون سا ہے؟ فرمایا وہ عمل یہ ہے کہ تو دنیا سے اس حال میں جدا ہو کہ تیری زبان اللہ کی یاد میں تر ہو۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ ذکر اللہ کے علاوہ زیادہ باتیں نہ کیا کر کیونکہ اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ بولنے سے دل میں قساوت یعنی سختی آجاتی ہے اور اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے سب زیادہ دور وہی شخص ہے جس کا دل سخت ہو۔ (رواہ الترمذی)

نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز کے لئے صاف کرنے کی ایک چیز ہوتی ہے اور دلوں کو صاف کرنے والی

چیز اللہ کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دینے والی کوئی چیز نہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اس قدر جہاد کرے کہ مارتے مارتے اس کی تلوار بھی ٹوٹ جائے تو یہ عمل بھی عذاب سے بچانے میں ذکر اللہ سے بڑھ کر نہیں ہے۔

(رواہ البیہقی فی الدعوات الکبیر کما فی المشکوٰۃ ص ۱۹۹)

ہوش مند بندے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لگے رہتے ہیں، اپنی زندگی ضائع نہیں کرتے۔

جعلنا الله تعالیٰ منهم

☆ فرمایا:

بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی دینی بات ہو رہی ہو تو وہ تسبیح پڑھنے میں مشغول رہتے ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ بات سنو تو کہتے ہیں کہ جی ہاں میرے کان ادھر ہی لگے ہوئے ہیں، لیکن اگر ان سے پوچھا جائے کہ بات کہنے والے نے کیا کہا تو پوری بات بتا نہیں سکتے کیونکہ آنکھیں ان کی بات کہنے والے کی طرف اٹھی ہوئی نہ تھی۔ بلکہ زبان کی مشغولیت بھی توجہ تام سے مانع ہوتی ہے، اور بعض لوگوں کو ضرورت سے زیادہ نیکی کا جوش ہوتا ہے وہ دورانِ خطبہ بھی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں جب کہ دورانِ خطبہ ذکر، تلاوت، تسبیح پڑھنا ممنوع ہے اگر کان لگے رہیں تب بھی حضوریٔ قلب کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی کو سورۂ ق میں فرمایا **اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ**۔

نماز کے فضائل اور فوائد سے متعلق ملفوظات

☆ فرمایا: شریعت اسلامیہ میں ایمان کے بعد نماز کا درجہ ہے، نماز کی ایک عظیم اور ممتاز خصوصیت یہ ہے کہ وہ معراج شریف کی رات میں فرض کی گئی اور اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے لئے اذان دی جاتی ہے اور ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ باجماعت پڑھی جاتی ہے جب جماعت کھڑی ہوجاتی ہے تو اقامت کے ذریعہ دوبارہ اطلاع دی جاتی ہے، چونکہ شریعت میں نماز کی غیر معمولی اہمیت ہے اس لئے اس کے لئے مذکورہ بالا امور کا اہتمام کیا گیا ہے۔

نماز کی مزید خصوصیات یہ ہیں:

بدن یا کپڑوں پر یا نماز کی جگہ نجاست ہونے سے نماز نہیں ہوتی اور اس کی ادائیگی کے لئے حدثِ اکبر اور حدثِ اصغر سے پاک ہونا بھی ضروری ہے۔

☆ فرمایا: ایک صاحب نے عجیب بات بتائی اور وہ یہ ہے کہ ایسے لوگ تو بہت ہیں جو تارکِ نماز ہیں۔ لیکن ایسا کوئی شخص بھی نہ ملے گا جو غسل فرض ہوتے ہوئے یا بے وضوء ہونے کی حالت میں نماز پڑھ لے، بات یہ ہے کہ نماز دیانت پر ڈالتی ہے کسی بے نمازی سے کتنی ہی ضد کرلو اور یوں کہو کہ نماز پڑھ لے اگرچہ بے وضو ہو تو وہ بے وضو نماز نہیں پڑھ سکتا۔

جب بے نمازی کا یہ حال ہے کہ وہ بے وضو نماز پڑھنے کو تیار نہیں تو نمازی شخص کیسے دیانت اور امانت دار نہ ہوگا، وہ اپنے اور اللہ کے درمیان اور اپنے اور مخلوق کے درمیان صحیح تعلق قائم رکھے گا (ہاں نماز میں کمی ہو تو یہ اور بات ہے)۔

☆ فرمایا: نماز میں ایک یہ بات ہے کہ انسان جب نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے، تو اس کا ہر چیز پر کنٹرول ہوتا ہے، نماز اس پر آمادہ کرتی ہے کہ ظاہر و باطن سب اللہ کی طرف متوجہ ہو زبان سے پڑھ رہے ہیں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں قدم اپنی جگہ جمے ہوئے ہیں، کھڑے ہونے کی حالت میں نظر سجدہ کی جگہ اور رکوع میں قدموں پر اور سجدہ میں ناک پر اور تشہد میں گود میں اور سلام میں دونوں کاندھوں پر ہونی چاہئے۔ چونکہ نماز میں اس قدر بندش ہے اس لئے نفس نماز سے بہت گھبراتا ہے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ اٹھارہ گھنٹے بڑی محنت سے کام کرتے ہیں لیکن دو رکعت نماز پڑھنے کے لئے ان کا نفس آمادہ نہیں ہوتا، ہاں اگر کسی کو نماز کا ذوق ہو جائے تو نفس اور قلب اور روح سب کو نماز میں مزہ آنے لگتا ہے۔ اس صورت میں صرف شیطان ہی رہ جاتا ہے جو نماز سے روکنے کی کوشش کرتا ہے اور نمازی کا دل بٹاتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ﴾

ترجمہ: ''یعنی نماز نفس پر بھاری ہے سوائے ان لوگوں کے جو نماز میں خشوع اختیار کرنے والے ہیں۔''

خشوع قلبی جھکاؤ کا نام ہے دل جھکے گا تو دوسرے اعضاء بھی جھکیں گے۔ پھر اللہ جل شانہٗ نے خشوع حاصل کرنے کا طریقہ بتایا ہے اور ارشاد فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾

ترجمہ: ''خشوع والے وہ ہیں جو یقین رکھتے ہیں کہ انہیں اپنے رب سے ملاقات کرنی ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔''

☆ فرمایا: جو آدمی اس کا یقین رکھتا ہے کہ مجھے مرنا ہے اور موت کے بعد پیشی ہونی ہے ، میری نماز بھی بارگارہِ صمدیت میں پیش ہوگی وہ اچھی نماز پڑھے گا اور اسے خشوع کی کیفیت حاصل ہوگی اور نفس کو خشوع کی نماز کے لئے آمادہ کرے گا۔

☆ فرمایا: تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مشہور شاگرد حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ اگر تو کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دے تو مجھے ضرور اجازت دینا، راوی کا بیان ہے کہ جب ان کو دفن کیا اور لحد کی اینٹیں لگا کر ہٹے تو ایک اینٹ گر گئی، کسی نے جھانک کر دیکھا تو نظر آیا کہ وہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔

☆ فرمایا: حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذکاوت کے بہت سے واقعات ہیں جو ان کے سیرت نگاروں نے لکھے ہیں ان میں سے ایک یہ واقعہ بھی ہے کہ ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ میں اپنی قیمتی چیز اپنے ہی گھر کسی جگہ دفن کر کے بھول گیا ہوں لہٰذا اس کے یاد آنے کی کوئی تدبیر بتائیں۔ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم جا کر نفل نماز پڑھنا شروع کرو اور جب تک یاد نہ آئے نماز پڑھتے رہو اس نے نماز پڑھنا شروع کر دی، تھوڑی دیر گزری تھی کہ اسے وہ جگہ یاد آ گئی جہاں اپنی چیز دفن کر چکا تھا، اس میں وہی نکتہ ہے کہ نماز نفس پر بھاری ہے ایک طرف تو نفس کی مصیبت آ گئی، دوسری طرف شیطان کو گوارا نہ ہوا کہ یہ شخص لمبی نماز پڑھے، اور نفس اور شیطان کا یوں بھی یارانہ ہے، دونوں نے مل کر زور لگایا جلدی سے اس شخص کو دفینہ کی یاد آ گئی اس نے وہیں نماز پوری کر کے سلام پھیر دیا اور حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی

خدمت میں حاضر ہو کر پورا ماجرا بیان کیا، حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''بندۂ خدا بطور شکرانہ پوری رات نماز پڑھتا رہتا تو کیسا اچھا تھا۔''

فرمایا: شیطان کو یہ گوارا نہیں ہے کہ کوئی شخص نماز پڑھے پھر اگر کوئی شخص اس کی کوشش کو فیل کر دیتا ہے اور نماز پڑھنے ہی لگتا ہے تو شیطان نماز خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ رکوع سجدہ پورا نہیں کرنے دیتا، طرح طرح کے وسوسے ادھر ادھر کے خیالات لاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب اذان ہوتی ہے تو شیطان زور زور سے ہوا خارج کرتا ہوا بھاگ جاتا ہے یہاں تک کہ مقامِ روحاء تک پہنچ جاتا ہے (یہ مقام بدر کے راستہ میں مدینہ منورہ سے ۳۶ میل پر پڑتا ہے) جب اذان ختم ہو جاتی ہے وہ واپس آ جاتا ہے پھر جب تکبیر ہوتی ہے تو پھر بھاگ جاتا ہے پھر جب نماز شروع ہوتی ہے تو واپس آ جاتا ہے اور پھر نمازی اور اس کے نماز کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور وہ باتیں یاد دلاتا ہے جو اس وقت نمازی کے خیال میں بھی نہیں ہوتیں یہاں تک کہ نمازی کو خیال نہیں رہتا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ (صحیح مسلم ص ۱۶۷، ص ۱۶۸)

☆ فرمایا: حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ (امیرِ تبلیغی جماعت) نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ مؤمن کی زندگی کے سب کام نماز کے نقشہ پر ہونے چاہئیں، نماز معیار ہے جس کی نماز ٹھیک ہو اس کے دوسرے کام بھی ٹھیک ہوتے ہیں اگر نماز کے اعمال اور آداب صحیح ادا نہ ہوں تو زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی بے ڈھنگا پن ظاہر ہو جاتا ہے اور ضروری کاموں میں بہت بڑا خلا ہو جاتا ہے۔ ایک بزرگ نے کسی کو سالن کا پیالہ دیا وہ کہیں پہنچانا تھا اس نے جو پیالہ اٹھایا تو کرتے کے دامن پر شوربہ گر گیا

ان بزرگ نے فرمایا تمہاری نماز کے کون سے عمل میں کوتاہی ہے جس کی وجہ سے یہ شور بہ گرنے کی نوبت آئی۔

احقر نے اس بارے میں غور کیا تو اندازہ ہوا کہ یہ واقعی بہت گہری بات ہے اور اس کی تفصیل میں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے، ایک حدیث میں ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے نمازِ عشاء پڑھاتے ہوئے قراءت لمبی کر دی۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں ان کی شکایت کر دی، چونکہ یہ قراءت عشاء کی مسنون قراءت سے زیادہ تھی اس لئے آنحضرت نے ان کو ڈانٹا، اور فرمایا کہ ''اے معاذ! کیا تم فتنہ میں ڈالنے والے ہو''۔ (تین بار ایسا ہی فرمایا) پھر فرمایا جب لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو ہلکی نماز پڑھاؤ کیونکہ نمازیوں میں مریض بوڑھے اور صاحب حاجت (یعنی کام کرنے والے) ہوتے ہیں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۷)

بعض روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ **اقتد باضعفھم** یعنی لوگوں میں جو سب سے زیادہ ضعیف ہو اس کی اقتدا کرو۔ (جمع الفوائد)

دیکھئے امام کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ مقتدی بنے اور نمازیوں میں جو سب سے زیادہ ضعیف ہو اس کی اقتدا کرے اقتداء کا مطلب یہ ہے کہ جو ان میں کمزور ترین ہو اس کی رعایت کی جائے اب اسی کو زندگی کے تمام شعبوں میں جاری کر کے دیکھو کسی کو کھانسی اٹھ رہی ہے یا کراہ رہا ہے بے چارہ آواز نکالنے پر مجبور ہے اس کی آواز کی وجہ سے تمام گھر والوں کو جاگنا پڑے گا یہ ضعیف کی اقتداء ہے ایک جماعت پیدل جا رہی ہے اور سب کو اس کے ساتھ چلنا اور مقصد کی جگہ ساتھ پہنچنا ہے ان میں کوئی جوان ہے کوئی بوڑھا ہے جو ضعیف ہے وہ درمیانہ رفتار سے بھی نہیں چل سکتا سب کو اس کی رعایت کرنی ہوگی۔ اگر رعایت کریں گے تو جماعت باقی رہے گی اور سب مقصد کی جگہ ساتھ پہنچ

جائیں گے۔

چھوٹا بچہ ناسمجھ ہے سمجھانے سے سمجھتا نہیں چپ کرانا چاہو تو اور ضد کرتا ہے اور سمجھ کے اعتبار سے ضعیف ماں باپ کو اور سب گھر والوں کو اس کی رعایت کرنی پڑتی ہے جب تک وہ چپ ہو کر نہ سو جائے گھر کے دوسرے افراد نہیں سو سکتے اگر غور کریں گے تو اس طرح کی اور بہت سی مثالیں انشاء اللہ سامنے آ جائیں گی۔

نماز کے بارے میں رسول اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب کھانا حاضر ہو تو نماز سے پہلے کھانا کھالو پھر نماز پڑھو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کھانا کھاتے رہتے تھے اور مسجد سے امام کی قراءت کی آواز آتی رہتی تھی۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۹۶)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ کسی سے سنا تھا:

لان اجعل طعامی کلہ صلوٰۃ خیر منہ ان اجعل صلوتی کلھا طعاما۔

ترجمہ: ''اگر میں اپنے کھانے کو نماز بنالوں یعنی کھانا کھاتا رہوں اور یہ سوچتا رہوں کہ اب نماز پڑھوں گا تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اپنی نماز کو کھانا بنالوں یعنی نماز پڑھتے ہوئے میں یہ سوچتا رہوں کہ نماز سے فارغ ہوں تو کھانا کھاؤں۔''

رسول اللہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ پیشاب پاخانہ کا تقاضہ ہوتے ہوئے نماز نہ پڑھو۔

اس میں بھی وہی بات ہے کہ جب ان دونوں سے جنگ ہوگی (ایک تقاضا کرے گا کہ میں آؤں اور نمازی کہے گا کہ ابھی تیرا موقعہ نہیں ہے) تو اس میں بھلا خشوع کہاں حاصل ہوگا؟ قربان جایئے صاحب رسالت کے، آپ نے اس مضمون کو **ولا وھو یدافعہ الاخبثان** (مشکوٰۃ المصابیح ص ۹۶) کہہ کر بیان

فرمایا، ذرا باب مفاعلہ کے مفہوم کو سامنے لائیں پھر حدیث کی معنویت کا پتہ چلے گا۔

''دعاء عبادت کا مغز ہے''

☆ فرمایا: دعا کا مطلب اللہ تعالیٰ سے مانگنا، درخواست کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان تعلق خالق ومخلوق مالک ومملوک، رازق ومرزوق اور سب سے بڑھ کر عابد ومعبود کا ہے۔ یہ مقامِ عبدیت ہی ہے کہ جو جتنا عبادت گزار ہوگا اسے اسی قدر اللہ عز وجل کا قرب حاصل ہوگا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ''مجھ سے دعا مانگا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔'' (المؤمن)

☆ فرمایا: حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے، ذکر میں وہ دعائیں بھی شامل ہیں جن کا موقعہ بموقعہ پڑھنا آپ سے مروی ہے ان کا اہتمام کرنے سے کثرتِ ذکر کی دولت نصیب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہوتا ہے، ان کے مضامین میں غورِ خوض کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں توحید کی بڑی اہم تعلیمات ہیں اور ان کے پڑھنے اور سمجھنے سے اللہ جل شانہ کی ربوبیت کا بار بار اقرار ہوتا ہے اور دل وزبان پر بار بار یہ بات آتی ہے کہ اللہ ہی نے پیدا فرمایا، اسی نے زندہ رکھا، اسی نے سلایا، اسی نے سونے سے جگایا، اسی نے کھلایا اور اسی نے پہنایا ، اسی کے حکم سے صبح شام ہوتی ہے، سفر اور حضر میں وہی محافظ ہے، دشمنوں کے شر سے وہی بچاتا ہے شیطان سے وہی محفوظ رکھتا ہے۔ ہر دکھ درد کا دور کرنے والا وہی ہے، بارش اسی کے حکم سے آتی ہے ہوائیں اسی کے حکم سے چلتی ہیں، ہر مجلس میں اور ہر موقع اور ہر مقام میں اسی کو یاد کرنا لازم ہے اور ہر نعمت حاصل ہونے اور ہر دکھ تکلیف

کے چلے جانے پر اسی کا شکر کرنا واجب ہے ہر خیر کا اسی سے سوال کریں اور ہر شر سے محفوظ ہونے کے لئے اسی کو پکاریں۔

☆ فرمایا: بظاہر انسان اپنی محنت سے کماتا ہے پھر پکا کر کھاتا ہے اور یہی بات زندگی کے دوسرے شعبوں سے متعلق ہے۔ مثلاً اپنی کمائی سے کپڑا خرید کر پہنتا ہے اور اپنے تعمیر کردہ مکان میں ٹھکانہ پکڑتا ہے اور ان دعاؤں میں بار بار یہ بتایا گیا ہے کہ باوجود کوشش اور محنت کے بندہ کے کرنے سے کچھ نہیں ہوتا، کھلانے کی نسبت اللہ ہی کی طرف ہے اور پہنانے کی نسبت بھی اسی کی طرف ہے پیٹ بھی وہی بھرتا ہے، پیاس بھی وہی بجھاتا ہے اور ہر طرح کا آرام وراحت وہی پہنچاتا ہے اگر اس کی مشیّت نہ ہوتی تو باوجود محنت اور مشقت اور کدوکاوش کے پیسہ نہیں ملتا اور تجارت میں نفع کے بجائے پورا سرمایہ ہی ڈوب جاتا ہے اگر پیسہ بھی مل جائے تو ضروری نہیں کہ اس کے ذریعے کھانے پینے اور دیگر ضروریات کی چیزیں میسر ہو جائیں اگر چیزیں میسر بھی آجائیں تو ضروری نہیں کہ ان کا استعمال کرنا بھی نصیب ہو جائے اور اگر استعمال کر بھی لیں تو یہ ضروری بھی نہیں کہ ان سے حاجت پوری ہو جائے۔ بہت سے لوگ کھاتے ہیں مگر ہضم نہیں ہوتا اور بہت سے لوگ کھاتے ہی چلے جاتے ہیں مگر پیٹ نہیں بھرتا اور بہت سے لوگ پیتے ہی چلے جاتے ہیں مگر پیاس نہیں بجھتی، وہ لوگ بھی ہیں جن کے پاس لاکھوں کا سرمایہ ہے لیکن کھانے سے عاجز ہیں کیونکہ معدہ کچھ قبول نہیں کرتا، بہترین مکانات ہیں ایئر کنڈیشنڈ ہیں، نرم نرم بستر ہیں اور راحت کا ہر سامان موجود ہے لیکن نیند نہیں آتی، نیند کا لانا اور پھر زندہ اٹھا دینا، کھلانا پلانا اور پیٹ بھرنا اور سیراب

کرنا اور معدہ میں پہنچا دینا اور اور پچا دینا اور خون بنا کر جسم میں رواں دواں کر دینا اور قوت دینا یہ سب اللہ ہی کی مشیت اور قوت سے ہوتا ہے اس لئے حضور اقدس ہر ہر موقعہ پر اللہ کی وحدانت اور مالکیت کا اقرار اور اپنی عاجزی اور ضعف کا اعتراف کرتے تھے اور اپنی امت کو بھی اس طرف متوجہ فرماتے تھے اور اس کی تعلیم دیتے تھے، چونکہ سب اللہ ہی کے بندے ہیں اور اس کی مخلوق ہیں اور جن اسباب سے بندے آرام وراحت پاتے ہیں وہ بھی خدا ہی کی مخلوق ہیں اس لئے انسان پر لازم ہے کہ ہر حرکت وسکون کو اللہ ہی کی طرف سے سمجھے اور ان کے ملنے پر اللہ کا شکر ادا کرے اور ہر وقت اور ہر موقع پر اللہ ہی کو یاد کرے اور بار بار اپنی غلامی، عاجزی اور بے بسی کا اقرار واعتراف کرے۔

☆ فرمایا: مسنون دعاؤں کو بڑے اہتمام سے پڑھنا چاہئے (مؤلف کی کتاب فضائلِ دعا اور مسنون دعائیں کا مطالعہ فرمائیں) کیونکہ ان کے پڑھنے میں اول تو آنحضرت سرورِ عالم کا اتباع ہے جو خداوند تعالیٰ شانہٗ تک پہنچنے کا واحد ذریعہ ہے۔ دوسرے چونکہ ان دعاؤں کے الفاظ اللہ جل شانہٗ نے اپنی نبی پاک کو الہام فرمائے ہیں اس لئے اپنے زبان میں شکر ادا کرنے یا عربی میں کسی دوسرے کی بنائی ہوئی دعا کے پڑھنے کے بجائے ان کا ورد رکھنا اور موقع بموقع پڑھنا بہت زیادہ اہم ہے۔

☆ فرمایا: مؤمن بندوں کو محبوب حقیقی کے ذکر میں مزا آتا ہے اور اس سے لذت محسوس ہوتی ہے اور جو لوگ دنیا کی محبت میں پھنسے ہوئے ہیں وہ فرض نماز تک سے جان

چراتے ہیں اور دس پانچ مرتبہ سبحان اللہ کہنے سے بھی گھبراتے ہیں ایسے لوگ ذاکرین کو دیوانہ اور بے وقوف کہتے ہیں اور شیطان کے بہکانے اور نفس کے ورغلانے سے کثرتِ ذکر کے عمدہ ترین مشغلہ میں لگنے والوں کو رہبانیت کا طعنہ دیتے ہیں، قرآن مجید میں کثرت ذکر کا حکم ہے اور حضور اقدس نے اس پر عمل کر کے دکھایا اور اپنی امت کو اس کی ترغیب دی اور زندگی بھر کے احوال اور اوقات کے مطابق دعائیں سکھائیں۔ اگر یہ رہبانیت ہوتی تو آپ کثرتِ ذکر میں خود کیوں لگتے اور اپنی امت کو اس میں کیوں لگاتے۔

☆ فرمایا: تقریباً پینتالیس سال پہلے جب احقر نے کتاب ''مسنون دعائیں'' لکھی تھی اس وقت ایک شخص کا غضب ناک خط آیا جس میں اس نے لکھا تھا کہ اس مشغولیت کے دور میں لوگوں کو اتنی دعائیں پڑھنے کی فرصت کہاں ہے؟ اس خط سے اندازہ ہوا اور کچھ سیاسی مزاج لوگوں کے قول وفعل اور رنگ ڈھنگ سے پتہ چلا کہ مسنون دعائیں پڑھنا اور اذکارِ ماثورہ میں لگنا گویا ان کے نزدیک کارخانوں کے تباہ کرنے اور سیاست میں رخنہ پیدا کرنے اور تجارتوں کے برباد ہونے کے مترادف ہے، جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے اگر ان کی زبان یا قلم سے ایسی باتیں نکلتیں تو محلِ تعجب نہ تھا، لیکن افسوس یہ ہے کہ جو لوگ مسلمان ہونے کے مدّعی ہیں وہ بھی ایسی باتیں کرتے ہیں اور لکھتے ہیں اور ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو اذکار و ادعیہ میں لگنے والوں کی مذمت کرتے ہیں اور ان کے خلاف زہر اگلتے ہیں فیا اسفیٰ عَلَیۡھِمۡ، بات اصل یہ ہے کہ اپنا مقصدِ تخلیق یاد نہیں ہے جسے اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ﴿وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ

وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ﴾ ترجمہ: (نہیں پیدا کیا میں نے جنات کو اور انسان کو مگر عبادت کے لئے) میں بیان فرمایا ہے ایسے لوگوں کو قرآن وحدیث کی تصریحات بھی معلوم نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا﴾ ترجمہ: (اے ایمان والو! تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح کرتے رہو) اور ارشاد نبوی لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ ترجمہ: (تیری زبان ہر وقت اللہ کی یاد میں تر رہے) (رواہ الترمذی عن عبداللہ بن بسر وحسنہ کمافی المشکوٰۃ ص ۱۹۸) اور اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ ترجمہ: (اللہ کے ذکر کی کثرت کرو یہاں تک کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہنے لگیں)۔ (رواہ احمد وابویعلی وابن حبان والحاکم وقال صحیح الاسناد کمافی الترغیب ج ۲ ص ۳۹۹) کو پڑھتے اور دل وجان سے مانتے تو ایسی باتیں ہرگز نہ کرتے۔ اگر اللہ کے نام میں مشغول ہونے سے فانی دنیا کا نقصان ہو جائے جو اللہ کے نزدیک بکری کے کان کٹے ہوئے مردہ بچہ سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ (کمافی المشکوٰۃ ص ۴۳۹ عن صحیح مسلم) تو یہ کوئی رنج کی بات نہیں ہے۔ بالفرض اگر اذکار وادعیہ میں لگنے سے فانی دنیا کا کچھ نقصان ہو بھی جائے تو اس عظیم فائدہ کو بھی تو دیکھنا چاہئے کہ اذکار وادعیہ میں لگنے سے زندگی نورانی بنتی ہے اور مال ومتاع میں بہت بڑی برکت ہوتی ہے اور قلبی سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ پھر یہ نقصان کا وسوسہ بھی تو غلط ہے کیونکہ بظاہر نقصان کا امکان اس وقت تھا جب کہ ہر وقت ادعیہ واذکار ہی میں لگے رہتے۔ (جیسا کہ ان

میں لگنے کا حق ہے) لیکن اگر مختلف اوقات کی مختلف دعائیں پڑھی جائیں تو ان میں مشاغل دنیویہ کو چھوڑنے کی بالکل ضرورت نہیں ہوتی اور ان کے لئے مستقل وقت نہیں نکالنا پڑتا، کام کاج میں لگے ہوئے چلتے پھرتے سب دعائیں ادا ہو جاتی ہیں بات اصل وہی ہے کہ جو لوگ مردار دنیا اور اہلِ دنیا سے محبت اور شفقت رکھتے ہیں، وہ اللہ کے نام کی لذت سے ناآشنا ہیں اور آخرت کی نعمتوں سے بے خبر ہیں۔

''زبان کے فوائد اور تباہ کاریوں'' سے متعلق ملفوظات

☆ فرمایا: درِحقیقت زبان کے اپنے ذاتی جو گناہ ہیں وہ بھی بہت سارے ہیں اور بڑے بڑے ہیں۔ جھوٹ بولنا، جھوٹی قسم کھانا، جھوٹے وعدے کرنا، چغلی کرنا، غیبت کرنا، گالی دینا، کسی مسلمان کو کافر کہنا، جھوٹی گواہی دینا، فسق اور کفر کی دعوت دینا، منافقانہ باتیں کرنا، تہمت لگانا وغیرہ وغیرہ یہ بذاتِ خود کبیرہ گناہ ہیں۔ لیکن دوسرے اعضاء سے جو گناہ عموماً صادر ہوتے ہیں ان کے صادر ہونے میں بھی زبان کی شرکت ہوتی ہے۔ چور ڈاکو مل کر آپس میں مشورے کرتے ہیں۔ رشوت کے لین دین میں بھی زبان استعمال ہوتی ہے۔ زنا کار مرد اور عورت کے درمیان بھی زبان سے مفاہمت ہوتی ہے۔ دھوکا فریب دینے میں بھی زبان کی شرکت ہوتی ہے۔ اس لئے دوسرے اعضاء اس کی خوشامد اور عاجزی کرتے ہیں کہ دیکھ تو ہماری سلامتی کو خطرہ میں مت ڈال دینا۔ دیکھو زبان گالی دیتی ہے اور بہت مرتبہ اس گالی کی وجہ سے جوتا سر پر پڑتا ہے اور زبان اپنی جگہ ۳۲ دانتوں کے قلعہ میں محفوظ رہتی ہے۔

☆ فرمایا: ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے کئی باتیں

دریافت کیں۔ اخیر میں عرض کیا پھر اس کے بعد کیا کروں آپ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا "کُفَّ عَلَیْكَ هٰذَا" (اسے قابو میں رکھو تاکہ یہ تمہیں ضرر نہ پہنچائے) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا وَ اِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَکَلَّمُ بِهٖ کیا ہمارا اس پر مواخذہ ہوگا جو ہم باتیں کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وَهَلْ یَکُبُّ النَّاسَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ (کہ لوگوں کو دوزخ میں مونہوں کے بل ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتیاں ہی تو ڈالیں گی)۔

(ذکرہ صاحب المشکوٰۃ فی کتاب الایمان)

بہت سے لوگوں کو زبان پر قابو نہیں ہوتا۔ فضول باتیں غیبتیں، چغلیاں جھوٹی باتوں، جھوٹی قسموں کا مشغلہ رکھتے ہیں۔ انہیں ذرا ڈر نہیں اور بالکل دھیان نہیں کہ ان باتوں کا کیا پھل ملے گا۔

☆ فرمایا: غیبت بہت بری بلا ہے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ﴾ "اور تم میں بعض، بعض کی غیبت نہ کریں کیا تم میں کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ اس کو تو تم مکروہ جانتے ہو۔"

معلوم ہوا کہ مؤمن بھائی کی غیبت کرنا اس کے مردہ ہونے کے بعد اس کا گوشت کھانے کے مترادف ہے، بعض لوگوں کو غیبت کا چسکا ہوتا ہے دوسرے کی غیبت کر کے مزہ لیتے ہیں، اس غیبت کا وبال بہت بڑا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی تو ہے ہی جو کبیرہ گناہ ہے۔ حقوق العباد کا مسئلہ ہے قیامت کے دن نیکیوں کے

ذریعے لوگوں کو مظالم کا بدلہ دینا ہوگا، مظالم میں بے آبرو کرنا بھی ہے۔ جو غیبت میں بہت زیادہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا (غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے) صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ غیبت زنا سے زیادہ سخت کیسے ہے؟ آپ نے فرمایا اس طرح سے کہ زنا کر کے بندہ توبہ کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے اور غیبت اس وقت تک معاف نہ ہوگی جب تک وہ شخص معاف نہ کر دے جس کی غیبت کی گئی ہو۔ (ذکرہ صاحب المشکوٰۃ فی باب حفظ اللسان)

☆ فرمایا: غیبت میں ایک پہلو تکبر کا بھی ہے کیونکہ غیبت کرنے والا اس برائی سے اپنے آپ کو بری کرتا ہے جو دوسرے کی برائی بیان کرتا ہے۔ جس کا یہ مطلب نکلتا ہے کہ وہ ایسا ہے میں ایسا نہیں ہوں یہ ''میں'' ہی تو تکبر ہے۔

کسی بزرگ سے سنا ہے کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غیبت کے زنا سے زیادہ شدید ہونے کا ایک نکتہ یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ زنا کا گناہ باہی اور غیبت کا گناہ جاہی ہے۔ یعنی اس میں غیبت کرنے والے کے دل میں تکبر مضمر ہوتا ہے۔

☆ فرمایا: ہمارے استاد حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور غیبت سے بہت زیادہ پرہیز کرتے تھے اگر مجلس میں کسی کا ذکر خیر بھی آجائے تو جلدی سے روک دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ تعریف ہوتے ہوتے غیبت شروع ہو جاتی ہے۔ ایک نے تعریف کی دوسرا شخص اسی مجلس میں ''لیکن'' لگا کر اس کی برائی شروع کر دیتا ہے۔

مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے تھے کہ لفظ غیبت میں اس کا لغوی معنی

ملحوظ نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ لفظ غیبت اگرچہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ پیٹھ پیچھے برائی کرے لیکن غیبت کا گناہ اس شخص کو بھی ہوگا جو سامنے کسی کی برائی کرے۔

حضرت الاستاد رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ بات فرمائی کہ کسی کے پیٹھ پیچھے برائی کرے یا سامنے دونوں گناہ میں برابر ہیں اس کی دلیل ایک حدیث مرفوع ہے، ایک مرتبہ رسول اللہ نے صحابہ سے فرمایا اَتَدْرُوْنَ مَاالْغِیْبَۃُ (تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟) صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ذِکْرُكَ اَخَاكَ بِمَا یَکْرَہُ (کہ تیرا اپنے بھائی کو اس طرح یاد کرنا جو اسے ناگوار ہو یہ غیبت ہے) اس سے معلوم ہوا کہ غیبت کا مدار ناگواری پر ہے پیچھے ہو یا سامنے، اس سے ان لوگوں کی غلطی معلوم ہوگئی جو غیبت کو جائز کرنے کے لئے یوں کہہ دیتے ہیں کہ میں اس کے منہ پر کہہ سکتا ہوں، منہ پر کہہ دینے سے غیبت کے گناہ سے نہیں بچ سکتے۔

☆ فرمایا: رسول اللہ نے غیبت کا جو مطلب اور مصداق بتایا اس سے معلوم ہوا کہ غیبت صرف زبان ہی سے نہیں ہوتی ہاتھ آنکھ اور زبان کے اشاروں سے بھی ہوتی ہے کیونکہ یہ بھی ذِکْرُكَ اَخَاكَ بِمَا یَکْرَہُ میں شامل ہے۔

اب آگے حدیث سنئے جب رسول اللہ نے غیبت کا تعارف فرماتے ہوئے ذِکْرُكَ اَخَاكَ بِمَا یَکْرَہُ فرمایا تو ایک صحابی نے عرض کیا اَرَئَیْتَ اِنْ کَانَ فِیْ اَخِیْ مَا اَقُوْلُ (ارشاد فرمایئے کہ اگر وہ خرابی جو میں بیان کررہا ہوں میرے بھائی میں موجود ہو تو کیا اس کا ذکر کرنا بھی غیبت ہے) آپ نے فرمایا اِنْ کَانَ فِیْہِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَہٗ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْہِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَھَتَّہٗ (مشکوٰۃ باب حفظ اللسان)

(اگر تیرے بھائی میں وہ عیب اور خرابی ہے جو تو بیان کر رہا ہے تب ہی تو غیبت ہوئی اور اگر تو نے وہ بات کہی جو اس میں نہیں تب تو اسے تو نے بہتان لگایا)۔

علما نے فرمایا کہ بہتان کے ساتھ غیبت بھی ہے کیوں کہ جب اپنے واقعی عیب کا تذکرہ ناگوار ہوتا ہے تو جو عیب موجود نہ ہو اس کے بیان کرنے میں کیوں ناگواری نہ ہوگی لہٰذا تہمت غیبت بھی بن جاتی ہے۔

☆ فرمایا: جو زبان کے گناہ ہیں ان سے زبان بھی گندی ہوتی ہے اور قلب کا بھی خون ہو جاتا ہے۔ گناہ تو گناہ ہے لایعنی کلام سے بھی دل متاثر ہوتا ہے اور دل میں قساوت وسختی آجاتی ہے رسول اللہ کا ارشاد ہے لَا تُكْثِرِ الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ فَاِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ قَسْوَةٌ لِّلْقَلْبِ (یعنی اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ نہ بولا کرو کیونکہ اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ بولنا دل کی قساوت یعنی سختی کا باعث ہے) مزید فرمایا وَاِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِيْ (اور لوگوں میں اللہ سے سب سے زیادہ دور وہ شخص ہے جس کا دل قاسی ہے)۔ یعنی جس دل میں قساوت وسختی ہے وہی اللہ سے سب سے زیادہ دور ہے۔

دل کی قساوت آخرت کی فکر سے دور رکھتی ہے نماز میں دل نہیں لگنے دیتی، ضعیف اور مسکینوں پر رحم کرنے نہیں دیتی اور حق بات قبول کرنے سے مانع ہو جاتی ہے۔

☆ فرمایا: ایک اور حدیث میں ارشاد ہے **کل کلام ابن ادم علیه لاله الّا امر بمعروف او نهی عن منکر او ذکر الله** (انسان کی ہر بات اس کے لئے ضرر کا باعث ہے نفع کی چیز نہیں الا یہ کہ امر بالمعروف ہو (یعنی بھلائی کا حکم دیا جائے) یا نہی

عن المنکر ہو یعنی برائی سے روکا جائے) یا اللہ کا ذکر ہو۔ (اللہ کے ذکر میں وہ سب اعمال آ گئے جو اللہ کی رضا کے لئے کئے جائیں) اس حدیث میں تین باتوں کے علاوہ باقی سب چیزوں کو باعثِ ضرر بتایا۔ ان میں جو گناہ ہیں ان کا باعثِ ضرر ہونا تو ظاہر ہی ہے لیکن جو باتیں گناہ نہیں ہیں یعنی فضول اور لایعنی باتیں انکا باعث ضرر ہونا اس اعتبار سے ہے کہ ان سے دل میں قساوت آتی ہے اور دوسرے اس وجہ سے کہ جتنی دیر میں لایعنی بات کی اتنی دیر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا تو فائدہ مند ہوتا۔ فائدہ مند بات سے محروم ہونا بھی تو ضرر ہے، دوکانداروں کا طریقہ ہے کہ سال بھر کی کمائی کا حساب لگاتے ہیں اگر نفع نہیں ہوا اور پونجی صحیح سالم رہی تو اسے بھی نقصان میں شمار کرتے ہیں اس لئے کہ وقت خرچ ہوا اور محنت رائیگاں گئی۔ آخرت کے معاملے میں بھی ایسے ہی سوچنا چاہئے جس بات سے نفع نہ ہوا اگر چہ گناہ بھی نہ ہوا اس جگہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تو کتنا بڑا ثواب ملتا۔ یہ ثواب سے محرومی بھی تو نقصان اور ضرر ہے۔

☆ فرمایا: زبان انسان کے اندر بہت اچھی چیز ہے اللہ کی عبادت، اللہ کا ذکر، اللہ کی کتاب کی تلاوت، خیر کی تعلیم و تلقین، نرم گفتاری یہ سب چیزیں زبان ہی سے صادر ہوتی ہیں لیکن اگر اسے شر میں استعمال کیا جائے تو دیگر تمام اعضاء سے بڑھ کر شر اور معصیت کا ذریعہ بن جاتی ہے اس لئے اکابر سلف نے فرمایا ہے **جِرمہ صغیر و جُرمہ کبیر** کہ اس کا جسم تو چھوٹا سا ہے لیکن جرم اس کا بڑا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب صبح ہوتی ہے تو دیگر اعضاء زبان کے سامنے عاجزی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو ہمارے بارے میں اللہ سے ڈر کیونکہ ہماری سلامتی تیرے ہی سبب سے ہے اگر تو

ٹھیک رہی تو ہم ٹھیک رہیں گے اور اگر تو کج راہی (ٹیڑھی راہ) پر چل پڑی تو ہمیں بھی ٹیڑھی راہ پر چلنا ہوگا۔ (رواہ الترمذی ابواب الزہد)

''اللہ تعالیٰ کی انمول نعمتیں اور احکام شرعیہ میں آسانیاں''

☆ فرمایا: اللہ جل شانہٗ نے محض اپنے فضل وکرم سے کائناتِ عالم کو وجود بخشا پھر ان کی ہدایت کے لئے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے، ایمان اور کفر کو واضح طور پر بیان فرمایا، ایمان کی جزا اور کفر کی سزا سے باخبر فرمایا۔ ایمان کا بدلہ جنت ہے جو دائمی انعام ہے نہ وہاں سے نکلیں گے نہ نکالے جائیں گے اور نہ وہاں سے نکلنا چاہیں گے ﴿لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا﴾ دیکھو! ایمان کتنی بڑی نعمت ہے دنیا میں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ بن کر رہے اور آخرت میں دائمی جنت پائے اتنی بڑی چیز کتنی سستی کر دی۔ اس میں کچھ خرچہ ہی نہیں اور نہ کچھ محنت اور کوشش، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے واسطے سے جو کچھ بھیجا ہے اس کو دل سے مان لینا اور تصدیق کرنا اور زبان سے اقرار کرنا یہی ایمان ہے چونکہ ایمان ایک قلبی چیز ہے جو دل میں پوشیدہ ہے اس لئے اس کا پتہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو نہیں چل سکتا۔ لہٰذا اس کو چرا بھی نہیں سکتا اور اس پر ڈاکہ بھی نہیں ڈال سکتا۔ اگر کوئی شخص تلوار لے کر کھڑا ہو جائے اور یوں کہے کہ کفر کا کلمہ کہہ ورنہ تجھے قتل کر دوں گا تو اس صورت میں کلمہ کفر کہنا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ دل میں ایمان اور تصدیق باقی رہے ﴿اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ﴾۔

جیسا کہ ابھی عرض کیا ایمان سب سے بڑی نعمت ہے اور اس کی جزاء بھی سب سے بڑی اور دائمی ہے اور یہ نعمت سستی بھی زیادہ ہے کہ اس سے زیادہ سستی کوئی چیز نہیں۔

مادی ضروریات میں بھی اللہ جل شانہٗ کی یہی عادت ہے کہ جو بہت زیادہ ضرورت کی چیز ہے وہ بہت زیادہ سستی ہے۔ دیکھو زندگی کے لئے سب سے زیادہ ہوا کی ضرورت ہے ہوا میں سانس لیتے ہیں۔ جس سے زندگی برقرار رہتی ہے ہوا کتنی سستی چیز ہے انمول ہے اور بے مول ہے اتنی زیادہ ہے کہ کوئی شخص اس سے بچنا چاہے تو بچ نہیں سکتا جس کی وجہ سے فلاسفہ کو دھوکہ لگ گیا اور وہ یہ دعویٰ کر بیٹھے کہ خلا محال ہے۔

☆ فرمایا: ہوا کے بعد پانی کی ضرورت ہے۔ وہ بھی بہت زیادہ سستا ہے۔ سمندروں، نہروں اور کنوؤں سے بے قیمت لے سکتے ہیں۔ اگر کہیں فروخت ہوتا ہے تو بھی بہت سستے داموں میں مل جاتا ہے جتنی اس کی ضرورت ہے اس سے ہزاروں درجہ کم قیمت میں میسر آ جاتا ہے۔ پانی کے بعد خوراک کی ضرورت ہے، دیکھو گیہوں، چاول اور دوسرا غلّہ کس قدر سستا ہے۔ اور جن چیزوں کی ضرورت کم پڑتی ہے یا درجہ ضرورت میں ہے ہی نہیں جیسے سونا، چاندی اور پلاٹینیم وغیرہ تو یہ چیزیں مہنگی ہیں۔

☆ فرمایا: ایمان کے بعد سب سے بڑا درجہ نماز کا ہے۔ حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ اسلام میں نماز کی وہ حیثیت ہے جو جسمِ انسانی میں سر کی حیثیت ہے۔

(الترغیب والترہیب للحافظ المنذری ج ا ص ۲۴۶)

نماز بھی عاقل بالغ پر فرض ہے اور یہ بھی سستی چیز ہے باوضو ہو کر پاک کپڑوں میں پاک جگہ قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو کر پڑھ لو جو کپڑے پہلے سے پہنے ہوئے ہیں انہی کا پاک ہونا کافی ہے نماز پڑھنے کے لئے علیٰحدہ کپڑوں کی ضرورت نہیں۔

پانی نہ ہو تو مٹی سے تیمّم ہو سکتا ہے جو ہر جگہ ملتی ہے۔ اتنی بڑی سعادت کی چیز جو اسلام کا ستون ہے بغیر کسی خرچہ کے ادا ہو جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴)

☆ فرمایا: اب زکوٰۃ کو لے لو، وہ ہر شخص پر فرض نہیں ...... ۵۹۵ گرام چاندی کا مالک ہو پھر اس مال پر چاند کے اعتبار سے ایک سال گزرا ہو۔ تب زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہوتی ہے اور فرض بھی کس قدر ہے کل مال کا چالیسواں حصہ دینا فرض ہوتا ہے۔ سو روپے میں سے ڈھائی روپے دینا کوئی زیادہ نہیں۔ زکوٰۃ مالی عبادت ہے اور اس کی ادائیگی میں کس قدر آسانی ہے۔

☆ فرمایا: اب روزہ کو دیکھو! روزہ میں تو کوئی خرچہ ہی نہیں، کوئی محنت بھی نہیں وہ تو ترکِ فعل اور ترک خرچ کا نام ہے۔ کتنی سستی عبادت ہے۔ اور یہ بھی ارکانِ اسلام میں سے ہے، ہے تو بے خرچ کی عبادت لیکن اللہ جل شانہٗ غیب سے اتنی برکتیں عطا فرماتے ہیں کہ روزے دار کو خوب کھانے کو ملتا ہے۔

اسلام کا پانچواں رکن حج ہے۔ یہ مالی عبادت بھی ہے اور جانی بھی ہے یعنی مال بھی خرچ ہوتا ہے اور سفر بھی کرنا پڑتا ہے اعمال بھی کرنے پڑتے ہیں۔ یہ بھی ہر شخص پر فرض نہیں جس کو اتنا مقدور ہو کہ مکہ معظّمہ تک اپنے خرچ سے جا آسکے اور پیچھے جن کے خرچے واجب ہیں ان کے لئے اخراجات چھوڑ سکے اس پر فرض ہے۔

☆ فرمایا: درِ حقیقت اسلام پر چلنا بہت آسان کام ہے اور لوگوں نے دنیاداری اور دکھاوے کے لئے جو لوازم اپنے ذمہ لگالئے ان کو پورا کرنا مصیبتوں کا باعث ہے۔ عام طور سے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ اجی مولوی صاحب دین سے دنیا بھاری ہے، یہ

بات تو ٹھیک ہے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ بھاری کی طرف سب دوڑتے ہیں اور ہلکے کام کرنا پسند نہیں کرتے جب کہ یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ بھاری دنیا فانی ہے جو عموماً گناہوں کے ذریعے حاصل ہوتی ہے اور گناہوں میں مبتلا کرتی ہے۔

☆ فرمایا: قرآن حکیم تو معجزہ ہے ہی احادیث شریفہ میں بھی اعجاز ہے سرورِ عالم اُمّی تھے آپ نے کسی سے کچھ پڑھا نہیں اب غور کیا جائے کہ جس نے کسی سے کچھ پڑھا لکھا نہ ہو اس نے پورے عالم کے انسانوں کو جو زندگی گزارنے کے آداب سکھائے اور اجتماعی اور انفرادی زندگی کے احکام بتا دیئے یہ کیسے اور کہاں سے معلوم ہوئے یہ تو کوئی پڑھا ہوا بھی نہیں بتا سکتا ظاہر ہے کہ یہ علم آپ کو اللہ تعالیٰ شانہٗ ہی نے عطا فرمایا۔ خاص کر آنحضرت کی ہر پیشین گوئی معجزہ ہے کیونکہ آنے والے حالات کی سچی خبریں خالق کائنات جلّ مجدہٗ کے بتائے بغیر کوئی نہیں جان سکتا۔

☆ فرمایا: فرائض کا اہتمام اور محرّمات اور منہیات سے اجتناب نہ ہو تو کوئی بزرگ نہیں، لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ قلب بھی جاری ہے تصوف کے اسباق بھی پورے ہو گئے ہیں بلکہ خلافت بھی مل گئی ہے لیکن بینک میں ملازم ہیں داڑھی کٹی ہوئی ہے رشتہ داروں سے تعلقات خراب ہیں، نمازوں میں کوتاہی ہے گذشتہ کی قضاء نمازیں ان کے ذمہ ہیں ان سب کی طرف کوئی دھیان نہیں ایسے لوگ بھی دیکھے گئے ہیں کہ مرید ہیں لیکن ان کو نماز صحیح یاد نہیں، ہمارے حضرت شیخ قدّس سرّہٗ مرید فرمانے کے بعد نماز بھی سنوارتے تھے۔

نفس پر قابو پانے اور اعمال صالحہ کرنے سے متعلق ملفوظات

☆ فرمایا: صرف آرزو اور دعا سے کام نہیں چلتا عمل بھی کرے دعا بھی کرے اور امید بھی رکھے اور ڈرتا بھی رہے، سورۃ الانبیاء میں متعدد انبیاء کرام علیہم السلام کا تذکرہ فرما کر ارشاد فرمایا ہے: ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا وَّكَانُوْا لَنَا خَاشِعِيْنَ﴾

''یہ سب نیک کاموں میں جلدی سے آگے بڑھتے اور امید و بیم کے ساتھ ہماری عبادت کرتے تھے، اور ہمارے سامنے خشوع کرتے تھے۔''

اور سورۂ سجدہ میں فرمایا:

﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ ''ان کے پہلو خوابگاہوں سے علیٰحدہ ہوتے ہیں یعنی نماز کے لئے نیند چھوڑ کر اٹھ جاتے ہیں اس طور پر کہ وہ اپنے رب کو امید اور خوف سے پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرتے ہیں''

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ اعمالِ صالحہ میں بھی لگے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرے امید بھی رکھے ڈرتا بھی رہے یہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور عبادِ صالحین کا طریقہ ہے عمل نہ کرنا اور خالی امید رکھنا یہ ایمانی تقاضوں کے خلاف ہے۔

رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَ عَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَ تَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ۔

''ہوشیار وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو کرے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور بے

وقوف وہ ہے جو نفس کو اس کی خواہش کے پیچھے چلاتا رہے اور اللہ سے امید لگائے رکھے۔'' (مشکوۃ المصابیح ص ۴۵۱)

رسول اللہ نے جو مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ فرمایا ہے اس کی تشریح کرتے ہوئے شراح حدیث لکھتے ہیں۔ای حاسب نفسه وقهرها وغلبها واستعلاها مطلب یہ ہے کہ نفس کا حساب لیتا رہے اس کی نگرانی کرتا رہے اس کو گناہوں سے بچائے ، اس سے فرائض و واجبات کی پابندی کرائے ، اعمالِ صالحہ پر لگائے رکھے ، نفس پر قابو نہ پایا تو وہ ڈنک ماردے گا، خود بھی تباہ ہوگا نفس والے کو بھی تباہ کرے گا۔

فرمایا: آج کل سستی ہی سستی ہو رہی ہے لیکن دینی امور میں سستی کی جاتی ہے، عام طور سے لوگ دنیا کے سرکاری کام بڑی چستی اور بشاشت اور نشاط کے ساتھ انجام دیتے ہیں، نمازیں تو قضا ہو جاتی ہیں لیکن نوکری کی ڈیوٹی سے بغیر کسی خاص معذوری اور مجبوری کے غیر حاضر نہیں ہوتے۔ٹھیک وقت پر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں جس کی اصل وجہ یہ ہے کہ طالبِ دنیا ہیں اور آخرت سے غافل ہیں۔ اگر آخرت کی کامیابی کو مطلوب بنالیں تو آخرت میں کام آنے والوں کے لئے بھی چستی اختیار کریں اور پوری بشاشت کے ساتھ عمل کریں، رسول اللہ نے جو دعائیں بتائی ہیں ان میں یہ دعا بھی ہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسْلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ .

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ لیتا ہوں غم سے اور رنج سے اور عاجز ہونے سے اور سستی سے اور بزدلی سے اور کنجوسی سے اور قرض کی مصیبت سے اور لوگوں کے دبدبہ سے۔''
(مشکوۃ المصابیح ۲۱۶ از بخاری و مسلم)

☆ فرمایا: سُستی آخرت کے حرمان اور نقصان کا سبب ہے اسی کو بعض حضرات نے فرمایا ہے ع

فندامة العقبى لمن يتكاسل

☆ فرمایا: نفس آرام طلب ہے تکلیف اٹھانے کو تیار نہیں مزے اور لذتیں ڈھونڈتا ہے اس کو سمجھا بجھا کر ترکیب کے ساتھ لے کر چلنا چاہئے صاحبِ قصیدۂ بردہ نے کیا اچھی مثال دی ہے ۔

والنفس كالطفل ان تهمله شب على

حب الرضاع وان تفطمه ينفطم

ترجمہ: ''اور نفس تو دودھ پیتے بچے کی طرح سے ہے اگر تم اسے ڈھیل دے دو گے تو دودھ پیتا ہی رہے گا اور دودھ چھڑا دو گے تو چھوڑ دے گا۔''

ایک بزرگ تھے ان کے نفس نے حلوہ کھانے کی خواہش کی انہوں نے حلوہ پکا کر سامنے رکھ لیا اور نفلیں پڑھنا شروع کر دیں ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے اور نفس کو لالچ دلاتے کہ دو رکعت اور پڑھ لے تو حلوہ مل جائے گا بہت ساری نماز پڑھ کر نفس کو حلوہ کھلایا۔

☆ فرمایا: پرانے صوفیاء تو نفس سے مجاہدہ کراتے تھے لیکن حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ نفس کو کھلاؤ پلاؤ اور اس سے کام بھی لو یہ مصرع بھی پڑھا کرتے تھے ۔

ع کہ مزدور خوش دل کند کار بیش

خواجہ عزیز الحسن غوری مجذوب کا شعر بھی سن لو۔

نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ اور پیر ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی تو دبا لے کبھی وہ دبا لے

فرمایا: نفس پر کبھی اطمینان نہ کیا جائے حضرت یوسف علیہ السلام نے کیا ہی اچھا فرمایا، قرآن مجید میں ان کا قول نقل فرمایا:

﴿وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّی﴾

ترجمہ: ''اور میں اپنے نفس کو بری نہیں بتلاتا نفس تو بری ہی بات بتلاتا ہے سوائے اس کے جس پر میرا رب رحم کرے۔''

حدیث شریف میں اس سے پناہ مانگی ہے:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَغْرَمِ وَالْمَاثَمِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ﴾

''اے اللہ میں آپ کی پناہ لیتا ہوں عاجز ہونے اور سستی سے اور آپ کی پناہ لیتا ہوں تاوان پڑنے سے اور گناہ سے اور آپ کی پناہ مانگتا ہوں قرضہ کے غلبہ سے اور لوگوں کے غالب ہونے سے''۔

☆ فرمایا: خوف اور رجاء دونوں کی ضرورت ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو جاؤ۔''

اور فرمایا ﴿اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾

ترجمہ: ”بے شک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔“

مؤمن بندوں کا کام ہے کہ اعمال صالحہ انجام دیتے رہیں اور ڈرتے بھی رہیں کہ قبول ہوتا ہے یا نہیں؟ سورۂ الم سجدہ میں ان لوگوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿يَدْعُوْنَ ربھم خوفا و طمعا﴾ کہ یہ اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے ہوئے اور قبولیت کا لالچ رکھتے ہوئے۔ اور فرمایا ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ﴾

ترجمہ: ”یہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔“

اعمال صالحہ کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ شانہٗ سے ثواب کی امید باندھے رہے اور اعمال کی کمی اور کوتاہی کی بخشش کے لئے بھی امیدوار بنے اور گناہوں سے بچے۔

خوف وخشیت کی ضرورت اس لئے ہے کہ گناہوں پر دلیر نہ ہوجائے اللہ جل شانہٗ اجل اعظم واکبر ہے اس سے یوں بھی ڈرنا چاہئے لیکن جب گناہوں کی عقوبت اور سزائیں بھی مقرر فرمادی ہیں اور وعیدیں بھی سنادی ہیں تو خوف وخشیت اور زیادہ ہونا چاہئے۔

☆ فرمایا: لیکن خوف اور رجاء دونوں میں اعتدال کی ضرورت ہے نہ تو ایسی رجا ہو کہ گناہ پر گناہ کرتا چلا جائے اور بے باک ہوکر گناہ کرے اور مغفرت کی امید پر جیتا رہے اور نہ ہی ایسا خوف ہو کہ امید ہی نہ رہے اور ایسا زیادہ خوف بھی نہ ہو جو حواسِ ظاہرہ وباطنہ کو ختم کردے اسی لئے حدیث شریف میں ایک دعا کے الفاظ اس طرح وارد ہوئے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ مَعَاصِيْكَ

''اے اللہ ہمارے نصیب میں اپنا خوف تقسیم فرما جو ہمارے اور آپ کی نافرمانیوں کے درمیان آڑ بن جائے۔''

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مَخَافَةً تَحْجُزُنِیْ عَنْ مَعَاصِيْكَ ۔

''اے اللہ میں آپ سے ایسا خوف مانگتا ہوں جو مجھے تیری نافرمانیوں سے روک دے۔''

قرآن مجید میں تقویٰ کا بار بار حکم دیا ہے بعض آیات میں دو مرتبہ فرمایا ہے سورۂ حشر میں ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

اس آیت میں دو مرتبہ تقویٰ کا حکم فرمایا ہے اور دو بار تقویٰ حاصل کرنے کا حکم دیا ہے، اول تو یہ فرمایا کہ **وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ** (اور ہر جان غور کرے کہ اس نے کل کے لئے کیا بھیجا ہے) پھر فرمایا **﴿اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾** (بے شک اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے) ان دونوں باتوں کا مراقبہ کریں یعنی روز قیامت کے لئے بھیجا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ہر عمل سے باخبر ہے تو صفت تقویٰ آسانی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ تقویٰ کا حاصل یہ ہے کہ ہر چھوٹے بڑے گناہوں سے بچے اور جس کا تقویٰ زیادہ بڑھ جاتا ہے وہ خلاف اولیٰ کاموں سے بھی بچتا ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ تقویٰ تو بڑے لوگوں کا کام ہے حالانکہ جو شخص بھی اللہ کے خوف سے چھوٹے بڑے کسی گناہ سے بچتا ہے وہ اپنے درجہ میں متقی ہے پھر یہ بات کہ تقویٰ بڑے آدمیوں کا کام ہے اس کا مطلب یہ نکالنا کہ ہم متقی نہیں ہو سکتے یہ

غلط ہے جن کو بڑا سمجھا جاتا ہے وہ بھی تو انسان ہیں انہوں نے اپنے نفسوں کو گناہوں کے چھوڑنے پر آمادہ کرلیا ہر شخص اس کو کرسکتا ہے، دین کے معاملہ میں کم ہمتی کیوں دکھاتے ہیں کیوں بڑے نہیں بنتے۔ دین میں بڑے بنو تقویٰ اختیار کرو حرام صریح سے بھی بچو، مشتبہات سے بھی بچو، خلاف تقویٰ راہ اختیار کرنے میں تھوڑا سا نفس کا مزہ ہے جو اسی دنیا تک محدود ہے آخرت کی نعمتوں اور لذتوں پر یقین کرو اور نفس کو بھی یقین دلاؤ دیکھو کیسا راضی ہوتا ہے۔

سارے گناہ چھوڑنے کی ہمت نہ ہو تو جو گناہ چھوڑ سکتا ہے اسے چھوڑ دے پھر ہمت کر کے تھوڑے تھوڑے کر کے سب کو چھوڑ دے لازم تو یہ ہے کہ ہر گناہ کو ایک دم چھوڑ دے لیکن اگر نفس سے مغلوب ہے (جو مؤمن کی شان نہیں) تو جہاں تک ممکن ہو کم سے کم گناہ کرے کیا بات ہے آخرت کے معاملے میں کمزور ہیں اور بے ہوش ہیں گناہ چھوڑنے کی ہمت نہیں کرتے اور دنیا کے بارے میں یہ سوچتے ہیں کہ کم سے کم تکلیف ہو اور کم سے کم نقصان ہو در حقیقت یقین کی کمی آخرت سے غافل کر دیتی ہے۔

☆ فرمایا: بعض لوگوں کو کٹ حجتی کی عادت ہے جب ان سے کہا جاتا ہے کہ شریعت پر چلو تو کہہ دیتے ہیں اور کون شریعت پر چل رہا ہے۔ یہ جاہلانہ جواب ہے۔ ہر شخص الگ الگ ذاتی طور پر شریعت پر چلنے کا مامور ہے اگر دوسرے لوگ شریعت پر نہیں چلتے تو اس کی وجہ سے یہ جائز نہیں ہو جاتا کہ ہم بھی نہ چلیں ہر ایک اپنے اپنے عمل کا ذمہ دار ہے اور ہر ایک کی جزاء وسزا اس کے اپنے ذاتی عمل سے متعلق ہے قیامت کے دن جب دوسرے لوگ پکڑے جائیں گے تو کیا یہ لوگ چھوٹ جائیں گے جو دوسروں کی

بے عملی اور بے راہی سے دلیل دلاتے ہیں۔ سورۂ زخرف میں فرمایا:

﴿وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ﴾

ترجمہ: ''اور جب کہ تم کفر کر چکے تھے تو آج یہ بات تمہارے کام نہ آئے گی کہ تم سب عذاب میں شریک ہو۔''

بات یہ ہے کہ ایسی باتیں کرنیوالوں کو آخرت کا مواخذہ اور عذاب کا یقین نہیں ہے ورنہ ایسی باتیں نہ کرتے کسی مجرم کے ساتھ دنیا کی جیلوں میں تو ساتھ جانے کو تیار نہیں اور دوزخ کا عذاب بھگتنے کے لئے تیار ہیں کہ فلاں دوزخ میں جا رہا ہے تو ہم بھی چلے جائیں۔

جسے دوزخ کی آگ کی گرمی کا پتہ ہو وہ بھلا آگ میں جلنے کے لئے اس وجہ سے راضی ہوسکتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی جل رہے ہیں؟

☆ فرمایا: اگر کوئی شخص اپنے دل سے یہ مان لے کہ میرا دین اسلام ہے تو اس پر لازم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سارے قوانین کو دل و جان سے قبول کرے اور احکام شرعیہ پر پوری طرح عمل پیرا ہو۔ یہ احکام قرآن مجید نے بھی بیان فرمائے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے بھی بتائے ہیں اور واضح فرمائے ہیں۔ آپ ﷺ کا فرمایا ہوا اللہ تعالیٰ کا ہی فرمان ہے کیونکہ قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ ''جو شخص فرمانبرداری کرے رسول کی تو اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی''۔

سورۂ بقرہ میں فرمایا ہے: ﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾

''اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

☆ فرمایا: بہت سے لوگ ایسے ہیں جو مسلمان ہونے کے دعوے دار ہیں لیکن اسلام کے فرائض تک پر عمل نہیں کرتے اور کچھ لوگوں کو دینداری کا خیال تو ہے لیکن ان کی دینداری نماز تک یا ایک دو اعمال تک محدود ہے اگر توجہ دلائی جائے کہ حرام ملازمت چھوڑ دو تو تیار نہیں اگر یوں کہا جائے کہ سود کا لین دین نہ کرو تو آمادہ نہیں اگر یوں کہوں کہ حرام چیزیں فروخت نہ کرو تو کہتے ہیں کہ یہ روزی کا معاملہ ہے اس کو کیسے چھوڑ دیں؟ ان کی جاہلانہ بات کا مطلب یہ ہے کہ روزی کمانے میں گویا آزاد ہیں۔ (العیاذ باللہ)۔

☆ فرمایا: لوگوں کا یہ حال ہے کہ فرائض و واجبات تک کا علم حاصل نہیں کرتے خود بھی جاہل ہیں اور اولاد کو بھی جاہل رکھتے ہیں نماز تک نہیں سیکھتے نہ اولاد کو سکھاتے ہیں اگر یاد ہے تو غلط سلط یاد ہے۔ بچوں کو انگریزی پڑھاتے ہیں انگریزی فیشن سکھاتے ہیں ڈاڑھی منڈی ہوئی اور پتلون بھی پہنی ہوئی دیکھنا چاہتے ہیں ان کے گلوں میں اپنے ہاتھ سے ٹائی باندھتے ہیں (جو نصاریٰ کا شعار ہے) اور جو لوگ قرآن و حدیث پڑھتے ہیں ان پر پھبتیاں کستے ہیں۔ اسلام کا دعویٰ بھی ہے اور حالت یہ ہے، حج کو آتے ہیں کلمہ سنا جاتا ہے تو وہ بھی یاد نہیں ہوتا اصل بات یہ ہے کہ اسلام کو اس کی ذمہ داریوں کے ساتھ قبول نہیں کیا، عموماً نسلی مسلمان ہیں اگر اصلی مسلمان ہوتے تو علم سے بھی آراستہ ہوتے اور عمل سے بھی اور اولاد کو بھی علومِ دینیہ سکھاتے اور فرائض و واجبات کی تعلیم دیتے۔

دیکھا جاتا ہے کہ جب مر جاتے ہیں تو بیٹے نماز جنازہ پڑھاتے تو کیا (جب کہ ولی کا حق اوروں سے مقدم ہے) جنازہ پڑھتے تک نہیں اور پڑھیں کہاں سے مرنے والے باپ نے انہیں نماز جنازہ سکھائی کب تھی قصور تو مرنے والے ہی کا ہے اسی

سلسلہ میں ایک شعر بھی ملاحظہ فرمائیں۔

نماز جنازہ پڑھائی غیروں نے ان کی
بیٹے رہے کھڑے پتلون ہلاتے ہوئے

☆☆☆

''یقین اعمال پر ابھارنے کا ذریعہ ہے''

☆ فرمایا: عمل پر ابھارنے کا سب سے بڑا ذریعہ آخرت کا یقین ہے۔ آخرت کا پورا پکا یقین نہ ہونے کی وجہ سے فرائض بھی ترک ہوتے ہیں، واجبات بھی چھوٹتے ہیں، سنتوں پر بھی عمل نہیں ہوتا، اور چھوٹے بڑے گناہوں کا ارتکاب ہوتا رہتا ہے، اگر اعمال صالحہ پر آخرت میں بڑی بڑی نعمتیں ملنے اور گناہ کرنے پر قبر اور حشر اور دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہونیکا یقین ہو تو نفس کو اعمال صالحہ ادا کرنے اور گناہوں سے روکنے پر آمادہ کرنا آسان ہو جاتا ہے، اگر کسی شخص کو قبر کے عذاب کا اور دوزخ کی آگ کا یقین ہو تو کیسے فرض نماز چھوڑ سکتا ہے؟ نفس کو بار بار سمجھایا جائے اور آخرت کے عذاب کا یقین دلایا جائے تو ان شاء اللہ وہ راہ پر آ ہی جائے گا یہ عذاب والی بات اس لئے کہی کہ انسان کے مزاج میں دفع مضرت جلب منفعت سے مقدم ہے ورنہ اعمال صالحہ پر جو آخرت میں ملنے والی نعمتوں کے سچے وعدے ہیں اعمال صالحہ فرائض واجبات اور نوافل ادا کرانے کے لئے ان کا یقین بھی کافی ہے اگر یقین والوں میں اٹھا بیٹھا کریں تو ان کی صحبتوں سے یقین پختہ ہوگا اور یقین میں ترقی آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

☆ فرمایا:

لوگوں میں ایمان و یقین کے تقاضوں پر عمل کرنا باقی نہیں رہا تجارتوں میں آزاد ہیں غیر شرعی تجارتیں کرتے ہیں حرام مال خریدتے ہیں اور حرام مال بیچتے ہیں سود لیتے اور دیتے ہیں، رشوت کا لین دین چالو ہے، حقوق العباد کی ادائیگی کا دھیان نہیں، ڈاڑھیاں منڈھی ہوئی ہیں، ننگے پہناوے ہیں، کسی ہوئی پتلونیں ہیں، عورتیں بے پردہ بازاروں اور پارکوں میں گھوم رہی ہیں، بہت زیادہ مال کمانے کی طرف توجہ ہے اپنا وطن (جہاں کچھ دینی فضا ہے اور جہاں چاہیں تو اسلام پر رہ سکتے ہیں) چھوڑ کر مال کمانے کے جذبات آسٹریلیا، امریکہ و یورپ کے شہروں میں کشاں کشاں لئے جا رہے ہیں جہاں حرام کھاتے بھی ہیں اور حرام بیچتے بھی ہیں اور اپنی اولاد کو دین سے بالکل بیگانہ کر دیتے ہیں، وہاں کے ماحول میں بہت سے بہت انسان اپنی نماز پڑھ سکتا ہے، جماعت سے نمازوں کے مواقع کم ہیں، مسجدیں بیس، تیس میل دور ہیں جمعہ کی نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملتا، لیکن پرانے دینداروں کی اولادیں وہاں جا جا کر اپنا دین تباہ کر رہی ہیں اور اپنی اولاد کو بد دینی کی آغوش میں پہنچا رہی ہیں۔

☆ فرمایا:

جسے مرنے کے بعد کے حالات کا اور امورِ آخرت کا پختہ یقین ہو (جن کی قرآن و حدیث میں خبر دی گئی ہے) تو وہ معاصی سے ضرور بچے گا اور اپنے جسم اور جان کو گناہ کے کاموں سے ضرور محفوظ رکھے گا اور فرائض و واجبات کا ضرور اہتمام کرے گا، دیکھو دنیا میں اگر کسی کو یقین ہو جائے کہ فلاں سوراخ میں سانپ ہے یا بچھو

ہے تو کبھی بھی اس میں اپنی انگلی نہیں ڈال سکتا اسی طرح کسی سے کہیں کہ تجھے ہزار روپیہ دیں گے اپنی انگلی کو جلتی ہوئی آگ میں رکھ دے تو کبھی بھی اس بات کو منظور نہیں کر سکتا اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اسے سانپ اور بچھو کے ڈسنے کی تکلیف اور آگ کے جلانے کی مصیبت معلوم ہے۔ یہ دنیا کی آگ ہے اور دوزخ کی آگ حسب فرمان نبی اکرم دنیا کی اس آگ سے انہتر (۶۹) درجہ زیادہ گرم ہے۔ **فضلت علیهن بتسعة و ستين جزء اکلهن مثل حرها**۔ (مشکوٰۃ ص۵۰۲ عن البخاری)

اگر یہ یقین ہے کہ گناہوں کی وجہ سے آخرت میں عذاب ہے تو پھر گناہوں پر جرأت کیوں ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ یقین ہی نہیں ہے یا کہنے کے لئے یونہی جھوٹا سا یقین ہے۔ یقین وہ ہے جو سوتے کو جگا دے، لیٹے کو اٹھا دے، قلب کو گرما دے، اور دل کو تڑپا دے، دیکھو دنیا میں لوگ نوکریاں کرتے ہیں ڈیوٹی پر جانے کے لئے دو گھنٹے پہلے اٹھتے ہیں۔ نہ سردی مانع ہوتی ہے نہ گرمی سے رکاوٹ، نہ بارش کا خیال۔ گھڑی لگا کر سوئے وقت سے پہلے اٹھے ناشتہ کیا بس پکڑی دس پندرہ میل کا کھڑے ہو کر کھچا کھچ بھیڑ میں سفر کیا اس کے بعد ڈیوٹی پر پہنچے، یہی شخص جو پیسہ کمانے کے لئے نیند کو چھوڑتا ہے اور اتنی تکلیف برداشت کرتا ہے جب چھٹی کا دن ہوتا ہے فجر کی نماز کے لئے نہیں جاگتا، حقیر ٹکوں نے جگا دیا اور نماز نے نہیں جگایا حالانکہ ایک نماز کی حیثیت اور قیمت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿**من فاتته صلوٰة فكانما و تر اهله و ماله**﴾ (الترغیب والترہیب)

''جس کی ایک نماز فوت ہوگئی گویا کہ اس کے اہل اولاد اور اموال سب برباد ہوگئے۔''

ایک اور حدیث میں فرمایا ہے:

﴿رکعتا الفجر خیر من الدنیا ومافیھا﴾ (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۰۲)

''فجر کی دو رکعتیں دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سب سے بہتر ہیں۔''

علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے فجر کی دو سنتیں مراد ہیں۔ جب سنتوں کا یہ مرتبہ ہے تو فرضوں کا کیا مقام ہوگا۔

☆ فرمایا:

ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کا تھوڑا سا نقصان ہو جائے ایک روپیہ گم ہو جائے ناسمجھ بچہ ایک روپیہ کا نوٹ پھاڑ دے، دو دن کی تنخواہ کٹ جائے تو بڑا املال ہوتا ہے لیکن دینی نقصان ہو جائے تو کوئی ملال نہیں ہوتا جماعت تو بہت دور کی بات ہے فرض نماز بالکل ہی وقت سے ٹال دی جاتی ہے دوکانداری کے چکروں میں یا بیاہ شادی کے جھمیلوں میں، ریاکاری کے دھندوں میں قصداً فوت کر دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا منادی پکارتا ہے اذان دیتا ہے **حی علی الصلوۃ** کی نداء سنتے ہیں مگر ٹس سے مس نہیں ہوتے اور کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں مسلمان تو اسے کہتے ہیں جسے آخرت کا یقین ہو اگر آخرت کا یقین ہے تو یہ فرائض و واجبات کیوں چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔

حدیث مبارک

ہمارے اور ان (کافروں) کے درمیان حد فاصل نماز ہے پس جس نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا۔ (رواہ الترمذی فی باب ماجاء فی ترک الصلاۃ)

حلال کمانے کا حکم اور حرام کی تفصیلات سے متعلق ملفوظات

☆ فرمایا: جو بھی مال کمائیں حلال طریقوں سے ہو۔ رشوت غصب سود چوری لاٹری، جوا، خیانت، جھوٹ، فریب کے ذریعے نہ کمائیں ورنہ یہ مال وبال بن جائے گا۔ بہت سے لوگ کماتے تو حلال ہیں لیکن معاصی اور گناہوں میں خرچ کر دیتے ہیں، بیوی بچوں کی فرمائشیں پوری کرنے میں تصویریں اور گڑیاں خرید کر دینے میں، ننگے پہناووں میں مال خرچ کر دیتے ہیں۔ بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ حرام مال کمانے کی ضرورت پیش آتی ہی اس لئے ہے کہ بیوی بچوں کی فرمائشیں پوری کریں جن میں معاصی بھی ہوتے ہیں اور اسراف وتبذیر (فضول خرچی) بھی۔ بیاہ شادی میں دکھلاوے کے لباس اور زیور حلال کمائی سے حاصل نہیں ہوتے تو حرام کی طرف بڑھتے ہیں۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے فرمایا ”**الحلال لا یعمل السرف**“ (حلال میں عموماً فضول خرچی کی گنجائش نہیں ہوتی)۔

☆ فرمایا: آج کل اول تو لوگ میراث تقسیم کرتے ہی نہیں جس کے قبضہ میں جو کچھ ہوتا ہے اس پر قبضہ جمائے بیٹھا رہتا ہے، اور اگر حصہ دینے بھی لگتے ہیں تو مرنے والے کی بیوی اور لڑکیوں کو حصہ نہیں دیتے، خاص کر جہاں دو بیویوں کی اولاد ہو ان میں جس بیوی کی اولاد کا قبضہ ہو گیا وہی سارا مال دبا لیتے ہیں، شرعی طور پر حق دینے کا ذرا بھی خیال نہیں کیا جاتا۔ وارثین میں یتیم بچے بھی ہوتے ہیں ان کا مال بھی کھا جاتے ہیں اور میراث کا جو شرعی نظام ہے اس پر عمل کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے، نماز پڑھنے کی حد تک تو مسلمان ہیں۔ تلاوت ذکر واذکار بھی خوب کرتے ہیں، لیکن میراث جاری

کرنا جو شریعت کا ایک لازمی حکم ہے اس کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

ہندوستان میں جب کہ انگریزوں کا تسلط تھا اور ان ہی کا قانون رائج تھا اس زمانہ میں ایک مسلمان انگریز مجسٹریٹ کے یہاں اپنے باپ کی وراثت تقسیم کرانے کے لئے گیا اور اس سے کہا کہ آپ انگریزی قانون کے مطابق تقسیم کر دیں مجسٹریٹ نے کہا چونکہ میں سرکاری ملازم ہوں اس لئے میں اسی طرح تقسیم کر دوں گا جیسے آپ کہہ رہے ہیں لیکن میرا سوال یہ ہے کہ آپ مسلمان ہوتے ہوئے قرآن کے مطابق کیوں تقسیم نہیں کراتے؟ قرآن میں تو آدھی سطر سے بھی کم میں لڑکوں اور لڑکیوں کا حصہ بیان فرما دیا ہے آپ قرآن کے لفظ للذکر کو تو ماننے کے لئے تیار ہیں اور مثل حظ الانثیین ماننے کو تیار نہیں یہ قرآن ماننے کا کون سا طریقہ ہے؟ مسلمان صاحب اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

☆ فرمایا: کچھ حرام کی تفصیلات بھی ذہن نشین کر لی جائیں۔

۱۔ مردار کی اور شراب اور سور کے تمام اجزاء کی قیمت حرام ہے۔ مردار کی کھال دباغت سے پہلے بیچ دی جائے تو اس کی قیمت بھی حرام ہے۔

۲۔ ہر گناہ کی اجرت جرم ہے زنا کی اجرت حرام ہے۔

۳۔ چوری کا مال، ڈاکہ زنی سے حاصل کیا ہوا مال کسی کو اغواء کر کے چھوڑنے کے عوض حاصل کیا ہوا مال یہ سب حرام ہیں۔

۴۔ سود کا مال (اگرچہ بینک سے لیا ہو) قمار بازی، یعنی جوے اور سٹہ بازی اور لاٹری کا مال، غصب کا مال، کسی کی بلا اجازت یا زبانی جھوٹی اجازت سے

حاصل کیا ہوا مال، خیانت سے حاصل کیا ہوا مال یہ سب حرام ہیں۔

۵۔ جتنے بھی ٹیکس ہیں سب کا وصول کرنا حرام ہے، ان محکموں میں نوکری کرنا بھی حرام ہے یہی حکم کسٹم ڈیوٹی اور اس کی ملازمت کا ہے۔

۶۔ لڑکیوں کا مہر ان کے شوہروں سے وصول کر کے اپنے استعمال میں لے لینا ان کی بلا اجازت یا اوپر کی زبانی جھوٹی اجازت سے خرچ کرنا حرام ہے۔

۷۔ میراث تقسیم نہ کرنا، مرنے والوں کی بیٹیوں اور بیویوں کا حصہ نہ دینا یتیموں کا حصہ دبا لینا یہ سب حرام ہے اس گناہ میں بڑے بڑے دین داری کے دعوے دار مبتلا ہیں میراث کی تقسیم کو تو لوگوں نے شریعت کا منسوخ حکم سمجھ لیا ہے۔

۸۔ ڈرائیور، کنڈیکٹر، کلینر، ٹکٹ چیکر، مال بک کرانے والے لوگوں سے تعارف و تعلق ہونے کی بنیاد پر ٹکٹ بچا لینا یا سامان کے مقررہ محصول سے کم دینا یا بالکل ہی نہ دینا یہ سب حرام ہے۔

یہاں پہنچ کر حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ یاد آ گیا۔ وہ سفر میں کہیں تشریف لے جا رہے تھے ساتھ میں سامان بھی تھا۔ آپ نے ریل کا ٹکٹ تو خرید لیا لیکن اسٹیشن کے اسٹاف سے کہا یہ سامان بھی میرے ساتھ ہے اس کو تول دو۔ انہوں نے کہا لے جایئے فکر نہ کیجئے، فرمایا، تم تو چھوڑ دو گے آگے کیا ہوگا، انہوں نے کہا آگے جہاں آپ کو اترنا ہوگا ہمارا یہ ٹکٹ چیکر آپ کو گیٹ سے نکال دے گا۔ فرمایا اس کے بعد کیا ہوگا؟ کہنے لگا اس کے بعد اور کیا ہے؟ فرمایا، اس کے بعد آخرت ہے، اس خیانت کی گرفت سے وہاں کون چھڑائے گا، وہاں کے گیٹ سے

کون پار کرائے گا؟

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قصہ اور یاد آیا ایک مرتبہ کسی اسٹیشن پر رات کو (غالباً گاڑی کے انتظار میں ٹھہرنا پڑ گیا) اسٹیشن ماسٹر نے جس کمرہ میں ٹھہرنے کو کہا اس میں اندھیرا تھا، اندھیرے میں وحشت سی ہوئی جی چاہا کہ روشنی ہو لیکن یہ خطرہ ہوا کہ یہ شخص ناجائز طور پر ریلوے کا لالٹین نہ لے آئے، خطرہ گزر رہی تھا کہ اس نے ملازم سے کہا کہ بھائی ان کے لئے ہمارے گھر سے لال ٹین لے آؤ، بات یہ ہے کہ جب فکر ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد بھی ہوتی ہے۔

۹۔ محکمہ آب کاری کی ملازمت حرام ہے اسی طرح جن ہوٹلوں میں سور کا گوشت فروخت کیا جاتا ہو، شراب پلائی جاتی ہو یا اور کوئی گناہ کا کام کیا جاتا ہو ایسی ہر ملازمت حرام ہے اور اس کی اجرت بھی حرام ہے اسی طرح بینک کی ہر ملازمت حرام ہے۔ بینک کی چھوٹی سی ملازمت بھی **تعاون علی الاثم** یعنی گناہ کی مدد سے خالی نہیں۔

۱۰۔ رشوت دینا دلانا اور درمیان میں لینے دینے کا واسطہ بننا یہ سب حرام ہے۔ تینوں آدمیوں پر لعنت آئی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۳۲۶)

رشوت لینے والے جو مال لیتے ہیں وہ حرام ہوتا ہے اور ان کا نفس انہیں یہ حیلہ بتاتا ہے کہ دینے والے نے اپنی خوشی سے دیا ہے۔ بھلا خوشی سے کون دیتا ہے اپنی ضرورت کے دباؤ میں دیتے ہیں۔ جس نے رشوت لی ہے اگر اپنے عہدہ اور ملازمت کے اعتبار سے رشوت دینے والے کا کام کرنے پر مامور ہے تو اسے ضرورت مند سے رقم لینے کا حق

کہاں ہے؟ اگر اس کا کام قانون کے مطابق کر دیں تو وہ کبھی بھی کچھ نہ دے، اس کا نام رضا مندی رکھ لینا خود فریبی اور نفس کی مکاری ہے، پھر یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ جو کام خلاف قانون کیا ہے جس کے کرنے کی اجازت نہ تھی یہ محکمہ کی مخالفت بھی ہے اور مفوّضہ کام کے خلاف جو کچھ کیا ہے اس کی تنخواہ بھی حلال نہیں رشوت تو اپنی جگہ رہی تنخواہ تو حلال ہو۔

۱۱۔ مال میں ملاوٹ کر کے بیچنا، نقلی مال کو اصلی بتانا، ہندوستانی، پاکستانی مال پر جاپانی مہر لگا کر بیچنا، اپنے شریک سے چھپا کر مشترکہ رقم میں سے کچھ لے لینا یہ سب حرام ہے۔

۱۲۔ لڑکیوں کو بیچ دینا حرام ہے۔ اس سلسلہ میں جو مال لیا ہے وہ بھی حرام ہے۔

حقوق العباد سے متعلق ملفوظات

☆ فرمایا: قرض بری بلا ہے اکابر کا یہ مقولہ تو مشہور ہی ہے کہ **القرض مقراض المحبة** یعنی قرض محبت کی قینچی ہے لفظ قرض کا لغوی معنی ہی کاٹنے کا ہے، بہت سے لوگوں کو قرض لینے کی عادت ہوتی ہے ضرورت بلا ضرورت قرض لیتے رہتے ہیں اور جب بہت سے قرض چڑھ جاتے ہیں تو ڈھیٹ ہو جاتے ہیں اور ہر ایسے آدمی کی تاک میں رہتے ہیں جس سے قرض مل سکتا ہو جہاں کہیں نئے آدمی سے میل جول ہوا بس اسے داغ دیا اب وہ بے چارہ آگے پیچھے پھرتا ہے، ادائیگی کا نام نہیں جب قرض لیا تھا تو دوسرا منہ تھا عاجزی کے ساتھ مانگ رہے تھے بھیگی بلی بنے ہوئے تھے اب جب قرض دینے والا مانگنے کو آتا ہے تو اس کی صورت دیکھنا بھی گوارا نہیں ہوتا اس کو دیکھا اور بخار چڑھ گیا اور بعض تو بڑی بے باکی سے کہہ دیتے ہیں کہ میں نہیں دیتا جو چاہے کر لے۔ قرض بہت ہی مجبوری میں لیا جائے اور جیسے ہی انتظام ہو جائے فوراً ادا کر دے پیسوں کی آمد پر ادائیگی منحصر نہ رکھے، گھر کی چیزیں بیچ کر محنت مزدوری کر کے جس طرح ممکن ہو جلد سے جلد قرض ادا کرے۔ اور قرض خواہ کے تقاضہ سے پہلے خود جا کر ادا کرے۔

☆ فرمایا: قرض کی ادائیگی کا انتظام ہوتے ہوئے ادا نہ کرنا اس کو حدیث میں ''مطل'' فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ **مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ** یعنی جس کے پاس ادائیگی کا انتظام ہو اس کا ٹال مٹول کرنا قرضہ ادا نہ کرنا یہ ظلم کی بات ہے۔ جس شخص نے نیکی کی تمہاری ضرورت کے وقت کام آیا اور ادھار دے دیا اس کو یہ سزا دے رہے

ہیں کہ تقاضوں کے لئے بار بار آئے واپس چلا جائے۔اور انتظام ہوتے ہوئے نہ دیا جائے،شرعاً اور عقلاً ظلم کی بات ہے۔

☆فرمایا: رسول اللہ کا ارشاد ہے یُغْفَرُ لِلشَّهِيْدِ كُلُّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّيْنَ یعنی قرض کے علاوہ شہید کا ہر گناہ بخش دیا جاتا ہے۔

دیکھو شہادت کتنی بڑی نیکی ہے جان تک دے دی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا لیکن حقوق العباد پھر بھی معاف نہیں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو اس حال میں موت آئی کہ وہ تکبّر سے اور قرضے سے بری ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (رواہ الترمذی)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ کی خدمت میں ایک جنازہ لایا گیا تاکہ آپ نمازِ جنازہ پڑھائیں آپ نے دریافت کیا اس شخص پر قرضہ ہے؟ حاضرین نے کہا کہ ہاں اس پر قرض ہے! فرمایا کیا اس نے ادائیگی کا انتظام چھوڑا ہے؟ عرض کیا نہیں! اس پر فرمایا کہ آپ لوگ اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھ لیں (میں نہیں پڑھاتا) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس کا قرضہ ادا کروں گا۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور نماز جنازہ پڑھا دی۔

(مشکوٰۃ المصابیح از شرح السنۃ)

حضرت شیخ الحدیث صاحب قدّس سرّہٗ فرماتے تھے کہ دو پیسے کے عوض سات سو مقبول نمازیں دینی ہوں گی۔مزید فرمایا کہ میں نے مولوی نصیر الدین سے کہہ دیا (یہ

حضرت شیخ کے کتب خانہ کے منیجر تھے) کہ لین دین میں حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھو میری تو سات سو نمازیں مقبول نہیں ہیں اب تو اپنے بارے میں سوچ لے کہ تیری کتنی مقبول نمازیں ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا نے ایک مرتبہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہم تو مفلس اسے سمجھتے ہیں جس کے پاس روپیہ نہ ہو اور مال نہ ہو، یہ سن کر آنحضرت نے فرمایا کہ بلاشبہ میری امت کا حقیقی مفلس وہ ہوگا جو قیامت کے روز نماز اور روزہ اور زکوٰۃ لے آئے گا یعنی اس نے نمازیں بھی پڑھی ہوں گی، روزے بھی رکھے ہوں گے، زکوٰۃ بھی ادا کی ہوگی اور ان سب کے باوجود اس حال میں میدان حشر میں آئے گا کہ کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی کو تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا ناحق مال کھایا ہوگا۔ اور کسی کا ناحق خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا اور قیامت کا دن فیصلہ کا دن ہوگا اس لئے اس شخص کا فیصلہ اس طرح کیا جائے گا کہ جس کو اس نے ستایا ہوگا اور جس جس کی حق تلفی کی تھی سب کو اس کی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی۔ کچھ اس کی نیکیاں اس حقدار کو دی جائیں گی اور کچھ دوسرے حق دار کو دی جائیں گی۔ پھر اگر حق پورا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو اس کے سر حقداروں کے گناہ ڈال دیئے جائیں گے۔ پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (رواہ مسلم)

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جس نے اپنے کسی بھائی پر ظلم کر رکھا ہو کہ اس کی بے آبروئی کی ہو یا اور کوئی حق تلفی کی

ہوتو آج ہی (اس دنیا میں اس کا حق ادا کر کے یا معافی مانگ کر) اس سے پہلے معاف کرالے جہاں نہ دینار ہوگا نہ درہم۔ پھر فرمایا کہ اگر اس کے کچھ عمل اچھے ہوں گے تو بقدر ظلم اس سے لئے جائیں گے (جو اصحاب حقوق کو دے دیئے جائیں گے) اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں لے کر اس ظالم کے سر ڈال دی جائیں گی۔ (رواہ البخاری)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ صرف پیسہ کوڑی دبا لینا ہی ظلم نہیں ہے بلکہ گالی دینا، غیبت کرنا، تہمت لگانا، بے جا مارنا، بے آبروئی کرنا بھی ظلم اور حق تلفی ہے بہت سے لوگ اپنے بارے میں سمجھتے ہیں کہ ہم دیندار ہیں مگر ان باتوں سے ذرا نہیں بچتے واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق تو توبہ استغفار سے معاف فرما دیتا ہے لیکن بندوں کے حقوق اس وقت معاف ہوں گے جب ان کو ادا کرے یا صاحب حق سے معاف کرالے۔

☆ فرمایا: حقوق العباد کا معاملہ بہت سخت ہے عام طور پر لوگوں کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی دینداری بس نماز اور کرتہ اور داڑھی میں رہ گئی۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی ستّر نافرمانیاں لے کر قیامت کے میدان میں پہنچے تو یہ اس سے ہلکا جرم ہے کہ کسی بندے کا ایک حق اپنے ذمہ لے کر میدان قیامت میں حاضر ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اس سے معافی کی امید رکھی جائے لیکن بندے چونکہ محتاج ہیں اس لئے ان کے حقوق کی ادائیگی کا دھیان رکھنا اور حقوق العباد سے پاک ہو کر جانا بہت زیادہ اہم اور سخت ضروری ہے۔ بندوں سے وہاں معاف

کرنے کی امید رکھنا بے وقوفی ہے بندے وہاں محتاج ہوں گے کسمپرسی کا عالم ہوگا ذرا ذرا سا سہارا تلاش کرتے ہوں گے اور ہر صاحبِ حق اپنا پورا پورا حق وصول کرنا چاہے گا میراث کے بارے میں تو دینداری کے مدّعی پیر فقیر عالم جاہل عموماً مبتلائے مصیبت ہیں۔ مرنے والا مر جاتا ہے اور اس کا مال شرعی اصول کے مطابق ورثا میں تقسیم نہیں ہوتا یتیموں اور بیواؤں کے حصے دوسرے ہی لوگ کھا جاتے ہیں اور مرنے والوں کی بیویوں اور بیٹیوں کو میراث کے شرعی حصے نہیں دیئے جاتے بدعت کے کاموں میں میراث کے مشترک مال سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔ اجرت پر قرآن مجید پڑھوایا جا رہا ہے جو حرام ہے تیجے چالیسویں ہو رہے ہیں جو بدعت ہیں اور ان میں ریا کاری بھی مقصود ہوتی ہے۔ یتیموں بیواؤں کا مال (جو انہیں میراث میں ملا ہے) بدعات اور خرافات میں خرچ کرتے چلے جاتے ہیں اور شریعت کے مطابق میراث تقسیم کرنے سے جان چراتے ہیں۔

عموماً یہ ہوتا ہے کہ جہاں دو بیویوں کی اولاد ہوئی ان میں سے جس بیوی یا جس بیوی کی اولاد کے قبضہ میں مرنے والے کی املاک اور اموال میں سے جس قدر بھی ہو لے اڑتا ہے یہ بالکل نہیں سوچا جاتا ہے کہ یہ مرنے والے کا مشترک مال ہے شریعت کے مطابق اس کی دونوں بیویوں سے اس کی جو اولاد ہے ان سب کے حصے ہیں مرنے والے نے جتنا بھی مال چھوڑا ہے خواہ کسی بھی بیوی اور کسی بھی اولاد کے قبضہ میں ہو شرعاً سب میں میراث کا قانون جاری ہوتا ہے اگر تقسیم نہ کیا جائے اور جس کے قبضہ میں جو مال ہے اسے دبا کر بیٹھ جائے تو جو دوسروں کا حصہ دبا لیا آخرت میں وبال ہوگا ،حقیر دنیا کے لئے ظلم کرنا وہ بھی اپنے رشتہ داروں پر کس قدر بے عقلی اور بے رحمی کی

بات ہے۔

☆☆☆

مؤذن کی فضیلت سے متعلق حدیث شریف

رسول اکرم نے ارشاد فرمایا: مؤذنین (اذان دینے والے) قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ لمبی گردن والے ہوں گے۔ (رواہ مسلم)

تشریح: لمبی گردن سے مراد کئی معنی لئے گئے ہیں، منجملہ ان کے یہ ہے کہ مؤذن حضرات سردار ہوں گے، دوسرے یہ کہ یہ حضرات اللہ کی رحمت کا خوب مشاہدہ کررہے ہوں گے، اور خوب اجر ورحمت الٰہی کے مستحق ہوں گے۔

صبر کی اہمیت اور ضرورت سے متعلق ملفوظات

☆ فرمایا: ذکر وفکر، صبر وشکر، مؤمن کی زندگی کی گاڑی کے پہیے ہیں، اللہ کی یاد میں بھی لگا رہے اور ترقی درجات کے لئے بھی فکرمند رہے تکلیف پر صبر بھی کرے اور ہر حال میں اللہ کا شکر گزار رہے۔

☆ فرمایا: دنیا دار المصائب ہے صبر کے بغیر زندگی گزارنے کا کوئی راستہ نہیں، اتنا فرق ہے کہ مؤمن صبر کا ثواب بھی لے لیتا ہے اور کافر کو یہ بات نصیب نہیں، اور جو شخص مدعی اسلام ہو لیکن بے صبرا ہو، مصیبت کے وقت واویلا کرتا ہوا اجر وثواب کی امید نہ رکھتا ہو وہ بھی ثواب سے محروم رہتا ہے۔ اور در حقیقت مصیبت زدہ وہی ہے جسے تکلیف بھی پہنچی اور ثواب بھی نہ ملا اسی کو فرمایا اِنَّمَا الْمُصَابُ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

☆ فرمایا: تکلیف کے وقت صبر بہت کڑوا معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا نتیجہ میٹھا نکلتا ہے اردو

میں مثل مشہور ہے کہ صبر کا پھل میٹھا ہے عربی میں کسی نے کہا اَلصَّبْرُ اَمَرُّ مِنَ الصَّبِرِ وَاَحْلٰی مِنَ الثَّمَرِ صبر ایلوے سے زیادہ کڑوا اور پھل سے زیادہ میٹھا ہے۔

درحقیقت مؤمن سے زیادہ کوئی آرام وراحت میں نہیں وہ اللہ کی قضا اور قدر پر راضی رہتا ہے اور ہر حالت میں ثواب کا امیدوار رہتا ہے طبعی طور پر اگر کسی بات پر رنج ہو تو عقلی اور ایمانی طور پر اس کا دفاع ہو جاتا ہے اور اس طرح اس کی مصیبت ہلکی ہو جاتی ہے۔

☆ فرمایا: صبر وشکر کے بارے میں آنحضرت نے ایک بہت عمدہ گر بتایا ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیا میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھو اور دین میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھو ایسا کرنے سے اللہ کی نعمتوں کی قدر دانی ہوگی۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

جب کوئی شخص دوسروں کو دیکھے گا کہ کوئی نابینا ہے، کوئی لنگڑا ہے، کسی کے دونوں ہاتھ نہیں، کسی کے دونوں پاؤں نہیں، کوئی غریب ہے حاجتیں پوری کرنے کے لئے پیسہ نہیں، اور اپنا حال ان سب سے بہتر ہے اعضاء سب صحیح سالم ہیں، ضرورتیں بھی پوری ہوتی ہیں تو اللہ کا شکر دل سے ادا کرنے کی طرف متوجہ ہوگا۔ اور دینداری میں اگر اپنے سے زیادہ کسی کو دیکھے تو اس کی حرص کرے بلکہ اس سے آگے بڑھنے کی رغبت کرے۔ تو یہ جو فرمایا کہ دنیاوی اعتبار سے اپنے سے نیچے کو دیکھو اس کے بارے میں حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ایک واقعہ گلستان سعدی رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک سفر میں جوتے نہیں تھے ننگے پاؤں پیدل چل چل کر پاؤں کا برا حال ہوگا۔ شہر بعلبک کی جامع مسجد میں پہنچے دیکھا کہ ایک شخص کے پاؤں ہی نہیں ہیں (یکے را دیدم پائے نہ وارد) اس کے بعد لکھتے ہیں کہ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ (من پاپوش نہ دارم وایں پائے نہ دارم) کہ میرے پاس تو جوتا

نہیں لیکن اس کے تو پاؤں ہی نہیں ہیں۔

اگر انسان بصیرت کی آنکھوں سے چلے پھرے اور خلق خدا پر عبرت کی نظر ڈالے تو اپنے آپ کو بڑی آسانی سے صابر و شاکر بنا سکتا ہے۔

☆ فرمایا: ایک تو ہے صبر کرنا اور ایک ہے صبر آ جانا ثواب صبر کرنے پر ہے، ایک عورت اپنے بیٹے کی موت پر رو رہی تھی آنحضرت نے اس کو صبر کی تلقین فرمائی اس نے کہا آپ کو کیا معلوم مجھے کیا مصیبت پہنچی ہے؟ جب آپ تشریف لے گئے تو اس کو کسی نے متنبہ کیا کہ تو نے اللہ کے رسول کو ایسا نامناسب جواب دیا (اس کو معلوم نہ تھا کہ آپ کون ہیں) جب اس کو معلوم ہو گیا تو گھبرا گئی، کہ میں نے اللہ کے رسول کو ایسا بے تکا جواب دے دیا چنانچہ وہ معذرت کرنے کے لئے در دولت پر حاضر ہوئی اس کا خیال تھا کہ یہاں دربان ہوں گے دیکھا کہ وہاں ایک بھی دربان نہیں جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا **انما الصبر عند الصدمة الاولی** کہ صبر وہ ہی معتبر ہے جو صدمہ اولیٰ کے وقت ہو۔

(مشکوٰۃ المصابیح ۱۵۰)

مطلب یہ ہے کہ بعد میں تو صبر آ ہی جاتا ہے اس میں مؤمن و کافر سب برابر ہیں جب وقت گزر جاتا ہے تو مصیبت بھول بھلیاں ہو جاتی ہیں جس وقت تازہ تازہ مصیبت ہو اس وقت نفس و زبان پر قابو پانا ہی اصل صبر ہے۔

☆ فرمایا: دکھ تکلیف رنج و غم کم ہو یا زیادہ اس سب میں مؤمن کے گناہوں کی معافی اور درجات کی بلندی ہوتی ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر کسی مؤمن بندہ نے

کچھ خریدنے کا ارادہ کیا اور جیب میں پیسے نکالنے کے لئے ہاتھ ڈالا اور پیسے نہ نکلے تو اس سے جو ذرا سا رنج ہوتا ہے اس سے بھی گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ۱۳۶)

دعا تو عافیت ہی کی مانگتے رہیں لیکن کوئی تکلیف روحانی یا جسمانی پہنچ جائے تو صبر کریں اور اجر و ثواب کی امید رکھیں۔

☆ فرمایا: حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کسی کے لئے کوئی بلند مرتبہ لکھ دیا پھر اس کے عمل اس قابل نہ ہوئے کہ اس درجہ کو پہنچے جو اسے دیا گیا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دکھ تکلیف میں مبتلا فرما دیتے ہیں پھر اس پر اسے صبر دیتے ہیں پھر ان کے ذریعے اس کو اس درجہ میں پہنچا دیتے ہیں جو اس کے لئے لکھ دیا گیا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ۱۳۷)

مؤمن بندوں کو دکھ تکلیف سے گھبرانا نہیں چاہئے ان کے لئے اس میں بھی خیر ہے اور آرام اور راحت میں بھی خیر ہے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا:

((عجبا لامر المؤمن ان امره كله له خير و ليس ذلك لاحد الا لمؤمن ان اصابته سراء شكر فكان خيرا له و ان اصابته ضراء صبر فكان خيرا له)) ''مؤمن کا عجیب حال ہے ہر طرح اس کے لئے خیر ہے اور مؤمن کے علاوہ کسی کو یہ بات حاصل نہیں اگر اسے اچھی حالت پہنچ گئی تو اس نے شکر کیا یہ اس کے لئے خیر ہے اور اگر اسے تکلیف پہنچ گئی تو اس نے صبر کیا یہ بھی اس کے لئے خیر ہے۔'' (مشکوٰۃ المصابیح ۴۵۲)

☆فرمایا: ایک صحابیہ عورت کو بخار آ گیا رسول اللہ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے (یاد رہے کہ عیادت کے لئے بے پردہ ہونا ضروری نہیں) آپ نے اس سے فرمایا کیا بات ہے۔ کپکپا رہی ہو اس نے کہا اس کا برا ہو بخار چڑھ گیا آپ نے فرمایا بخار کو برا نہ کہو وہ بنی آدم کے گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۱۳۵)

یہ جو ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے مسلمان موت سے پہلے کسی لمبے مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں سانس کا مرض ہوتا ہے، فالج گر جاتا ہے، ہاتھ پاؤں میں ضعف آ جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب مؤمن کے لئے خیر ہوتا ہے۔ پچھلے گناہ بھی معاف ہوتے رہتے ہیں اور تکلیف میں ثواب بھی ملتا ہے اور درجات بھی بلند ہوتے ہیں اسی طرح موت کی سختی مؤمن کے لئے خیر ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ کی موت کے وقت جو تکلیف تھی وہ دیکھ کر مجھے کسی کی آسان موت پر رشک نہیں ہوتا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۱۳۶)

(کیونکہ موت کی سختی بھی گناہوں کی معافی اور درجات بلند ہونے کا ذریعہ ہے۔ رسول اللہ کے گناہ تو تھے نہیں مزید رفعِ درجات کے لئے یہ سختی مزید سبب بن گئی)۔

ایک مرتبہ رسول اللہ نے بیماریوں کے ثواب کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا کہ مؤمن آدمی کو جب بیماری پہنچتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے عافیت دے دیتے ہیں تو یہ اس کے گذشتہ گناہوں کے لئے کفارہ ہو جاتا ہے اور آئندہ کے لئے نصیحت ہو جاتی ہے (تاکہ آئندہ گناہوں سے باز رہے) اور منافق جب مریض ہوتا ہے پھر اسے عافیت مل

جاتی ہے تو اونٹ کی طرح ہے اس کے مالکوں نے اسے باندھ دیا پھر چھوڑ دیا اسے کچھ پتہ نہیں کہ انہوں نے اسے کیوں باندھا اور کیوں چھوڑا، وہیں مجلس میں ایک آدمی حاضر تھا اس نے کہا یا رسول اللہ بیماری کیا ہے اللہ کی قسم میں تو کبھی بیمار نہیں ہوا آپ نے فرمایا اٹھ کھڑا ہو تو ہم میں سے نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳۷)

حدیث کی شرح لکھنے والوں نے بتایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص منافق تھا، دیکھو کیسی بے تکلفی کے ساتھ رسول اللہ نے منہ در منہ فرمایا کہ تو ہم میں سے نہیں ہے اور اسے مجلس سے اٹھا بھی دیا۔ معلوم ہوا کہ عافیت ہی عافیت رہے ہمیشہ صحت رہے، کوئی تکلیف نہ ہو یہ مؤمن کی شان نہیں۔

درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے کہ مسلمانوں کی تکلیفوں کو گناہوں کے کفارہ کا ذریعہ بنا کر آخرت کے عذاب سے محفوظ فرمانے کا وعدہ فرمالیا۔

دنیا کی جتنی بڑی تکلیف ہو آخرت کی تکلیف کے سامنے کچھ بھی نہیں دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا زیادہ گرم ہے۔

☆ فرمایا: دنیا کے ابتلاءات میں جسمانی تکلیفیں بھی ہیں اور تنگدستی بھی ہے لیکن تنگدستی کی تکلیف جسمانی امراض اور تکالیف سے کم ہے مگر اجر و ثواب ان تکلیفوں پر بھی خوب زیادہ ملتا ہے جو تنگدستی کی وجہ سے آتی رہتی ہیں۔

آخرت میں فقر و فاقہ والے بہت خوش ہوں گے مال کا حساب نہیں دینا پڑے گا ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ فقراء مؤمنین مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے جو ہزار سالہ روز قیامت کا آدھا دن ہوگا، یہ حضرات جنت میں جاچکے

ہوں گے اور مالدار لوگ مال کا حساب دینے کے لئے رکے ہوئے ہوں گے۔

رسول اللہ نے ارشاد فرمایا دو چیزیں ایسی ہیں جنہیں انسان مکروہ سمجھتا ہے ایک تو موت ہے جسے مکروہ جانتا ہے حالانکہ موت مؤمن کے لئے بہتر ہے کیونکہ اس کے ذریعہ فتنہ سے بچ جاتا ہے، دوسرے مال کا کم ہونا یہ بھی انسان کو ناگوار ہے حالانکہ مال کا کم ہونا حساب کی کمی کے لئے زیادہ مناسب ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۴۸)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حقیقت کو سمجھتے تھے آخرت کے کاموں کو ترجیح دیتے تھے مال کی طلب میں حیران وسرگرداں و پریشان نہیں ہوتے تھے اگر اللہ تعالیٰ شانہٗ نے حلال مال زیادہ دے دیا تو اس کی بھی قدر کرتے تھے اور مال سے متعلق حقوق وفرائض جو قرآن وحدیث میں بتائے ہیں ان کو بھی ادا کرنے کے لئے فکرمند رہتے تھے تاکہ یہ مال آخرت میں وبال نہ بن جائے۔

حلال مال کماتے ہوئے بھی شریعت کے احکام کو پامال کرنا حلال نہیں ہے اور حرام مال دنیا میں بھی وبال ہے اور آخرت میں بھی، حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ جس نے دس درہم کا کپڑا پہنا، جن میں سے ایک درہم حرام کا لیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہ فرمائے گا، جب تک کپڑا اس کے جسم پر رہے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۳)

اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس نے حرام مال چھوڑا وہ اس کے لئے دوزخ کا توشہ یعنی اس میں داخل ہونے کا ذریعہ بنے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۴۲)

اور رسول اللہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا جو جسم حرام مال سے پلا اور بڑھا ہو دوزخ ہی کا وہ زیادہ مستحق ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۴۲)

مسلمانوں پر لازم ہے کہ شکر گزار بندے بنیں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی بے انتہا نعمتیں ہیں، اس نے وجود بخشا صحیح سالم اعضاء دیئے بولنے کو زبان، غور وفکر کے لئے دل ودماغ عطا فرمایا، کھانے پینے کے لئے بے انتہا طرح طرح کی ماکولات ومشروبات پیدا فرمائیں، انسان کو سوچ سمجھ سے آراستہ فرمایا، برّ وبحر میں اس کو حکومت دی، زمین میں اسے خلیفہ بنایا اولاد وازواج سے نوازا۔ بندوں پر لازم ہے کہ زبان سے اور دل سے اور عمل سے اللہ تعالیٰ شانہٗ کے شکر گزار بندے بنیں، کوئی ایسا عمل نہ کریں جو گناہ کی فہرست میں آتا ہو اور جہاں تک ہو نیکیوں میں ہی لگے رہیں۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ کی نعمتوں میں ڈوبا رہنا اور ساتھ ہی گناہ کرتے رہنا یہ سب بڑی ناشکری ہے۔ سورۂ مریم میں فرمایا: ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَاتُحْصُوْهَا﴾ اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو شمار نہیں کر سکتے بلاشبہ انسان بڑا ظالم بڑا ناشکرا ہے)۔

رسول اللہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا دھیان رکھتے تھے اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس طرف متوجہ فرماتے رہتے تھے ایک مرتبہ رسول اللہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو ہمراہ لے کر ایک انصاری صحابی کے گھر تشریف لے گئے۔ انہوں نے کھجوروں کا خوشہ پیش کیا جن میں تینوں قسم کی کھجوریں تھیں تر کھجور بھی اور خشک کھجور بھی اور کچھ پکی کے درمیان بھی، صاحب خانہ انصاری نے ایک بکری بھی ذبح کی، آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے کھجوریں کھائیں اور کھانا کھایا اور پانی پیا، جب سیر ہو گئے تو رسول اللہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے قیامت

کے دن اس نعمت کے بارے میں تم سے ضرور سوال کیا جائے گا (کہ نعمت کا کیا حق ادا کیا اور اس سے جو قوت حاصل ہوئی اس کو کس کام میں لگایا شکر ادا کیا یا نہیں)۔ تم کو بھوک نے گھروں سے نکالا ابھی تم واپس نہیں لوٹے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ نعمت عطا فرما دی۔ (رواہ مسلم)

ایک اور حدیث میں اسی طرح کا قصہ مروی ہے، آپ اپنے دونوں ساتھیوں یعنی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے انہوں نے کھجوروں کا ایک خوشہ پیش کیا آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے اس میں سے کھایا، پھر ٹھنڈا پانی طلب فرمایا پانی پی کر آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن تم سے اس نعمت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھجوروں کا خوشہ ہاتھ میں لے کر زمین پر مارا جس سے کھجوریں بکھر گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا قیامت کے دن ہم سے اس کے بارے میں سوال ہوگا؟ آپ نے فرمایا ہاں (ہر نعمت کے بارے میں سوال ہوگا) سوائے تین چیزوں کے (۱) اتنا چھوٹا سا کپڑے کا ٹکڑا جس سے آدمی اپنے شرم کی جگہ لپیٹ لے (۲) روٹی کا ٹکڑا جس سے اپنی بھوک کو دفع کر دے۔

(۳) اتنا چھوٹا گھر جس میں گرمی اور سردی سے بچنے کے لئے بتکلف داخل ہو سکے۔ (مشکوٰۃ المصابیح فی شعب الایمان ص ۳۶۹ از احمد)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے لئے تین چیزوں کے سوا کسی چیز میں حق نہیں ہے (وہ تین چیزیں یہ ہیں) (۱)

رہنے کا گھر (۲) اتنا کپڑا جس سے اپنے شرم کی جگہ چھپالے (۳) روکھی روٹی (بغیر سالن کے) اور اس کے ساتھ پانی۔ (رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ سے نعمتوں کے بارے میں جو سب سے پہلا سوال کیا جائے گا وہ یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ فرمائیں گے کیا ہم نے تیرے جسم کو تندرست نہیں رکھا تھا اور کیا ہم نے تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا۔ (رواہ الترمذی فی تفسیر سورۃ التکاثر)

سنن ترمذی میں ہے کہ جب آیتِ کریمہ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ نازل ہوئی تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم سے کون سی نعمت کا سوال ہوگا، ہم تو کھجور اور پانی پر گزارہ کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب نعمتیں مل جائیں گی۔ (رواہ فی تفسیر التکاثر وقال حدیث حسن)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز انسان کے تین دفتر ہوں گے ایک دفتر میں اس کے نیک عمل لکھے ہوں گے۔ دوسرے دفتر میں اس کے گناہ درج ہوں گے۔ اور ایک دفتر میں اللہ کی وہ نعمتیں درج ہوں گی جو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں دی گئی تھی۔ اللہ عزوجل سب سے چھوٹی نعمت سے فرمائیں گے کہ اپنی قیمت اس کے نیک اعمال میں سے لے لے چنانچہ وہ نعمت اس کے تمام اعمال کو اپنی قیمت میں لگالے گی اور اس کے بعد عرض کرے گی کہ (اے رب) آپ کی عزت کی قسم (ابھی) میں نے پوری قیمت وصول نہیں کی ہے، اب اس کے بعد گناہ باقی رہے اور نعمتیں بھی باقی رہیں (جن کی قیمت ادا نہیں ہوئی ہے) رہے

نیک عمل سو وہ سب ختم ہو چکے ہوں گے کیونکہ سب سے چھوٹی نعمت اپنی قیمت میں تمام نیک عمل کو لگا چکی ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر رحم کرنا چاہیں گے (یعنی مغفرت فرما کر جنت عطا فرمانا چاہیں گے) تو فرمائیں گے کہ اے میرے بندے میں نے تیری نیکیوں میں اضافہ کر دیا اور تیرے گناہوں سے درگزر کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ غالباً آنحضرت نے اس موقع پر خدائے پاک کا ارشاد گرامی نقل فرماتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ میں نے تجھے اپنی نعمتیں (یوں ہی بغیر عوض کے) بخش دیں۔

(الترغیب والترہیب ج۴ ص ۳۹۷)

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی عنایت فرمایا ہے بغیر کسی استحقاق کے دیا ہے اس کو یہ حق ہے کہ اپنی نعمت کے بارے میں سوال کرے اور یہ مواخذہ کرے کہ تم میری نعمتوں میں رہے ہو، بولو ان نعمتوں کا کیا حق ادا کیا؟ اور میری عبادت میں کس قدر لگے؟ اور ان نعمتوں کے استعمال کے عوض کیا لے کر آئے؟

یہ سوال بڑا کٹھن ہوگا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکریہ میں عمل صالح کرتے رہتے ہیں اور آخرت کی پوچھ سے لرزتے اور کانپتے ہیں، برخلاف ان کے وہ بدنصیب ہیں جو اللہ کی نعمتوں میں پلتے بڑھتے ہیں اور نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف ان کو ذرا دھیان نہیں اور اس کے سامنے جھکنے کا ذرا خیال نہیں۔ خداوند عالم کی بے شمار نعمتیں ہیں۔

بلاشبہ یہ انسان کی بڑی نادانی ہے کہ مخلوق کے ذرا سے احسان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہے اور جس سے کچھ ملتا ہے اس سے دبتا ہے اور اس کے سامنے باادب کھڑا ہوتا ہے، حالانکہ یہ دینے والے مفت نہیں دیتے بلکہ کسی کام کے عوض یا آئندہ کوئی کام لینے کی امید میں دیتے دلاتے ہیں، خداوند کریم خالق و مالک ہے غنی و مغنی ہے

وہ بغیر کسی عوض کے عنایت فرماتا ہے، لیکن اس کے احکام پر چلنے اور سر بسجود ہونے سے گریز کرتا ہے، یہ بڑی بدبختی ہے۔ اللہ کی نعمتوں کو کوئی کہاں تک شمار کرے گا جو بھی نعمت ہے ہر ایک اس کا محتاج ہے ایک بدن کی سلامتی اور تندرستی ہی کو لے لیجئے کیسی بڑی نعمت ہے۔ جب پیاس لگتی ہے تو غٹا غٹ ٹھنڈا پانی پی جاتے ہیں، یہ پانی کس نے پیدا کیا ہے؟ اس پیدا کرنے والے کے احکام پر چلنے اور شکر گزار بندہ بننے کی بھی فکر ہے یا نہیں؟ یہ غور کرنے کی بات ہے۔

☆☆☆

اقوال اور اعمال میں صدق کی اہمیت اور ضرورت سے متعلق ملفوظات

☆ فرمایا: دین اسلام میں صدق یعنی سچائی کی بہت بڑی اہمیت ہے، سورہ زمر میں ارشاد ہے: ﴿وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾

''اور جو شخص سچ لے کر آیا اور سچ کی تصدیق کی یہ لوگ متقی ہیں۔''

اس آیت میں سچائی اختیار کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے اور انہیں صفت تقویٰ سے متصف بتایا ہے، سورۃ حجرات میں فرمایا ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾

''بلاشبہ مؤمن وہ لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے شک نہیں کیا اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہ وہ لوگ

ہیں جو سچے ہیں۔''

اس میں یہ بتا دیا کہ ایمان میں سچائی ہونا لازم ہے۔ اگر دین کی کسی بات کو نہ مانا یا عقائد دینیہ کے کسی عقیدہ میں شک کیا تو وہ لوگوں کے سامنے بظاہر مسلمان ہونے کا دعویٰ کر دے گا لیکن ایمان میں شک ہونے کی وجہ سے اللہ کے ہاں مؤمن نہ ہوگا، بلکہ منافق ہوگا کیونکہ اس کے ایمان میں سچائی نہیں ہے پھر عملی طور پر بھی ایمان کے تقاضوں کو پورا کر کے دکھانا لازم ہے۔ اللہ کی راہ میں مالوں سے، جانوں سے جہاد کریں اور یہ سب کچھ دل کی گہرائی سے پوری سچائی کے ساتھ ہو۔ اللہ کی خوشنودی کے لئے نہ جان جانے کی پرواہ ہو نہ مال خرچ ہونے سے نفس میں کوئی ہچکچاہٹ اور چبھن محسوس ہوتی ہو۔

☆ فرمایا: جو بھی عمل کریں اس میں نیت کی سچائی ہو یعنی صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت ہو۔ بندوں کو معتقد بنانا، ان سے تعریف کروانا، اعمالِ صالحہ کے ذریعہ دنیا طلب کرنا اور مال حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔ جیسی عبادت مخلوق کے سامنے کرے جو خالص اللہ کے لئے ہو ایسی ہی عبادت تنہائی میں کرے۔ ایسا نہ کرے کہ لوگوں کے سامنے لمبی اور اچھی نماز پڑھے اور تنہائی میں نماز پڑھے تو جلدی جلدی نمٹا دے۔ نہ رکوع سجدہ ٹھیک ہو نہ تلاوت صحیح ہو نہ خشوع وخضوع ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جب بندہ ظاہر میں نماز پڑھتا ہے اور اچھی نماز پڑھتا ہے اور پھر علیحدہ تنہائی میں نماز پڑھتا ہے تب بھی اچھی طرح نماز پڑھتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ هٰذَا عَبْدِىْ حَقًّا

(سچ مچ یہ میرا بندہ ہے)۔ (راوہ ابن ماجہ کما فی المشکوٰۃ ص ۴۵۵)

☆ فرمایا: جب بندہ کہتا ہے کہ اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں اور اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کے الفاظ زبان سے ادا کرتا ہے تو اسے ظاہر سے اور باطن سے اللہ ہی کا بندہ بننا لازم ہے۔ زبان سے اللہ کا بندہ ہونے کا دعویٰ اور عملی طور پر دنیا کا بندہ خواہشوں کا بندہ۔ دینار اور درہم کا بندہ یہ شانِ عبدیت کو زیب نہیں دیتا۔ دعوائے بندگی میں سچا ہونا لازم ہے۔

☆ فرمایا: جب دعا کرے تو دعا میں بھی سچائی ہونی چاہئے یعنی جب یوں کہے کہ اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں تو پوری طرح متوجہ ہو کر حقیقی سائل بن کر سوال کرے زبان سے دعا کے الفاظ جاری ہیں لیکن دل غافل ہے اور یہ بھی پتہ نہیں کہ کیا مانگ رہا ہوں یہ سچ اور سچائی کے خلاف ہے، جب اللہ سے مغفرت کی دعا مانگے تو سچے دل سے حضور قلب کے ساتھ مغفرت طلب کرے ایسا نہ ہو کہ زبان سے تو یوں کہہ رہا ہو کہ میں مغفرت چاہتا ہوں لیکن دل اور کہیں لگا ہوا ہو، یہ صدق اور سچائی کے خلاف ہے۔ اسی لیے حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ اِسۡتِغۡفَارُنَا یحتاج الی اسۡتِغۡفَارٍ کَثِیۡرٍ کہ ہمارا استغفار کرنا بھی صحیح استغفار نہیں ہے اس کے لئے بھی استغفار کی ضرورت ہے۔ (ذکرہ ابن الجزری فی الحصن الحصین)

☆ فرمایا: اگر قسم کھائے تو اللہ کی قسم کھائے اور سچی قسم کھائے آئندہ کسی عمل کے کرنے پر قسم کھائے تو قسم کو پورا کرے۔ (بشرطیکہ کہ گناہ کرنے کی قسم نہ کھالی ہو) اسی طرح سے اگر کوئی نذر مانے تو وہ بھی پورا کرے، (شرط اس میں بھی وہی ہے کہ گناہ کی نذر نہ

ہو جب کسی نیک کام کرنے کا ارادہ اور وعدہ کرے تو سچا کر دکھائے،

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں شریک ہونے سے رہ گئے تھے اس کا بہت رنج ہوا کہنے لگے کہ افسوس ہے رسول اللہ ﷺ نے پہلی بار مشرکین سے جنگ کی اور میں اس میں شریک نہ ہوا اگر اللہ نے مجھے مشرکین سے قتال کرنے کا موقعہ دیا تو میں جان جوکھوں میں ڈال کر دکھادوں گا آئندہ سال جب غزوہ احد پیش آیا اور اس میں مسلمان شکست کھا گئے تو انہوں نے کہا اے اللہ میں مشرکین کے عمل سے برأت ظاہر کرتا ہوں اور یہ جو مسلمانوں نے شکست کھائی ان کی طرف سے معذرت پیش کرتا ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ مجھے احد سے ورے جنت کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے یہ کہا اور مشرکین سے بھڑ گئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے شہادت کے بعد دیکھا گیا تو ان کے جسم میں تلواروں اور نیزوں کے اسی سے کچھ اوپر زخم تھے، اللہ تعالیٰ شانہٗ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ (مؤمنین میں سے ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنا عہد پورا کر دکھایا، جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا) حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سمجھتے تھے کہ یہ آیت حضرت

انس بن نضر اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ (ذکرالسیوطی فی الدرالمنثور ج ۵ ص ۱۹۱ وعزاہ الی الترمذی والنسائی والبیہقی فی الدلائل ورواہ البخاری مختصرا ج ۲ ص ۷۰۵)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ احد سے فارغ ہوئے تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پر آپ ﷺ کا گزر ہوا آپ نے ان کو مقتول پڑا ہوا دیکھا اور آیت ﴿رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ تلاوت فرمائی۔

(در منثور ج ا ص ۱۹۱ عن الحاکم والبیہقی فی الدلائل)

☆ فرمایا: سچ اور جھوٹ اقوال میں منحصر نہیں، اعمال واحوال اور لباس اور دعاوی عزائم ان سب میں سچ اور جھوٹ کی شان پیدا ہو جاتی ہے ہر مؤمن بندہ اپنی نگرانی کرے اور سچ ہی کو اختیار کرے اور ہر طرح کے جھوٹ سے بچے۔

جو شخص عالم نہ ہو طرز گفتگو سے ظاہر نہ کرے کہ میں عالم ہوں۔ اگر کوئی شخص عالم بھی ہو اور مسئلہ معلوم نہ ہو تو اٹکل سے مسئلہ نہ بتائے کیونکہ اس میں اس کا دعویٰ ہے کہ میں جانتا ہوں اور یہ دعویٰ جھوٹا ہے پھر اٹکل سے بتانے میں غلطی ہو جاتی ہے اس میں اپنا بھی نقصان ہے اور سوال کرنے والے کو بھی دھوکہ دینا ہے اور گمراہ کرنا ہے۔

☆ فرمایا: اگر کسی کے پاس مال یا علم وعمل کا کمال نہ ہو تو اپنی حقیقی حالت کے خلاف ظاہر نہ کرے کیونکہ یہ صدق وسچائی کے خلاف ہے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری ایک سوکن ہے اگر میں جھوٹ موٹ) اسے جلانے کے لئے) یوں کہہ دوں کہ شوہر نے مجھے یہ یہ کچھ دیا ہے اور حقیقت میں نہ دیا ہو تو کیا اس میں کچھ گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَیْ زُوْرٍ۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۸۱ از بخاری ومسلم)

کہ جس شخص نے جھوٹ موٹ یہ ظاہر کیا کہ مجھے یہ چیز دی گئی ہے حالانکہ وہ اسے نہیں دی گئی اس کی ایسی مثال ہے جیسے جھوٹ کے دو کپڑے پہن لئے۔ (یعنی سر سے پاؤں تک وہ جھوٹا ہی جھوٹا ہو گیا) اس حدیث کا مفہوم بہت عام ہے ہر قسم کے جھوٹے دعویداروں کو شامل ہے۔

☆فرمایا: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی جانوں کی طرف سے مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دے دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (۱) جب بولو تو سچ بولو (۲) وعدوں کو پورا کرو (۳) جو امانتیں تمہارے پاس رکھی جائیں انہیں ادا کرو (۴) اپنی شرم کی جگہوں کی حفاظت کرو (۵) اپنی نظر کو نیچا کرو (۶) اپنے ہاتھوں کو (ظلم اور زیادتی سے) بچائے رکھو۔

(مشکوٰۃ المصابیح ۴۱۵)

عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن میری والدہ نے مجھے بلایا اس وقت رسول اللہ ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے میری والدہ نے کہا آمیں تجھے دے رہی ہوں۔ رسول اللہ نے فرمایا تم نے اسے کیا چیز دینے کا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ میں نے کھجور دینے کا ارادہ کیا تھا آپ نے فرمایا اگر تو اسے کچھ بھی نہ دیتی تیرے اعمال نامہ میں ایک جھوٹ لکھا جاتا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کو راضی کرنے کے لئے بھی جھوٹ بولنا جائز نہیں ان سے جو وعدہ کریں وہ بھی سچا ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ تم سچ کو لازم پکڑو کیونکہ سچ نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور بے شک نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور انسان برابر سچ اختیار کرتا ہے اور سچ ہی پر عمل کرنے کی فکر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک صدّیق (بہت سچا) لکھ دیا جاتا ہے۔ اور ایک آدمی ایسا ہوتا ہے کہ جھوٹ کو اختیار کرتا ہے اور جھوٹ ہی کے لئے فکر مند رہتا ہے

یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک کذّاب (بہت جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے۔

(رواہ البخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جب تیرے اندر چار خصلتیں ہوں تو ساری دنیا تجھ سے جاتی رہے تو کوئی ڈر نہیں۔ (۱) امانت کی حفاظت (۲) بات کی سچائی (۳) اخلاق کی خوبی (۴) لقمہ کی پاکیزگی ۔(مشکوٰۃ المصابیح ۴۴۵)

☆ فرمایا: صادقین اور صالحین کی مصاحبت کی بھی ضرورت ہے اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے صادقین اور صالحین کی مصاحبت کی فکر کریں ان کے ساتھ رہیں اور ان کی کتابیں پڑھیں کتاب بھی بہترین ساتھی ہے مگر کتاب معتبر ہو اچھائی سکھاتی ہو اور معتبر علماء کی لکھی ہو، سورۂ توبہ میں فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴾

''اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ''

حضرات مفسرین کرام نے اس کا ایک معنی تو یہ لکھا ہے کہ **کونو امثلھم فی الصدق** کہ جو سچے لوگ ہیں انہی کی طرح ہو جاؤ یعنی ایمان اور اعمال واقوال میں صدق کو اختیار کرو اور صادقین کی راہ پر چلو اور دوسرا معنی یہ ہے کہ جو ظاہری الفاظ سے متبادل ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ صادقین کی صحبت اختیار کرو۔

جو اچھوں کی صحبت اٹھائے گا اس میں خوبی پیدا ہوگی اور جو بروں کی صحبت میں رہے گا اس میں برائیاں آتی چلی جائیں گی اور اس کا نفس انہی برائیوں سے مانوس ہو

جائے گا اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا **لا تصاحب الامؤمنا ولا یاکل طعامك الاتقی** صرف مؤمن کی صحبت اختیار کر اور تیرا کھانا (یعنی طعامِ ضیافت) متقی کے سوا کوئی نہ کھائے۔ (رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے سوتم میں سے ہر شخص غور کرے کہ اس کی دوستی کس سے ہے؟ اگر اچھے لوگوں سے دوستی ہے تو وہ اچھا ہے اگر برے لوگوں سے دوستی ہے تو سمجھ لے کہ برا آدمی ہے۔ (رواہ الترمذی)

پس ہر شخص کو معاشرت کے لئے اٹھنے بیٹھنے کے لئے، مسافرت کے لئے اور مصاحبت کے لئے اور مجالست کے لئے صادقین کی صحبت اختیار کرنا لازم ہے۔ جیسے ساتھی ہوں گے ویسا ہی خود ہو جائے گا اور یہ ایسی چیز یں ہے جس کا عموماً مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ سچوں کے ساتھ ہونے میں تقویٰ کی صفت سے بھی متصف ہوں گے کیونکہ تقویٰ کا حکم دینے کے بعد سچوں کے ساتھ ہونے کا حکم دیا ہے۔

سورۂ مائدہ میں فرمایا: ﴿**قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ**﴾

''اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے یہ وہ دن ہے کہ جو لوگ سچے تھے ان کا سچا ہونا ان کے کام آئے گا ان کو باغ ملیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی اور خوش ہیں یہ

بڑی بھاری کامیابی ہے۔''

سچائی اختیار کرنے والوں کو بہت بڑی خوشخبری ہے، **جعلنا الله من الصدقين۔**

تکبر کی وباء اور وبال سے متعلق ملفوظات

☆ فرمایا: تکبر بری بلا ہے، یہی ابلیس کے ملعون ہونے کا سبب بنا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا﴾

''کہ بلا شک اللہ دوست نہیں رکھتا اس شخص کو جو اپنے آپ کو بڑا سمجھے اور شیخی کی باتیں کرے۔''

اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت فرمائی جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں اور دوسروں کو حقیر جانتے ہیں فخر، کبر اور نخوت کے نشے میں بھرے رہتے ہیں، لفظِ مختال، خیلاء سے ماخوذ ہے اور باب افتعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ یہ لفظ اپنے کو بڑا سمجھنے، اترانے۔ آپے میں پھولے نہ سمانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اپنے کو بڑا سمجھنا یہ دل کا بہت بڑا روگ ہے اور اکثر گناہ اسی وجہ سے ہوتے ہیں۔ شہرت کا طالب ہونا، اعمال میں ریاکاری کرنا، بیاہ شادی میں دنیاداری کی رسمیں برتنا اور یہ خیال کرنا کہ ایسا نہ کیا تو لوگ کیا کہیں گے، یہ سب تکبر ہے۔

☆ فرمایا: ناحق پر اصرار کرنا حق کو ٹھکرانا، غلط بات کہہ کر غلطی واضح ہو جانے پر حق قبول نہ کرنا، شرعی طور پر چلنے میں خفت محسوس کرنا۔ گناہوں کو اس لئے نہ چھوڑنا کہ معاشرے والے کیا کہیں گے۔ یہ سب تکبر سے پیدا ہونے والی چیزیں ہیں۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ! ایک آدمی پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، جوتا اچھا ہو کیا

یہ تکبر ہے؟ فرمایا۔ اللہ جل شانہٗ جمیل ہے جمال کو پسند فرماتا ہے، تکبر یہ ہے کہ حق کو ٹھکرائے اور لوگوں کو حقیر جانے۔ (رواہ مسلم ج ا ص ۶۵)

مختال کی مذمت کے ساتھ فخور کی مذمت بھی فرمائی ہے۔ لفظِ فخور فخر سے ماخوذ ہے۔ شیخی بگھارنا، اپنی جھوٹی سچی تعریفیں کرنا، لفظ فخر اس سب کو شامل ہے بہت سے لوگوں کو یہ مرض ہوتا ہے کہ مال یا علم یا عہدہ کی وجہ سے نشہ میں چور رہتے ہیں۔ شیخی بگھارتے ہیں، اور فخر کرتے ہیں۔ ان کا ذہن اس طرف نہیں جاتا کہ ان کے پاس جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ اور یہ کہ وہ اللہ کے عاجز بندے ہیں۔ جو کچھ نعمتیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں اس انداز میں لوگوں کے سامنے ان کا مظاہرہ کرتے ہیں جیسے ان کے حاصل ہونے میں ان کا کمال شامل ہے اور جن کے پاس وہ چیزیں نہیں ان سے اپنے کو بلند اور برتر سمجھتے ہیں اور اپنے خالق و مالک کو بھول جاتے ہیں، اس نے جس کو دیا ہے اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے اور جس کو نہیں دیا اس میں اس کی حکمت ہے، بندہ کا مقام یہ ہے کہ اپنے کو عاجز سمجھے اور شکر گزار رہے۔ اور اللہ کے دوسرے بندوں کو حقیر نہ سمجھے۔

☆ فرمایا: ٹخنوں سے نیچے کپڑا پہننا بھی بہت زیادہ رواج پذیر ہے، حدیث شریف میں اس پر سخت وعید آئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص تکبر کرتے ہوئے اپنا کپڑا گھسیٹ کر چلا۔ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظرِ رحمت سے نہ دیکھے گا۔ (رواہ البخاری ص ۸۶۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ سے سنا

ہے کہ مؤمن کا تہمد آدھی پنڈلیوں تک ہونا چاہئے (اور) اس پر کوئی گناہ نہیں کہ آدھی پنڈلیوں اور ٹخنوں کے درمیان ہو۔ اور جو اسکے نیچے ہو وہ دوزخ میں لے جانے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھے گا جس نے اپنا تہمد اتراتے ہوئے گھسیٹا۔ (رواہ ابوداؤد، ج ۲ ص ۲۱۰)

کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کا گناہ صرف تہمد ہی میں نہیں، بلکہ دوسرے کپڑوں میں بھی ہے۔ کرتا، عمامہ، پائجامہ کو اگر کوئی ٹخنوں سے نیچے لٹکالے تو یہ بھی اسی ممانعت میں شامل ہیں۔ **قال النبی ﷺ الاسبال فی الازار و القمیص و العمامۃ من جرّ منها شیئا خیلاء لم ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ**

(رواہ ابوداؤد ج ۲ ص ۲۱۰)

حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ نے جو نصیحتیں فرمائیں ان میں سے یہ بھی ہے **اِیَّاکَ وَاِسْبَالَ الْاِزَارِ فَاِنَّهَا مِنَ الْمَخِیْلَةِ وَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمَخِیْلَةَ** (کہ تہمد کو لٹکانے سے پرہیز کرو کیونکہ یہ تکبر کی وجہ سے ہوتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتا۔ (رواہ ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۸)

آنحضرت ﷺ نے **اِنَّهَا مِنَ الْمَخِیْلَةِ** فرما کر ان لوگوں کی بات کی تردید فرما دی جو ٹخنوں سے نیچا کپڑا پہنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تکبر کی وجہ سے نہیں پہنتے جو لوگ ٹخنوں سے نیچا کپڑا پہنتے ہیں اگر اونچا کپڑا پہن لیں تو اس میں اپنی اہانت سمجھتے ہیں اور جو لوگ اونچا کپڑا پہنتے ہیں ان کو حقیر جانتے ہیں یہی تو تکبر ہے یہ لوگ کسی بھی طرح آدھی پنڈلی تک تہمد باندھ کر بازار میں جا کر دکھا دیں دیکھو نفس گوارا کرتا ہے یا نہیں؟

سابقہ امتوں میں سے ایک شخص کے بارے میں رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ وہ تکبر سے اپنے تہمد کو گھسیٹتا ہوا جا رہا تھا لہٰذا اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا۔ وہ قیامت تک زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔ (رواہ البخاری ج ۲ ص ۸۶۱)

☆ فرمایا: کہیں لوگوں نے یہ حدیث سن لی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی لنگی نیچے ہو جاتی تھی اس کو لوگوں نے پائجامہ تہمد اور دوسرے لباسوں کے ٹخنے سے نیچے پہننے کے جواز کی دلیل بنالی، یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اتباع کرتے ہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ رسول اللہ کا صریح ارشاد (کہ جو کپڑا ٹخنے سے نیچا ہو وہ دوزخ میں جانے کا ذریعہ ہے۔ (رواہ البخاری عن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً) چھوڑ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پیروی کرنے کا کیا جواز ہے؟ پھر کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پیروی کے لئے یہی ایک کام رہ گیا ہے؟ انہوں نے تو اللہ کی راہ میں سارا مال خرچ کرنے کے لئے رسول اللہ کی خدمت میں لاکر پیش کر دیا تھا آپ تو ۱/۴۰ بھی زکوٰۃ خرچ کرنے کو تیار نہیں، نیز حدیث شریف میں یوں ہے کہ جب رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص تکبر کے طور پر اپنا کپڑا گھسیٹتا ہوا چلے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) سے نہ دیکھے گا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اِزَارِیْ یَسْتَرْخِیْ اِلَّا اَنْ اَتَعَاعَدَہٗ کہ میرا تہمد ڈھیلا ہو کر نیچے ہو جاتا ہے ہاں میں اگر اس کا خاص اہتمام کروں تو نہیں ہوتا تو اس پر آنحضرت نے فرمایا اِنَّکَ لَسْتَ مِمَّنْ یَّفْعَلُہٗ خُیَلَاءَ کہ تم ان میں سے نہیں ہو کہ جو اس کام کو از راہِ تکبر کرتے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۳۷۶)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تہمد اونچا باندھتے تھے کبھی بے دھیانی میں سرک جاتا تھا پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں تصریح فرما دی اور گواہی دے دی کہ تم ان میں سے نہیں ہو جو اس کام کو تکبر کی وجہ سے کرتے ہیں اب وہ لوگ اپنے ظلم کی خود ہی داد دیں جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اتباع کا دعوی کرتے ہیں قصداً کپڑا خریدتے وقت یہ سوچ کر خریدتے ہیں کہ ٹخنہ سے نیچا سلوانا ہے پھر درزی کے پاس ٹخنے سے نیچا سلوانے کے لئے ناپ دیتے ہیں پھر قصداً ٹخنے سے نیچا پہنتے ہیں اور اونچا پہننے میں کسرِ شان سمجھتے ہیں ان کا یہ سارا عمل اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے تہمد کا بے دھیانی میں لٹک جانا کیا ایک ہی بات ہے؟ ایسی بے تکی باتوں سے کیا گناہ کرنا حلال ہو جائے گا؟ انسان گناہ کو گناہ سمجھ کر کرے تو توبہ کی توفیق بھی ہو جاتی ہے لیکن اینچ پینچ کر کے اسے حلال ہی سمجھ لے تو گناہ گار ہی مرتا ہے۔

☆ فرمایا: ہمارے ایک دوست نے پتلون پہننا چھوڑ دیا پرانے پتلون رکھے ہوئے تھے وہ مجھ سے کہنے لگے کہ ان کا کیا کروں میں نے کہا کہ کٹوا کر ٹخنوں سے اونچی کر لو اور اس کے بعد پہنو اور پہنتے وقت آگے پیچھے کرتے کا دامن بھی ڈھک لینا یہ سن کر وہ ہنس پڑے ان کی ہنسی یہ ظاہر کر رہی تھی کہ جب ٹخنے سے نیچے نہ رہا اور کرتے کا دامن بھی ڈھک گیا تو وہ پتلون ہی کہاں رہا؟ پتلون کا تو مقصد ہی اترانا اور دھڑ کو چمکانا اور ابھرا ہوا دکھانا ہے۔

☆ فرمایا: مسلمانوں کو کیا مصیبت ہے کہ لباس اور وضع قطع میں اسلام کا طریقہ چھوڑیں اور کافروں کی وضع قطع اور سج دھج اختیار کریں ہمارا دین علیحدہ ہے دشمنوں کا دین

علیحدہ۔ دشمنانِ اسلام کا طریقہ ہم سے مختلف ہے ان کے یہاں تو دو چار تصورات و توہمات کے علاوہ دین ہے ہی نہیں، ہمارا دین کامل ہے، مکمل ہے، جامع ہے، زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہے لہٰذا ہمیں اپنے دشمن کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھنے اور ان کا جیسا بننے کی کیا ضرورت ہے؟ کیسی بے غیرتی ہے کہ وہ ہماری وضع قطع اور لباس اور معاشرت اختیار کرنے کو تیار نہیں ہیں اور ہمارے فیشن کے دلدادہ بھائی ان کے سانچے میں ڈھل رہے ہیں قرآن مجید میں فرمایا ہے ﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (اور ان لوگوں کی طرف مائل نہ ہو جاؤ جنہوں نے ظلم کیا ورنہ تمہیں دوزخ کی آگ پکڑ لے گی﴾۔ (سورۂ ہود)

☆ فرمایا:

تکبر بڑا بننے کا نام ہے اس کی سزا بھی ذلت والی ہے "حضرت عمرو عن شعیب رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تکبر والوں کا حشر قیامت کے دن چیونٹیوں کی طرح ہوگا (جسم چیونٹیوں کے برابر ہوں گے اور) صورتیں انسانوں کی ہوں گی ہر طرف سے ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی ان کو دوزخ کے جیل خانہ کی طرف چلایا جائے گا جس کا نام بولس ہے ان پر آگوں کو جلانے والی آگ چڑھی ہوگی ان کو دوزخیوں کے جسم کا نچوڑ پلایا جائے گا۔ (جس کا نام) **طينة الخبال** ہے"۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۲ از ترمذی)

شیطان کی شرارتوں سے متعلق ملفوظات

☆ فرمایا: کہ ابلیس جب مردود ہو گیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم کھا کر کہا کہ میں انسانوں کو ضرور ضرور بہکاؤں گا ﴿قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ﴾ لہٰذا وہ کوئی چھپا ہوا دشمن نہیں ہے اس نے اپنی دشمنی کا اعلان کیا اور قرآن مجید میں جگہ جگہ ﴿إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾ فرمایا ہے یعنی شیطان کے بارے میں بتایا ہے کہ بلاشبہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، شیطان اپنی بات کا پورا ہے انسانوں کو بہکانے اور گمراہ کرنے اور طرح طرح سے تکلیف پہنچانے کے لئے وہ خود اور اس کی ذرّیت انسانوں کے پیچھے لگے رہتے ہیں اور خاص کر مسلمانوں کو راہِ حق سے ہٹانے اور ان کی عبادتیں خراب کرنے اور تکلیف پہنچانے میں مشغول رہتے ہیں، لیکن انسانوں پر تعجب ہے کہ شیطان کو دشمن بھی کہتے ہیں اور اس کی بات بھی مانتے ہیں۔

☆ فرمایا: کافروں کے بارے میں شیطان کی یہ کوشش رہتی ہے کہ وہ کفر و شرک پر جمے رہیں اور اہل ایمان کا بہت پیچھا کرتا ہے اور انہیں طرح طرح سے ستاتا ہے، ایمانیات اور اعتقادیات میں شک ڈالنے کی کوشش کرتا ہے، طرح طرح سے وسوسے لاتا ہے وضو میں شک ڈالتا ہے نماز میں آ کر وسوسے ڈالتا ہے اور وہ چیزیں یاد دلاتا ہے جو اس وقت یاد آنے والی نہیں ہوتی ہیں جس سے نمازی قرات ہی بھول جاتا ہے اور رکعتوں کی تعداد یاد نہیں رہتی، ان سب چیزوں کا علاج یہ ہے کہ جیسے ہی کوئی وسوسہ آئے اسے وہیں چھوڑ دے اور آگے نہ بڑھائے، اگر آگے بڑھاتا رہا تو مصیبت میں پڑے گا۔

وساوسِ شیطانیہ کی ایسی مثال ہے جیسے بھڑوں کا چھتہ ہو اس کو چھیڑ دو تو پھر بھڑیں لپٹ جاتی ہیں اور پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس شیطان آئے گا اور وہ یوں کہے گا کہ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا اور فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ سوال اٹھاتے اٹھاتے وہ کہے گا تیرے رب کو کس نے پیدا کیا۔ تو جب یہاں پہنچ جائے تو اللہ کی پناہ لے اور وہیں رک جائے (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۷ از بخاری و مسلم) (پناہ لینے کا معنی یہ ہے کہ **اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ** پڑھے) اور بعض روایات میں ہے کہ بائیں طرف کو تین بار تھتکار دے (مشکوٰۃ ص ۱۹ از ابوداؤد) یہ ایمانیات میں وسوسہ ڈالنے کی ایک مثال ہے اور اس کا علاج یہ بتایا کہ وہیں رک جائے اور **اعوذ باللہ** آخر تک پڑھ لے۔

شیطان کی کوشش رہتی ہے کہ انسان اول تو ایمان قبول نہ کرے پھر ایمان قبول کر لیا تو ایمانیات میں وسوسے ڈالتا ہے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہمارے دلوں میں ایسی باتیں آتی ہیں کہ ان کو زبان پر لانے سے اس بات کو بہتر سمجھتے ہیں کہ جل کر کوئلہ ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا کیا واقعی تم نے ایسا محسوس کیا ہے؟ عرض کیا ہاں! آپ نے فرمایا یہ خالص ایمان ہے (مشکوٰۃ ص ۱۸ از مسلم) (کیونکہ شیطان ایمان کا ڈاکو ہے اور چور وہیں ڈاکہ ڈالتا ہے جہاں مال ہوتا ہے) اس لئے ایمان کی دولت سے محروم کرنے کے لئے شیطان وسوسے ڈالتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات (علم وقدرت وغیرہ کے بارے میں طرح طرح کے سوالات اٹھاتا ہے جب کہ ان سوالات اور ان کے جوابات پر ایمان موقوف نہیں

پھر جب مبتلیٰ بہ ان سوالات کے جوابات نہیں دے پاتا تو شیطان کہتا ہے کہ تو تو کافر ہو گیا، لہٰذا سارے وسوسے اور خیالات وہیں چھوڑ دے، اور شیطان سے کہہ دے کہ بھاگ تو تو خود کافر ہے تجھے میرے اسلام کی کیا فکر پڑی۔ اگر شیطان کے ساتھ ساتھ چلتا رہے اور اس کے شکوک وشبہات اور وسوسوں کا ساتھ دیتا رہے تو وہ قبضہ کر لے گا۔ سورۃ النحل میں ارشاد فرمایا ہے ﴿اِنَّمَا سُلْطَانُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ﴾ (شیطان کا غلبہ انہی لوگوں پر ہے جو اس سے دوستی کرتے ہیں اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں) شیطان کے وسوسوں کا ساتھ دینا، اس کے ساتھ ساتھ چلتے رہنا، اس کے بہکانے پھسلانے اور توجہ دلانے سے گناہ کرتے رہنا یہ سب شیطان کی دوستی ہے۔

جتنی زیادہ شیطان سے دوستی ہو گی اسی قدر خیر سے محرومی ہو گی جن کی دوستی بہت زیادہ ہے وہ مشرک اور کافر ہوتے ہیں۔ اور جن کی دوستی حدودِ کفر میں لے جانے والی نہیں وہ دوستی کے بقدر فاسق ہوتے ہیں، شیطان کی یہ بھی کوشش رہتی ہے کہ بندے گناہ کریں اور توبہ نہ کرنے پائیں وہ گناہ کراتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ ابھی تو بہت بڑی زندگی پڑی ہے۔ بڑھاپے میں توبہ کر لینا، شیطان کی بات ماننا نادانی ہے موت کا پتہ کس کو ہے؟ کیا ضروری ہے بڑھاپے تک زندہ رہیں گے، موت تو بچے اور جوان کو بھی آجاتی ہے اور اچانک آجاتی ہے، دشمن کی بات ماننا اور توبہ کو بڑھاپے پر موقوف رکھنا بہت بڑی بے وقوفی ہے۔

☆ فرمایا: جو لوگ نیک کاموں میں لگے رہتے ہیں ان کے لئے شیطان نے ایک اور

حربہ نکالا ہے اور وہ یہ کہ بدعتیں جاری کروا دیتا ہے لوگ چونکہ بدعت کو ثواب سمجھ کر کرتے ہیں اس لئے انہیں گناہ نہیں سمجھتے لہٰذا توبہ بھی نہیں کرتے۔ایک حدیث میں ہے کہ شیطان نے کہا کہ میں نے لوگوں کو گناہ کروا کے ہلاک کیا تو انہوں نے مجھے استغفار کے ذریعہ ہلاک کر دیا (یعنی جب میں نے گناہ کروا دیئے تو انہوں نے توبہ کر لی، لہٰذا میری محنت بے کار گئی) جب میں نے یہ دیکھا تو ان کے لئے ایسی چیزیں نکال دیں جو ان کی خواہشات کی اپنی تراشیدہ چیزیں ہیں، میں نے انہیں ان کے ذریعہ ہلاک کر دیا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ثواب کے کام ہیں۔ لہٰذا استغفار نہیں کرتے۔

(الترغیب والترہیب ج ا ص ۸۷)

☆ فرمایا: شیطان نمازی کی نماز خراب کرنے کی بھی کوشش کرتا ہے رکعتوں میں بھول ہو جائے تو اس کا طریقہ حدیث شریف میں بتا دیا کہ غلبہ ظن پر عمل کرے۔ اگر کسی طرف گمان غالب نہ ہو تو یقین یعنی اقلّ پر عمل کر لے۔ مثلاً دو اور تین رکعت پر شک ہو تو دو رکعت سمجھے اور ہر اس رکعت پر بیٹھے جس کے دو یا چار ہونے کا احتمال ہو اور آخر میں سجدہ سہو کر لے، اس سجدہ سہو کے بارے میں رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی رکعت زیادہ ہو گئی ہو گی تو یہ دو سجدے مل کر ایک رکعت کے قائم مقام ہو کر پوری زائد دو رکعتوں کا ثواب مل جائے گا اور اگر رکعتیں پوری ہو چکی ہوں گی (اصل رکعت سے کوئی رکعت زائد نہ ہوئی ہو گی) تو سہو کے یہ دونوں سجدے شیطان کو ذلیل کرنے کے لئے ہوں گے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۹۲ از مسلم)

رکعتوں کی تعداد بھلانے کے علاوہ بھی شیطان نماز خراب کرنے کی کوشش

کرتا ہے قرأت بھی بھلاتا ہے یہ بھی وسوسہ ڈالتا ہے کہ تکبیر تحریمہ نہیں کہی اور سورۂ فاتحہ چھوٹ گئی یا اس کے بعد کی سورت رہ گئی وغیرہ وغیرہ اگر اس بات کا یقین ہو کہ واقعی کوئی چیز رہ گئی ہے تو فقہاء نے اس کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس پر عمل کرلیں اور وہم وسوسہ کو دخل نہ دیں آگے بڑھیں اور شیطان سے کہہ دیں کہ اچھا چل میری نماز نہیں ہوئی۔ وعن القاسم بن محمد ان رجلا ساله فقال انی اهم فی صلوتی فیکثر الخ ج ا ص ۱۹ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت قاسم بن محمد سے ایک شخص نے سوال کیا کہ مجھے نماز میں بہت وہم ہوتا ہے انہوں نے فرمایا کہ تم نماز پڑھتے چلے جاؤ اور اس وقت تک یہ کیفیت نہیں جائے گی جب تک کہ تم ایسا نہ کرو کہ نماز سے فارغ ہو کر یوں کہہ دو کہ ہاں میری نماز نہیں ہوئی (مشکوٰۃ ص ۱۹ از موطا مالک) جو شخص مبتلائے وساوس ہو وہ اس نصیحت پر عمل کرے، شیطان یہ بھی کوشش کرتا ہے کہ نمازی کو نماز پڑھتے ہوئے جمائی آجائے جب جمائی آتی ہے تو منہ کھولتا ہے اور شیطان منہ میں داخل ہوتا ہے اور ہنستا بھی ہے، رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جہاں تک ہو سکے جمائی نہ آنے دو اور منہ کو بند رکھو (جمائی کو روکنا کوئی حالت نماز کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اپنا ہاتھ منہ پر رکھ دے کیونکہ شیطان داخل ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۰۶ از مسلم)

آنحضرت نے نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے سے بھی منع فرمایا اور فرمایا کہ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ کہ یہ شیطان کا اچک لینا ہے کہ بندے کی نماز سے اچک لیتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۹۰، از بخاری و مسلم)

☆ فرمایا: شیطان چاہتا ہے کہ انسان سوتا ہوا رہ جائے اور نماز کے لئے نہ اٹھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص سونے لگتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگالیتا ہے) جیسے جادوگر لگاتے ہیں) ہر گرہ پر یہ دم کر لیتا ہے کہ لمبی رات ہے سوجا، پھر اگر وہ جاگ اٹھا اور اللہ کا ذکر کیا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اس کے بعد اگر وضو کیا تو ایک گرہ اور کھل جاتی ہے، اس کے بعد اگر نماز پڑھی تو تیسری بھی کھل جاتی ہے، اور اس کی اس حال میں صبح ہوتی ہے کہ خوب خوش وخرم ہوتا ہے نفس میں خوبی ہوتی ہے اور اگر (یہ کام نہ کیئے تو اس حال میں صبح ہوتی ہے کہ اس کا نفس خبیث ہوتا ہے) اور سستی چھائی ہوئی ہوتی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۰۸، از بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی کا ذکر ہوا کہ وہ صبح ہونے تک سوتا ہی رہا نماز کے لئے نہیں اٹھا آپ نے فرمایا کہ اس شخص کے کان میں شیطان نے پیشاب کردیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۰۹، از بخاری ومسلم)

جن حضرات کو تہجد پڑھنے کی عادت ہوتی ہے شیطان انہیں بھی سلانے کی کوشش کرتا ہے لہٰذا ہمت کر کے شیطان کے بہلاوے پھسلاوے کو پس پشت ڈال کر جب بھی آنکھ کھلے کھڑے ہو جائیں، جب آنکھ کھلے گی تو شیطان یہ سمجھائے گا کہ ابھی دیر ہے رات باقی ہے نیند پوری کرلو اس کی باتوں میں نہ آئیں اٹھ کر وضو شروع کر دیں۔

بعض بزرگوں سے ایک عجیب واقعہ سنا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک دن سوتے رہ گئے، تہجد کی نماز نہیں پڑھ سکے، آئندہ رات محسوس فرمایا کہ جیسے کوئی شخص جگا رہا ہے آپ نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں شیطان ہوں! فرمایا شیطان بھلا تہجد کے لئے جگائے؟ شیطان نے کہا کہ بات یہ ہے کہ گزشتہ رات میں آپ کو تھپکی دیتا رہا جس کی وجہ سے آپ سوتے رہ گئے اور آپ کی تہجد کی نماز ناغہ ہوگئی آپ اس کی وجہ سے رنجیدہ ہو کر اتنا روئے کہ مجھے یہ محسوس ہوا کہ آپ اگر اٹھ کر نماز پڑھ لیتے تو اس پر اتنا ثواب نہیں ملتا جتنا رونے دھونے پر مل گیا۔ لہٰذا میں نے مناسب جانا کہ آج خود ہی جگا دوں تا کہ اتنا ہی ثواب ملے جتنا تہجد پڑھنے پر ملتا ہے۔ اس سے زیادہ نہ ملے۔

☆ فرمایا: شیطان کی یہ بھی کوشش ہوتی ہے کہ مختلف اوقات کے جو اذکار ہیں ان کو ادا نہ کرنے دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ جو بھی ان کی پابندی کرے گا ضرور جنت میں داخل ہوگا، پھر فرمایا کہ خبردار یہ دونوں چیزیں آسان ہیں اور ان پر عمل کرنے والے کم ہیں۔

پہلی چیز تو یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہے اور دس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور دس مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے رسول اللہ نے انگلیوں پر گن کر فرمایا کہ یہ زبان پر (گنتی میں) ڈیڑھ سو ہیں اور ثواب کے اعتبار سے (ہر نیکی دس نیکی کے حساب سے) ڈیڑھ ہزار ہوں گی۔

دوسری چیز یہ ہے کہ جب سونے کے لئے لیٹنے لگے تو سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ

، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہہ لے (دو چیزیں تینتیس تینتیس بار ہوں اور اللہ اکبر چونتیس بار ہوں) یہ زبان پر سو ہوئے اور ترازو میں ہزار ہوئے (نماز کے بعد اور سونے کے وقت مل کر ڈھائی ہزار ہوئے) سو تم میں سے ایسا کون شخص ہے جو رات اور دن میں ڈھائی ہزار گناہ کرتا ہو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اس کی پابندی کیوں نہ کرسکیں گے؟ آپ نے فرمایا تم میں سے ایک شخص نماز میں مشغول ہوگا تو اس کے پاس شیطان آئے گا اور اس سے کہے گا فلاں بات یاد کر فلاں بات یاد کر یہاں تک کہ جب نماز سے فارغ ہوگا تو ہوسکتا ہے وہ مذکورہ بالا عمل نہ کرسکے اور جب تم میں سے کوئی شخص لیٹنے کی جگہ آئے گا تو شیطان اسے سلانے کی کوشش کرتا رہے گا یہاں تک کہ وہ سو جائے گا۔ (مشکوٰۃ ص ۲۱۱، از ترمذی و ابوداؤد)

فائدہ:

فرض نمازوں کے بعد تسبیحات پڑھنے کے کئی طریقے وارد ہوئے ہیں ان میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ تینوں چیزوں کو دس دس دفعہ پڑھ لیں یہ کم سے کم ہے بہتر وہی ہے، جو معروف ہے کہ سو مرتبہ پورے کرلیں، اگر کسی کو بہت ہی زیادہ مشغولیت ہو تو تیس دفعہ تو بھاگتے دوڑتے بھی پڑھ سکتا ہے۔

☆ فرمایا: وضو میں بھی وسوسے آتے ہیں کہ فلاں عضو دھلنے سے رہ گیا فلاں جگہ پانی نہیں پہنچا۔ اہتمام سے تین تین مرتبہ ہر جگہ پانی پہنچا دیں۔ اس کے بعد کسی وسوسہ میں نہ پڑیں، وسوسہ کو چھوڑیں اور آگے بڑھیں، اگر شیطان کا وسوسہ مانا تو وہ آگے ہی بڑھتا رہے گا اور کبھی چھٹکارا نہ ہوگا۔ عقل کو وساوس پر غالب رکھیں اور شیطان کو دھتکار دیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ وضو کا ایک شیطان ہے۔ وہ وضو کے بارے میں وسوسے ڈالنے کا کام کرتا ہے اس کا نام وَلَهَانَ ہے۔ لٰہذا تم پانی کے بارے میں وسوسے ڈالنے والے سے بچو۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۷)

لفظ وَلَهَانَ حیرانی کے معنی پر دلالت کرتا ہے یہ شیطان وسوسے ڈال ڈال کر وضو کرنے والے کو حیرانی میں ڈال دیتا ہے اور وہ پریشان ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس لئے اس شیطان کا نام وَلَهَانَ رکھا گیا ہے۔

فرمایا: حضرت حکیم الامت تھانوی قدّس سرّہٗ کے ملفوظات میں کہیں پڑھا ہے کہ مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے اکابرین میں سے تھے۔ انہوں نے بیان فرمایا کہ جب میں پاؤں دھو کر وضو سے فارغ ہو جاتا تو شیطان وسوسہ ڈالتا تھا کہ سر کا مسح رہ گیا چند مرتبہ سر کا مسح دوبارہ کرلیا، شیطان کہتا تھا کہ سر کا مسح فرض ہے مسح نہیں کیا تو وضو بھی نہیں ہوا، اور بے وضو نماز پڑھنا کفر ہے، ایک دن میں نے شیطان سے کہا کہ تجھے میرے اسلام کی فکر ہے تو کون سا مسلمان ہے؟ جا بھاگ میں اسی وضو سے نماز پڑھوں گا۔ جب یہ کیا تو شیطان نے وسوسے ڈالنا چھوڑ دیا چونکہ شیطان بہت چالاک ہے اس لئے دینداروں کے پاس دین کے راستہ سے آتا ہے اور دینی باتیں سمجھا کر دھوکہ دیتا ہے اس کی فریب کاری سے ہوشیار رہنا چاہئے۔

فرمایا: جو شخص طہارت کے بارے میں وسوسوں میں مبتلا ہو وہ شیطان کے وسوسے پر عمل نہ کرے اور مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو عمل کیا ایسا کرے جب شیطان کہے کہ تم نے تو پاؤں بھی دھو لئے، حالانکہ فلاں فرض رہ گیا تو اسے کہہ دے کہ

تجھے کیا مطلب؟ تو جا دفع ہو جا، اور پانی کی پاکی اور ناپاکی کے بارے میں اَلْيَقِيْنُ لَا يَزُوْلُ بِالشَّكِّ پر عمل کرے، یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ پانی اپنی اصل خلقت میں پاک میں ہے جب تک اس کے ناپاک ہونے کا ایسا یقین نہ ہو جائے کہ ناپاکی پر قسم کھا سکے تو پاک ہی سمجھتا رہے۔ کافروں اور بچوں کے ہاتھ ڈالنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ یہ بھی یاد رہنا چاہئے کہ شیطان وسوسے نہ ڈال کر انسانوں کو وہمی بنا دیتا ہے۔ جب اس کا نفس وہمی ہو گیا تو اب شیطان فارغ ہے۔ وہ کوئی بھی وسوسہ نہ ڈالے تب بھی آدمی اپنے نفس کے وہموں اور وسوسوں میں مبتلا رہتا ہے۔ شیطان کو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھ کر دور کر دے اور اس کے وسوسوں کے ساتھ نہ چلے، اور عقل کو وہم پر غالب رکھے، ورنہ ہمیشہ مصیبت پر رہے گا، مناطقہ کا قول ہے اور سچ ہے: لَوْ لَا دَفْعُ الْعَقْلِ حُكْمَ الْوَهْمِ لَبَقِيَ الْاِلْتِبَاسُ دَائِمًا (اگر عقل وہم کو دفع نہ کرے تو ہمیشہ اشتباہ رہے گا)۔

☆ فرمایا: وضو میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا یعنی سانس کے ساتھ اوپر کو لے جانا جہاں تک نرم جگہ ہے اور جھاڑنا یہ سنت ہے، لیکن رات کو سونے کے بعد جب بیدار ہو کر وضو کرے تو ناک کو اچھی طرح جھاڑے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص بیدار ہو کر وضو کرے تو تین بار ناک جھاڑ لے، کیونکہ شیطان اس کی ناک کے بانسہ میں رات گزارتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۵ از بخاری و مسلم)

☆ فرمایا: شیطان انسان کے گھروں میں رات کو رہنے اور کھانے کے لئے بھی راستہ

ڈھونڈتا ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا نام لیتا ہے تو شیطان کہتا ہے یہاں نہ رات کو رہنے کا موقع ہے نہ کھانا ملنے کا، اور جب کوئی شخص گھر میں داخل ہوا اور اس وقت اللہ کا نام نہ لیا تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ تمہیں یہاں رات کو رہنے کا موقع مل گیا، اور جب انسان کھانا کھانے لگا (جس نے گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ کا نام نہیں لیا تھا) اور اب کھاتے وقت بھی اللہ کا نام نہ لیا تو شیطان کہتا ہے کہ تمہیں یہاں رات گذارنے کا موقع بھی مل گیا اور رات کا کھانا بھی مل گیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۶۳ از مسلم)

رسول اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے شیطان اسے اپنے لئے حلال کر لیتا ہے (یعنی اسے اس کھانے میں سے کھانے کا موقع مل جاتا ہے) (مشکوٰہ المصابیح ۳۶۳ از مسلم)

اس سلسلہ کا ایک عجیب واقعہ سنن ابی داؤد میں مروی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک شخص کھانا کھا رہا تھا اس نے شروع میں بسم اللہ نہیں پڑھی وہ برابر کھاتا رہا یہاں تک جب ایک ہی لقمہ رہ گیا اور وہ اسے اپنے منہ کی طرف اٹھانے لگا تو اس نے بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ پڑھ لیا۔ اس پر نبی اکرم کو ہنسی آگئی پھر آپ نے فرمایا کہ شیطان برابر اس کے ساتھ کھاتا رہا پھر جب اس نے اللہ کا نام لیا تو شیطان نے وہ سب کچھ قے کر دیا جو اس کے پیٹ میں تھا۔

فرمایا: جب کوئی مرد اپنی بیوی سے ہمبستر ہونے لگے تو اس کے لئے رسول اللہ

نے یہ دعا تعلیم فرمائی:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا﴾

ترجمہ: ''میں اللہ کا نام لے کر یہ کام کرتا ہوں اے اللہ ہمیں شیطان سے بچا اور جو اولاد تو ہم کو عطا فرمائے اس سے بھی شیطان کو دور رکھ۔''

اس دعا کے پڑھ لینے کے بعد اس وقت کی ہمبستری سے جو اولاد پیدا ہوگی شیطان اسے کبھی بھی ضرر نہ پہنچا سکے گا۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ:

اس کو ضرور پڑھنا چاہئے، کیونکہ ہمبستری کے وقت اللہ کا نام نہ لینے سے شیطان کا نطفہ بھی مرد کے نطفہ کے ساتھ اندر چلا جاتا ہے۔ (کذا فی حاشیہ الحصن)

☆ فرمایا: شیطان کی کوشش ہوتی ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو بنی آدم کو کوئی نہ کوئی تکلیف پہنچ جائے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک چوہا چراغ کی بتی کھینچتا ہوا آیا اور رسول اللہ کے سامنے چٹائی پر لا کر ڈال دی۔ جس پر آپ تشریف فرما تھے اس کی وجہ سے ایک درہم کے برابر کچھ حصہ جل گیا۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم سونے لگو تو چراغوں کو بجھا دیا کرو، کیونکہ شیطان چوہے کو یہ کام بتا دیتا ہے جس سے جلنے کا حادثہ پیش آ جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۷۳، از ابوداؤد)

فرمایا: رسول اللہ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص قضائے حاجت کے لئے جائے تو پردہ کرے اگر جنگل میں ہو) پردہ کرنے کے لئے کوئی چیز نہ پائے تو یہی کرے کہ ریت کا ایک ڈھیر بنا لے اور اس کی طرف پشت کر کے بیٹھ جائے کیونکہ شیطان بنی

آدم کے مقاعد (یعنی شرم کی جگہوں) سے کھیلتا ہے اور جس نے ایسا کیا اچھا کیا جس نے نہ کیا تو کوئی حرج نہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۳ ازابوداؤد)

یعنی جب کوئی آدمی دیکھنے والا نہیں ہے اور ریت کا ڈھیر بنا کر نہ بیٹھا تو اس میں گناہ نہیں ہے (ہاں کسی کو شیطان کا کھلونا بننا منظور ہو تو وہ جانے)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جنات کی آنکھوں اور بنی آدم کی شرمگاہوں کے درمیان پردہ یہ ہے کہ جب وہ قضائے حاجت کی جگہ میں داخل ہونے لگیں تو بسم اللہ کہہ لیں، (ہمارے ایک دوست نے ایک واقعہ بتایا کہ ایک شخص پر جن سوار ہو گیا جب عامل کے پاس لے گئے تو جن نے کہا اس نے ہمیں تکلیف دی بیت الخلاء جانے کی دعا پڑھ لیتا تو ہم وہاں سے ہٹ جاتے اس نے دعا نہیں پڑھی تو ہمیں تکلیف پہنچی لہٰذا ہم اسے تکلیف دے رہے ہیں)۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳ از ترمذی)

اور ایک حدیث میں یوں ہے کہ جس کے راوی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ قضائے حاجت کی جگہیں ایسی ہیں جن میں شیاطین حاضر رہتے ہیں۔ سو تم میں سے جب کوئی شخص قضائے حاجت کی جگہ میں داخل ہونے لگے تو (باہر ہی) یہ دعا پڑھ لے:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔

ترجمہ: (میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں خبیث جنات سے مرد ہو یا عورت)۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳ ازابوداؤد)

☆ فرمایا: ایک حدیث میں یوں بھی ہے کہ تم میں کوئی شخص سوراخ میں پیشاب نہ کرے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳ از ابوداؤد)

اس ممانعت کی وجہ علماء نے یہ بتائی ہے کہ سوراخوں میں شیطان رہتے ہیں۔ جب پیشاب اندر پہنچے گا تو وہ اندر سے نکلے گا اور پیشاب کرنے والے کو تکلیف دے گا۔

☆ فرمایا: رسول اللہ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جب رات کا ابتدائی حصہ ہو تو اپنے بچوں کو (باہر نکلنے سے) روک لو کیونکہ اس وقت شیاطین پھیل پڑتے ہیں۔ پھر جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو انہیں چھوڑ دو۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۷۲ ز بخاری و مسلم)

بچوں کو شیاطین سے محفوظ رکھنے کے لئے اس نصیحت پر عمل کرنا ضروری ہے۔ شیاطین کا اثر جو بچوں پر ہو جاتا ہے اس کی ایک بہت بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ گلیوں میں جو بچے آفتاب غروب ہونے سے پہلے کھیلتے رہتے ہیں وہ غروب آفتاب کے بعد بھی اسی طرح کھیلتے رہتے ہیں شیاطین سے محفوظ رکھنے کے لئے انہیں گھروں میں نہیں بلایا جاتا ہے۔

نیز رسول اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ رات کو جب لوگوں کا چلنا پھرنا ختم ہو جائے تو باہر نکلنے میں کمی کرو کیونکہ اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا ہے منتشر فرما دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۳۷۳، از شرح السنۃ)

یہ بھی بہت کام کی نصیحت ہے عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ آدھی رات ہو جانے کے بعد تنہا چلتے پھرتے ہیں۔ اگرچہ آبادی ہی میں ہوں ان کے پیچھے شیاطین لگ

جاتے ہیں اور ڈرانے کی کوشش کرتے ہیں اور سفر میں تو رات کو تنہا جانے سے بالکل پرہیز کریں۔ شیطان نے جہاں کسی کو تنہا دیکھا اس کے پیچھے لگا اور ڈرانا شروع کر دیا۔ بعض ایسے واقعات سنے ہیں کہ شیاطین نے تنہا مسافر کو ڈرایا بخار چڑھ گیا جو موت کا سبب بن گیا۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ تنہا سفر کرنے میں کیا ضرر ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی سوار رات کو تنہا سفر کے لئے روانہ نہ ہوتا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۳۳۸ از بخاری)

☆ فرمایا: سفر میں دن کو بھی تنہا نہیں جانا چاہئے رسول اللہ نے فرمایا:

﴿اَلرَّاکِبُ شَیْطَانٌ وَالرَّاکِبَانِ شَیْطَانَانِ وَالثَّلَاثَۃُ رَکْبٌ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح ۳۳۹ از ابوداؤد)

: ’’ایک سوار ایک شیطان ہے اور دو سوار دو شیطان ہیں اور تین سوار جماعت ہیں‘‘

اس حدیث میں اکیلے ایک شخص کو بلکہ دو شخصوں کو سفر کرنے کی ممانعت فرمائی اور تین آدمیوں کو سفر میں جانے کی اجازت دی کیونکہ ایک یا دو آدمیوں پر شیطان قابو پانے کی کوشش کرتا ہے، اور تین مسافر ہوں تو وہ ایک جماعت بن جاتی ہے جس پر شیطان کا قابو نہیں چلتا اور اس میں دیگر مصلحتیں بھی ہیں۔

حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ تین آدمی سفر میں ہوں تو اپنے میں سے ایک شخص کو امیر بنالیں۔ (رواہ ابوداؤد)

☆ فرمایا: شیطان یہ بھی چاہتا ہے کہ مسلمان آپس میں لڑتے رہیں ان میں اتفاق و اتحاد نہ ہونے پائے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ شیطان بلاشبہ اس سے ناامید ہو گیا ہے کہ نماز پڑھنے والے (یعنی مسلمان) جزیرۂ عرب میں اس کی عبادت کریں (

اسے یقین ہے کہ جن لوگوں نے جزیرۂ عرب میں اسلام قبول کرلیا ہے وہ لوگ اسلام چھوڑ کر کفر میں واپس نہیں آئیں گے) لیکن مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے لئے اس کی کوشش جاری رہے گی۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹ از مسلم)

☆ فرمایا: شیطان کی کوشش یہ بھی رہتی ہے کہ میاں بیوی میں اختلاف ہو اور طلاقیں ہوتی رہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ ابلیس پانی پر اپنا تخت بچھاتا ہے پھر اپنی جماعتوں کو بھیجتا ہے وہ لوگ لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہیں (واپس آکر وہ اسے اپنی کارگزاری سناتے ہیں) ان میں سے اس سے سب سے زیادہ نزدیک تر وہ ہوتا ہے جس نے فتنہ میں ڈالنے کے اعتبار سے سب سے زیادہ کام کیا ہو وہ جن کو فتنہ گری کے لئے بھیجتا ہے ان میں سے واپس آکر ایک کہتا ہے کہ میں نے ایسا ایسا کیا، ابلیس کہتا ہے تم نے کچھ بھی نہیں کیا پھر ان میں سے ایک آتا ہے کہتا ہے کہ میں نے ایسا فتنہ ڈالا اور (فلاں شخص کے پیچھے لگا رہا) یہاں تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی کرا کے چھوڑی (یہ کارنامہ ابلیس کے نزدیک بہت بڑا کارنامہ ہے) جو شخص اپنا یہ کارنامہ بیان کرتا ہے ابلیس اسے اپنے سے قریب کرلیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں تو نے کام کیا ہے (حضرت اعمش رضی اللہ عنہ (راوی حدیث) نے فرمایا مجھے ایسا خیال ہے کہ استاد نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ ابلیس اسے چمٹا لیتا ہے یعنی گلے لگا لیتا ہے)۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۸ از مسلم)

غصہ بھی (شیطانی ابھار) کی وجہ سے ہوتا ہے اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جسے غصہ آئے وہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھ لے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۱۳ از بخاری و مسلم)

☆فرمایا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گھنٹیاں (بجنے والی چیزیں) شیطان کے باجے ہیں اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس جماعت کے ساتھ فرشتے نہیں ہوتے جن میں کتا ہو یا گھنٹی ہو۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۳۸، از صحیح مسلم)

ایک چھوٹی بچی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائی گئی اس کے پاؤں میں بجنے والی چیزیں تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کاٹ دیا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔ (مشکوٰہ المصابیح ص ۱۷۹)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ گھونگھروں، گھنٹیاں بجتا ہوا زیور یہ سب شیطان کی خوشی کی چیزیں ہیں، شیطان کے پاس خود تو گاجے باجے ہیں نہیں اور یہ چیزیں اسے بہت پسند ہیں، لہٰذا وہ اپنی اس محبوب و مرغوب چیز کے لئے انسانوں کو استعمال کرتا ہے، لہٰذا عورتوں بچوں کو بجنے والا زیور نہ پہنائیں، گھروں میں گھنٹیاں نہ رکھیں، جانوروں کے گلوں میں گھنٹیاں نہ ڈالیں۔ جو لوگ شیطانی اعمال کرتے ہیں، ان کو بجنے بجانے والی چیزوں سے محبت اور رغبت ضروری ہوتی ہے اور شیطانی کاموں میں ایسی چیزوں کی بہتات ہوتی ہے، ہندوؤں کے مندروں اور یہود و نصاریٰ کے گرجوں میں خاص طور سے ایسی چیزوں کا خیال رکھا جاتا ہے، شیطان کو چونکہ یہ چیزیں پسند ہیں، اس لئے اپنے ماننے والوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ ایسی چیزیں رکھیں اور بجائیں، مسلمانوں میں بھی جو لوگ خواہش نفس کے مطابق چلتے ہیں اور رنج و خوشی میں قرآن و حدیث کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہتے ان پر شیطان قابو پالیتا ہے، اور

ان کو گانے بجانے کی چیزوں میں مشغول کر دیتا ہے، ان سے گانے گواتا ہے اور باجے بجواتا ہے اور خود بھی سنتا اور مزے لیتا ہے یہ مصیبت عام ہوگئی ہے کہ ہر وقت نفس کو خوش کرنے کے لئے ریڈیو کھولے رہتے ہیں ٹیپ ریکارڈ چلائے رکھتے ہیں، خصوصاً کھانے کے وقت گانا سننے کا بہت خیال کرتے ہیں تا کہ جب منہ میں لقمہ جائے تو گلے سے نیچے دھکیلنے کا کام گانے کی دھن اور سر سے ہو جائے۔

بہت سے لوگ راتوں رات جاگتے ہیں اور قوال سے گانا سنتے ہیں اور چونکہ اس موقع پر رسول اللہ کی نعت اور مدحیہ اشعار بھی ہوتے ہیں اس لئے اس محفل کی شرکت کو ثواب سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص سمجھائے اور بتائے تو اس کو کہتے ہیں کہ یہ وہابی ہے، حضور اقدس کے نعت سننے سے منع کرتا ہے۔ حالانکہ منع کرنے والا ایسے نعتیہ اشعار کہنے اور سننے سے نہیں روکتا جو سچ ہوں اور صحیح ہوں وہ تو گانے بجانے کے آلات پر پڑھنے سے روکتا ہے اگر حضور اقدس کی نعت سننے کا شوق ہے تو بغیر ہارمونیم اور بغیر طبلہ باجے اور بغیر ساز و سارنگی کے سنئے سب جانتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بغیر ساز و سارنگی کے نعت پڑھنے بیٹھ جائے دس پانچ آدمی سننے کے لئے جمع ہوں گے اور دس پانچ منٹ میں منتشر ہو جائیں گے، خدارا انصاف کرو کیا راتوں رات جاگنا نعت نبی ( ) سننے کے لئے ہے یا نبی اکرم کا نامِ گرامی استعمال کر کے نفس و شیطان کو لذیذ گانے کی حرام غذا دینے کے لئے ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ﴿اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِیْرِ وَالْاَوْثَانِ و الصلبِ وَاَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ﴾ (مشکوٰۃ المصابیح ص: ۳۱۸)

”یعنی میرے رب نے مجھے حکم فرمایا کہ گانا بجانے کے آلات کو اور بتوں کو اور صلیب کو (جسے عیسائی پوجتے ہیں) اور جاہلیت کے کاموں کو مٹادوں۔“

کیسی نادانی کی بات ہے کہ حضور اقدس جن چیزوں کو مٹانے کے لئے تشریف لائے ان ہی چیزوں کو حضور اقدس کی نعت سننے میں استعمال کرتے ہیں پھر اوپر سے ثواب کی امید بھی رکھتے ہیں نفس وشیطان نے ایسا غلبہ پایا ہے کہ قرآن و حدیث بتانے والوں کی بات ناگوار معلوم ہوتی ہے۔

۱ صفتِ احسان

صفتِ احسان کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی:

احسان کا معنی بتاتے ہوئے آنحضرت نے ارشاد فرمایا: ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك. (رواہ مسلم فی کتاب الایمان)

احسان یہ ہے کہ تم اس طرح اللہ کی عبادت کرو کہ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اگر تمہیں یہ وصف حاصل نہ ہو سکے تو تم اس طرح عبادت کرو کہ بلاشبہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

کفار کی پیروی سے بچنے سے متعلق ملفوظات

☆ فرمایا: مسلمانوں کے ملک میں اصحاب اقتدار کے نام بھی اسلامی ہیں، لیکن اسلامی نظام نافذ کرنے اور اسلامی قوانین پر چلنے میں عوام وخواص کو چلانے میں اپنی خفت

محسوس کرتے ہیں اور دشمنانِ اسلام کے سامنے جھینپتے ہیں۔ چور اور ڈاکو دندناتے پھرتے ہیں، قتل وخون کرنے والے آزاد ہیں، دشمنوں کے قوانین پر عمل کرنے کی وجہ سے حدود وقصاص جاری نہیں کرتے۔ اب ایک شخص چوری کرتا ہے، ڈاکہ ڈالتا ہے اوّل تو پکڑا نہیں جاتا اگر پکڑا گیا تو بالا بالا کچھ لے دے کر چھوٹ جاتا ہے۔ اگر کیس بھی چلا تو جج صاحب نے یورپی قوانین کا سہارا لے کر اسے چھوڑ دیا۔ اگر سزا دی تو تھوڑی سی جس سے چور وڈاکو پر کچھ اثر نہیں ہوتا کیونکہ یہ تو ان کی عادت بن چکی ہے اور یہ مصیبت بھی تو ہے کہ مظلوم آدمی بڑی مشکل سے کورٹ میں پہنچ سکتا ہے۔ اول تو وہ کسی وکیل کو پکڑے۔ اسے کیس مرتب کرنے اور کورٹ میں داخل کرنے کی فیس دے۔ پھر تاریخیں پڑنے کی مصیبت، ظالم کی ضمانت پر چھوٹ جانے کی آفت، ظالموں کے طرف دار وکیلوں کی بحث بازی یہ سب باتیں غریب مظلوم کو کورٹ تک پہنچنے کی اجازت ہی نہیں دیتی ہیں۔ اگر کسی طرح کورٹ تک کیس پہنچ بھی گیا تو مذکورہ بالا طریق کار جو کورٹ کے ماحول میں رواج پایا ہوا ہے اس کی وجہ سے مظلوم کو اپنا کیس آگے چلانے، بڑھانے کی ہمت نہیں ہوتی لامحالہ ظالم کے حق میں ڈگری دے دی جاتی ہے، جو طرفین مال دار ہوں وہ برسوں برس کیس لڑتے رہتے ہیں، وکیلوں کو دیکھو کہ مظلوم کا کیس لینے کو بھی تیار ہیں اور ظالم کا کیس لینے کو بھی۔

☆ فرمایا: تجارت اور کسبِ مال کے جو طریقے کافروں نے اپنا رکھے ہیں ان ہی طریقوں سے مسلمان روپیہ کماتے ہیں قرآن وحدیث کے احکام کو بالکل سامنے نہیں رکھتے جو چاہتے ہیں خریدتے ہیں جو چاہتے ہیں بیچتے ہیں حلال وحرام کی تمیز بالکل

نہیں، صرف مال چاہیے ملکیت اور قبضہ میں مال آنے سے پہلے بھی بیچے جارہے ہیں، سودی کاروبار بھی ہورہا ہے، خلافِ شرع طریقوں پر چاندی سونے کی خرید وفروخت ہورہی ہے۔ کاروبار میں قمار یعنی جوا بھی ہے، یہ کیا ایمان داری اور دین داری ہے؟

☆ فرمایا: شادیوں پر نظر ڈالئے سادی شادی کرنے کا تو ارادہ ہی نہیں رہا بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم سیّد ہیں۔ ارے میاں تم حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح ورخصتی پر تو نظر ڈالو، کیا ان کی شادی اس طرح ہوئی تھی جیسے تم دھوم دھام سے کرتے ہو۔ صدیقی، فاروقی، عثمانی اور مسلمان کہلانے والی سب اقوام اسلام کے احکام کو شادی کے موقعہ پر بالکل پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ شادیوں میں ہندوؤں کی نقل ہورہی ہے، ڈھول باجے بج رہے ہیں، باراتیں چڑھ رہی ہیں، سود پر قرض لئے جارہے ہیں، ریاکاری کے لئے دعوتیں ہورہی ہیں، دکھاوے کے لئے جہیز دیئے جارہے ہیں، ایک ایک لڑکے اور مزدور اور خادم کے سر پر جہیز کی چیزیں جارہی ہیں۔ قصداً بازاروں سے گزر رہے ہیں تاکہ لوگ خوب دیکھیں اور تعریف ہو۔ یہ سارے ڈھنگ رسول اللہ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے نہیں ہیں۔ یہ باتیں کافروں سے لی گئی ہیں اور ہندوؤں سے سیکھی گئی ہیں۔ ارے مسلمانو! سنت کا اتباع کرو اپنے رسول اللہ کی سنتوں پر مرمٹو، اب ملازمتوں کو دیکھ لو، پیسے کمانے کا یہ بھی ایک سلسلہ ہے۔ اگر ملازمت امانت داری اور دیانت داری کے ساتھ ہو تو روپے پیسے دنیاوی ضرورت پوری کرنے کے لئے یہ بھی ایک اچھی چیز ہے ملازم کو اس کا دھیان رکھنا چاہئے کہ پورا وقت دے، ملازمت کے وقت میں ملازمت ہی ہو۔ اگر ڈیوٹی پر موجود

رہے مگر کام نہیں کیا تو تنخواہ حلال نہ ہوگی۔ اگر صاحبِ دکان کے مال میں خیانت کی تو اس خیانت کا بُرا وبال ہوگا آخرت میں عذاب بھگتنا ہوگا اگر مستقل ملازمت نہیں مزدوری پر کام کرتے ہیں تو اس میں بھی دیانت داری سے پورا کام کرنا ہوگا۔ ہوتا یہ ہے کہ اگر کسی نے دیوار بنوانے کے لئے مزدور لگائے تو جب تک پیسے دینے والا بیٹھا کام کروا رہا ہے تو کر رہے ہیں جب وہ اٹھ کر چلا گیا تو حقہ پینے لگے، سگریٹ سلگا لی یہ بھی بہت بڑی خیانت ہے۔ جتنی دیر مزدوری والے کام کے علاوہ کام کیا ہوا اتنے وقت کی تنخواہ حلال نہیں ہوئی۔

☆ فرمایا: دشمنان اسلام کو بے شرمی و بے حیائی بہت محبوب اور مرغوب ہے، جب ریڈیو چلا تھا تو اس میں عشقیہ گانے آتے تھے اور سینماؤں میں بے حیائی کی فلمیں دکھائی جاتی تھیں اور وہی فلمیں بہت زیادہ پسند کی جاتی تھیں جس میں زیادہ سے زیادہ بے حیائی کا مزہ آ رہا ہو اور ٹی وی نے تو اب پرانی فلموں اور عشقیہ گانوں کو مات کر دیا گھر گھر ٹی وی، وی سی آر، انٹرنیٹ میں بے حیائی کے مظاہرے ہو رہے ہیں۔ بوڑھے، بچے، جوان، ماں، باپ، بہو بیٹیاں، سب مل کر بے حیائی کے مظاہروں کو دیکھتے ہیں اور اس کی وجہ سے جلدی جلدی لڑکے لڑکیاں بالغ ہو رہے ہیں، ٹی وی میں بے حیائی کی چیزیں دیکھ کر لڑکے اور لڑکیاں بدنظری اور بدنفسی اور جنسی ابھار کا شکار ہو رہے ہیں اور معاشقہ کی نظریں لڑانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ مسلمانوں کو کیا مصیبت ہے کہ قرآن وحدیث کی تعلیمات کو چھوڑیں اور بے حیائی کے رنگ میں رنگ جائیں، رواج کے راج نے دین اور دین داری کو بھلا کر رکھ دیا، مسلمان نام کے لوگ رسول

پاک کی سیرت اور آپ کے ارشادات کو نہیں دیکھتے بے شرم کافر جو عمل جاری کرتے ہیں اس میں شریک ہو کر اپنے دین وایمان کا خون کرتے ہیں۔ **اعاذنا اللہ من ذکرہ** مسلمان شرمیلا حیادار ہوتا ہے۔ فرمایا رسول اللہ نے کہ ''**الحیاء شعبۃ من الایمان**'' (کہ حیاء ایمان کا ایک شعبہ ہے) اور یہ بھی ارشاد فرمایا:

ان الحیاء والایمان قرناء جمیعا فاذا رفع احد رفع الاخر.

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۲)

حیاء اور ایمان دونوں ساتھ ساتھ ہیں سو جب ایک اٹھالیا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے۔

حسبِ فرمانِ سرورِ عالم حیاء نہ رہے تو ایمان نہیں رہتا اور ایمان نہ رہے تو حیاء نہیں رہتی اس لئے کافروں میں ہر طرح کی بے حیائی پائی جاتی ہے اور مسلمان نام کے لوگ جن میں سچا ایمان نہیں وہ بھی بے حیائی میں کافروں کے قدم بقدم چلتے ہیں اور بے حیائی کو اپناتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ اس میں ترقی ہے یہ تو الٹی ترقی ہے۔ ایمان کے بھی خلاف ہے اور انسانیت کے بھی خلاف ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی حواء علیہا السلام نے جب جنت میں اس درخت کے پھل کو کھایا جس سے منع کیا گیا تھا تو ان کے جسم کے کپڑے گر پڑے اسی وقت دونوں نے جنت کے پتے اپنے جسم پر لپیٹنے شروع کر دیئے دیکھو دونوں میاں بیوی تھے پھر بھی بے پردگی کو گوارا نہ کیا۔

☆ فرمایا: دشمنوں نے لباس کی وضع قطع کے جو طریقے نکالے اور ننگے پہناوے پہننا اور بنانا اور بیچنا شروع کر دیا، مسلمان نام کے لوگ بھی اسی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ان کی عورتیں ننگے پہناوے پہنتی ہیں، نام کے مسلمانوں نے بھی اپنی بیویوں، بہوؤں بیٹیوں کو یہی پہنانا شروع کر دیا۔ سر اور چہرے کے پردہ کے تو پہلے ہی سے دشمن تھے

اب عورتیں پتلون پہنے ہوئے، نیم آستین بلا آستین، کرتیاں بدن پر ڈالے ہوئے بازاروں، پارکوں میں گھوم رہی ہیں۔ رسول اللہ نے بطور پیش گوئی ارشاد فرمایا کہ ایسی عورتیں ہوں گی جو کپڑے پہنے ہوئے بھی ننگی ہوں گی:

نساء کاسیات عاریات ممیلات مائلات رؤوسهن کاسنمة البخت المائلة لایدخلن الجنة ولایجدن ریحها یعنی ایسی عورتیں ہوں گی جو کپڑے پہنے ہوئے بھی ننگی ہوں گی۔ اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی خود مائل ہونے والی ہوں گی۔ ان کے سر ایسے پھلائے ہوئے ہوں گے جیسے اونٹوں کے کوہان ہوتے ہیں۔ یہ عورتیں نہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو سونگھیں گی۔

(مشکوٰۃ المصابیح)

☆ فرمایا:

اب تو مردوں نے اپنا ڈھنگ ایسا بنا لیا ہے کہ بدنظری کا خوب موقع مل رہا ہے ڈاڑھیاں مونڈی ہوئی ہیں، پتلون کسی ہوئی ہیں، پتلونوں میں کرتے گھسے ہوئے ہیں، مٹکاتے ہوئے چلنا، فیشن اور ہنر بن گیا ہے۔ ارے مسلمانو! تم کہاں پہنچ گئے اپنے نبی کی سیرت وصورت اور شانِ شرم وحیا سے کیوں دور ہو رہے ہو؟ دشمنوں نے کیا گھول کر پلا دیا جو سب کچھ ان ہی کا پسند ہے۔

مقصدِ زندگی سے متعلق ملفوظات

☆ فرمایا: دنیا میں آئے دنیا کے لئے نہیں، آخرت بنانے اور آخرت کی کمائی کرنے کے لئے دنیا میں آنا ہوا، نہ اپنے اختیار سے آئے نہ اپنے اختیار میں جینا ہے نہ اپنے

اختیار میں مرنا ہے، سورۃ الذّاریات میں فرمایا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾

’’اور میں نے جن اور انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں۔‘‘

معلوم ہوا کہ انسان کا سب سے بڑا کام اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگنا ہے، رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: ما اوحی إلی أن أجمع المال وأكون من التاجرين ولكن أوحی إلی أن ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾

’’میری طرف یہ وحی نہیں کی گئی کہ میں تاجروں میں سے ہو جاؤں میری طرف یہ وحی کی گئی کہ موت آنے تک اپنے رب کی عبادت کرو۔‘‘

☆ فرمایا: جسے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگئی اللہ تعالیٰ کی شان خالقیت و مالکیت کو پہچانا اور مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے تصرفات کو دیکھا خود اپنی پیدائش اور حیات اور حالات پر نظر ڈالی اور اپنی محتاجگی کا احساس ہوا اسے تو ظاہراً و باطناً اللہ تعالیٰ کی طرف ہی متوجہ ہونا پڑتا ہے ایسے لوگ بقدر ضرورت حلال روزی بھی کماتے ہیں لیکن توجہ اللہ تعالیٰ کی ہی طرف رہتی ہے، سورۂ النور میں فرمایا: ﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ﴾

’’یعنی ایسے لوگ جنہیں تجارت اور بیع اللہ کی یاد سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی۔‘‘

ان لوگوں کی مزید تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ﴿يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ

الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ۞

''یہ لوگ اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہوں گے۔''

معلوم ہوا کہ دنیا کماتے ہوئے بھی دل کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور اللہ کی یاد سے دل معمور رہے، ساتھ ہی فکرِ آخرت بھی دامن گیر ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غافل ہونا مؤمن کا کام نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: كَانَ يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْ كُلِّ اَحْيَانِهٖ۔ ''رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ کو یاد کرتے تھے۔'' (رواہ المسلم)

☆ فرمایا: ذکر اللہ صرف یہی نہیں ہے کہ زبان سے ذکر کرے بلکہ زبان سے بھی ذکر کرے اور دل میں بھی اللہ کی یاد بسائے جن اعمال اور اشغال میں لگا ہو ان میں احکام اسلامیہ کی پابندی کرے، دنیا کی محبت اور دنیا زیادہ حاصل کرنے اور جمع کرنے کی محبت، احکام شرعیہ کی پابندی نہیں کرنے دیتی، بہت سے لوگ نمازی بھی ہیں لیکن پیسہ کمانے میں حرام حلال کی تمیز نہیں کرتے جو بہت بڑا خسارہ ہے۔

☆ فرمایا: ایک جگہ امام صاحب نے نماز پڑھائی، رکعتوں کی گنتی بھول گئے سلام پھیر کر مقتدیوں سے پوچھا کتنی رکعت نماز ہوئی؟ حاضرین میں اختلاف ہو گیا ان میں سے ایک شخص بولا کہ جناب عالی تین رکعتیں ہوئی ہیں! امام صاحب نے دریافت کیا کہ تو یقین سے کہتا ہے کہنے لگا ہاں مجھے یقین ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ میری چار دکانیں ہیں ہر رکعت میں ایک دکان کا حساب لگاتا ہوں ابھی تک تین دکانوں کا میں نے حساب لگایا ہے اس لئے مجھے یقین ہے کہ تین ہی رکعتیں ہوئی ہیں۔ دیکھو جب عین نماز میں دوکاندار کا یہ حال ہے تو خارج نماز خالص دنیا کی مشغولیت میں کیا حال

ہو گا؟

☆فرمایا: حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اختیار دیا گیا کہ سیدھا سادھا بندہ ہو کر زندگی گزاروں یا نبوّت کے ساتھ بادشاہت بھی اختیار کرلوں، میں نے عرض کیا کہ یا اللہ میں بندہ ہو کر زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس کے بعد آپ تکیہ لگا کر کھانا نہیں کھاتے تھے اور فرماتے تھے۔ ''میں کھاتا ہوں جیسے غلام کھاتا ہے اور بیٹھتا ہوں جیسے غلام بیٹھتا ہے''۔

نیز آپ نے فرمایا کہ ''اے عائشہ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں'' چونکہ آپ نے مالداری والی زندگی کو پسند نہیں فرمایا اس لئے آپ کے گھروں میں تین تین مہینوں تک آگ نہیں جلتی تھی، فاقوں کی نوبت آ جاتی تھی۔ چونکہ آپ کا فقر اختیاری تھا اس لئے بطورِ معجزہ بھی ہمیشہ کھانے کی چیزوں میں اضافہ نہیں ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ آپ کو بھوک نے پریشان کیا، آپ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ یہ دونوں حضرات بھی فاقہ سے تھے۔ جن صحابی کے گھر گئے تھے وہ بھی بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے ''**ما احد الیوم اکرم اضیافا منا**'' کہ آج مہمانوں کے اعتبار سے ہم سے بڑھ کر شرف وفضیلت کے اعتبار سے کوئی نہیں۔ صاحب خانہ نے بکری ذبح کی کھجوریں پیش کیں، ماحضر تناول فرمانے کے بعد حضرت ابو بکر و حضرت عمر کو خطاب کر کے فرمایا کہ

اپنے گھروں سے بھوکے نکلے تھے اللہ جل شانہٗ نے کھلایا نعمت عطا فرمائی اس نعمت کے بارے میں قیامت کے دن تم سے سوال ہوگا۔(مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۶۸)

☆ فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ذمہ کسی کا حق واجب نہیں ہے وہ جس کو چاہے دے جتنا چاہے دے اور بندے احکام کے مکلّف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ نعمتوں کو صحیح استعمال کریں، احکامِ شرعیہ کے مطابق خرچ کریں، اسراف بھی نہ ہو تقتیر (کنجوسی) بھی نہ ہو، حلال چیزیں کھائیں، اپنے اوپر اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کریں، دیگر اقرباء اور مساکین پر بھی خرچ کریں، لیکن سب کچھ اللہ کے لئے ہو ریاکاری، دکھلاوا، شہرت طلبی، تعریف کی امید نہ ہو۔

☆ فرمایا: کھانے پینے کے علاوہ تیسری اہم ضرورت کپڑا پہننے کی ہے اس کے بارے میں بھی احکام شرعیہ کے مطابق چلنا ضروری ہے مثلاً عورتیں پردہ کریں، پردہ والا لباس پہنیں، باریک کپڑے نہ پہنیں، مرد ٹخنوں سے نیچا کوئی بھی کپڑا نہ پہنیں، نہ کُرتا نہ پاجامہ۔

حدیث شریف میں ارشاد ہے: مَا اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ فِی النَّار،، (مشکوٰۃ المصابیح کتاب اللباس) ''جو کپڑا ٹخنوں سے نیچا ہوگا وہ دوزخ میں لے جانے والا ہے۔''

آج کل ٹخنوں سے نیچے کپڑے پہننے کا مرض بہت عام ہے۔ دیکھو حدیث شریف میں کس قدر وعید شدید ہے۔ اس سب کے باوجود عموماً لوگوں میں ٹخنے سے نیچے پہننے کا رواج ہے۔ اس میں مخیلہ یعنی اتراوا پن ہے اور اس میں عزت سمجھتے ہیں اور لوگوں کی اس بات سے ڈرتے ہیں کہ یہ شخص ایسا ہے کہ اس کے ٹخنے بھی ڈھکے ہوئے نہیں۔

لوگوں کا مزاج یہ بن گیا ہے کہ انسانوں کی خواہش کے مطابق چلنا چاہتے ہیں نہ احکام اسلامیہ کی پرواہ کرتے ہیں نہ آخرت کے دن پیش آنے والی مشکلات اور عذاب کی وعیدوں کا خیال کرتے ہیں۔ کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں لیکن ان کی مسلمانی ایسی ہی چالو قسم کی ہے۔

☆ فرمایا: شاید کوئی شخص یوں کہے کہ جب مال ہم نے کمایا ہے تو ہمارا مال ہے۔ ہم جیسے چاہیں خرچ کریں، جسم بھی ہمارا ہے جیسے چاہیں اور جو چاہیں کھائیں، پئیں اور پہنیں، ارے نادانو! تم خود اپنے نہیں ہو تم تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہو اس کی مخلوق بھی ہو مملوک بھی ہو، جو خالق و مالک ہے اسے ہر طرح اختیار ہے۔ اپنی مخلوق کو جو چیز استعمال کرنے اور جس طرح استعمال کرنے کی اجازت دی ہے اس کی خلاف ورزی گناہ ہے۔ مال کمانے کی قوت اللہ تعالیٰ نے دی، آنکھیں دیں، ہاتھ پاؤں دیئے، ہوش گوش سے نوازا لہٰذا اسی کے حکم کے مطابق چلنا لازم ہے۔ دیکھو دنیا میں ماں باپ بچوں کو کھلاتے پلاتے ہیں۔ اگر کوئی بچہ نافرمانی کرے تو اسے کہتے ہیں ہم نے تجھے اسی دن کے لئے پالا تھا، جب ماں باپ کی نافرمانی بُری بات ہے جو مالک مجازی ہیں تو مالکِ حقیقی کی نافرمانی کتنی بری ہو گی۔ وَمَا یَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ۔

☆☆☆

تربیتِ اولاد سے متعلق ملفوظات

☆ فرمایا: اللہ جلّ شانہ نے بنی آدم کی نسل چلانے اور بڑھانے کے لئے آپس میں مرد اور عورت کی ایک دوسرے کی طرف رغبت رکھ دی اور دونوں میں شہوت بھی پیدا

فرمادی۔ لیکن شہوت پورا کرنے کی حدود بھی مقرر فرمادیں، اوّل تو نکاح کو حالات کے اعتبار سے لازم قرار دیا پھر اس کی تفصیل بتائی کہ کس سے نکاح حرام ہے اور کس کس سے حلال ہے، اگر مرد عدل قائم کر سکے تو اسے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی بھی اجازت ہے لیکن بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں نکاح میں نہیں رکھ سکتا، دیکھو اس میں حد بندی بھی ہے اور آسانی بھی ہے۔

☆ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے نسل چلانے کے لئے شہوت تو رکھی ہی تھی اولاد پیدا ہو جائے تو اس کی محبت اور ممتا ماں باپ میں اور دوسرے متعلقین کے دلوں میں پیوست فرمادی، شریعت کا حکم تو ہے ہی کہ اولاد کی پرورش کرو اور کس طرح کرو لیکن انسان اپنی ممتا سے بھی مجبور ہے اسے پرورش کرنا ہی پڑتی ہے۔

پھر ناسمجھ بچوں کے دلوں میں بھی فطری طور پر یہ بات ڈال دی کہ یہ میرے ماں باپ ہیں انہیں سے لگا رہنا اور لپٹا رہنا چاہئے، دیکھو چھوٹے بچے جس ناز و نخرہ سے ماں باپ سے فرمائش کرتے ہیں اور ضد کر کے اپنی منشا کے مطابق مال خرچ کروا دیتے ہیں ماں باپ کے سوا کسی دوسرے کے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔

☆ فرمایا: بعض مرتبہ حالات ایسے ہوتے ہیں کہ نکاح میں دیر لگ جاتی ہے۔ رشتہ نہیں ملتا، یا اسباب موجود نہیں ہوتے اس کے باوجود اسلام نے زنا کرنے کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ شہوت کو دبانے کے لئے روزے رکھنے کا حکم فرمایا، یہ روزے لگاتار ہونے چاہئیں۔

پھر روزہ رکھ کر شہوت کو دبانے کا حکم تو فرمایا لیکن قوت مردانگی زائل کرنے

کی اجازت نہیں دی، بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے خصی ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَصٰى وَلَا اخْتَصٰى،، (مشکوٰۃ المصابیح)

’’وہ ہم میں سے نہیں ہے جو کسی کو خصی کرے یا خود خصی ہو جائے‘‘

اس کی وجہ یہ ہے کہ نکاح کا اصل مقصد اولاد کی پیدوار ہے جسے ﴿وَ ابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ میں بیان فرمایا ہے۔ اگر کسی کو سرِ دست نکاح کرنے کا موقعہ نہیں ہے۔ تو روزہ رکھ کر شہوت کو دبالے بالکل شہوت کو زائل نہ کرے، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا موقع دیدے اور ایسے حالات پیدا فرمادے کہ نکاح کرنے کی صورت نکل آئے۔

☆ فرمایا: جب اولاد پیدا ہو جائے تو اسے پیار و محبت سے پالے اس پر حلال پیسہ بھی خرچ کرے، لیکن اس کے کہنے سے گناہ نہ کرے مثلاً بچے کہتے ہیں کہ ہمیں تصویریں یا گڑیاں خرید دیں تو ان کی بات نہ مانیں، غیر شرعی لباس سلوانے یا خریدوانے کو کہیں یا لڑکیاں بے پردہ پھرنے کو کہیں تو ان کی یہ خواہش پوری نہ کریں۔

☆ فرمایا: اولاد کی تربیت صرف یہی نہیں ہے کہ روٹی کپڑا پہنا دیں اور نرم بستر پر سلا دیں، محبت کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ انہیں اعمال صالحہ والا بنائیں، گناہوں سے پرہیز کرنے والا بنائیں اور انہیں شرعی احکام سکھائیں۔ قرآن مجید پڑھائیں حفظ کرائیں نمازیں صحیح یاد کروائیں نماز پڑھنے پر خود زور دیں۔

ارشاد فرمایا: رسول ﷺ نے کہ اپنی اولاد کو نماز پڑھنے کا حکم دو جب سات سال کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھنے پر ان کو مارو جب کہ وہ دس سال کے ہو جائیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح)

☆ فرمایا: آج کل لوگوں نے رواج کو ہی اپنا راجا بنا رکھا ہے۔ کافروں میں جو چیز رواج پا جاتی ہے۔ اسی کو خود بھی اختیار کر لیتے ہیں اور اولاد کو بھی اسی پر ڈھالتے ہیں لڑکوں اور لڑکیوں کو اسکول و کالج کی زینت بناتے ہیں وہاں بے حیائی کا لباس پہن کر جاتے ہیں۔ لڑکے لڑکیاں ایک ساتھ بیٹھتے ہیں۔ پہلے تو لڑکے ہی پتلون پہنتے تھے اب لڑکیاں بھی پہننے لگیں، غضب کر دیا کیسی بے شرمی ہے۔

☆ فرمایا: ماں باپ کا یہ حال ہے کہ اولاد کو نہ نماز سکھاتے ہیں نہ نماز پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں۔ والد صاحب خود بھی ڈاڑھی مونڈتے ہیں لڑکوں کو بھی اس طور طریق پر ڈالتے ہیں اور ایک واجبِ شرعی کو عار سمجھتے ہیں۔

فرمایا: تقویٰ معیار کرامت ہے۔ سورۃ الحجرات میں ارشاد ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾

ترجمہ: ”اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے چھوٹے بڑے قبیلے بنا دیئے بے شک سب سے بڑا عزت والا اللہ کے نزدیک وہ شخص ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ تقویٰ والا ہو بے شک اللہ جاننے والا ہے باخبر ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اوّل تو یہ فرمایا کہ لوگوں کی تخلیق یعنی پیدائش ایک مرد و عورت یعنی حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام سے ہے جتنے بھی انسان ہیں اپنے آباؤ اجداد کے واسطے سے انہی دونوں انسانوں تک نسب پہنچتا ہے کالے گورے چھوٹے بڑے

مختلف اقوام اور قبائل اور سارے برِّ اعظموں میں رہنے والے امیر کبیر اور فقیر و حقیر سب انسان بنی آدم ہیں نسب کے اعتبار سے یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے کے اعتبار سے کسی کو کوئی فضیلت حاصل نہیں یہ کنبے اور قبیلے جو دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں یہ جان پہچان کے لئے ہیں دنیا کی بڑائی اور بہتری، مال زیادہ ہونا، صاحبِ جائیداد ہونا، صاحبِ اقتدار ہونا، اس سے آخرت کی کامیابی کی امید رکھنا بے وقوفی ہے وہاں ایمان اور اعمالِ صالحہ کام دیں گے دنیا کی ساری بڑائی دھری رہ جائے گی اعمالِ صالحہ کیا ہیں ان میں فرائض و واجبات کا اہتمام کرنا اور گناہوں کا چھوڑنا مراد ہے۔ جسے تقویٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ اور معزّز اور مکرّم وہی شخص ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہو اگر کوئی شخص دنیاوی اعتبار سے کم مال والا ہے۔ اونچے نسب کے دعویداروں کے مقابلہ میں دنیا میں اس کی حیثیت کم ہے۔ لیکن وہ تقویٰ میں بڑھا ہوا ہے قیامت کے دن اس کا تقویٰ اسے کام دے گا بڑے بڑے نسب والے کافر اور فاسق وہاں ذلیل ہوں گے عذاب کے مستحق ہوں گے۔ دنیا کی اچھل کود نسب کی بڑائی کچھ کام نہ آوے گی اونچے نسب والے بھی ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے بخشے جائیں گے۔

رسول اللہ ایک دن صفا پہاڑی پر تشریف لے گئے عام خطاب فرمایا کہ اے لوگو! تم اپنی جانوں کو دوزخ سے بچالو میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا پھر اپنے قبیلہ اور قوم قریش اور آل واولاد کو خصوصی طور پر خطاب فرمایا ارشاد فرمایا:

اے قریش کی جماعت اپنی جانوں کو بچاؤ کا فکر کرلو میں تمہیں اللہ کے عذاب سے

نہیں بچا سکتا اے بنی عبد مناف اپنی جانوں کے بچاؤ کا فکر کر لو میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا اے عباس بن عبدالمطلب میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ اے صفیّہ (رسول اللہ ﷺ کی پھوپی) میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ اے فاطمہ بنت محمد ﷺ جو چاہے میرے مال میں سے طلب کر لے میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۶۰)

مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن ایمان اور اعمال صالحہ پر فیصلے ہوں گے کوئی شخص نسب کی بنیاد پر دھوکے میں نہ رہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قرابت کی وجہ سے میری نجات اور مغفرت ہو جائے گی۔ سورۂ توبہ میں فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔“

اس آیت شریفہ میں دو حکم دیئے اول یہ کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ دوم یہ کہ سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ اس میں جو دوسرا حکم دیا ہے۔ اگر اس پر عمل کیا جائے تو پہلے حکم پر بھی بآسانی عمل ہو جائے گا سچے لوگ وہ ہیں جو ایمان میں سچے ہیں، اعمال میں سچے ہیں، ریا کار نہیں ہیں۔ اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ سے متصف ہیں متبع سنت ہیں۔ اگر کوئی شخص ایسے حضرات کے ساتھ رہے گا ان کی صحبتیں اٹھائے گا تو اسے صفتِ تقویٰ حاصل ہو جائے گی۔ صحبت صدق بہت بڑی صفت ہے سورۃ الزمر میں فرمایا:

﴿وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾

صدق ایمان میں بھی لازم ہے ورنہ نفاق ہو جائے گا۔ اعمال میں بھی لازم ہے

اگر اعمال میں سچائی نہ ہوگی تو ریاکاری داخل ہو جائے گی۔ اعمال پوری طرح اور اچھی طرح ادا نہ ہوں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کے شہوانی جذبات اور شیطان کی تسویلات اور معاصی کے تحریکات انسان کو گناہوں میں مبتلا رکھتی ہیں فکرِ آخرت اور نفس کی اصلاح کے لئے ان حضرات کی صحبت کی ضرورت ہے جو صالحین ہوں صادقین ہوں آخرت کے فکرمند ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوں، بری صحبتوں میں انسان برا ہو جاتا ہے اور نیک لوگوں کی صحبت میں نیک بن جاتا ہے۔ آیت بالا میں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ درِحقیقت صادقین کی اور صالحین کی مجلسوں میں جانا ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ان کی کتابیں پڑھنا یہ انسان کے متقی اور صالح بنانے کا بہت بڑا اکسیر ہے، تجربہ یہ ہے کہ جس کسی میں صلاح وفلاح اور نیک مزاجی کے جذبات نظر آئیں گے تحقیق کرنے سے معلوم ہوگا کہ اس شخص کو یا اس کے باپ داداؤں میں سے کسی کو نیک بندوں کی صحبت میسر ہوئی ہے، جہاں تک ممکن ہو صالحین وصادقین کی صحبتوں میں جائیں اور ان کی کتابیں پڑھیں۔

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ﴾

☆☆☆

دنیا سے استغناء سے متعلق ملفوظات

☆ فرمایا: دنیا اور اہل

دنیا سے استغناء رکھنا چاہئے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ دنیا کے طالب بنو گے تو دور

بھاگے گی اور استغناء برتو گے تو پیچھے لگے گی اور دوڑ کر آئے گی دنیا سے بے رغبتی اور اس سے کم سے کم فائدہ اٹھانا یہ ہے نفع کی چیز کہ انسان ہشاس بشاش رہتا ہے، دنیا کے جھمیلوں سے آزاد رہتا ہے بقدرِ ضرورت کمایا اہل وعیال کی ضرورت میں خرچ کر دیا باقی تلاوت اور ذکر میں مشغول ہو گیا کوئی کر کے تو دیکھے۔ دیکھو کیسا مزہ آتا ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

ما أوحی الیّ أن أجمع المال و أکون من التاجرین ولکن اوحی الی ان ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾

''میری طرف یہ وحی نہیں کی گئی کہ میں مال جمع کروں اور تاجروں میں سے ہو جاؤں، میری طرف تو یہ وحی کی گئی کہ اب تم اپنے رب کی تسبیح بیان کرو اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤ اور موت تک اپنے رب کی عبادت کرتے رہو۔''

رسول اللہ مال جمع نہیں فرماتے تھے، بہت مال آتا تھا اسے فی سبیل اللہ خرچ کر دیتے تھے اور اپنے گھروں میں تین تین مہینے آگ نہیں جلتی تھی۔ غزوہ حنین کے موقعہ پر آپ نے مال غنیمت تقسیم فرمانا شروع کیا تو ایک ایک شخص کو ہزار ہزار بکریاں عنایت فرما دیں اور بعض لوگوں کو سو سو اونٹ دے دیئے صفوان ابن امیہ جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے مکہ مکرمہ سے آپ کے ساتھ ہو لئے تھے اور چار ماہ کی مہلت لی تھی کہ اسلام لانے کے بارے میں غور وفکر کروں گا جب رسول اللہ کی سخاوت کا یہ عالم دیکھا تو آنکھیں پھٹی رہ گئیں اور دل میں کہا'' **لا تطیب بذلك**

الا نفس نبی" ابھی چند ہی روز گزرے تھے کہ وہ ایمان لے آئے۔

☆ فرمایا: کہ دنیا میں سب کو مرضی کے خلاف چلنا پڑتا ہے۔ یہ دنیا دار التکلیف ہے اگر اس میں سکون اور راحت ملے تو تعجب کی بات ہے۔

ایک شخص نے مسئلہ پوچھا فرمایا کہ کیا تمہارا ذاتی مسئلہ ہے یعنی (تمہیں پیش آیا ہے) انہوں نے کہا کہ نہیں کسی اور نے پوچھا ہے فرمایا کہ اس سے کہنا خود آ کر پوچھے کیا اس کے پاؤں میں مہندی لگ رہی ہے۔ اگر میں تم کو بتا دوں تو کچھ کا کچھ جا کر بتا دو گے میں کہوں گا آم تم سمجھو گے امرود اور اس کو جا کر جامن بتا دو گے۔

☆ فرمایا: صرف اللہ تعالیٰ ہی خالق اور صرف حقیقی مالک ہے وہ جب چاہے جس صورت میں جس کیفیت پر چاہے پیدا فرمائے کوئی بھی روک ٹوک نہیں کر سکتا جس کو چاہے صحیح سالم جس کو چاہے لولا لنگڑا بہرا نابینا پیدا فرما دے جس کو چاہتا ہے صحیح سالم پیدا فرما کر بعد میں معذور بنا دیتا ہے۔

☆ فرمایا: کہ کسی کا قد دراز اور کسی کا قد ٹھگنا ہے یہ سب قادرِ مطلق کی قدرت کے مظاہر ہیں ایک مرتبہ مسجد نبوی میں ایک دراز قد شخص آ گیا لوگ اسے دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے اور ایک شخص کو دیکھا کہ عمر بڑی تھی مگر قد پانچ سال کے بچہ کے برابر بھی نہ تھا، زیادہ کھانے پینے سے قد نہیں بڑھتا اور نہ اس سے زیادہ طاقت آتی ہے۔ قوت و طاقت اللہ تعالیٰ کا مستقل عطیہ ہے مالداروں کے کھاتے پیتے بچے کمزور اور تنگ دستوں کے بچے قوی اور توانا ہوتے ہیں۔

☆ فرمایا: کوئی بھی مخلوق ایک ذرّہ اور ایک حبّہ پیدا کرنے پر قادر نہیں تصویر بنانے

والوں کے بارے میں حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ یہ لوگ اللہ کی تخلیق کی مشابہت اختیار کرتے ہیں (یہ حرمت تصاویر کی ایک وجہ ہے) حدیث قدسی ہے:

ومن اظلم ممن ذهب يخلق كخلقي فليخلقوا ذرة او ليخلقوا حبة او شعيرة،، (رواہ البخاری ومسلم)

''اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا کہ میری تخلیق کی طرح پیدا کرنے لگے چاہئے کہ یہ لوگ ایک چھوٹی سی مثلاً چیونٹی کی طرح پیدا کر دیں یا ایک دانہ پیدا کر دیں یا ایک جو پیدا کر دیں۔''

جو لوگ تصویریں بناتے ہیں وہ لوگ اللہ کی تخلیق میں مشابہت اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جس کو چاہا جس صورت پر چاہا بنا دیا سب انسان و جانور مجبور ہیں اسی صورت پر رہیں گے جس پر پیدا کئے گئے ہیں۔ کالا گورا اور سانولا رنگ جسے جو بھی دے دیا گیا اسی کے مطابق جئے گا اللہ تعالیٰ نے جتنے پھل پیدا فرمائے اور جس صورت پر پیدا فرمائے اور جتنی جسامت پر پیدا فرمائے ان کے خلاف ان کے سوا نہ کوئی شخص پھل پیدا کر سکتا ہے نہ ان کی جسامت اور مقدار اور کیفیت اور مزہ بدل سکتا ہے۔ حدیث بالا میں انہیں لوگوں کا ذکر ہے ایک ذرّہ اور حبّہ پیدا نہیں کر سکتے یعنی وجود میں نہیں لا سکتے اور تصویریں بنا بنا کر اللہ تعالیٰ کی شان تخلیق کا مقابلہ کرتے ہیں اسی لئے ایک حدیث میں فرمایا ہے: ﴿اشدّ الناس عذاباً عند الله المصورون﴾

''لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عذاب والے وہ لوگ ہیں جو تصویریں بنانے والے ہیں۔'' (رواہ البخاری ومسلم عن ابن مسعودؓ)

☆ فرمایا: آج کل تصویریں کھینچنے اور کھچوانے اور گاڑیوں میں اور الماریوں میں مجسّمے

لٹکانے کا عام رواج ہو گیا ہے حالانکہ فوٹو کھینچنا اور کھنچوانا اور مورتیاں بنانا اور بنوانا اور گاڑیوں میں اور گھروں میں لگانا اور لٹکانا حرام ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ قیامت کے دن دوزخ سے ایک گردن نکلے گی اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھتی ہوگی اور کان ہوں گے جن سے سنتی ہوگی اور زبان ہوگی جس سے بولتی ہوگی وہ کہے گی کہ میں تین قسم کے لوگوں پر مسلط کی گئی ہوں۔

(۱) ہر ظالم ضدی۔

(۲) ہر وہ شخص جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو معبود بنایا۔

(۳) تصویر بنانے والے لوگوں پر۔ (رواہ الترمذی عن ابی ہریرۃؓ)

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا اور تصویر ہو اور آپ ﷺ نے تصویر بنانے والوں پر لعنت بھیجی۔ (رواہ البخاری)

اسلام کا دعویٰ کرنے والوں کو کیا مصیبت ہے کہ لعنت میں گرفتار اور رحمت کے فرشتے کو گھر میں آنے سے روکیں اور موت کے بعد سخت عذاب میں مبتلا ہوں اور تصاویر کے ذریعہ حرام کمائی میں لگیں۔

☆ فرمایا: دنیا داری حبِ جاہ اور مال کا نام ہے اور یہ دونوں بیماریاں بہت خطرناک ہیں اور اسی میں ابتلا زیادہ ہے کیونکہ طلب جاہ کے لئے مال و دولت کا ہونا ضروری نہیں فقیری میں بھی حبِ جاہ کا جذبہ کام کرتا رہتا ہے اور بہت سے لوگ مال نہ ہونے پر بھی تکبر میں مبتلا رہتے ہیں بعض بے پیسے والوں کا یہ مقولہ مشہور ہی ہے کوئی مال میں مست کوئی کھال میں مست۔ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ایک

آدمی اچھے کپڑے اور اچھے جوتے کو پسند کرتا ہے (کیا یہ تکبر ہے) فرمایا اللہ تعالیٰ جمیل ہے جمال کو پسند فرماتا ہے اور فرمایا: ''**الکبر بطر الحق و غمط الناس**'' (رواہ مسلم) یعنی تکبر یہ ہے کہ حق کو ٹھکرائے اور لوگوں کو حقیر جانے۔

حق کو ٹھکرانا اور دوسروں کو حقیر جاننا اس میں غنی اور فقیر پڑھے بے پڑھے سب ہی مبتلا ہیں، جب کوئی حق بات کہی جائے اور نفس کے خلاف پڑ جائے تو مال دار کو بھی بری لگتی ہے اور فقیر کو بھی، حق قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے بلکہ الٹے مسئلے بتانے والے مولوی کی غیبتیں کرنے لگتے ہیں۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے بات نہیں کرے گا اور ان کو پاک نہیں کرے گا اور ان کی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھے گا اور قیامت کے دن ان کے لئے دردناک سزا ہوگی.

(۱) بوڑھا زناکار (اس کی شہوت بھی ضعیف ہو چکی پھر بھی ایسی حرکت کرتا ہے)۔

(۲) جھوٹا بادشاہ جو صاحب اقتدار ہوتے ہوئے بھی جھوٹ بولتا ہے۔

(۳) فقیر آدمی جو تکبر کرنے والا ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے دنیا میں شہرت کے لئے کوئی لباس پہنا (جس کا یہ مقصد ہو کہ لوگوں کو یہ پتا چل جائے کہ دیکھو اس کا ایسا بڑھیا لباس ہے) اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۷۵)

کویت کا ایک طالب علم مدینہ منورہ میں میرے پاس حدیث پڑھتا تھا اس نے بتایا کہ

میرے والد کی سخت نصیحت ہے کہ خبردار یہاں کویت میں ٹخنے سے اوپر پاجامہ پہن کر گھر سے باہر نہیں نکلنا، ٹخنے سے نیچے لباس میں مخیلہ یعنی اترانا اور اپنے کو بڑا سمجھنا بھی ہے اور حق کا ٹھکرانا بھی ہے۔ احادیثِ شریفہ میں سختی سے ممانعت ہوتے ہوئے پھر بھی اس پر اصرار کرنا اور حدیث کے خلاف اولاد کو چلنے کی نصیحت اور وصیت کرنا کیا یہ اسلامی احکام کی نافرمانی نہیں ہے؟ مسلمان بھی ہیں اور نافرمان بھی۔ کیا یہ مخلص مسلمان کے طور طریق ہیں، اسی بطر الحق میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی عالم قصداً یا غلطی سے مسئلہ غلط بتادے پھر جب اسے تنبیہ کی جائے تو اپنی بات واپس لینے میں اور یہ کہنے میں کہ مجھ سے غلطی ہوگئی تھی اپنی خفّت اور انسلٹ محسوس کرے اور غلطی پر جما رہے حق کو جس طرح بھی ٹھکرایا جائے یہ سب تکبر میں شامل ہے۔

بے علمی کے نقصانات سے متعلق ملفوظات

☆ فرمایا: علم و عمل دونوں کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔ بہت سے لوگوں میں عمل کا ذوق تو ہوتا ہے لیکن علم کا ذوق نہیں ہوتا۔ بہت سے غیر شرعی کام کر جاتے ہیں عبادات میں بدعات اختیار کر لیتے ہیں، شیطان انہیں آسانی سے بہکا لیتا ہے، ان میں عبادت کا عجب بھی پیدا ہو جاتا ہے، نیز علم نہ ہونے کی وجہ سے اپنے کو کامل و مکمل سمجھتے ہیں یہ بہت خطرناک راستہ ہے۔ یہ جو خانقاہوں میں دنیا داری اور ریاء کاری آرہی ہے اسی بے علمی کی وجہ سے ہے ایک تو بے علم اوپر سے خلافت کا غرور اور تیسرے مریدوں کا حضرت حضرت کہہ کر پیروں کے نفوس کو موٹا کرنے والی خوراک، پھر فکر آخرت نہ ہونا۔ ان سب چیزوں سے پیری بھی ایک دنیا داری بن چکی ہے اور مریدی بھی

خلافت حاصل کرنے کے لئے اختیار کی جاتی ہے۔ جہاں کسی مرید نے پیر صاحب کی خدمت کر دی یا ہدایا زیادہ دے دیئے یا حضرت حضرت کی خوب زیادہ کثرت کر دی بس اسے خلافت مل جاتی ہے پھر وہ بھی وہی طریقہ اختیار کرتا ہے جو اس نے اپنے پیر سے سیکھا ہے۔

☆ فرمایا: تصوف کا دعویٰ ہو اور دنیا کی طلبی ہو یہ کوئی تصوف نہیں۔ تصوف تو تزکیہ نفس، اخلاصِ نیت، کثرتِ ذکر اور فکرِ آخرت کے اسباق پڑھانے کے لئے ہے۔

فرمایا: ایسے لوگ پیر بنے ہوئے ہیں جن سے ناظرہ قرآن بھی نہیں پڑھا جاتا، نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے وہ بھی صحیح یاد نہیں ہوتا، نماز کے فرائض و واجبات کا علم نہیں، احادیث شریف کا مطالعہ نہیں، رسول اللہ کی سیرت طیبہ کا بھی علم نہیں، پیر صاحب دنیا کے طالب ہیں۔ **ھداھم اللہ تعالیٰ**

ان پیروں میں وہ لوگ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ دل کا تعلق اللہ سے ہونا چاہئے۔ نماز پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں، بلکہ مسلمان ہونے کی بھی ضرورت نہیں یہ تو سراسر قرآن مجید کی تصریحات کا انکار ہے۔ قرآن مجید میں تو یہ فرمایا ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو تمام انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اور یہ بھی ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَّتَّبِعْ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾

”یعنی جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی دین قبول کرے گا تو وہ ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں خسارہ والوں میں سے ہوگا۔“

یہ خسارہ کیا ہے دوزخ کا دائمی عذاب ہے جو کافروں کے لئے مقرر ہے جس کا دوسری آیات میں اعلان فرما دیا۔

☆ فرمایا: امریکہ میں رہنے والے بعض اصحاب سے ملاقات ہوئی ان سے احقر نے کہا

کہ اسلام کی تبلیغ کریں اور خاص کر نصاریٰ کو اسلام کی دعوت دیں، اس پر ایک نوجوان کہنے لگا کہ جب ہم نصاریٰ سے بات کرتے ہیں تو وہ یہ سوال کرتے ہیں کہ زندہ نبی کی پیروی کی جائے یا مردہ نبی کی؟ اس نوجوان کی بات سے پتہ چلا کہ نصاریٰ نے بہت سے حیلے بہانے تلاش کر رکھے ہیں جنہیں اسلام سے روکنے کے لئے استعمال کرتے ہیں ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ احقر نے اس نوجوان سے کہا کہ آپ عیسائیوں سے یوں کہیں کہ تم اپنے عقیدہ کے مطابق بات کرتے ہو یا ہمارے عقیدہ کے مطابق؟ تمہارا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا گیا تھا جو شخص مقتول ہو گیا وہ زندہ کہاں، اپنے اس جھوٹے عقیدہ کو تم لوگوں نے اپنی نجات کا سبب بنا رکھا ہے تم کہتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قتل ان کے ماننے والوں کا کفارہ ہو گیا اور پھر اس عقیدہ کے مطابق اتوار کے دن چرچ میں جا کر وہاں کے پادری سے گناہ معاف کروا لیتے ہو دیکھو کیسی بے تکی بات ہے کہ نافرمانی کی اللہ تعالیٰ کی اور اسے معاف کر دے کوئی مخلوق! قرآن مجید میں فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾

''اور کون معاف کرتا ہے گناہوں کو سوائے اللہ کے۔''

یہ تو جواب ہوا نصرانیوں کو ان کے عقیدہ کے مطابق، اور ہمارے عقیدہ کے مطابق جواب یہ ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد گزشتہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعتیں منسوخ ہو گئیں۔ انہوں نے کامل شریعت پیش فرمائی ہے جس میں زندگی کے تمام شعبوں کے احکام ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو احکام بتائے تھے وہ تو تم نے ختم کر دیئے۔ بھلا بیٹھے، انجیل شریف میں تحریف کر دی، اب تو تمہارے پاس ان کے قتل کا عقیدہ اور کفارہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ تم تو یہ بھی نہیں ثابت کر سکتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کھانے پینے کے کیا آداب بتائے تھے،

غور کرو اور اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

☆ فرمایا: غیر مسلمین قوم یا مذہب کے طور پر مرنے والے کی بیویوں اور بیٹیوں کو میراث کا حصہ نہیں دیتے جو کچھ ہوتا ہے جس کے پلے پڑتا ہے وہ لے اڑتا ہے۔ مسلمانوں میں بھی یہی مصیبت ہے، بہت کم شریعت کے مطابق میراث تقسیم کی جاتی ہے ۔لڑکیوں اور مرنے والوں کی بیویوں کو عموماً حصہ دیتے ہی نہیں، بیٹے ہی قبضہ کر کے بیٹھ جاتے ہیں بہت بڑا گناہ ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے حق العباد پر غاصبانہ قبضہ بھی ہے اور جنس ضعیف یعنی بہنوں اور ماؤں پر ظلم بھی ہے۔

حقیر دنیا کے لئے مال پر غاصبانہ قبضہ کر لینا اور بہنوں ماؤں کو محروم کر دینا آخرت کے حساب سے غفلت اور بے فکری کا نتیجہ ہے، جب وہاں نیک اعمال سے حقوق العباد کی ادائیگی کرنی پڑے گی تو یہ جائیدادیں اور نوٹوں کے گڈے جن پر قبضہ کر لیا تھا مصیبت اور عذاب بنیں گے۔ کافرانہ رواج مسلمانوں نے بھی اپنا رکھا ہے، دین

اسلام کے علاوہ کسی دین میں بیٹی کے لئے میراث میں کوئی حصہ نہیں۔ کچھ لوگ عورتوں کے حقوق کی رٹ لگاتے ہیں اور مرد کے برابر دیکھنا چاہتے ہیں، بے حیائی اور بے پردگی اور بے شرمی میں عورت کا بھلا سمجھتے ہیں۔ (ان کا جھوٹا خیال ہے کہ عورت مردوں کی طرح بازاروں میں بے پردہ ہو کر گھومنے لگے تو اسے مردوں کی برابری حاصل ہو جائے گی) لیکن میراث میں حصہ دلانے کو تیار نہیں جو اس کی ضرورت میں کام آئے، دشمنان دین کو سب سے زیادہ یہ بات کھلتی ہے کہ اسلام میں پردہ کا حکم ہے اور بے حیائی سے روکا جاتا ہے، اس بے حیائی کی محبت میں انہیں اسلام کی خوبیاں نظر ہی نہیں آتی ہیں۔ یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ میراث میں عورت کا آدھا حصہ ہے

لیکن یہ نہیں سوچتے کہ ہمارے نزدیک تو آدھا بھی نہیں، شریعتِ اسلامیہ نے لڑکی کو میراث کا حصہ بھی دلایا اور اس کے لئے مہر مقرر کرنے کا حکم بھی دے دیا جب اس کا نکاح ہوگا وہ جتنا چاہے مہر مقرر کرسکتی ہے۔ یہ مہر اور میراث کا حصہ مل کر اس کا اچھا خاصہ گزارہ ہوسکتا ہے لڑکوں کو دوگنا حصہ دینے میں یہ مصلحت بھی ہے کہ ان کو بیویوں کے مہر بھی دینے ہیں اور بچوں کی پرورش بھی کرنی ہے، اسلامی قوانین کے خلاف وکیلوں اور پٹواریوں اور تحصیل داروں اور ان کے کارندوں کو بھی یہ بات ناگوار ہوتی ہے کہ متوفی کا لڑکا شریعت اسلامیہ پر عمل کرتے ہوئے اپنی بہنوں کو باپ کی میراث سے حصہ دینے لگے۔ یہ لوگ لڑکے کو آمادہ کرتے ہیں کہ تو سب اپنے نام کرلے۔

☆ فرمایا: جو لوگ آزاد منش ہیں ان کو متنبہ کرنے کے لئے جب حضرات علماء کرام کچھ لکھتے ہیں یا زبانی طور پر حق کا اظہار کرتے ہیں تو یہ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ مولویوں کو بس کافر بنانا اور دوزخ میں بھیجنا ہی آتا ہے اور مولوی دین کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں۔ جب یہ بات حق ہے کہ دین قرآن اور حدیث ہی سے ملتا ہے تو جس کے پاس قرآن و حدیث کا علم ہوگا وہی دین کا ٹھیکیدار ہوگا اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟ مالیات کا کاروبار ٹھیکہ وہی لیتا ہے جس کے پاس مال ہوتا ہے اور تجارت میں ماہر ہوتا ہے۔ فقیر آدمی جسے تجارت کی کچھ بھی شد بد نہ ہو بڑی بڑی کمپنیوں کے ٹھیکے کیسے لے سکتا ہے، رہی یہ بات کہ کافر بنانا ہی جانتے ہیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ حضرات علماء کرام کسی کو کافر نہیں بناتے، قرآن کریم کی تحریفات اور عقائد اسلامیہ کا انکار کرنے کی وجہ سے ملحد اور زندیق خود ہی کفر اختیار کرلیتے ہیں۔ علماء بتادیتے ہیں کہ تو کافر ہوگیا، تو احسان ماننے

کے بجائے ان کی شکایتیں کرنا اور برے الفاظ سے یاد کرنا، گھر بیٹھ کر صلواتیں سنانا یہ تو خود اپنی جان پر ظلم ہے۔

متفرق ملفوظات

☆ فرمایا: جیسے زیادہ بولنے سے دل میں قساوت آجاتی ہے ایسے ہی ناجائز نظر ڈالنے سے ایمانی کیفیت میں فرق آجاتا ہے، اسی لئے حضور اقدس نے فرمایا کہ اگر نامحرم پر نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹالو، بے اختیار نظر پڑنے پر مواخذہ نہیں۔ لیکن اگر اس نظر کو باقی رکھا تو چونکہ یہ اپنے اختیار سے ہے اس لئے اس پر مواخذہ ہوگا اور یہ دوسری نظر شمار ہوگی، حدیث شریف میں ہے: **لاتتبع النظرة النظرة فان لك الاولى وليست لك الأخرة** ۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

چونکہ بدنظری سے ایمانی کیفیت میں فرق محسوس ہونے لگتا ہے اس لئے جلد ہٹالینا لازم ہے اور چونکہ بدنظری میں نفس ونظر کو مزہ آتا ہے اس لئے نظر کا ہٹانا شاق ہوتا ہے اور جو شخص اس شاق پر عمل کرلے اس کے لئے حلاوت کی بشارت ہے فرمایا رسول اللہ نے کہ جس شخص کی نظر کسی عورت کے حسن و جمال پر پڑ گئی پھر اس نے اپنی نظر ہٹالی تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسی عبادت نصیب فرمائیں گے جس کی مٹھاس محسوس کرے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

بدنظری ایمانی کیفیات کا خون ہے اور نظر ہٹالینے میں تقاضہ ایمان یعنی عبادات

کی مٹھاس نصیب ہوتی ہے۔

☆ فرمایا: حکم کی تعمیل چونکہ بغیر علم کے نہیں ہو سکتی اس لئے احکامِ دین کا جاننا اور احکام پر عمل کرنے کے طریقے معلوم کرنا انسان کا اوّلین فریضہ ہے۔ احکامِ خداوندیہ میں عقائد بھی ہیں اور عبادات بھی، حقوق اللہ بھی اور حقوق العباد بھی، اور ہر ایک کو ٹھیک طرح انجام دینے کے لئے علم صحیح کی ضرورت ہے جس کے اصول وفروع کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے لئے گئے ہوں، جب کسی نے اپنے کو مسلمان سمجھ لیا تو اس پر فرض ہو گیا کہ اسلامی تعلیم کے مطابق اپنے عقائد درست رکھے اور اس کی ذات سے متعلق جو احکام واعمال ہیں ان کا علم حاصل کرے، نماز روزہ ہر بالغ مسلمان پر فرض ہے ان کے مسئلے اور ادائیگی کے طریقے جاننا بھی لازم ہے، وضو، غسل اور پاک کرنے کا طریقہ، پاک وناپاک کی پہچان، اوقاتِ نماز اور اس قدر قرآن شریف صحیح طریقہ پر پڑھ سکنا جس سے نماز کا فرضِ قرأت ادا ہو جائے۔ یہ چیزیں سب پر فرض ہیں اسی طرح بیوی ہے تو شوہر کا حق پہچانے اور شوہر ہے تو بیوی کا حق جانے، ماں باپ اولاد کے اور اولاد ماں باپ کے حقوق کا علم حاصل کریں حسد، بغض، کینہ، تکبر، بخل وغیرہ جو نفس انسانی کو ناپاک کرنے والی چیزیں ہیں اور شرعاً حرام ہیں ان کے حرام ہونے کا علم ہونا اور ان سے بچنے کے طریقے جاننا بھی لازم ہے۔

اسی طرح صاحبِ نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے اور زکوٰۃ کے متعلق مسائل کا علم بھی فرض ہے اور جو شخص مکہ معظّمہ تک سواری پر اپنے خرچہ کے ساتھ جا کر آ سکتا ہو اس پر حج فرض ہے اور حج کے مسائل جاننا بھی فرض ہے جو تجارت کرتا ہے اس پر تجارت کے

مسائل کا علم ہونا ضروری ہے تا کہ تاجر بے خبری میں حلال کو حرام نہ کر لے۔

☆ فرمایا: علم کے ساتھ تربیت کی بھی ضرورت ہے بہت سے لوگوں کو علم تو ہوتا ہے لیکن ان کا علم انہیں عمل پر نہیں ابھارتا علم بھی ہو اہلِ عمل کی مصاحبت بھی ہو جو خود بھی باعمل ہوں اور عمل کرنے کی ترغیب دیتے رہتے ہوں اور عمل کرنے کے طریقے بتاتے رہتے ہوں اور ایسے طریقے سمجھاتے ہوں جس سے نفس کو اعمالِ صالحہ پر آمادہ کیا جاسکے اور گناہوں سے باز رکھا جاسکے۔

☆ فرمایا: جس شخص کو دین کی طرف راغب دیکھو گے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ یہی پتہ چلے گا کہ اس پر کسی اللہ والے کا سایہ پڑا ہے خواہ صحبت اٹھائی ہو خواہ کتاب پڑھی ہو۔

☆ فرمایا: اللہ باقی ہے باقی کے ہو جاؤ باقی رہو گے، دنیا فانی ہے اس کے طالب بنو گے تو اگر مل بھی گئی تو تھوڑی سی ملے گی اور وہ بھی فنا ہو جائے گی اور خود بھی فنا ہو جاؤ گے دیکھو کتنے بادشاہ اور کتنے وزیر اور کتنے مالدار گزر گئے، ان کا نام ونشان بھی نہیں۔ ان میں جن کا خیر کے ساتھ ذکر ہے وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب تھے، جو لوگ طالب دنیا تھے اور اقتدار کا ظالمانہ استعمال کرنے والے تھے ان کا کہیں ذکر ہے تو برائی کے ساتھ۔ برائی کے ساتھ جینا اور برائی کیساتھ مرنا اور مرنے کے بعد لعنتوں کی بوچھاڑ پڑنا یہ نہ اچھا جینا ہے نہ اچھا مرنا ہے۔

☆ فرمایا: سورۂ ملک کی ابتداء میں فرمایا ہے ﴿خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی کو پیدا فرمایا تا کہ تمہیں

آزمائے کہ تم میں عمل کے اعتبار سے سب سے اچھا کون ہے۔

معلوم ہوا کہ موت بھی آزمائش ہے اور زندگی بھی، دنیا میں آتو گئے لیکن بڑے جھمیلے ساتھ لگے ہوئے ہیں، ان میں بعض اختیاری ہیں اور بعض اضطراری، مؤمن بندہ کا کام یہ ہے کہ بقدرِ ضرورت دنیا حاصل کرے اور باقی آخرت کے ثواب اور رفعِ درجات کے کاموں میں لگائے، جن لوگوں نے دنیا کمانے میں عمریں کھپائیں کیا کھایا؟ وہی دو روٹی، کیا پہنا؟ وہی دو کپڑے جو سب پہنتے ہیں، کتنی جگہ میں سوئے؟ وہی دو گز جگہ میں، ساتھ لے کر کیا گئے؟ وہی کفن کی دو چادریں!

آیا تھا وہ سکندر دنیا سے کیا لے کر گیا
خالی تھے ہاتھ دونوں جب کفن سے نکلے

☆ فرمایا: دنیا میں رہنا تو ہے مگر آخرت کے لئے یہاں رہنے کے لئے تو نہیں آئے، اور آنا بھی اختیاری نہیں ہے، اور جانا بھی اختیار میں نہیں ہے، اپنے اختیار میں یہ ہے کہ نیکیاں کرتے رہیں گناہوں سے بچتے رہیں اسی میں کامیابی ہے۔ ہوشیار بندے وہی ہیں جو دنیا کو مقصد نہیں بناتے، جنہوں نے اسے مقصد بنا لیا انہوں نے کیا پایا؟ آخرت کے ثواب اور بلند درجات سے محروم ہوئے اور دنیا کو یوں ہی چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ حلال دنیا کی بات ہے اگر کسی نے حرام کھایا تو اس کی بدبختی بیان سے باہر ہے، جو کمایا وہ یہیں دھرا رہ گیا اور آخرت میں جو اس کا عذاب ہے وہ اس کے علاوہ ہے کسی بزرگ نے کیسی اچھی بات کہی: **حلالها حساب و حرامها عذاب**۔

☆ فرمایا: حدیث شریف میں ہے کہ بندہ کے قدم حساب کی جگہ سے نہیں ہٹ سکیں

گے جب تک اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرلیا جائے:

(۱) جوانی کہاں فنا کی، (۲) اپنی عمر کن کاموں میں کھپائی، (۳) اپنے علم پر کیا عمل کیا ، (۴) مال کہاں سے کمایا اور، (۵) کہاں خرچ کیا (مشکوٰۃ المصابیح)

معلوم ہوا کہ مال کے بارے میں دوہرا سوال ہوگا، یعنی حلال کمانا ہی میدان حساب میں کامیاب ہونے کے لئے کافی نہیں ہے۔ یہ حساب بھی دینا ہے کہ خرچ کہاں کیا؟ گناہوں میں، بیوی بچوں کے ناجائز چونچلوں میں لوگ مال خرچ کر کے انہیں اور اپنے نفس کو تو خوش کر لیتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیتے ہیں، انسان پہلے اللہ کا بندہ ہے بعد میں شوہر باپ یا کچھ اور ہے، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے کام کر کے نفس کو یا دوسروں کو خوش کرنا ایمانی تقاضوں کے تو خلاف ہے ہی عقل کے بھی خلاف ہے، دوسرے خوش ہوں اور ہم عذاب بھگتیں یہ کہاں کی سمجھداری ہے؟

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ آپ بچوں کے لئے اپنے پیچھے کیا چھوڑ رہے ہیں؟ اس پر انہوں نے فرمایا کہ اگر یہ صالحین ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کا انتظام کر دے گا اور اگر صالحین نہ ہوئے تو مجھے ان کے لئے فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

☆ فرمایا: حضرت ابوالدرداؓ کی بیوی نے ان سے عرض کیا **مالك لا تطلب كما يطلب فلان** (کیا بات ہے آپ اس طرح مال طلب نہیں کرتے، جس طرح فلاں شخص مال طلب کرتا ہے) فرمایا: **انی سمعت رسول اللهﷺ ان امامكم عقبة كو د الايجوز ها المثقلون فانا اريد ان اتخفف لتلك العقبة،**

''میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ بے شک تمہارے سامنے دشوار گزار گھاٹی ہے (یعنی حساب کی گھاٹی) بوجھ والے اس سے نہ گزر سکیں گے لہٰذا اس گھاٹی کے لئے ہلکا پھلکا رہنا چاہتا ہوں۔'' (مشکوٰۃ المصابیح ص۴۴۲)

☆ فرمایا: اولاد کے لئے مال چھوڑ کر جانا بھی اچھی بات ہے اور اس میں بھی بڑا ثواب ہے مگر مال حلال ہو اور مال سے متعلق جو دینی تقاضے ہیں، انہیں پورا کر کے گیا ہو۔ اگر بچوں کے لئے حرام مال چھوڑا تو وہ مال بچوں کے لئے بھی وبال ہے اور اپنے لئے بھی عذاب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: **ولا یترکہ خلف ظھرہ الا کان زادہ الی النار** (اپنے پیچھے جو شخص حرام مال چھوڑ کر جائے گا وہ اس کے لئے دوزخ کا توشہ بنے گا۔) (مشکوٰۃ المصابیح ۲۴۲)

☆ فرمایا: بادشاہوں کے مظالم سے بچنے کے لئے جمہوریت کا سلسلہ جاری کیا گیا تھا اور اس کا نام عوامی حکومت رکھ دیا گیا، بہت سے لوگوں نے اس کو اسلامی طریقہ بتا دیا اور سمجھ لیا حالانکہ یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے، دیکھو حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہم کی خلافت راشدہ تھی ان حضرات کو امیر بنانے میں کوئی بھی الیکشن نہیں ہوا، پورے ملک میں تو کیا شہر مدینے کے افراد سے بھی رائے نہیں لی گئی، اصل بات یہ ہے کہ امیر و مامور عوام و خواص سب میں دینداری ہو، تقویٰ ہو، اخلاص ہو، ایک دوسرے کی خیر خواہی ہو آخرت کی فکر ہو تب ہی عوام بھی ٹھیک رہتے ہیں اور خواص بھی، حاکم بھی اور محکوم بھی، موجودہ جمہوریت اوّل تو اسلامی طریقہ نہیں ہے، دوسرے الیکشن میں کھڑے ہونے والوں میں دینداری نہیں ہوتی اور نہ ووٹ دینے

والوں میں، ہر شخص کو ووٹ مل جاتے ہیں خواہ بے نمازی اور فاسق وفاجر اور ظالم ہی ہو ، پھر ووٹ دباؤ سے حاصل کئے جاتے ہیں بلکہ پیسوں سے خریدے جاتے ہیں غیر دیندار کو ووٹ دینا اپنی دنیا اور دین کے امور کو فاسق کے سپرد کر دینا ہے یہ کہاں کا اسلام ہے؟ اور ووٹ دینے پر پیسہ لینا یہ بھی رشوت ہے، اور اس کے علاوہ جو گنتیوں میں دھاندلی ہوتی ہے وہ اس کے علاوہ رہی، زبردستی کے جیتنے والے حکومت بنا لیتے ہیں اس کا اسلام سے کوئی بھی تعلق نہیں، گھوم پھر کر بات وہیں آجاتی ہے کہ نہ بڑوں میں دین ہے نہ چھوٹوں میں کسی کی بھی دینی تربیت نہیں کی گئی اور آخرت کی فکر دلوں میں نہیں بٹھائی گئی۔

☆ فرمایا: لوگ کہتے ہیں کہ اسلامی نظام قائم ہو لیکن جو کہتے ہیں خود وہ تو راضی ہوں حاکم محکوم چھوٹے بڑے مل کر چاہیں گے تب قائم ہوگا چونکہ اسلامی نظام میں بعض امور میں سختی ہے لوگوں کو اس کا نفاذ گوارا نہیں ہے نماز روزے کی حد تک تو مسلمان ہیں حدود اور قصاص جاری کرنے سے بہت سے نمازی ڈاڑھی کُرتے والے بھی راضی نہیں اور وجہ اس سب کی وہی ہے کہ دینی تربیت نہیں کی گئی اسلام کے تقاضے دل میں نہیں اترے اسلامی نظام قائم ہوگا تو انفرادی زندگی میں تو خود ہی اسلام پر عمل کرنا پڑے گا اسلامی نظام قائم ہو یا نہ ہو ہر حال میں اپنی اپنی ذات سے متعلقہ احکام پر تو ہر شخص عمل کرے تجارت میں امانت داری، قرآن وحدیث کے مطابق میراث تقسیم کرنا، یتیموں اور عورتوں کے حصہ میراث پر قابض ہونے سے پرہیز کرنا، سود نہ لینا رشوت نہ لینا، غیبت نہ کرنا، رسول اللہ کے فرمان کے مطابق شکل صورت وضع قطع اختیار کرنا، جھوٹ نہ

بولنا نمازوں کی پابندی کرنا، حساب کر کے زکوٰۃ صحیح مصرف میں ادا کرنا یہ سب انفرادی اعمال ہیں ہر شخص کی ذات سے متعلق ہیں ان پر عمل کرنے کے لئے اسلامی نظام قائم ہونے کا انتظار کیوں ہے؟

☆ فرمایا: دشمنوں کے دباؤ میں آ کر اصحاب اقتدار اسلامی نظام قائم کرنے سے جان چراتے ہیں کچھ تو دشمنوں کا دباؤ اور کچھ دشمنوں کا پروپیگنڈا کہ اسلام میں سزائیں سخت ہیں اس سے متاثر ہو کر اسلامی نظام سے دور بھاگتے ہیں تعجب ہے کہ ان لوگوں کو چوروں اور ڈاکوؤں پر ترس آجاتا ہے کہ ہائے ہائے ڈاکوؤں کو کیسے قتل کریں اور چور کا ہاتھ کیسے کاٹیں، لیکن عوام الناس پر رحم نہیں آتا جن کے یہاں برابر چوریاں ہو رہی ہیں اور مال لوٹے جا رہے ہیں بعض لوگ تو اسلامی نظام کو ظالمانہ سزاؤں کا لقب دے کر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں لیکن پھر بھی یہ سمجھتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں، مسلمان کسی قوم یا قبیلہ یا وطن کے رہنے والوں کا نام نہیں وہ تو دین اسلام کو پوری طرح ماننے والوں، اس کے عقائد اختیار کرنے والوں اور اس کا ہر حکم تسلیم کرنے والوں کا نام ہے اور کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اسلام کے کسی حکم میں ردو بدل کر دے، دشمنان اسلام نے اپنے اپنے مذاہب بدل لئے ہیں ان سے متاثر ہو کر مسلمان نام کے لوگ بھی اپنے دین کو بدلنے کے لئے تیار ہیں لیکن جو شخص اسلام کو بدلنے کھڑا ہو گا وہ اسلام سے نکل جائے گا۔

☆ فرمایا: جن ممالک میں مسلمانوں کی حکومتیں ہیں وہاں کے ذمہ دار ہی ان طریقوں پر حکومتیں چلاتے ہیں جو کافروں سے سیکھے ہیں کچہریوں میں کافرانہ اور ظالمانہ قوانین

کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں، اسلام کے قانون کا نام آجائے تو کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں اور عجیب بات ہے کہ کافرانہ اقوال اور افعال کے باوجود اس کے دعوے دار ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اسلام پر پوری طرح عمل نہ کرنا بعض احکام کو ماننا بعض کو چھوڑنا، یہ سب شیطانی حرکات ہیں، اسلام میں پورا پورا داخل ہونے کا حکم دینے کے بعد یہ بھی فرمایا کہ: وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ کہ شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ انہ لکم عدو مبین کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ لوگ شیطان کو برا بھی کہتے ہیں اور اس پر لعنت بھی بھیجتے ہیں اور اس کے بتلائے ہوئے طریقوں کو بھی اختیار کرتے ہیں۔

☆ فرمایا: جو اللہ کا نہیں ہوتا وہ کسی کا نہیں ہوسکتا جو اپنے خالق و مالک کا نہیں وہ کسی کا نہیں۔

☆ فرمایا: جس شخص کے اندر دوسروں سے ہمدردی و خیر خواہی کا جذبہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ضائع نہیں فرماتے۔

☆ فرمایا: قرآن مجید تو معجزہ ہے ہی ہر ہر حدیث بھی معجزہ ہے۔ سرورِ دو عالم امّی تھے کسی سے کچھ پڑھا نہیں پھر ایسا شخص جس نے نہ پڑھا نہ لکھا پورے عالم کے انسانوں کو اس نے زندگی کے گزارنے کے آداب بتائے، اجتماعی زندگی کے اصول سکھا دیئے یہ تو کوئی پڑھا ہوا بھی نہیں بتا سکتا، ظاہر ہے کہ یہ علم آپ کو اللہ تعالیٰ شانہٗ نے عطا فرمایا۔

☆ فرمایا: حدیث کے الفاظ میں ایک نورانیت ہوتی ہے اور اہلِ علم کو الفاظ پڑھ کر یا سن

کر اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ سرورِ عالم   کے الفاظ ہیں۔ البتہ علمِ صحیح اور قلبِ منوّر ہونا چاہئے۔

☆ فرمایا: کسی چیز کو سنت قرار دینے کے لئے حدیث سے اس کا ثبوت لازمی ہے بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کا ثبوت حدیث سے نہیں ہوتا لیکن بہت سے اہلِ علم بھی بلا تحقیق ان کو سنت لکھ دیتے ہیں۔

☆ فرمایا: دنیا فانی ہے اصحابِ دنیا بھی فانی ہیں، اللہ باقی ہے، اس کی رضا کے اعمال بھی باقی ہیں، باقی کے ہو جاؤ تم بھی باقی رہو گے، مر جاؤ گے تب بھی لوگ رحمت کی دعائیں دیں گے اور آخرت میں بھی ابدالآباد دار النعیم میں رہو گے، جن لوگوں نے صرف دنیا ہی کو مقصود بنایا اور اہل دنیا ہی کو راضی رکھنے کی کوشش کرتے ہیں موت کے بعد ان کو خیر کے ساتھ یاد نہیں کیا جاتا نہ ان کو دعائیں دی جاتی ہیں۔

☆ فرمایا: ایک نئی نویلی دلہن نے اپنی ساس سے کہا کہ جب دردزہ ہونے لگے تو مجھے جگا دینا، ساس نے کہا دردِزہ تجھے ہو اور جگاؤں میں؟ میں تجھے کیا جگاؤں گی؟ تو ہی سارے گھر کو جگا دے گی، بات یہ ہے کہ درد ہی نہیں ہے۔ اگر فرائض و واجبات کا درد ہوتا اور آخرت کی پیشی کی فکر ہوتی تو یہ گناہ گاری کی زندگی کیسے برداشت کی جاتی۔

☆ فرمایا: موت اور قبر اور قبر کی لمبی زندگی کا دھیان کرنا لازمی ہے، یہ دنیا تو دکھ سکھ سے گزر رہی ہے، کوئی بڑا ہے کوئی چھوٹا ہے کوئی گورنر ہے کوئی بادشاہ ہے، وزیر بھی ہے اور صدر بھی، بڑی بڑی جائیدادوں کے مالک بھی ہیں، عالمی شہرت والی کمپنیوں کے ڈائریکٹر بھی بڑے بڑے بیرسٹر ہیں اور چیف جسٹس بھی، فلک بوس عمارتیں ہیں، قیمتی لباس ہیں، سیٹھ ہیں، تجوریاں ہیں، نوٹوں کی گڈّیاں ہیں، بینک بیلنس ہیں، لیکن ہر

شخص کو یہ فکر کرنیکی ضرورت ہے کہ موت کے وقت اور موت کے بعد میرا کیا بنے گا؟

☆ فرمایا: دنیا میں ہمیشہ نہیں رہنا ہے، موت آنی ہے، سب کو جانا ہے، ہر نیک و بد اور مؤمن و کافر کو اس کا یقین ہے۔ برزخ کی زندگی کتنی بڑی ہے ذرا اس پر غور کرو، قیامت آنے تک برزخ ہی میں رہنا ہے قیامت کب آئے گی؟ اس کا پتہ کسی کو نہیں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک ہزاروں سال گزر چکے ہیں، اس وقت سے لے کر آج تک جو لوگ اس دنیا سے گئے ہیں وہ سب برزخ میں ہیں اور آئندہ خدا جانے دنیا کی کتنی زندگی باقی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، جسے بھی موت آئی ہے یا آئندہ آئے گی وہ قیامت تک برزخ ہی کی زندگی میں رہے گا۔ دنیا کی مختصر سی زندگی اور مال و دولت اور جاہ و حشم اور عہدوں کے لئے کتنی فکرمندی اور کتنی دوڑ و دھوپ ہے؟ اور برزخ و قبر میں جو طویل زندگی گزارنی ہے جو سینکڑوں سال بھی ہوسکتی ہے اور ہزاروں سال بھی، اس کے لئے کچھ بھی فکر نہیں۔ فکر مند ہونا تو درکنار رات و دن ایسے اعمال میں مبتلا ہیں جن سے قبروں میں عذاب ہوتا ہے۔ نمازیں چھوڑ رہے ہیں، روزے کھا رہے ہیں، سود لے رہے ہیں حرام آمدنی سے سب پیٹ بھر رہے ہیں، اور حرام پیسہ سے حاصل کیا ہوا لباس پہن رہے ہیں، طہارت کا ہوش نہیں، پیشاب کر کے بلا استنجاء ہی اٹھ جاتے ہیں۔ غیبتیں ہیں، چغلیاں ہیں، حقوق العباد اپنے سر لئے ہوئے ہیں اور طرح طرح کے معاصی اور مظالم اور گناہوں میں مبتلا ہیں، موت اور موت کے بعد آرام سے رہنے اور عذاب سے محفوظ ہونے کے لئے نہ کوئی محنت ہے نہ عمل، نہ اپنا محاسبہ ہے نہ مراقبہ۔ صدر صاحب دنیا سے سدھارے، منصف صاحب اپنی زندگی سے ہارے، وزیر صاحب چل بسے، کوٹھیوں پر لوگ جمع ہیں، نعش پر ہوائی جہاز سے پھول برسائے جا رہے ہیں۔ اخبارات میں سیاہ کالم

چھپ رہے ہیں، ریڈیو اور ٹی وی سے موت کی خبریں نشر ہو رہی ہیں، لوگ سمجھ رہے ہیں کہ ان کی موت بڑی قابل رشک ہے۔ یہ کوئی نہیں سوچتا کہ مرنے والا مؤمن ہے یا کافر، صالح ہے یا فاسق و فاجر۔ اگر کفر پر مرا ہے تو ہمیشہ کے لئے بڑے دردناک عذاب میں جا رہا ہے، قیامت تک برزخ میں مبتلائے عذاب رہے گا، پھر قیامت کے دن جو پچاس ہزار سال کا ہوگا مصیبتوں میں مبتلا ہوگا پھر دوزخ میں داخل ہوگا جس کی آگ دنیاوی آگ سے انہتر گناہ زیادہ گرم ہے، اس میں سے کبھی بھی نکلنا نہ ہوگا بحکم خَالِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا ہمیشہ اسی میں رہنا ہوگا بھلا ایسے شخص کی موت وحیات کیسے قابل رشک ہوسکتی ہے؟ یہ ہوائی جہازوں کے پھول برزخ کے مبتلائے عذاب کو کیا نفع دیں گے؟ اور اخبارات کے اداریئے نیز ٹی وی اور ریڈیوں کے اعلانات برزخ میں اس کے لئے کیا فائدہ مند ہوں گے؟ خوب غور کرنے کی بات ہے۔

☆ فرمایا: اگر مرنے والا فاسق و فاجر تھا، بے نمازی تھا، غاصب و ظالم تھا، رشوتیں لیتا تھا ظالمانہ فیصلے کرتا تھا، حج فرض تھا، مگر حج نہ کیا تھا، ہر سال زکوٰۃ فرض ہوتی تھی مگر ادا نہ کرتا تھا، رمضان کے روزے کھا جاتا تھا اور ساتھ ہی بڑے عہدوں پر فائز تھا، پارلیمنٹ کا ممبر تھا، پھر وزیر اور صدر بھی بن گیا تھا، اس کے یہ عہدے کوٹھیاں اور بنگلے، نوٹوں کے گڈے قبر میں باعث عذاب بن رہے ہیں اور صحافی لوگ ماتمی سرخیاں قائم کر کے موت کی خبریں شائع کر رہے ہیں۔ شاعر مرثیہ لکھ رہے ہیں، مرنے والا جو حرام مال آل واولاد کے لئے چھوڑ گیا وہ اس کی وجہ سے مبتلائے عذاب ہے اور دنیا والے شاباش دے رہے ہیں کہ واہ واہ خوب مال چھوڑا۔ سنگِ مرمر کی قبر بنائی جا رہی ہے جو حرام مال چھوڑا ہے اس سے دیگیں پک رہی ہیں اسی حرام مال سے فقیر کھلائے جا رہے ہیں، وارثوں کو یہ ہوش نہیں کہ پکّی قبر بنانا شرعاً ممنوع ہے اور حرام مال سے شرعاً

ایصالِ ثواب نہیں ہوتا۔ کیا پکّی قبر سے عذاب ختم ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، جس نے زندگی میں اپنی قبر کا فکر نہ کیا اور موت کے بعد کے لئے نہ سوچا، بداعمالی میں مبتلا رہا، اس کو اخباروں کے اداریئے اور شاعروں کے مرثیئے اور حکومتوں کے سربراہوں کے تعزیتی پیغامات عذاب سے نہیں بچا سکتے، ہر شخص خود اپنی فکر کرے، یہی موت کے بعد کی کامیابی کا ذریعہ ہے، بے فکری وبال ہے اور باعث عذاب ہے۔

فرمایا: حدیث شریف ہے کہ (قبر تک) میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں جن میں سے دو واپس آجاتی ہیں اور ایک وہیں رہ جاتی ہے۔ (پھر اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ) میت کے ساتھ اس کے گھر والے اور اس کا مال (جنازہ کی چارپائی وغیرہ) اور اس کا عمل جاتا ہے، پھر اس کا مال اور گھر والے تو واپس ہو جاتے ہیں اور اس کا عمل ساتھ رہ جاتا ہے۔

گھر والے تو اسی دنیا میں جدا ہو گئے، قبر میں ڈال کر چلے گئے، وہ آگے کیا ساتھ دیں گے؟ آل واولاد کے لئے، کنبہ اور خاندان کے لئے قوم اور وطن کے لئے آدمی کیا کیا جتن کرتا ہے بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے، حرام مال کماتا ہے، رشوتیں لیتا ہے، اپنی موت کے بعد کی زندگی کے لئے عذاب مول لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں کامیاب زندگی گزار رہا ہوں۔ یہ اپنی جان پر ظلم ہے، بہت بڑی غفلت ہے اور نادانی ہے بے وقوفی اور حماقت ہے۔

ہر شخص پر لازم ہے کہ موت کے بعد کے لئے عمل کرے، گناہوں کو چھوڑے، پچھلے گناہوں سے توبہ کرے، حقوق ادا کرے، فرائض و واجبات کا اہتمام کرے اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے۔

☆ فرمایا: انسان سوتا ہے اپنی آنکھوں سے لیکن قرآن مجید میں اصحابِ کہف کے

تذکرہ میں ان کے سونے کا ذکر کر کے ارشاد فرمایا ﴿فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِهِمْ فِی الْكَهْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا﴾۔اس میں فرمایا ہے کہ ہم نے ان کے کانوں پر پردہ ڈال دیا، گہری نیند سلانے کو کانوں پر پردہ ڈالنے سے تعبیر فرمایا، وجہ اس کی یہ ہے کہ سونے میں آنکھیں بند ہو جاتی ہیں اور کان کھلے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آنکھوں پر تو پلکوں کا پردہ فرمایا ہے لیکن کانوں پر کوئی پردہ نہیں جب سونے والے کو آواز دو تو کانوں سے آواز سن کر جاگ جاتا ہے جو سونے والا آواز نہ سنے سمجھو کہ بہت زیادہ گہری نیند میں ہے یا نیند کی بہن یعنی موت پیش آ گئی ہے۔

جیسے سونے کو کانوں کی طرف منسوب فرمایا ہے اسی طرح سننا بھی آنکھوں سے ہے اسی لئے بعض اکابر نے فرمایا ہے اَلْاِسْتِمَاعُ فِی الْعَیْنَیْنِ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب بات کہنے والے کی طرف آنکھیں متوجہ رہتی ہیں تو بات پوری صحیح سننے میں آتی ہے۔آنکھیں ہٹیں، توجہ ہٹی، بات کٹی۔

نواں باب
تالیفات کا مختصر تعارف

☆☆ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات ☆☆

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات انکی زندگی کا ایک اہم شعبہ ہے انکی تصنیفات اور تالیفات سے جو خواص المسلمین اور عامۃ المسلمین کو فائدہ پہنچا اور پہنچ رہا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ پہنچتا رہے گا وہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیلئے آخرت کا بہت بڑا سرمایہ ہے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ذوقِ تصنیف طالب علمی ہی کے زمانہ سے تھا طالب علمی کے دور میں بعض کتابوں پر کچھ حواشی لکھے تھے اور ذوق وشوق کا تذکرہ عارف باللہ ولی کامل حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فرمایا تھا حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کچھ تصنیفات ایسی ہیں جو اہل علم کیلئے انتہائی نافع ہیں .اور کچھ ایسی ہیں جو مدارس اسلامیہ میں داخلِ نصاب ہیں اور اکثر ایسی ہیں جو اصلاحی ہیں جس سے عوام وخواص سب فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اخلاص کی چاشنی کی مٹھاس تمام تصنیفات وتالیفات میں پائی جاتی ہے، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اعمال میں للّٰہیت کی وجہ سے جو تاثیر کی خیر برکت تھی وہ ان کی تصنیفات اور تالیفات سے خوب عیاں ہے. پڑھنے والے کے دل میں بات اترتی چلی جاتی ہے اور پڑھنے والا ایمانی حلاوت محسوس کرتا چلا جاتا ہے الفاظ میں نہ بناوٹ ہے نہ غموض ہے بلکہ سہل ترین الفاظ استعمال فرمائے ہیں تاکہ عوام وخواص سب مستفید ہوسکیں، ذیل میں حضرت والد صاحب قدس اللہ روحہ کی تصنیفات کا تذکرہ وتعارف کرایا جارہا ہے.

(۱) تفسیر انوار البیان فی کشف اسرارِ القرآن

یہ تفسیر دور حاضر کی عظیم تفاسیر میں سے ہیں اس تفسیر کو الحمدللہ بہت جلد مقبولیت حاصل ہوئی کیونکہ اس میں اخلاص کی حلاوت کے ساتھ ساتھ تسہیل کا پہلو ہے جیسا کہ دیگر تصنیفات میں یہ خوبی موجود ہے. اس تفسیر کو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ منورہ کے آخری زندگی میں تالیف فرمایا، دس برس اس کی تالیف میں لگے اس تفسیر میں جو خصوصیات ہیں وہ آگے ہم تحریر کررہے ہیں ان خصوصیات کے باوجود اللہ تعالی کی بارگاہ میں تواضع اختیار فرماتے ہوئے مقدمہ میں رقم طراز ہیں اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ اردو میں اکابر کی متعدد تفسیریں موجود ہیں تجھے نئ تفسیر لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ تو میں اسکا جواب دینے سے قاصر ہوں، البتہ مجھے اپنے طور پر اس بات کی خوشی ہے کہ میری عمر کے آخری چند سال قرآن کریم کی خدمت میں خرچ ہوگئے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جوانی میں تفسیر عظیم لکھنے کا عزم فرمایا تھا لیکن تدریسی مشغولیات اور دیگر اصلاحی مؤلفات میں وقت لگ جانے کی وجہ سے تفسیر کا کام مؤخر ہوتا چلا گیا لیکن یہ کام بہر حال کرنا تھا ہی کیونکہ اللہ تبارک وتعالی سے وعدہ کر چکے تھے اس بارے میں زبانی بھی ہم نے سنا أنوار البیان کے ابتداء میں بھی تحریر فرمایا ہے: کہ میں کلکتہ میں جوانی کے دور میں شدید بیمار ہوگیا ٹائیفائیڈ ہوگیا ہے میں نے اللہ تبارک وتعالی سے یہ دعا کی کی یا اللہ میں ابھی سے مر رہا ہوں کہ میں نے تفسیر بھی نہیں لکھی اللہ تبارک وتعالی نے شفاء عطا فرمائی اور عمر کے آخری سالوں میں اس وعدہ کو پورا کرنے کی توفیق عطا ہوئی، ایک دفعہ فرمایا کہ میں جوانی کی حالت میں اگر تفسیر لکھتا تو اتنی عمدہ نہیں لکھ سکتا تھا جیسے بوڑھاپے کی حالت میں لکھی ہے تو اس تاخیر میں خیر مقدر تھی۔

تفسیر انوار البیان کی خصوصیات

تفسیر مذکور کی متعدد خصوصیات ہیں، ان خصوصیات میں چند اہم خصوصیات بیان کی جاتی ہیں:

(۱) ترجمہ قرآن کریم میں ترتیب قرآنی کا لحاظ کرتے ہوئے با محاورہ ترجمہ کرنے کا خاص خیال فرمایا۔ یعنی یہ کوشش فرمائی ہے کہ الفاظ قرآنی اور ترتیب قرآنی بھی اپنی جگہ باقی رہے اور ترجمہ بھی با محاورہ ہو جائے، اس ترجمے کے علاوہ جو دیگر ترجمے چھپے ہوئے ہیں ان میں بیک وقت یہ دونوں صفتیں جمع نہیں ہیں۔ یا ترجمہ با محاورہ ہونے کی وجہ سے الفاظِ قرآنی کی ترتیب کا خیال نہیں رہا یا ترتیب الفاظ قرآنی کا خیال کرنے کی وجہ سے ترجمہ با محاورہ نہ ہو سکا، لیکن حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس ترجمہ میں دونوں چیزوں کا لحاظ رکھا گیا ہے ترجمہ با محاورہ کیا گیا ہے اور الفاظِ قرآنی کو بھی اپنی جگہ برقرار رکھا گیا ہے۔

(۲) تفسیر القرآن بالقرآن کا خاص اہتمام فرمایا علمائے تفسیر نے جو تفاسیر بالماثور تحریر فرمائی ہیں انکا بھی یہی انداز ہے کیونکہ قرآن کی بعض دوسری بعض آیات کی خود تفسیر کرتی ہیں، ذیل میں اس سلسلے کی مثال لکھی جا رہی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ کی تفسیر دوسری آیت میں خود مذکور ہیں ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ اس آیت کریمہ میں جو سورۃ النساء کی آیت نمبر ۶۹ ہے سورۂ فاتحہ کی آیت صراط الذین أنعمت علیہم﴾ کی تفسیر ہے اس میں منعم علیہم أنبیاء صدیقین شہداء و صالحین کو بتایا ہے۔

(۳) تفسیر القرآن بالحدیث کا خاص اہتمام فرمایا ہے کیونکہ حدیث شریف قرآن شریف کی شارح ہے جن آیات کی تفسیر خود قرآن سے نہیں ملتی تو انکی تفسیر کیلئے احادیث شریفہ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے حضرت رسول کریم صحابۂ کرام کو قرآن حکیم کے الفاظ بھی سکھاتے تھے اور معانی بھی بتلاتے تھے اور تزکیہ بھی فرماتے تھے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْ انفسهمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آياتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ (درحقیقت اللہ تعالی نے مؤمنین پر احسان فرمایا جبکہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جوان کو اللہ تعالی کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے)۔

آنحضرت ابتدا بھی خود سے آیات کے معانی صحابہ کو بتلا دیتے تھے جیسا کہ آنحضرت منبر پر تشریف لیگئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی کہ: ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهِ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ﴾ (اور انکے مقابلہ کیلئے تیاری کرو جو کچھ تم سے ہو سکے قوت سے بھی اور پلے ہوئے گھوڑوں سے بھی اس کیلئے تم اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان لوگوں کو جوانکے علاوہ ہیں ڈراتے ہو)۔

اس آیت میں قوت کی تفسیر فرماتے ہوئے آنحضرت نے فرمایا: ((ألا إن القوة الرمى ألا إن القوة الرمى ألا إن القوة الرمى)) (یعنی قوت پھینکنا ہے قوت پھینکنا ہے قوت پھینکنا ہے) اس میں آنحضرت نے لفظ رمی مفعول ذکر نہیں فرمایا اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ پھینکنے کی کبھی کوئی چیز ایجاد ہو جائے

وہ سب قوت کے مفہوم میں داخل ہوگی اور مسلمانوں کو اسکے حاصل کرنے کا اہتمام کرنا بھی لازم ہوگا جدید ہتھیار میزائل بم سب اسی عموم میں داخل ہیں مسلمانوں پر لازم ہے کہ بحکم ﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ﴾ ہر طرح کے جدید ہتھیار تیار کرلیں اور بنائیں، ضرورت پڑے تو دوسروں سے بھی خرید سکتے ہیں۔

اور بعض مرتبہ صحابہ کرام کو اسی آیت کے معنی میں اشکال ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر معنی سمجھ کر تشفّی کر لیتے تھے، جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾ (جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ظلم کی آمیزش نہ کی انہی کیلئے امان ہے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں) تو صحابۂ کرام بہت زیادہ پریشان ہوئے کہ ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہیں کیا اسکے بعد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی پریشانی بتائی اسپر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے.

(۴) تفسیر القرآن بأقوال الصحابۃ صحابہ کرام کے اقوال سے قرآن پاک کی تفسیر کرنا.

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا اہتمام کیا ہے کہ قرآن پاک کی تفسیر میں حضرات صحابہ کرام کے اقوال کو سامنے رکھیں، اور یہ طریقۂ کار علماء امت کا ہے، اس لئے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی امت میں سب سے

زیادہ قرآن کو سمجھنے والے ہیں انہوں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بلا واسطہ قرآن وسنت کو اخذ کیا ہے اور سمجھا ہے وہ جتنا معنیٰ آیات واحادیث کا جانتے اور سمجھتے تھے کوئی اور اتنا نہیں سمجھ سکتا اس لئے تفسیر قرآن پاک سمجھنے کیلئے صحابہ کو سامنے رکھا جاتا ہے۔

(۵) اُقوال تابعین سے تفسیر

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اقوالِ تابعین سے بھی لیا ہے کیونکہ حضراتِ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بلا واسطہ علم حاصل کیا علم نبوت کا نور صحابہ کے ذریعے ان حضرات کے قلوب میں منتقل ہوا تفسیر قران عظیم میں اقوال تابعین بھی بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔

(۶) اسباب نزول بیان کرنے کا خاص اہتمام

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اسباب نزول بیان کرنے کا خاص اہتمام فرمایا ہے شان نزول معلوم ہونے سے آیت مبارکہ کی تفسیر مفہوم ومعنی خوب واضح ہوجاتا ہے۔

شان نزول ایک مستقل علم ہے قرآنی آیات کے شانِ نزول ایک ایسا موضوع ہے جو قرآن کریم کے صحیح فہم کیلئے انتہائی ضروری بلکہ ناگزیر ہے مختلف قرآنی آیات واقعات کے جس پس منظر میں نازل ہوئیں ان کو جاننا قرآن کریم کی صحیح مراد معلوم کرنے کیلئے نہ صرف ضروری ہے، بلکہ بہت سی آیات میں اگر یہ پس منظر معلوم نہ ہو تو قرآن کریم کا صحیح مفہوم سمجھنے میں شدید غلط فہمیاں اور بعض اوقات گمراہیاں بھی پیدا

ہوسکتی ہیں ، چنانچہ تفسیر کی مستند کتابوں میں آیات کا شانِ نزول بیان کرنے کا پورا اہتمام کیا گیا ہے، اور بعض علماء نے صرف شان نزول ہی کے بیان کیلئے مستقل کتابیں بھی تالیف فرمائی ہیں جن میں امام واحدی کی کتاب ''اسباب نزول'' خاص طور پر معروف اور متداول ہے، اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس موضوع پر مستقل کتاب تالیف فرمائی ہے اور عصر حاضر کے علماء نے بھی اس پر کام کیا ہے۔

تفسیر انوار البیان کے تراجم

انگلش میں ترجمہ

حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی تفسیر انوار البیان اردو میں طبع ہوتی رہیں اور ساتھ ساتھ انگریزی میں بھی ترجمہ ہوتا رہا جسکو مفتی افضل الیاس صاحب مقیم جنوبی افریقیا نے سرانجام دیا خود بھی اس میں لگے اپنے ساتھ دیگر حضرات کو بھی لگایا اور یہ کام حضرت والد صاحب قدس اللہ سرہ کی زندگی ہی میں پورا ہوگیا تھا اور پوری تفسیر کا ترجمہ انگریزی میں چھپ کر تقسیم ہو چکا تھا اور الحمد للہ یہ ترجمہ جنوبی افریقیا، امریکا، انگلینڈ، اور دوسرے ممالک میں پہنچ چکا ہے اور اس سے استفادہ کیا جارہا ہے.

فرانسیسی میں ترجمہ

فرانسیسی دنیا کی بڑی اہم زبانوں میں ایک زبان ہے فرانسیسی بولنے والے ممالک میں انگلش بولنے کو بہت زیادہ معیوب سمجھا جاتا ہے یہ زبان اپنی مستقل حیثیت رکھتی ہے لہٰذا تفسیر انوار البیان کا ترجمہ فرانسیسی میں بھی ہو چکا ہے جسکو مولانا فیروز

صاحب نے مدینہ منورہ میں کیا ہے، مولانا فیروز صاحب نے ترجمہ کرنے کے بعد نظر ثانی فرانسیسی کے جاننے والے دیگر علماء سے بھی کرائی ہے تاکہ ترجمہ بہت زیادہ معتبر ہو جائے الحمد للہ علی ذلک.

بنگلہ میں ترجمہ

حضرت والد صاحب برّد اللہ مضجعہ نے اپنی تفسیر انوار البیان کا ترجمہ کرنے کیلئے مولانا جعفر صاحب بنگلہ دیشی کو حکم فرمایا مولانا موصوف نے بڑی محبت کے ساتھ سفر و حضر میں اسکو بخوبی انجام دیا جب حج میں وعمرہ میں تشریف لاتے تو بھی ترجمہ کے کام جاری رکھتے اس لئے الحمد للہ ترجمہ جلدی ہی پورا ہوگیا ترجمہ مکمل ہونے کے بعد مولانا موصوف نے بنگلہ دیش کے بعض دیگر جید علماء سے مراجعہ بھی کروایا مولانا جعفر صاحب خود بھی بنگلہ دیش کے دو مدارس میں شیخ الحدیث ہیں اور حضرت
مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کے خلیفہ مجاز بھی ہیں۔

ہندی میں ترجمہ

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیر انوار البیان کا ہندی میں ترجمہ شروع کروایا تھا لیکن ابھی تک پورا نہ ہوسکا اللہ تعالیٰ شانہ مترجم کو تکمیل کی توفیق عطا فرمائے. آمین۔

تفسیر انوار البیان کی مقبولیتِ عامہ وخاصہ

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر طبع ہوتے ہی بفضل اللہ تعالیٰ مقبول

خاص وعام ہوئی اہل علم میں بھی مقبول ہوئی اور عوام میں بھی، سب سے پہلی بات تو اخلاص کی ہے مقبولیت کا بھید اخلاص ہے جو کام اللہ تعالی کے لئے ہوتا ہے وہی قبول ہوتا ہے اور وہی باقی رہتا ہے علماء اور اہلِ حق اور طلبۃ العلم اور عوام الناس سب کے نزدیک اس تفسیر کا مقبول ہونا مقبول عند اللہ کی علامت ہے۔

(۲) تحفۂ خواتین

یہ کتاب اپنی نوعیت کی عظیم الشان تصنیف ہے جس سے امتِ اسلامیہ کی اردو دان خواتین بڑی تعداد میں فائدہ اٹھا رہی ہیں اور اپنی زندگی سنت کے مطابق بنا رہی ہیں، یہ کتاب نہ یہ کہ صرف خواتین کے لئے ہے بلکہ مرد حضرات کے لئے بھی کثیر النفع ہے اسکا انگلش ترجمہ بھی چھپ چکا جس سے اردو دان طبقہ کے علاوہ دیگر حضرات بھی استفادہ کر رہے ہیں۔

تحفۂ خواتین کا سبب تالیف

اس کتاب کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ آپ دار العلوم کراچی سے شائع ہونے والا ماہنامہ "البلاغ" میں اصلاحی مضامین لکھنا شروع فرمائیں۔ حضرت والد رحمۃ اللہ علیہ نے اس درخواست کو منظور فرمالیا اور خواتین سے متعلق کتبِ حدیث میں وارد روایات کا ترجمہ وتشریح لکھ کر ہر ماہ مذکورہ بالا ماہنامہ میں اشاعت کے لئے دینے لگے۔ سالہا سال قسط وار یہ احادیث مع ترجمہ وتشریح ماہنامہ "البلاغ" میں شائع ہوتی رہیں، البلاغ کے قارئین سے جب حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ

سے ملاقات ہوتی تو اس مضمون کو بہت زیادہ نافع بتاتے اور جب کسی ماہ ناغہ ہوجاتا تو دفترِ البلاغ میں شکایتیں آنی شروع ہوجاتیں' جس سے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اندازہ ہوا کہ الحمدللہ عوام وخواص میں یہ مضمون بہت مقبول ہورہا ہے اور سب اسکا نفع محسوس کررہے ہیں، اللہ پاک نے اپنے محبوب سید الأبرار حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث میں تو تاثیر رکھی ہی ہے اور جب انہیں کوئی اہل دل لکھتا ہے اور اسکی تشریح کرتا ہے تو لکھنے والے کے اخلاص کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ قارئین وسامعین کے قلوب میں احادیث کے انوار و برکات اتار دیتے ہیں.

خواتین سے متعلق جو عنوان اختیار فرمایا' اس کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے ۔ملتِ مسلمہ کیلئے جتنی اہمیت مردوں کی دینی اصلاح کو حاصل ہے خواتین کی دینی تعلیم وتربیت اس سے کسی بھی طرح کم اہمیت نہیں رکھتی ۔ایک تو اس لئے کہ اسلامی احکام کا خطاب جس طرح مردوں کو ہے اسی طرح عورتوں کو بھی ہے بلکہ بعض احکام ایسے ہیں کہ خواتین ہی سے تعلق رکھتے ہیں اور دوسرے اس لئے کہ خواتین کی تربیت بالآخر پوری قوم کی تربیت کا ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول بھی یہ تھا کہ آپ کے عمومی خطابات میں مرد اور عورت دونوں ہی مخاطب ہوتے تھے لیکن پھر بھی کبھی کبھی آپ خاص طور سے خواتین کو خطاب کرنے کیلئے الگ مجلسیں منعقد فرماتے تھے تاکہ ان کے ذریعہ خواتین کی تربیت خصوصی اہمیت کے ساتھ ہوسکے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس سنت کی پیروی میں ہر دور کے علماء اور

بزرگان دین نے اپنے وعظ وخطاب وتصنیف وتالیف میں خواتین کی اس خصوصیت کی اہمیت کوملحوظ رکھا ہےاور وقت کی ضرورت کے موافق کتابیں اس موضوع پر لکھتے رہے ہیں۔ہاں! ہر عالم کا اپنا الگ انداز ہوتا ہے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور میں جو یہ مضامین لکھنے شروع فرمائے اس میں تسہیل کو پیش نظر رکھا اور اخلاص کی چاشنی تو تھی ہی، اس کی وجہ سے الحمد للہ یہ مضامین بہت ہی مقبول ہوئے۔

جب کثیر تعداد میں احادیثِ شریفہ مع ترجمہ وتشریح البلاغ کے صفحات میں آ گئیں تو حضرت والد نور اللہ مرقدہ نے سوچا کہ ان کو کتابی صورت میں شائع کیا جائے نیز دیگر حضرات سے بھی اسکا تقاضا ہوا، حضرت والد صاحب قدس اللہ روحہ نے شائع شدہ مضامین پر جب نظر ڈالی تو محسوس ہوا کہ مسلسل قسط وار جس طرح شائع ہوئے تھے کتابی صورت میں اسی طرح شائع کر دینا مناسب نہ ہوگا کیونکہ کتابی صورت میں جس خاص ترتیب سے لانے کی ضرورت ہے وہ ترتیب البلاغ کی اقساط میں ملحوظ نہ رہی تھی ، لہذا حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے البلاغ میں شائع شدہ اقساط کو یک جگہ اکٹھا کیا پھر ان کو جدید ترتیب دی۔ان شائع شدہ اقساط کو ایک مرتب کتاب بنایا تو اچھی خاصی ضخیم کتاب تیار ہوگئی۔

کتاب تحفۂ خواتین کی ترتیب

ترتیب اس طرح رکھی گئی کہ اوّل کتاب الایمان ، پھر کتاب الوضوء والغسل ،اسکے بعد کتاب الصلوٰۃ ، کتاب الزکوٰۃ والصدقات ، کتاب الصوم ، کتاب الحج ، کتاب

فضائل القرآن، کتاب الذکر والدعاء، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب تربیۃ الأولاد وغیرہ علی الترتیب آ گئی۔

جب حضرت والد صاحب قدس اللہ روحہ نے کتابی صورت میں لانے کیلئے ترتیب تبویب کا کام شروع کیا تو خیال ہوا کہ بہت سی احادیث جو البلاغ میں شائع نہیں ہوئیں انکو بھی جزء الکتاب بنا دیا جائے، لہذا ایسی بہت سی احادیث کا ترجمہ وشرح لکھ کر جزء الکتاب بنا دیا جو البلاغ میں شائع نہیں ہوئیں تھیں، کتاب الایمان تو تقریباً پوری ہی بعد میں لکھی ہے۔ جامعیت کے اعتبار سے بہشتی زیور کے بعد یہ پہلی ضخیم کتاب ہے جسکا موضوع خواتین اور انکے مسائل ہیں، کتاب کے مندرجات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہر ایک گھر کی ضرورت ہے، کتاب کو اہمیت کے پیش نظر بعض دوسری زبان والوں نے بھی اس کو اپنی اپنی زبانوں میں منتقل کرلیا ہے، ہمارے پاس اس کا انگریزی ترجمہ موجود ہے۔

(۳) رسول اللہ کی صاحبزادیاں (رضی اللہ عنہن)

یہ کتاب حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نبی کریم کی چاروں صاحبزادیوں (۱) حضرت زینب رضی اللہ عنہا (۲) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا (۳) حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا (۴) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سیرت پر تالیف فرمائی، اس کا انداز انتہائی مؤثر اور دل پر اترنے والا ہے، قلب سلیم رکھنے والا اس کو پڑھتا جاتا ہے اور آنسو بہاتا جاتا ہے، حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع بانی دار

العلوم کراچی نے اس کی تقریظ فرمائی تھی، حضرت مفتی اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں:

باسمہ سبحانہ: حبی ومحبی جناب مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلندشہری نے بہت سے عنوانات کے تحت کثیر تعداد میں مختلف دینی کتابیں لکھی ہیں، جو عوام وخواص میں بہت مقبول ہیں اور مختلف اداروں سے طبع ہوتی رہتی ہیں۔

موصوف نے عورتوں کی اصلاح کے لئے بھی چند کتب لکھی ہیں، اور اس موضوع سے آپ کو خاص شغف ہے۔

دینی بے فکری اور آخرت سے غفلت جو عورتوں میں دن بدن بڑی تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے، اس کی روک تھام کا واحد ذریعہ یہی ہے، کہ انھیں قرآن وحدیث کے احکام اور نصائح ومواعظ اور آداب واخلاق سے آگاہ کیا جائے، اور عہد نبوت کی مستورات یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ؓ اور بنات طاہرات ؓ اور دیگر صحابیات ؓ کے اوصاف حمیدہ اور احوال سعیدہ سے واقف کرایا جائے۔

مولانا ممدوح نے اس سلسلہ میں دو کتابیں تالیف فرمائیں ہیں اول: امت مسلمہ کی مائیں،، دوم ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں،، اور ثانی الذکر میں سرور دو جہاں کی صاحبزادیوں کے مفصل حالات تحریر فرمائے ہیں، یہ حالات بہت سبق آموز ہیں، ہر گھر میں ان کو سنانے کی ضرورت ہے۔

مولانا موصوف کی ایک کتاب ’’مسلم خواتین کے لئے بیس سبق‘‘ کے نام سے بھی معروف ومشہور ہے، مذکورہ دونوں کتابوں کے ساتھ اس کا بھی مطالعہ کرائیں.

اللہ جل شانہ مولانا کی مساعی کو قبول فرمائیں اور بگڑے ہوئے معاشرہ کی اصلاح کا

ذریعہ بنائیں. وماذلک علی اللہ بعزیز .بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ ۴/ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ

(۴) امت مسلمہ کی مائیں

یہ کتاب حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے امہات المؤمنات امام الأنبیاء سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی سیرت پر تصنیف فرمائی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) کو اللہ تعالی نے قرآن حکیم میں امت مسلمہ کی مائیں قرار دیا ہے، ارشاد ربانی ہے: وازواجــــه أمهـــاتهـم. یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ان کی (یعنی مسلمانوں کی)مائیں ہیں۔

ان عظیم امہات کا تذکرہ امت اسلامیہ کے لئے باعث تربیت ہے، اوران کی سیرت کا مطالعہ انتہائی مفید ہے، حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ مقدمہ میں اس کتاب کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى لم يزل ولا يزال حيا سميعا قادرا بصيراً أشهد أنه لا إله إلا هو وحده لا شريك له وأكبره تكبيرا وأومن بأن سيدنا وسندنا محمدا عبده ورسوله الذى ارسل إلى كافة الناس بشيرا ونذيرا وداعياً إلى الله بإذنه وسراجاً منيرا صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وازواجه وبارك وسلم تسليما كثيرا كثيرا.

امابعد: اس کتاب میں احقر نے سید عالم ہادی ثقلین محبوب رب العالمین صلی

اللہ علیہ وسلم کی پاک بیبیوں کے حالات لکھے ہیں جس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان عورتیں اور مسلم بچیاں اپنی زندگی گزارنے میں ان مطہر بیبیوں کی زندگی کو نمونہ بنائیں جن کو اللہ رب العزت نے اپنے مقدس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کے لئے چنا تھا اور جنھوں نے نبوت کے گھرانے میں رہ کر اپنی زندگی دین سیکھنے سکھانے اور مولائے حقیقی سے لو لگانے اور اپنے دلوں میں آخرت کی فکر بسانے کیلئے وقف کردی تھی۔

اس کتاب میں خصوصیت کے ساتھ ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہن کے ایسے حالات لکھے گئے ہیں، جن کا اتباع کرنا اور اتباع کے لئے تیار رہنا ہر مسلم عورت کے لئے ضروری ہے، کتاب پڑھتے پڑھتے کسی بیوی کی ہجرت کا دردناک واقعہ سامنے آئے گا اور کسی بیوی کے تذکرہ میں ملے گا کہ انھوں نے دین کے لئے دو مرتبہ ہجرت کی اور حرم نبوت میں رہنے والی برگزیدہ خواتین کے حالات میں کثرت نماز اور کثرت ذکر کا تذکرہ ملے گا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تذکرہ میں دین کے لئے مال قربان کردینا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور تسلی اور ڈھارس بندھانے کی خدمت انجام دینا ملے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں علم وافر، تفقہ کامل اور اشاعت علوم دینیہ میں زندگی خرچ کردینا نظر آئے گا. حضرت زینب بنت خزیمہؓ اور حضرت زینب بنت جحشؓ اور حضرت عائشہؓ کے حالات میں عظیم الشان سخاوت ملے گی، حضرت زینبؓ محنت کر کے پیسہ حاصل کرتیں اور پھر صدقہ کرتی تھیں۔

ایک بہت بڑی بات ازواج مطہراتؓ کے حالات میں یہ ملے گی کہ انھوں نے آپس میں سوکن ہونے کے باوجود ایک دوسری کی علمی عظمت برقرار رکھی اور جب کسی نے ایک سے مسئلہ پوچھا تو خود کو معلوم نہ ہوا تو دوسری کے پاس سائل کو بھیج دیا، نیز ان مقدس بیویوں کی یہ بات بھی بہت زیادہ قابل تقلید ہے کہ سوکن ہوتے ہوئے بھی دوسری سوکن کے اخلاق حمیدہ اور اچھی خصلتوں کی تعریف کرتی تھیں، بعض بیویوں کے حالات میں آپ پڑھیں گے کہ وفات کے وقت اپنی سوکنوں سے کہے سنے کی معافی مانگی اور حقوق العباد سے پاک ہو کر عالم بالا کا سفر اختیار کیا۔

آج کل بیاہ شادی کے لئے ایسے طریقے اور ایسی رسمیں ایجاد کر رکھی ہیں جو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹی ہوئی ہونے کی وجہ سے مصیبت اور وبال بنی ہوئی ہیں، لوگ پریشان نظر آتے ہیں کہ جوان بیٹی بیٹھی ہے اس کی شادی کیسے کریں؟ روپیہ کہاں سے لائیں، بیٹا بیاہنے جاتا ہے، سینکڑوں رسمیں برتتا ہے، روپیہ نہیں، زیور نہیں، کسی کی بیٹی لینے کیسے جا کھڑے ہوں؟ ان مصیبتوں سے چھٹکارا کی صرف یہی ایک شکل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر بیاہ شادی کرنے لگیں جو سادگی کی اصل تصویر ہے اور جس میں مصیبت و پریشانی کا نام نہیں ہے، اس کتاب کے پڑھنے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ شادیوں کے حال معلوم ہوں گے، ان کی سادگی امت کے لئے نمونہ ہے، امت کو چاہیئے کہ اس طرز پر اپنے بیٹوں بیٹیوں کی شادی کریں، حضرت میمونہؓ اور حضرت صفیہؓ کے حالات آپ پڑھیں گے تو معلوم ہوگا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بیویوں سے سفر ہی میں نکاح کیا، اور سفر ہی

میں پہلی ملاقات ہوگئی، اور وہیں ولیمہ ہوگیا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ بیاہ شادی مصیبت بنانے کی چیز نہیں ہے، سادگی کے ساتھ ایک مرد وعورت کا رشتہ شرعی ایجاب وقبول کرا کے جوڑ دینا ہی کافی ہے، اس کے لئے گھر پر مقیم ہونا بھی ضروری نہیں ہے، پھر بھلا رسموں اور ریا ونمود کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا﴾.

اس کتاب سے معلوم ہوگا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جن بیویوں سے شادی کی وہ (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ) سب بیوہ تھیں اور بعض ایسی تھیں جو آپ سے پہلے دو شوہروں کی زوجیت میں رہ چکی تھیں۔ بعض قوموں میں جو یہ رواج ہے کہ عورت کی دوسری شادی کو عیب سمجھتے ہیں، یہ گناہ کبیرہ ہے اور عقیدہ کی خرابی ہے، جس چیز کو خدائے وحدہ لاشریک لہ کے مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کیا اس کو برا سمجھنا ایمان والوں کا طریقہ نہیں ہوسکتا۔

ناظرین سے درخواست ہے کہ احقر اور احقر کے والدین اور اساتذہ کو اپنی مقبول دعاؤں میں ضرور یاد فرماویں۔ محمد عاشق الٰہی بلندشہری عفا اللہ عنہ ۱۳۷۳ھ

(۵) مسلم خواتین کے لئے بیس سبق

یہ کتاب حضرت والد صاحب قدس اللہ روحہ مسلم خواتین کی تعلیم وتربیت کے لئے مختصر انداز میں تالیف فرمائی، اور تحفہ خواتین بہت زیادہ مفصل ہے، حضرت والد صاحبؒ کو خواتین کی تعلیم وتربیت اور اصلاح کا خاص ذوق من جانب اللہ عطا ہوا تھا،

خواتین اسلامی معاشرہ میں بڑی اہمیت رکھتی ہیں، اور ان کی تعلیم وتربیت واصلاح سے بچوں کی اصلاح بھی ہوتی ہے، اور ماں کی گود میں بچے کے لئے سب سے پہلا دارالتربیت ہے، اعدائے اسلام نے خواتین کو بگاڑنے کے لئے جو عزم کیا ہوا ہے اور ان کو خراب کرنے کے لئے طرح طرح کے اسباب اختیار کئے ہوئے ہیں، ان کے سامنے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ خواتین اسلام اگر اپنے دین پر جمی رہیں تو مسلمانوں کی اولاد بھی بہت پکی مسلمان بنے گی، لہذا ان کو بگاڑنے کے لئے یہ لوگ کوشاں ہیں، حضرت والد صاحب نوراللہ مرقدہ نے مثبت انداز میں خواتین اسلام کی فلاح وبہبودی کے لئے کئی کتابیں تالیف فرمائیں، ان میں سے ایک مسلم خواتین کے لئے بیس سبق بھی ہیں۔

حضرت والد صاحبؒ نوراللہ مرقدہ اس کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

اسلام سارے انسانوں کے لئے خداوند عالم کا بھیجا ہوا اور پسند کیا ہوا دین جس میں تمام مردوں اور عورتوں کیلئے ایسے مکمل احکام واعمال موجود ہیں جن پر عمل کرنا دنیا وآخرت کی کامیابی کا واحد ذریعہ ہے، اور چونکہ عمل بغیر علم کے نہیں ہوسکتا اس لئے علماء امت نے کتابوں اور وعظ وتقاریر اور تالیف وتصنیف نیز مکاتب ومدارس کے ذریعہ جس طرح بھی بن پڑا محنت اور کوشش سے علم دین کو باقی رکھا۔

فجزاھم اللہ تعالی أحسن الجزاء۔

دین کے مختلف شعبوں کی تعلیم وتبلیغ کیلئے بہت سی کتابیں لکھی گئیں ہیں جن

میں بہت سی ایسی بھی ہیں جو صرف عورتوں سے متعلق ہیں، خصوصیت کے ساتھ ان کے ہی لئے لکھی گئیں ہیں، رسالہ ہذا بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جسے احقر نے محض اللہ جل شانہ کی توفیق اور مدد سے اپنے ایک مخلص دوست کی فرمائش پر لکھا ہے، زبان سلیس اور سادہ رکھنے کی کوشش کی ہے، بہت سی جگہ اپنے اکابر کی تالیف اور خود اپنی تالیفات سے اقتباس کیا ہے، پوری کتاب بیس سبقوں پر منقسم ہے، ترغیب وترہیب کیلئے مشکوۃ شریف اور حافظ منذری کی مشہور کتاب الترغیب والترہیب سے انتخاب کرکے ہر مضمون کے متعلق احادیث شریفہ کا ترجمہ مضمون بنادیا گیا ہے بجز چند روایات کے (جن کا حوالہ دے دیا گیا ہے) سب احادیث ان ہی دونوں کتابوں سے لے کر درج کی ہیں۔

(۶) وصایا اِمام اَعظم:

والد صاحبؒ نے اس کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کی وصایا کو جمع فرمایا، جو علماء اور طلباء کے لئے نافع ہے، ہر طالب علم کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے، ان وصایا کی ترتیب یوں ہے کہ حضرت والد صاحب نوراللہ مرقدہ نے پہلے امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہؒ کی اس وصیت کا ترجمہ لکھا تھا جو حضرت موصوفؒ نے اپنے نامور شاگرد حضرت ابو یوسف بن خالد سمتی بصریؒ کو فرمائی تھی، یہ ترجمہ اصل وصیت کے ساتھ ماہنامہ البلاغ کراچی میں شائع ہوا جسے حضرت اقدس شیخ الحدیث بقیۃ السلف مولانا محمد زکریا

صاحب کاندھلوی ثم مہاجر مدنی دامت برکاتہم العالیہ نے اپنی مجلس میں حرف بحرف سنا اور بہت پسند فرمایا، پھر اپنی جیب خاص سے اس کو پانچ ہزار طبع فرمایا، اس کے بعد مشورہ ہوا کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری وصیتیں بھی باترجمہ شائع کی جائیں، جو دیگر تلامذہ کو فرمائی تھیں، تلاش کرنے سے ''الأشباہ والنظائر'' کے آخر میں ایک وصیت ملی جو قاضی القضاۃ حضرت امام ابو یوسفؒ کو فرمائی تھی، اس کو پڑھا تو جگہ جگہ عبارات میں طباعت کی اغلاط سامنے آئیں، اور بعض جگہ مسخ وتحریف کا اندیشہ ہوا، اس کے دوسرے نسخہ کی تلاش جاری رہی، حتی کہ ''مناقب الإمام الأعظم'' میں اور ''حسن التقاضی'' میں بھی مل گئی، اور تینوں نسخوں کو سامنے رکھ کر اس کا صحیح ترین نسخہ مرتب کیا، اور بامحاورہ ترجمہ بھی لکھ دیا، حضرت والد صاحبؒ کے ذہن میں تھا کہ حضرت امام اعظمؒ کی ایک وصیت اُن کے صاحبزادہ حماد بن ابی حنیفہؒ کے نام بھی ہے، اس کی جستجو جاری رکھی اور الحمد للہ اس کا نسخہ بھی مل گیا، نیز مناقب الإمام الأعظم میں قاضی ابو عصمہ نوح بن اُبی مریم مروزیؒ کے نام بھی ایک وصیت نظر سے گزری، جو قضاء سے متعلق ہے، اور ایک وصیت ایسی بھی اسی کتاب میں ملی، جو حضرت امام اعظمؒ نے اپنے اکابر تلامذہ کو فرمائی تھی۔

حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے ان تمام وصایا کا بامحاورہ ترجمہ لکھا، اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا حضرت والا نے ان تمام وصایا کو ایک مجموعہ میں شائع فرمانے کا حکم فرمایا، اور اس مجموعہ کا نام ''وصایا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ'' تجویز فرمایا، اب یہ پانچ وصایا کا مجموعہ شائع کیا گیا ہے۔

ترتیب اس طرح رکھی ہے کہ۔ پہلے نمبر پر وصیت بنام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ۔

دوسرے نمبر پر بنام یوسف بن خالد سمتی رحمۃ اللہ علیہ.

تیسرے نمبر پر بنام حماد بن ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔

چوتھے نمبر پر بنام ابو عصمہ نوح بن ابی مریم رحمۃ اللہ علیہ۔

پانچویں نمبر پر وصیت بنام اکابر تلامیذ ہ رحمہم اللہ کو رکھا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ...کے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ مشہور تلمیذ تھے، حدیث اور فقہ میں کامل دستگاہ رکھتے تھے، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ان کے تلامذہ میں سے ہیں، جنہوں نے ان سے تین سال تک علم حاصل کیا، آپ نہ صرف قاضی تھے، بلکہ قاضی القضاۃ تھے اور اس لقب سے سب سے پہلے آپ ہی مشہور ہوئے، خلفاء بنی عباس میں سے مہدی، ہادی، اور ہارون الرشید کے عہد میں قضاء کی خدمت انجام دی، اور ۱۶۶ھ سے لیکر اپنی وفات تک برابر قاضی رہے۔

(۷) شیعہ مذہب اور اسکے خدوخال

اس کتاب میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شیعہ مذہب کے عقائد وغیرہ کے بارے میں تحریر فرمایا جسکے مضامین یہ ہیں:

جس میں شیعوں کا عقیدۂ بدا۔ تحریف قرآن۔ بغض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ تقیہ مسئلہ خلافت اور امامت نیز دیگر امور پر بحث کی گئی ہے اور شیعوں کو خیر خواہانہ طور پر غور

کرنے کی دعوت دی ہے کہ اپنے ایمان اور آخرت کی نجات کے بارے میں فکر کریں اور تقیہ کرنے والے مجتہدین کی باتوں میں نہ آئیں۔

نیز والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مقدمہ میں اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں بقلم از خود امابعد کے بعد:

جو لوگ اسلام کا دعوی کرتے ہیں، ان میں روافض کا فرقہ بھی ہے جو اپنے کو شیعہ کے عنوان سے متعارف کراتا ہے، حالانکہ انکا دین خاتم الأنبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا دین نہیں ہے۔ یہودیوں اور زندیقوں نے انہیں یہ دین گڑھ کر دیا ہے، یہودیوں، زندیقوں نے تو تھوڑی سی ہی باتیں بنائیں تھیں، لیکن انکے شاگرد یعنی شیعہ برابر اضافہ کرتے رہے اور وہ وہ باتیں اپنے دین میں شامل کردیں کہ جن کا یہودیوں اور زندیقوں کو تصور بھی نہ تھا، جب مستقل دین بن گیا تو دین کے عنوان پر مجتہدوں کی ہر تکی بے تکی بات ان کے عوام مانتے چلے گئے اور اندھی تقلید اور عقیدت کی وجہ سے دین ودانش کی کسوٹی پر پرکھنے کی ضرورت ہی ختم کردی۔

چند سال قبل احقر نے ایک مختصر سا رسالہ بعنوان ''شیعہ مذہب دین ودانش کی کسوٹی پر'' لکھا تھا، آج کل خیال آیا کہ ایک اور رسالہ لکھا جائے جس میں ذرا تفصیل سے شیعیت کے خدوخال ظاہر کئے جائیں، چند دن کی محنت سے الحمد للہ تعالی یہ رسالہ تیار ہو گیا جو ناظرین کے ہاتھوں میں ہے۔

بہت سے مسلمان اس دھوکہ میں ہیں کہ شیعہ بھی ایک اسلامی فرقہ ہے اور یہ کہ ہمارے اور شیعوں کے درمیان ایسا ہی اختلاف ہے جیسا کہ حنفیہ شافعیہ کا اختلاف ہے

، حالانکہ یہ بات سخت گمراہی کی ہے۔ حنفیہ اور شافعیہ میں فروعی اختلاف ہے اور سب آپس میں ایک دوسرے کو مسلمان سمجھتے ہیں اور سب ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں۔ شیعوں سے تو مسلمانوں کا اصولی یعنی عقائد کا اختلاف ہے، اُن کے یہ عقائد ہمارے اس رسالہ میں ناظرین پڑھ لیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ جو شیعوں کے عقائد ہیں اُن کے اعتبار سے کسی بھی طرح شیعوں کا مسلمان ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔

بہت سے وہ لوگ جن کے پاس بڑی بڑی ڈگریاں ہیں، انہوں نے دنیاوی علوم حاصل کیے، قرآن وحدیث کو نہیں پڑھا اور اسلام کو نہیں سمجھا، اسلام اور کُفر کے فرق کو نہیں پہچانا، یہ لوگ علمائے کرام سے ناراض ہیں، جو علماء شیعوں کو کافر کہتے ہیں انہیں ''دہشت گرد'' سے تعبیر کرتے ہیں، اور دشمنانِ اسلام کے سمجھانے سے اب علمائے اسلام کو بنیاد پرست کہہ کر اُن کا وزن گرانا چاہتے ہیں، اور انہیں تکلیفیں پہنچانے کی فکر میں رہتے ہیں۔

ہمیں حق سے محبت ہے اور باطل سے نفرت ہے جو قرآن کا دشمن ہے ہمارا دشمن ہے، ہمارا کام حق کہنا اور حق پہنچادینا ہے، ہمارا یہ رسالہ جہاں مسلمانوں کی خیرخواہی پر مشتمل ہے وہ غلطی میں نہ رہیں اور شیعوں کے لئے بھی ایک نصیحت اور خیرخواہی ہے، یہ لوگ بھی غور کریں کہ ہمارا جو دین ہے اسکا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین سے کتنا تعلق ہے، مجتہدوں کی باتوں پر اعتماد نہ کریں اور تاویلات کی دنیا میں غرق نہ ہوں، اگر ان کے مجتہدین کو آخرت کی فکر لاحق ہوتی تو وہ اپنے عقائد اور مکائد سے باز آجاتے، خود بھی ہدایت پر آتے اور اپنے عوام کو بھی اسلام کی دعوت

دیتے۔

بات یہ ہے کہ شیطان کو اوّل تو یہ منظور نہیں کہ بنی آدم میں کوئی شخص مسلمان ہو اور جب کوئی شخص اسلام کا دعوے دار ہو جائے تو پھر اسکی کوشش ہوتی ہے کہ اسکے عقائد کفریہ ہو جائیں، نام کا مسلمان رہے اور حقیقت میں کافر رہے. جب کسی شخص نے اسلام قبول کیا اور پھر اسنے شیطان کے القا کئے ہوئے عقائد اپنا لئے تو یہ شیطان کی بہت بڑی کامیابی ہے، جب کوئی شخص شیطان کے پھندہ میں آ گیا اور عقائد کفریہ اختیار کر لئے تو اب اسکی آنے والی نسلیں اس کی راہ پر چلتی ہیں۔ جو آباؤ اجداد کی راہ تھی، اور حق و باطل کے سمجھنے کی فکر ہی نہیں رہی۔ اگر کوئی شخص سمجھائے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم اپنے باپ دادوں کے دین پر ہیں۔ مشرکین عرب بھی یہی کہتے تھے کہ ہم اپنے باپ دادوں کے دین پر ہیں. قرآن مجید میں فرمایا۔ ﴿ أولَو كانَ آباؤُهُم لا يَعقِلُونَ شيئاً ولا يَهتدون ﴾ (ترجمہ) کیا یہ اپنے باپ دادوں کا اتباع کریں گے اگرچہ وہ سمجھ نہ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت پر ہوں۔

شیعوں کے بہت سے فرقے ہیں ہمارا رُوئے سخن صرف فرقہ اثنا عشریہ کی طرف ہے، ان کے علاوہ شیعوں کے جو دوسرے فرقے ہیں جن میں بوہرے اور خوجے اور دروزی اور نصیری بھی ہیں ان سے تعرض نہیں کیا، جہاں تک کہ ان لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل ہوئی ہیں، ان کے بارے میں بھی یہی علم ہوا کہ ان کے عقائد بھی اسلامی عقائد نہیں ہیں، دعوت فکر ان لوگوں کو بھی ہے، یہ سب غور کریں کیا ہمارا دین وہی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دین ہے اور یہ بھی غور

کریں کہ ہمارے عقائد قرآنی تصریحات کے خلاف تو نہیں ہیں، دیباچہ کے ختم پر وہی کہتا ہوں جو حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا: ﴿أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ﴾۔

اللہ تعالیٰ شانہ مجھے اظہار حق اور دعوت حق پر اجر عظیم عطا فرمائے اور مخاطبین کو غور و فکر کی اور حق قبول کرنے کی سعادت نصیب فرمائے. ﴿كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرَهُ﴾

العبد المحتاج الی رحمة ربه

محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ

(۸) فضائل توبہ واستغفار

اس کتاب میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آیات واحادیث کی روشنی میں توبہ واستغفار کے فضائل اور فوائد ومنافع نیز توبہ کی ضرورت واہمیت اور توبہ کی حقیقت اور اسکے لوازم، توبہ کرنے والوں کے لئے ضروری ہدایات وتنبیہات تفصیل کے ساتھ ذکر کی ہیں۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب کے مقدمہ میں حمد وصلاۃ کے بعد تحریر فرماتے ہیں اما بعد:

آجکل اعمال صالحہ کی طرف سے بہت غفلت ہے اور گناہوں کی طرف رغبت زیادہ ہے، ورع اور تقوی کی جانب توجہ بہت کم ہے۔ جو لوگ دیندار سمجھے جاتے ہیں وہ بھی

گناہوں میں مبتلا ہیں اور ہر ایک نے اپنی مرضی سے تھوڑی بہت دینداری اختیار کر رکھی ہے، جس نے جتنا دین اپنا رکھا ہے اسی کو کافی سمجھے ہوئے ہے اور باقی دین میں جو شریعت کی خلاف ورزیاں ہوتی ہیں ان سے بچنے کا بالکل اہتمام نہیں۔ اور لاکھوں افراد ایسے ہیں جو اپنے دعوی میں مسلمان ہیں لیکن گناہوں میں سر سے پاؤں تک لت پت ہیں اور فسق و فجور میں اس حد تک آگے بڑھ چکے ہیں کہ گناہوں کو ترک کرنے اور توبہ و استغفار کی طرف متوجہ ہونے کا کبھی تصور بھی نہیں کرتے، بلکہ ان میں بہت سے افراد ایسے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ اتنے گناہ کر لئے ہیں اب کیا توبہ قبول ہوگی۔ ان امور کو سامنے رکھ کر ارادہ ہوا کہ توبہ کی حقیقت اور ضرورت اور استغفار کی دینی و دنیاوی منافع پر ایک رسالہ لکھوں جس میں گناہوں سے بچنے کی تاکید کے ساتھ ساتھ اللہ کی وسیع رحمت کا بھی ذکر ہو اور یہ بتایا جائے کہ کوئی کیسا ہی اور کتنا ہی بڑا گناہ شمار ہو اس کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، جب تک مغرب سے آفتاب طلوع نہ ہو یہ دروازہ کھلا رہیگا کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، ہر وقت رجوع اِلی اللہ کر سکتا ہے۔

رسالہ لکھنے کا خیال تو عرصۂ دراز سے تھا لیکن قلب میں اسکے لکھنے کا زیادہ تقاضا شعبان ۱۴۰۲ھ میں پیدا ہوا، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کی تسوید اور ترتیب میں مشغول ہو گیا اور محض اللہ جلّ شانہٗ کے فضل و کرم سے رسالہ ہذا چند ماہ میں اختتام کو پہنچا، کام تو صرف ایک ماہ کا تھا لیکن مشاغل اور تکاسل کی وجہ سے زیادہ عرصہ لگ گیا۔

یہ رسالہ چار ابواب پر مشتمل ہے پہلے باب میں قرآن حکیم کی وہ آیات مع ترجمہ مذکور

ہیں جن میں اللہ پاک نے توبہ و استغفار کا حکم دیا ہے اور توبہ کی قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے اور توبہ و استغفار کے فوائد و منافع بیان فرمائے ہیں۔

دوسرے باب میں توبہ کی ضرورت اور حقیقت اور دیگر امور متعلقہ تحریر کئے ہیں اور تفصیل کے ساتھ عرض کیا ہے کہ محض زبان سے توبہ توبہ کہنے سے توبہ نہیں ہوجاتی، بلکہ توبہ کے کچھ لوازم ہیں، جب تک ان کو پورا نہ کرے تو وہ توبہ نہ ہوگی جو عند اللہ مطلوب ہے۔

تیسرے باب میں وہ احادیث شریفہ مع ترجمہ و ضروری تشریح درج کی ہیں جن میں کثرت استغفار کی ضرورت بتائی اور استغفار کے فوائد و منافع اور اسکے مواقع کا تذکرہ ہے، یا اصحاب حقوق اور عامۃ المؤمنین اور والدین کے لئے طلب مغفرت کی دعاء کی ضرورت ظاہر کی ہے اور اس کا فائدہ بتایا ہے۔

چوتھے باب میں استغفار کے الفاظ اور صیغے درج کئے ہیں جو قرآن و حدیث میں وارد ہوئے ہیں۔

پھر خاتمہ میں بطور خلاصۂ کتاب چند صفحات لکھ کر کتاب ختم کردی ہے۔

اللہ جل شانہ ہم سب کو سچی پکی توبہ نصیب فرمائے اور اپنے مقبول بندوں میں شمار فرمائے. **انه علی کل شیء قدیر و بالإجابة جدیر ۔**

المدینۃ المنورۃ العشرۃ الأولی من ذی الحجۃ ۱۴۰۲ھ

محتاج رحمت لا متناہی

محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ و عافاہ و جعل آخرتہ خیراً من أولاہ

(۹) ایک مسلمان کس طرح زندگی گذارے

اس کتاب میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے روزمرہ کے معمولات زندگی اور فقہی مسائل پیش آنے والے ذکر فرمائے ہیں جو کہ کتاب کے نام سے بھی واضح ہورہا ہے اور بڑی قیمتی نصائح تحریر فرمائی ہیں اور بہترین ترتیب دی ہے نمبر وار گویا کہ بیس سبق ہیں ہر مسلمان کے لئے قرآن کریم اور احادیث نبویہ (علی صاحبہا أفضل الصلاۃ وأزکی السلام) کی روشنی میں۔ اور بیس سبق کے عناوین ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

۱۔ اسلامی عقائد۔ ۲۔ پنج وقتہ نماز مع وتر ۳۔ نمازوں کی درستگی ۴۔ چھوٹوں کو نماز سکھانے کا اہتمام۔

۵۔ نماز جمعہ کا اہتمام۔ ۶۔ قضاء نمازیں پڑھنے کا اہتمام۔ ۷۔ زکاۃ فرض ہونے پر ادا کرنے کا اہتمام۔ ۸۔ رمضان کریم کے روزے رکھنے کی اہمیت۔ ۹۔ حج فرض ہونے پر حج کی فوری ادائیگی اور اسمیں غفلت کرنے پر تنبیہ۔

۱۰۔ تلاوتِ کلام پاک کی پابندی کرنے کی اہمیت۔ ۱۱۔ ذکر اللہ کی کثرت۔

۱۲۔ آپس میں میل محبت ہمدردی ومعاونت کرنے کی اہمیت۔

۱۳۔ مرد اور عورتوں کو اسلامی لباس پہننے کا اہتمام۔ ۱۴۔ حقوق العباد کی ادائیگی کی فکر۔ ۱۵۔ حلال کمائی کی اہمیت۔ ۱۶۔ دشمنی، حسد، بغض، کینہ تکبر، اور غرور اور دیگر امراضِ روح سے اجتناب۔ ۱۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کامل ظاہراً وباطناً۔ ۱۸۔ اولاد کو قرآن شریف اور دیگر علوم دینیہ

دینے کی اہمیت۔ ۱۹۔حضرات علمائے کرام کی مجالس میں جانے کا اہتمام۔

۲۰۔تمام گناہوں سے پکی توبہ،سورۃ نور میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے(وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيَخْشَى اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور اسکے رسول کی فرمابرداری کرے اور اللہ سے ڈرے اور اسکی مخالفت سے بچے تو ایسے لوگ بامراد ہیں۔

تحذیر العشائر عن ارتکاب الکبائر والصغائر

یعنی گناہوں کی فہرست

اس کتاب میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جملہ گناہ کبیرہ وصغیرہ سے بچنے کی اہمیت تحریر کی ہے کیونکہ گناہوں سے بچنا انتہائی ضروری ہے لہذا گناہوں کی فہرست بھی عوام الناس کو بتادینا ایک اہمیت رکھتا ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ لاعلمی میں گناہ ہوتے رہیں،اور گناہ کرنے والوں کو معلوم بھی نہ ہو کہ وہ معصیت میں مبتلا ہیں۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب کے مقدمہ میں حمد وصلاۃ کے بعد تحریر فرماتے ہیں امابعد:

جب احقر نے رسالہ ’’فضائل توبہ واستغفار‘‘ لکھنا شروع کیا تو اثناء تحریر میں بار بار خیال آتا رہا کہ گناہوں کی فہرست بھی لوگوں کے سامنے آنی چاہئے کیونکہ بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو رواج کی وجہ سے بہت سے کام کرگزرتے ہیں مگر ان کا ذہن اس طرف منتقل نہیں ہوتا کہ ہمارا یہ فعل کہیں گناہ تو نہیں ہے اور بہت سے لوگ اپنے اعمال کو گناہ تو سمجھتے ہیں مگر چونکہ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس درجہ کا گناہ ہے اسلئے کبیرہ گناہوں

کو معمولی سمجھ کر کرتے ہیں۔

احقر نے ''فضائل توبہ و استغفار'' کے اختتام سے پہلے ہی یہ رسالہ لکھنا شروع کر دیا تھا جو الحمد للہ آج مکمل ہو گیا۔ یہ رسالہ گویا ''فضائل توبہ و استغفار'' کا تکملہ ہے دونوں رسالے مطالعہ میں رکھے جائیں تو ان شاء اللہ ناظرین کو بہت فائدہ ہوگا۔

اس رسالہ کی تالیف کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو پتہ چل جائے کہ عمومی زندگی میں آجکل جن اعمال نے جگہ پکڑ رکھی ہے ان میں کون کون سے اعمال گناہ ہیں اور ان گناہوں پر کیا کیا وعیدیں ہیں اور انکے ارتکاب سے دنیا و آخرت کا کیا نقصان ہے.

رسالہ ہذا میں احقر نے وہ احادیث جمع کی ہیں جن میں کسی عنوان سے گناہوں کا ذکر ہے۔ روایات عموماً مشکوٰۃ المصابیح سے لی گئی ہیں صرف چند احادیث ایسی ہیں جو حافظ منذری کی کتاب الترغیب والترہیب سے مستدرک حاکم سے ماخوذ ہیں۔ ہر حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے کوشش یہ کی ہے کہ احادیث کا سلیس ترجمہ با محاورہ اردو زبان میں امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ) کے سامنے آجائے۔ عموماً عبارت حدیث اور ترجمہ پر اکتفا کیا ہے۔ ضرورت سمجھ کر کہیں کہیں تشریح کے طور پر بھی کچھ لکھ دیا ہے۔

گناہ کبیرہ کیا کیا ہیں اور صغیرہ گناہ کون سے ہیں اسمیں مفسرین اور محدثین نے بہت کچھ لکھا ہے چونکہ یہ علمی باتیں ہیں اسلئے احقر اس تفصیل میں نہیں گیا بلکہ ممنوعات منہیات جمع کر دی ہیں جسے عمل کرنا ہے اسے اس بحث میں پڑنے کی ضرورت بھی نہیں ہے کہ صغیرہ کیا ہے، اور کبیرہ کیا ہے۔ مؤمن کا کام یہ ہے کہ ہر گناہ چھوڑے تا کہ عذاب سے بچے اور آخرت درست ہو۔

گناہ گناہ ہی ہے اگرچہ صغیرہ ہو، زہر زہر ہی ہے اگرچہ تھوڑا سا ہو علماء نے بتایا ہے کہ صغیرہ گناہ کو کرتے رہیں تو وہ بھی کبیرہ بنجاتا ہے اور جو لوگ کسی صغیرہ گناہ میں مبتلا ہیں عام طور سے اس کو کرتے ہی رہتے ہیں لہذا جس کو صغیرہ سمجھتے ہیں اگر کبیرہ نہ ہو تب بھی وہ کبیرہ ہی ہو جاتا ہے پھر صغیرہ گناہ کی عادت ہو جائے تو نفس وشیطان کبیرہ تک پہنچادیتے ہیں۔ اسلئے صغیرہ وکبیرہ ہر گناہ سے پرہیز کریں اور جو کوئی گناہ ہو جائے خواہ صغیرہ ہی ہو فوراً توبہ کریں۔

اس رسالہ میں جن گناہوں کی فہرست دی ہے عموماً گناہِ کبیرہ ہی ہیں چند ایک ہی ایسے ہیں جن کو صغیرہ کہا جاسکتا ہے۔ قارئین اس رسالہ کو خود پڑھیں اور دوسروں کو سنائیں اور اپنی زندگی کا جائزہ لیتے رہیں۔ جس گناہ میں مبتلا ہوں اسے ترک کریں، نفس وشیطان کی نافرمانی کریں اور نفس کو سمجھائیں کہ دیکھ گناہ کا بُرا انجام ہے۔ برزخ اور میدانِ حشر اور دوزخ کے عذاب کی سہار ہے تو گناہ کرتا رہے، اگر سہار نہیں ہے تو گناہ چھوڑ دے اور توبہ کرلے اسی میں خیر ہے۔ اگر اس کتاب کا مطالعہ اور نفس کا مراقبہ اور محاسبہ کرتے رہیں گے تو ان شاء اللہ تعالی ایک دن توبہ کی توفیق ہو جائیگی اور گناہ چھوٹ جائیں گے۔

جو حضرات اس رسالہ سے مستفید ہوں احقر کو اور احقر کے والدین اور مشائخ اور اساتذہ کو خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ وباللہ التوفیق

العبد المحتاج الی رحمۃ ربہ

محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ وعافاہ المدینۃ المنورۃ ۱۷/۸/۱۴۰۳ھ

(۱۱) فضائل امّتِ محمّدیہ (علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ)

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں قرآن مجید کی آیات کریمہ اور احادیث شریفہ کی روشنی میں امت محمدیہ کے فضائل ومناقب بیان کئے ہیں اور دنیا وآخرت میں جو اسے اللہ تعالی کی طرف سے بلندی اور سرفرازی عطا کی گئی ہے اس کو واضح فرمایا ہے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب کے مقدمہ میں حمد وصلاۃ کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

امّت محمّدیہ (علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ) پر اللہ تعالی کے بڑے بڑے انعامات ہیں اللہ تعالی نے اس امّت سے خوب کام لیا اور بہت کام لیا، اپنے دین کی خدمت لی اپنی کتاب کے حفظ اور حفاظت، نشر واشاعت کا کام لیا، اپنے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی احادیث اور سنن کی روایات کرنے اور شروح لکھنے کی خدمت میں لگایا جہاد کرنے کی توفیق دی، دعوت دین کے طریقے بتائے حکمت اور موعظت کی نعمت سے نوازا، انکو پورے عالم میں اپنا دین پھیلانے کا ذریعہ بنایا اور قیامت تک اسی امّت کے باقی رکھنے کا فیصلہ فرمایا، یہ امّت خیر الأمم بھی ہے اور آخر الأمم بھی، آخرت میں بھی اسکے بلند درجات ہیں جنت میں سب سے پہلے داخل ہوگی اور اسے شفاعت کا مقام بھی دیا جائیگا فبارك الله تعالى فيها ولها وعليها.

کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں اس امت کے فضائل اور مناقب پڑھے اور بار بار پڑھے اللہ جل شانہ نے ایک دن قلب پر القاء فرمایا کہ ان کو ایک رسالہ میں جمع کر دیا جائے تو ان شاء اللہ تعالی عامۃ المسلمین کیلئے نافع اور مفید ہوگا، القاء کے ساتھ اللہ تعالی نے ہمت بھی دی اور کام کو آسان فرمایا اور وہ آیات واحادیث جنمیں فضائل ومناقب بالا مذکور ہیں ان تک ذہن کی رسائی فرمائی فللہ الحمد علي ذلک الحمدللہ چند دن میں رسالہ تیار ہو گیا جس کا نام فضائل امّتِ محمّدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ تجویز کیا، تمام مسلمانوں سے درخواست ہے کہ اس رسالہ کو خود پڑھیں اور دوسروں کو سنائیں اور اللہ تعالی نے سیدنا محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی امت میں شامل فرما کر جو بڑی بڑی فضیلتوں سے نوازا ہے اس پر شکر گذار ہوں اور ان فضیلتوں کی لاج بھی رکھیں گناہوں والی زندگی ترک کریں فرائض اور واجبات اور سنن ومستحبات کی ادائیگی میں پیش پیش رہیں ذکر اللہ کی کثرت کریں اپنے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھیں جنکی وجہ سے یہ فضیلتیں حاصل ہوئیں ہر حال میں وہی زندگی گذاریں جس کا خیر الأمم ہونے کا لقب تقاضا کرتا ہے۔ رسالہ ناظرین کے ہاتھوں میں موجود ہے جو حضرات اس سے مستفید ہوں احقر کے والدین اور اساتذہ ومشائخ اور ناشرین اور تمام معاونین کیلئے دعاء فرمائیں۔

وباللہ التوفیق وعلیہ التکلان محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ بلند شہری

(۱۲) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ کی سوانح حیات کے بارے میں تحریر فرمایا ہے انکے مناقب اور انکا درجہ اور انکی شان اور اسلام قبول کرنے کا عجیب واقعہ اور غزوۂ خندق میں شرکت اور انکے فضائل اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم أجمعین کے دلوں میں عظمت واحترام اور انکی گورنری اور تواضع اور خود اپنے ہاتھوں سے کمانا اور کوڑھیوں کو کھلانا اور جذبہ اقامتِ حق اور انکی شادی اور انکے کلمات حکمت وموعظت اور ان کی اولاد وأزواج اور انکی علالت اور وفات اور آخر میں حیات فانیہ کے آخری لمحات۔

(۱۳) حضرت معاذ بن جبل انصاری رضی اللہ تعالی عنہ

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں حضرت معاذ بن جبل أنصاری رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں تحریر فرمایا ہے انکا علم وفضل، زہد وتقوی، فکر آخرت یمن کی گورنری، سخاوت، کلمات حکمت وموعظت، اولاد، أزواج اور واقعہ وفات کو مفصل لکھا گیا ہے۔

(۱۴) گناہوں کے نتائج اور مصائب وآلام کا تذکرہ

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں گناہوں کے نتائج اور مصائب وآلام کا تذکرہ فرمایا ہے تاکہ امت گناہوں کو ترک کر کے توبہ کرے اور

محبوبِ حقیقی سے اپنا تعلق قوی کرے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب کے مقدمہ میں حمد وصلاۃ کے بعد تحریر فرماتے ہیں :

آج کل گناہ گاری کا دور دورہ ہے نفس اور شیطان کے بندے بنے ہوئے ہیں، بہت کم لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے اور آخرت کی فکر ہے، جب کہا جاتا ہے کہ یہ مصیبتیں اور آفتیں گناہوں کی وجہ سے ہیں تو بہت سے لوگ مان بھی لیتے ہیں اور ٹھنڈی سانس بھی بھرتے ہیں لیکن نہ گناہ سے خود بچتے ہیں نہ گھر والوں کو بچاتے ہیں اور نہ دوسروں کو گناہ چھوڑنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ گناہوں میں برابر ترقی ہو رہی ہے۔ ان کے نتائج بھی سامنے ہیں لیکن ٹس سے مس ہونے کو تیار نہیں ہیں۔ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات پیش کئے جاتے ہیں. اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو معاصی چھوڑنے کی ہمت عطا فرمائے. نفس کا بندہ اور شیطان کا مرید ہونے کے بجائے اللہ تعالیٰ کا بندہ بنیں اور اس کے دین پر چلیں۔

(۱۵) اسلامی نام

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُن ارشادات کا عام فہم ترجمہ معہ تشریح درج کیا گیا ہے جو نام رکھنے کے بارہ میں وارد ہوئے ہیں۔ جو حضرات اَنبیاء علیہم السلام کے ۲۵ نام اور حضرات صحابہ ؓ کے ۶۵ نام

درج کئے ہیں اور نام رکھنے کے احادیث شریفہ سے جو اصول معلوم ہوئے ہیں ان سے اخذ کر کے اسلامی اور غیر اسلامی ناموں کی تشریح لکھی ہے۔ حضرت مفتی اعظم مظاہر العلوم سہارن پور کا ایک اہم مکتوب بھی ملحق ہے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب کے مقدمہ میں حمد وصلاۃ کے بعد تحریر فرماتے ہیں :

اسلام چند رسموں اور عقیدوں کا نام نہیں بلکہ جس طرح نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، اور دیگر عبادتوں کی اسلام نے تعلیم دی ہے اسی طرح زندگی کے ہر شعبہ کے آداب اور طریقے بتائے ہیں، کھانے، پینے، سونے، جاگنے، رہنے، سہنے، مرنے جینے کے آداب اور تجارت وزراعت، معاملات واخلاق، آپس کے رہن سہن، بول چال اور پائخانہ پیشاب، غرضیکہ انسان کی زندگی میں پیش آنیوالے ہر موقعہ کے طریقے اور مسئلے بتائے ہیں جن کے اختیار کرنے سے تمام انسان دنیا اور آخرت میں چین سے رہ سکتے ہیں۔ ہم کو شُتر بے مہار کی طرح آزاد نہیں چھوڑا گیا ہے، بلکہ زندگی گزارنے کے طریقے بتائے ہیں۔ اور حلال وحرام، جائز وناجائز، مکروہ ومباح، فرض وواجب، مستحب ومندوب میں سے کسی نہ کسی میں ضرور ہمارا عمل دخل ہوتا ہے.

انسانی زندگی کا ایک اہم شعبہ ”نام“ بھی ہے۔ اور اسلام نے اس کے متعلق بھی ہدایات دی ہیں اور بتایا ہے کہ یہ نام پسندیدہ ہے اور یہ غیر پسندیدہ ہے سب سے اچھا نام کونسا ہے اور سب سے بُرا کونسا نام ہے۔ لیکن جیسا کہ مسلمان دیگر تعلیمات اسلام سے ناواقف ہیں اسی طرح ”اسلامی نام“ رکھنے سے بھی بے خبر ہیں

بعض تو ایسے نام رکھتے ہیں جو شرکیہ نام ہیں یا شرکیہ تو نہیں مگر بے معنی یا غیر مسلموں کے نام ہیں اس لئے ضرورت تھی کہ ایک کتاب ایسی لکھی جائے جو اسلامی اور غیر اسلامی ناموں کو واضح کر دے اور اس سلسلہ میں جو کوتاہیاں ہوتی ہیں ان سے آگاہ کر دے، محترم دوست جناب مولانا مولوی محمد رحمت اللہ صاحب حسینی نے مجھے اس ضرورت سے آگاہ کیا اور ''اسلامی نام'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھنے میں رہنمائی کا شکر گزار ہوں اور ناظرین سے درخواست کرتا ہوں کے میرے اور ممدوح کے لئے اپنے مخصوص اوقات میں رضائے الٰہی کی دعا فرمائیں اور اس سلسلہ میں اگر کوئی مشورہ دینا چاہیں تو مکاتبت فرما کر داخلِ حسنات ہوں۔

محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ وعافاہ

۱۰ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ ہجری

(۱۶) تمام اقوام عالم کو دعوت فکر مع رسالہ حق کی پکار

دعوتِ اسلام اس امت پر ایک ایسا فریضہ ہے جس کی فرضیت سے کوئی صاحب علم انکار کی جراءت نہیں کر سکتا، یہ الگ بات ہے کہ اس فریضہ میں من حیث العموم اتنی غفلت ہوئی اور ہو رہی ہے کہ اچھے اچھے پڑھے لکھے بلکہ دینی مناصب پر فائز بعض لوگ بھی اس سے نہ صرف غافل بلکہ اس کی اہمیت کے بالقول یا بالفعل منکر ہیں، اور یہ عظیم کارِ نبوت امت میں متروک ہے، خال خال ہی کوئی بندۂ خدا اس کام میں لگا ہے یا اس کی اہمیت کا اس کو اندازہ ہے۔

حضرت والد صاحب رحؒ کو اللہ تعالیٰ نے جہاں دین کے مختلف شعبوں میں کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی جن میں امامت وخطابت، تعلیم وتدریس، وعظ وارشاد، تصنیف وتالیف، فقہ وفتاوی وغیرہ وغیرہ..... وہیں آپ اصلاح بین المسلمین کی سب سے بڑی عالمی تحریک تبلیغی جماعت سے وابستہ رہے، اور حضرت مولانا محمد الیاس نور اللہ مرقدہ کے زمانہ میں مرکز نظام الدین میں ایک طویل عرصہ گزارا، اور تبلیغی اسفار اور تبلیغی اشغال میں خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اس کے بعد آپ کراچی ہجرت کر کے تشریف لے آئے اور وہاں ایک عرصۂ دراز دار العلوم کراچی میں تعلیم وتدریس اور فقہ وفتاوی کی عظیم خدمات انجام دے کر آخر میں اپنی آخری آرامگاہ اور آخری منزل مدینۃ الرسول ( ) تشریف لائے، یہاں آکر تقریباً ربع صدی تصنیف وتالیف اور تدریس اور فقہ وفتاوی میں تادمِ آخر مشغول رہے، آپ کی کتابیں متنوع موضوعات پر منظر عام پر آتی رہیں، عربی وار دو دونوں ہی زبانوں میں آپ لکھتے رہے، اب یہاں مدینہ طیبہ میں آکر حضرت والد صاحب پر غیر مسلموں میں دعوت کے عظیم کام کے لئے فکرمندی بڑھتی چلی گئی، چنانچہ اس کے لئے حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے دنیا کے مختلف ممالک کے لوگوں کو خطوط لکھے کہ وہ دعوت اِلی غیر المسلمین کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں، اس سلسلہ کے بہت سے خطوط ہیں لیکن ہمیں دستیاب نہ ہوسکے، البتہ بعض خطوط ہمیں ملے تو اُن سے ہم وہ اقتباسات نذرِ قارئین کر رہے ہیں جو دعوت اسلام سے متعلق ہیں اور جن سے والد صاحب کی دعوتِ اسلام کے سلسلہ میں فکرمندی کا کچھ اندازہ کیا جاسکتا ہے، ہندوستان میں حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب

دامت برکاتہم ایک مشہور داعی اسلام ہیں، مولانا کی دعوت سے بے شمار لوگوں نے کلمہ حق قبول کیا ہے اور مولانا مسلسل شب وروز دعوتی نشاطات وسرگرمیوں میں مشغول ومصروف ہیں (اللھم تقبل منہ وزدفزدفیہ) حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت ومحبت رکھتے ہیں، اور دونوں حضرات کے مابین دعوتی خط وکتابت ہوئی جس میں بہت سے خطوط ہیں، ہمیں مولانا موصوف کے توسط سے بعض خطوط ملے جن کے اقتباس ہم ذیل میں درج کررہے ہیں، ان اقتباسات سے والد صاحبؒ کی دعوتِ اسلام کی فکرمندی عیاں وبیاں ہے:

محترم المقام جناب مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

عرصہ دراز سے نہ خیر خبر نہ خط پتّر، جب نئی نئی ہندی آئی تو اس پر پریشان ہوئے کہ کیا کیا نام رکھے جائیں؟ تو مسلمانوں نے ان کا مذاق بناتے ہوئے ان سے سن کر لیٹر بکس کا نام پتر گھسیڑ رکھ دیا۔ آپ بھی کوئی خط پتّر لکھ دیا کریں، اور اپادھیائے کا وہ مضمون جو شائع ہوا تھا اس کی اردو انگریزی والی کاپی بھیجیں اس سے دعوت اسلام والی بات چل رہی ہے یا نہیں؟ مشرقی پنجاب میں آپ کی داعیانہ محنت جاری ہوگی اور اچھے نتائج نکل رہے ہوں گے۔

ایک مضمون اردو میں بعنوان ''ایک مسلمان کس طرح زندگی گذارے؟'' غالباً آپ کو بھیجا بھی تھا، اب محمد جاوید اشرف ندوی نے ہندی کیا ہے، اس کو چھاپ کر عامۃ المسلمین خصوصاً مشرقی پنجاب میں تقسیم فرمائیں چونکہ ہندوستان میں مسلمانوں کا رجحان اردو کی طرف سے کم ہورہا ہے اور ہندی کی طرف بڑھ رہا ہے، اس لئے ہندی

میں بھی مضامین مسلمانوں کے درمیان پہنچائے جائیں، دوسرا مضمون دعوت اسلام برائے ہنود ہندی میں تیار کیا ہے اس کو شائع فرما کر ہندؤوں تک پہنچائیں، اور اپنی طرف سے حذف و اضافہ کرسکتے ہیں۔ والسلام

ایک دوسرا مکتوب اس طرح ہے:

۹/ربیع الاول ۱۴۱۶ھ

محترم و مکرم مولانا کلیم صدیقی زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تین خط ڈاک سے روانہ کیے دو دستی، جن کے ساتھ ہریجنوں کو اسلام کی دعوت کے سلسلہ میں ایک مضمون اور ''ہندو بھائیوں سے خیر خواہانہ باتیں'' بھی روانہ کی تھیں، مگر جواب حسب معمول ندارد! آپ یہ بتائیں کہ کیا ایک طرفہ دوستی بھی چل سکتی ہے؟ ڈاک بدنظمی کا شکار ہے تو بہت آنے والے آتے رہتے ہیں، ارمغان کے چند شمارے تو الحمد للہ آنے والوں کے ہاتھ مل گئے۔ آپ نے میرے دونوں مضامین شائع فرما دیئے ان سے خوشی ہوئی، ہندوستان میں اردو جاننے والے اب کم ہوتے جارہے ہیں اس کی ضرورت ہے کہ ہندی میں دینی مضامین شائع کیے جائیں، اس سے مسلمانوں کی نئی نسلوں کو بھی فائدہ ہوگا۔ اور غیر مسلموں میں بھی دعوت کے لئے مدد ملے گی۔ مولوی محمد جاوید اشرف ندوی نے میری کچھ چیزوں کا ترجمہ شروع کردیا ہے آپ کے گھرانے اور رفقاء کے لئے دعا کا بالالتزام الحمد للہ معمول ہے۔

والسلام

حضرت مفتی صاحب کو جہاں فکر تھی کہ کروڑں پسماندہ ہریجنوں کو اسلامی مساوات سے واقف کرانا اور ان سے عملاً مساوات کا سلوک کرنا، ان کو اسلام میں

لانے کا ذریعہ بن سکتا ہے، وہیں وہ ملک کے ممتاز دانش وروں اور مذہبی رہنماؤں کی دعوتی فکر فرماتے تھے، ایک عنایت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

۲۳ر محرم ۱۴۱۷ھ

عزیز مکرم و مخلصم وفقنا اللہ وایاکم لما یحب و یرضیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ کا شکر ہے آپ کا عنایت نامہ ملا، ساتھ میں ارمغان کے شمارے اور ''ارمغان دعوت'' اور ''ہدیہ دعوت'' بھی موصول ہوئی۔ کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے۔ جگہ جگہ سے دیکھا دل سے دعائیں نکلیں، وید پرکاش اپادھیائے کے پاس جانا ہوا کہ نہیں؟ اس سے ضرور ملنا چاہئے ایسی کتاب لکھنے والا اب تک مسلمان کیوں نہیں ہو پایا۔ ایسے مذہبی رہنماؤں کو اسلام کی دعوت ضرور پہنچنی چاہئے۔ ان کے مشرف باسلام ہونے سے ان کے معتقدین اور ماتحت خود بخود مسلمان ہو جائیں گے، میں نے بھی کتاب سے ان کا پتہ لے کر ان کو خط لکھا ہے۔ خدا کرے وہ مسلمان ہو جائیں۔ اور بھی جن ہندو رہنماؤں خصوصاً جو لوگ اپنی کتابوں کو جانتے ہیں، آپ ان سے ضرور ملیں، اور اپادھیائے کی کتابیں بھی ضرور پہنچائیں، حج کی دعاؤں میں آپ کا حصہ ہی نہیں آپ کی تحریک سرفہرست رہی۔ امید ہے آپ بھی دعاؤں میں اپنے اس بوڑھے رفیق کو یاد رکھتے ہوں گے۔

والسلام

حضرت مفتی صاحب دعوت اسلام کو مسلمانوں کے جملہ مسائل کا حل خیال فرماتے تھے، اس کے لئے نہ صرف ہندوستان میں دعوت اسلام کی کوشش کو قدر سے دیکھتے تھے بلکہ اس سلسلہ میں ان پر ایک فکر طاری تھی، اس حقیر کو تقریباً ہر خط میں اس کا اظہار فرماتے تھے، تطویل کے خوف سے بس ایک خط پر اکتفا کیا جاتا ہے، ایک عنایت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

۳؍ ذی قعدہ ۱۴۱۸ھ

عزیزی و محبی مولانا محمد کلیم صدیقی سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج ڈاک سے ارمغان کے تین شمارے پہنچے، نہ جانے آپ کو میرے مضامین کا ہندی ترجمہ ملا کہ نہیں اور آپ نے ان کو شائع کرا کے تقسیم کیا کہ نہیں؟

آج مسلمان دنیا میں جس دور سے گذر رہے ہیں اس کا علاج صرف اسلام کی دعوت ہے، یوں بھی مرنے کے بعد اللہ کے سامنے حساب کے لئے کھڑا ہونا ہے، یہ غیر مسلم ہمیں ضرور پکڑیں گے، اگر ہم نے ان کا حق ادا نہ کیا تو ہم میں سے کوئی جواب نہ دے سکے گا، آپ پوری ملت کی طرف سے یہ فرض ادا کر رہے ہیں، مگر اس کام کو پھیلانے کی ضرورت ہے، جس لائق ہوں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں۔

میں نے دنیا کے بادشاہوں اور فرمانرواؤں کے نام دعوتی خطوط لکھنے کا ارادہ کیا ہے، آپ بھی اگر ہو سکے تو اپنی طرف سے حکام اور فرمانرواؤں کو دعوتی خطوط لکھیں، اچھا ہو اگر کسی آدمی کو اسی کام پر لگا دیں، یہ قرآن وحدیث کے تذکیری مضامین دنیا کی ہر زبان میں شائع کریں اور لوگوں تک پہنچائیں۔ الحمد للہ یہاں مدینہ میں کچھ احباب اس کی فکر کر رہے ہیں۔

اس بار آپ سے ملاقات اور کارگذاری سن کر دل بہت خوش ہوا اور بڑی امید بندھی، دعوت سے غفلت ساری ناامیدیوں کی بنیاد ہے۔ والسلام

☆☆☆

☆

شہزادہ چارلس کے نام دعوتی خط

(درج ذیل خط والد صاحب نے اصلاً اردو میں تحریر کرایا تھا جس کو انگریزی میں ترجمہ کر کے بعض احباب نے انگلینڈ سے سپرد ڈاک کیا تھا، خط کی وصولیابی کی اطلاع بھی مل گئی تھی)

محترم شہزادہ چارلس

اچھی تمناؤں کے بعد گذارش ہے

اخبارات سے معلوم ہوا کہ آپ نے دینِ اسلام کا بہت اچھی طرح گہرا مطالعہ کیا ہے اور آپ کے دل پر اس کی سچائی کے گہرے اثرات ہیں، اور آپ سچے دل سے سچا دین سمجھتے ہیں، موجودہ ادیان جو دنیا میں جاری وساری ہیں جن کے ماننے والے کثیر تعداد میں موجود ہیں، ان میں صرف دین اسلام ہی وہ دین ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجا گیا ہے، اسی دین کو اختیار کرنے پر آخرت میں نجات ملنے اور جنت میں داخل ہونے اور دوزخ سے محفوظ ہونے کی ضمانت ہے، حضرت محمد رسول اللہ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں، اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی، اب سیدنا محمد رسول اللہ کی آمد کے بعد انبیاء سابقین کی شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں، اور آپ پر ایمان لائے بغیر آخرت کی نجات کا کوئی راستہ نہیں اور مذہب کی ضرورت آخرت کی نجات کے لئے ہے۔

دنیا میں کثیر تعداد میں ایسے لوگ ہیں جو اسلام کو حق مانتے اور اس کی خوبیوں کا اقرار کرتے ہیں لیکن دنیاوی منافع جاہ و مال اور تاج و تخت کی وجہ سے اسلام کو قبول نہیں کرتے، سب کو معلوم ہے کہ دنیا فانی ہے یہاں کی کوئی چیز باقی رہنے والی نہیں، یہ جانتے ہوئے کہ اللہ کے آخری رسول ﷺ پر ایمان لائے بغیر آخرت کی نجات کا کوئی راستہ نہیں اور نہ آخرت کے دائمی عذاب سے بچنے کا کوئی طریقہ ہے، حقیر دنیا کے لئے کسی دوسرے دین سے متعلق رہنا اپنی جان پر بڑا ظلم ہے۔

جب آپ دین اسلام کو حق سمجھتے ہیں اور نہیں سمجھتے تو اب سمجھ لیں تو اس کو قبول کر لیں، اور واضح طور پر اعلان کر دیں کہ میں دین اسلام پر ہوں، حقیر دنیا کے جاہ و جلال تخت و تاج سے محروم ہونے کی بالکل پرواہ نہ کریں، شاید آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کے آباء و اجداد میں کسی Edward نے ایک عورت کی محبت کی وجہ سے برٹش حکومت کے تخت و تاج کو ٹھکرا دیا تھا، اگر کسی عورت کی وجہ سے تخت و تاج کو ٹھکرایا جا سکتا ہے تو کیا خالق و مالک کو راضی کرنے کے لئے اور موت کے بعد دائمی عذاب سے بچنے کے لئے دنیاوی اقتدار کو پس پشت نہیں ڈالا جا سکتا ؟

امید ہے کہ آپ میرے اس خط کو دل کی گہرائی میں جگہ دیں گے اور مجھے خیر خواہ سمجھتے ہوئے (جسے دنیا کا کوئی لالچ نہیں) اپنی نجات کے لئے متفکر ہوں گے۔ وانا لکم ناصح امین. العبد الفقیر محمد عاشق الٰہی البرنی (مدینہ منورہ)

(مذکورہ خط اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی اور

اصلاحی مضامین کی پانچویں جلد کے آخر میں چھپ چکا ہے)

حضرت مولانا جعفر احمد صاحب مدظلہ بنگلہ دیش کے ایک بڑے عالم سے مکاتبت

حضرت مولانا جعفر احمد صاحب مدظلہ بنگلہ دیش کے بڑے علماء میں سے ہیں دو مدرسوں کے شیخ الحدیث ہیں، اور حضرت حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم کے مجاز بھی ہیں، مولانا موصوف کا اباجان ؒ سے خاص تعلق تھا اور بکثرت مراسلت کرتے رہے، بہت سے خطوط محفوظ ہیں جن میں سے بعض خطوط کے وہ اقتباسات ہم یہاں نقل کر رہے ہیں جو دعوتِ اسلام سے متعلق ہیں، اور جن سے والد صاحب ؒ کی اسلام کی نشر واشاعت کی جھلک نمایاں ہے:

مولانا جعفر صاحب مدظلہ کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

برادرم مولانا جعفر احمد صاحب دام مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

.......بنگلہ زبان میں اپنے اکابر کی کتابوں کا چھاپنا بہت مبارک ہے، اور انگریزی میں بھی ضرورت ہے، **اور غیر مسلموں کو دعوتِ اسلام دینا بھی ضروری ہے**، اور اپنے پرانے دینی کاموں کا سنبھالنا بھی لازم ہے، مفت کا دار المطالعہ یعنی فری لائبریری قائم کرنا بھی مفید بات ہے............

میرا مضمون "مذہب کی ضرورت" کو اور بیس تیس ہزار چھپوا کر گاؤں گاؤں ہندوؤں میں اور نصرانیوں میں نصاریٰ کے چرچوں میں چاٹ گام کے دیہاتوں میں خوب

زیادہ پہنچائیں، جان اور مال کیا کام آئے گا جب اللہ کا کام نہ کیا؟ نصاری وہاں پنجے جما رہے ہیں اور مولوی اپنے مدرسے لئے بیٹھے ہیں وقت کی ضرورت کا احساس کرنا ضروری ہے. والسلام محمد عاشق الٰہی بلندشہری ۱۴۱۹/۷/۱۳ھ

ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

برادرم مولانا جعفر احمد صاحب زاداللہ علمہ ومجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

.........دعوت فکر اور حق کی پکار نصاری کے مشنریوں میں ڈاک سے اور افراد کے بھاری تعداد بھیجدیں، ہندوؤں میں تقسیم کریں.

والسلام محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ ۱۴۲۰/۶/۶ھ

مولانا جعفر احمد صاحب کے نام ایک دوسرے خط میں تحریر فرماتے ہیں:

برادرم مولانا جعفر احمد صاحب زاداللہ علمہ وعملہ ومجدہ ورشدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

..............آپ نے ’’مذہب کی ضرورت،، کا ترجمہ کر کے پھیلایا غیر مسلموں کو پہنچایا اللہ جل شانہ قبول فرمائے، بنگلہ دیش میں نصاری نے اپنے مراکز قائم کر رکھے ہیں، ان کے مقابلہ کی سخت ضرورت ہے، میں بعض رسائل اور بھیج رہا ہوں، ایک مضمون عسائیت پر ہے، اسی لفافہ میں ملفوف ہے، اس کو ترجمہ کر کے جلد شائع کریں، علماء کی سستی محل تعجب ہے، نصاری کا مقابلہ اور مدافعہ بقدر ضرورت نہیں ہو رہا ہے...

موصوف مذکور کے نام ہی ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

عزیز مولوی جعفر احمد صاحب زاداللہ علمہ وعملہ ومجدہ ورشدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

............ہندوؤں اور عیسائیوں کو دعوت اسلام پیش کرنے کا جذبہ بڑا مبارک ہے ،.........ایک رسالہ ''حق کی پکار،، لکھا تھا وہ بھی بھیج رہا ہوں، اس کا بھی ترجمہ کردیں دعاؤں میں یاد فرمائیں، احباب واصحاب کو سلام عرض کردیں. والسلام محمد عاشق الٰہی ۱۴۲۳/۵/۳ھ بقلم محمد جاوید اشرف میرٹھی الندوی

اور بذاتِ خود بھی دنیا کے کئی بڑے حکمرانوں کو دعوت اِلی الاِسلام کے خطوط لکھے جن میں مشفقانہ وناصحانہ انداز میں کھل کر دعوتِ اسلام پیش کی ، بعض حکمرانوں نے جوابات بھی بھیجے، اسی سلسلہ میں ابّا جان رحمۃ اللہ علیہ نے دو کتابیں بھی تصنیف فرمائیں جو ہمارے سامنے ہیں، یقیناً دعوت اسلام سے متعلق آپ کے بہت سے مضامین بھی دعوتی ماہناموں اور رسالوں میں چھپے ہوں گے، مگر ہمیں دستیاب نہ ہوسکے ذیل میں ہم ابّا جان رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تمام اقوامِ عالم کو دعوتِ فکر،، کو پیش کرتے ہیں۔

یہ کتاب ۷۰ صفحات پر مشتمل ہے جس میں حضرت والد صاحبؒ نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی پہچان اور اس کی معرفت پر روشنی ڈالی ہے، اس کے بعد قرآن مجید کے اعجاز پر گفتگو فرمائی ہے، پھر مرنے کے بعد کی دائمی زندگی کی اہمیت بیان کی ہے، اس کے بعد جنت ودوزخ کے منکرین کی تردید کی ہے ، پھر خدا کا انکار کرنے والوں کو دعوت اِسلام دی ہے، اس کے بعد اہل کتاب یہود ونصاریٰ کو مخاطب

بنا کر ان کو دعوتِ اِسلام دی ہے، اس کے بعد کفار ومشرکین کو اسلام کی دعوت پیش کی ہے۔ یہ مذکورہ مضامین کتاب کے محتویات ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب مختصر انداز میں سارے غیر مسلموں کے لئے اسلام کی دعوت کا پیغام اپنے اندر سمائے ہوئے ہے، کتاب کے شروع میں مختصر سا دیباچہ بھی حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے تحریر کیا ہے، جس کو ہم نذر قارئین کررہے ہیں۔

دیباچہ

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب میں تمام عالم کے انسانوں خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم سب کی خیر خواہی اور بھلائی کیلئے لکھی گئی ہے اور پوری انسانیت کو اپنی ذاتی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے مخلصانہ اور دردمندانہ دعوت فکر دی گئی ہے.

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب کے مقدمہ میں حمد وصلاۃ کے بعد تحریر فرماتے ہیں :

یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے جو سارے عالم کے انسانوں کی بھلائی اور خیر خواہی کے پیشِ نظر لکھا گیا ہے، میں خالق کائنات جل مجدہ کا بے انتہا شکر ادا کرتا ہوں کہ اسنے مجھے یہ رسالہ لکھنے کی توفیق عطا فرمائی اور میرے دل میں اس دعوتِ عام کے نشر کرنے کا جذبہ پیدا فرمایا جو اس رسالہ میں مذکور ہے۔ اس عنوان پر لکھنے کا خیال تو بار ہا آتا رہا۔ لیکن ان ایام میں شدت سے اسکے لکھنے کا تقاضا پیدا ہوا، اور جب تک اختتام کو نہ پہنچا، قلب میں ایک بے چینی کی سی کیفیت رہی جو اسکی تالیف میں عجلت کا باعث بن گئی۔ ان شاء اللہ تعالی یہ رسالہ پوری انسانیت کے لیے بہت بڑی خیر کا باعث بنے

گا۔ اور پورے عالم کے انسانوں کے لیے غور وفکر کرنے میں معاون ہوگا، ہم نے ہر شخص کو غور وفکر کی دعوت دی ہے جو نہایت مخلصانہ طریقے پر ہے۔ اور دل کی گہرائی سے تمام انسانوں کی فلاح و بہبود مطلوب ہے، جس کسی بھی فرد و بشر کے ہاتھ یہ رسالہ یا اسکا ترجمہ پہنچ جائے۔ اس سے درخواست ہے کہ اپنی ذاتی ہمدردی کے پیشِ نظر موت کے بعد کی زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کی نیت سے اسکا مطالعہ کرے یہ نہ دیکھے کہ یہ کتاب کس نے لکھی ہے، بلکہ یہ دیکھے کہ اس میں کیا لکھا ہے اگر نیک جذبات کو سامنے رکھ کر اس رسالہ کا مطالعہ کیا جائے گا تو ان شاء اللہ تعالی ہر پڑھنے والے کا دل خوش ہوگا اور مؤلف کا اخلاص ہر پڑھنے والے کے دل پر اثر کریگا، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس رسالہ کو تمام انسانوں کے لیے راہِ حق واضح ہونے کا ذریعہ بنائے اور مؤلف کی اس انسانی خدمت کو قبول فرمائے۔ وہو الموفق والمعین

کتبہ

محمد عاشق الٰہی بلند شہری ۲/۶/۱۴۰۴ھ ۲۲/۳/۱۹۸۴ء

(۱۷) قرآن مجید کا اعجاز

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں قرآن مجید کا اعجاز تحریر فرمایا ہے فصاحت و بلاغت پر اور چیلینج پر اور معجزات پر اور تلاوت کے فضائل اور آیات اور سورتوں کے فضائل اور اخلاص کی اہمیت اور ضرورت اور اسی سے متعلق کچھ ارشادات اور واقعات اور آخر میں اصلاح نفس کی ضرورت تکبر اور غرور کی مذمت۔

(۱۸) چہل حدیث متعلقہ فضائل جہاد

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں وہ حدیثیں تحریر فرمائی ہیں جو جہاد کی اہمیت اور اسکی فضیلتوں سے متعلق ہیں۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب کے مقدمہ میں حمد وصلاۃ کے بعد تحریر فرماتے ہیں :

یہ ایک چہل حدیث ہے جو بعض احباب کے توجہ دلانے پر ترتیب دی ہے اس میں جہاد کے فضائل شہداء کے مراتب اور انفاق فی سبیل اللہ مجاہدین کی مدد اور سامانِ حرب تیار کرنے کی فضیلت اور اہمیت بیان کی ہے، تمام تر احادیث مشکوٰۃ المصابیح سے اخذ کی ہیں صفحات کا حوالہ دے دیا ہے اور جن کتب سے صاحبِ مشکوٰۃ نے احادیث لی ہیں ان کا نام بھی لکھ دیا ہے، اللہ تعالی شانہ قبول فرمائے اور مفید ونافع بنائے۔

ناظرین سے درخواست ہے کہ احقر کو اور احقر کے مشائخ اور والدین کو اپنی دعاؤں میں یاد فرمائیں ۔اِن اللہ علی کل شیءقدیر

العبد الفقیر

محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ

(۱۹) کتاب العمرہ

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں عمرہ اور زیارت کا مکمل طریقہ اور احکام ومسائل آسان انداز سے لکھے گئے ہیں طواف وسعی کی دعائیں

اور صلوٰۃ سلام کے الفاظ بھی درج ہیں اور عورتوں کے مخصوص مسائل تفصیل سے لکھے گئے ہیں، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب کے مقدمہ میں حمد وصلاۃ کے بعد تحریر فرماتے ہیں :

عمرہ ایک عبادت ہے، زندگی بھر میں ایک مرتبہ اسکا ادا کر لینا سنت ہے اور اس سے زیادہ مستحب ہے، اس کا ثواب بھی بہت زیادہ ہے، اور جب سے اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کو مالی فراوانی بخشی ہے اور سفر کی سہولتوں کی وجہ سے مکہ معظّمہ تک پہنچنا آسان ہو گیا ہے اس وقت سے عمرہ کرنے والے مردوں اور عورتوں کی تعداد برابر بڑھتی جارہی ہے، اور ہر سال بھاری تعداد میں مسلمان مرد وعورت عمرہ کرنے کی سعادت سے مالا مال ہوتے ہیں. لیکن چونکہ عمرہ کے احکام ومسائل سیکھے بغیر ہی چل دیتے ہیں اس لئے عمرہ کی ادائیگی میں بہت سی غلطیاں کر جاتے ہیں، بہت سے لوگ غلطیاں کر کے مسائل دریافت کرتے رہتے ہیں اس سے عموماً غلطیاں سامنے آتی رہتی ہیں۔ اللہ رب العزت نے دل میں ڈالا کہ ایک مختصر سا کتابچہ تیار کر دیا جائے، جس میں عمرہ کرنے کا مفصل طریقہ اور ضروری احکام ومسائل درج ہوں، دوسرے تالیفی مشاغل روک کر اس پر توجہ کی تو بفضلہٖ تعالیٰ مختصر سے وقت میں یہ کتابچہ تیار ہو گیا۔ اللہ جل شانہ سے امید ہے کہ یہ رسالہ عمرہ کرنے والے حضرات کے لئے اچھا رہنما ثابت ہوگا. جو حضرات مستفید ہوں احقر مؤلف اور اس کے والدین اور مشائخ کو دعاؤں میں یاد فرمائیں۔ وما توفیقی إلا بالله علیه توکلت وإلیه انیب.

العبد محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ

المدینۃ المنورۃ ۲۴ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں جو مضامین تحریر فرمائے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

فضائل عمرہ، افعال عمرہ، فرائض عمرہ، واجبات عمرہ، اوقات عمرہ، عورت کے لیے محرم یا شوہر ساتھ رہنے کی شرط، محرم کون ہے، عمرہ کرنے کا طریقہ، احرام، نیت اور تلبیہ، احرام کے ممنوعات، مکہ معظّمہ میں داخلہ اور عمرہ کی ادائیگی، چند بال کاٹنے والوں کو تنبیہ، تنعیم اور جعرانہ سے عمرہ کا احرام، جتنی بار عمرہ کرے ہر بار پورے سر پر اُسترا پھروائے، ضروری مسائل، احرام کے مسائل، عورت کا احرام، نابالغ کا احرام، تلبیہ کے مسائل، طواف کے مسائل، نفلی طواف، دوگانہ طواف کے مسائل، سعی کے مسائل، حلق اور قصر کے مسائل، مسجد حرام میں نماز کا ثواب، جنایات کا بیان، خوشبو لگانا، سلا ہوا کپڑا پہننا، سر اور چہرہ ڈھکنا، بال مونڈنا اور کترنا، ناخن کاٹنا، عذر کی وجہ سے جنایات کا ارتکاب کرنے کا حکم، جنسی تعلقات اور فساد عمرہ، عمرہ پر عمرہ کا احرام باندھنا، میقات سے بغیر احرام کے آگے بڑھنا، ضمیمہ، طواف کی دعائیں، طواف کے ساتھ چکروں کی دعائیں، مقام ابراہیم کے پیچھے طواف کی رکعتیں، مقام ابراہیم کے پاس کی دعاء، زمزم پینا اور اس کی دعاء، ملتزم پر پڑھنے کی دعاء، دیارِ حبیب کا سفر، روضۂ اقدس پر صلوٰۃ وسلام کے الفاظ، مسجد نبوی میں نماز کا ثواب، مسجد نبوی میں چالیس نمازیں، مسجد قباء میں نماز، جنت البقیع کی حاضری، شہیدانِ احد کی زیارت۔

☆☆☆

(۲۰) فضائل صحابہ اور اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق صحابۂ کرام کے باہمی اختلاف کی حیثیت

اس کتاب کے مضامین حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اور ترتیب کتاب کی حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب میں حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقدمہ نقل فرمایا ہے حمد وصلاۃ کے بعد:

اللہ جل شانہ نے نبی اکرم رسول اعظم فخر بنی آدم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو تمام عالم کے انس وجن کے لئے مبعوث فرمایا۔ آپ نے تعلیم وتزکیہ کا فریضہ پوری طرح انجام دیا۔ اللہ کی کتاب کے الفاظ کی تعلیم دی۔ اس کے معانی اور احکام بتائے اور عملی طور پر بھی خود کر کے دکھایا، اور بہت سے وہ احکام بتائے جو وحی جلی یعنی قرآن میں منصوص نہ تھے۔ آپ کی دعوت اور تعلیم وتبلیغ کا کام انجام دینے کے لئے اللہ تعالی نے آپ کے صحابہؓ کو منتخب فرمایا۔ ان حضرات نے بہت ہی تکلیفیں اٹھائیں۔ اور اسلام کے عقائد اور اصول وفروع کے پھیلانے اور پہنچانے میں جانوں کی بازی لگادی۔ جو دین ان کو ملا تھا اس کو محفوظ رکھا اور آگے بڑھایا اور عالم میں پھیلایا، ساری امت پر ان حضرات کا احسان ہے کہ امت تک پورا دین پہنچادیا۔

یہ حضرات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحیح نائب بنے، علم بھی سکھایا اور عمل کر کے بھی دکھایا۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے ان کے اخلاص کی قدردانی فرمائی ان کی محنتوں کو قبول فرمایا۔ قرآن مجید میں ان کی تعریف فرمائی۔ اور ان سے راضی ہو جانے کو خوشخبری دی۔ اور ان کے بلند درجات سے آگاہ فرمایا۔

اہلسنت والجماعت کا ہمیشہ سے یہ عقیدہ ہے کہ بنی آدم میں انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے بعد فضیلت میں صحابہ کرامؓ ہی کا درجہ ہے حضرات صحابہ کرامؓ اگرچہ معصوم نہیں ہیں لیکن ان کے گناہ مغفور ہیں۔ ان سے گناہ سرزد ہونے میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں اور ان سے خطاؤں کا صادر ہونا ان کے بلند مرتبہ کے منافی نہیں ہے اور حضرات صحابہؓ کا ذکر صرف خیر ہی کے ساتھ کرنا درست ہے۔ ان میں سے کسی کو برا کہنا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے جو عقائد اہل سنت والجماعت کی ترجمان ہے کہ:

ویکف عن ذکر الصحابة إلا بخیر لما ورد من الأحادیث الصحیحة فی مناقبهم ووجوب الکف عن الطعن فیهم

.(ترجمہ) اور حضرات صحابہؓ کا ذکر صرف خیر کے ساتھ کرے کیونکہ ان کے مناقب میں اور ان پر طعن نہ کرنے کے واجب ہونیکے بارے میں صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں.

آجکل جوش تحقیق میں مجتہد اور مجدد ہونے کے دعویدار جو تھوڑی بہت شگفتہ اردو لکھ لیتے ہیں۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تنقید کرنیکو اپنی امامت اور تجدید کا قابلِ فخر کارنامہ سمجھتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے اکابر ہے تو یہ ارشاد فرمایا کہ حضرات صحابہ

کرام کا ذکر صرف خیر ہی کے ساتھ کیا جائے اور ان سے جو کوئی عملی خطا سرزد ہوگئی ہے اس کے بارے میں نہ صرف یہ کہ سکوت کیا جائے بلکہ اس کا اچھا محمل تلاش کر لیں۔ اور اچھی طرح تاویل کر لیں۔ اُن سے نہ خود بدگمان ہوں نہ دوسروں کو بدگمان ہونے دیں لیکن ذوق تنقید کے خوگر حضرات صحابہؓ کو مطعون کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں کرتے۔ ھداھم اللہ تعالی۔ دورِ حاضر کے بہت سے محقق تو اہل سنت والجماعت کے مسلک سے خارج ہونے کو کوئی بری بات ہی نہیں سمجھتے اور بعض لوگ اہل سنت والجماعت سے اپنی نسبت کاٹنے کو پسند نہیں کرتے۔ لیکن پھر بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف کتابیں لکھتے ہیں۔ ان دونوں قسم کے محققین میں کوئی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیچڑ اچھال رہا ہے اور کوئی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدف ملامت بنا رہا ہے اور بعض لوگ اہل تشیع کے جواب میں ایسا انداز اختیار کرتے ہیں جس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما مطعون ہوتے ہیں یہ لوگ تاریخ کے حوالوں سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اَجمعین کی کچھ لغزشیں اور کوتاہیاں جمع کر کے اور کچھ ان کے آپس کے اختلافات اور باہمی جنگوں کے واقعات کو مشاجرات صحابہؓ کے عنوان سے تعبیر کرتے ہیں ان واقعات کے بارے میں حضرات سلف نے خاموشی اور کف لسان ہی کو واجب بتایا اور ان کا یہ بتانا اور فرمانا کتاب وسنت کے عین مطابق ہے۔

غور کرنے سے مجھے مشاجرات صحابہ کے متعلق اللہ جل شانہ نے بعض ایسے محامل القاء فرمادیئے جن کی وجہ سے ان کے بارے میں کوئی اشکال نہیں رہا اور نہ صرف یہ کہ

اشکال باقی نہ رہا بلکہ دل میں یہ آیا کہ امت کی تعلیم کے لئے ان مشاجرات کا وجود میں آنا ضروری تھا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم أجمعین کو تو اللہ جل شانہ نے بہت بڑی فضیلت بخشی ہے ان کو برائی سے یاد کرنا کیونکر درست ہوسکتا ہے جب کہ عام مسلمانوں کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **لا تسبوا الأموات فانھم قد افضوا إلی ما قدموا** ۔یعنی مردوں کو برائی سے یاد نہ کرو کیونکہ وہ اپنے اپنے اعمال کے مطابق اپنی اپنی جگہ پہنچ چکے ہیں۔ رواہ البخاری۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ مفتاح الجنۃ فی الاحتجاج بالسنۃ کے نام سے تالیف فرمایا ہے اس میں انہوں نے علامہ دینوری کی کتاب المجالسۃ سے نقل کیا ہے کہ رافضیوں کے مذہب کی ابتداء اس طرح سے ہوئی کہ چند زندیقوں نے (اسلام کو لوگوں کی نظروں سے گرانے اور بدنام کرنے کے لئے) مشورہ کیا کہ اس بارے میں کیا کرنا چاہیئے۔ ان میں سے بعض نے رائے دی کہ مسلمانوں کے نبی کو (صلی اللہ علیہ وسلم) برا بھلا کہیں جب ان کی عظمت اور عقیدت گھٹے گی تو اس کا دین آگے بڑھنے میں بھی رکاوٹ ہوگی، اس پر ان کے سردار نے کہا کہ ایسا کریں گے تو ہم سب قتل کردیئے جائیں گے (کیونکہ مسلمان اس بات کو برداشت نہیں کرسکتے) پھر آپس میں مشورہ ہوا کہ ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کو برا بھلا کہنا چاہیئے اور ان سے علیحدگی اختیار کی جائے اور ان کو کافر کہا جائے جب آپس میں یہ رائے پاس ہوگئی تو انہوں نے کہا کہ علی کے علاوہ سب صحابہ دوزخ میں ہیں (والعیاذ باللہ)۔ پھر یہ کہنے لگے کہ علی ہی نبی تھے۔ جبرائیل سے وحی لانے میں خطا ہوگئی۔

(مفتاح الجنۃ ص ۴۷).

یہ بات اس زمانہ کے زندیقوں نے پھیلائی اور اس کے قبول کرنیوالے کچھ لوگ ہوگئے پھر سلسلہ آگے بڑھتے بڑھتے شیعیت اور رافضیت ایک مذہب بن گیا ان کے نزدیک صحابہؓ سے بغض رکھنا اور ان کو گالیاں دینا اور ان سے بیزاری کا اعلان کرنا ہی سب سے بڑا دین ہے زندیقوں نے جو یہ بات چلائی تھی درحقیقت اس میں بہت بڑا راز پوشیدہ ہے اور وہ یہ کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہی کتاب اللہ کے نقل کرنے والے ہیں اور انہوں نے ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث نقل کی ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر ہی سارے دین کی بنیاد ہے ان دونوں چیزوں کے نقل کرنے والوں پر اگر بالفرض اعتماد نہ ہو اور ان کو کافر مان لیا جائے (جیسا کہ روافض کہتے ہیں) تو انکی نقل کی ہوئی کتاب اور سنت پر کیا بھروسہ ہوگا۔ جب کتاب وسنت ہی محفوظ نہ رہی تو دین کہاں رہا دین حقیقی سے ہٹانے کے لئے اور اسلام کی جڑیں اکھاڑ پھینکنے کے لئے درحقیقت یہ بڑا حربہ ہے۔ جو دشمنوں نے اختیار کیا۔

آج کل کے جو مصنفین اپنی تحقیق کے جوہر اس میں دکھاتے ہیں کہ حضرات صحابہؓ کو مطعون کریں اور ان کی لغزشوں کو جمع کریں ۔ یہ لوگ اگرچہ یوں نہیں کہتے کہ ہم دشمنان اسلام ہیں لیکن دشمنوں کے ہاتھ میں تاریخ کی کتابوں سے مواد تلاش کر کے ہتھیار دے رہے ہیں۔ اور دین کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے میں مدد گار ثابت ہورہے ہیں چونکہ ان لوگوں نے دین اور علمِ دین اسلامی ذہن رکھنے والے اساتذہ سے حاصل نہیں کیا صرف مطالعہ کا علم رکھتے ہیں اور قرآن وحدیث کی نصوص

سے بے خبر ہیں یا قصداً قرآن وحدیث کی تصریحات کو دیکھنے سے گریز کرتے ہیں تاکہ اس کے محقق اور نافذ ہونے پر اثر نہ پڑے اس لئے آزادی کے ساتھ جو چاہتے ہیں لکھ دیتے ہیں کہ ہم نے تاریخ کی کتابوں میں دیکھ کر لکھا ہے حالانکہ تاریخ کی کتابیں ہر قسم کی رطب ویابس سچی جھوٹی باتوں اور روافض وخوارج کی روایتوں سے بھرپور ہیں ان پر اعتماد کرنا کسی طرح بھی درست نہیں، پھر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے منع فرمادیا کہ اس دنیا سے رخصت ہوجانیوالوں کو برامت کہو تو ارشاد کی خلاف ورزی کرنا کونسی دینداری اور سمجھداری ہے یہ لوگ تو کتابیں لکھ کر دنیا سے چلے جائیں گے تحقیق اور تصنیف کے نام سے انکی شہرت بھی ہوجائیگی اور اس طرح سے پیسے بھی بہت کچھ کمالیں گے لیکن دشمنان دین ان ہی کی کتابوں کے حوالے دیتے رہیں گے۔ اور بے پڑھے مسلمانوں کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بدظن کرکے ان کے دلوں میں اسلام کے عقائد اور اعمال اور ارکان واحکام میں تذبذب اور شک پیدا کرتے رہیں گے۔ بے پڑھے لوگ صرف ہل بیل چلانے والے ان پڑھ ہی نہیں پڑھے لکھے لوگ بھی بے پڑھوں میں شامل ہیں۔ جو قرآن وحدیث سے بے بہرہ ہیں مگر ڈگریاں بڑی بڑی لئے پھرتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس طرح کا ذوق تنقید رکھنے والے اپنے کو خادم اسلام اور اقامت دین کا داعی بھی کہتے ہیں لیکن اپنی تحریرات سے اسلام کو جو نقصان پہنچارہے ہیں۔ اس سے غافل یا متغافل ہیں یہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ ایک مسلمان مؤرخ ہونے کیوقت بھی مسلمان ہی ہے تاریخ لکھتے وقت اس کو قرآن وحدیث کی نصوص کو سامنے رکھنا لازم ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ جو

بات کسی کی شخصیت کے متعلق ہو اس کے راویوں کو جرح وتعدیل کے اصول پر پرکھ لیں مجروح رواۃ کی روایت تو رد کی ہی جاتی ہے ثقہ راویوں کی کوئی روایت اگر نصوص قرآن واحادیث مشہورہ اور اجماع امت کے خلاف پڑتی ہو تو اسکو بھی رد کیا جاتا ہے یہ اصولی بات ہے جس سے یہ محققین آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں ممکن ہے کہ ان لوگوں کے ہمنوا یہ بات اٹھائیں کہ پرانے مؤرخین جنہوں نے عربی میں کتابیں لکھیں انہوں نے ایسی ایسی باتیں کیوں جمع کیں جن سے حضرات صحابہ کرامؓ میں سے کسی کی شخصیت پر حرف آتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جن حضرات نے صحابہ کی تاریخ کی کتابیں لکھی ہیں انہوں نے ان حضرات کی بہت زیادہ صحیح تعریفیں لکھ کر ایک آدھ بات ایسی بھی لکھدی ہے جس سے کوئی نقص کا پہلو نکلتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی بتادیا ہے کہ تاریخی روایات معتبر نہیں یعنی جو چیز جرح تعدیل کے بغیر لکھی گئی ہو وہ لائق اعتبار نہیں ۔ پھر ان حضرات نے یہ کتابیں عربی میں لکھی تھیں دور حاضر کے محقق تو حضرات صحابہؓ کی لغزشیں تلاش کرتے ہیں اور انہیں کو چھانٹ کر ایک جگہ جمع کرتے ہیں اور لکھنے کے بعد یہ نہیں لکھتے کہ یہ چیزیں بے سند ہیں یا غیر معتبر راویوں سے مروی ہیں.

بلکہ انکو باور کرانے کے لئے پورا زور قلم خرچ کرتے ہیں پھر ان چیزوں کو اردو میں لکھتے ہیں جو ہر کس وناکس کے سامنے آتی ہیں اور ان کی وجہ سے امت میں حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بے اعتقادی بلکہ بداعتقادی بڑھتی چلی جاتی ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جان سپاری اور جان بازی کے

واقعات اور ان کی دینی خدمات اور انکے فضائل حکایت صحابہ میں تقریباً پینتالیس سال پہلے لکھ چکا ہوں اور مشاجرات صحابہ کے بارے میں اپنی کتاب شریعت وطریقت اور الاعتدال فی مراتب الرجال میں بھی چند صفحات لکھے ہیں بعض احباب نے توجہ دلائی کہ مشاجرات صحابہ پر بھی تیرا کوئی رسالہ ہونا چاہیئے اور یہ بھی بتایا کہ تیرے رسالوں میں یہ امور جگہ جگہ منتشر ہیں اسکو ایک جگہ جمع کردیا جائے تو ایک کتاب بن جائے گی دور حاضر کے محققین اور مدعیان علم کا حال زار اور طریق کار دیکھ کر میرے دل کو بھی یہ بات لگی کہ کوئی چھوٹا موٹا رسالہ مرتب ہو جانا چاہیئے۔

چونکہ یہ ناکارہ اپنے ضعف اور امراض واعذار کی وجہ سے بالکل ہی لکھنے پڑھنے سے عاجز ہے اس لئے عزیزم مولوی محمد عاشق الہی بلند شہری سلمہ سے اپنی خواہش کا اظہار کیا، اللہ جل شانہ ان کو بہت جزائے خیر عطا فرمائے چند ہی دنوں میں انہوں نے یہ رسالہ مرتب کردیا۔

یہ رسالہ تین فصلوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

فصل اول میں اول حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الکبائر سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کے مناقب اور فضائل نقل کئے ہیں اسی کے بعد عقیدہ واسطیہ مؤلفہ حافظ ابن تیمیہؒ سے اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ بابت صحابہ کرام واہل بیت عظام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین نقل کیا ہے دونوں کا بامحاورہ سلیس اردو ترجمہ عزیزم موصوف نے کردیا ہے۔

دوسری فصل میں میرے رسالہ ''شریعت وطریقت'' اور رسالہ الاعتدال کا مضمون

متعلقہ حضرات صحابہ اور مشاجرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نقل کر دیا گیا ہے ان حضرات کے مشاجرات کے بارے میں جو کچھ اللہ پاک نے مجھے القاء فرمایا وہ میں نے ان دونوں رسالوں میں لکھدیا تھا اور ساتھ ہی حضرات صحابہ کرامؓ کے آپس کے اکرام واحترام اور ایک دوسرے کا مرتبہ ومقام پہچاننے کے واقعات بھی لکھ دیئے تھے عزیزم موصوف نے ان سب کو اس فصل میں یکجا کر دیا اور پھر اضافہ کا عنوان قائم کر کے بہت سے واقعات جو اسی نوع کی مختلف کتابوں میں انکو ملے وہ بھی درج کر دیئے۔

تیسری فصل میں مفتی اعظم ہند وپاک مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی وصدر دار العلوم کراچی کے رسالہ مقام صحابہ کے اقتباسات جمع کئے گئے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ رسالہ پورا ہی پڑھنے کے لائق ہے اس میں ضروری اقتباسات لئے گئے ہیں۔

خاتمہ میں حکایت صحابہ کا خاتمہ نقل کر دیا گیا ہے جو فضائل صحابہؓ پر مشتمل ہے اور جس کا زیادہ حصہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الشفاء سے ماخوذ ہے چونکہ یہ رسالہ مستقل تالیف نہیں ہے بلکہ متعدد رسالوں کے اقتباس کا مجموعہ ہے۔ اس لئے کہیں بعض چیزیں مکرر بھی آگئی ہیں اور چونکہ سب کام کی چیزیں ہیں اس لئے حذف مکررات کا چنداں اہتمام نہیں کیا گیا اور تکرار کو گوارا کر لیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو بھی میرے دوسرے رسالوں کی طرح قبولیت عامہ نصیب فرمائے اور اصحاب زیغ کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

ان اللہ علی کل شیء قدیر وبالاجابۃ جدیر یکم

زکریا کاندھلوی ثم مہاجر مدنی

ربیع الأول ۱۴۰۱ھ

(۲۱) چہل حدیث رمضان المبارک

یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جس میں حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے رمضان المبارک سے متعلق چالیس احادیث جمع کر کے ان کا سہل انداز میں ترجمہ کر دیا ہے، اور ہر سال رمضان سے قبل ہی اس کی طباعت اور تقسیم کا اہتمام فرماتے، تاکہ لوگ رمضان المبارک کی فضیلت سے واقف ہو کر اس کے ثمرات و برکات سے خوب خوب فائدہ اٹھائیں، یہ کتاب بارہا طبع ہو کر عام ہو چکی ہے۔

(۲۲) برکات رمضان المبارک مع فضائل و مسائل

یہ کتاب بھی حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کا ایک چھوٹا سا رسالہ ہے ،جس میں والد صاحب نے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے انتخاب کر کے وہ مواد جمع کیا ہے جو رمضان المبارک کے فضائل سے متعلق ہے، لیلۃ القدر اور اعتکاف کو بھی شاملِ کتاب کیا ہے، نیز روزے اور تراویح اور اعتکاف سے متعلق چند ضروری مسائل بھی تحریر کیئے ہیں، اسی کے ساتھ صدقہ فطر کے بعض ضروری مسائل ذکر کیئے ہیں، اور اخیر میں سات وہ گناہ جو انسان کو تباہ و برباد کر دینے والے ہیں اور حدیث میں ان کا بیان وارد ہوا ہے ان کا ترجمہ و تشریح کر کے کتاب کو مکمل کیا گیا ہے، یہ کتاب

بھی متعدد بار شائع ہو چکی ہے، ہمارے سامنے اس کا سن ۲۰۰۰ء کا طبع شدہ نسخہ ہے، یہ کتاب ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۲۳) تعلیم وتزکیہ کی ضرورت سلوک واحسان کی اہمیت

یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے جس میں حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے تعلیم وتزکیہ کی ضرورت پر بڑی عمدہ تحریر لکھی ہے اور سلوک واحسان کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے، اس کتاب میں بعض دیگر مضامین شامل ہیں، مثلاً زکوۃ کی ادائے گی، صدقہ فطر، روزوں کی قضاء، حج بیت اللہ کی ادائے گی، حقوق العباد کی تفصیل اور ان کی ادائے گی کا اہتمام، مالی حقوق، آبرو کے حقوق، آخرت میں حقوق العباد کا حساب، حقوق العباد کے بارے میں چند تنبیہات، ایک بہت بڑی خیانت، ہم آپس میں مل کر کیسے رہیں وغیرہ مضامین بھی کتاب کی زینت ہے۔

(۲۴) رسول اللہ کی پیشن گوئیاں اور علاماتِ قیامت

یہ کتاب تقریباً ایک سو تیس صفحات پر مشتمل ہے، اور اس میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دو چیزوں کو جمع کیا ہے (۱) آنحضرت کی پیشن گوئیاں (۲) علاماتِ قیامت۔

کتاب کے مقدمہ میں والد صاحب نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے: اما بعد! پیش نظر رسالہ میں سید عالم کے وہ ارشادات جمع کئے گئے ہیں جن میں آپ

نے آئندہ زمانہ میں پیش آنے والے واقعات سے باخبر فرمایا تھا، ان کے پڑھنے سے آنحضرت کے بے انتہا علوم کا اندازہ ہوگا اور معلوم ہوگا کہ آپ نے جو قیامت کی نشانیاں بیان فرمائی تھیں وہ حرف بحرف آج پوری ہو رہی ہیں، احقر نے ان ارشادات کو جمع کرنے کا خاص لحاظ رکھا ہے جو دورِ حاضر میں واقع ہو رہے ہیں، اور حرف بحرف صحیح ثابت ہو رہے ہیں، یا آئندہ واقع ہونے والے حالات کے لئے تمہید کے مانند ہیں۔

ہمارے غیر مسلم بھائیوں کو بھی ان واقعات سے نفع پہنچے گا اور وہ پڑھ کر یقین کر لیں گے کہ داعی اسلام علیہ الصلاۃ والسلام درحقیقت سب انسانوں کے سردار تھے جنھیں اس مالک حقیقی سے خصوصی تعلق تھا، کیونکہ تیرہ سو برس پہلے آئندہ زمانہ کے آنے والے فتنوں اور گمراہ کن لیڈروں اور عالمگیر حوادث و بلیات سے باخبر کر دینا اور اس وثوق اور یقین کے ساتھ بیان کرنا کہ گویا کہ آنکھوں سے دیکھ کر بیان کر رہے ہیں ،اسی انسان کا کام ہوسکتا ہے جسے خدا ہی نے علم کی دولت سے نوازا ہو، جوتشی اور منجم بھی بے شمار غلطیاں کر جاتے ہیں اور کاہن بھی ان گنت غلط خبریں دیدیتے ہیں، مگر ہادی عالم کی ایک پیشن گوئی بھی آج تک غلط ثابت نہیں ہوئی اور کیونکر ہوسکتی ہے جبکہ ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى﴾ آپ کی شان ہے۔

یہ پیشین گوئیاں آنحضرت کے بے انتہا سمندرِ علم کا ایک قطرہ ﴿عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ﴾ (آپ کو وہ سکھایا جو آپ جانتے نہ تھے) یعنی خدائی علم کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہیں، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ

نے کھڑے ہوکر قیامت تک پیش آنے والی ہر چیز بتادی جسے میرے یہ ساتھی (حضرات صحابہؓ) جانتے ہیں، پھر جس نے یاد رکھا اسے یاد ہیں، اور جو بھول گیا سو بھول گیا، نیز فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے دنیا ختم ہونے تک آنے والے گمراہی کے اس لیڈر کا نام بتادیا تھا جس کے ساتھی ۳۰۰ سو یا اس سے زائد ہوں گے ،اور اس کے باپ اور قبیلہ کا نام بھی بتادیا تھا.(مشکوۃ)

جو حضرات زمانہ موجودہ کے حوادث وآفات سے تنگ آکر مستقبل پر نظر لگائے ہوئے ہیں اور بار بار زبان سے کہتے ہیں کہ دیکھیئے آئندہ کیا ہونے والا ہے انھیں اس رسالہ کا مطالعہ کرکے مخبر صادق کے ارشادات ضرور معلوم کرنے چاہیئں۔

ناظرین سے درخواست ہے کہ احقر مؤلف اور ناشر کو اپنی خصوصی دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھیں۔ العبد العاصی

محمد عاشق الٰہی بلند شہری مظاہری عفا اللہ عنہ وعافاہ

۲۰/صفر ۱۳۷۰ھ

یہ کتاب حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی اہم کتابوں میں سے ایک ہے، اس میں احادیث شریفہ کی تشریح اور توضیح بڑے دل نشیں انداز اور ناصحانہ اسلوب میں کی ہے، پیشن گوئیوں کا حالات حاضرہ سے موازنہ کیا ہے، کیونکہ بہت سی پیشن گوئیاں اور علامات قیامت ایسی ہیں جن کا وقوع ہو چکا ہے۔

(۲۵) آئینہ نماز

نماز سے متعلق حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد کتابیں تالیف کی ہیں، جن میں سے دو کتابوں کا خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے، ان میں سے پہلی کتاب آئینہ نماز ہے، یہ حضرت والد صاحبؒ کی اُن کتابوں میں سے ایک ہے جو آپ نے اپنی جوانی کے عالم میں بزمانہ قیامِ کلکتہ اب سے تقریباً پچاس سال قبل (۱۳۷۹ھ میں) لکھی ہیں، کتاب درمیانہ سائز کی ہے نہ بالکل مختصر ہے کہ صرف بچوں کے لئے ہو، اور نہ زیادہ مطول کہ عام لوگ استفادہ نہ کرسکیں، بلکہ کتاب ۱۲۸ صفحات پر مشتمل ہے جس کو ہر شخص بآسانی پڑھ سکتا ہے، کتاب میں نہ صرف یہ کہ نماز بلکہ دین کے بنیادی فرائض کے احکام ومسائل نہایت آسان انداز اور سہل اسلوب میں لکھے گئے ہیں اور کتاب کی تیاری معتبر ومستند مراجع کو سامنے رکھ کر کی گئی ہے جس کی وجہ سے کتاب کی افادیت بڑھ گئی ہے، اور کتاب نہ صرف یہ کہ عوام بلکہ خواص کے لئے بھی نہایت مفید ہے، اور بالخصوص مساجد کے ائمہ کے پاس یہ کتاب ضرور ہونی چاہیئے کہ کتاب ایسے مسائل کو جامع ہے جو بالعموم مساجد میں پیش آتے رہتے ہیں، کتاب درج ذیل ابواب پر مشتمل ہے: ارکان اسلام، طہارت ونجاست کے مسائل، وضو وغسل اور تیمّم، نماز کا بیان، نوافل، زکوٰۃ کے مسائل، حج بیت اللہ کا فریضہ، رمضان شریف کے روزے، مسافر آخرت (جس میں میت کو نہلانا، کفنانا، دفنانا کے مسائل بیان کئے ہیں) کتاب کے ابواب سے کتاب کی قدر وقیمت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب ہر اردو داں کی ضرورت ہے، کتاب کے شروع میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک پیش لفظ بھی تحریر کیا ہے جس کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

ترتیب کتاب کے متعلق ضروری عرض داشت

بسم الله الرحمن الرحيم ، الحمد لله الرؤف الرحيم المجيد الحميد العزيز العليم سبحانه ما أعظمه شانه هو الاحد الصمد الذى لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفواً احد ، أشهد أنه لا إله إلا هو ، وحده لا شريك له ، وأشهد أن سيدنا وسندنا محمداً عبده ورسوله الذى أرسل إلى الناس كافة بشيراً ونذيراً وداعياً إلى الله بإذنه وسراجاً منيراً صلى الله تعالى عليه وعلى آله وصحبه وبارك وسلم تسليماً كثيراً كثيراً.

امابعد! رسالہ ہذا ''تبلیغ الصلاۃ،، کی ترتیب وتسوید ایک صاحب کے توجہ دلانے پر شروع کی تھی، اور ابتداً بہت زیادہ لکھنے کی نیت نہ تھی، مگر جوں جوں کام کرتا گیا نماز کے مسائل وضروریات ذہن میں آتے چلے گئے، اور رسالہ طویل ہوتا چلا گیا مگر پھر بھی یہ رسالہ نہ بہت بڑی کتاب بن گیا ہے اور نہ نماز کی ایسی جامع ومکمل کتاب مرتب ہوگئی ہے جس کے بعد کسی کتاب کی ضرورت نہ رہے اور جس میں تمام مسائل جمع ہوگئے ہوں، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ بازار میں جو عموماً نماز کی ناقص اور غیر معتبر کتابیں ملتی ہیں، ان میں اُن سے زیادہ یہ کتاب جامع بھی ہے اور مستند اور معتبر بھی، جس میں نماز کے فضائل بھی درج کئے گئے ہیں اور مسائل بھی، اس رسالہ کی تبلیغ واشاعت کا جہاں یہ مقصد ہے کہ روزمرہ کے پیش آنے والے ضروری مسائل ہر نمازی کے سامنے مختصر طریقہ پر آجائیں، وہاں یہ مقصد بھی ہے کہ دنیادار کتب فروشوں جو نماز کی کتابیں رطب ویابس مظامین اور بنائے ہوئے فضائل اور خود تجویز کردہ نوافل کے

بیان پر کر کے رائج کر دی ہیں، ان سے بے نیازی کی شکل نکل آئے، اس مقصد کے پیش نظر زبان سادہ اور صاف وسلیس اختیار کی ہے، نوافل کا بیان تفصیل کے ساتھ لکھ دیا ہے، نیز کفن دفن کا طریقہ بھی تحریر کر دیا ہے، اور نمازوں کی نیتیں بھی عربی اور اردو میں لکھ دی ہیں، تا کہ رواجی کتابوں کی نیتیں یاد کرنے کے لالچ میں خرید کر غلط مسائل اور طریق نوافل کے لپیٹ سے بچ جائیں جو ان کتابوں میں درج ہیں۔

عموماً نیت کرنے میں سب یہ کہتے ہیں کہ ''منہ میرا کعبہ کی طرف،، میں نے ہر جگہ بجائے ''منہ،، کے لفظ کے ''رخ،، لکھدیا ہے، کیونکہ کعبہ کی طرف منہ ہونا صحت نماز کے لئے شرط نہیں ہے بلکہ سینہ قبلہ کی طرف ہونا چاہیئے، لفظ رخ کی عمومیت سینہ اور منہ دونوں کو جامع ہے، عوام چونکہ نیت میں کہتے ہیں کہ ''منہ میرا کعبہ کی طرف،، اس لئے یہ سمجھتے ہیں کہ اگر نماز میں کعبہ سے چہرہ پھر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے، حالانکہ یہ غلط ہے۔

اس رسالہ کے مسائل حنفی مذہب کے مطابق ہیں، اور مفتی بہ ہیں جو عموماً بہشتی زیور اور بہشتی گوہر سے اخذ کئے گئے ہیں، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اپنی عدیم الفرصتی کی وجہ سے بعض احباب سے نقل کرا دیئے اور پھر خود نظر ثانی کر کے عبارت میں جو تغیر وتبدل یا حذف وتسہیل ضروری سمجھی اپنی طرف سے کر دی۔

تکمیلاً للإفادۃ حج ورمضان اور زکوۃ کے مسائل وفضائل بھی بالاختصار لکھ دیئے ہیں، بدیں وجہ رسالہ ہذا نہ صرف ''تبلیغ الصلاۃ،، بلکہ تبلیغ الأرکان بن گیا ہے، ہر نمازی کے پاس خواہ مقتدی خواہ امام اس رسالہ کا ہونا ازبس ضروری ہے، مسجدوں

میں تعلیمی حلقے بنا کر اس کو پڑھیں اور سنائیں، مدرسوں اور اسکولوں کے نصاب میں داخل کریں تو اجر عظیم کے مستحق ہوں۔ کتبہ الفقیر اِلی اللہ سبحانہ وتعالیٰ

محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ اوائل صفر ۱۳۷۹ھ

(۲۶) آسان نماز

یہ کتاب حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے اُس وقت تحریر فرمائی جب آپ دار العلوم کراچی میں استاذ اور دار الافتاء کے کام سے منسلک تھے، کتاب ہذا مختصر مگر جامع ہے، کتاب پر مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ کی تقریظ تحریر ہے جس کو درج کیا جاتا ہے۔

الحمد لله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفى

دار العلوم کراچی کے زیر انتظام جب سے مکاتب قرآنی کا سلسلہ جاری کیا گیا، اس وقت سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ چھوٹے بچوں کے لئے نماز اور دعائیں سکھانے والی نماز کی کوئی ایسی کتاب ہو جو معتبر و مستند ہوتے ہوئے ضروری مسائل پر مشتمل ہو، اور آسان زبان میں ہو، اس ضرورت کے پیش نظر جناب مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری استاذ دار العلوم کراچی نے یہ کتاب لکھی ہے جس میں ضروری مسائل آگئے ہیں، اور طرزِ بیان سادہ سیدھا ہے۔

امید ہے کہ مدارس و مکاتب کے منتظمین حضرات اس کو نصاب میں داخل کرنے کی طرف توجہ فرمائیں گے، یہ کتاب تجربہ سے مفید ثابت ہوئی ہے اور دار العلوم کے

مکاتب قرآنیہ میں بھی داخل نصاب ہے، اللہ جل شانہ مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے. محمد شفیع ۷/ رجب ۱۳۹۲ھ

کتاب کے شروع میں حضرت مفتی اعظم پاکستان کی تقریظ کے بعد حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کا پیش لفظ ''عرض مؤلف'' کے عنوان سے ہے جس کو بعینہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چند سال قبل احقر نے ایک کتاب ''آئینہ نماز'' کے نام سے لکھی تھی جس میں کسی قدر تفصیل سے نماز کے ضروری مسائل اور فضائل بیان کئے تھے، اس کے بعد ضرورت محسوس ہوئی کہ چھوٹے بچوں کے لئے نماز سکھانے والی ایک مختصر سی کتاب ہونی چاہیئے جو نہایت سادہ آسان اردو زبان میں ہو اور جو اسلامی مدارس و مکاتب نیز پرائمری اسکولوں میں داخل نصاب کی جاسکے، اس ضرورت کے پیش نظر رسالہ ہٰذا مرتب کیا ہے جو آئینہ نماز کا اختصار ہے، جس میں اذکار نماز ضروری مسائل، طریقہ وضو و غسل، ترکیب نماز، رکعتیں، نیتیں، سجدہ سہو، سجدہ تلاوت، نماز جمعہ، نماز جنازہ و عیدین وغیرہ بچوں کے سمجھانے کے طرز پر جمع کئے گئے ہیں، مسائل فقہ حنفی کی معتبر کتابوں سے اور احادیث مشکوۃ شریف سے لی گئیں ہیں، ضرورت کا احساس کرتے ہوئے آخر میں چالیس دعائیں بھی مع ترجمہ لکھ دی ہیں جو حصن حصین اور مشکوۃ شریف سے ماخوذ ہیں، امید ہے کے مکاتب و مدارس کے منتظم اور اسکولوں کے ذمہ دار حضرات اس کتابچہ کو نصاب میں داخل کر کے مستحق اجر و ثواب ہوں گے. و باللہ التوفیق

الملتمس: محمد عاشق الٰہی بلند شہری غفرلہ شوال ۱۳۸۷ھ

یہ کتاب بہت مقبول کتابوں میں سے ایک ہے اور بہت سے مدارس اسلامیہ اور اسکولوں میں داخل نصاب ہے، اور پاکستان کے اکثر مکاتب قرآنیہ میں پڑھائی جاتی ہے اور جامعہ دارالعلوم کراچی کے دورۂ حدیث کے داخلہ کا امتحان متعلق نماز اسی کتاب کی روشنی میں لیا جاتا ہے۔

(۲۷) مسنون دعائیں

مسنون دعائیں نامی کتاب میں نہایت اہم اہم دعائیں جمع کی گئیں ہیں، جن کا ورد رکھنا دنیا وآخرت کی کامیابی کا اعلیٰ ترین زینہ ہے، یہ کتاب حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی جوان عمری کی تصنیفات میں سے ہے، اور نہایت ہی مقبول عام کتاب ہے، جس میں حضرت والد صاحبؒ نے روزمرہ کی چھوٹی چھوٹی دعائیں جن کی تعداد تقریباً ایک سو سترہ (۱۱۷) ہیں جمع کردی ہیں، اصل عربی دعاؤں کے ساتھ آسان ترجمہ بھی کردیا ہے جس کی وجہ سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوگیا، یہ کتاب بہت پھیلی اور بے شمار ناشروں نے اسے چھاپا اور مسلسل چھپتی رہتی ہے، ہمارے سامنے مکتبہ انوار طیبہ کراچی کا شائع شدہ نسخہ ہے، کتاب کے شروع میں ایک پیش لفظ بھی ہے جس کو ہم نذرِ قارئین کررہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بعض احباب کی تحریک پر اس مجموعہ میں احقر نے سرورِ عالم کی وہ دعائیں مع ترجمہ جمع کی ہیں، جو وقتاً فوقتاً موقع اور مقام کی مناسبت سے آپ بارگاہِ خداوندی میں

پیش کیا کرتے تھے، ان دعاؤں کے معانی میں غور وخوض کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں اسلام کی بڑی اہم تعلیمات ہیں، اوران کو پڑھ کراوران کے معانی میں غور کرکے توحید کے بلند مقامات پر رسائی ہوسکتی ہے۔

چونکہ ہرانسان اللہ تعالیٰ ہی کا بندہ ہے اور جن اسباب سے بندے راحت وآرام پاتے ہیں وہ بھی اللہ ہی کی مخلوق ہیں، اس لئے انسان کا فریضہ ہے کہ وہ ہر راحت وسکون کو اللہ ہی کی طرف سے سمجھے، اوران کے ملنے پر اللہ ہی کا شکرادا کرے، اور ہر وقت اور ہر موقع پر اللہ ہی کو یاد کرے، اور بار بار اپنی غلامی اور خدا کے معبود ہونے کا اقرار کرے، ان دعاؤں میں آپ کو جگہ جگہ اللہ کی وحدانیت اور مالکیت کا اقرار اور بندوں کی عاجزی کا اظہار ملے گا، اور آپ یقین کریں گے کہ ہادی عالم نے دنیا وآخرت کی کوئی بھلائی ایسی نہیں چھوڑی جو اللہ سے مانگ نہ لی ہو۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان دعاؤں کو یاد کرکے حسب موقع اور مقام پڑھا کریں، کیونکہ ان کے پڑھنے میں اول تو آنحضرت کا اتباع ہے، جو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا بہتر سے بہتر ذریعہ ہے، دوسرے چونکہ ان کے الفاظ خود اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنے نبی کو الہام فرمائے ہیں، اس لئے یقینی طور پر مقبول اور مستجاب ہیں، بعض اہل اللہ کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ مسنون دعاؤں کا ہی ورد رکھ کر واصل بخدا ہوئے اوران کو ریاضت ومجاہدہ میں جان نہ کھپانی پڑی۔

ان دعاؤں کے علاوہ آنحضرت کی اور دعائیں بھی کتب حدیث میں وارد ہوئی ہیں جو تمام دنیا وآخرت کی کامیابیوں کو شامل ہیں، اور کسی موقع یا مقام سے متعلق نہیں

ہیں، جن کو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''الحزب الأعظم،، اور حضرت حکیم الأمت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ نے ''مناجات مقبول،، میں جمع فرما کر ہفتہ بھر کی سات منزلوں پر تقسیم کر دیا ہے، ناظرین کو چاہیئے کہ ''الحزب الأعظم،، یا ''مناجات مقبول،، کا بھی ورد رکھیں اور اس کتاب میں درج شدہ دعاؤں کے پڑھنے کی پابندی کریں، اس مجموعہ میں درج شدہ ہر دعا احقر نے خود کتب حدیث میں سے دیکھ کر نقل کی ہے، محض سننے یا اپنی یاد یا کسی کتاب سے نقل کرنے پر اعتماد نہیں کیا، اسی وجہ سے ہر دعا کا حوالہ بھی لکھ دیا ہے، اور دعاؤں میں وہ الفاظ نہیں لکھے جو زبانوں پر مشہور ہیں، مگر حدیث میں نہیں ہیں۔

نیز ایسی دعائیں بھی لکھ دی ہیں جو دعاؤں کی عام کتابوں میں نہیں ہیں، مگر کتب حدیث میں موجود ہیں، ایک خصوصیت اس مجموعہ کی یہ بھی ہے کہ دعاؤں کی فضیلت اور ثواب اور دعاؤں کے ساتھ موقع اور مقام کے آداب بھی درج کر دیئے ہیں۔

نوٹ: کتاب سامنے ہونے کے باوجود بھی اگر کسی عالم سے پڑھوا کر یاد کرو تو بہت زیادہ بہتر ہے۔ مولف: محتاجِ دعا

محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ

(۲۸) معراج کی باتیں

یہ معراج کے موضوع پر ایک مختصر اور جامع رسالہ ہے، جس میں حدیث وتفسیر اور سیرت کی کتابوں سے معراج شریف کے واقعہ کی تفصیل لکھی گئی ہے، اور عالمِ

علوی اور عالم سفلی کے مشاہدات بیان کئے گئے ہیں، براق پر سوار ہونا، بیت المقدس میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو نماز پڑھانا، آسمانوں پر تشریف لے جانا، وہاں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات ہونا، ان حضرات کا مرحباً کہنا، حضرت موسی علیہ السلام کا بار بار توجہ دلانے پر پچاس نمازوں کی جگہ پانچ نمازیں فرض رہ جانا، سدرۃ المنتہی اور البیت المعمور کا ملاحظہ فرمانا، جنت میں داخل ہونا، دوزخ کو دیکھنا اور دیگر امور تفصیل سے لکھے ہیں، اور واقعہ معراج کے اسرار و حکم بیان کئے گئے ہیں، آخر میں ملحدین ومنکرین کے اشکالات کا جواب بھی دیا ہے، یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک عمدہ کتاب ہے اور اردو داں طبقہ کیلئے اس موضوع پر تسلی بخش ہے۔

کتاب کے شروع میں حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کا پیش لفظ بھی تحریر ہے جو درج کیا جاتا ہے۔

سبحان الذی اسری بعبده لیلاً من المسجد الحرام إلی المسجد الأقصی ورفعه الدرجات العلی، فمن آمن به اهتدی ونجا، ومن لم یؤمن به هلك وفی أودیة الضلال سقط وهوی، فصل الله تعالی علیه وعلی آله وصحبه ومن بهم اقتدی وعلی من تبعهم بإحسان وبعهدهم اهتدی .

امابعد! اللہ تعالی کی توفیق اور اس کے کرم سے احقر نے یہ رسالہ تالیف کیا ہے جس میں اسراء ومعراج کے واقعات درج کئے ہیں، عموماً صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث سے روایات جمع کی ہیں، کتب تفسیر میں زیادہ تر تفسیر ابن کثیر سے روایات لی ہیں، اور بعض چیزیں امام بیہقی کی دلائل النبوۃ اور سیرت ابن ہشام سے

بھی اخذ کی ہیں، الحمدللہ یہ مجموعہ مستند بھی ہے اور مفصل بھی، معراج کے سفر کی مرئیات اور مرویات کتب حدیث کے تتبع اور تلاش کے بعد لکھی ہیں، اور معراج کے حکم واسرار جو شراح حدیث کے کلام میں ملے انھیں بھی سپرد قرطاس کر دیا ہے۔

معراج شریف کا واقعہ تقریباً پچیس صحابہ کرامؓ سے مروی ہے، جن میں حضرت انس بن مالک، حضرت ابو ذر غفاری، حضرت مالک بن صعصعہ، حضرت بریدہ اسلمی، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت ابوسعید خدری، حضرت شداد بن اوس، حضرت ابن عباس، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابو ہریرۃ، حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہم بھی ہیں، معراج شریف کا عظیم واقعہ جو رسول اکرم کے عظیم معجزات میں سے ہے، کس سنہ میں پیش آیا اس بارے میں اصحاب سیر کے متعدد اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ بعثت کے دس سال گزر جانے کے بعد معراج کا واقعہ ظہور پذیر ہوا، حضرت ابن شہاب زہریؒ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ کو ہجرت کرنے سے ایک سال پہلے معراج ہوئی، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ہجرت سے سولہ ماہ پہلے معراج کا واقعہ پیش آیا، یہ سب اقوال حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایۃ میں لکھے ہیں، شارح بخاری علامہ کرمانی نے اور شارح مسلم علامہ نووی نے ایک قول یہ بھی لکھا ہے کہ بعثت کے پانچویں سال معراج ہوئی. واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اول سورۂ اسراء کی سب سے پہلی آیت کا ترجمہ اور تفسیر مطالعہ فرمائیں، اس کے بعد ان شاءاللہ تعالیٰ احادیث شریفہ کا مضمون شروع ہوگا، اس رسالہ کا نام ''انوار السراج فی ذکر الإسراء والمعراج''، تجویز کرتا ہوں، جو حضرات بھی اس کا مطالعہ

فرمائیں احقر کے لئے اور احقر کے والدین اور مشائخ کے لئے اور ان طلبہ کے لئے دعا کریں جو اس رسالہ کی تسوید اور تبییض میں میرے معاون بنے۔

واللہ الموفق والمعین العبد الفقیر الی رحمۃ ربہ

محمد عاشق الٰہی بلند شہری

عفا اللہ عنہ وعافاہ وجعل آخرتہ خیراً من اولاہ المدینۃ المنورۃ یکم رجب ۱۴۱۴ھ

(۲۹) زبان کی حفاظت

یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک مدلل و مفصل کتاب ہے جو دو سو سے کچھ زائد صفحات پر مشتمل ہے، اس کو حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے جس وقت ترتیب دیا تو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے مسرت وخوشی کا اظہار فرمایا اور اس کی طباعت کے لئے معتد بہ رقم بھی عنایت فرمائی، اس کتاب میں زبان کی حفاظت سے متعلقہ احادیث مبارکہ کو بامحاورہ سلیس اردو زبان میں ترجمہ اور شرح کے ساتھ جمع کیا گیا ہے، اور اس بارے میں عوام وخواص کی غفلتوں اور کوتاہیوں پر متنبہ کیا ہے، نیز فضول باتوں اور لایعنی باتوں بحثوں سے بچنے اور ذکر وتلاوت، درود اور استغفار میں مشغول ہونے کی ترغیب دی گئی ہے۔

کتاب کے شروع میں حضرت شیخ الحدیث کا ارشاد گرامی بھی شامل ہے جو درج ذیل ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

اما بعد! حبی ومحبی مولوی محمد عاشق الٰہی سلمہ اللہ تعالیٰ بالإفادات والإفاضات نے

حفاظتِ زبان کے موضوع پر ایک اہم رسالہ لکھا ہے، جس میں رحمۃ للعالمین کے ارشاد کا ترجمہ لکھا ہے اور ساتھ ہی ضروری تشریحات بھی لکھ دی ہیں، اور آسان زبان میں بہت کارآمد اور مفید باتیں جمع کی ہیں۔

مولوی صاحب موصوف نے وقت کی اہم ضرورت کو پورا کیا ہے، کیونکہ اس زمانہ میں اس موضوع پر ایسا رسالہ لکھنے کی واقعی ضرورت تھی جس میں اُن گناہوں کی نشاندہی کی جائے جو زبان سے متعلق ہیں اور ان میں عموماً عوام وخواص مبتلا ہیں، تمام مسلمانوں سے عموماً اور اپنے احباب سے خصوصاً درخواست کرتا ہوں کہ اس رسالہ کو خود پڑھیں گھروں اور مسجدوں میں اور مجلسوں میں سنائیں، اللہ جل شانہ عزیز موصوف کی اس تالیف کو مثل دوسری تالیفات کے قبولیت عامہ نصیب فرمائے۔ آمین

محمد زکریا کاندھلوی ثم مہاجر مدنی ۲/شعبان ۱۳۹۹ھ بقلم حبیب اللہ

کتاب کے آغاز میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کتاب کے موضوع کی اہمیت سے متعلق ایک اہم اور مختصر ابتدائیہ تحریر فرمایا جس میں کتاب کے موضوع کی اہمیت اور عصر حاضر میں اس سلسلہ میں ہونے والی غفلتوں پر متنبہ کیا ہے، افادیت کے پیش نظر ہم کتاب کے اس ابتدائیہ کو تحریر کرتے ہیں حمد وصلاۃ کے بعد لکھتے ہیں:

امابعد ! یہ رسالہ ایک چہل حدیث ہے جس میں حفاظتِ زبان کے بارے میں چالیس حدیثیں مع ترجمہ وتشریح احقر نے جمع کی ہیں، زبان کے آفات اور مہلکات بہت ہیں، اور ان میں ابتلاء بھی عام ہے، عوام وخواص کو عموماً ایسی چیزوں میں مبتلا دیکھا جاتا ہے جو زبان سے صادر ہونے والی معصیتیں ہیں، قرآن اور حدیث میں جن

چیزوں سے اہتمام کے ساتھ روکا گیا ہے ان سے بچنا تو درکنار ان کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا، ان میں بہت سی چیزیں حقوق العباد سے متعلق ہیں، جن کی معافی اسی وقت ہوسکتی ہے جب صاحب حق کو راضی کرلیا جائے، لیکن چونکہ اس طرف توجہ ہی نہیں ہے ،اس لئے دل میں کبھی یہ جذبہ ہوتا ہی نہیں کہ ہم نے جس کسی کی غیبت کی ہے یا تہمت لگائی ہے یا گالی دی ہے اس سے معافی مانگیں، حالانکہ یہ بہت بڑی غفلت ہے، کیونکہ دنیا میں حقوق العباد کی تلافی نہ کی گئی تو اس کا خمیازہ آخرت میں بھگتنا پڑے گا، جس کا انجام بہت برا ہوگا، اس چھوٹی سی زبان میں کیا کیا خوبیاں ہیں اور کیا کیا خرابیاں ہیں اس طرف لوگوں کا ذہن جاتا ہی نہیں، احقر خود زبان کی بے احتیاطیوں میں مبتلا ہے، اور دوسروں کو بھی اس میں مبتلا دیکھتا ہے، لہذا دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ حفاظتِ زبان کے موضوع پر ایک رسالہ مرتب کروں اللہ جل شانہ کی توفیق شامل حال ہوئی اور یہ رسالہ مرتب ہوگیا، جو ناظرین کے ہاتھوں میں ہے، رسالہ کا اصل موضوع تو حفاظتِ زبان ہی ہے، لیکن یہ محسوس کرکے تخلیہ اور تحلیہ دونوں ہی کی ضرورت ہے، رسالہ کے آخر میں ذکر وتلاوت، تسبیح تہلیل درود واستغفار کے فضائل بھی لکھدئے ہیں تاکہ یہ بھی معلوم ہوجائے کہ برائیوں سے محفوظ رکھنے کے ساتھ زبان کو رفع درجات اور بڑے بڑے اجور وثمرات کی تحصیل کا ذریعہ بھی بنایا جاسکتا ہے ، رسالہ کا نام تحذیر الإنسان عن غوائل اللسان المعروف بہ زبان کی حفاظت تجویز کرتا ہوں۔

حضرت اقدس مرشدی برکۃ العصر عارف باللہ مولانا الشاہ محمد زکریا صاحب

شیخ الحدیث مہاجر مدنی دامت برکاتہم کو اس کی تالیف کا علم ہوا تو اس کی طباعت کے لئے معتد بہ بڑی رقم عنایت فرمائی، اور جلد طبع کرنے کی تاکید فرمائی اللہ تعالیٰ شانہ سے دعا ہے کہ اس رسالہ کو خود احقر کی اور دوسرے مسلمانوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائے اور اس رسالہ کو قبول فرمائے، جو حضرات اس سے مستفید ہوں احقر کو اور احقر کے والدین کو اور اساتذہ اور ان احباب کو دعائے خیر میں یاد فرمائیں جو اس رسالہ کی تسوید یا تبییض میں کسی بھی درجہ میں معاون بنے، نیز حضرت مرشدی کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ جل شانہ ان کا سایہ ہمارے سروں پر دراز فرمائے. **إنه بالإجابة جدير وعلی کل شيء قدير ـ**

العبد المحتاج إلی رحمۃ مولاہ محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ وعافاہ

المدینۃ المنورۃ اوائل شعبان ۱۳۹۹ھ

(۳۰) تکملہ الاعتدال فی مراتب الرجال

ایک چھوٹے سائز کے تقریباً ۹۰ سے کچھ زائد صفحات کی کتاب ہے، جس میں حضرت والد صاحبؒ نے حضرت حکیم الأمت تھانوی قدس سرہ اور حضرت شیخ الإسلام مدنی نور اللہ مرقدہ کے وہ ارشادات جمع کیئے ہیں جو اُن کے آپس کے اکرام واحترام اور عقیدت سے متعلق ہیں، اور اس کی تالیف برکۃ العصر حجۃ الخلف زبدۃ السلف حضرت شیخ الحدیث مولانا الشاہ زکریا صاحب دامت فیوضہم کے حکم سے عمل میں آئی، کتاب کے آغاز میں حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی تقریظ ہے جس

کو بعینہٖ نقل کیا جاتا ہے۔

تقریب: از برکۃ العصر حضرت شیخ الحدیث مولانا الشاہ محمد زکریا صاحب کاندھلوی دامت فیوضہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اس ناکارہ نے لیگ اور گانگریس کے اختلاف کے زور کے زمانہ میں ایک رسالہ بنام ''الاعتدال فی مراتب الرجال،، ۱۳۵۷ھ میں لکھا تھا، جیسا کہ اس کی تمہید میں ذکر کر دیا گیا تھا کہ وہ اشاعت کے لیے نہیں تھا، بلکہ اس زمانہ میں شیخین مرحومین کے خدام کی طرف سے جو مجھ سے بھی خصوصی تعلق رکھنے والے تھے، زبانی اور خطوط کی بھرمار ہوتی تھی، تفصیلی جواب ہر شخص کو لکھنا مشکل تھا اس لئے میں نے ان سوالات میں سے چند اہم کو تجویز کر کے ایک رسالہ کی صورت میں لکھا تھا، اور خیال یہ تھا کہ ان دونوں اکابر کے احباب جو مجھ سے خصوصی تعلق رکھتے ہیں، اُن کو دکھایا کروں گا، اور یہ محض خیال ہی نہ تھا بلکہ اس پر عمل بھی ہوتا رہا، اتفاق سے حضرت اقدس رائے پوریؒ اور میرے چچا جانؒ کو اطلاع ہوگئی، انھوں نے بڑی شدت سے اصرار کیا اور طباعت پر مجبور کیا، جیسا کہ مولوی نصیر صاحب نے تمہید میں لکھا ہے، میری حیرت کی انتہاء نہ رہی کہ جب اس کی طباعت کے بعد اس کے مفید ہونے کے سینکڑوں خطوط بلکہ ہزاروں پہنچے ہوں گے، بہت سے احباب نے بڑی مقدار میں مجھ سے خریدنے کا ارادہ کیا، میں ان کو مشورہ دیتا تھا کہ اتنی رقم میں تو تم ایک ہزار خود طبع کرلوگے، گویہ مشورہ میرے کتب خانہ کے ناظم مولوی نصیر الدین کو ناگوار ہوتا تھا، مگر اس طرح اس

کی طباعت بہت سی جگہ شروع ہوگئی۔

مجھے خیال ہوتا تھا کہ ان دونوں شیخین کے آپس کے تعلقات کا تذکرہ بھی ضرور ہونا چاہیئے تھا جس سے یہ اندازہ ہوجائے کہ ان حضرات کا یہ اختلاف مشاجرات صحابہ کرامؓ کی طرح اخلاص پر مبنی تھا، نفسانیت کی وجہ سے نہ تھا، دو برس سے بعض افریقی احباب کا اصرار ہے کہ وہ اس کو انگریزی میں چھاپیں اور ان اکابر کے ناموں کو نکالدیں، اس کو تو میں نے سختی سے منع کر دیا، مگر ان دونوں حضرات کے آپس کے تعلقات کا اضافہ تکملہ کے طور پر کرنے کا خیال پھر پیدا ہوا، جس سے یہ اندازہ ہوجائے کہ ہر دو شیخ حضرات صحابہ کرامؓ کا نمونہ تھے، کہ آپس کے انتہائی تعلقات کے باوجود اپنے اپنے مسلک میں نہایت متشدد تھے، تاکہ بعد میں آنے والے کو جو کسی بزرگ کے خلفاء سے تعلق رکھتے ہوں دوسرے شیخ کی شان میں کوئی گستاخی اور بے ادبی کا کلمہ نہ نکالیں۔

مگر میں اپنے امراض کی وجہ سے دو سال تک سوچتا ہی رہا، اتفاق سے اس وقت میرے مخلص دوست مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری مدرس دار العلوم کراچی مدینہ طیبہ تشریف لے آئے، میں نے ان سے اپنی خواہش کا اظہار کیا، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے، انہوں نے میری خواہش پر رسالہ لکھنا شروع کر دیا، اللہ مدد فرمائے، اور توفیق عطا فرمائے، وما توفیقی إلا باللہ علیہ توکلت وإلیہ أنیب۔

(حضرت الشیخ مولانا) محمد زکریا (دام ظلہم) الحرم النبوی

اس تقریظ کے بعد حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آغاز کتاب کے عنوان سے ایک پیش لفظ بھی تحریر فرمایا ہے جس میں کتاب کے مشتملات پر روشنی ڈالی ہے، یہ بھی ملاحظہ ہو۔

بسم الله الرحمن الرحيم نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

آغازِ کتاب

یہ کتابچہ چار فصلوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے

فصل اول: میں حضرت حکیم الأمت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے وہ کلمات جمع کیئے گئے ہیں، جو حضرت شیخ الاِسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ کی ذات گرامی سے متعلق ہیں۔

فصل دوم: میں وہ ملفوظات اور مکتوبات جمع کئے گئے ہیں جو حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ نے حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے متعلق ارشاد فرمائے یا احباب کو تحریراً لکھ بھیجے۔

فصل سوم: میں مدیر صدق جناب مولانا عبدالماجد صاحب دریابادیؒ اور مولانا عبدالباری صاحبؒ لکھنوی کی بیعت کا واقعہ اور اس کے بعد کے حالات اور حضرات شیخینؒ کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اکرام واحترام سے ملنا اور مکتوبات میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ فرمانا مذکور ہے۔

فصل چہارم: میں رسالہ شق الغین عن حق علیؓ وحسینؓ مولفہ حضرت حکیم الأمت قدس سرہ پورا نقل کر دیا گیا ہے اور حاشیہ میں مندرجہ آیات واحادیث وغیرہ کا ترجمہ لکھدیا گیا ہے۔

اس کے بعد خاتمۃ الرسالہ کا عنوان قائم کر کے قائین کرام کی خدمت میں بطور خلاصہ کچھ معروضات پیش کردی گئیں ہیں۔

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم

العبد الفقير محمد عاشق الٰہی بلند شہری

کتاب کے آخری صفحہ پر پھر حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی تقریظ وتائید شامل کتاب ہے جس میں تحریر فرماتے ہیں:

میں نے یہ رسالہ ''تکملۃ الاعتدال،، مولفہ مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری سے سنا، اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر دے، بہت عرق ریزی سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا کلام یکجا کیا ہے جزاہ اللہ تعالیٰ عنی وعن سائر المسلمین خیر الجزاء

امید ہے کہ احباب اس کو غور سے پڑھیں گے جو کج فہم .... حضرات شیخین رضی اللہ عنہما میں سے کسی کے متعلق اپنی کج فہمی کی وجہ سے نامناسب خیالات جمائے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو اُن کے لئے موجب ہدایت بنائے اور مؤلفِ مذکور کو دارین میں اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ فقط محمد زکریا کاندھلوی نزیل مدینہ منورہ

۱۸/جمادی الثانیۃ ۹۷ھ

(۳۱) ارکانِ اسلام

یہ کتاب اسلام کے پانچ بنیادی ارکان پر مشتمل ہے، جس میں ایمان، نماز، روزہ، زکوۃ، حج سے متعلق ضروی تشریح وتوضیح فرمائی ہے، کتاب کا اسلوب عام فہم اور سادہ ہے، کتاب کے صفحات تقریباً ٦٠ سے کچھ اوپر ہیں، کتاب کے اخیر میں کچھ مسائل جو طہارت وضو اور غسل وتیمّم سے متعلق ہیں ذکر کر دیئے ہیں تاکہ کتاب کی افادیت میں اضافہ ہو، کتاب کے شروع میں حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے اس کتاب سے متعلق ایک مختصر تمہید لکھی ہے جو درج ذیل ہے۔

الحمد للہ الذی عمم الإنعام و أکمل نعمۃ الإسلام علی الأنام و شید

أركان الإسلام وأمر بحفظها والمحافظة عليها جميع الأنام من الخواص والعوام والصلاة والسلام على من جاء بالهدى ودين الحق فمن تبعه اهتدى واستحق الإنعام والإكرام من الله الخلاق العلام فصلى الله تعالى عليه وعلى آله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم القيام۔

امابعد۔احقر نے اس رسالہ میں ارکان اسلام کی تشریح کی ہے اوران کی فضیلتیں اور حکمتیں درج کی ہیں، اولاً اجمالاً تعارف کرایا ہے پھر عقائد اسلامیہ تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں، نیز کتاب الصلاۃ اور کتاب الزکوۃ اور کتاب الصوم اور کتاب الحج کے عنوانات قائم کر کے تفصیلی مسائل اور احکام بھی درج کر دیئے ہیں۔

آخر میں کتاب التلاوۃ والقرآن وذکر اللہ عزوجل کے عنوانات بھی قائم کئے ہیں اور ذکر وتلاوت کے فضائل لکھ دیئے ہیں۔

ناظرین سے درخواست ہے کہ احقر اور احقر کے والدین اور مشائخ کو اور کتاب کی اشاعت میں حصہ لینے والوں کو اپنی دعاؤں میں یاد فرمائیں. والله المستعان وعليه التكلان إنه على كل شيء قدير وبالإجابة جدير

العبد الفقیر إلی رحمۃ ربہ

محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ

۱۶/ذوالحجہ ۱۴۱۶ھ بالمدینۃ المنورۃ

(۳۲) اسلامی آداب

اسلامی طرز زندگی کے متعلق احادیث طیبہ میں بیان فرمودہ آداب کا مختصر مجموعہ

اسلامی آداب کے نام سے حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی ایک چھوٹے سائز کی کتاب ہے جس میں، آپؒ نے ’’کھانے پینے کے آداب، پہننے اور اوڑھنے کے آداب، لیٹنے اور سونے کے آداب، خواب کے آداب، مجلس کے آداب، سلام کے آداب، چھینک اور جمائی کے آداب، سفر کے آداب، طہارت کے آداب، مہمان اور میزبان کے متعلق آداب، بعض وہ آداب جو عورتوں اور لڑکیوں کے لئے مخصوص ہیں، کے علاوہ کچھ متفرق آداب کے عنوان سے بہت سارے اسلامی آداب جمع کردیئے ہیں، یہ سارے آداب اسلامی ہیں اور ایک مسلمان کی روزمرہ کی زندگی سے متعلق ہیں، کتاب ہر مسلمان کے گھر کی ضرورت ہے، اور اس لائق ہے کہ گھر کے اندر اور تعلیمی تبلیغی حلقوں میں پڑھی جائے اور سنی جائے تاکہ ایک مسلمان کی زندگی اِن اسلامی آداب کی آئینہ دار ہو، اور اس کی زندگی اِن اسلامی آداب کا مظہر ہو، کتاب کے شروع میں کتاب کے موضوع سے متعلق والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے ایک مقدمہ تحریر فرمایا ہے، جس کی نافعیت اور اہمیت کے پیشِ نظر ہم یہاں نقل کر رہے ہیں۔

دورِ حاضر کے لوگوں نے کھانے اور پینے اور پہننے اور زندگی گزارنے کے دوسرے طریقوں میں یورپ اور امریکہ کے کافروں کو اپنا پیشوا بنا رکھا ہے ان خدا فراموش انسانوں کا جو بھی طریقہ سامنے آتا ہے اسے لپک کر قبول کر لیتے ہیں، اور بڑی جاں نثاری کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں، تعجب ہے کہ ایمان تو لائیں سرورِ دو جہاں حضرت محمد پر اور عمل کریں ملحدوں اور نصرانیوں کے طریقہ پر، بہت سے لوگوں کو تو اس میں اس قدر غلو ہے کہ حبیب رب العالمین کے طرزِ زندگی اپنانے میں

عیب سمجھتے ہیں، اور یہ خیال کرتے ہیں، کہ سنت نبوی کو اختیار کریں گے تو لوگ نام دھریں گے..... انگلیاں اٹھائیں گے، کہ فلاں آدمی بڑا دقیانوسی ہے، موڈرن نہیں ہے ، اللہ اکبر، کیسی ناسمجھی کے خیالات ہیں، اگر سنت نبوی پر عمل کرنے کی وجہ سے کسی منکر اسلام نے کچھ کہہ دیا تو اس سے کیا ہوتا ہے، جس پر ہم ایمان لائے ہیں، ہم اسی سے وابستہ ہیں، وہی ہمارا آقا ہے، ہم کو اسی کا طرز زندگی پسند ہے، اس کی وضع قطع لباس وغیرہ اور پورا طرزِ زندگی ہمارا یونیفارم ہے ہم اس کے ہیں، وہ ہمارا ہے، اپنے آقا کے اتباع کرنے میں خفت محسوس کرنا احساس کمتری ہے اور سراسر بیوقوفی ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے ﴿قُلْ إِنْ كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ آپ فرما دیجئے کہ اگر اللہ سے محبت رکھتے ہیں تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت فرمائے گا، اور تمہارے گناہ معاف فرما دیگا، اور اللہ غفور رحیم ہے۔

اس آیت کریمہ میں بتایا ہے کہ رسول اکرم کے طریقہ پر زندگی گذازنے سے بندہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے ہمیں اللہ کی بارگاہ میں محبوب اور مقبول ہونا چاہیئے ، ہماری سعادت اسی میں ہے کہ اپنے آقا کی پیروی کریں ، اور اپنی غلامی کا عمل سے ثبوت دیں، اللہ تعالی کی کتاب قرآن مجید کے نزول اور اللہ تعالی کے رسول رحمۃ للعالمین کی تشریف آوری کو تقریباً ڈیڑھ ہزار سال ہو رہے ہیں، ہمارا دین وایمان قرآن اور صاحبِ قرآن سے وابستہ ہے وہ پرانے ہیں، ہم بھی پرانے ہیں، اس میں عیب کی کیا بات ہے؟ آخر دوسری قومیں بھی طور وطریق، وضع قطع اور سج

دھج میں اپنے بڑوں کا اتباع کرتی ہیں، اسمیں یہ لوگ کوئی بے آبروئی محسوس نہیں کرتے ،اور فخر کرتے ہیں، اپنے دین کے شعار کو اختیار کرتے ہیں، اور اپنے بڑوں کی مردہ چیزوں کو زندہ کررہے ہیں، حالانکہ جن کو یہ لوگ مانتے ہیں وہ دقیانوسی نہ ہوئے اور ہم دقیانوسی ہوگئے؟ ذرا غور تو کرو، آخر کیا مصیبت ہے، کہ ہم پیارے آقا کے طرز زندگی کے بجائے دشمنوں کے طور وطریق سیکھتے ہیں، اور ان پر عمل کرتے ہیں۔

آخرت میں عزت وعظمت اور سرخ روئی نصیب ہونے کی فکر کرنے والے یہی کوشش کرتے ہیں کہ ہم حضور کی جماعت میں شمار کرلئے جائیں، اور وہاں کی رسوائی سے محفوظ رہیں، سب سے بڑی رسوائی آخرت کی رسوائی ہے اس سے بچنے کے لئے دامنِ محمد سے وابستہ ہونا لازم ہے جو سردارِ انبیاء اور سرورِ کونین ہیں۔

مسلمانو! اپنے نبی کی سنتوں پر مرمٹو دنیا کے جاہلوں کی نظروں میں باعزت ہونے کے خیال سے آخرت کی رفعت وعظمت کو نہ بھولو، وہاں کی ذلت اور رسوائی بہت بڑی اور بہت بری ہے۔

ذیل میں ہم احادیث شریفہ سے اخذ کرکے اسلامی آداب جمع کررہے ہیں، کوشش یہ کی ہے کہ جو بات بیان ہو وہ حدیث کا ترجمہ ہو، قولی حدیث ہو یا فعلی، ہر حدیث کے ختم پر کتب حدیث کا حوالہ ہے، اسی لئے بہت سی جگہ چند آداب یکجا بیان کرنے کے بعد حوالہ دیا گیا ہے، کیونکہ یہ سب ایک حدیث میں وارد ہوئے ہیں، کھانے پینے پہننے اوڑھنے، مہمانی، مہمانداری، سلام اور ملاقات، چھینک، اور جمائی اور مجلس کے آداب الگ الگ بیان کیئے ہیں، نیز لیٹنے، سونے، خواب دیکھنے، سفر میں

آنے جانے کے آداب بھی لکھ دیئے گئے ہیں، اور ایک عنوان میں خصوصیت کے ساتھ وہ آداب جمع کئے ہیں، جو عورتوں اور لڑکیوں کے لئے مخصوص ہیں، پھر متفرق آداب لکھ کر اس موضوع کو ختم کر دیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ آداب کا مطلب یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ آداب ہی تو ہیں عمل نہ کیا تو کیا حرج ہے؟ یہ بہت بڑی نادانی ہے، مؤمن کے لئے کیا یہ بہت بڑا حرج نہیں ہے کہ عمل تو کیا مگر حضور اقدس کے طریقہ کے موافق نہ کیا؟ اور اتباع سنت کے ثواب سے محروم رہا، پھر ان میں بہت سی چیزیں وہ ہیں جن کے خلاف عمل کرنا سخت گناہ ہے، جیسے عورتوں کو مردانہ اور مردوں کو زنانہ وضع اختیار کرنا، اور سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا اور تکبر کی وجہ سے کپڑے کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے چلنا، کسی مسلمان کے سلام کا جواب نہ دینا وغیرہ، اور بعض چیزیں ایسی ہیں جن کے ترک میں گناہ تو نہ کہا جائے گا لیکن اس کے ترک سے بڑے بڑے نقصانات کا اندیشہ ہے مثلاً مشکیزہ سے منہ لگا کر پینا اس میں اندیشہ ہے کہ کیڑا مکوڑہ پانی کے ساتھ اندر چلا جائے اور جیسے کھانا کھا کر ہاتھ دھوئے بغیر سو جانا اس میں اندیشہ ہے کہ کوئی جانور کاٹ لے، اور جیسے اس چھت پر سو جانا جس پر چار دیواری نہ ہو اس میں سوتے سوتے نیچے گر پڑنے کا اندیشہ ہے حضور اقدس بہت بڑے شفیق تھے، آپ نے وہ باتیں بھی بتائیں جنہیں ہر عقل مند آدمی کو خود ہی سمجھ لینا چاہیئے، لیکن آپ کی شفقت نے یہ گوارہ نہ کیا کہ لوگوں کے خود سمجھ لینے پر اعتماد فرما لیتے بلکہ ہر بات واضح طور پر سمجھا دی صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ بقدر کمالہ وجمالہ۔

(۳۳) احوالِ برزخ

(۳۴) احوالِ یوم القیامۃ

(۳۵) احوال جہنم

(۳۶) جنت کی نعمتیں

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ چار رسالہ اس وقت تحریر فرمائے جب حضرت نے تالیفات کا سلسلہ شروع فرمایا تھا ان رسالوں کو آگے پیچھے دو چار سال کے فاصلہ سے لکھے، ان چاروں رسالوں میں موت کے بعد کے حالات تفصیلی طور پر جمع فرمائے، جو الحمد للہ اصحابِ بصیرت و موعظت کے لئے ایک بیش بہا تحفہ ہیں۔

حضرت والد صاحب نے ان رسالوں میں جو کچھ لکھا وہ سب قرآن شریف اور احادیثِ مبارکہ سے لیا۔ (جس کی تفصیل آگے آرہی ہے)

پھر ان چاروں رسالوں کا مجموعہ بنام: مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ شائع ہوا جو کہ الحمد للہ بہت مقبول ہوا، کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

((مرنے کے بعد کیا ہوگا ؟))

حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنی جوانی کی عمر میں یہ کتاب ”مرنے کے بعد کیا ہوگا،، تحریر فرمائی تھی، اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے ایسی مقبولیت عطا فرمائی کہ اس کے بے شمار ایڈیشن حضرت والد صاحب ہی کی زندگی میں چھپ کر عام ہو چکے تھے، کتاب کی جامعیت کا اندازہ کتاب میں بیان کردہ عنوانات سے بخوبی کیا

جا سکتا ہے چنانچہ اس میں برزخ اور اہل برزخ کے حالات، مؤمن کے لئے قبر کی روشنی، قبر کی کشادگی، مؤمن کا اعزاز واکرام، اور قبر میں منکر نکیر کا سوال وجواب، نافرمانوں کے لئے قبر کی تنگی، اور دردناک سزائیں، قیامت، حشر ونشر، میدانِ حشر کی نفسانفسی، دھوپ اور بھوک وپیاس، حساب کتاب، اور ہاتھ پیروں کی گواہی، اہل دوزخ اور دوزخ کے المناک ازدھے، سانپ بچھو کانٹے دار کھانے، کھولتا ہوا گرم پانی ،اور بدبودار خون اور پیپ کا پینا، پل صراط وغیرہ سے گزرنے کی حالتیں، اہل جنت کے انعامات، حوضِ کوثر پر حضور سے ملاقات، اور آپ کا شفاعت فرمانا اور جنتیوں میں قسم قسم کی نعمتیں، نہریں، باغات اور میوہ جات، حور وقصور، بالا خانے اور بازار، اور اللہ کا دیدار جس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں وغیرہ وغیرہ یہ سب چیزیں تفصیل سے ذکر کی گئیں ہیں، اور پوری کتاب کو قرآن وحدیث کے حوالوں سے مزین کیا گیا ہے۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب سب سے زیادہ مقبول کتاب ہے، کتاب تو اصلاً مسلمانوں ہی کے لئے لکھی گئی تھی مگر اللہ تعالی نے کتاب کو ایسی مقبولیت عطا فرمائی کہ بے شمار کافروں کو صرف اس کتاب کے ذریعہ ہدایت ملی اور وہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے، بعض علاقوں میں دوسو سے زائد افراد نے صرف اس کتاب کو پڑھ کر اسلام قبول کیا، بعض غیر مسلموں میں دعوتی کام کرنے والوں نے اس کتاب کو اپنی دعوتی کوششوں میں بنیادی جگہ دی ہے، اور اس کی بڑی تعداد میں اشاعت کر کے مفت تقسیم کی ہے، اور اِن داعیوں کا ذاتی تجربہ ہے کہ اسلام کی اشاعت میں اس کتاب کی بڑی ہی

نافعیت ہے، اللہ تعالی بکثرت اپنی مخلوق کو فیضیاب فرمائے اور والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اجر وثواب میں خوب خوب اضافہ فرمائے. آمین۔

کتاب مذکور اردو میں لکھی گئی تھی مگر مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو کر بھی خوب عام ہوا، کتاب کی ضخامت ہمارے سامنے نسخہ کے مطابق ۴۰۰ صفحات ہے (یہ نسخہ ادارۃ المعارف کراچی ۱۴۲۵ھ میں چھپا ہے) کتاب کے شروع میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک پیش لفظ بعنوان ''مؤلف کی گذارش''، تحریر فرمایا ہے، افادہ کی غرض سے ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خاتم الأنبیاء والمرسلین سیدنا ومولانا محمد وآلہ وأصحابہ اجمعین

امابعد! احقر نے اپنی ابتدائی جوانی میں اللہ جل شانہ کی توفیق اور مہربانی سے کتابیں لکھنی شروع کیں، تو اسی زمانہ میں ایک رسالہ ''احوال برزخ''، اور پھر دوسرا رسالہ ''احوال جہنم''، کے نام سے لکھا، پھر چند سال کے بعد ''احوال یوم القیامۃ''، ملقب بہ ''میدان حشر''، تالیف کیا، پھر دو چار سال کے بعد رسالہ ''جنت کی نعمتیں''، تحریر کیا، ان چاروں رسالوں میں موت کے بعد کے حالات تفصیلی طور پر جمع ہوگئے، جو الحمد للہ اصحابِ بصیرت وموعظت کے لئے ایک بیش بہا تحفہ ہیں۔

ان رسالوں میں جو کچھ لکھا ہے قرآن کریم اور رسول کریم کی احادیث سے لیا گیا ہے، اللہ جل شانہ کا احسان ہے کہ اس نے مجھے کتاب وسنت کے علوم سے نوازا،

پھر تالیف وتصنیف کی توفیق عطا فرمائی، اور ایسی کتابیں لکھوائیں جو عوام وخواص میں بہت زیادہ مقبول ہوئیں، اللہ جل شانہ کی ذات پاک سے امید رکھتا ہوں کہ اس کی بار گاہ میں بھی میری سب تالیفات ان شاء اللہ تعالیٰ مقبول ہیں۔

مذکورہ بالا چاروں رسالے یکجا بعنوان ''مرنے کے بعد کیا ہوگا ؟''، شائع ہورہی ہے ،ان کو پڑھیں گھروں میں اہل خاندان کو جمع کرکے سنائیں، مجلسوں اور محفلوں میں ان کا مذاکرہ کریں، سب کو معلوم ہے کہ مرنا ہے، اور مرنے کے بعد قبر کی زندگی ہے جو بہت لمبی ہے، پھر پچاس ہزار سال کا دن ہے، جس کا نام یوم القیامۃ ہے، قیامت کے دن حساب کتاب اور فیصلے ہیں، جزاء اور سزاء ہے، حساب کتاب کے نتیجہ میں لوگ جنت میں بھی جائیں گے اور دوزخ میں بھی، جنت سے بڑھ کر کوئی جگہ آرام کی نہیں، اور دوزخ سے بڑھ کر کوئی جگہ تکلیف کی نہیں ، یہ سب کچھ جانتے ہوئے دنیا کی آرزوں میں پھنسے رہنا، اور موت اور موت کے بعد کے حالات کے لئے فکرمند نہ ہونا اور نفس کو گناہوں سے نہ بچانا بہت بڑی غفلت اور اپنی جان پر ظلم ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ دنیا میں دنیا والوں پر فلاں شخص نے بڑا احسان کیا، کسی نے سائنس میں بڑی ترقی کرکے اس کے ذریعہ لوگوں کو نفع پہنچایا، کسی نے الیکٹرک (بجلی) کا پتہ چلایا، کسی نے سیارہ ایجاد کیا، کسی نے طیارہ اڑایا، کسی نے طرح طرح کی مشینیں ایجاد کیں، لوگ سمجھتے ہیں کہ بنی نوع انسان کے سب سے بڑے محسن موجدین ہیں، حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ سب سے بڑے محسن اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور خاص کر سید المرسلین محمد رسول اللہ ہیں، کیونکہ انھوں نے وہ بات بتائی جس سے لوگ

بے خبر تھے، یعنی انھوں نے موت اور موت کے بعد کے حالات سے باخبر فرمایا، موت کے بعد اٹھنے اور حساب کتاب سامنے آنے اور پچاس ہزار سال کے کٹھن دن کے احوال سے تفصیلی طور پر باخبر فرمایا، ان حالات کا پتہ دینا سب سے بڑا احسان ہے، صرف پتہ ہی نہیں دیا بلکہ وہ اعمال بھی تفصیل کے ساتھ بتائے جو موت اور موت کے بعد آرام وراحت اور طرح طرح کی لذتوں کا سبب بنیں گے، اور وہ اعمال بھی بتائے، جو دوزخ کے عذابوں میں مبتلا کرنے کا ذریعہ بنیں گے۔

اللہ جل شانہ نے برزخی زندگی بھی رکھی، اور یہ بھی طے فرمادیا، کہ صور پھونکا جائے گا، پھر سے زندگی ملے گی، روزِ قیامت ہوگا، پھر جنت اور دوزخ میں داخل ہوں گے، اپنی کتابوں اور رسولوں کے ذریعہ ان سب باتوں کی خبر دے دی، اب اگر کوئی نہ مانے گا یا مانے گا لیکن ایسی زندگی اختیار نہ کرے گا جو موت کے بعد کے حالات میں فائدہ مند ہو تو وہ اپنا ہی برا کرے گا، اللہ تعالیٰ نے سب کچھ بتادیا اور انسانوں کے ماننے یا نہ ماننے پر آنے والے حالات اور واقعات کو منحصر نہ رکھا۔

اگر کوئی شخص یوں کہے کہ میں برزخی زندگی کو یا روزِ قیامت کو یا جنت یا دوزخ کو نہیں مانتا تو اس کے نہ ماننے سے حقیقتِ ثابتہ بے حقیقت نہ ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ واحد وقہار قادر مطلق خالق کائنات جل مجدہ نے انسانوں اور جنوں کے لئے موت کے بعد والے مراحل طے کر دیئے، کسی کے نہ ماننے اور انکار کرنے سے یہ نہیں ہوسکتا کہ یہ حالات پیش نہ آئیں، منکرین خدا اور منکرین قیامت یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ ہم نے مانا ہی نہیں اس لئے ان چیزوں کا ہم سے کوئی تعلق نہیں، یہ ان کی غلطی ہے، جب

قیامت کا دن ہوگا، تو انکار اور ساری حجتیں اور دلیلیں دھری رہ جائیں گی، اس وقت اللہ تعالیٰ کی حجت سب پر غالب رہے گی، انسان کی سمجھداری اسی میں ہے کہ اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع ہو، اور اسی دین کو قبول کرے جس کے قبول کرنے سے موت کے بعد نجات ہو، انکار ضد اور ہٹ دھرمی کر کے اپنے کو تباہی اور بربادی میں نہ ڈالے، سمجھ میں نہ آتا ہو تو تب بھی مان لے، اس میں بھلائی ہے، اور بہتری ہے، اللہ دین اسلام اور اس کی کتاب قرآن اور اس کے آخری رسول سیدنا محمد رسول اللہ کو ماننے اور جو کچھ قرآن نے اور سیدنا محمد رسول اللہ نے بتایا ہے، اور غیب کی خبریں دی ہیں، ان کو تسلیم کرے، منکر ہو کر ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا نہ ہو۔ وما علینا إلا البلاغ.

العبد الفقیر محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ

(۳۴) اکرام المسلمین

اکرام مسلم اسلامی تعلیمات میں ایک با اہمیت موضوع ہے، جس پر بہت سی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ وارد ہوئی ہیں، اور حدیث وفقہ کی کتابوں میں اس سلسلہ میں خاصا مواد ہے، اردو میں حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے اس موضوع پر ایک اہم رسالہ بنام ''اکرام المسلمین،، تحریر فرمایا، یہ رسالہ اپنی ضخامت میں گرچہ زیادہ ضخیم نہیں صرف ۷۲ صفحات پر مشتمل ہے تاہم اس کے عنوانات کتاب کی اہمیت اور تقریباً ڈیڑھ سو احادیث شریفہ کا سلیس ترجمہ وتشریح سے کتاب کی معنویت

ظاہر ہورہی ہے، اور کتاب موضوع کو جامع وشامل ہے۔ کتاب کے آغاز میں ایک مختصرسی تمہید بھی والد صاحبؒ کے قلم سے مرقوم ہے جو درج کی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی سیدنا و سندنا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین

اَمابعد! ان اوراق میں احقر نے سید عالم کے وہ ارشادات جمع کئے ہیں، جن میں مسلمانوں کو آپس میں میل محبت اور ایک دوسرے کی عزت وعظمت اور اکرام واحترام اور ادائے حقوق کی تاکید فرمائی گئی ہے، والدین، اولاد، زن وشوہر، اور رفیقِ سفر کے حقوق، مجلس کے آداب، رسول خدا کی مجلس اور آپ کے اخلاق کریمانہ کا کچھ تفصیلی خاکہ اس رسالہ میں آپ کو ملے گا۔

جو حضرات مسلمانوں میں اتفاق واتحاد اور میل ومحبت کو دوبارہ لانا چاہتے ہیں، یہ کتابچہ ان کے لئے مشعل راہ کا کام دے سکتا ہے، اور اس کے ذریعہ الفت ومحبت کی کھوئی ہوئی راہ دوبارہ مل سکتی ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ کی تبلیغی تحریک کے چوتھے اصول (اکرام مسلم) پر جو حضرات عمل پیرا ہونا چاہتے ہوں اور دوسروں تک اس کو تفصیلی صورت میں پہنچانے کے متمنی ہوں، ان کو اس رسالہ کا پڑھنا اور سنانا ازحد ضروری ہے، ناظرین سے درخواست ہے کہ احقر کو اپنی مقبول دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔

العبد الفقیر

محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ بستی نظام الدین دہلی

حال مقیم: مدینہ منورہ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ

(۳۵) آخرت کے فکرمندوں کے پچاس قصے

یہ چھوٹے سائز کے پچاس سے کچھ زائد صفحات پر مشتمل کتاب ہے، جس میں ۳۵ / واقعات واحوال آنحضرت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حدیث شریف کی کتابوں سے اخذ کئے ہیں، بقیہ پندرہ قصے حضرات تابعین اوران کے بعد کے چند قصے نقل کئے ہیں، تمام قصوں میں قارئین کے سامانِ عبرت ونصیحت ہے، اور واقعتاً آخرت کی فکر مندی پیدا کرنے اور دنیا کی بے ثباتی اوراس حقیقت کھولنے کے لئے یہ کتاب چشم کشا ہے، کتاب کے آغاز میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ’’عرض مؤلف،، کے عنوان سے پیش لفظ تحریر فرمایا ہے جودرجِ ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سید المخلوقات کی متفکرانہ شان کے عجیب وغریب واقعات حدیث شریف کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں، آپ ہمیشہ فکر مند رہتے تھے، اور آپ کو دیکھنے والا سمجھتا تھا کہ آپ غموں ہی میں رہتے ہیں، یہ فکر دنیا کی ہرگز نہ تھی، بلکہ آپ کو آخرت کی فکر لگی رہتی تھی، جیسا کہ ان قصوں سے معلوم ہوگا، جواس رسالہ میں لکھے گئے ہیں، یہ فکرِ آخرت صحابہؓ نے بھی آپ سے سیکھ لیا تھا، اور آخرت کی ایسی فکر دامن گیر ہوئی تھی کہ دنیا کمانے اور دنیا کی نعمتوں

کے استعمال کرنے سے گھبرانے لگے تھے، اپنے مال کو کھوٹا اور اپنے کو نکما سمجھتے تھے، ان کے بعد حضرات تابعین نے اللہ تعالیٰ سے لو لگائی اور آخرت کی فکر میں زندگیاں گزار دیں، ان کے بعد شدہ شدہ آخرت کی فکر کم ہوتی گئی، اور دنیا ہی کی طرف لوگوں کا رجحان بڑھتا گیا، حتیٰ کہ لوگ گویا آخرت کو بھول ہی گئے، اور مسلمان کہلانے کے باوجود بھی دوسری قوموں کی طرح دنیا پر ہی نظر رکھتے ہیں، اس فکرِ آخرت کو رواج دینے کے لئے رسالہ ہٰذا لکھ رہا ہوں۔

یہ پچاس قصے ہیں جن میں دس حضور کے اور پچیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اور پندرہ حضراتِ تابعینؒ کے ہیں، اللہ جل شانہ سے دعا ہے کہ اس کو مقبول فرمائے اور میرے لئے ذریعہ نجات بنائیں۔

محمد عاشق الٰہی بلندشہری عفی اللہ عنہ

کتاب کے آخر میں حضرت والد صاحبؒ نے فکر واعتبار کے عنوان سے ایک اہم نصیحت فرمائی ہے جس کو افادیت کی غرض سے تحریر کیا جاتا ہے۔

اب اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں، عبرت والوں کے لئے یہی بہت ہیں، ارادہ تو سو (۱۰۰) قصے لکھنے کا تھا مگر کتاب کے طویل ہوجانے کے ڈر سے پچاس پر ہی اکتفا کرتا ہوں، اللہ جل شانہ کا بڑا کرم ہے کہ اس نے مجھے اس کتاب کے لکھنے کی توفیق دی اگر خدا کی توفیق شاملِ حال ہوئی، تو اس کتاب کا دوسرا حصہ لکھ کر ہدیہ ناظرین کروں گا۔

یہ قصے محض معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے نہیں لکھے گئے ان کے جمع کرنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ ان کو پڑھ کر ہم بھی آخرت کے فکرمند بنیں، اور ان

اسلاف کا اقتدا کریں جنہوں نے فکرِ آخرت میں زندگی گزاری، کھانے پینے اور نعمتیں استعمال کرنے میں حساب کا خیال کریں، اپنے اعمال کے کھوٹ پر نظر کریں، اللہ تعالیٰ کے خوف کو دل میں جگہ دیں، آخرت کی منزل کی آسانی کی فکر کریں، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں، کہ خاتمہ اور مرنے کے بعد ہر منزل پر راحت وسکون نصیب ہو۔

ناظرین سے درخواست ہے کہ احقر کے لئے بھی فکر آخرت نصیب ہونے کی دعا فرمادیں۔ **إن الله على كل شيء قدير وبالإجابة جدير۔**

(۳۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں

اس رسالہ میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سرور عالم مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے ارشادات جمع کئے ہیں، جن میں آپ نے مشفقانہ اور ناصحانہ انداز سے کسی عمل کا حکم دیا، یا کسی عمل سے روکا، اس سلسلہ میں ان احادیث مقدسہ کو خاص طور پر تلاش کر کے لکھا ہے جو کسی صحابی کے سوال کرنے پر بطور وصیت ونصیحت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمات جامعہ ارشاد فرمائے۔ یا آپ نے خود بخود کسی صحابی کو اہتمام کے ساتھ کسی بات کی خصوصی نصیحت فرمائی. اسی مناسبت سے اس مجموعہ کا نام رسول اللہ ﷺ کی نصیحتیں تجویز کیا ہے، عوام کے سمجھانے کے خیال سے لفظی ترجمہ کی رعایت نہیں کی بلکہ ہر حدیث کا بامحاورہ ترجمہ کر دیا۔

اگر چہ اس مجموعہ کی حدیثیں گنتی میں سو عدد ہیں، لیکن چونکہ ان میں بہت سی حدیثیں ایسی ہیں کہ ایک ہی حدیث میں کئی نصیحتیں مذکور ہیں اس لئے یہ مختصر سا مجموعہ

کئی سو مواعظِ نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ کا انمول ذخیرہ بن گیا، اگرچہ اس رسالہ کی ضخامت زیادہ نہیں ہے، البتہ ایک مشتاق پڑھنے والا گھنٹہ بھر میں اسے ختم کرسکتا ہے، لیکن اگر کوئی شخص اس ارادہ سے اسے پڑھے کہ ہر نصیحت پر عمل بھی کروں گا تو انشاء اللہ تعالیٰ پوری عمر اس کے پڑھنے اور عمل کرنے میں خرچ ہو جائے گی۔

(۳۷) نصائح رسول کریم

اس رسالہ میں حضرت والد صاحبؒ نے پچاس حدیثوں کا بامحاورہ اور سلیس اردو ترجمہ کیا ہے، اور کہیں ضرورت سمجھ کر ''تشریح'' کے عنوان سے کچھ توضیح بھی کردی ہے، احقر (مراد حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے اس سے پہلے رسالہ ''رسول اللہ کی نصیحتیں،، کے نام سے لکھا تھا۔ جس میں سو (۱۰۰) حدیثیں ایسی جمع کی ہیں، جو نصائح ووصایا اور مواعظ حسنہ پر مشتمل ہیں، اور وہ سب احادیث مشکوۃ المصابیح سے لی تھیں، بعد میں مشکوۃ المصابیح اور الترغیب والترہیب کی ورق گردانی کرتا رہا تو اس طرح کی اور احادیث بھی سامنے آگئیں، ان کو اس رسالہ میں جمع کردی ہیں، دیگر اہل علم اگر کتب حدیث کی مراجعت کریں گے، تو اس طرح کی مزید احادیث ان شاء اللہ جمع کرسکیں گے۔

ان پچاس حدیثوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی نصیحتیں ہیں بعض حدیثیں ان میں ایسی ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ کسی صحابیؓ نے حضور اقدس سے عرض کیا مجھے وصیت فرمایئے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وصیت فرمادی

،مقتدی حضرات کو چاہیئے کہ اپنے متعلقین اور منتسبین کو وصیتیں کیا کریں جو آنحضرت نے اپنے صحابہ کو فرمائیں۔

ان حدیثوں سے کثرت ذکر، زہد فی الدنیا، فکرِ آخرت، مرنے کے بعد کی تیاری اور دیگر اہم چیزوں کو عمل میں لانے کی طرف دل بڑھ سکے گا، بشرطیکہ کوئی دل سے اور فکر و ہوش کے کانوں سے سنے، ناظرین سے درخواست ہے کہ احقر (والد صاحبؒ) (اور ان کی آل واولاد) کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور اس کے ناشر کے لئے بھی دعائے خیر فرمائیں۔

(۳۸) شرعی پردہ

شرعی پردہ نامی کتاب درمیانہ درجہ کے سائز کی (۱۶۶) صفحات پر مشتمل نہایت وقیع کتاب ہے، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خواتین سے متعلق متعدد کتابیں تحریر کیں، جن میں سے کئی کتابوں کا ذکر گزر چکا ہے، ایک یہ کتاب ہے جو ہمارے سامنے ہے، یہ کتاب پردہ کے موضوع پر نہایت اہمیت کی حامل ہے، تقریباً ایک سو تیس عنوانات کے ذریعہ پردہ سے متعلق قیمتی باتیں قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کی گئیں ہیں، یہ کتاب ہر مسلمان خاتون کی ضرورت ہے، بلکہ مردوں کو بھی اس کتاب سے استغنا نہیں اور مرد وعورت ہر دونوں کے لئے مفید ونافع ہے، کتاب کے آغاز میں صاحبِ کتاب (والد صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان) کا نہایت قیمتی پیش لفظ ہے جس کی افادیت کے پیش نظر ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس کو بعینہ نقل کر دیا جائے تا کہ پردہ سے متعلق بہت سی معلومات قاری کے ذہن میں راسخ ہو جائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد! عرصۂ دراز سے ارادہ اور شوق تھا کہ پردہ پر کوئی رسالہ لکھوں، مگر بعض دیگر تالیفی مشاغل کے سبب تقصیر اور تاخیر ہوتی گئی، اور بندہ کے ارادہ سے ہوتا بھی کیا ہے؟ وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے، جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اس سلسلہ میں لکھنے کی نوبت آئی، اور اللہ پاک کی تیسیر وتوفیق سے رسالہ ہٰذا کم مدت میں اپنے اختتام کو پہنچا، فالحمد للہ علی ذلک۔

اس رسالہ میں چالیس احادیث شریفہ درج ہیں، اور ہر حدیث کو متن بنا کر ترجمہ اور تشریح لکھ دی گئی ہے، احادیث شریفہ کے شروع میں ایک عنوان قائم کردیا ہے، پھر تشریح کرتے ہوئے حالات حاضرہ پر تبصرہ کیا ہے، اور مسلمانوں کے موجودہ رویہ اور روش کو سامنے رکھ کر بار بار تعلیم نبوی (علیہ الصلاۃ والسلام) کی طرف واپس آنے کی دعوت دی ہے، تقلیدِ یورپ کے جو اثرات وثمرات مسلمانوں کی معاشرت میں پھیل چکے ہیں، ان کی خرابی پر بار بار متنبہ کیا ہے۔

جو حضرات پردہ کے حامی ہیں اور اپنے خاندان کی عورتوں کو پردہ والی سمجھتے ہیں، خود ان کے پردہ میں کس قدر خامی اور کوتاہی ہے، اس پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، جیٹھ، دیور، بہنوئی، نندوئی، اور ماموں، پھوپھی کے لڑکوں، اور خالہ اور چچا کے بیٹوں، نیز مرشد، پیر فقیر، حکیم، ڈاکٹر، نرس، میم، دائی، جنائی، نوکر چاکر وغیرہ سے پردہ کرنے میں جو قصداً وارادتاً دین داری کا دعوی کرنے والے خاندان میں کوتاہی کی

جاتی ہے اس کا ذکر بھی ان اوراق میں آ گیا ہے، اس سلسلہ میں جو تنبیہ کی ہے وہ حدیث وفقہ کی تصریحات کی واقعی اور صحیح ترجمانی ہے۔

مرد کو مرد سے اور عورت کو عورت سے اور محرم کو محرم سے شرعاً کتنا پردہ کرنا لازم ہے، اور علاج کرانے کے سلسلہ میں پردہ کی رعایت کس قدر ضروری ہے، نظر بد سے بچنے کی کس قدر تاکید ہے، مردوں اور عورتوں کو راستے میں کس طرح گزرنا چاہیئے، اور آنحضرت کے زمانہ میں پردہ کا کس سختی کے ساتھ اہتمام تھا، اور عورت کا گھر سے باہر نکلنا شرع شریف کی نظر میں کیسا ہے، اور باہر نکلنے کے کیا شرائط وضوابط اور کیا حدود وقیود ہیں، ان امور کی تفصیلات وتشریحات خصوصیت کے ساتھ رسالہ ہذا کا جزء بنادی گئی ہیں۔

پردہ کی مخالفت کرنے والے دو قسم کے لوگ ہیں، ایک گروہ تو ان لوگوں کا ہے جن کی اسلام پر چلنے کی نیت نہیں ہے، ان لوگوں کو تمام خوبی اور بہتری اور ترقی یورپ اور امریکہ کے اتباع میں نظر آتی ہے، بے غیرتی، بے حیائی اور بے شرمی کو ہنر اور کمال سمجھتے ہیں، قرآن وحدیث کے احکام اور تعلیمات کو فرسودہ اور دقیانوسی خیال کرتے ہیں، چونکہ یہ لوگ مسلم گھرانوں میں پیدا ہوئے ہیں، اور مسلمانوں کے ماحول میں رہتے ہیں، اس لئے نہ تو یہ کہنے کی ہمت کرتے ہیں، کہ ہم نے اسلام کو خیر باد کہا، اور نہ واضح طور پر قرآن کریم کی تکذیب اور حدیث کی تغلیط کرتے ہیں، البتہ پردہ شکنی کے جواز اور استحسان کے لئے بے تکی باتیں کرتے ہیں، اور علماء کرام کو غیر مہذب صلواتیں بھی سناتے ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ پردہ مُلّا کی ایجاد ہے، کبھی ارشاد ہوتا ہے، کہ قرآن

میں پردہ کا حکم نہیں ہے، کبھی حامیانِ پردہ پر حقارت آمیز پھبتیاں کستے ہیں، اور کبھی عورتوں کو پردہ کے خلاف اکسا کر بے شرمی کے جذبات میں بہا کر لے جانا چاہتے ہیں، ایسی غیر شریفانہ باتیں اور حرکتیں بھلا آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ و دلائل عقلیہ اور تجربات یومیہ کے سامنے کیا وزن دار ہو سکتی ہیں؟ رسالہ ہذا میں جگہ جگہ آیاتِ قرآنیہ موجود ہیں، جن سے پردہ کے احکام واضح طور پر ثابت ہو رہے ہیں، یہ کہنا کہ قرآن میں پردہ کے احکام نہیں ہیں، نصف النہار کو شبِ دیجور بتانے کے مرادف ہے، اگر یوں کہتے کہ ہم قرآن کو نہیں مانتے، تو پردہ شکنی اور آوارگی کا راستہ پا لیتے، لیکن قرآن کو ماننے کا دعویٰ کرنا اور پھر یہ کہنا کہ قرآن احکامِ حجاب سے خالی ہے کذب محض اور دعوائے باطل ہے۔

دوسرا گروہ اُن لوگوں کا ہے جو اپنے بنگلے اور کوٹھیوں پر نماز بھی پڑھ لیتے ہیں، اور قرآن و حدیث کے ترجمے بھی دیکھ لیتے ہیں، ان میں بعض لوگ وہ بھی ہیں جنھوں نے اسکول و کالج میں ذرا بہت عربی بھی پڑھ لی ہے، یہ لوگ اس دور کے نیم مُلّا ہیں، ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ اسلام میں پردہ ہے تو سہی لیکن اسکے سخت احکام مولویوں نے ایجاد کئے ہیں، یہ لوگ بھی پہلے گروہ کی باتوں سے متاثر ہیں، جن لوگوں کے دلوں میں تھوڑا بہت اسلام سے تعلق باقی ہے ان کو راہِ حق سے ہٹانے کے لئے شیطان نے یہ نئی چال چلی ہے کہ ہر ایسے حکم کو جس کے ماننے سے نفس گریز کرتا ہو، مولوی کا تراشیدہ بتا دیتا ہے، اور اس کی بات کو باور کرنے والے اس دھوکہ میں پڑے رہتے ہیں کہ ہم نے نہ تو اسلام کو جھٹلایا، نہ قرآن کے ماننے سے پہلو تہی کی، بلکہ مولوی کے غلط مسئلے کا

انکار کیا ہے، کاش یہ لوگ اپنی مؤمنانہ ذمہ داری کا احساس کرتے اور علمائے حق سے گھل مل کر ان کے ظاہر و باطن کا جائزہ لیتے، اور ان کے بیان کردہ مسائل کے دلائل معلوم کر کے اپنے نفوس کو مطمئن کرتے، علمائے حق اپنی طرف سے کسی بھی حکم کو تجویز کر کے امت کے سر نہیں منڈھتے ہیں، بات صرف اتنی سی ہے کہ چونکہ علماء کرام کو قرآن و حدیث کی تشریحات اور احکامِ شرعیہ کی پوری پوری تفصیلات معلوم ہیں، نیز دین کی وسعتیں اور رخصتیں بھی جانتے ہیں، اور شرعی پابندیوں اور عزیمتوں سے بھی واقف ہیں، اس لئے تحریراً وتقریراً احکامِ شرعیہ کے حدود و قیود اور ضوابط و شرائط سے امت کو آگاہ فرماتے رہتے ہیں، اسکولوں اور کالجوں کے پڑھے ہوئے نیم مُلّا چونکہ شریعت کا پورا علم نہیں رکھتے، اس لئے حقائق شرعیہ اور بالکل متفق علیہ مسائل دینیہ کو مولوی کی ایجاد کہہ کر ٹال دیتے ہیں، اور یہ عجیب تماشا ہے کہ جس مسئلہ پر عمل نہ کرنا ہو اس کے بچنے کے لئے ''ایجاد مولوی،، کا بہانہ پیش کر دیتے ہیں، حالانکہ نماز روزہ وغیرہ کے جن مسائل پر عمل کرتے ہیں وہ بھی تو مولویوں نے ہی بتائے ہیں، لیکن چونکہ اُن سے گریز کرنے کی نیت نہیں ہے اس لئے اُن کو صحیح مانتے ہیں، میدان قیامت میں جب پیشی ہوگی تو کیا ایسی کج روی اور حیلہ سازی جان بچا سکے گی؟

گو رسالہ ہذا ایک چہل حدیث ہے لیکن ہم نے آیاتِ قرآنیہ بھی لکھ دی ہیں جو پردہ کے احکام سے متعلق ہیں، البتہ سورۂ احزاب کے رکوع نمبر: ۴ اور رکوع نمبر: ۸ کی آیات رہ گئیں ہیں، ان کو یہاں لکھتے ہیں، رکوع نمبر: ۴ کی آیات سنیئے :

﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ

فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلاً مَّعْرُوفاً، وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكٰوةَ وَأَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ ﴾ (الأحزاب:۳۲)

ترجمہ: اے نبی کی بیبیو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم (نامحرم مرد سے) بولنے میں (جبکہ ضرورتاً بولنا پڑے) نزاکت مت کرو، کیونکہ اس سے ایسے شخص کو میلانِ قلبی ہو جائے گا جس کے دل میں روگ ہو، بلکہ تم قاعدہ کے موافق بات کرو (جیسے پاکباز عورتیں اختیار کرتی ہیں) اور تم اپنے گھروں ہی میں رہو، اور زمانہ قدیم کی جہالت کے موافق بے پردہ ہو کر مت پھرو، اور تم نماز کی پابندی رکھو، اور زکوۃ ادا کرو، اور اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو۔

ان آیات میں اول تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی غیر محرم سے ضرورتاً اگر بات کرنی پڑے تو گفتگو کے انداز میں نزاکت اور لہجہ میں جاذبیت کے طریقہ پر بات نہ کریں، جس طرح چال ڈھال اور رفتار کے انداز سے دل کھنچتے ہیں، اسی طرح گفتار کے نزاکت والے انداز کی طرف بھی کشش ہوتی ہے، عورت کی آواز میں طبعی اور فطری طور پر نرمی اور لہجہ میں دل کشی ہوتی ہے، پاک نفس عورتوں کی شان یہ ہے کہ غیر مردوں سے بات کرنے میں بہ تکلف ایسا لب ولہجہ اختیار کریں جس میں خشونت اور روکھا پن ہو، تاکہ کسی بد باطن کا قلبی میلان نہ ہونے پائے۔

دوسرا حکم یہ ارشاد فرمایا کہ تم اپنے گھروں میں ہی رہو، اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے شب و روز گزارنے کی اصل جگہ اُن کے اپنے گھر ہی ہیں، شرعاً جن

ضرورتوں کیلئے گھر سے نکلنا جائز ہے، پردہ کے خوب اہتمام کے ساتھ بقدرِ ضرورت نکل سکتی ہیں۔

آیت کے سیاق سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے بلاضرورت پردہ کے ساتھ بھی باہر نکلنا اچھا نہیں ہے، جہاں تک ہو سکے، نامحرموں کی نظروں سے لباس اور پردہ کا کپڑا (برقعہ وغیرہ) بھی پوشیدہ رکھنا چاہیئے۔

تیسرا حکم یہ ارشاد فرمایا کہ زمانہ قدیم کی جہالت کے مطابق بے پردہ ہو کر مت پھرا کرو۔

زمانہ قدیم کی جہالت سے عرب کی وہ جہالت مراد ہے جو حضور اقدس کی بعثت سے پہلے عرب کے رواج اور سماج میں جگہ پکڑے ہوئے تھی، اس زمانہ کی عورتیں بے حیائی اور بے شرمی کے ساتھ بلا جھجک بازاروں میں اور میلوں میں گلی کوچوں میں بے پردہ ہو کر پھرا کرتی تھیں، حسن و جمال کو ظاہر کرتیں، اور بن ٹھن کر نکلتی تھیں، سر پر یا گلے میں فیشن کے لئے دوپٹہ ڈال لیا، نہ اُس سے سینہ ڈھکا، اور نہ کان، نہ چہرہ چھپایا، جدھر کو جانا ہوا چل پڑیں، مردوں کی بھیڑ میں گھس گئیں، نہ اپنے پرائے کا امتیاز، نہ غیر محرموں سے بچنے کی فکر، یہ تھا جاہلیت اولی کا رواج اور سماج جو آج بھی اسلام کا دعوی کرنے والی عورتوں میں جگہ لے چکا ہے، اور نئے مجتہدین پردہ شکنی کی دعوت دے کر اسی جاہلیت اولی کو ترقی دینا چاہتے ہیں، جس کے مٹانے کے لئے قرآن کریم کا نزول ہوا ہے۔

یہاں بعض لوگ یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ آیاتِ بالا میں امہات المؤمنین

رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو خطاب ہے، پھر دوسری مسلمان عورتوں پر اس قانون کو کیوں لاگو کرتے ہیں؟ یہ لچر سوال شریعت کا بھرپور علم نہ ہونے کے باعث اٹھایا جاتا ہے، اگر قرآن کے مزاج سے یہ لوگ واقف ہوتے اور اس امر کو جان لیتے کہ قرآن کا خطاب خاص اور مورد عام ہوا کرتا ہے تو ایسا سوال نہ کرتے۔

حضرات صحابہ کرامؓ خلفاء راشدینؓ ائمہ مجتہدین، سلف صالحینؒ ہمیشہ یہی سمجھتے اور کہتے آئے ہیں کہ ان آیات میں گو ازواج مطہراتؓ کو مخاطب کیا گیا ہے لیکن یہ احکام تمام عورتوں کے لئے عام ہیں، چونکہ ابتدائے رکوع سے حضرات ازواج مطہراتؓ ہی کو خطاب چل رہا ہے، اس لئے ان احکام کے تذکرہ میں بھی انھیں کو مخاطب رکھا گیا ہے، مگر تخصیص فی الذکر سے تخصیص فی الحکم لازم نہیں آتی ہے، اجماع امت اور احادیث نبویہ (علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ) سے یہ امر ثابت شدہ ہے کہ ان آیات کا حکم امت کی تمام ماؤں، بہنوں، اور بیٹیوں کے لئے عام ہے۔

ایک موٹی سمجھ والا انسان بھی (جسے خدا کا خوف ہو) ان آیات سے یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوگا کہ جب ازواج مطہراتؓ کے لئے یہ حکم ہے کہ اپنے گھروں ہی میں رہا کریں اور جاہلیت اولی کے دستور کے مطابق باہر نہ نکلیں (حالانکہ ان کو تمام مؤمنین کی مائیں فرمایا گیا ہے ﴿وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾ تو امت کی دوسری عورتوں کے لئے بے پردہ ہوکر باہر نکلنا کیونکر درست ہوگا؟ شرف اور احترام کے باعث امت کی نظریں جن مقدس خواتین پر نہیں پڑسکتیں تھیں، جب بھی ان کو قرار فی البیوت (یعنی گھروں میں رہنے) کا حکم دیا گیا تو جن عورتوں کی طرف قصداً خراب نظریں

اٹھائی جاتی ہوں اور خود یہ عورتیں بھی مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے کا ارادہ رکھتی ہوں تو ان کو جاہلیت اولیٰ کے طریقہ پر باہر نکلنے کی کیسے اجازت ہوگی، کیا یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ خاندانِ نبوت کی چند خواتین کو مستثنیٰ کر کے امت کی کروڑہا عورتوں کو قدیم زمانہ کی جاہلیت کی طرح باہر پھرنے کی اجازت قرآن شریف کی طرف سے دی گئی ہو...؟ آیات مذکورہ میں جو احکام مذکور ہیں، ذرائع فساد کو روکنے کے لئے ہیں، اور ظاہر ہے کہ دوسری عورتیں ان ذرائع کے روکنے کی زیادہ محتاج ہیں، الغرض عام عورتوں کو ان احکام سے مستثنیٰ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اب سورۂ احزاب کے رکوع نمبر: ۸ کی آیت پڑھیئے : ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ﴾ (سورۃ الأحزاب:۵۹)

ترجمہ: اے نبی! آپ اپنی بیبیوں اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دیگر مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادیجئے (کہ جب ضرورت پر گھروں سے باہر جانا پڑے تو) اپنے (چہروں کے) اوپر (بھی) چادروں کا حصہ لٹکا کر (چہروں کے) قریب کرلیا کریں، اس سے جلد پہچان لی جایا کریں گی تو ان کو یہ ایذا نہ دی جائے گی۔

زمانہ نبوت میں جب منافقوں کا زور تھا، تو مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں گزرنے والی خواتین کو چھیڑا کرتے تھے، جب ان سے اس سلسلہ میں دارو گیر کی گئی تو جواب میں کہنے لگے کہ ہم تو باندیوں کو چھیڑتے ہیں، ان نالائقوں کا یہ حیلہ بھی غلط تھا، کیونکہ غیر شریفانہ حرکت باندیوں کے ساتھ بھی کرنا درست نہیں ہے، لیکن چونکہ اس وقت

مسلمانوں کو پورا اقتدار واختیار حاصل نہیں تھا، اس لئے منافقین پر کوئی سزا جاری کرنے کا موقع نہ تھا، اس لئے آزاد عورتوں کو حکم ادنائے جلباب دے کر منافقین کے شر سے حفاظت کا ایک گونہ انتظام فرما دیا گیا، یعنی آزاد عورتوں کو حکم دیا گیا کہ خوب اچھی طرح سے پردہ کا اہتمام کریں، چہرے پر بڑی چادر (جسے عربی میں جلباب کہتے ہیں، اور اسی کی جمع جلابیب ہے) کا ایک حصہ چہرہ کے قریب کر کے لٹکا لیا کریں، تا کہ خوب واضح طور پر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ آزاد عورتیں گزر رہی ہیں، پہنچان لینے کے بعد منافقوں کو یہ موقع اور بہانہ نہ ملے گا کہ آزاد اور غیر آزاد ہر طرح کی عورتوں کی حفاظت کا راستہ نکل آیا، باندیوں کو مذکورہ بالا حکم میں اس لئے شریک نہیں کیا گیا کہ ان کی منصبی خدمات میں خلل واقع ہو جاتا، مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے لئے منافقین کی چھیڑ چھاڑ کو گوارا کر لیا گیا، کیونکہ جب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے مکمل اقتدار واختیار سے نوازا تو پھر منافقوں کی پوری طرح سرکوبی کر دی گئی، اور باندیوں کی حفاظت کا بھی بندوبست ہو گیا، آیت کا مفہوم اور مورد سمجھانے کیلئے یہ چند سطریں ہم نے لکھ دی ہیں، اس آیت کے نقل کرنے سے ہمارا اصل مدعا چند چیزوں کو ثابت کرنا ہے۔

اول یہ کہ آنحضرت کی بیبیوںؓ اور صاحبزادیوںؓ کے ساتھ دیگر مسلمانوں کی عورتوں کو بھی پورا بدن اور چہرہ ڈھانک کر نکلنے کے حکم میں شریک فرمایا گیا ہے، اس سے ان لوگوں کی خام خیالی کی واضح طور پر تردید ہو گئی جو یہ باطل دعوی کرتے ہیں کہ پردہ کا حکم صرف آنحضرت کی ازواج مطہراتؓ کے لئے مخصوص تھا۔

دوسری چیز جو اس آیت سے ثابت ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ پردہ کیلئے چہرہ پر چادر لٹکانے کا حکم دیا گیا ہے، اس سے اُن تجدد پسندوں کے دعوے کی بھی تردید ہوگئی جو کہتے ہیں کہ ''عورتوں کو چہرہ چھپا کر نکلنے کا حکم اسلام میں نہیں ہے، بلکہ مولویوں نے ایجاد کیا ہے،، دیکھنا یہ ہے کہ یہ لوگ اس آیت سے کس طرح انحراف کی صورت نکالتے ہیں؟

تیسری چیز جو اس آیت سے واضح ہو رہی ہے پردہ کے لئے جلباب استعمال کرنے کا حکم ہے، عربی زبان میں جلباب بڑی چادر کو کہتے ہیں، جسے عورتیں اپنے پہننے کے کپڑوں کے اوپر لپیٹ کر باہر نکلتی ہیں، قرآن شریف نے آیتِ بالا میں حکم دیا ہے کہ عورتیں جس طرح جلباب کو اعضاء جسم پر اور پہنے ہوئے کپڑوں پر لپیٹی ہیں اسی طرح چہروں پر بھی اس کا ایک حصہ لٹکا لیا کریں، اس طرح چادر لپیٹنے کا رواج بعض علاقوں کی عورتوں میں اب تک ہے، اور برقعہ اسی جلباب کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے، برقعہ کی نسبت یہ کہنا کہ شریعتِ اسلامیہ میں اس کی کچھ اصل نہیں ہے سراسر جہالت ہے، برقعہ کا ثبوت تو '' يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ،، سے ہو رہا ہے۔

البتہ فیشنی برقعوں کے متعلق یہ کہنا درست ہے کہ بجائے پردہ کے بدنگاہی کا سبب بن گئے ہیں۔

(بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ حکم ہنگامی حالات کے لئے تھا، پس جب منافقین کی سرکوبی ہوگئی اور ان سے خطرہ نہ رہا، تو یہ حکم بھی منسوخ ہو جانا چاہئے، ہم کہتے ہیں کہ فتنہ وفساد کو روکنے کے لئے یہ حکم دیا گیا تھا، اور اس دور میں جب کہ فتنہ اور فساد بہت زیادہ

ہے، عصمت اور عفت کے دشمن بڑھ گئے ہیں جو بدنظری اور بد باطنی کے باعث عورتوں کو تاکتے جھانکتے اور پریشان کرتے ہیں تو اس حکم کی اہمیت اور زیادہ ہوگئی ہے:

﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ﴾

عورت کے چہرے کو پردہ کے حکم سے خارج کرنے کے غلط خیال میں آپ بعض دیندار قسم کے گریجویٹوں کو بھی پائیں گے، ان لوگوں کو نماز کے مسائل پڑھ کر دھوکا ہوا ہے، نماز کی کتابوں میں لکھا ہے کہ چہرہ اور دونوں ہاتھ گٹوں تک اور دونوں پاؤں ٹخنوں تک چھوڑ کر عورت کا باقی تمام بدن ستر میں داخل ہے، نماز میں اگر چہرہ اور ہاتھ پاؤں کھلے رہیں تو نماز ہو جائے گی، باقی تمام بدن کا ڈھانکنا فرض ہے، یہ مسئلہ شرائط نماز کے سلسلہ میں لکھا گیا ہے، اگر پردہ کے سلسلہ میں بیان کیا جاتا تو ان لوگوں کا استدلال کچھ جاندار ہوتا، منہ کھول کر نماز ہو جانے کے جواز سے غیر محرم کے سامنے بے پردہ ہو کر منہ کھولے ہوئے آنے کا ثبوت پکڑنا بڑی بددیانتی اور خود فریبی ہے، ابھی ابھی ہم سورۂ احزاب کی آیت سے چہرہ چھپا کر باہر نکلنے کا حکم ثابت کر چکے ہیں، جس کے ہوتے ہوئے مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے، مگر ہم چاہتے ہیں کہ جہاں سے ان لوگوں کو دھوکا ہوا ہے وہیں سے ان کی تردید پیش کر دیں، درمختار میں جہاں شرائط نماز کے بیان میں وہ مسئلہ لکھا ہے کہ چہرہ اور کفین (ہتھیلیاں) اور قدمین (پاؤں) ڈھانکنا صحتِ نماز کے لئے ضروری نہیں ہے وہیں یہ بھی درج ہے کہ "وتمنع المراة الشابة من كشف الوجه بين رجال لأنه عورة بل لخوف الفتنة ...الخ (درمختار بر ہامش شامی ج۱/۲۸۴).

ترجمہ: ...اور جوان عورت کو (نامحرم) مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے سے روکا جائے گا، (اور یہ روکنا) اس وجہ سے نہیں کہ چہرہ (نماز کے) ستر میں داخل ہے بلکہ اس لئے کہ (نامحرم کے سامنے چہرہ کھولنے میں) فتنہ کا خوف ہے۔

شیخ ابن ہمام زاد الفقیر میں شرائط نماز بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "

وفی الفتاوی الصحیح ان المعتبر فی فساد الصلاۃ انکشاف ما فوق الاذنین وفی حرمۃ النظر یسوی بینھما ای ما فوق الأذنین و تحتھما .

ترجمہ: فتوی کی کتابوں میں ہے کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ کانوں کے اوپر کا حصہ (یعنی بال اور سر کے) کھل جانے سے نماز فاسد ہوگی، اور غیر مردوں کیلئے کانوں کے اوپر کے حصہ اور کانوں کے نیچے کے حصہ یعنی چہرہ وغیرہ دیکھنے کا ایک ہی حکم ہے، یعنی دونوں حصوں کا دیکھنا حرام ہے۔

خدائے پاک کی ہزار ہار حمتیں ہوں ان پاک طینت بزرگوں پر جن کے قلوب پہلے ہی سے کھٹک گئے تھے کہ مسائل نماز کی تصریحات سے کہیں فاسد الخیال لوگ پردہ شکنی پر استدلال نہ کرلیں، لہذا نماز کے مسائل بیان کرتے ہوئے وہیں پردہ کا مسئلہ بھی بیان فرمادیا، صاحب درمختار نے تو اس سلسلے میں تکرار کو بھی گوارا فرمایا اور غیر محرم کے سامنے چہرہ ڈھانکنے کے مسئلہ کو کتاب الصلاۃ میں بھی لکھا، (جس کی عبارت ابھی گزر چکی) اور پھر **کتاب الحظر و الإباحۃ** میں بھی اس کا اعادہ کیا، اس بحث کے ختم پر فقہ کی ایک اور عبارت ملاحظہ فرماتے چلئے، صاحب درمختار (ان چیزوں کی فہرست بتاتے ہوئے جن کی وجہ سے شوہر کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو سزا دے) باب التعزیر

میں لکھتے ہیں۔ او کشفت وجهها لغير محرم او كلمته او شتمته او اعطت مالم تجر العادة به بلا اذنه . (برہامش شامی ج ۳/۱۹۰)

ترجمہ: شوہر اپنی بیوی کو سزا دیگا، اگر وہ اپنا چہرہ غیر محرم کے سامنے کھولے، یا غیر محرم سے بات کرے، یا اس کو گالی دے، یا اس کی بلا اجازت اس کے مال میں سے کسی کو کوئی ایسی چیز دے جو عادتاً بلا اجازت نہیں دی جاتی۔

اس عبارت سے بھی واضح ہوا کہ فقہاء کے نزدیک غیر محرم کے سامنے چہرہ کھولنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اور مزید یہ معلوم ہوا کہ غیر محرم سے بات کرنے پر بھی سزا دی جاسکتی ہے، افسوس ہے کہ بے پردہ ہوکر غیر محرم کے سامنے آنے یا اس سے بات کرنے پر اپنی بیوی کو سزا دینے کا کام جن کے سپرد کیا گیا تھا وہی بے پردگی کو پسند کرتے ہیں اور برسرِ بازار بے پردہ ہوکر عورتوں کے نکلنے کو ہنر اور کمال جانتے ہیں۔

چہرہ مجمع المحاسن ہے اور اصل جاذبیت اور کشش چہرہ ہی میں ہے، اگر چہرہ پردہ سے خارج ہوجائے تو مقصدِ پردہ یعنی عصمت وعفت کی حفاظت خطرہ میں پڑ جائے گی، اور پھر اسکی کیا ضمانت ہے کہ اگر عورتوں کو منہ کھول کر باہر نکلنے کی اجازت ہو تو بے پردگی کو صرف چہرہ تک ہی محدود رکھیں گی، موجودہ بے پردگی کا جو سیلاب ہے اس کی ابتدا مسلمان عورتوں میں صرف چہرہ سے ہوئی تھی، لیکن اب بعض مسلم ممالک میں تو عالم یہ ہے کہ آدھی کمر اور پورا سینہ اور بغل تک پوری بانہیں اور سر کھولے ہوئے بازاروں میں بے محابا گھومتی پھرتی ہیں، اور جدید تہذیب نے بے شرمی کے رنگ میں ایسا رنگ دیا ہے کہ نوجوان لڑکیاں ہاف پینٹ یا نیکر یا ذرا سا جانگیہ پہن کر باہر نکل

جاتی ہیں، رانیں، پنڈلیاں، سر، اور کمر وغیرہ سب نظر آتے ہیں، جانگیہ پہن کر اوپر ذرا سی کرتی پہن لیتی ہیں، جسے فراک کہتے ہیں، اس میں ذرا سی آستین ہوتی ہے، یا بالکل نہیں ہوتی، اور گلا اتنا چوڑا چکلا ہوتا ہے کہ نصف کمر اور سینہ تک نظر آتا ہے، اس طرح آرٹ اور ثقافت کے نام سے ہر طرح کی بے شرمی اور بے غیرتی کو گوارا کرلیا جاتا ہے ۔ آگے آگے دیکھیئے ہوتا ہے کیا ....

کہا جاتا ہے کہ ''مولوی لوگ ترقی کے دشمن ہیں،، ہم پوچھتے ہیں کہ ترقی کس چیز کا نام ہے؟ اگر آوارگی، بے حیائی، اور بے شرمی کا نام ''ترقی،، ہے تو ایسی ترقی انھی لوگوں کو مبارک ہو جو اللہ کی کتاب سے، اللہ کے رسول (   ) سے اور اللہ کی شریعت سے برگشتہ ہو کر عصمت اور عفت کے دشمنوں کی پیروی کو سعادت سمجھتے ہیں، ان دین کے باغیوں کا یہ حال ہے کہ یورپ اور امریکہ کے ملحد اور نصرانی جو کچھ کہتے ہیں اور کرتے ہیں فوراً اس پر ایمان لے آتے ہیں، ان لوگوں کے نزدیک ترقی کا راز یہ ہے کہ مسلمان خوب سودی کاروبار کریں، نماز روزے کو بالائے طاق رکھیں، ننگے نہانے کے لئے کلبوں کے ممبر بنیں، رقص وسرور کی محفلیں منعقد کریں، جس میں مرد وعورت مل کر خوب ناچا کریں، اور بیاہ شادی کے لئے مسلمان ہونے کی قید ہٹا دی جائے، جو عورت اور مرد جس سے چاہے شادی کرے، معاذ اللہ .. مولویوں سے یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ بہیمیت کے سیلاب میں بہہ جائیں، اور فسق وفجور کے اعمال کو گوارا کر جائیں، یا عصمت وعفت کیخلاف وعظ کہتے پھریں، یا کتاب لکھا کریں، مولوی تو اس چیز کی ترقی چاہتے ہیں جس کی ترقی کے لئے قرآن حکیم کا نزول

ہوا تھا، اور رسول خدا کی بعثت ہوئی تھی، یعنی ایمانی ترقی، اور اعمال صالحہ کی ترقی ، علماء کرام کا مقصد ہے جس کے لئے وہ مرتے اور جیتے ہیں، خدا فراموش انسانوں کی طرح یہ حضرات بے حیائی اور بے شرمی اور عفت وعصمت کی غارتگری کی تائید میں نہیں لگ سکتے۔

نہ جانے تہذیب جدید کے متوالوں کی آنکھیں کیوں بند ہوگئیں ہیں؟ بے پردگی کے نتائج بار بار سامنے آتے رہتے ہیں، برابر اغوا کی خبریں پڑھتے ہیں، اسکولوں اور کالجوں کی مخلوط تعلیم کی وجہ سے جو بے بیاہی لڑکیاں مائیں بن جاتی ہیں، ان کے واقعات سنتے رہتے ہیں، اس سب کے باوجود بے پردگی کی حمایت کرتے ہیں، اور بے غیرتی کی دعوت دیتے ہیں، عورتیں تو ناقص العقل ہیں، ان کو بد باطن مرد جیسا سمجھاتے ہیں باور کرلیتی ہیں، اور آوارگی کے لوازم کی جو لوگ دعوت دیتے ہیں ان کو اپنی ترقی کا حامی اور حقوق نسوانی دلانے کا داعی جاننے لگتی ہیں، لیکن اس ناقص العقل صنف کے گھرانوں کے مردوں پر تعجب ہے کہ وہ اپنی بہو بیٹیوں کی شرم وحیا کی غارت گری کس جگر سے برداشت کرتے ہیں، اور کس نظر سے دیکھتے ہیں؟ سچ کہا ہے اکبر الہ آبادی نے:

بے پردہ نظر آئیں جو کل چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

اسلام نے عورت کو در مکنون کی طرح پوشیدہ رکھنے کی تعلیم دی ہے، اور امر ونواہی کے ذریعہ اس کی عفت وعصمت کی حفاظت کا پورا پورا انتظام کیا، بدنظر اور ناپاک قلب انسانوں سے محفوظ رکھنے کے لئے پردے کے تفصیلی احکام بتائے، لیکن یورپ وامریکہ اور روس کے ملحدوں اور خدا کے باغیوں کی دیکھا دیکھی پاکباز خواتین کو نام نہاد بہی خواہان نسوانیت نے بر سرِ بازار رسوا کر کے چھوڑا۔

جس کی فطرت تھی حیا اور آبرو
عصمت وعفت کی پتلی نیک خو
ہوگئی تہذیبِ یورپ سے خراب
کر دیا بدنام ورسوا کو بہ کو

آخر میں ایک بات اور ذہن نشین کر لیجئے وہ یہ ہیکہ احادیث نبویہ میں جو احکام وارد ہوئے ہیں، وہ بھی واجب العمل اور ضروری الامتثال ہیں، کیونکہ قرآن حکیم نے رسول اللہ کی ہدایات وتعلیمات اور آپ کے اوامر ونواہی پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے، یہاں ہم قرآن حکیم کی صرف ایک آیت نقل کرتے ہیں، سورۂ حشر میں ارشاد ہے ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (سورۃ الحشر: ۷) ترجمہ: اور رسول جو حکم تم کو دیں اس کو پکڑ لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ۔

ممکن ہے منکرین حدیث عوام کو بہکانے کی کوشش کریں، اور عوام کو یہ سمجھائیں کہ ''حدیثیں ناقابل عمل ہیں اس لئے پردہ پر اربعین لکھنے سے پردہ کا ثبوت نہ ہوگا،،

ان لوگوں کا دندان شکن جواب ابھی ہم دے چکے ہیں، اور قرآن شریف سے پردہ کا اثبات کر چکے ہیں، اصل پردہ اور اس کے بعض اجمالی اور تفصیلی احکام قرآن مجید میں موجود ہیں، اور ان احکام کی تشریحات اور محامل وموارد احادیث شریفہ میں ذکر کئے گئے ہیں، حسب تصریح آیتِ بالا ارشاد نبوی کا ماننا قرآن حکیم ہی کا ماننا ہے، جو لوگ حدیث کے منکر ہیں در حقیقت قرآن کے منکر ہیں، اس سلسلے میں ہم نے اپنی کتاب ''فضائل علم،، میں کافی لکھ دیا ہے اور دیگر حضرات نے بھی منکرین حدیث کی تردید میں متعدد کتابیں لکھی ہیں، جو ضخیم بھی ہیں اور مختصر بھی، لہذا یہاں اس بحث کو طول دینے کی ضرورت نہیں۔

لکھنے والوں نے پردہ پر بہت کچھ لکھا ہے اور سبھی کی کوششیں قابل قدر اور لائق تحسین ہیں، میرے اس رسالہ میں اگر کچھ بھی ندرت نہ معلوم ہو تب بھی ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور نافع ومفید ہوگا، اس کتاب کا نام ''فصل الخطاب فی احکام الحجاب،، المعروف بہ ''شرعی پردہ،، تجویز کرتا ہوں، ناظرین سے درخواست ہیکہ احقر کو اپنی مقبول دعاؤں میں فراموش نہ فرمائیں۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْراً كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ. آمین. العبد الضعیف محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ اواخر صفر سنہ ۱۳۸۱ھ

(۳۹) مصیبتوں کا علاج

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قدیم تصنیف کردہ کتابوں میں سے ایک اہم کتاب ہے یہ اب سے تقریباً پچاس سال پہلے کلکتہ کے زمانۂ قیام میں تحریر کی تھی، چھوٹے سائز کی ایک سو ساٹھ سے کچھ زائد صفحات ہیں، اس کے اندر قرآن وحدیث کی روشنی میں موجودہ مصائب کے حقیقی اسباب اور ان کا واقعی علاج لکھا گیا ہے، کتاب میں اولاً وہ اسباب ذکر کئے گئے ہیں جو امت پر بُرے حالات کا سبب ہیں جس میں بالعموم گناہ ومعاصی کا بیان ہے، اس کے بعد اُن اعمال کو پیش کیا ہے جو اعمال صالحہ کہلاتے ہیں اور جن کے کرنے سے دنیاوی مصائب وپریشانیاں ختم ہوتی ہیں، کتاب کی ترتیب میں قرآن کریم وحدیث نبوی شریف کو ماخذ بنا کر ضروری تشریحات وتفصیلات اور حالات کا تجزیہ نہایت ہی ناصحانہ ومشفقانہ انداز میں کیا ہے، اور مسلمانوں کو اپنے مصائب کا علاج کتاب وسنت اور اعمال صالحہ سے کرنے کا قیمتی مشورہ دیا ہے، کتاب کے آغاز میں چند صفحات کا مقدمہ بھی ہے جس کو ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد! عالم کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے قبضہ وقدرت میں ہے، اس آسمان سے بغیر اذن خداوندی کسی انسان کو کوئی آفت نہیں پہنچ سکتی، اور نہ یہ زمین اپنی پشت پر چلنے پھرنے والی کسی جان کو کوئی تکلیف دے سکتی ہے، بغیر حکمِ الٰہی نہ بجلی کوند سکتی ہے، نہ اولے برس

سکتے ہیں، نہ تلوار کو گھاؤ لگانے کی طاقت ہے، نہ آگ کو جلانے کی ہمت، نہ ہوا کو اڑانے کی جرات، جب تک قادر مطلق کا حکم نہ ہو، نہ پانی بہا کر لے جا سکتا ہے، نہ قحط سالی رونما ہو سکتی ہے، نہ فقر و افلاس اور خوف و ہراس اور بدامنی کا ظہور ہو سکتا ہے، اور نہ شر و فساد کی آگ بھڑک سکتی ہے، غرض یہ کہ عالم کی کوئی چیز رب العالمین کے چاہے بغیر ظہور میں نہیں آسکتی، نہ کسی کو مصیبت پہنچ سکتی ہے نہ راحت نصیب ہو سکتی ہے۔

خدائے لطیف و کریم رؤف و رحیم کے بندے جب اپنے آقا کی اطاعت اور فرماں برداری کرتے ہیں تو وہ اپنے فضل محض سے بندوں پر رحم فرماتا ہے، اور زمین و آسمان کی برکتیں کھول دیتا ہے، قتل و غارت، خوف و ہراس فقر و افلاس کو ہٹا کر امن و چین کی زندگی عنایت فرماتا ہے، آخرت میں جو طاعت گزاری کے اجور و انعامات ملیں گے وہ تو ملنے ضرور ہیں، مگر نیک اعمال کا صلہ دنیا میں بھی ملتا ہے، اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا﴾ (سورۃ النور: ۵۵)

ترجمہ: تم میں سے جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں، ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ زمین میں ان کو خلافت عطا فرمائے گا جیسا کہ اُن سے پہلے لوگوں کو عطا فرمائی تھی، اور جس دین کو اللہ نے ان کیلئے پسند کیا ہے (یعنی اسلام) اس کو ان کے لئے قوت دے گا، اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو امن سے بدل دے گا۔

سورۂ اعراف میں گذشتہ چند قوموں کی بربادی کا ذکر فرما کر ارشاد ہے۔ ﴿وَلَوْ أَنَّ

اَهْلَ الْقُرٰى آمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝ (سورۂ اعراف: ۹۶)

اگران بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور (ہم سے) ڈرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے، لیکن انھوں نے (پیغمبروں) کو جھٹلایا، لہٰذا ہم نے ان کے (برے) اعمال کی وجہ سے پکڑ لیا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ جب آخر زمانہ میں حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام نازل ہوں گے تو دجال اور یاجوج ماجوج کے ختم ہونے کے بعد زمین کو (اللہ جل شانہ کی طرف سے) خطاب ہوگا، کہ اپنے پھل اُگا دے، اور اپنی برکت واپس کردے، یعنی باہر نکال دے، چنانچہ زمین کی برکتیں باہر آجائیں گی، اور ایک انار سے ایک جماعت کا پیٹ بھر جائے گا، اور ایک جماعت انار کے چھلکے کی چھتری بنا کر جا سکے گے، (پھر فرمایا کہ) دودھ میں بھی برکت دیدی جائے گی حتی کہ ایک اونٹ کا دودھ لوگوں کی بہت بڑی جماعت کیلئے اور ایک گائے کا دودھ ایک قبیلہ کے لئے اور ایک بکری کا دودھ چھوٹے قبیلہ کے لئے کافی ہوگا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی اکرم نے ارشاد فرمایا:

تمہارے رب نے فرمایا کہ اگر میرے بندے میری فرماں برداری کرتے تو میں (صرف) رات کو بارش برساتا اور دن کو (برابر) سورج طلوع کیا کرتا اور ان کو کڑک کی آواز نہ سناتا۔ (رواہ احمد)

اور اگر خدا کی مخلوق اپنے خالق ومالک کی نافرمانی کرتی رہے، اور اس کی نعمتوں کو

استعمال کر کے ناشکری پر تلی رہے، تو خداوند عالم جس کے قبضہ میں ہر چیز ہے، اور جس کی صفت عزیز ذوانتقام اور الجبار، المتکبر، اور الواحد القہار ہے، اپنی مخلوق کو متنبہ فرماتا ہے، اور آفات ومصائب کے شکنجے میں جکڑ دیتا ہے۔ سورۂ انبیاء میں ارشاد فرمایا

:﴿وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّأَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْماً آخَرِيْنَ﴾

(سورۃ الأنبیاء:۱۱)

اور ہم نے بہت سی بستیوں کو توڑ ڈالا جو ظالم تھیں اور پیدا کر دیئے ہم نے دوسرے لوگ ان کے بعد سورۂ طلاق میں فرمایا ہے۔

﴿وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَاباً شَدِيْداً وَعَذَّبْنَاهَا عَذَاباً نُكْرًا فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عٰقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْراً﴾

(سورۃ الطلاق:۸)

اور بہت سی بستیاں بڑھ چلیں اپنے پروردگار اور اس کے رسولوں کے حکم سے، تو ہم نے ان سے حساب لیا سخت حساب، اور اُن پر ان دیکھی آفت ڈال دی، سو اُن بستیوں نے اپنے کیئے کا وبال چکھ لیا، اور ان کا انجام نقصان ہوا۔

سورۂ حج میں فرمایا: ﴿فَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَا هَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَّشِيْدٍ﴾ (سورۂ حج:۴۵)

پس بہت سی بستیاں ہیں کہ ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور وہ ظلم کرنے والی تھیں، سو اب وہ گری پڑی ہیں اپنی چھتوں پر اور کتنے کنویں بے کار پڑے ہیں، اور کتنے پکّے محل (ویران) ہیں۔

قرآنِ حکیم نے پچھلی امتوں کی ہلاکت و بربادی کے واقعات جابجا بطور تذکیر و تنبیہ بیان فرمائے ہیں، کوئی زمین میں دھنسا دیا گیا اور کوئی امت غرقِ دریا ہوئی، کسی پر آسمان سے پتھر برسے، کسی کو چیخ نے ہلاک کیا، کسی پر پانی کا طوفان آیا، کسی کو آندھی نے برباد کیا، دیدۂ بصیرت رکھنے والوں کے لئے یہ قصے عبرت کے لئے کافی ہیں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ۔ بلاشبہ انسان گناہ کرنے کی وجہ سے رزق سے محروم ہوجاتا ہے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چند وصیتیں فرمائیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔ **إياك و المعصية فإن بالمعصية حل سخط الله.** (مشکوۃ) گناہ سے بچ، کیونکہ گناہ کی وجہ سے اللہ کی ناراضگی کا نزول ہوجاتا ہے۔

آج کل جس قدر انسانوں کی بداعمالیاں بڑھتی جاتی ہیں، اسی قدر مصیبتیں بھی بڑھ رہی ہیں، کسی جماعت یا فرد سے مصیبتیں رفع نہیں ہوں گی، بلکہ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرنے اور اس کی جناب میں عاجزی کے ساتھ گڑگڑانے کی ضرورت ہے۔

جو قوم اس وقت بھی اللہ کی نافرمانی سے باز نہ آئے، اور اس کی نصیحتوں پر عمل نہ کرے، مال و دولت پر اتراتی رہے، اس کو یقین کر لینا چاہیئے کہ وہ اپنی مصیبتوں اور آفتوں کے بڑھانے کا اور اپنی تباہی و بربادی کا پورا پورا سامان کر رہی ہے، سورۂ انعام میں ارشاد ہے

﴿فَلَوْلَا إِذْ جَآءَهُمْ بَأْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ، فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ

كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى إِذَا فَرِحُوْا بِمَا أُوْتُوْا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُوْنَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا .. ﴾ (سورۂ انعام:۴۴)

ترجمہ: پھر کیوں نہ گڑگڑائے جب اُن پر ہمارا عذاب آیا، لیکن سخت ہو گئے ان کے دل، اور بھلے کر دکھائے شیطان نے ان کے کرتوت، پس جب وہ نصیحت بھول گئے، جو ان کو کی گئی تھی تو ہم نے ان پر کھول دیئے ہر چیز کے دروازے یہاں تک کہ جب وہ دی ہوئی نعمتوں پر اترانے لگے تو ہم نے ان کو یکا یک پکڑ لیا پس اُس وقت وہ ناامید رہ گئے، پس جڑ کاٹ دی گئی ان ظالموں کی۔ (یعنی ان کو ختم کر دیا گیا)۔

ان آیات میں تنبیہ کی گئی ہے کہ مجرم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے متنبہ کیا جائے تو اس کو فوراً خدا کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے، اگر اس نے سخت دلی اختیار کی اور شیطان کے بہکانے سکھانے میں آ گیا تو سخت پکڑ کی جائے گی، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ مال و دولت، رزق و روزی کثرت سے ملنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو نہ بھولنا چاہیئے، اور گناہ کرتے ہوئے دولت و نعمت مل جائے تو اس کو مقبولیت کی دلیل نہ سمجھا جائے، بلکہ اچانک گرفت کا پیش خیمہ سمجھنا چاہیئے، راحت ہو یا مصیبت ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا ضروری ہے۔

حضرت عبادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ جب کسی قوم کو بڑھانا چاہتے ہیں تو اس میں میانہ روی اور عفت پیدا فرماتے ہیں، اور جب کسی قوم کو ختم کرنا مقصود ہوتا ہے تو اس میں خیانت کا دروازہ کھل جاتا ہے، پھر جب وہ اپنی اس حرکت پر خوب خوش ہونے لگتے ہیں، تو یک لخت ان پر عذاب مسلط

ہو جاتا ہے، یہ فرما کر آیت بالا پڑھی۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جس پر وسعت کی جائے اور وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ میری ہلاکت کا پیش خیمہ ہے وہ سمجھدار نہیں ہے، اور جس پر تنگی ہو اور وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ میرے لئے حق تعالیٰ شانہ کی طرف رجوع کرنے کے لئے مہلت ہے وہ سمجھ دار نہیں۔

الحاصل مصائب و آلام انسانوں کے اپنے اعمال بد کے نتائج اور ثمرات ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ بندے کے جسم میں جو بھی کوئی معمولی سا زخم آ جائے، یا اس سے کم یا زیادہ کوئی تکلیف پہنچ جائے تو وہ صرف گناہ کی وجہ سے پہنچتی ہے، اور جو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں وہ بہت زیادہ ہے، (یعنی ہر گناہ کے بدلے تکلیف نہیں پہنچائی جاتی، اکثر گناہ تو معاف ہو جاتے ہیں، یہ جو کچھ مصیبتوں کے پہاڑ دیکھتے ہیں، بعض گناہوں کی وجہ سے ہیں) پھر رسول اکرم نے (اپنی بات کی تائید میں) یہ تلاوت فرمائی، ﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ﴾ (ترمذی) یعنی جو بھی کوئی مصیبت تم کو پہنچتی ہے تو وہ تمہارے اعمال کے سبب ہے، اور اکثر بہت سے گناہوں کو تو معاف ہی فرما دیتے ہیں۔

اس تمہید سے (جو آیات و احادیث سے مشحون و مملو ہے) واضح طور پر معلوم ہوا کہ اس دنیا کا فساد اور اہل دنیا کے آلام و مصائب اللہ پاک کی نافرمانی کی وجہ سے ہیں، اگر اللہ کے بندے اپنے پروردگار کی طاعت و فرمانبرداری میں لگ جائیں تو حالات بدل جائیں گے، اور امن و چین، آرام و راحت، رفعت و عزت، نعمت

و دولت سے مالا مال ہوں گے، غرض یہ کہ قاعدہ کلیہ ہے کہ اس دنیا کا بناؤ اور بگاڑ خالق و مالک کی فرماں برداری اور نافرمانی میں مضمر ہے، یہ قاعدہ کلیہ بے شمار آیات و احادیث میں صراحتاً یا اشارۃً مذکور ہے، بہت سی احادیث میں جزئی طریقہ پر بعض اعمال سیئہ کی مخصوص سزائیں اور بعض اعمال صالحہ کے خصوصی ثمرات مذکور ہوئے ہیں، رسالہ ہذا اسی قسم کی احادیث پر مشتمل ہے، اس سلسلہ میں بڑی تتبع و تلاش کے بعد چالیس احادیث مع ترجمہ و تشریح درج کی گئی ہیں۔

ان احادیث میں اول وہ احادیث شریفہ درج کی ہیں جن میں عذابوں اور بلاؤں کے اسباب بتائے گئے ہیں، ایسی احادیث کی تعداد بیس (۲۰) ہے، پھر سترہ احادیث کریمہ وہ جمع کی ہیں جن میں مصیبتوں کے طریقہ علاج اور اعمال صالحہ کے خصوصی ثمرات مذکور ہیں، بعض احادیث شریفہ میں مصیبت کا سبب، اور اس کا دفعیہ دونوں مذکور ہیں، اپنی ناقص سمجھ کے مطابق ایسی احادیث میں سے بعض کو سلسلہ ا۔ میں اور بعض کو سلسلہ (۲) میں لکھ دیا ہے۔

دنیوی مصائب مومن بندہ کے لئے اس اعتبار سے رحمت بن جاتی ہیں، کہ ان سے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے، اس سلسلہ میں اگر کچھ نہ لکھا جاتا تو موضوع کتاب تشنہ رہ جاتا، لہذا اسی امر کی تشریح و توضیح سے متعلق آخر میں تین حدیثیں لکھ کر چہل حدیث پوری کر دی ہے۔

۱۳ رسال قبل یہ رسالہ ہذا دو تین مرتبہ شائع ہوا، اور تقسیم ہند کے بعد جو حوادث فاجعہ رونما ہوئے تھے، اُن سے متاثر ہو کر لکھا گیا تھا، اُس وقت یہ رسالہ بہت مختصر تھا، اور احادیث کے محض تراجم تھے، اور احوال و اعمال کی تفصیلات بہت کم تھیں، قلبی تقاضا ہوا کہ احادیث کی اصل عبارات اور مزید تشریحات و تفصیلات کے

ساتھ شائع ہو، لیکن دیگر کتب کی تالیف اور تعلیم و تبلیغ کی مصروفیت مانع رہی، آج کل کچھ فرصت پائی تو جدید ترتیب کا لباس پہنانے کا دیرینہ خواب پورا کیا۔

احقر کو اپنی خصوصی دعاؤں میں ضرور یاد فرمائیں۔ وما توفیقی إلا بالله علیه توکلت وإلیه انیب، ربنا تقبل منا إنك انت السمیع العلیم. وتب علینا إنك انت التواب الرحیم.

محتاج رحمت لامتناہی

محمد عاشق الٰہی بلندشہری عفا اللہ عنہ وعافاہ کلکتہ جمادی الأول سنہ ۱۳۸۰ھ

(۴۰) بریلوی علماء ومشائخ کے لئے لمحہ فکریہ

حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کو اللہ تعالیٰ نے زورِ قلم خوب عطا فرمایا تھا کہ جہاں کوئی فتنہ سر اُبھارتا یا کسی جگہ کے بارے میں معلوم ہوتا کہ وہاں پر کوئی نیا فتنہ یا باطل فرقہ زور پکڑ رہا ہے فوراً اس کی سرکوبی کے لئے مضمون لکھتے، کتاب تحریر کرتے، اُس علاقہ کے علماء اور اہل مدارس کو خطوط لکھتے، ایسے علاقے کے لوگوں سے رابطہ کر کے بلا خوف لومۃ لائم حق گوئی کا فریضہ انجام دیتے، اور اس سلسلہ میں کسی کی پرواہ نہ کرتے، باطل فرقوں کی تردید پر والد صاحب رحمہ اللہ کی کئی کتابیں ہیں، جن میں سے ایک کتاب کا نام ہے" بریلوی علماء ومشائخ کے لئے لمحہ فکریہ،، یہ کتاب آج سے تقریباً ۲۰ سال پہلے کی تالیف ہے، اس میں حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے بڑے ہی ناصحانہ انداز میں بریلوی مکتب فکر کے لوگوں کو دعوتِ فکر دی ہے کہ ذرا آخرت کو سامنے رکھ کر اپنے احوال پر غور کرو، اور دین حق اور اہل سنت والجماعت کا مسلک اختیار کرو، اپنی الگ سے ایک اینٹ کی مسجد نہ بناؤ، کتاب کی ضخامت چھوٹے سائز کی ۹۶ صفحات پر مشتمل

ہے، آغازِ کتاب میں ایک جامع مقدمہ بھی ہے ہم افادیت کے پیش نظر اس کو نذر قارئین کر رہے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد! ہندوستان و پاکستان میں مسلمانوں کی ایک جماعت اکابر دیوبند سے عقیدت رکھتی ہے، اور اس عقیدت وانتساب کی وجہ سے ان کو دیوبندی کہا جاتا ہے، مسلک دیوبند کوئی جدید مسلک نہیں ہے، بلکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق عقائد رکھنا اور سلف صالحین کے مسلک کے مطابق قرآن کریم کی تفسیر اور حدیث شریف کی تشریح کرنا اور غیر منصوص مسائل میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرنا، اور شریعت وطریقت کا جامع ہونا (طریقت شریعت ہی کا حصہ ہے)، بس یہی دیوبندیت ہے، اکابر دیوبند چونکہ حضرت شاہ محمد اسحاق اور حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہما کے شاگرد ہیں اور دو حضرات کے واسطہ سے ان کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تلمذ ہے، اس لئے ان حضرات کی سند حدیث شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک اور پھر ان سے لے کر کتب حدیث کے مولفین تک پہنچی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے افراد بہت سے تو ہندوستان ہی میں وفات پا گئے، اور چند حضرات حجازِ مقدس کو ہجرت فرما گئے، پھر وہاں آخر عمر تک حدیث کی خدمت کر کے جنت المعلی یا جنت البقیع میں آرام کی نیند سو گئے، ان حضرات کے وصال کے بعد اہل علم حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے

حاصل کردہ علوم کو مدرسہ عربی دیوبند میں لے کر بیٹھ گئے، (یہ مدرسہ بعد میں دارالعلوم دیوبند کے نام سے مشہور ہوا ہے، اور اب تک اسی نام سے مشہور ہے).

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خاندان سے صرف علوم ہی نہیں ملے، بلکہ علم کے ساتھ اخلاص اور اعمال صالحہ اور استقامت اور انابت الی اللہ اور حق گوئی اور بے باکی بھی ورثہ میں ملی، نیز فسق وفجور اور شرک وبدعت سے نفرت اور دشمنان دین سے عداوت بھی ان کا امتیازی وصف رہا، اور اب بھی ہے۔

انھوں نے مدرسہ مذکورہ کو صرف علم کا ہی گہوارہ نہیں بنایا بلکہ عمل، حق گو، مخلص، جری علماء بنانے کی کوشش کی، اور ان کی مساعی جمیلہ سے ہزاروں علماء پیدا ہو گئے، جنھوں نے حق گوئی اور جرءات وبہادری کو اپنا شیوہ بنایا اور انھوں نے باطل فرقوں کی سرکوبی کی۔

انہوں نے گمراہی سے عامۃ المسلمین کو محفوظ رکھا اور شرک وبدعت کی تردید کی، رسوم جاہلیت جو ہندوؤں سے لے کر شادی اور غمی میں مسلمان نے اپنے رواج اور سماج میں داخل کر لی تھیں ان پر متنبہ کیا، اور مسلمانوں کو بتایا کہ ان چیزوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، ان کو چھوڑ دو، اور سنت نبویہ (علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ) کا اتباع کرو۔

جو لوگ بدعتوں سے مانوس..اور شرکیہ افعال میں مبتلا تھے ان کو حضرات علمائے دیوبند کی تقریریں اور تحریریں پسند نہ آئیں، اتباع سنت کی دعوت ان کو ناگوار معلوم ہوئی، اور بدعتوں کی تردید اچھی نہ لگی، اس لئے اکابر علماء دیوبند کے مخالف ہو گئے، بدعتیں تو پہلے بھی تھیں لیکن جناب احمد رضا خان اکابر دیوبند کی مخالفت میں بہت زیادہ آگے بڑھ گئے، جو شخص کوئی بھی دعوت لے کر بڑھتا ہے وہ اپنے مزاج کے لوگوں کا پیشوا بن

جاتا ہے ، اسی وجہ سے اہل بدعت نے جناب احمد رضا خاں کو اپنا قائد بنالیا اور چونکہ احمد رضان خاں صاحب بانس بریلی کے رہنے والے تھے، اس لئے تمام اہل بدعت بریلی کی طرف منسوب ہوگئے ،اوران کا مسلک ’’بریلویت،، کے نام سے معروف ہوگیا، اس طرح سے ہندوستان میں ایک مسلک دیوبند کا اور دوسرا مسلک بریلی سے انتساب رہنے والوں کا مشہور ہوگیا۔

جناب احمد رضان صاحب نے اتنا ہی نہیں کیا کہ بدعتوں کو اور اہل بدعت کو تقویت پہنچائی بلکہ اکابر دیوبند کو کافر کہہ کر دونوں جماعتوں میں اتنا بعد کردیا کہ کبھی مل کر بیٹھ ہی نہیں سکتے۔

اگر مل بیٹھنے کے مواقع ہوتے تو ناممکن تھا کہ اہل بدعت اکابر دیوبند کی دلیلیں سن کر (جو وہ کتاب وسنت میں اور فقہ حنفی سے دیتے ہیں) کبھی بدعات سے توبہ کر لیتے ،اب تو ہوتا یہ ہے کہ کسی محلّہ میں مسلمان برسوں سے مل جل کر رہتے ہیں ،اور اکٹھے ہوکر محلّہ کی مسجد میں باجماعت نمازیں پڑھتے ہیں ، اور بریلویت کے انتساب اور احمد رضا خاں کی تقلید سے ان کے ذہن خالی ہوتے ہیں ، اس مسجد میں کوئی شخص غالی بریلوی پہنچ گیا اوراس نے جناب احمد رضا خان صاحب کی تقلید میں کفر کی مشین چلانی شروع کردی ، دیوبندیوں کو کافر کہا ، اور بدعتیوں کو ....واجب قرار دیا ، بس محلّہ میں تفرقہ شروع ہوگیا ، ایک ہی خاندان کے افراد آپس میں لڑ پڑتے ہیں اور جو مسجد بڑی بڑی جماعتوں سے آباد تھی جس کے نمازی آپس میں شیر وشکر تھے ، میل ومحبت کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے ، وہ مسجد دنگا فساد کا مرکز بن جاتی ہے ، بریلویوں سے جب

کہا جاتا ہے کہ تم بدعتوں میں مبتلا ہو تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے اپنے اعمال کا ثبوت دینے کے بجائے بدعت حسنہ کہہ کر اپنی بدعتوں کو مزید پختگی کے ساتھ پکڑ لیتے ہیں، اور ان میں جو مقرر ہیں وہ نہایت پوچ اور لچر باتیں کرتے ہیں، جن کو دلیل میں پیش کرتے ہیں، بدعتوں میں لگنے اور ان کی تبلیغ کرنے کے علاوہ ان کے مقررین کو کوئی کام نہیں، شادی غمی، اور محرم وشب براءت اور صفر اور ربیع الاول، ربیع الآخر کے مواقع پر اور عرسوں میں جو معاصی اور منکرات ہوتے ہیں ان کو معصیت جانتے ہوئے بھی یہ لوگ ان کے خلاف نہیں بولتے، جتنی رسوم جاہلیت اور بدعات وخرافات عوام میں رائج ہیں سب کو بدعت حسنہ بنا دیا گیا ہے، ان مقرروں کے نزدیک بس یہی ایک کام دین کا رہ گیا ہے کہ دیوبندیوں کو کافر کہیں اور عوام کو ان سے دور رہنےکی تلقین کریں، اور بدعتوں کو خالص دینی کام بتائیں، اور عوام کو بدعتوں پر جمائیں۔

اللہ رب العزت تعالیٰ شانہ کا احسان ہے کہ اس نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ بریلوی علماء اور مشائخ سے خطاب کروں، اور ان سے درخواست کروں کہ للہ فی اللہ اخلاص اور خوف وخشیت اور فکر آخرت کو سامنے رکھ کر غور کریں کہ جس راہ پر چل رہے ہیں اور عوام کو چلا رہے ہیں کیا یہ کتاب وسنت اور فقہ حنفی کے مطابق ہے، اور کیا ان چند مسائل .... کے علاوہ جنہیں بریلوی عوام نے دین سمجھ کر اپنا رکھا ہے تمہارے خیال میں دین کا اور کوئی کام نہیں ہے؟ اور عرسوں، قبروں اور شادی غمی اور تعزیہ داری اور دیگر مواقع پر جو فسق وفجور کے مظاہرے ہوتے ہیں کیا

عوام کوان پر متنبہ کرنا علماء ومشائخ کی ذمہ داری نہیں ہے، اور جو نئے حالات اور نئے معاملات اور حوادث ونوازل اور احکام ومسائل پیش آرہے ہیں کیا ان کے جواز او رعدم جواز کے بارے میں غور کر کے عامۃ المسلمین کو فیصلہ شرعی بتانے کی ضرورت نہیں ہے؟

ظاہر ہے کہ منکرات وفواحش اور رسوم جاہلیت کے خلاف زبردست آواز بلند کرنے کی ضرورت ہے، قبروں، عرسوں، تعزیہ کے مواقع میں جو شرک ہوتا ہے، اور جو خلاف شرع کام ہوتے ہیں، نمازیں ضائع کی جاتی ہیں، ڈھول باجے بجتے ہیں، ہارمونیم پر اشعار پڑھے جاتے ہیں، ان کے بارے میں خوب واضح الفاظ میں عوام کو بتانے کی ضرورت ہے کہ یہ امور شریعت کے خلاف ہیں، چونکہ ان سب چیزوں سے دیوبندی منع کرتے ہیں اس لئے یہ چیزیں بریلویت کا شعار بن گئیں ہیں، بریلویوں کا دعوی ہے کہ ہم اہل سنت ہیں، لہذا یہ چیزیں اہل سنت کے اعمال میں شامل ہیں، بریلوی علماء ومشائخ ان کیخلاف نہیں بولتے، اور نہ صرف یہ کہ بولتے نہیں بلکہ بہت سے مواقع میں شریک بھی ہوجاتے ہیں، اس لئے اپنے عوام کے سامنے اظہار حق سے بھی عاجز رہتے ہیں، اور اس بات سے ڈرتے ہیں کہ جیسے ہی ان کے خلاف کچھ کہا فوراً وہابی بنادیئے جائیں گے اس طرح عوام سے کٹ کر رہ جائیں گے (اور عوام سے کٹ جانے کا نتیجہ جو ہوگا اسکو وہ خود ہی سمجھتے ہیں)

جناب احمد رضا خاں صاحب کی تقلید میں بریلوی علماء ومشائخ اکابر دیوبند کو کافر کہتے ہیں اور یہ کبھی نہیں سوچتے کہ یوم آخرت کی پیشی کا مراقبہ کرتے ہوئے اکابر دیوبند کی ان عبارتوں کو سامنے رکھ کر ہم بھی غور کریں، جن کی وجہ سے فاضل بریلوی نے ان

حضرات کو کافر کہا ہے، فاضل بریلوی کوئی معصوم انسان نہیں تھے، ان کی تقلید کہاں سے فرض ہوگئی، غور کرنے کی بات ہے، کہ اگر یہ لوگ عند اللہ کافر نہ ہوں تو احمد رضا خاں کے فتوائے تکفیر کی تقلید میں کافر کہتے چلے جانا کہاں تک درست ہے؟ کیا آخرت میں یہ جواب کام دے سکتا ہے کہ ہم فاضل بریلوی کی تقلید میں کافر کہتے رہے، اور ان کو اس قدر معصوم مان لیا تھا، کہ وہ ہر طرح کی خطا اور جذبات نفس سے بالکل مبرا تھے؟

میں نے اپنے اس رسالہ میں بریلوی علماء ومشائخ کو فکرمند بنانے کی کوشش کی ہے کوئی بحث ومناظرہ اور مجادلہ مقصود نہیں ہے، سب کو مرنا ہے، قبر میں رہنا ہے، آخرت کی پیشی سامنے ہے، جاہ ومال کو سامنے نہ رکھیں، یوم الحساب کا دھیان کریں، طالب دنیا نہ بنیں جو کچھ قول وفعل، تحریر وتقریر ہو سب اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے اور جنت میں اکرام وانعام حاصل ہونے کے لئے ہو، عوام سے نہ دبیں، اللہ تعالیٰ سے ڈریں، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو جو آنحضرت نے چند وصیتیں فرمائی تھیں، اُن میں سے ایک یہ تھی کہ ''علیك بتقوی اللہ فإنه ازین لأمرك کله''، اسی پر میں اپنا دیباچہ ختم کررہا ہوں. وباللہ التوفیق وھو خیر عون وخیر رفیق.

العبد الفقیر محمد عاشق الٰہی بلندشہری عفا اللہ عنہ وعافاہ

یکم ربیع الاول ۱۴۰۸ھ المدینۃ المنورۃ

(۴۱) حقوق الوالدین

بندہ پر دو حق ہیں ایک حق اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کا حق اور دوسرے حقوق العباد

یعنی بندوں کا حق، دونوں کی ادائے گی ضروری ہے، حق اللہ کی ادائے کی کمی پر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے چاہیں تو معاف فرمادیں گے مگر حق العباد کا مسئلہ سخت ہے جب تک بندہ ہی معاف نہ کرے اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں کرتے، اس لئے حق اللہ کی ترغیب کے ساتھ حق العباد کی فکر ہونی چاہیئے اوراس کے لئے وعظ ونصیحت اور تعلیم وتذکیر کے ذریعہ لوگوں میں فکر پیدا کرنا نہایت ضروری ہے، حقوق العباد سے متعلق حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد مضامین اور کئی کتابیں تحریر ہیں، جن میں سے ایک مشہور کتاب ''حقوق الوالدین''، یہ کتاب چھوٹے سائز کی ایک سو گیارہ صفحات پر مشتمل ہے، جس میں والدین کے حقوق زندگی اور بعد از وفات نہایت تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں، ضمناً اقارب ورشتہ داروں اور صلہ رحمی کی اہمیت اور قطع رحمی ورشتہ ناتوں کو توڑنے سے متعلق وعیدیں اوراس کے نقصانات بھی بیان کئے گئے ہیں، کتاب مذکور اپنے موضوع پر ایک عمدہ تصنیف ہے جس میں تقریباً سو سے کچھ کم عنوانات دے کر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں نہایت سہل وشستہ انداز میں موضوع ''حقوق الوالدین''، کو بیان کیا ہے، کتاب کے آغاز میں ''مولف کی گذارش''، کے عنوان سے والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے پیش لفظ بھی تحریر فرمایا ہے، حمد وصلاۃ کے بعد لکھتے ہیں:

یہ رسالہ احقر نے حضرت مرشدی شیخنا واستاذنا بقیۃ السلف حجۃ الخلف عارف باللہ مولانا الشاہ محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث دامت برکاتہم کے ارشاد پر لکھا ہے جس میں وہ آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ (علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ) مع ترجمہ وتشریح جمع کی

ہیں، جن میں والدین اور دیگر رشتہ داروں کے حقوق اور ان کے اکرام واحترام اور خدمت وفرمان برداری کے فضائل اور نافرمانی وایذارسانی کی وعیدیں مذکور ہیں، پورا رسالہ پانچ فصلوں پر مشتمل ہے......... الخ

کتاب کے آخر میں خاتمہ لکھا ہے جو اولاد کی تادیب وتعلیم کی اہمیت اور رسالہ تعدیل حقوق الوالدین از حضرت تھانویؒ کی تلخیص اور تسہیل پر مشتمل ہے، احقر نے کوشش کی ہیکہ تمام مضامین آسان اور سلیس اردو زبان میں جمع ہوجائیں، کتاب حضرت الشیخ دامت برکاتہم نے بنفس نفیس خود سنی، اور خود ہی طباعت کا انتظام واہتمام فرمایا، ناظرین سے درخواست ہے کہ اس رسالہ کو مقبول عنداللہ وعندالناس ہونے کے لئے اور حضرت الشیخ دامت برکاتہم کے رفعِ درجات کے لئے دعا فرمائیں، اور احقر راقم الحروف اور اس کے والدین اور اساتذہ کی مغفرت کے لئے بھی دعاء کریں، حق تعالیٰ شانہ حضرت الشیخ دامت برکاتہم کا سایہ ہم گناہگاروں پر تادیر قائم رکھے، اور آپ کے فیوض وبرکات سے مستفید ہونے کی توفیق نصیب فرمائے. إنه مجيب الدعوات ومفيض الجود والبركات وبعزته وجلاله تتم الصالحات سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين .

ممتثل امر محتاج رحمت لامتناہی

محمد عاشق الٰہی بلندشہری عفا اللہ عنہ وعافاہ وجعل آخرتہ خیرا من اولاہ

المدینۃ المنورۃ ۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ

(۴۲) فتنہ انکار حدیث اور اس کا پس منظر

گذشتہ صفحات میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے جہاں مسلمانوں کی اصلاح وتذکیر اور وعظ ونصیحت اور دینی رہنمائی کے لئے بہت سی کتابیں تالیف فرمائیں، وہیں بہت سے فتنوں اور بہت سے باطل فرقوں کی سرکوبی کے لئے مضامین اور کتابیں تصنیف کیں، اور احقاق حق اور ابطال باطل کے فریضہ کو خوب انجام دیا، عصر حاضر کے فتنوں میں سے ایک بڑا فتنہ انکارِ حدیث کا بھی ہے جو اصلاً دشمنوں کا تراشیدہ ہے، اور بہت سے ناواقف اور علم سے بے بہرہ مسلمان بھی اس فتنہ کا شکار ہو گئے، حالانکہ انکار حدیث مستلزم ہے انکار قرآن پر جو شخص حدیث کا انکار کرتا ہے وہ دراصل قرآن کا بھی منکر ہے، اس لئے حدیث شریف بھی وحی الٰہی ہے، ہاں فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن کریم کی وحی متلو ہے اور حدیث شریف غیر متلو وحی ہے، حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے اس موضوع پر ایک مختصر مگر جامع رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام ''فتنہ انکارِ حدیث اور اس کا پسِ منظر،، ہے

رسالہ مذکور کے شروع میں مختصر ابتدائیہ ہے جس کو نقل کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی سیدنا و سید الأنبیاء و المرسلین وعلی آلہ و اصحابہ حملۃ الدین المتین وعلی من تبعھم بإحسان إلی یوم الدین .

امابعد!

دورِ حاضر کے فتنوں میں انکار حدیث کا فتنہ بھی سر اٹھائے ہوئے ہے، منکرین حدیث

کی کتابیں اور رسالے امت مسلمہ میں پھیل رہے ہیں، جو لوگ حضرات علمائے حق سے تعلق رکھتے ہیں، ان کی خدمتوں میں حاضر ہوتے ہیں، ان کی تقریریں سنتے ہیں، مجلسوں میں بیٹھتے ہیں، ان پر تو الحمد للہ گمراہیوں کی باتوں کا اثر نہیں ہوتا، لیکن ایک بہت بڑا طبقہ وہ بھی ہے جن کا حضرات علماء کرام کے پاس آنا جانا نہیں، اور ساتھ ہی مطالعہ کرنے کا بھی ذوق ہے، جس کی کتاب ہاتھ لگ جاتی ہے، اس کا مطالعہ کر لیتے ہیں، اہل باطل کی بھی کتابیں پڑھنے سے دریغ نہیں کرتے اور چونکہ ان کی کتابوں کی کاٹ ان کے پاس نہیں ہوتی، اور حقیقت حال سے واقف نہیں ہوتے، غلط اور صحیح میں تمیز نہیں کر سکتے، اس لئے ان کی تحریروں سے متاثر ہو جاتے ہیں، اور شدہ شدہ ان کے حامی بن کر اہل باطل کے گروہ میں شامل ہو جاتے ہیں، ان حالات کے پیش نظر ایک مخلص نے توجہ دلائی کہ ایسے لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے کوئی مختصر سا رسالہ لکھ دیا جائے، جس میں منکرین حدیث کے زیغ و ضلال کی نشاندھی کی جائے اور ان کی تلبیس و تزویر کا پردہ چاک کیا جائے، بناءً علیہ احقر نے دوسرے تالیفی مشاغل روک کر یہ مختصر رسالہ تالیف کیا جو ناظرین کے ہاتھوں میں ہے، اللہ جل شانہ اس کو قبول فرمائے، اور گمراہوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے، جو صاحب بھی اس سے منتفع ہوں احقر کو اور احقر کے مشائخ کو دعاؤں میں یاد فرمائیں **وباللہ التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق وھو علی کل شیء قدیر وبالإجابۃ جدیر**۔

العبد المحتاج إلی رحمت ربہ محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ

(۴۳) کتاب الحج

حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے ربع صدی سے کچھ زائد کا طویل ترین عرصہ مدینہ منورہ میں گزارا ہے، جس میں آپ علماء احناف میں مرجع کی حیثیت رکھتے تھے، فون اور خطوط کے ذریعہ بے شمار استفتاءات اور سوالات کا جواب دیتے رہتے تھے، بالخصوص مسائل حج میں آپ سے حجاج و معتمرین کی تشنگی دور ہوتی تھی، آپ نے اپنے تجربات اور حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ایک کتاب ''کتاب الحج،، کے نام سے ترتیب دی، جو اپنے موضوع پر ایک جامع کتاب ہے، جس میں ایک سوتیس عنوانات کے تحت سیکڑوں مسائل متعلق حج و عمرہ درج کئے ہیں، کتاب کی ضخامت درمیانہ درجہ کی ایک سو اسی سے زائد صفحات پر مشتمل ہے، کتاب کے شروع میں ایک ضروری بات کے تحت والد صاحب نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں:

یہ کتاب اردو زبان میں ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، برما، ایران وافغانستان کے مسلمانوں کے لئے ترتیب دی گئی ہے، جو اردو بولتے اور سمجھتے ہیں، ان علاقوں کے مسلمان چونکہ حنفی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں، اس لئے احکام ومسائل حنفی مذہب کے مطابق لکھے گئے ہیں، علماء کرام درمختار اور ردالمحتار حاشیہ شامی، اور ہدایہ اولین اور فتاوی عالمگیری اور غنیۃ الناسک کی طرف مراجعت فرمائیں۔ احقر مؤلف عفا اللہ عنہ

کتاب کے شروع میں آٹھ صفحات کا ایک مقدمہ بھی تحریر ہے جس میں والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے حج وعمرہ کی غرض وغایت اور ان کی اہمیت، ان کی ادائے گی میں ہونے والی کوتاہیوں پر روشنی ڈالی ہے، اور حج وعمرہ کیلئے آنے والوں کی بے اعتدالیوں پر متنبہ کیا ہے۔

(۴۴) حیلے اور بہانے

اسلامی احکام سے پہلوتہی کرنے والوں کے لئے حضرت والد صاحب رحمۃ

اللہ علیہ نے یہ کتاب ''حیلے اور بہانے'' تالیف فرمائی، جس میں اسلامی احکام اور ان میں سستی و بے عملی کرنے والے لوگ جو حیلے بہانے تراشتے ہیں اور کمزور دلائل دیتے ہیں، اُن کے جواب میں مدلل کتاب ہے، جس میں بتایا ہے کہ یہ حیلے بہانے آخرت میں کام نہ آئیں گے، اس لئے ہر شخص اس کا مطالعہ کر کے اپنی زندگی کو اس آئینہ میں دیکھے اور اصلاح کی ہر ممکن کوشش کرے۔

کتاب مذکور ڈیڑھ سو صفحات سے زائد پر مشتمل ہے جس میں ایک سو تین عنوانات کے تحت بے شمار لوگوں کے حیلے بہانے لکھ کر ان کا تسلی و تشفی بخش جواب دیا ہے، کتاب کی تصنیف میں مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے نُدرت اور اچھوتے طرز کو اختیار کیا ہے، او رمعاشرہ میں پھیلے ہوئے حیلے بہانے جو شریعت اسلامی پر عمل کرنے میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں ان کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ تحریر میں لا کر اُن کا توڑ بیان کیا ہے اور حیلوں بہانوں کے پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیا ہے، کتاب اصلاح معاشرہ کے لئے نہایت نافع وسودمند ہے، اور ہر گھر میں سننے سنانے کے لائق ہے، کتاب کے آغاز میں مصنفؒ نے ایک مختصر دیباچہ بھی تحریر کیا ہے جس کو افادہ کی غرض سے تحریر کیا جاتا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله رب العالمين و الصلاة و السلام
على الصادق الأمين و على آله و اصحابه حماة الدين و من تبعهم
بإحسان إلى يوم الدين ـ

امابعد! اللہ رب العزت تعالیٰ شانہ نے اپنے آخری رسول سیدنا حضرت محمد

کے ذریعہ دین اسلام اپنے بندوں تک پہنچایا، رسول اللہ نے اسلامی عقائد ومسائل نہایت تفصیل کے ساتھ بتائے، قولاً بھی بتایا، اور عملاً بھی کر کے دکھایا، اسلام کا جو بھی عمل جس کسی سے متعلق ہے وہ اس پر عمل کر سکتا ہے جو کام ہو ہی نہیں سکتا اور طاقت سے باہر ہو اس کی تکلیف نہیں دی گئی، احکام میں اس قدر رعایت رکھی گئی ہے کہ کسی بھی طرح کسی حیلہ اور بہانہ کی کسی کے لئے کوئی بھی گنجائش باقی نہیں رہی، ہر مسلمان کو فرائض اور واجبات کا پابند ہونا لازم ہے، از دیاد حسنات اور رفع درجات کے لئے سنن اور مستحبات کے اہتمام کے ساتھ ہر قسم کے صغائر وکبائر (چھوٹے بڑے) گناہوں سے بچنا لازمی امر ہے، لیکن نفس اور شیطان انسان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں شیطان تو کھلا ہوا دشمن ہے اسے یہ کہاں گوارا ہو سکتا ہے کہ انسان آخرت میں نجات پائے اور جنت کی نعمتوں سے مالا مال ہو اور اس کے درجات بلند ہوں وہ تو ہمیشہ انسان کی ریڑھ مارنے کی فکر میں رہتا ہی ہے، لیکن عجیب بات یہ ہے کہ انسان کا نفس (جو اس کا ہر وقت کا ساتھی ہے اور جسے موت کے بعد کی تکلیفوں سے دوچار ہونا ہے یا وہاں کی نعمتوں سے سرفراز ہونا ہے وہ بھی آخرت کے کاموں میں سستی برتتا ہے، اور موت کے بعد آرام ملنے کیلئے محنت سے گریز کرتا ہے جب کہ موت کے بعد اعمال صالحہ کا ثواب ملنے اور گناہوں پر سزا ہونے کا یقین بھی ہے، نفس اور شیطان دونوں انسان کو آخرت میں کام آنے والے اعمال سے روکتے ہیں اور طرح طرح کے حیلے اور بہانے سجھاتے ہیں، جو شخص اپنے ایمان کی مضبوطی سے ان حیلوں اور بہانوں کا دفاع نہیں کرتا، اور عقل کو کام میں لا کر ان کو پسِ پشت نہیں ڈالتا وہ اپنی آخرت کے نقصان اور خسران کا سامان کرتا ہے، ایک عرصہ سے خیال تھا کہ جن حیلوں اور بہانوں

کو عموماً لوگ استعمال کرتے ہیں، اور ان کو اپنی بے عملی اور بے راہی کی دلیل بنا کر زندگی گزراتے ہیں ان کی تردید میں ایک رسالہ لکھوں جس میں یہ بتاؤں کہ شرعاً وعقلاً یہ حیلے آخرت کی جواب دہی سے نہیں بچا سکتے، ان ایام میں کچھ فرصت بھی ملی اور دل پر تقاضا بھی شدید ہوا لہذا نور نظر لخت جگر عزیزم حافظ عبداللہ تسنیم علمہ اللہ علوماً نافعۃ کو لے کر بیٹھ گیا میں املا کراتا گیا اور عزیز موصوف لکھتے رہے، یہاں تک کے چند مجالس میں یہ رسالہ اختتام کو پہنچ گیا، والحمد للہ علی ذلک، رسالہ کا عربی نام ''دفع الحیل ورفع الجدل عن اصحاب الکسل،، اور اردو نام ''اسلامی احکام سے پہلوتہی کرنے والوں کے حیلے اور بہانے،، تجویز کرتا ہوں، ناظرین سے درخواست ہے کہ اسے غور سے پڑھیں مجالس میں سنائیں اور احقر کو اور عزیز موصوف کو اپنی دعاؤں میں یاد فرمائیں. والتوفیق من اللہ الکبیر وھو علی کل شیءٍ قدیر وبالاِ جابۃ جدیر

محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ وعافاہ

المدینۃ المنورۃ یکم رجب ۱۴۰۵ھ

(۴۵) چھ باتیں

حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ زمانہ طالب علمی ہی سے جب آپ مظاہر علوم سہارنپور میں زیر تعلیم تھے، تبلیغی مرکز نظام الدین حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دعوتی کاموں سے نہ صرف یہ کہ مانوس تھے بلکہ گاہ بگاہ چھٹیوں میں دہلی تشریف لے جا کر دعوتی کاموں میں مشغول ہوتے تھے، اور فراغت کے بعد ایک طویل عرصہ تو مرکز نظام الدین ہی میں گزارا، جس میں روز وشب دعوتی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، دعوتی مضامین بھی لکھے کئی دعوتی کتابیں تالیف فرمائیں جن

میں سے چھ باتیں بہت مشہور و معروف کتاب ہے اس کتاب میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغی تحریک کے چھ نمبروں یعنی کلمۂ طیبہ، نماز، علم و ذکر، اکرام مسلم، اخلاص نیت، تفریغ وقت کو آسان اردو زبان میں بیان کیا ہے، جس کا دھیان رکھ کر اگر زندگی گزاری جائے تو ہر انسان خدا کا محبوب بندہ بن سکتا ہے، کتاب مذکور جیبی سائز کے سوا سو صفحات پر مشتمل ہے، ابتدائی کتاب میں حضرت والد صاحبؒ نے ''ابتدائیہ،، بھی تحریر فرمایا ہے، جو درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

امابعد! گزرے ہوئے زمانہ میں سینکڑوں برس سے نیک کاموں کی راہ بتانے اور برے کاموں سے روکنے کا چرچا مسلمانوں سے چھوٹ چکا تھا، اگر کوئی خدا کا بندہ کسی جگہ اس دینی کام میں لگتا تھا تو تنہا ہی لگا رہتا تھا اور کسی جماعتی طریقہ پر یہ کام جاری نہ تھا، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو اللہ نور سے بھر دے، جنھوں نے بستی حضرت نظام الدین اولیاءؒ نئی دہلی میں تبلیغی کام کو جماعتی شان سے شروع فرمایا، اور ان بندوں کو عمل کی راہ بتائی جو قرآن وحدیث میں تبلیغ کا حکم پڑھ کر تعمیل سے اس لئے محروم رہتے تھے کہ اس فریضہ کی ادائے گی کا عملی نقشہ سامنے نہ ہوتا تھا۔

مولانا نے جو تبلیغ کا طریقہ بتایا ہے اُس کا ماحصل یہ ہے کہ چند آدمی مل کر چلیں، جن میں کچھ سکھانے والے ہوں اور کچھ سیکھنے والے ہوں، اور سب کے سب ہر موقع پر دینی احکام پر چل سکیں، اور ان کو دنیا کے کاروبار بددینی میں نہ لگا سکیں۔

تجربہ اس کا گواہ ہے کہ ان اصولوں کے موافق تبلیغی کام میں جان کھپانے سے جن کو

مولانا نے طریق تبلیغ کی روح اور جان بتایا ہے، آخرت کا فکر، خدا کا خوف، مرنے کے بعد کی زندگی کا دھیان جیسے انمول فائدے حاصل ہوتے ہیں، اللہ کو کثرت سے یاد کرنے اور عمدہ سے عمدہ نماز پڑھنے اور آپس میں اسلامی اخلاق استعمال کرنے کے مواقع ملتے ہیں، اور دین سیکھنے اور سکھانے کا درد پیدا ہوتا ہے۔

ان تبلیغی اصولوں کو حضرت مولاناؒ "تبلیغی نمبر" فرمایا کرتے تھے، اور گھر سے نکلنے کے زمانہ میں اِن کا دھیان رکھتے ہوئے زندگی گزارنے کی ہدایت فرمایا کرتے تھے، ان میں یہ چھ نمبر یعنی کلمہ طیبہ، نماز، علم وذکر، اکرام مسلم، اخلاص نیت، تفریغ وقت، تبلیغی کام کی روح اور جان ہیں، اور ساتواں نمبر یعنی ترک لایعنی بطور پرہیز اور شرط کے ہے۔

ان تبلیغی نمبروں کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ذریعہ خدا کے حکموں پر چلنے اور خدا کا فرمان بردار بندہ بننے کی مشق کی جائے اور ان نمبروں کا خلاصہ یہ ہے کہ (۱) کلمہ طیبہ۔ خدا کے حکموں پر عمل کرنے کا جذبہ اور بندگی کا تقاضا پیدا کرنے کے لئے ہے، اور (۲) نماز اس لئے ہے کہ اس کے ذریعہ پوری زندگی میں دینی احکام پر عمل کرنے کی مشق کی جائے (۳) علم اس لئے ہے کہ خدا کے حکم اور ان کی ادائے گی کا طریقہ معلوم ہو اور عمل کی فضیلت اور قیمت کا پتہ چلے، اور نافرمانی کی وعیدیں معلوم ہو جائیں، ذکر اس لئے ہے کہ اس کے ذریعہ بندگی کا جذبہ بڑھے اور خدائے تعالی کی عظمت اور بڑائی کا دھیان بندھ جائے (۴) اکرامِ مسلم۔ بندوں کے ساتھ زندگی گزارنے کے طریقے کا دھیان رکھنے کا نام ہے۔ (۵) اور اخلاص نیت ان سب

چیزوں کو رضائے الٰہی کے لئے کرنے اور عمل سے صرف آخرت مقصود بنانے کے لئے ہے، پھر چونکہ تجربہ بتاتا ہے کہ ان چیزوں کا دھیان رکھنا اور ان کے موافق زندگی گزارنا گھر اور کاروبار کے ماحول میں بہت مشکل ہے اس لئے ان چیزوں کی عملی مشق کی عادت ڈالنے کے لئے (۶) تفریغ وقت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اپنے کام کاج اور گھر اور دوکان اور اپنی محبوب چیزوں اور آرام وراحت کو چھوڑ کر جماعت کے ساتھ جائیں، اور ان نمبروں کی پابندی کرتے ہوئے ان پر عمل کرنے کی فضاء بنائیں اور دوسروں کو بھی انھی نمبروں کی دعوت دیں، اور اس زمانے میں غیر اہم وغیر ضروری اور لایعنی مشغلے سے پرہیز کریں، یہی ترک لایعنی کا حاصل ہے۔

ان اوراق میں عورتوں، بچوں، اور کم پڑھے لکھے اصحاب کی رعایت کرتے ہوئے آسان اور عام فہم زبان میں تبلیغی نمبروں کی مختصر تشریح کی گئی ہے، تاکہ گھر سے نکلنے کے وقت ان کے ذریعہ اُن نمبروں کو ہر مبلغ سنا سکے، اور دوسروں کو پہنچا سکے، مگر یہ واضح رہے کہ عملی قدم اٹھائے بغیر صرف کتاب پڑھنے سے کام سمجھ میں نہیں آسکتا، لہذا سب سے پہلے تمام مسلمانوں کو ہماری دعوت یہ ہے کہ پہلے اس تبلیغی کام میں حصہ لیں اور جب جماعت کے ساتھ باہر جائیں تو اس وقت اس کتاب کے ذریعہ ان نمبروں کا مذاکرہ کریں۔

جن حضرات نے اس کام میں حصہ لیا ہے اور دینی زندگی کا کافی حصہ اس میں خرچ کیا ہے، علاقۂ میوات، ضلع سہارنپور، مرادآباد، میرٹھ، لکھنؤ، اور بالخصوص بستی نظام الدین اولیاءؒ میں موجود ہیں، ان حضرات سے مل کر کام کرنے یہ طریقہ سمجھ میں آسکتا ہے۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدیر ''الفرقان،، لکھنؤ نے اس رسالہ کو حرف بہ حرف دیکھ کر بعض جگہ ترمیم فرمائی ہے ایک ضروری اطلاع جو اہل علم سے متعلق ہے یہ ہے کہ اس رسالہ میں جن حدیثوں کا حوالہ نہیں دیا گیا وہ مشکوۃ شریف سے لی گئیں ہیں۔

محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ

(۴۶) اصلاحی مقالات

کتاب ''اصلاحی مقالات،، یہ حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے اُن مضامین کا مجموعہ ہے جو آپ نے وقتاً فوقتاً ماہناموں اور دینی رسالوں کے لئے لکھے اور اُن میں شائع ہوئے، پھر اُن کو یکجا کر کے کتابی شکل میں طبع کر دیا گیا، یہ کتاب پونے تین سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے، اور سائز درمیانہ ہے، کتاب کے عنوانات کی تعداد ایک سو پچاس ہے جس میں بنیادی مضامین درج ذیل ہیں۔

نیتوں کا جائزہ، ایمان والی زندگی، تزکیہ نفس کی ضرورت، اہل ایمان کے تقاضے، توبہ کی اہمیت وضرورت، آخرت کی فکر، قرآن مجید کا اعجاز، تکبر اور غرور، ذکر اللہ کے فضائل، داڑھی کا شرعی حکم، صلاۃ وسلام کے فضائل، مسنون دعائیں۔

عنوانات کی فہرست سے کتاب کی اہمیت ظاہر ہے کہ کتاب مسلمان کی ضرورت ہے، اور عام فہم زبان میں اصلاحِ معاشرہ کے لئے نافع ہے، کتاب میں

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی پیش لفظ یا مقدمہ موجود نہیں ہے جس سے معلوم نہیں کہ کتاب کی ترتیب کب عمل میں آئی؟ ادارہ تالیفات اشرفیہ کے ناشر حافظ محمد اسحاق صاحب نے البتہ عرض ناشر کے تحت ذکر کیا ہے کہ حضرت مصنف ؒ نے بذات خود ان کو کتاب کا مسودہ تیار کر کے ارسال کیا تھا تاہم اس میں بھی سن و تاریخ درج نہیں ہے، کتاب مطبوع و متداول ہے، اللہ تعالیٰ مصنف ؒ کی اس کتاب کو بھی بقیہ کتابوں کی طرح قبول و نافع بنائے. آمین

(۴۷) فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم

(اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق)

یہ کتاب حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے امر پر ترتیب دی تھی، کتاب میں حضرت شیخ الحدیث کا جامع مقدمہ بھی تحریر ہے، جس میں کتاب کے موضوع پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے اور اس سلسلہ کی ہونے والی کوتاہیوں اور بے اعتدالیوں پر نکیر شدید کی ہے، اور صحابہ کرام ؓ کے بارے میں اہل سنت والجماعت کے مسلک کو واضح کیا ہے، حضرت شیخ الحدیث ؒ اپنے اس مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں ” چونکہ یہ ناکارہ اپنے ضعف اور امراض و اعذار کی وجہ سے بالکل ہی لکھنے پڑھنے سے عاجز ہے اس لئے عزیزم مولوی محمد عاشق الٰہی بلند شہری سلمہ سے اپنی خواہش کا اظہار کیا، اللہ جل شانہ ان کو بہت جزائے خیر عطا فرمائے، چند ہی دنوں میں انھوں نے یہ رسالہ مرتب کر دیا،، کتاب میں بیان کردہ مضامین میں سے ایک مضمون علامہ حافظ ذہبی ؒ کا ہے، دوسرا اہم مضمون حافظ ابن تیمیہ ؒ کا ہے، تیسرا

مضمون حضرت شیخ الحدیث کی کتاب شریعت و طریقت سے ماخوذ ہے، چوتھا مضمون حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا ہے، آخر میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی کتاب حکایات صحابہ سے بھی ایک عمدہ مضمون انتخاب کر کے شامل کتاب ہے، اس کے علاوہ مصنفؒ نے جا بجا اپنی علمی و تحقیقی کاوش سے کتاب کو مزین کیا ہے، کتاب درمیانہ سائز کی ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) صفحات پر مشتمل ہے، اور اپنے موضوع پر ایک عمدہ کتاب ہے جو نہ صرف یہ کہ عوام الناس کے لئے مفید ہے بلکہ طالبان علوم نبوت اور اہل علم کے لئے بھی تسلی بخش اور فائدے مند ہے، کتاب علمی و تحقیقی ہے جو ہر ذی علم کی ضرورت ہے۔

(۴۸) وصیت اور میراث کے احکام

علم فرائض یا علم میراث کے سلسلہ میں مسلمانوں میں بہت زیادہ تغافل پایا جاتا ہے، بلکہ اچھے اچھے دینی گھرانوں میں بھی میراث کے سلسلہ میں کوتاہی ہوتی ہے، اور ترکہ کو شرعی احکام کے مطابق تقسیم نہیں کیا جاتا، یہ علم ایسا ہے جو سب سے پہلے اس دنیا سے اٹھالیا جائے گا، موجودہ زمانہ میں اس کے آثار ہی ہیں کہ وہ علم جس پر بہت کم توجہ ہے، اور جس پر بہت کم پڑھا یا لکھا جاتا ہے وہ یہی علم ہے، کتب خانوں میں بہت کم میراث پر مواد ملتا ہے، حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے اس موضوع پر ایک مختصر اور جامع رسالہ مرتب فرما کر شائع کرایا، یہ درمیانہ سائز کے ۶۳ صفحات پر مشتمل ہے، جس میں والد صاحبؒ نے میراث سے متعلق اہم احکام و مسائل اور اس کی شرعی حیثیت کو آسان زبان میں بیان فرمایا ہے، کتاب کے آغاز میں ایک مقدمہ بھی ہے جس نے

کتاب کی معنویت واہمیت کو دو چند کر دیا ہے، چنانچہ اس مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:
تعجب ہے کہ بہت سے لوگ جو مسلمان ہونے کے دعوی دار ہیں، مالیات کے بارے میں بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا ہیں، مال کے کمانے میں حلال وحرام کا خیال نہیں رکھتے، اور وصیت کے بارے میں بھی اجازت شرعی سے آگے بڑھ کر گناہ کا ارتکاب کر جاتے ہیں، اور میراث کے بارے میں تو دینداری کے مدعی پیر فقیر عالم جاہل عموماً مبتلائے معصیت ہیں، مرنے والا مر جاتا ہے، اور اس کا مال شرعی اصولوں کے مطابق ورثاء میں تقسیم نہیں کیا جاتا، یتیموں اور بیواؤں کے حصے دوسرے ہی لوگ کھا جاتے ہیں، اور مرنے والے کی بیویوں اور بیٹیوں کو میراث کے شرعی حصے نہیں دیئے جاتے، ہاں بدعت کے کاموں میں میراث کے مشترک مال سے خرچ کرتے رہتے ہیں، اجرت پر قرآن مجید پڑھوایا جا رہا ہے، جو حرام ہے، تیجے چالیسویں ہو رہے ہیں، جو بدعت ہیں، اور ان میں ریا کاری بھی مقصود ہوتی ہے، یتیموں بیواؤں کا مال (جو انھیں میراث میں ملا ہے) بدعات اور خرافات میں خرچ کرتے چلے جاتے ہیں، اور شریعت کے مطابق میراث تقسیم کرنے سے جان چراتے ہیں.

مقدمہ کے آخر میں لکھتے ہیں:
چونکہ تقسیم میراث کے بارے میں امت مسلمہ میں بہت زیادہ تغافل پایا جاتا ہے، اور جو خاندان نیک سمجھے جاتے ہیں ان میں بھی میراث تقسیم کرنے کا رواج نہیں ہے، اس لئے حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ نے ایک رسالہ مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے لکھوایا تھا، جس کا مقصد یہ تھا کہ میراث کے بارے میں جو بدعنوانیاں اور شریعت کی خلاف ورزیاں ہوتی ہیں، ان پر تنبیہ کی جائے، رسالہ کا نام ”غصب

المیراث،، تھا، یہ رسالہ چالیس پچاس سال پہلے احقر کی نظر سے گزرا تھا، جی چاہا کہ اسے دوبارہ زیورِ طبع سے آراستہ کرایا جائے اس وقت ایک ہی نسخہ پاس تھا، لیکن جس ناشر کو شائع کرنے کے لئے دیا، اس نے نہ شائع کیا، نہ واپس کیا، دو تین سال قبل ایک طالب علم نے کراچی سے پیغام بھیجا کہ احکامِ شریعت کے مطابق میراث تقسیم کرنے کی تلقین کی جائے اور اس بارے میں جو منکرات اور محظورات کا ارتکاب ہوتا ہے، اس پر متنبہ کیا جائے، بات دل کو لگ گئی لیکن عمل میں دیر لگی، آج کل کچھ فرصت ملی تو رسالہ ہٰذا مرتب کرنے کا موقع مل گیا.........ناظرین سے درخواست ہے کہ اس رسالہ کو خود پڑھیں، مجلسوں میں سنائیں اور جب کبھی کوئی میت ہو جائے تو متعلقین کو شریعت کے مطابق مال تقسیم کرنے پر آمادہ کریں، اللہ جل شانہ ہم سب کے گناہ معاف فرمائے آمین، اور شریعت پر چلنے کے جذبات سے قلوب کو معمور فرمائے.

وما ذٰلک علی اللہ بعزیز وہو علیٰ کل شیءٍ قدیر وبالإجابۃ جدیر.

(۴۹) وحدت اسلامی کے مطالبات

(مسلمانوں کے آپس کے تعلقات قرآن وحدیث کی روشنی میں)

یہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک چھوٹے سائز کی ۵۰ صفحات پر مشتمل کتاب ہے، جسمیں آپ ؒ قرآن کریم وحدیث شریف سے منتخب کر کے وہ نصوص جمع کیئے ہیں جو مسلمانوں کے آپسی اتحاد واتفاق اور ان کے مابین اسلامی وحدت سے متعلق ہیں، آیاتِ قرآنیہ واحادیث نبویہ کے ترجمہ وتشریح کے ساتھ حالات حاضرہ کا خوب تحلیل وتجزیہ کیا ہے اور اُمت مسلمہ کے مابین ہونے والے اختلافات کو فراموش

کر کے محبت و یگانگت اور اخوت و پیار سے رہنے کا درس دیا ہے، چنانچہ کتاب کے آخر میں ''کیا ہم مسلمان ہیں،، کے عنوان سے کتاب کی اہمیت اور جذبہ اخلاص وللّٰہیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، لکھتے ہیں:

آج کل اسلام سے نسبت رکھنے والوں کا عجیب حال ہے، قرآنی نظام نافذ کرنے کے مخالف ہیں، تب بھی مسلمان ہیں، شرعی حدود و قصاص کو ظلم قرار دیتے ہیں، تب بھی مسلمان ہیں، غیر اسلامی نظریات کی تبلیغ کرتے ہیں، پھر بھی مسلمان ہیں، جمہوریت جاہلہ کو اسلامی نظام پر ترجیح دیتے ہیں، پھر بھی مسلمان ہیں، کافرانہ وضع قطع اور شکل وصورت بناتے ہیں، اور رسول اللہ کی سنتوں کا مذاق بناتے ہیں، تب بھی مسلمان ہیں، اور یہ غور نہیں کرتے کہ اللہ کے نزدیک بھی مسلمان ہیں یا نہیں؟؟ قرآن وحدیث کی تصریحات کو سامنے رکھ کر اپنی ذات کو پرکھیں تو سہی کہ ہمارا دعوی مسلمانیت صحیح ہے یا نہیں؟ اسلام کوئی نسلی دین نہیں ہے کہ نسل ونسب کی وجہ سے کوئی شخص مسلمان ہو جائے، باپ دادوں کے مسلمان ہونے سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا، جب تک خود اپنے عقائد قرآن وحدیث کے مطابق نہ ہوں، اس وقت تک مسلمان نہ ہوگا، آخرت کی نجات اصلی اسلام پر موقوف ہے، جو قرآن وحدیث نے بتایا ہے، نسلی مسلمان ہونے اور اسلامی نام رکھنے سے جب کہ عقائد کفریہ ہوں آخرت کی نجات نہ ہوگی۔

''آخری بات،، کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں: یہ چند سطریں اہل ایمان کو فکر مند بنانے دنیا کی فنا اور آخرت کی بقا سمجھانے کے لئے لکھی گئیں ہیں، جو اللہ پر ایمان لا کر اس کے رسول پر ایمان لا کر اپنے کو مسلمان کہتے ہیں، قرآن کریم کو حق مانتے

ہیں، رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پر عمل کرنے کو اپنے ایمان کا جزء سمجھتے ہیں، ہمارے خطاب کا رُخ ایسے ہی لوگوں کی طرف ہے، جو لوگ مسلمان نہیں یا اندر سے کافر ہیں ظاہر میں مسلمان ہیں، قرآن وحدیث کی تعلیمات سے روگردانی کرتے ہیں، اورشیطان وطاغوت کے حکم پر چلتے ہیں، ایسے لوگوں سے ہمارا خطاب نہیں.........آگے لکھتے ہیں:

مسلمانو! ہوش میں آؤ، آپس میں ایک دوسرے کا حق پہچانو، وحدت ایمانیہ پر جیو، کوئی مسلمان کسی مسلمان کو ذراسی تکلیف بھی نہ پہنچائے نسلی امتیازات اور صوبائی اور لسانی عصبیتوں کو دفن کر دیں، اور وحدتِ ایمانیہ کو سامنے رکھ کر صحیح طریقہ پر امت مسلمہ بن کر رہیں، ہر شخص امت کے لئے سوچے، اپنی جان، اپنا صوبہ اپنی کرسی، اپنا عہدہ سامنے رکھ کر نہ سوچے، سب مل کر پوری امت کے لئے سوچیں۔

کتبہ الفقیر / محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ وعافاہ المدینۃ المنورہ ۱۴/۱۰/۱۴۱۰ھ

(۵۰) فضل مبین

(ترجمہ وشرح الحصن الحصین)

حضرت علامہ محمد بن جزری رحمۃ اللہ علیہ آٹھویں نویں صدی ہجری کے ممتاز اور مشہور مؤلفین میں سے گزرے ہیں، آپ کی زیادہ تر تصنیفات تجوید اور قراءت کے فن میں ہیں، آپ تجوید وقراءت کے امام تھے، لیکن علم الحدیث میں بھی آپ کو رسوخ حاصل تھا ، حدیث شریف میں آپ کی سب سے مشہور کتاب ’’الحصن الحصین،، ہے جو بہت مقبول کتابوں میں سے ایک ہے اور ہر زمانہ میں مقبول رہی ہے، اس کتاب کے متعدد حضرات نے تراجم وشروح لکھی ہیں، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس معروف

ومقبول کتاب کا نہ صرف ترجمہ کیا بلکہ ترجمہ وتشریح کے ساتھ تحقیق وتعلیق کا بھی خوب حق ادا کیا، کتاب آج سے تقریباً ۲۸/سال پہلے جس وقت چھپی تھی تو ناشر کتاب مولوی محمد رضی صاحب کو حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے جو خط لکھا وہ درج ہے جس میں شیخ رحؒ نے کتاب کی طباعت پر اپنی مسرت وخوشی کا اظہار فرماتے ہوئے لکھا:

عزیزم مولوی محمد رضی سلمکم اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ، آج کی ڈاک سے آپ کا ارسال فرمودہ ہدیہ یعنی حصن حصین مترجم موصول ہوا، کتاب دیکھ کر بہت ہی زیادہ خوشی ہوئی، آج ہی میں نے اس کا سننا شروع کر دیا ہے، مترجم کا مقدمہ خود مترجم یعنی عزیزم مولوی محمد عاشق الٰہی بلند شہری سے سنا، مترجم کی محنت کو آپ نے شائع کر کے عوام وخواص تک پہنچا دیا، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائے، حسن معنوی کے ساتھ حسن ظاہری سے بھی آپ نے کتاب کو آراستہ کیا، اللہ تعالیٰ آپ کو اور مترجم سلمہ کو خوش رکھے، اور دنیا وآخرت کی نعمتوں سے نوازے، اور کتاب کو مقبولیت عامہ نصیب فرمائے.

والسلام زکریا. مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منورہ

۲۷/ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

کتاب کے شروع میں حضرت والد صاحب رحؒ نے تفصیلی مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے جس کو طوالت کے خوف سے قلم انداز کیا جاتا ہے تاہم اس میں سے سبب تالیف ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے: خطبہ کے بعد تحریر کرتے ہیں:

امابعد! جہاں تک احقر کو یاد ہے سب سے پہلے الحصن الحصین کا نسخہ داعی إلی اللہ

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی قدس سرہ کے کتب خانہ میں دیکھا تھا، احقر اس وقت نوعمر تھا، مظاہر علوم سہارنپور میں پڑھتا تھا، اور تعطیلات کے زمانہ میں مولانا موصوف الصدر کی خدمت میں حاضری دیا کرتا تھا، اس وقت احقر حدیث کا طالب علم بھی نہیں تھا، اور زیادہ سوجھ بوجھ بھی نہ تھی، لیکن الحصن الحصین کو دیکھا تو اس سے خاص قلبی تعلق پیدا ہوگیا، پھر چند سال کے بعد جب احقر حدیث پڑھ چکا تھا، بعض احباب نے روزمرہ کے اوقات اور احوال سے متعلق دعائیں جمع کرنے کی فرمائش کی، احقر نے ان کے فرمانے پر ''مسنون دعائیں،، نامی کتاب لکھی جو الحمد للہ بہت ہی مقبول ہوئی، اس کی تالیف کے لئے ''حصن حصین،، کی بارہا ورق گردانی کرنی پڑی جس سے حصن حصین کی قدر و قیمت اور زیادہ بڑھ گئی، اور اس کی جامعیت کا تفصیلی علم ہوا، پھر تقریباً ۲۵؍سال بعد ''فضائل دعا،، کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جو دس ابواب پر مشتمل ہے، اس کی تالیف کے موقع پر بھی حصن حصین کو سامنے رکھا، اور اس سے استفادہ کیا، حصن حصین کی بارہا ورق گردانی کے باعث جہاں کتاب سے تعلق بڑھتا گیا وہاں اس یقین میں بھی اضافہ ہوتا رہا کہ یہ کتاب عوام وخواص کے لئے بہت ہی زیادہ نافع و مفید ہے، اور یہی وجہ اس کی مقبولیتِ عامہ کی ہے، اس کے بعد خیال ہوا کہ آسان اردو زبان میں حصن حصین کا ترجمہ لکھدوں، لیکن فرصت نہ ملنے کی وجہ سے اس میں تاخیر ہوتی رہی، بالآخر جب اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوئی تو ماہ شوال ۱۳۹۹ھ میں اس کا آغاز ہوگیا اور تقریباً ساڑھے چار ماہ میں پوری کتاب کا ترجمہ اختتام کو پہنچا یہ اللہ جل شانہ کا فضل اور انعام ہے کہ اس نے مجھ سے یہ کام لے لیا، اور درس وغیرہ

کے اشغال کے ساتھ اتنی جلدی یہ ترجمہ ہو گیا، احقر نے چونکہ عوام کی تفہیم کو سامنے رکھا ہے اس لئے لفظی ترجمہ کے بجائے مطلب خیز با محاورہ ترجمہ لکھنے کی کوشش کی ہے اور ضرورت کے مواقع پر جگہ جگہ حواشی بھی لکھ دیئے ہیں اور کہیں کہیں ترجمہ کے درمیان قوسین میں ضروری تشریحات لکھ دی ہیں، جن کی وجہ سے یہ ترجمہ صرف ترجمہ ہی نہیں رہا بلکہ متوسط درجہ کا ایک شرح بن گیا ہے۔ فللہ الحمد۔

(۵۱) انعام الباری فی شرح اشعار البخاری

یہ تقریباً ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل کتاب ہے جو والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے قلم سے وجود میں آئی ہے، کتاب دراصل حدیث شریف کی مشہور و معروف کتاب ''صحیح البخاری،، میں وارد شدہ اشعار کا اردو ترجمہ اور تشریح و تعلیق ہے، جس کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے حکم پر والد صاحبؒ انجام دیا، یہ کتاب اب سے تیس سال قبل کی تصنیف ہے، اور کتاب کے آغاز میں حضرت شیخؒ کے ہاتھ سے لکھی ہوئی تمہید بھی موجود ہے، جس میں حضرت شیخؒ تحریر فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے گذشتہ سال سے عزیزم محترم مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری کو جو دارالعلوم کراچی میں مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ کے مدرسہ میں مدرس حدیث اور مفتی تھے، میری علمی مدد کے لئے مدینہ منورہ بھیجدیا، اللہ جل شانہ کے تو ''لا تعد ولا تحصی،، احسانات اس ناکارہ پر ہمیشہ سے ہیں، گذشتہ سال سے مولانا موصوف میری علمی خواہشات کو پورا کر رہے ہیں،..... اللہ جل شانہ محض اپنے فضل و کرم سے اس کو (ترجمہ اشعار بخاری شریف) قبول بھی فرمائے، اور مولانا محمد عاشق

الٰہی کو دارین میں جزائے خیر بھی عطا فرمائے........الخ

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ''مؤلف کی گذارش،، کے عنوان سے ابتدائیہ بھی مرقوم ہے جس میں آپ نے کتاب سے متعلق نہایت ہی اہم باتیں تحریر کی ہیں، اور کتاب میں اپنے علمی و عملی منہج کو بیان کیا ہے۔

حمد وصلاۃ کے بعد رقمطراز ہیں:

امابعد! حسب حکم سیدی ومرشدی زبدۃ السلف وحجۃ الخلف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی ثم مہاجر مدنی دامت برکاتہم کے ارشاد سے احقر نے صحیح بخاری کے اشعار مع ترجمہ وضروری تشریحات جمع کئے ہیں، اور حضرت والا کی تجویز کے مطابق ''انعام الباری فی شرح اشعار البخاری،، سے اسکو موسوم کیا ہے

.......آگے لکھتے ہیں:

یہ مجموعہ اشعارِ بخاری کی شرح ہی نہیں ہے بلکہ چند غزوات کی تفصیلات اور عبرآموز واقعات اور رفعِ شکوک وشبہات اور بہت سی اہم معلومات کا مجموعہ بھی ہے............

اللہ جل شانہ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے صحیح بخاری کی ایک خدمت مدینہ منورہ میں اس ناچیز سے لے لی، اللہ جل شانہ اسے قبول فرمائے اور احقر کو اور احقر کے والدین اور تمام اساتذہ ومشائخ کو اپنی رحمت ومغفرت سے نوازے، اور حضرت الشیخ دامت برکاتہم کا سایہ متعلقین ومنتسبین پر تادیر قائم رکھے جن کے حکم سے یہ مجموعہ مرتب ہوا۔

اِنہ رب جواد کریم وھو ذوالفضل العظیم.

محمد عاشق الٰہی بلندشہری عفا اللہ عنہ المدینۃ المنورۃ ۱۱/ربیع الاول ۱۳۹۸ھ

(۵۲) کام کی باتیں

یہ کتاب حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مضامین اور بعض ملفوظات کا مجموعہ ہے، کتاب کی ضخامت دوسو صفحات کے قریب ہے، آغازِ کتاب میں استاذ گرامی محترم حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنی دامت برکاتہم کا پیش لفظ ''ضروری گذارش،، کے عنوان سے ہے جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں:

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلندشہری (رحمۃ اللہ علیہ) کی تالیفات معروف ومشہور ہیں، براعظم ایشیا سے بڑھ کر ان کی تصنیفات اور ان کے تراجم کا فیض مشرق ومغرب کے دیگر مناطق میں بھی عام ہورہا ہے، مستقل کتابوں اور رسالوں کے علاوہ ماہنامہ رسائل میں سے بھی شائع ہوتے رہتے ہیں، ماہنامہ ''سلوک واحسان،، کراچی میں بھی آپ کے بہت سے مضامین شائع ہوئے ہیں، ان مضامین کے علاوہ ''کام کی باتیں،، کے عنوان سے بھی آپ کی بہت سی مجلسی باتیں بھی شائع ہوئی ہیں، جن کا سلسلہ کبھی مسلسل کبھی ناغہ ہوکر سلوک واحسان میں جاری رہا، مشورہ سے طے پایا کہ ان کو جمع کر کے ایک کتابچہ کی صورت میں شائع کردیا جائے، مولانا موصوف نے یہ کام اپنے ذمہ لیا سلوک واحسان کے پرچے جمع کئے ان کے فوٹو لئے پھر جہاں تک ہوسکا عنوانات کے ذیل میں مختلف مجلسوں کی باتوں کو جمع کیا، ابھی پہلی جلد مرتب ہوئی ہے اگر کچھ رسالوں کا فوٹو رہ گیا ہو یا نئی باتیں سامنے آئیں تو دوسری جلد بھی ان

شاءاللہ تعالیٰ شائع کردی جائے گی۔

ان شاءاللہ تعالیٰ یہ باتیں اہل ایمان کے لئے مفید ہوں گی، جو صاحب مستفید ہوں مولانا موصوف کو اور ناشرین کو دعاؤں میں یاد فرمائیں۔

محمد یحییٰ مدنی معہد الخلیل الإسلامی بہادرآباد کراچی

۱۵/ذوالقعدہ ۱۴۲۰ھ

(۵۳) تبلیغی اور اصلاحی مضامین

یہ کتاب کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اُن مضامین پر مشتمل ہے جو ہندوپاک کے مختلف جرائد ومجلّات اور ماہنامہ رسائل میں وقتاً فوقتاً چھپتے رہے، بعض احباب کے تقاضہ اور اصرار پر والد صاحبؒ نے ان شائع شدہ مضامین کو از سر نو ترتیب دیکر اور عنوانات لگا کر اور اس پر مزید گہری نظر ڈال کر طباعت کے لئے بھیجدیا، یہ مضامین کئی جلدوں میں ہیں، ہمارے سامنے جو کتاب کی پہلی جلد ہے اس کی ضخامت ساڑھے تین سو صفحات سے زائد کی ہے، کتاب کے شروع میں حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کا پیش لفظ بھی ہے جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں:

ہمارے مخدوم بزرگ حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری جواب ماشاء اللہ مدینہ منورہ ہجرت کی سعادت حاصل کرچکے ہیں، ان بزرگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مخلوق کی نفع رسانی کے لئے چن لیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے جملوں میں برکت عطا فرمائی ہے، ان کی تصانیف اور مضامین عوام وخواص سب کے لئے بہت مفید ثابت ہوئے، اور انہیں بہت قبول عام حاصل ہوا، ان کی بعض کتابیں

یقیناً لاکھوں کی تعداد میں چھپی ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں اخلاص کے ساتھ دین کا درد عطا فرمایا ہے، اس لئے ان کی باتیں دلوں پر اثر انداز ہوتی ہیں، اور یہ ایسا وصف ہے جو بہت کم مصنفین کو نصیب ہوتا ہے۔

ان کی مفصل کتابوں کے علاوہ ان کے بہت سے مضامین مختلف ماہناموں اور ہفت روزوں میں شائع ہوتے رہتے ہیں، جن میں برِّصغیر کے علاوہ دوسرے ملکوں کے رسائل بھی شامل ہیں، یہ مضامین بھی مولانا کے دوسرے مضامین کی طرح مفید ہیں، لیکن ابھی تک کتابی صورت میں سامنے نہیں آئے تھے، اب ان تمام مضامین کو مختلف رسائل سے جمع کر کے مولانا نے ان پر نظرِ ثانی فرمائی اور انھیں از سرِ نو ترتیب دیا، اس طرح متفرق اصلاحی اور تبلیغی مضامین کا یہ گلدستہ تیار ہو کر آپ کے سامنے آرہا ہے ، اور ادارۃ المعارف کراچی کو پہلی بار اس کی اشاعت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے، امید ہے کہ ان شاء اللہ یہ مجموعہ ہر طبقہ کے مسلمان مردوں اور خواتین سب کے لئے یکساں طور پر نافع ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول فرمائے، اس کا فائدہ عام اور تام فرمائے اور ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد تقی عثمانی دار العلوم کراچی

ابا جان رحمہ اللہ اس کتاب کے ابتدائیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

اما بعد ! اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل وانعام ہے کہ اس نے مجھے چھوٹے بڑے دینی رسالے اور اصلاحی و تبلیغی مضامین لکھنے کی توفیق عطا فرمائی، پھر انھیں شرفِ قبولیت بھی عطا فرمایا، یہ رسالے اور مضامین بار بار ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوتے رہتے ہیں،

اور الحمد للہ عوام وخواص میں مقبول ہیں، **ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء**.

میں اس لائق تو نہیں تھا کہ کتابیں لکھوں اور میرے مضامین شائع ہوں لیکن اللہ تعالی شانہ نے مجھ سے یہ کام لے لیا۔

احقر کے مظامین تقریباً پچاس سال سے مختلف جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں، جو دہلی اور کلکتہ کے روزناموں میں بھی شائع ہوئے، لیکن چونکہ ان کے محفوظ رکھنے کا اہتمام نہ تھا اس لئے ان کے ضیاع پر اب کفِ افسوس ملنے کے سوا کچھ حاصل نہیں، البتہ پاکستانی ماہناموں میں جو مضامین ومقالات آئے وہ عموماً محفوظ رہے، خصوصاً ماہنامہ ''البلاغ،، کراچی میں شائع شدہ مضامین تو تقریباً سب ہی محفوظ ہیں، تقریباً تیس سال پہلے جب حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم ہند وپاک ومؤسس دار العلوم کراچی قدس سرہ نے ماہنامہ البلاغ کراچی جاری فرمایا اور اپنے فرزند حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کو اس کی ادارت سپرد فرمائی تو دونوں حضرات نے احقر کو مامور فرمایا کہ خواتین کے لئے اصلاحی مضامین لکھا کروں، امتثالا للأمر ماہ بہ ماہ احقر مذکورہ موضوع پر کچھ نہ کچھ لکھتا رہا، چند سال میں یہ مضامین اچھی خاصی تعداد میں جمع ہو گئے تو مدیر رسالہ مولانا محمد تقی صاحب دامت برکاتہم کے مشورہ سے ان مضامین کو یکجا جمع کیا، اور کچھ حذف واضافہ کے ساتھ نظر ثانی کر کے کتابی صورت میں دار العلوم کراچی سے شائع کر دیا، اس مجموعہ کا نام ''تحفہ خواتین،، عرف مسلم خواتین سے رسول اللہ کی باتیں،، تجویز کیا گیا، الحمد للہ تعالی یہ کتاب بہت زیادہ مقبول ہوئی، ہند وپاک کے متعدد ناشرین اس کو طبع کرتے

رہے، اور ہاتھوں ہاتھ ختم ہو جاتی ہے۔ ﴿وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾

کتاب مذکور شائع ہونے کے بعد اور بہت سے مضامین ماہنامہ ''البلاغ،، کراچی، اور ماہنامہ ''الأشراف،، کراچی، اور ماہنامہ ''احسان وسلوک،، کراچی، اور ماہنامہ ''الخیر،، ملتان، اور ماہنامہ ''النصیحۃ،، پشاور، اور ماہنامہ ''ندائے شاہی،، مرادآباد، اور ماہنامہ ''اذان بلال،، آگرہ، اور ماہنامہ ''ریاض الجنۃ،، جونپور اور سہ ماہی ''المآثر،، مؤ ناتھ بھنجن اور ماہنامہ ''الہلال،، مانجسٹر میں آتے رہتے ہیں، اور الحمد للہ برابر لکھنے کا سلسلہ جاری رہتا ہے فللہ الحمد علی ما انعم واکرم ہمارے بھائی محمد مشتاق صاحب ستی مدیر ادارۃ المعارف کراچی کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ڈالا کہ احقر کے جو مضامین ومقالات مختلف رسائل میں شائع ہوئے ہیں ان کو یکجا کر کے کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے، احقر نے مولانا محمد تقی عثمانی سے مشورہ کیا تو انھوں نے بھی اس رائے کو پسند فرمایا جس پر احقر نے رسائل میں سے اپنے مضامین کا فوٹو لیا، پھر ان پر نظر ثانی کی اور ترتیب کے کام میں لگ گیا، رسائل کی مراجعت کرنے سے اندازہ ہوا کہ یہ کام کئی جلدوں میں مکمل ہوگا، دو جلدیں ہوگئیں، تو بھائی مشتاق صاحب ستی کی خدمت میں بھیجدیں انھوں نے بڑے اہتمام سے ان کی کتابت کرائی اور فکر واہتمام کے ساتھ ان کو شائع کیا، یہ پہلی جلد ناظرین کے سامنے ہے، اور دوسری جلد بھی شائع ہو چکی ہے، اور جمع وترتیب اور اشاعت وطباعت کا سلسلہ برابر جاری ہے اللہ جل شانہ تکمیل کو پہنچائیں۔

اللہ تعالیٰ شانہ احقر کی اور بھائی محمد مشتاق صاحب ستی کی مساعی کو قبول فرمائیں اور میرے والدین اور اساتذہ ومشائخ اور مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے اور حضرت مولانا محمد تقی صاحب دام مجدہم کو مزید علومِ نافعہ اور اعمال صالحہ اور خدماتِ دینیہ سے نوازے. آمین

جو حضرات ان "تبلیغی اور اصلاحی مضامین" سے منتفع ہوں احقر کو اور احقر کے اکابر کو دعاؤں میں یاد فرمائیں. وباللہ التوفیق وھو خیر عون وخیر رفیق .

العبد الفقیر إلی رحمة الله محمد عاشق الٰہی بلندشہری عفا الله عنه وعافاه

وجعل آخرته خیراً من اولاہ المدینۃ المنورۃ ۱۴۱۶/۵/۱۸ھ

(۵۴) سیرت سرورِ کونین

حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر انوار البیان سے فارغ ہونے کے معاً بعد ہی طے کیا تھا کہ سرورِ دو عالم کی سیرتِ مبارکہ پر تفصیلی کتاب لکھوں گا تاہم دوسرے تصنیفی مشاغل کی وجہ سے یہ کام مؤخر ہوتا گیا حتی کہ وفات سے کچھ عرصہ قبل اس کام کو شروع کر دیا تھا اور تقریباً کئی جلدوں کا کام تکمیل کر کے طباعت کے لئے بھیجدیا تھا، اللہ تعالیٰ کی شان کہ آپؒ قبل اس کے کہ کتاب طبع ہو کر آئے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور دارِ فنا سے دار بقاء کو رحلت فرمائی، اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور اعلیٰ علیین میں بلند مقام عطا فرمائے (آمین) اب والد صاحبؒ کی وفات کے بعد اس کتاب کی دو جلدیں شائع ہوئی ہیں جو تقریباً نو سو صفحات پر مشتمل ہیں، امید ہے کہ عنقریب تیسری جلد بھی آ جائے گی جو

معجزات نبویہ (علی صاحبہا الف صلاۃ وسلام) پر مشتمل ہے، اس کا کچھ حصہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود تحریر فرمایا تھا جس کی تکمیل کا بندہ نے بفضل اللہ وتوفیقہ ارادہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس ارادہ کے مطابق تکمیل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین، پہلی جلد کے آغاز میں والد صاحبؒ کے قلم سے ایک مفصل مقدمہ بھی مرقوم ہے جو علمِ سیرت پر مفصل اور مدلل مضمون ہے جس میں سیرت طیبہ کی اہمیت اور اس کی معنویت کو اجاگر کیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ خوب قبول فرمائے اور قیامت تک کے آنے والے اہل ایمان کو اس سے نفع پہنچائے، اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے. آمین یا ارحم الرحمین۔

(۵۵) اِسعاد الطالبین

حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے طلباء کے لیے کئی کتابیں لکھیں جن میں سے بعض کا ذکر عربی تالیفات کے باب میں آئے گا، مثل زاد الطالبین، اور ارشاد الطالبین وغیرہ... اسی طرح کی یہ کتاب ''اِسعاد الطالبین،، بھی تحریر فرمائی یہ وفات سے چند ماہ پیشتر ہی تالیف فرمائی ۲۵ رمحرم الحرام ۱۴۲۲ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے اور ماہ رمضان المبارک (۱۴۲۲ھ) کی ۱۳ رتاریخ کی صبح میں اس دار فانی سے رحلت فرمائی (غفر اللہ لہ وبرد اللہ مضجعہ) یہ کتاب ''زاد،، و ''ارشاد،، سے حجم میں چھوٹی ہے مگر علمی اور فنی کتاب ہے اس کے بارے میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ابتدائیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

.......اب یہ تیسرا رسالہ بنام ''اسعاد الطالبین،، مرتب کیا ہے جو دو بابوں پر مشتمل ہے، پہلے باب میں لغات کی تحقیق اور صرفی معلومات جمع کی ہیں، نحوی اعتبار سے جو اشکال

سامنے آسکتے ہیں، ان کا حل بھی ہے، اسماء وافعال کے معانی اور مآخذ اشتقاق نیز حروف کے طرق استعمال خاص طور سے بیان کئے گئے ہیں، دوسرے باب میں رسم عثمانی اوقاف اور قراءات قرا کے بارے میں ضروری معلومات جمع کی ہیں، آخر میں تعلیم قرآن اور تلاوت قرآن کے بارے میں ضروری ہدایات لکھ کر رسالہ ختم کر دیا ہے..........اللہ تعالیٰ شانہ سے دعا ہے کہ احقر کی اس تالیف کو بھی قبول فرمائے، اور اجر جزیل عطا فرمائے، جو اساتذہ اور تلامذہ مستفید ہوں اپنی دعاؤں میں فراموش نہ کریں۔

والحمد لله العلی الکبیر الرحیم الرحمن واللہ المستعان وعلیه التکلان

العبد الفقیر محمد عاشق الٰہی بلند شہری (برنی)

المدینۃ المنورۃ ۲۵ رمحرم الحرام ۱۴۲۲ھ

(۵۶) ترقی

ترقی کا مفہوم عصر حاضر میں یہ ہے کہ انسان آزاد ہو جائے، کپڑوں سے بھی، دینی بندشوں سے بھی، اخلاق و کردار سے، میل میلاپ اور اختلاط میں بھی، آزادی رائے کی بھی ہو، حریت فکر بھی ہو، جو چاہے کرے، جو چاہے عقیدہ رکھے، نہ اس پر کسی کا حق ہو، نہ اس پر کوئی فرض و واجبات کا بوجھ ہو، حیوان کی طرح وہ اپنی زندگی میں آزاد ہے، نہ حیاء سے اس کو کوئی سروکار، نہ شرم کا پابند، دنیا میں نئے نئے وسائل وجود میں آئیں، نئی نئی ٹیکنالوجی کی ایجاد ہو، ہر شخص اسی میں مگن ہو، وسائل راحت واسباب

عیش وعشرت میں خوب انہماک اور استغراق ہو، فکر دنیا ہی اصل فکر ہو، آخرت کا کوئی تصور ہی نہ ہو یا ہو بھی تو پھسپھسا سا، اور بس یہ سوچ لیا جائے کہ ''آخرت میں جیسا ہوگا دیکھا جائے گا،، گویا سب کچھ دنیا ہی ہے آخرت کا معاملہ کوئی زیادہ اہمیت کا حامل نہیں ہے.........وغیرہ وغیرہ باطل افکار ونظریات آج عموماً انسانوں میں پائے جاتے ہیں اور ہر شخص کی نظر اس مادی ظاہری ترقی پر مرکوز ہے جس میں اختراع وٹیکنالوجی کی چمک دمک اور عیش وعشرت کے اسباب ووسائل زندگی کی کثرت وفراوانی ہی ترقی ہے........

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''ترقی،، میں اس ''مزعومہ ترقی،، کا پوسٹ مارٹم کیا ہے، اور اس کی حقیقت بیان کی ہے، بتایا ہے کہ اصل ترقی کیا ہے، اور یہ دھوکہ والی ترقی کی حقیقت کیا ہے، چنانچہ کتاب کے پیش لفظ میں تحریر فرماتے ہیں:

آج کل ترقی کا تذکرہ تحریروں اور تقریروں میں بہت زیادہ آرہا ہے، اور عموماً سب ہی انسان ترقی کے خواہاں ہیں، اور اس کے دلدادہ بنے ہوئے ہیں، آخری دو تین صدیوں میں دنیاوی چیزوں میں بہت ترقی ہوئی ہے، سائنس کی ایجادات نے انسان کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا ہے، وہ ہواؤں میں اڑنے لگا اور چاند پر پہنچ گیا اور دوسرے سیاروں میں پہنچنے کے لئے تگ ودو میں لگا ہوا ہے، نئی نئی مصنوعات سامنے آرہی ہیں، اور انسان اس سے مستفید ہو رہا ہے فلک بوس عمارتیں بن رہی ہیں، نئے نئے ڈیزائن ہیں، انجینئرنگ کا کمال عروج پر ہے جس سے انسان فائدہ اٹھا رہا ہے، اور الیکٹرونک مصنوعات نے محو حیرت بنا رکھا ہے بلاشبہ یہ مادی ترقی انسان کے منافع

اور مرافق زندگی کے لئے بہت کام کی چیز ہے، مومن و کافر اور نیک و بد سب ہی اس سے فائدہ اٹھارہے ہیں.....

بعض ناواقف جو یہ سمجھتے ہیں کہ نئی ایجادات سے اور ان کے استعمال سے شریعہ اسلامیہ منع کرتی ہے ان کا یہ خیال غلط ہے، شریعت اسلامیہ کے فرائض وواجبات کوادا کرتے ہوئے، اور ممنوعات ومحرمات سے بچتے ہوئے شریعت کے اصول کے مطابق جوشخص کسی نئی یا پرانی ایجاد سے متمتع ہونا چاہے تو اس کے لئے دین اسلام میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔

اب تک جس ترقی کا ذکر ہوا، یہ سب مادی ترقی ہیں، سوال یہ ہے کہ انسان خود کیا ہے کیوں پیدا کیا گیا اور اس کی اپنی ذاتی ترقی کس چیز میں ہے، خود انسان کے اندر انسانیت باقی رہ گئی ہے، اور انسان کو انسانیت میں ترقی حاصل ہوئی ہے یا تنزل ہوا ہے، اس کو دیکھنا چاہیئے اگر تنزل ہوا ہے تو اس نقصان کی تلافی کا کیا طریقہ ہے اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے،............. آگے لکھتے ہیں:

سائنس کی ترقی کوئی انسان کی ترقی نہیں ہے، یہ تو ان چیزوں کی ترقی ہے جو انسانی وجود کے علاوہ ہیں، البتہ یہ انسان کی خادم ہیں، یوں کہہ سکتے ہیں کہ انسان کی خدمت گزار اشیاء کی ترقی ہوگئی، انسان تو اپنے ذاتی حالات میں وہیں ہے جہاں وہ عہد اول سے تھا، آنکھ سے دیکھتا ہے، کان سے سنتا ہے، پاؤں سے چلتا ہے، ہاتھ سے پکڑتا ہے منہ سے کھاتا ہے، فضلہ نکالنے جگہ وہی ہے جو پہلے تھی، پرانے طریقہ پر سوتا ہے اٹھتا ہے، بیٹھتا ہے، پوری زندگی پرانے طریقہ پر ہے، پیدا ہونے کا وہی ایک طریقہ

ہے جو پہلے تھا، باپ کی صلب سے مادہ نکلتا ہے، ماں کے رحم میں جاتا ہے، وہاں استقرار ہوتا ہے چند ماہ بعد جان پڑ جاتی ہے، باہر آتا ہے، دودھ سے پرورش پاتا ہے، آہستہ آہستہ پلتا بڑھتا ہے بچہ ہے، جوان ہے، بوڑھا ہے،.... یہی حالات آج بھی انسان پر گزرتے ہیں، جو پہلے گزرتے تھے، انسان کے اپنے ذاتی حالات میں تو کوئی ترقی نہیں ہوئی البتہ انسانیت کے جو اصل خدوخال اور اوصاف علیہ ہیں ان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے بلند اخلاق اور بلند اوصاف کے اعتبار سے وہ بہت زیادہ گہرے گڑھے ہی میں گر چکا ہے، انسانی اوصاف بلند ہوں اور اخلاق عالیہ سے متصف ہو تو پھر سے انسانیت اپنی جگہ پا سکتی ہے اور اس اعتبار سے کہا جائے گا کہ انسان تنزل کے بعد ترقی کر گیا ہے۔

دورِ حاضر کے انسان نے اخلاق عالیہ تو چھوڑ دیئے اور انسانیت کے تقاضوں کو پسِ پشت ڈال کر ایسے کاموں میں لگ گیا جن میں خالق و مالک کی نافرمانی ہے اور جو انسانی شرافت کے سراسر خلاف ہیں، ان افعال کی وجہ سے وہ انسانیت سے محروم ہو گیا اور سمجھ یہ رہا ہے کہ میں ترقی کر گیا۔

ایک عرصہ سے خیال تھا کہ ترقی کے موضوع پر کوئی رسالہ لکھوں لیکن دیگر مشاغل کی وجہ سے تاخیر ہوتی رہی اب سے ساڑھے تین سال قبل احقر کو آنکھ بنوانے کے لئے مدینہ منورہ کے مستشفی عیون میں داخل ہونا پڑا، وہاں فرصت مل گئی تو رسالہ لکھنا شروع کر دیا اور چند صفحات لکھ لئے، لیکن پھر کام درمیان میں رک گیا، حال ہی میں کتابوں میں دبا ہوا ناقص مسودہ نظر پڑ گیا اور کچھ فرصت بھی مل گئی پورا کرنے کے لئے بیٹھا تو

الحمد للہ ذہن کھل گیا، آیات کریمہ واحادیث شریفہ یاد آتی چلی گئیں، اور چند دن میں رسالہ مکمل ہو گیا، فالحمد للہ ولہ المنۃ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس رسالہ کو نافع بنائے اور مجھے اور قارئین کو عمل کی توفیق عطا فرمائے. وللہ الحمد اولاً وآخراً.

وانا العبد المحتاج الی رحمۃ اللہ محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ المدینۃ المنورہ

۱۰/رجب ۱۴۱۰ھ کتاب ۸۶ صفحات پر مشتمل ہے، اور اپنے موضوع پر ایک اہم کتاب ہے۔

(۵۷) شیاطین سے حفاظت

شیاطین سے حفاظت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مفصل تصنیف ہے جو پونے دوسو صفحات پر مشتمل ہے، کتاب اپنے موضوع پر منفرد نوعیت کی ہے، جس میں حضرت ابا جان ؒ نے شیطان کی حقیقت اور اس کی شیطانیت، اس کے وساوس و بہکاوے اور حیلے ومکر کو بالتفصیل بیان کیا ہے، کس کس طرح وہ انسانوں پر مسلط ہوتا ہے اور ان پر قابو پاتا ہے، اس چیز کو واضح کیا ہے، اور وہ کونسے طریقے ہیں جن کو اپنا کر ایک مسلمان شیطان کے دامِ فریب میں آنے سے بچ سکتا ہے، کتاب کے آغاز میں ''مولف کی گذارش،، کے عنوان سے تفصیلی مقدمہ بھی مرقوم ہے، کتاب میں دیئے گئے اہم عوانات سے کتاب کی اہمیت ومعنویت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے ہم ان اہم عنوانات کو ذیل میں تحریر کرتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت سے ابلیس کی دشمنی کی ابتدا، حضرت آدم وحواء علیہما السلام کو شیطان کا بہکانا اور جنت سے نکلوانا، بنی آدم کو خدائی تنبیہ کہ شیطان کے فتنہ سے ہوشیار رہیں، شیطان کفر اور شرک اور معاصی کو مزین کر کے پیش کرتا ہے، شیاطین کا آسمانی خبریں چرانا، قیامت کے دن شیطان کا بیزاری ظاہر کرنا اور اپنے ماننے والوں کو بیوقوف بنانا، قریش مکہ کی مجلس میں شیطان کی حاضری، غزوۂ بدر کے موقع پر شیطان کی مکاری اور کارستانی، غزوۂ احد میں شیطان کی شرارت، ہر شخص کے قلب پر فرشتہ اور شیطان کا ورود ہوتا ہے، ایمانیات میں شیطان کا وسوسہ ڈالنا، استنجاء کے مقامات پر شیاطین کا حاضر رہنا، عبادات (وضو، نماز، تعداد رکعات قراءت وغیرہ) میں شیطان کا وسوسہ ڈالنا، شیطان رات کو گھروں میں رہنے اور ساتھ کھانا کھانے کی تلاش میں رہتا ہے، جماع کے وقت شیطان سے حفاظت کی دعا، غیر محرم کیساتھ تنہائی میں شیطان کی شرکت، شیطان کی شرارتوں سے محفوظ رہنے کے لئے رات گزارنے کے بارے میں چند نصیحتیں، گھر سے باہر شیطان سے محفوظ رہنے کی دعا، عورت باہر نکلتی ہے تو شیطان تکنے لگتا ہے، سفر میں شیطان کا ساتھ ہونا، میاں بیوی میں جدائی کرادینا شیطان کو سب سے زیادہ محبوب ومرغوب ہے، بدگمانی کے وسوسے ڈالنا شیطان کا کام ہے، چند اعمال وآیات قرآنیہ جن کے ذریعہ سے شیطان سے حفاظت ہوتی ہے، شیطان کو پکڑنے، پچھاڑنے اور مارنے کے واقعات جو آنحضرت سے لے کر صحابہ ؓ وتابعین اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک ہیں۔

(۵۸) موجودہ معاشرہ ایک نظر میں

یہ کتاب کتابچہ کی شکل میں ہے، جامعہ خاتم النبیین کی جانب سے شائع ہوئی ہے، کتاب اگرچہ مختصر ہے مگر والد صاحبؒ نے حالات پر بصیرت والی نظر ڈالی ہے، کتابچہ کے عنوان درج ذیل ہیں: کافروں کی طرف مائل ہونا مؤمن کی شان نہیں، سسرال والے مردوں سے پردہ کی سخت تاکید، نامحرم کے ساتھ تنہائی میں رہنے کی ممانعت، مرد کا مرد سے اور عورت کا عورت سے کتنا پردہ ہے، تالابوں، حوضوں اور کلبوں میں ننگا ہوکر غسل کرنے کی ممانعت، حیا اور ایمان دونوں لازم وملزوم ہیں۔

(۵۹) ذکر اللہ کی کثرت کیجیئے

یہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کے موضوع پر ایک عمدہ کتاب ہے جس کی ضخامت ۱۰۰ صفحات سے زائد ہے، کتاب مذکور میں فضائل دعا، استغفار کی اہمیت وفضیلت، ذکر اللہ کے فضائل اور برکات، آدابِ ذکر آدابِ تلاوت ومختلف اذکار وفضائل بعض سورتوں پر مشتمل بہترین مجموعہ ہے، کتاب کے شروع میں پیش لفظ بھی تحریر ہے جس میں لکھتے ہیں:

امابعد! یہ رسالہ قرآن مجید کے تلاوت اور حفظ قرآن کی فضیلت اور ضرورت پر مشتمل ہے، نیز ذکر اللہ کی کثرت اور تسبیح وتہلیل اور استغفار اور درود شریف کے فضائل وآداب تفصیل کے ساتھ قلمبند کیئے گئے ہیں، آخر میں مؤمن بندوں کے لئے ایک

دستور العمل بھی لکھ دیا گیا ہے، مؤمنین اور مؤمنات غور سے پڑھیں اور عمل کرنے کے لئے اپنے نفسوں کو آمادہ کریں اور دنیاوی مشغولیت سے وقت نکال کر ذکر و تلاوت میں لگیں، اللہ کے ذکر سے کبھی غافل نہ ہوں۔ وباللہ التوفیق وہو المستعان فی کل حین وآن۔

العبد الفقیر محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ

المدینۃ المنورہ ۷؍ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ

(ہمارے پاس جو کتاب ہے وہ زمزم پبلشر کراچی کی طبع شدہ ہے)

☆☆☆

(۶۰) برصغیر میں حدیث کی اشاعت اور علمائے دیوبند کی خدمات حدیث

یہ کتاب مختصر اور جامع ہے جس میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر (ہندو پاک) میں علمائے دیوبند کی خدمات حدیث شریف پر روشنی ڈالی ہے، اور مختصراً اُن کتابوں کا ذکر کیا ہے جو علماء دیوبند نے علم حدیث شریف پر تحریر کی ہیں، جن میں مستقلاً تصانیف بھی ہیں، تعلیقات بھی ہیں، تحقیقات بھی ہیں اور شروح و تراجم بھی ہیں، کتاب اپنے حجم کے اعتبار سے چھوٹی ہے مگر اس موضوع پر نہایت اہم ہے، اور جامعیت رکھتی ہے، اس موضوع پر بندہ کا پی ایچ ڈی کا عربی میں رسالہ بھی مطبوع ہے جس کا نام ہے "**خدمات علماء دیوبند فی علم الحدیث الشریف**"، جس میں اس موضوع کو بالتفصیل بیان کیا ہے، شائقین حضرات کے لئے اس کا مطالعہ مفید ہوگا۔

کتاب مذکور دارالاِشاعت جناح روڈ کراچی سے شائع ہوئی ہے۔

(۶۱) جامع الأخلاق

جامع الأخلاق نامی کتاب (۱۳۶) صفحات پر مشتمل ہے، ہمارے سامنے دار الاشاعت کا طبع شدہ یہ نسخہ ہے، اس کتب میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صاحب خلق عظیم حضرت سیدنا محمد رسول اللہ کے وہ ارشادات جمع کئے ہیں جن میں امت مسلمہ کو اخلاق فاضلہ اختیار کرنے اور اخلاق رذیلہ سے بچنے کا حکم فرمایا ہے، اور اخلاق عالیہ اسلامیہ اختیار کرنے کے دنیاوی واخروی منافع اور فوائد بتائے ہیں اور یہ بتایا ہے کہ مؤمن کی زندگی کے کیا تقاضے ہیں، کتاب کے آغاز میں حضرت ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کا پیش لفظ بھی ہے جس میں حمد وصلاۃ کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

رسالہ ہذا میں احقر نے خلق عظیم خاتم الأنبیاء والمرسلین کے وہ ارشادات جمع کئے ہیں جن میں آپ نے مکارم اخلاق کی تعلیم دی ہے اور امتِ مسلمہ کو ایمانی ذمہ داریوں سے باخبر فرمایا ہے، جو باہمی معاشرت سے متعلق ہیں، بہت سے لوگ نماز روزہ، زکوۃ اور حج کی ادائیگی تو کر لیتے ہیں، لیکن اخلاق میں پستی کا مظاہرہ کرتے ہیں، نمازی تک آپس میں لڑتے ہیں، اور حج میں تو لڑنا ضروری سمجھتے ہیں، نمازی بھائی ہیں، لیکن ایک دوسرے سے بول چال بند ہے، مزاج اکھڑ ہے، نرمی نام کو نہیں، کوئی بیوی کو کھائے جاتا ہے، اور کسی کے لئے بیوی عذاب بنی ہوئی ہے، نہ

بڑوں کا ادب ہے نہ چھوٹوں پر رحم، اموال میں غبن، چوری، ڈکیتی اور لوٹ مار کی کثرت، مار پیٹ کے مظالم، قتل وخون کے مظاہر یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ نام کے مسلمان بنے ہوئے ہیں، صاحب خلق عظیم نے جو اخلاق بتائے ہیں، اور مل جل کر رہنے کے جو طریقے سمجھائے ہیں، ان سے غافل بھی ہیں، اور جاہل بھی، اور جو جانتے ہیں وہ بھی نفس کے بندے بنے ہوئے ہیں، ان حالات میں آرام وسکون سے کیسے رہ سکتے ہیں؟ خود ہی غور کرلیں۔

قربان جائیے نبی اکرم کے جنہوں نے صرف نماز روزہ ہی کی تعلیم نہیں دی، بلکہ اخلاق عالیہ بھی بتائے اور عمل کر کے دکھایا، اور معاشرت کے طریقے بتائے، معیشت کے سلیقے سکھائے، اور تعلیم اخلاق کا کوئی گوشہ مخفی نہیں رکھا، امت مسلمہ پر لازم ہے کہ اپنے نبی کے اخلاق کو اپنائے اور آپ کی تعلیمات پر عمل کر کے دنیا وآخرت کا چین وسکون حاصل کرے، اللہ تعالیٰ اسلامی اخلاق اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز وانا العبد الفقیر

محمد عاشق الٰہی بلندشہری عفا اللہ عنہ

۱۸/ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ بالمدینۃ المنورۃ

کتاب مذکور اسم بامسمی ہے جامع الأخلاق ہے جس میں اخلاق حسنہ کے علاوہ اخلاق رذیلہ بھی بیان کئے ہیں، تاکہ اخلاق حسنہ کو اختیار کیا جائے اور اخلاق رذیلہ سے بچا جائے۔

(۶۲) تحفۃ المسلمین

اباجان رحمۃ اللہ علیہ نے تحفۂ خواتین تصنیف کی تو بہت سے لوگوں نے اس کو صرف خواتین کے لئے خاص سمجھا گویا اس میں مردوں کے نفع کے لئے کچھ نہیں حالانکہ کتاب ''تحفۂ خواتین،، خواتین کے ساتھ ساتھ مرد حضرات کے لئے بھی نافع ہے، چنانچہ ایک صاحب افریقہ سے تشریف لائے اور اباجان ؒ سے عرض کیا کہ تحفۂ خواتین کی طرح کوئی ''ایسی کتاب بھی تصنیف فرمائیں جو عمومی مسلمین کے لئے ہو،، اباجان کا شرح صدر ہوگیا اور آپ نے محنت وجد وجہد کر کے ایک ضخیم کتاب تیار کی جس کا نام ''تحفۃ المسلمین،، تجویز فرمایا، یہ کتاب اسلامی علوم واعمال پر ایک جامع کتاب ہے جس میں اسلامی عقائد، ارکان اسلام، عبادات، معاملات، معاش، معاشرت، اخلاق، آداب، اور ضروری نصائح اور تنبیہات کا بیش بہا خزینہ ہے ۔ اس کتاب کی ضخامت پانچ سو چھیتر (۵۷۶) صفحات ہے، ہمارے سامنے جو نسخہ ہے وہ ادارۃ المعارف سے چھپا ہے۔

کتاب مذکور میں اسلامی عقائد، نماز، روزہ، زکوۃ، حج کے مفصل احکام مذکور ہیں، ذکر وتلاوت اور دعاء کے فضائل، دعا کے آداب، اور مختلف مواقع کی دعائیں درج ہیں، نکاح، طلاق، تجارت، معیشت وغیرہ کے مسائل تفصیل سے لکھے گئے ہیں، اولاد کی دینی تعلیم وتربیت کی اہمیت، اسلامی معاشرہ کی تفصیل اور اس کی ضرورت بتائی گئی ہے ، اسلامی آداب اسلامی اخلاق کی تشریح کرتے ہوئے غیر اسلامی معاشرہ پر بھرپور تبصرہ کیا گیا ہے، آخر کتاب میں توبہ کا طریقہ لکھا گیا ہے، دینی زندگی بنانے کے لئے یہ کتاب بہت جامع ہے، اور ہر مسلم گھر کی ضرورت ہے، سینکڑوں آیاتِ قرآنیہ

واحادیث نبویہ کی تشریح وتوضیح پر مشتمل یہ کتاب ہر اردو داں کے لئے نافع ومفید ہے۔

کتاب کی جامعیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ کتاب میں دئے گئے عنوانات کی تعداد ۵۳۴ پانچ سو چونتیس ہے، جس میں سے اہم ابواب درج کئے جاتے ہیں: نکاح اور طلاق کا بیان اور ان سے متعلق احکام ومسائل، اولاد کی تعلیم وتربیت کا بیان، والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم، اور تمام رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کی تاکید، تجارت کے ضروری احکام اور کسب مال کے بارے میں ضروری ہدایات وتنبیہات، حلال کھانے اور حرام سے پرہیز کرنے کا حکم، حرام کا وبال اور مالِ حرام کی تفصیلات، امانت وخیانت کا بیان، اور مروجہ خیانتوں کی نشاندھی، شراب اور جوئے کی حرمت اور ان کے بارے میں وارد شدہ وعیدوں کا بیان، حقوق العباد کی ادائے گی پر تاکید، اور حقوق ضائع کرنے والوں کے لئے وعید شدید، قسم ونذر کا بیان اور ان کے احکام، اخلاق حسنہ کا مفصل بیان، فضیلت اور تاکید، اسلامی آداب کا بیان، احادیث شریفہ کی روشنی میں گناہوں کی تفصیلی فہرست، گناہوں کے نتائج اور مصائب وآلام کا تذکرہ، بھلائیوں کا حکم دینے اور برائیوں سے روکنے کی اہمیت اور ضرورت، کتاب اصلاح معاشرہ، شادی کی باتیں، کتاب التوبہ، کتاب الوصیۃ، وصیت کی تاکید اور اس کے احکام، کتاب السلوک والاحسان یعنی تزکیہ نفس کی ضرورت واہمیت وغیرہ یہ وہ رئیسی ابواب ہیں جن کے تحت پانچ سو سے زائد ذیلی عنوانات کے تحت یہ کتاب مسلمانوں کے لیے علمی دینی خزانہ ہے جس میں سادہ انداز میں عقائد وعبادات، اخلاق وآداب اور معاملات ومعاشرت اور معیشت نیز ہزاروں روزمرہ کے مسائل

واحکام یکجا کردئے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ قبول عام وتام فرمائے ۔آمین

(۶۳) فتاوی دار العلوم کی ترتیب وتبویب

فتاوی دارالعلوم دیوبند یہ دو جلدوں میں ہے، پہلی جلد کی ضخامت (۸۰۰) آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے جب کہ دوسری جلد کے صفحات ایک ہزار اٹھاسی (۱۰۸۸) ہیں ،اس کو دارالاِشاعت کراچی نے شائع کیا ہے، یہ فتاوی اصلاً تو حضرت مفتی اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ وحضرت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں، لیکن ان کی ترتیب وتبویب کا کام حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بزمانہ کراچی نہایت عرق ریزی سے کیا، فتاوی مذکورہ کے ناشر حضرت مولانا محمد رضی عثمانی مدظلہ ''عرض ناشر،، کے تحت لکھتے ہیں :........اب جدید کتابت کیوقت برادر عزیز مولوی محمد رفیع عثمانی نائب صدر ومفتی دارالعلوم کراچی نے احقر کو مشورہ دیا کہ اب جب کہ اس کی طباعت کا تمام کام اعلی معیار پر کیا جارہا ہے تو اس کی ترتیب جدید بھی از سرِنو یعنی فقہی کتابوں کے اصول پر کرادی جائے، یعنی ایک باب کے مسائل تو پہلے ہی یکجا ہو چکے تھے، اب ہر باب کے تحت فصلیں قائم کی جائیں اور ہر فصل کے مسائل اس میں لکھ دئے جائیں، اوران میں بھی مناسبت سے ترتیب قائم کردی جائے، اس طرح قارئین کو مطلوبہ مسئلہ نکالنا مزید آسان ہوجائے گا، چنانچہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ سے یہ کام دارالعلوم کراچی کے استاذ حدیث اور بہت سی مقبول عام کتابوں کے مصنف

مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب مدظلہ کے سپرد کیا، مولانا مدظلہ نے مولوی اشفاق صاحب ناقل فتاوی کی مدد سے پوری کتاب کی نئی ترتیب بڑی محنت سے مکمل فرمادی۔

(۶۴) جواہر الحدیث

حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی ایک اہم تصنیف جواہر الحدیث کے نام سے مطبوع ومقبول ہے، ہمارے سامنے جو اس وقت نسخہ ہے یہ ''نواز پبلیکیشنز،، دیوبند کا شائع کردہ ہے، اس کی ضخامت (۱۹۰) صفحات ہے، اس میں والد صاحبؒ نے ابتداء کتاب میں ایک ''مؤلف کی گذارش،، کے عنوان سے پیش لفظ بھی تحریر فرمایا ہے جو درج ذیل ہے۔

امابعد! تقریباً چالیس سال پہلے کی بات ہے احقر نے چہل حدیث لکھنے کا سلسلہ شروع کیا تھا، اور گیارہ چہل حدیث اور ایک چہل دعا یعنی چالیس دعائیں جمع کی تھیں، پھر ان کو ''گلشن حدیث،، کے نام سے کتابی شکل میں شائع کردیا تھا، اس کے بعد سے اس کتابچہ کی اشاعت کی نوبت نہ آئی متفرق کتابوں میں اس کے حوالے نظر پڑجاتے تھے، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، مجموعہ مذکورہ کے بعد بہت سی کتابیں لکھنے کی توفیق ہوئی، لیکن اس کی اشاعت کی طرف پختہ عزم وارادہ نہ ہوا۔

ابھی چند ماہ قبل اللہ تعالیٰ شانہ نے دل میں ڈالا کہ یہ مجموعہ شائع ہونا چاہیئے اور شعبان ۱۴۲۰ھ میں شدت کے ساتھ اس کی اشاعت کا احساس ہوا، مجموعہ مذکورہ کو لے کر بیٹھا تو خیال آیا کہ ان میں بعض دیگر عنوانات کی چہل حدیث کا اضافہ کردیا جائے، اور احادیث پر عنوانات بھی لگائے جائیں (گذشتہ اشاعت میں ہر چہل حدیث کے شروع میں صرف ایک ہی عنوان تھا) خیال تھا کہ یہ کام ہفتہ عشرہ میں ہوجائے گا لیکن

کام بڑھتا گیا، نظر ثانی اور ترتیب جدید میں ایک ماہ کے لگ بھگ خرچ ہو گیا۔
اشاعت اولی میں ذیلی عنوانات نہیں تھے، اب ان عنوانات کا بھی اضافہ کر دیا ہے اور اس مجموعہ کا نیا نام ''جواہر الحدیث،، تجویز کرتا ہوں۔
قارئین سے درخواست ہے کہ اس سے خود بھی مستفید ہوں اور اپنے گھروں میں اور بال بچوں میں اس کا درس دیں۔ احقر کو اور احقر کے والدین اور اساتذہ کو دعاؤں میں یاد فرمائیں وباللہ التوفیق وہو خیر عون وخیر رفیق۔

العبد الفقیر
محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ
المدینۃ المنورۃ شوال ١٤٢٠ھ

عربی تالیفات

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عربی زبان میں بعض کتابیں تحریر فرمائیں ہیں، اور بعض عربی کتابوں پر تعلیق وتحشیہ اور ایضاح وتشریح کا کام بھی انجام دیا، مطبوعہ کتابوں میں سے جو ہمیں دستیاب ہو سکیں ان کو ہم یہاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

(٦٥)۔ التسهيل الضروري لمسائل القدوري

قدوری فقہ حنفی کی ایک مشہور ومعروف اور متداول کتاب ہے، اور درسِ نظامی کے متوسطہ درجات میں داخل نصاب ہے، اللہ تعالی نے اس کتاب کو خاص مقبولیت عطا

فرمائی ہے، ایک طویل زمانہ سے کتاب پڑھائی جارہی ہے اور اس کی تشریح وتسہیل پر بہت سے لوگوں نے کام کیا ہے، فقہ حنفی میں مرجع کی حیثیت رکھتی ہے، ابا جان رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب مذکور کو سہل انداز میں بطریقہ سوال وجواب ایک نئے قالب میں منتقل کردیا ہے، کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے اور متعدد مرتبہ شائع ہو چکی ہے، اس تسہیل کے بعد یہ کتاب بہت سی زبانوں میں طبع ہوئی اور بعض ممالک میں بلا قیمت بھی تقسیم ہوئی، یہ کتاب طلباء کیلئے نہایت نافع ہے، کتاب کے شروع میں ابا جان رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر سا ابتدائیہ بھی تحریر فرمایا ہے اور کتاب کے آخر میں امام اعظم حضرت نعمان بن ثابت المعروف بأبی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ اوران کے مشہور تلامذہ کے تراجم ومناقب کا بھی اضافہ کیا ہے، اردو زبان میں اس کو مولانا عبدالغنی طارق صاحب حفظہ اللہ نے منتقل کیا ہے، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ابتدائیہ میں خطبہ کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

یہ کتاب تسہیل الضروری مسائل قدوری کو حل کرنے کے لئے لکھی گئی ہے، اس کے لکھنے میں میں نے سوال وجواب کا طریقہ اختیار کیا تاکہ ابتدائی طالب علم کو جلدی سمجھ میں آجائے، اور آسانی سے حفظ ہوجائے، اور یہی طریقہ ذہن نشین کرنے کیلئے زیادہ بہتر ہے، اور میں نے اس کے مسائل کو خوبصورت دلفریب اور واضح انداز میں ترتیب دیا ہے، اور اسی میں میں نے آسانی اور بہتری سمجھی اگرچہ میں نے بعض مقامات پر صاحبِ قدوری کی ترتیب کے خلاف کیا اور میں نے بعض مسائل کا کتب فقہ سے جو قدوری میں نہ تھے اضافہ کردیا، اسی میں میں نے طالب علموں اور عوام کا زیادہ نفع

محسوس کیا، اور آسانی کا لحاظ کرتے ہوئے میں نے بعض عنوانات کا جو اصل کتاب میں نہ تھے اضافہ کردیا، پس میری یہ کتاب آسان عبارت اور واضح بیان کا مجموعہ ہے اس کا نام میں نے ''التسهيل الضروري لمسائل القدوري''، رکھا آخر میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے، اور اس سے مخلوق کو ایسا نفع پہنچائے جیسا کہ اصل کتاب سے پہنچا۔ والحمد للہ رب العالمین.

(٦٦)۔ مجاني الأثمار من شرح معاني الآثار

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ کتاب ''معانی الآثار''، کی عربی میں شرح تالیف فرمائی جس میں تفصیل واختصار کے درمیان کا اعتدالی طریقہ اور بدیع اسلوب اختیار فرمایا، شرح کے ساتھ کتاب میں آمدہ شدہ احادیث کی تخریج کا عظیم کام بھی انجام دیا، اس شرح میں والد صاحبؒ نے اُس نظریہ کی شدید تردید کہ جو جہلاء علم کا لبادہ اوڑھ کر امام طحاوی پر معترض ہوتے ہیں کہ معانی الآثار میں وہ بہت سی احادیث ہیں جو دوسری کتب حدیث میں نہیں، جبکہ امام طحاویؒ کے علمی مقام اور ان کی حدیثی شان سے کون اہل علم ناواقف ہے ممتاز ترین محدثین میں ان کا شمار ہے، کبار ائمہ حدیث نے ان سے حدیث شریف روایت کی ہے جن میں سے بلاواسطہ صاحب مستدرک امام ابوعبداللہ الحاکم النیساپوری

اور بالواسطہ صاحب معاجم امام طبرانی اور امام بیہقی رحمہم اللہ سرِفہرست ہیں۔

حضرت والد صاحبؒ نے معانی الآثار کی جو روایات کتب صحاح ستہ میں مذکور ہیں، ان کی بھی نشاندھی کی ہے، اسی طرح مؤطا امام مالک، مسند الامام احمد، مسند ابو داود طیالسی، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، سنن کبری للبیہقی، سنن دار قطنی، سنن دارمی، مستدرک حاکم وغیرہ کتب حدیث معروفہ ومتداولہ میں معانی الآثار کی روایات کے شواہد موجود ہیں اس کا بھی تعین کیا اور ان کتب احادیث کی مراجعت فرمائی، اور بڑی ہی محنت وجاں فشانی سے اس علمی کام کو انجام دیا. اللہ تعالیٰ خوب قبول فرمائے اور والد صاحب کے لئے اس صدقہ جاریہ کو عام وتام فرمائے. آمین

(۶۷) العناقيد الغالية من الأسانيد العالية

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عربی تصنیف ہے جس میں آپ نے مشائخ علماء دیوبند کی اسناد کو قلمبند کیا ہے جو مشائخ سے بواسطہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ صحاح ستہ کے محدثین تک پہنچتی ہیں، اس کے ساتھ ہی شبہ قارہ ہندیہ میں علم حدیث شریف کی نشرواشاعت، دار العلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور کی تاسیس اور ان کی علمی دینی اور کتاب وسنت کی عظیم ترین خدمات کے ذکر کے علاوہ ان دونوں اداروں میں تدریسی خدمات انجام دینے والے اساتذہ میں سے بعض مشہور اہل علم وبزرگانِ دین کی زندگیوں پر بھی روشنی ڈالی ہے اور ہندستان وبیرون ہند میں ان کی علمی دینی اصلاحی تبلیغی خدمات اور کارہائے نمایاں کو بیان کیا ہے، حدیث شریف کے رواۃ میں جو رواۃ احناف ہوئے ہیں ان کی نشاندھی کی ہے، اسناد

کے بیان کے ساتھ ہی بہت سے علمی نکات اور علمی فوائد بھی تحریر کئے ہیں جو علم حدیث شریف کے اساتذہ وطلباء کے لئے یکساں مفید ہیں، احادیث شریف کے سلسلہ میں سند کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کے مانند ہے، اس موضوع پر یہ کتاب نہایت اہمیت کی حامل ہے، کتاب کے آغاز میں علمی دینی شخصیت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب مدظلہ العالی کا بیش قیمت مقدمہ ہے، اور والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پیش لفظ بھی تحریر ہے جس میں خطبہ کے بعد لکھتے ہیں:

اپنے رب کا محتاج بندہ محمد عاشق الٰہی برنی وطنا مدنی ہجرتاً اور مظاہری دراستاً عرض کرتا ہے کہ اسناد دین کی ضروری چیزوں میں سے ہے، اگر سند نہ ہوتی تو کوئی بھی شخص جو چاہتا کہتا، اسی لئے علماء نے ہمیشہ سے اپنی اسناد کو ذکر کیا اور اپنے مشائخ کو بیان کیا تا کہ لوگوں کو ان کے علم پر وثوق واطمینان ہو، اور بے سند لوگوں کی قلعی کھل جائے جو دین کے لبادہ میں عوام کو بہکاتے ہیں.........آگے تحریر فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ میں اپنے مشائخ کی سند جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے صحاح ستہ کے محدثین تک پہنچتی ہے کو ایک رسالہ میں مرتب کروں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور تیسیر سے میں نے یہ اوراق ترتیب دیئے ہیں اور علم حدیث شریف کے شائقین کی خدمت میں پیش ہیں، یہ کتاب دس فصلوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل: علم حدیث شریف کی شبہ قارہ ہندیہ (موجودہ ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، سندھ، ملتان اور اس کے آس پاس کے علاقہ) میں نشر واشاعت کا بیان.

دوسری فصل: دار العلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کی تاسیس و بنیاد

تیسری فصل: ان شخصیات کا ذکر جن پر ہمارے زمانہ میں سند کا مدار ہے

چوتھی فصل: اپنے مشائخ کا ذکر جن کا سلسلہ سندی و علمی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تک پہنچتا ہے۔

پانچویں فصل: حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی اسانید کتب احادیث کے مصنفین تک

چھٹی فصل: اسانید سے متعلق بعض اہم معلومات

ساتویں فصل: شیخ محمد عابد انصاری سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی اسناد کا ذکر

آٹھویں فصل: ان احناف رواۃ کا ذکر جو اسناد میں آئے ہیں۔

نویں فصل: کنیتوں اور نسبت والقاب کا ذکر

دسویں فصل: بندہ کی اسانید کا ذکر (یعنی والد ماجد حضرت مفتی محمد عاشق الٰہیؒ)

خاتمہ: اُن علمی و دینی خدمات کا تذکرہ جو علماء دیوبند نے انجام دیں، اور جن کی وجہ سے سارے عالم میں ان کی امتیازی شان ہے۔

کتاب مطبوع اور متداول ہے اس کی ضخامت سوا تین سو صفحات ہے۔

(۶۸) زاد الطالبين من كلام رسول رب العالمين ﷺ

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ درسی عربی تصنیف ہے جس کو مبتدی طلبہ کی استعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے سہل اور نئے اسلوب میں تالیف کی ہے، کتاب میں دو باب ہیں، پہلے باب میں آنحضرت ﷺ کے اقوال مبارکہ سے جوامع الکلم اختیار

کئے ہیں، جو نصیحت و وعظ، اور حسن اخلاق و حسن ادب پر شامل ہیں، ان احادیث مبارکہ کو نحوی عنوانات پر تقسیم کیا گیا ہے تا کہ نحو کی مثالیں احادیث مبارکہ سے یاد کی جائیں، چنانچہ نحوی عنوان دے کر اس کی مثال حدیث شریف سے دی ہے، مثلاً: جملہ اسمیہ، جملہ فعلیہ، امر کے صیغے، نہی کے صیغے، شرط و جزا، مثبت و منفی، افعال ناقصہ .....وغیرہ کی مثالیں احادیث مبارکہ سے دی ہیں، اس پر ایک پنتھ دو کاج والی مثال صادق آتی ہے یعنی نحو پڑھنے کے ساتھ ساتھ بچے احادیث بھی حفظ کرلیں گے، اور بچپن ہی سے ان میں حدیث شریف کا ذوق پیدا ہو جائے گا۔

کتاب کے دوسرے باب میں آنحضرت کے قصے ہیں جو امت کی اصلاح حال اور آخرت کی فکر پیدا کرنے اور دنیا و ما فیہا کی بے ثباتی کی حقیقت ذہن و دماغ میں راسخ کرنے والے ہیں۔

کتاب میں درج شدہ احادیث مبارکہ کے مشکل الفاظ کی شرح بھی کی گئی ہے۔

کتاب مذکور کی تالیف کا سبب یہ رہا کہ ہندو پاک کے مدارس اسلامیہ کے منہج دراسی (کورس) میں ابتدائی طلبہ کیلئے کوئی ایسی کتاب نہ تھی جس میں یہ خوبی ہو کہ وہ کتاب نحو کے قواعد ساتھ ان کی دلیل حدیث شریف سے ہو، اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب تحریر فرمائی، کتاب خوب مقبول ہوئی اور حضرات مشائخ میں سے متعدد ممتاز علماء کرام نے اس کتاب کی مدح و ستائش کی، اِن ستائش کرنے والوں میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا حسین احمد مدنی وحضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہم قابل ذکر ہیں، کتاب مذکور

ہندو پاک اور بنگلہ دیش کے درس نظامی والے مدارس میں داخل نصاب ہے اور ہزار ہا مدارس کے طلبہ اس سے فیضیاب ہورہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو ایسا مقبول فرمایا کہ اس پر متعدد اہل علم نے حواشی لکھے، اور کئی حضرات نے ترجمے کئے جن میں مفتی حبیب الرحمٰن خیر آبادی مفتی دارالعلوم دیوبند کے حواشی، شیخ محمد سلطان ذوق بنگلہ دیش کے حواشی، شیخ محمد ازہر شاہ استاذ جامعہ خیر المدارس ملتان اور شیخ محمد عبداللہ میمنی استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی وغیرہم حضرات کے حواشی مطبوع ومعروف ہیں۔

(۶۹) ارشاد الطالبین من کلام رب العالمین (جل مجدہ)

یہ کتاب بھی حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی درسی کتاب کے طور پر تصنیف کردہ ہے، اور زاد الطالبین کے نہج پر تصنیف کی گئی ہے جس میں ماخذ قرآن پاک کو بنایا ہے، کتاب کے مشتملات اور محتویات نیز کتاب کا سببِ تالیف حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کے آئینہ میں ملاحظہ فرمائیں:

امابعد! احقر کو اس بات کا احساس رہتا تھا کہ ہمارے مدارس میں جو نصاب رائج ہے اس میں حدیث وتفسیر پڑھنے کی نوبت بہت دیر میں آتی ہے، پانچ چھ سال صرف ونحو، بلاغت فقہ، اصول فقہ اور دیگر علوم وفنون پڑھنے کے بعد جلالین شریف اور مشکوۃ شریف شروع کرائی جاتی ہیں، حالانکہ قرآن وحدیث کی تعلیم اصل مقصود ہے جن کی تدریس کا موقع دیر میں آتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو طلبہ بیچ میں تعلیم چھوڑ دیتے ہیں،

وہ بالکل ہی قرآن وحدیث سے محروم رہ جاتے ہیں، اوران کے تین چار سال بالکل ضائع جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ شانہ نے دل میں ڈالا کہ ایک کتاب ایسی لکھنی چاہیئے جس میں احادیث شریفہ جمع کردی جائیں اور یہ کتاب ابتدائی جماعتوں کے نصاب میں داخل ہوجائے۔

الحمد للہ تعالیٰ اس ضرورت کے لئے ’’ زاد الطالبین من کلام رسول رب العالمین) کے نام سے ایک رسالہ مرتب ہوگیا، جو دو بابوں پر مشتمل ہے، پہلے باب میں نحو کے عنوانات قائم کرکے احادیث شریفہ درج کردیں اور دوسرے باب میں احادیث شریفہ سے منتخب کرکے چالیس قصے درج کردیئے، اور یہ بات ملحوظ رہی کہ وہ احادیث جمع کی جائیں جن کا سمجھنا اور یاد کرنا مبتدی طلباء کے لئے آسان ہو، الحمد للہ یہ کتاب بہت زیادہ مقبول ہوئی، مدارس کے ذمہ داروں نے اور اصحاب تدریس نے اس کو درس نظامی کی دوسری یا تیسری جماعت میں داخل کردیا اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے اکابر نے اسے نصاب میں شامل کرکے بہت زیادہ ہمت افزائی فرمائی، اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

زاد الطالبین ۱۳۷۴ھ میں لکھی تھی جب پہلی بار اس کا نسخہ حضرت الاستاذ المکرّم مولانا حیات سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ بانی وشیخ الحدیث الجامعۃ العربیہ حیات العلوم مرادآباد کے پاس پہنچا تو فرمایا کہ اس طرح کا ایک رسالہ ’’زاد الطالبین من کلام رب العالمین،، بھی ہونا چاہیئے، حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کی بات دل کو لگ گئی لیکن اس فرمائش کی تعمیل ۴۵ سال بعد ہوئی، مشاغل بھی سامنے آتے رہے، اور تکاسل بھی اپنا

کام کرتا رہا، چند ماہ قبل حضرت الاستاذ المکرّم رحمۃ اللہ علیہ کی بات یاد آ گئی اور شدت کے ساتھ اس کا احساس ہوا کہ زاد الطالبین کی طرح ایک رسالہ لکھ دینا چاہیئے جو آیات قرآنیہ پر مشتمل ہو، رسالہ لکھنا شروع کیا تو الحمد للہ تین ماہ میں مکمل ہو گیا۔

پورا رسالہ تین ابواب پر مشتمل ہے پہلے باب میں ''علم الصرف،، اور دوسرے باب میں ''علم النحو،، سے متعلق مشقیں کرائیں ہیں......... یہ رسالہ ان شاء اللہ تعالی طلبہ کی علمی ترقی کے ساتھ ساتھ ذہنی تربیت اور قلوب کے تزکیہ کے لئے بھی بہت زیادہ مفید ہوگا، نیز اس سے طلبہ کو قرآن فہمی کا ذوق پیدا ہوگا ،قرآن مجید کا ترجمہ بھی بے تکلف کرنے لگیں گے، اور آگے چل کر تفسیر کی کتابوں کا مطالعہ کرنے اور انکے پڑھنے پڑھانے میں اور تالیف وتصنیف میں معاون ہوگا.............الخ

وانا العبد الفقیر محمد عاشق الٰہی بلندشہری (برنی) عفا اللہ

عنہ وعافاہ المدینۃ المنورہ ۲/۱/۱۴۲۰ھ

(۷) روضة الأحباب مما جاء عن النبی ﷺ من الأدعية و الآداب

یہ کتاب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسنون دعاؤں کے طرز پر عربی تصنیف ہے، البتہ اس کتاب میں دعاؤں کے ساتھ بہت سے آداب زندگی کا بھی اضافہ کیا ہے، اس اعتبار سے یہ کتاب ''مسنون دعائیں،، سے زیادہ جامع وشامل ہے، اس لئے کتاب کی ضخامت درمیانہ صفحات کے ۱۷۵ ہے، کتاب کے آغاز میں حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ بھی ہے جس میں وہ حمد وصلاۃ کے بعد

فرماتے ہیں:

میرے عزیز مولوی محمد عاشق الٰہی البرنی سلمہ اللہ تعالیٰ بالاِ فادات کی بہت سی تصنیفات ہیں، عزیز موصوف نے عنفوان شباب ہی سے کتابیں تالیف کرنا شروع کر دیا تھا، موصوف قرآن وسنت کے حافظ ہیں، متونِ احادیث شریفہ اوراس کی شروحات سے خاص اشتغال رکھتے ہیں، عزیز محترم نے اپنے مدینہ منورہ کے قیام میں ایک کتاب'' روضة الاحباب مما جاء عن النبی ﷺ من الأدعیة و الأداب ''، تالیف کی ہے جو اپنے موضوع پر بہت عمدہ کتاب ہے، اس کتاب میں ایسی دعائیں جمع کردی ہیں جو زندگی کے مختلف شعبہائے حیات سے متعلق ہیں، جس شخص نے ان ادعیہ کا ورد رکھا وہ ان شاء اللہ کثرت ذکر کرنے والوں کے زمرہ میں شامل ہوگا، کتاب میں بیان کئے گیے آداب پر عمل کر کے متبع سنت بن جائے گا، اور دنیا وآخرت کی سرخروئی اس کو نصیب ہوگی، مؤلف موصوف نے احادیث شریفہ مع حوالہ جات تحریر کی ہیں، جہاں ضرورت محسوس کی وہاں احادیث کا حکم بھی محدثین کے کلام کی روشنی میں لکھدیا ہے، یہ کتاب ایسی ہے کہ اس سے کسی مسلمان کا گھر خالی نہ ہونا چاہیئے، نیز مدارس دینیہ اور مکاتب اسلامیہ ومراکز علمیہ کے منہج دراسی (کورس) میں داخل کی جانی چاہیئے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو مسلمان کے لئے نافع بنائے اور مولف کی کاوش ومحنت کو شرف قبولیت عطا فرمائے بلاشبہ اللہ تعالیٰ سننے والے اور قبول فرمانے والے ہیں۔ واللہ المستعان فی کل زمان ومکان محمد زکریا کاندھلوی ثم المہاجر المدنی

المدینۃ المنورۃ ۶ رشعبان ۱۴۰۰ھ

والد صاحب ؒ : نے کتاب کے شروع میں ''کلمۃ المؤلف،، کے عنوان سے ابتدائیہ تحریر فرمایا ہے اس میں کتاب مذکور سے متعلق حمد وصلاۃ کے بعد فرماتے ہیں:

یہ ایسا زمانہ ہے جس میں آخرت سے غفلت ولا پرواہی عام ہو رہی ہے، لوگ لہو ولعب اور واہیات میں مشغول ہیں، معاصی ومنکرات کا دور دورہ ہے، آخرت کی فکرمندی کا فقدان ہے جس کی وجہ سے ضروری ہے کہ علماء وعظ وتذکیر اور تصنیف وتالیف کے ذریعہ عوام کی رہنمائی کرتے رہیں ، اور ان کو آخرت کی تیاری پر ابھارتے رہیں...........

اللہ تعالی کی توفیق سے میں نے بعض کتابیں تالیف کیں جو آخرت پر ابھارنے والی اور انسان کے نفع ونقصان کو عیاں وبیاں کرنے والی ہیں، اور یہ تمام کتابیں کتاب وسنت ہی سے ماخوذ ہیں، اور عوام وخواص میں مقبول ہیں، اسی طرح کا ایک رسالہ یہ بھی تحریر کیا ہے جس میں آنحضرت سے منقول شدہ دعائیں ہیں جن کا تعلق زندگی کے مختلف حالات سے ہے، اسی کے ساتھ زندگی گذارنے کے آداب بھی شامل کتاب کردیئے ہیں یہ بھی حضور اکرم سے ثابت ہیں...............الخ

مسلمانوں سے امید ہے کہ وہ دعائیں خود یاد کریں گے اور اپنے بچوں کو یاد کرائیں گے، اسی طرح یہ اسلامی آداب اپنی معاشرت میں زندہ کریں گے اور اپنی انفرادی واجتماعی زندگی میں ان کو عمل میں لائیں گے، اصل خیر تو اسی میں ہے کہ آنحضرت کی مکمل اتباع اور پیروی کی جائے ، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ میری تمام تالیفات کو قبول فرمائے اور میری میرے والدین ومشائخ کی مغفرت فرما کر جنت

کے اعلیٰ درجات عطا فرمائے. اِنہ بالاِجابۃ جدیر وعلی مایشاء قدیر .

وانا العبد الفقیر اِلی اللہ سبحانہ وتعالیٰ محمد عاشق الٰہی البرنی عفا اللہ عنہ وعافاہ وجعل آخرتہ خیراً من اولاہ .

المدینۃ المنورۃ غرۃ شعبان ۱۴۰۰ھ

(۷۱) وجوب إعفاء اللحية

''داڑھی کا وجوب،، یہ کتاب اردو زبان میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف فرمائی تھی، جو بہت نافع ہوئی اور مقبول ہوئی، کتاب عالم عرب میں بھی مقبول ونافع ہو اس کی فکر حضرت شیخ الحدیث ؒ کو دامنگیر تھی، آپ نے اپنی مشغولیات اور مختلف اعذار کی وجہ سے کتاب کا عربی ترجمہ کرنے کا حکم حضرت والد صاحب ؒ کو دیا، والد صاحب ؒ نے تعمیل حکم میں اس کتاب کو عربی جامہ پہنا دیا جس کے بعد یہ کتاب ''وجوب اِعفاء اللحیۃ،، کے نام سے چھپی اور عالم عرب میں اس کا خوب فیض ہوا، کتاب کے آغاز میں حضرت شیخ الحدیث ؒ کا پیش لفظ بھی مطبوع ہے، کتاب مذکور پر مولانا جمیل احمد صاحب مظاہری نے احادیث شریفہ کی تخریج وتعلیق کا کام انجام دیا، کتاب اپنے موضوع پر منفرد ونفیس ہے، اور اس موضوع پر شاید سب

سے زیادہ مدلل ہے، کتاب کی ضخامت تقریباً ۵۶ صفحات ہے۔

(۷۲) تعلیق علی الفضل المبین فی المسلسل من حدیث النبی الأمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ کتاب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تین رسائل کا مجموعہ ہے جو بزبانِ عربی ہے، اور کتاب کی ضخامت دوسو بارہ صفحات ہے، اس کتاب پر والد صاحب نے تحقیق وتعلیق کا علمی کام انجام دیا ہے، کتاب کے شروع میں مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے جس میں آپؒ حمد وصلاۃ کے بعد لکھتے ہیں:

محدثین کرام نے احادیث مسلسلات پر مستقل بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں، اور سلف سے خلف نے اس کو روایت کیا ہے، چنانچہ شیخ عبدالحی الکتانی رحمہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب ''فہرس الفہارس والأثبات،، میں مسلسلات پر لکھی جانے والی کتابوں کو شمار کیا ہے، جن کی تعداد چالیس تک پہنچتی ہے، جس میں بعض کتابیں مفصل ہیں اور بعض مختصر وموجز.......... آگے چل کر والد صاحب لکھتے ہیں:

مسند ہند ومرکز اسناد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی کا رسالہ بنام'' الفضل المبین من حدیث النبی الأمین ،، معروف ومطبوع تھا، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ؒ کی وفات کے بعد ہمارے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ہر سال ماہ شعبان میں اس کتاب کا مظاہر علوم سہارنپور میں درس دیتے تھے، اس کے علاوہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے دو رسالے'' الدر الثمین فی

مبشرات النبی الأ مین ،، اور ''النوادر من احادیث سید الأ وائل والأ واخر ،، کا درس بھی دیتے تھے، اوراس درس میں حاضر ہونے والے کبار اہل علم ومشائخ وقت کے علاوہ مدارس اسلامیہ کے اساتذہ وطلبہ سیکڑوں کی تعداد میں ہوتے تھے، سنہ ۱۳۶۳ھ میں مجھے اس درس میں حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی اور مجھے حضرت شیخ نے اسی سال ان احادیث مسلسلات کی روایت کی اجازت بھی عنایت فرمائی، پھر مدینہ منورہ میں سنہ ۱۳۹۹ھ میں حضرت شیخ ؒ نے اُن تمام کتب حدیث کی اجازت بھی عنایت فرمائی جن کی اجازت حضرت شیخ کو اپنے مشائخ سے ملی تھی ....آگے لکھتے ہیں:

.میرے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ کے ان تینوں مذکورہ رسالوں پر تحقیق وتعلیق کا کام کروں ،مگر یہ داعیہ موخر ہوتا گیا پھر اللہ تعالی کی توفیق سے میں اس کام میں لگ گیا بہت سی راتیں بیدار رہ کر اوراس موضوع کی کتابوں کی ورق گردانی کر کے یہ تحقیق وتعلیق کا پُر محنت ومشقت کام کیا....... چونکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی مسلسلات میں روایات اور رواۃ پر کوئی کلام نہیں کیا تھا بجز ندرت کے، میں نے اپنی اس تعلیق میں علماء جرح وتعدیل کی روشنی میں روایات اور رجال اسناد پر بھی کام کیا ہے، اور یہ سب اللہ تعالی کی توفیق ہی سے انجام پایا، اولاًوآخراً اسی کے لئے حمد وثنا ہے، اورصلاۃ وسلام ہواس ذات گرامی پر جن کونورِ ہدایت دے کر مبعوث فرمایا گیااور آپ کی آل پر آپ کے اصحاب پر جو روایت ودرایت کے آفتاب وماہتاب اور درخشندہ ستارے تھے۔

كتبه العبد المحتاج إلى رحمة ربه

محمد عاشق الٰہی البرنی عفا اللہ عنہ وعافاہ

المدینۃ المنورۃ ۱۳/۷/۱۴۰۹ھ

(۷۳) تعليق على تبييض الصحيفة

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بڑے اہل علم میں سے ہے، آپ کثیر التصانیف حضرات میں سے ہیں، شریعت اسلامیہ کے بے شمار موضوعات پر آپ کی کتابیں ہیں، اور تحقیق وتدقیق علامہ سیوطی رحمہ اللہ کا خاص وصف ہے، آپ کی ایک کتاب ''تبییض الصحیفہ،، کے نام سے معروف ومشہور ہے، یہ کتاب امام سیوطیؒ نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں لکھی ہے، امام سیوطیؒ اگرچہ شافعی المسلک تھے مگر اللہ والے مخلص ہوتے ہیں اور ان کی باتیں وکتابیں مسلک ومنہج سے آگے بڑھ کر حق گوئی وبے باکی کی علامت ہوتی ہیں، امام موصوفؒ کی یہ کتاب مطبوع ومتداول تھی تاہم ضرورت تھی کہ اس پر نئے سرے سے تحقیق وتعلیق کا کام ہو، ابا جان رحمۃ اللہ علیہ نے عربی زبان ہی میں اس کتاب پر تعلیق وتحقیق کا کام انجام دیا، کتاب کی ضخامت تقریباً ایک سو اٹھاون صفحات ہے، آغاز کتاب میں والد صاحب نے ''مقدمۃ التعلیق،، بھی رقم فرمایا ہے جس میں حمد وصلاۃ کے بعد تحریر فرماتے ہیں: تبییض الصحیفہ مولفہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ (متوفی ۹۱۱ھ) پر جو تعلیق کی ہے وہ قارئین کے سامنے ہے، حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی اس تصنیف میں کبار ائمہ کے وہ اقوال یکجا جمع کر دیئے ہیں جو امام ابوحنیفہؒ کے مناقب میں

ہیں، علامہ سیوطیؒ نے یہ اقوال خطیب کی کتاب ''تاریخ بغداد،، اور ''المتفق والمفترق،، ابن خلکانؒ کی کتاب ''تاریخ ابن خلکان،، ابن عبد البرؒ کی کتاب ''تاریخ العقلاء،، ابو مظفر السمعانیؒ کی کتاب ''کتاب الانتصار،، حافظ جمال الدین المزیؒ کی کتاب ''تہذیب الکمال،، وغیرہ سے جمع کئے ہیں۔ آگے تحریر فرماتے ہیں:

میرے پاس تبییض الصحیفہ کے دو نسخے تھے مگر دونوں ہی میں اغلاط تھیں، بعض جگہ عبارتیں ساقط تھیں، چنانچہ میں نے کتابوں کی مراجعت کی اور اغلاط کو درست کیا، ناقص عبارات کی تکمیل کی، غریب الفاظ کی شرح لکھی، ذیلی عناوین کا اضافہ کیا تاکہ کتاب کے قاری کے لئے آسانی ہو، اس کے علاوہ تعلیق میں بہت سی نافع ومفید اشیاء کا اضافہ کیا، اس کیلئے میں نے محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعیؒ کی کتاب ''عقود الجمان،، اور ابن حجر مکی شافعیؒ کی کتاب'' الخیرات الحسان،، اور حافظ الدین محمد کردیؒ کی کتاب ''مناقب ابی حنیفہ،، وغیرہ کتابوں سے استفادکیا، اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مشائخ اور تلامذہ کا تذکرہ ''تذکرۃ الحفاظ،، اور ''میزان الاعتدال،، للذہبی سے نقل کیا، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی کتب ''تہذیب التہذیب،، اور ''لسان المیزان،، اور ''تعجیل المنفعۃ،، اور ''الإیثار بمعرفۃ الرواۃ والآثار،، اور ابن ابی حاتم الرازیؒ کی کتاب ''الجرح والتعدیل،، اور ابن عدیؒ کی کتاب ''الکامل،، وغیرہ پیش نظر رہیں اور ان سے استفاد کے علاوہ کتب الرجال والسیر کی دیگر کتابوں سے بھی مدد حاصل کی، جس کی وجہ سے یہ تعلیق

اصل کتاب ''تبییض الصحیفہ،، سے بھی حجم میں بڑھ گئی، اور تعلیق میں آنے والی ساری اشیاء ان شاء اللہ نافع ومفید ہوں گی، اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد وثنا سزاوار ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس تعلیق سے بھی خوب نفع پہنچائے۔

جس طرح اصل کتاب سے اس نے نفع پہنچایا، بلاشبہ اللہ تعالی سمیع قریب مجیب وعلیہ توکلت وإلیہ انیب .و کتبہ

محمد عاشق الٰہی البرنی عفا اللہ عنہ وعافاہ

تحریراً بالمدینة المنورة ۴/۷/۱۴۰۸ھ

(۲۴) تعلیق علی الخیرات الحسان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة النعمان

یہ کتاب بزبان عربی علامہ شہاب الدین المعروف بابن حجر ہیثمی مکی شافعی (متوفی ۹۷۴ھ) رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، کتاب کی ضخامت دوسو صفحات سے زائد پر مشتمل ہے، کتاب کے شروع میں حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنا تعلیقی مقدمہ لکھا ہے، جس میں تحریر فرماتے ہیں:

امابعد! اُمت اسلامیہ کے روشن چراغ امام الأئمہ حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت (اللہ اعلی علیین میں ان کے مقامات بلند فرمائے) روایت ودرایت میں بلند پایہ تھے، حفاظ حدیث وآثار میں سے تھے، سنت سے استنباط مسائل پر دسترس تھی، ناسخ منسوخ کا گہرا علم تھا، آپ کی جلالت شان کے معترف نہ صرف کے آپ کے معاصرین تھے بلکہ آج تک آپؒ کی عظمت اور قدر ومنزلت میں علماء رطب اللسان ہیں،

آپ زاہد فی الدنیا اور راغب فی الآخرۃ کی صفت سے متصف تھے، نہایت خاشع اور عبادت کا اہتمام کرنے والے، ورع وتقوی اور خوف وخشیت، انابت الی اللہ آپ کی پہچان تھی، آپ کی منقبت اور مدح وثنا میں اہل سیر وتاریخ نے خوب لکھا ہے، کبار محدثین اور فقہاء نے اپنی تالیفات میں آپ کی عظمت شان کا اعتراف کیا ہے اور مستقل کتابیں آپ کی حیات پر لکھی گئی ہیں، جن کا سلسلہ ابوجعفر طحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) سے لے کر علامہ ابن حجر ہیثمی مکی (متوفی ۹۸۹ھ) تک محیط ہے، اپنی تالیفات میں امام صاحب کی عظمت کا اعتراف کرنے والوں کا سلسلہ خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) سے لے کر مشہور مؤرخ ابوالفلاح عبدالحی بن العماد حنبلی (متوفی ۱۰۸۹ھ) تک چلا آیا ہے، یہ تو عربی زبان کا مسئلہ رہا، عربی کے علاوہ فارسی، ترکی، اردو وغیرہ زبانوں میں بے شمار کتابیں لکھی گئیں اور بے شمار کتابوں میں آپ کی جلالت قدر کا بیان تحریر ہوا، اس کے علاوہ اور بھی بہت سے کبار علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں، (اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا ہی رہے گا ان شاء اللہ)..............

اللہ تعالی کی توفیق سے میں نے علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب ''تبییض الصحیفہ'' پر تعلیق کا کام کیا تھا جو اہل علم نے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور خوب مقبول ہوا، اس کی تکمیل کے بعد دل میں منجانب اللہ یہ بات آئی کہ شیخ شہاب الدین بن حجر ہیثمی مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الخیرات الحسان فی مناقب الإمام الأعظم ابی حنیفۃ النعمان'' کی تعلیق وتحقیق کا کام کروں چنانچہ ہمت کر کے اس کام کو شروع کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس عظیم کام سے فارغ ہو گیا، مراجع ومصادر کو کھنگالا اور نصوص

کو اس کے مرجع تلاش کر کے ذکر کیا، بالعموم مصنف نے مراجع ومصادر ذکر نہیں کئے تھے، میں نے تلاش وجستجو کے بعد نصوص کتاب کے ماخذ ومراجع لکھے .....اللہ تعالی اس تعلیق سے بھی نفع پہنچائے جس طرح اصل کتاب سے اپنی مخلوق کو نفع پہنچایا.

واللہ المستعان وعلیہ التکلان وھو المیسر لکل عسیر وعلی کل شیء قدیر وبالإجابة جدیر .وانا المحتاج الی ربه /محمد عاشق الھی البرنی عفا اللہ عنه وعافاہ وجعل آخرته خیراً من اولاہ

تحریراً فی المدینة المنورة ۸/۹/۱۴۱۱ھ

(۷۵) المواھب الشریفة فی مناقب الإمام أبی حنیفة

رفع اللہ درجاته الملقب به(الدفاع المحکم عن الإمام الأعظم)

یہ ایک مختصر کتابچہ ہے جو صرف تیس صفحات پر مشتمل ہے، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عربی زبان میں تحریر فرمایا ہے، اور مختصر طریقہ پر آپ نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مدح ومنقبت میں علماء کے اقوال، محدثین وفقہاء کرام اور مؤرخین کی اُن آراء کو مختصراً نقل کیا ہے جو حضرت امام صاحب کی قدر ومنزلت میں منقول ہیں اور بہت سی کتابوں میں پھیلے ہوئے ہیں، کتاب گرچہ حجم کے اعتبار سے چھوٹی ہے مگر معنویت کے اعتبار سے بہت بڑی ہے، یہ کتاب مدینہ منورہ سے شائع ہوئی اور خوب مقبول ہوئی۔

(٧٦) انوار الفتاوی

ابا جان رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی کے ایک طویل عرصہ میں فقہ وفتاوی پر کام کیا ، دارالعلوم کراچی کے بارہ سالہ قیام میں ابتدا کے چند سال چھوڑ کر بقیہ سالوں میں فتاوی کی ذمہ داری انجام دی، اس کے بعد مدینہ منورہ میں ۲۶/سالہ قیام کے دوران مسلسل فتاوی اور استفتاءات کے جوابات لکھتے رہے، دیگر تدریسی و تصنیفی مشاغل کے ساتھ ساتھ یہ فتاوی کا کام تاحیات چلتا رہا، مدینہ منورہ میں چونکہ اکثر استفتاءات یا مسائل کے جوابات فون پر ہوتے تھے، یا خطوط کے ذریعہ جوابات ارسال فرماتے تھے اس لئے یہ ربع صدی کے فتاوی قلمبند نہ ہوسکے اور افسوس کہ ربع صدی سے زیادہ پر محیط یہ فتاوی کا سلسلہ محفوظ نہ رہ سکا، تاہم دارالعلوم کراچی کے زمانہ قیام کے فتاوی جو وہاں کے دارالافتاء کے رجسٹروں میں محفوظ تھے وہ الحمدللہ باقی رہ گئے، اب ان کی فوٹو کاپی کرا کے ادارۃ القرآن والعلوم الاِسلامیہ کی جانب سے یہ فتاوی تین جلدوں میں عنقریب شائع ہورہے ہیں، فتاوی کا نام حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہی ''انوار الفتاوی،، تجویز فرمایا تھا، اور اپنی حیات ہی میں یہ کام ادارۃ القرآن کے ذمہ لگایا تھا مگر افسوس ابھی تک نہیں چھپ سکا، امید ہے کہ اب جلد ہی ان فتاوی کی تین جلدیں شائع ہوں گی جس سے عوام وخواص کو استفادہ کا موقع مل جائے گا۔

لعنت سے محفوظ کون؟

(مفتی رحؒ مدینہ کی کتاب سے ماخوذ)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ نے ارشاد فرمایا:
خبردار بلاشبہ ساری دنیا ملعون ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ بھی ملعون ہے، سوائے اللہ تعالی کے ذکر کے، اور جو ذکر اللہ کے تابع ہو اور عالم دین اور (دین کا) طالب علم. (ترمذی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز مردود ہے اللہ جل شانہ کی رحمت سے دور ہے، بارگاہِ خداوندی میں نامقبول ہے خواہ کیسی ہی زیب وزینت کے ساتھ بنی ہوئی ہو اور اہل دنیا کو کیسی ہی بھاتی ہو، البتہ اللہ کا ذکر اور وہ چیزیں خداوند قدوس کے یہاں مقبول ہیں جو ذکر اللہ کے تابع ہوں، یعنی اللہ کی فرماں برداری اور خوشنودی کے لئے جو کچھ ہو وہ سب مقبول بارگاہ ہے، جیسے اللہ کی رضا کے لئے حلال مال خرچ کرنا، دینی مدرسہ کھولنا، مسجد بنانا، غریبوں کو کھانا کھلانا، کتابیں لکھنا، بال بچوں کی پرورش کرنا، ماں باپ کے حقوق ادا کرنا، وغیرہ وغیرہ، نیز عالم دین اور دین کا طالب علم بھی لعنتِ خداوندی سے محفوظ ہے اور خداوند عالم کے یہاں مقبول ومحبوب ہے۔

دسواں باب

سوانح سے متعلق بعض متفرقات

خدام کے ساتھ کریمانہ اخلاق:

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اتباع سنت میں اپنے خدام وتلامذہ کے ساتھ کریمانہ اخلاق اور شفقت سے پیش آتے تھے، مولانا خالد خانگڑھی لکھتے ہیں کہ میں پندرہ سال تک خدمت میں رہا مجھے حضرت نے کبھی اُف تک نہیں فرمایا، مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ حضرت نے کبھی غصہ کے لہجہ میں مجھ سے بات کی ہو یہ وہی اخلاق کریمانہ کا مظہر تھا جسے حدیث شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی کریم کی شانِ عالی میں بیان فرمایا ہے، کہ آنحضرت نے مجھے دس سالہ خدمت کے دوران کبھی یہ نہیں فرمایا کہ یہ کیوں کیا؟ یہ کیوں نہیں کیا؟

سادہ چپل:

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ ہوائی چپل استعمال فرماتے تھے حرم شریف میں اکثر وہ گم ہوجاتی تھی تو اپنے ساتھ جو شاگرد ہوتا ان سے کہتے کہ میاں چپل قبول ہوگئی، اور لے آؤ، شاگرد جلدی سے بھاگ کر بازار سے چپل خرید کر لاتا تو اتنے میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ننگے پاؤں کافی دور تک آچکے ہوتے تھے۔

شاگردوں کو توکل سکھانا:

مولانا خالد خانگڑھی لکھتے ہیں کہ میرا اپنا کوئی روزگار نہیں تھا کبھی میری جیب بالکل خالی ہوتی تھی جس سے گھبرا جاتا تھا، ایک دفعہ میں نے حضرت کی خدمت عرض کیا کہ میری جیب بالکل خالی ہوجاتی ہے تو طبیعت اُداس ہوجاتی ہے اس کیلئے دعا فرمادیجئے، فرمایا ہمارے ساتھ رہ کر توکل نہیں سیکھا؟ اس دن سے کبھی جیب خالی نہیں ہوئی، کچھ نہ کچھ جیب میں پیسے رہتے ہی تھے، میں خود حیران تھا کہ یہ پیسے کہاں سے آجاتے ہیں، حالانکہ میں کسی سے نہیں مانگتا تھا، یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت تھی۔

تکلیف پر صبر کرنا:

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھٹنوں میں درد رہتا تھا مگر کبھی اپنی زبان سے یہ نہیں فرمایا کہ مجھے گھٹنوں میں درد ہے چلنے میں درد محسوس ہوتا تھا، اللہ اکبر کسی شاگرد کا ہاتھ پکڑ کر چلتے تھے، صبر کی کیا اعلیٰ مثال ہے، کہ اپنی زبان مبارک سے کبھی شکایت نہیں کی، فرماتے تھے جس تکلیف کا ثواب لے لیا اب وہ تکلیف کیا باقی رہی ؟.

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ:

جس وقت حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پاکستان سے مستقل ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں سے صرف ایک کتاب مشکوۃ شریف ساتھ لائے تھے، پھر اللہ تعالی نے سیکڑوں کتابیں عطا فرمائیں اور مدینہ منورہ اپنے گھر میں ایک بڑا کتب خانہ بن گیا، اس میں تقریباً ہر موضوع کی کتاب تفسیر واصول تفسیر حدیث واصول حدیث فقہ اور اصول فقہ اور کتب الرجال، سیرت نبوی شریف، کتب تاریخ، فتاوی، اذکار وآداب مواعظ وارشاد کتب الجرح والتعدیل، قراءات، طبقات الحفاظ، کتب دراسیۃ غریب الحدیث وغیرہ وغیرہ کتب میسر ہوگئیں اور انتقال کے وقت اپنی اولاد کے لئے یہ علمی میراث چھوڑ گئے. جزاه الله خیراً.

اصلاحی نصاب:

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے معاشرہ کی اصلاح کے لئے معاشرہ کے مختلف طبقات کے لئے ایک دینی تعلیمی نصاب تیار کیا تھا جو اُن کی تحریر کے ساتھ نذرِ قارئین ہے۔

والد صاحبؒ لکھتے ہیں:

الحمد ہمارے مدارس میں بڑی محنتوں کے ساتھ علوم اسلامیہ کی خدمات انجام دی جارہی ہیں، اور حضرات مہتممین کرام اور مدرسین عظام علم دین پھیلانے میں بڑی محبت اور محنت سے لگے ہوئے ہیں۔

مدینہ منورہ میں بعض احباب جمع تھے یہ تذکرہ آ گیا کہ اصلاح نفس کے لئے بھی کچھ

کتابوں کا اضافہ ہونا چاہیئے ، اور صرف کتابوں کا اضافہ ہی نہیں اس کے لئے محاضرات اور تقاریر اور سلسلہ تدریب وتمرین بھی ہونا چاہیئے ، اور یہ کہ مدرسین میں جو حضرات صاحب نسبت ہوں ، ان سے خطاب کرایا جائے ، بلکہ سلوک واحسان کے سلسلہ کی کتابیں بھی یہی حضرات پڑھائیں ، اصل بات سے تو ان شاء اللہ تعالی سب ہی حضرات اتفاق فرمائیں گے، لیکن ساتھ ہی کام کی دشواری بھی محسوس ہوگی ۔

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ کرنے کا کام کرنے سے ہی ہوتا ہے، صرف مشورہ اور سوچ بچار سے کچھ نہیں ہوتا، اس لئے اس ضرورت کے لئے کچھ نا کچھ کرنا ہی ہوگا ۔

باہمی مشورہ سے یوں سمجھ میں آیا کہ ایک نصاب عامۃ المسلمین کے لئے تیار کیا جائے جو چند ماہ خرچ کرسکیں ، اور ایک نصاب طلبہ علوم عربیہ کے لئے ہو، اور ایک نصاب خواتین اور ایک نصاب لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے ہو ۔

(ہم نے) ان نصابوں میں کے بارے میں ایک اجمالی خاکہ مرتب کردیا ہے، جو منسلک اوراق میں درج ہے، ملاحظہ فرمائیں، اپنے ماحول کے اعتبار سے ہر صاحب علم وفہم حذف یا اضافہ کرسکتے ہیں ۔

العبد الفقیر محمد عاشق الٰہی بلند شہری

نصاب برائے طلباء علوم عربیہ:

جو طلباء مدارس میں تعلیم حاصل کررہے ہیں ان کے نصاب میں مندرجہ ذیل کتب کا اضافہ کیا جائے ۔

۱۔ بدایۃ الہدایہ للإمام الغزالی رحمہ اللہ تعالی

۲۔ احیاء العلوم للإمام الغزالی رحمہ اللہ تعالی

۳۔ اتمام النعم مع شرح اکمال الشیم

۴۔ ارشاد الملوک یا اس کا ترجمہ امداد السلوک

۵۔ تبلیغ دین ترجمہ الأربعین

۶۔ شمائل نبوی

۷۔ تربیۃ السالک

۸۔ قصد السبیل

۹۔ ضیاء القلوب

۱۰۔ ارشاد المرشد

۱۱۔ غذائے روح

۱۲۔ الأدب للإمام البیہقی

۱۳۔ مطالعہ غنیۃ الطالبین

۱۴۔ فضائل توبہ واستغفار

۱۵۔ التکشف عن مہمات التصوف

۱۶۔ مطالعہ تذکرۃ الخلیل

۱۷۔ تذکرۃ الرشید

۱۸۔ فقہ وتصوف (از محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ)

۱۹۔ ارواح ثلاثہ

۲۰۔ شریعت وطریقت کا تلازم (از: حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ)

ہدایات برائے اساتذہ کرام:

ہر جمعرات کو کوئی صاحب نسبت اجتماعی بیان کریں، سب طلبہ شریک ہوں، تزکیہ نفس کی ضرورت بتائی جائے، اور کبھی کبھی اکابر سے خطاب کرایا جائے۔

تفسیر پڑھاتے ہوئے جہاں کہیں تزکیہ کا ذکر آجائے، اس پر بھرپور تقریر کی جائے، اور اس کی اہمیت بتائی جائے، جس طرح سنن ترمذی کو بیان مذاہب اور بیان دلائل کے لئے اور ترجیح الراجح کے لئے مخصوص کر رکھا ہے، اسی طرح حدیث کی دوسری کتابوں میں کتاب الرقاق، کتاب الأداب، حسن المعاشرہ، الحب فی اللہ والبغض فی اللہ وغیرہ امور کو مخصوص کیا جائے، اور ان احادیث کو خاص اہتمام سے سمجھایا جا کر اور موجودہ معاشرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے بڑھایا جائے۔

مشکوۃ المصابیح کی جلد ثانی کا نصف باقی جو کتاب الآداب سے شروع ہے، پوری بصیرت ایضاح وتحقیق کے ساتھ زندگیوں پر مطابق کرتے ہوئے پڑھایا جائے۔

حضرات صحابہ وتابعین ائمہ تصوف کے تزکیہ نفس کرنے والے واقعات خصوصیت کے ساتھ بیان کیئے جائیں۔

جہاں کہیں رذائل نفس کے بارے میں کوئی حدیث آجائے، خوب اچھی طرح ان رذائل کی شناعت اور قباحت بیان کی جائے، فضائل اعمال کی احادیث پر خوب توجہ دی جائے، اور فضائل پر عمل کرنے کی خوب ترغیب دی جائے۔ وباللہ التوفیق

نصاب برائے عامۃ المسلمین

ضروری تجوید پوری نماز صحت کے ساتھ یاد کرانا، تلفظ کو درست کرانا، ناظرہ قرآن تجوید کے ساتھ کم ازکم آخری منزل اور نصف پارہ ۳۰ زبانی یاد کرایا جائے، عشر وزکوۃ اور صدقہ فطر کے ضروری مسائل حج کی فرضیت، حقوق کی ادائے گی، میراث شریعت کے مطابق تقسیم کرنا، حرام، اور حلال آمدنی کی تفصیلات جاننا۔

اتباع سنت پر مضبوطی کے ساتھ عمل کرنا، اور وضع قطع میں اسلامی احکام کی پابندی، ان سب امور کی اہتمام کے ساتھ تاکید کی جائے۔

مندرجہ ذیل کتب کی تعلیم دی جائے اور مطالعہ کرایا جائے۔

ا۔تعلیم الاِسلام۔ ۲۔ احکام نماز ۔۳۔حیاۃ المسلمین ۔۴۔تعلیم الدین۔۵۔اصلاح انقلاب امت ۔۶۔فروع الایمان ۔۷۔اغلاط العوام ۔۸۔جزاء الأعمال ۔۹۔ مسنون دعائیں ۔۱۰۔ تحفۃ المسلمین ۔۱۱۔ فضائل قرآن ۔۱۲۔ فضائل ذکر ۔۱۳۔ مرنے کے بعد کیا ہوگا ۔۱۴۔ صفائی معاملات ۔۱۵۔حقوق العباد کی فکر کیجیے ۔۱۶۔کسب حلال اور ادائے حقوق ۔۱۷۔ امانت اور خیانت ۔۱۸۔ نمازیں سنت کے مطابق پڑھیئے ۔۱۹۔

تجارت کے ضروری احکام ۔۲۰۔ علامات قیامت ۔۲۱۔سنت اور بدعت ۔۲۲۔ اکرام المسلمین ۔۲۳۔اخلاص نیت ۔۲۴۔تحذیر العشائر (گناہوں کی فہرست۔۲۵۔

نصاب برائے خواتین:

ا۔ تصحیح نماز مکمل ۔۲۔ناظرہ قرآن مجید صحت کے ساتھ پڑھنا اور نصف پارہ حفظ کرنا ۔۳۔ضروری تجوید: مخارج وصفات کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کی مشق کرنا۔۴۔شوہر

کے حقوق کیا ہیں اور اولاد کی تربیت کیسے ہو، اس کے بارے میں شرعی ہدایات معلوم کرنا۔ ۵۔ حسد، بغض، بخل، غیبت، ریاء، تہمت کی شناعت اور قباحت نفس میں بٹھانا ۔ ۶۔ پوری زندگی میں آخرت کے لئے فکرمند ہونا۔

مندرجہ ذیل کتب کی تعلیم دیجائے:

ا۔ بہشتی زیور حصہ اول و دوم اور ہفتم و ہشتم ۔۲۔ مسلم خواتین کے لئے بیس سبق ۔۳۔ تحفۂ خواتین ۔۴۔ شرعی پردہ ۔۵۔ اسلامی آداب ۔۶۔ جامع الأخلاق ۔۷۔ اکرام المسلمین ۔۸۔ حیاۃ المسلمین ۔۹۔ اغلاط العوام ۔۱۰۔ مسنون دعائیں ۔۱۱۔ مرنے کے بعد کیا ہوگا ۔۱۲۔ حقوق العباد کی فکر کیجیئے ۔۱۳۔ علاماتِ قیامت ۔۱۴۔ زبان کی حفاظت۔

پانچ چھ سال کی بچیوں کو اردو کا قاعدہ اور اردو کی پہلی کتاب اور نورانی قاعدہ ختم کرانے کے بعد مذکورہ بالا نصاب میں مشغول کردیا جائے کم از کم اس نصاب کو تو پورا کر ہی لیں پھر آگے جس کو جو توفیق ہو قرآن و حدیث و فقہ اور مسائل و احکام پڑھے۔

نصاب برائے خواتین:

ا۔ نورانی قاعدہ مکمل ۔۲۔ کم از کم تیسواں پارہ تجوید کے ساتھ حفظ کرنا ۔۳۔ اردو کا قاعدہ اور اردو کی پہلی کتاب ۔۴۔ تعلیم الاِسلام ۔۵۔ اسلامی آداب ۔۶۔ جامع الأخلاق ۔۷۔ مسنون دعائیں ۔۸۔ مجموعہ چہل حدیث ۔۹۔ آسان نماز ۔۱۰۔ رسول اللہ کی نصیحتیں ۔۱۱۔ سیرت خاتم الأنبیاء ۔۱۲۔ آسان نیکیاں ۔۱۳۔ حقوق الوالدین ۔۱۴۔ آداب النبی ۔۱۵۔ اکرام المسلمین۔

یہ نصاب اسکولوں میں بھی رائج کیا جائے، اور جو طلباء حفظ میں لگیں ان کے مناسب حال جمال القرآن وغیرہ اور دیگر کتب کا اضافہ کرلیا جائے، باقاعدہ جو حضرات تجوید وقراءت کا علم حاصل کرنے میں لگیں انھیں ان کی علمی استعداد کتب متعلقہ مروجہ کے ذریعہ بڑھائی جائے، اور اصلاحی کتابیں بھی پڑھائی جائیں، جو نصاب طلباء علوم عربیہ کے لئے تجویز کیا ہے وہ ان شاء اللہ ان حضرات کے لئے بھی مفید ہوگا۔ واللہ المستعان

محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ

والد صاحب کا خط ایک طالب علم کے نام:

عزیزم حافظ عبدالحی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ وجعلک عارفا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے خیریت سے ہوں گے، تمہارے والد صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ کراچی کے مدرسہ اشرف المدارس میں پڑھتے ہیں، بہت زیادہ خوشی ہوئی، یہ پتہ نہ چلا کہ کونسی کتابیں پڑھتے ہو، ذرا ان کے نام لکھو اور اب تو سالانہ امتحان میں ڈیڑھ ماہ رہ گیا ہے، یہ سال پورا کر کے دارالعلوم کراچی وغیرہ میں داخلہ لے لینا، جی تو یہ چاہتا ہے کہ دیوبند سہارنپور میں پڑھتے لیکن ہندوستان پاکستان کا مسئلہ ہے، بہر حال علم پورا پڑھو، خاندان میں بہت سے علماء ہونے چاہئیں، دیکھو تم لوگوں کا مکتبہ ہے، کوئی عالم نہیں، کتابیں غلط چھپتی ہیں، اعراب غلط ہوتا ہے، عربی اردو صحیح نہیں بنا سکتے، یہ کتنی بڑی کمزوری ہے، پھر تمہارا ایک ذاتی کتب خانہ ہونا چاہیئے، بہر حال عالم پورا بننا چاہیئے،

مجھے آپ اپنے ہاتھ سے خط لکھیں، کیا کیا پڑھتے ہو، اور کتنا باقی ہے، نوعمری میں اپنی رائے ٹھیک نہیں ہوتی، بڑوں کی رائے ماننی چاہیئے، میں بڑا تو نہیں لیکن رائے دیدیا کرتا ہوں۔ والسلام محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ

حاجی عبدالقدیر صاحب کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

........مفتی محمد وجیہ صاحب کی وفات کی خبر ملی اللہ جل شانہ ان کے درجات بلند فرمائے، اب حیدر آباد میں کوئی مفتی نہیں رہا، آپ اپنے خاندان کے ہر بیٹے کو مفتی بنادیں، گھر میں سب کو سلام پہنچے۔ والسلام محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ

ایک خط میں حاجی عبدالعزیز صاحب کے نام تحریر فرماتے ہیں:

........گھر کے ہر فرد کو تین روزہ جماعت میں جانا چاہیئے اور نمبروار چلہ بھی دیتے رہیں، عبدالحی کو والد صاحب چلہ اور سہ روزہ میں باربار لے جائیں۔

حافظ عبدالقدیر صاحب کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:........اسلامی تاریخ تو آپ لکھتے نہیں، بس رمضان میں پتہ ہوتا ہے کہ یہ فلاں اسلامی مہینہ ہے، مجھے انگریزی تاریخوں سے چڑ ہے۔

محترم حاجی عبدالعزیز صاحب کو تحریر فرماتے ہیں....

بڑے عرصہ کے بعد آپ کا خط ملا جس میں کورٹ کا فیصلہ بھی نکلا، بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص کرایہ پر مکان ودوکان گودام لے لے تو حکومتوں کے قانون میں مالک کرایہ بڑھا سکتا ہے، خالی نہیں کرا سکتا، یہ غیر اسلامی قانون ہے، جو انگریزوں نے چھوڑا ہے، اس قانون کی وجہ سے کتنے نمازی اور حاجی دوسروں کے مکانوں اور

دو کانوں پر قبضہ جمائے بیٹھے ہیں، جب مہینہ گذر جائے یا مقررہ معاہدہ کی مدت گذر جائے اور مالک خالی کرنے کو کہے تو خالی کر دینا واجب ہے، قانون کی بنیاد پر قبضہ رکھنا جائز نہیں ہے، میرے خط پر عمل کرتے تو کورٹ جانا ہی نہ ہوتا، آخر کورٹ نے تو چھ ماہ کے اندر خالی کرنے کا فیصلہ دیدیا، آپ اب کورٹ کے فیصلہ پر خالی کریں گے نہ کہ شریعت کے حکم سے۔

.........آپ کا جو خط آتا ہے پریشانیوں کی فہرست ہوتی ہے، یہ دنیا ہے اس میں کون سُکھ سے ہے؟ اس دنیا کا مزاج ہی دکھ تکلیف کا ہے، صبر سے کام چلائیں، اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جو خوب زیادہ ہیں جن کا شمار بھی نہیں کر سکتے ان کا شکریہ ادا کرتے رہیں۔

.........اور ایک بات قابل ذکر یہ ہے کہ آپ لوگ جماعت میں چلہ نہیں دیتے، چاروں پانچوں آدمیوں میں سے ایک شخص ہمیشہ چلہ میں رہے، اور ہر شخص ماہانہ تین دن بھی جماعت میں دے، جمعرات کے اجتماع میں حاضری دے کر حضرتی جما کر آجانے سے کام نہیں چلتا، صبر وشکر ذکر اللہ کی کثرت، قرآن مجید کی تلاوت میں لگے رہنا، صبح کو یسین شریف اور رات کو سورۂ واقعہ پڑھنے کا باپ بیٹے اب معمول بنائیں، یہ دنیا یہیں دھری رہ جائے گی، کسی کے ساتھ نہیں گئی، اس کے لئے اداس ہونا، فکروں پر فکر چڑھائے رہنا، شانِ مؤمن کے خلاف ہے، حافظ جی کو کہو کہ گھر میں جماعت کی فضا پیدا کریں، سب آخرت کے فکر مند بنیں، ....دنیا جنجال ہے، بقدر ضرورت کمانا کافی ہے آخرت کی فکر لازم ہے، بے ادبی معاف کر دیں، اگر معاف نہ بھی کیا تب بھی چلے گا، صاف گو بے ادب بھی ہوتا ہے، جو پرانے تبلیغی ہو جاتے ہیں، رائے ونڈ کے اجتماع سے بھی چلہ دیئے بغیر واپس آجاتے ہیں، یہ طریقہ نہیں. والسلام محمد

عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ

ایک خط میں لکھتے ہیں:

عزیزان گرامی قدر مولوی عبدالرحمٰن اور مولوی عبدالحی سلمکما اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ حضرات خوب خیریت سے ہوں گے، اور دل لگا کر گذشتہ سال علم دین حاصل کیا ہوگا، اور اس سال بھی عربی دینی مدارس میں داخلہ لے لیا ہوگا، درحقیقت جہالت بہت بری بلا ہے، آپ حضرات کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے کہ علوم اسلامیہ.........اور مدارس کی طرف متوجہ فرمایا، لہٰذا اب مولویت کا پورا نصاب پورا پڑھو اور مولوی حافظ قاری مفتی سب کچھ بن جاؤ، تمہارے دادا صرف حافظ تھے تم آگے سب کچھ بن جاؤ، اور اپنی نسل میں علم وعمل دونوں کو چلاؤ، اور دل لگا کر پڑھو، مجھے بھی دعاؤں میں یاد کرلیا کرو۔

گھر میں سب بہن بھائیوں کو سلام کہدیں، اور مضمون بالا سب کو سنادیں۔

والسلام محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ

ایک بڑی علمی دینی شخصیت کے بارے میں نہایت قلق اور بے باکی کے ساتھ والد صاحب رحمہ اللہ نے خط لکھا جو دینی حمیت اور اسلامی غیرت اور مسلک اسلاف اور ادب مع الأشیاخ کا آئینہ دار ہے، لکھتے ہیں:

مکرم ومحترم ....زید لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وبعد جناب کا گرامی نامہ بمع رسالہ اکابر کا مسلک ومشرب پہنچا، رسالہ کے متعلق علیحدہ جواب لکھدیا ہے، یہ رسالہ احقر رجب یا شعبان میں دیکھ چکا ہے اور متعدد بار دیکھا ہے، افسوس کی بات ہے کہ آپ لوگوں نے میرے اتنے بڑے شیخ کو گلابی المذہب والا بنادیا، اور پاکستان میں جو فتنوں کے لئے زرخیز ہے ایک اور فتنہ کھڑا کردیا ہے، محض اپنی پیری مریدی چمکانے کے لئے حضرت شیخ قدس سرہ کو متنازع بنادیا ہے، اس فتنہ کے رد میں اب تک اتنا کچھ لکھا جاچکا ہے کہ اگر آپ لوگوں میں عقل سلیم ہوتی تو رسالہ مذکورہ سے براءت کا اعلان کردیتے، جس گروہ کے اپنانے کی موہوم امید پر یہ جھگڑا کھڑا کیا ہے یہ خواب تو آپ لوگوں کا کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوگا، اور آپ لوگوں کا مزاج بھی وہی بن چکا ہے، ہیر پھیر اور تاویلیں کرتے رہیں گے لیکن حق کو کبھی تسلیم نہیں کریں گے، آپ کے حلقہ احباب کے ایک......

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب ؒ اور حضرت مولانا سعید خان صاحب اور دیگر حضرات کی شان میں انتہائی گستاخانہ اور نازیبا کلمات کہے، اس کی بھی آپ تاویلیں کرتے پھر رہے ہیں، اور حضرات کو چھوڑیئے حضرت مولانا انعام الحسن ؒ اور حضرت مولانا سعید خان صاحب کا کس قدر احترام حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ فرماتے تھے ،ان حضرات کو یہودی تک القاب سے نوازا گیا، ایک بار نہیں متعدد لوگوں کے سامنے متعدد بار......اب تک نہ اس نے معافی مانگی اور نہ ہی اظہار ندامت کیا، ایک بزرگ تو چلے گئے، اللہ جل شانہ ان کے درجات بلند کرے، کیا فرمائیں گے جناب اس سلسلہ میں کہ حضرت شیخ قدس سرہ نے ایک یہودی کو اپنی بیٹی دی تھی .العیاذ باللہ .او

رقیامت میں کس منہ سے آپ حضرت شیخ قدس سرہ کا سامنا کریں گے ،اور یوم الحساب میں کیا جواب دیں گے،سب کوایک دن جانا ہے، دنیا میں تو چرب زبانی سے کام چلالیں گے لیکن اُس دن تو سیاہ وسفید سامنے آجائے گا ،آپ کی جماعت کے ایک اور صاحب کی ٹیپ سہارنپور میں سنی ہے،اس میں جماعت کے خلاف اور حضرت مولانا انعام الحسن ؒ کے خلاف کہ اس طرح دعا کراتا ہے کہ گویا جماعت بھی گمراہی پر ہے ، اور مرحوم بھی گمراہی پر تھے ،نعوذ باللہ ،اور مولانا سعید خان صاحب ایک مرتبہ ملاقات کے لئے تشریف لے گئے تو بے چارے دو گھنٹے تک بیٹھے رہے اس کے باوجود اس کے چمچہ نے کہا کہ حضرت (فتنہ) صاحب آرام فرمارہے ہیں، یہ ملنے کا وقت نہیں ہے،اور ایک دفعہ ایک صاحب ملنے گئے تو بہت غصہ میں تھا ،تو انھوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ خیریت تو ہے؟ کہنے لگا ابھی سعید خان آیا تھا، میں نے کہا: میرے پاس گولی ہوتی تو تم کو مار دیتا،تمہارا خون حلال ہے، پھر سعید خان کہتا ہے کہ کچھ کھلا دو، تو میں نے کہا کہ سور پک رہا ہے وہ تم کو کھلاؤں گا.العیاذ باللہ

مولانا خدا کے لئے تنہائی میں بیٹھ کر دو رکعت صلاۃ التوبہ پڑھ کر حق تعالی سے معافی مانگو اور سوچو کہ کہاں جارہے ہو،اور اس کا انجام کیا ہوگا ۔

مولانا جعفر صاحب مدظلہ العالی بنگلہ دیش کے باشندہ ہیں،آپ کا کچھ ہلکا سا تذکرہ گذشتہ صفحات میں بھی آچکا ہے،موصوف گرامی ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کے خاص لوگوں میں سے ہیں ، ابا جان ؒ کی مولانا موصوف سے مسلسل خط وکتابت رہتی تھی ،اور مولانا موصوف ہی نے ابا جان کی تفسیر ''انوار البیان،، کا بنگلہ زبان میں

ترجمہ کیا ہے، دونوں حضرات کے مابین جو مکاتبت ہوئی اس کے بہت سے خطوط محفوظ ہیں، سب کو ذکر کرنا تطویل کا باعث ہوگا، اس لئے چند خطوط کے اقتباسات ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے

والد صاحبؒ لکھتے ہیں:

محترم جناب مولانا جعفر احمد صاحب دام مجدہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ان شاء اللہ تعالیٰ خوب خیریت سے ہوں گے، عنایت نامہ موصول ہوا، میں آپ کے خط بھیجنے کا شکر ادا کرتا ہوں، اور آپ میرے خط کے منتظر ہیں بندہ اس قابل کہاں کہ آپ جیسے حضرات احقر کو یاد فرمائیں، سارے بچوں کے نام معلوم ہوکر بہت مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ شانہ سب کو دین کا عالم حامل عامل مبلغ اور داعی اور کتاب وسنت کا مدرس بنائے .آمین ....دعاؤں میں یاد فرمائیں باقی سب خیریت سے ہوں

.والسلام محمد عاشق الٰہی

بقلم محمد جاوید اشرف میرٹھی ندوی

محترم مولانا جعفر احمد صاحب دام مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ان شاء اللہ تعالیٰ خوب خیریت سے ہوں گے، آپ کا ملفوف گرامی موصول ہوا، یاد فرمانے کا شکریہ کے بعد عرض خدمت ہے کہ بنگلہ زبان میں دینی کتب کے ترجموں کا آپنے جو بیڑہ اٹھایا ہے اور دو حضرات آپ کے ساتھ لگے ہیں، یہ بہت مبارک ہے،

اپنے علاقہ کے لوگوں کی بہت بڑی خدمت ہے، لگے رہو، کرتے رہو، اور ترجمہ کرنے والے نئے افراد تیار کرنے کی فکر میں رہو۔..........والسلام محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ

برادرم مولانا جعفر احمد صاحب دام مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

..........انوار البیان کا ترجمہ آگے بڑھنے سے بہت زیادہ خوشی ہوئی آپ کام کرتے رہیں، آگے بڑھتے رہیں اللہ تعالی مدد فرمائے گا، کیا پتہ اللہ تعالی ساری تفسیر کے ترجمہ میں آپ ہی کو استعمال فرمالیں، ہمت مرداں مدد خدا کا مقولہ تو مشہور ہی ہے، آپ کے پیڈ پر صرف بنگلہ ہی لکھا ہے، اردو نہیں تو عربی تو ہونا ہی چاہیئے۔آپ مجھے دعاؤں میں یاد فرمائیں۔والسلام محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ

محترم مولانا جعفر احمد صاحب دام مجدہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

......ارشاد الطالبین کو چلاؤ، چلانے سے چلے گی، نئی کتاب کے لئے بعض دفعہ مشکلات ہوتی ہیں، مظاہر علوم سہارنپور والوں نے نفحۃ الیمن کی جگہ داخل نصاب کر لی ہے، نفحۃ الیمن کی ضرورت اب کیا ہے، تکی بے تکی باتیں ہیں، ان شاء اللہ چند سال میں نفحۃ الیمن کی جگہ پکڑ لے گی.......دعاؤں میں یاد فرمائیں.

والسلام محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ

بقلم محمد جاوید اشرف میرٹھی ندوی

عزیز مولوی جعفر احمد صاحب زید مجدہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا عنایت نامہ موصول ہوا، احقر کی کتابوں کی اشاعت کا کام بڑھنے اور پھیلنے کی خبر سے مزید مسرت ہوئی، آپ مہتمم بن گئے، یہ تو کم پڑھے لکھے مولوی کا کام ہے، جسے سبق پڑھانا نہ آتا ہو، کتاب لکھنی نہ آتی ہو، وہ مہتمم بن جائے، آپ کس خدشہ میں پڑے، پھر مالیات کا مسئلہ مہتمم کیلئے بڑا مشکل ہوتا ہے، امانت اور دیانت سے چلنا مشکل ہوتا ہے، ایک آدمی کہنے لگے اگر مہتمم بخشا جائے تو سب ہی بخشے جائیں گے، آپ بڑا مہتمم کسی کو بنادیں، اگر نفس نہ مانے تو نائب مہتمم بن جائیں، اپنا مشغلہ تصنیف وتالیف وتدریس رکھیں اور بنگلہ کتابوں کی تجارت کریں..........دعاؤں میں یاد فرمائیں.

والسلام محمد عاشق الٰہی

برادرم مولانا جعفر احمد صاحب دام مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

.........کل پرسوں حضرت مولانا اسعد مدنی کا ایک مضمون عیسائیوں کی محنت اور نقل وحرکت کے بارے میں پڑھا تھا، جس میں خصوصیت کے ساتھ بنگال میں ان کے پھیلائے ہوئے جالوں کا تذکرہ تھا، خیال ہوا کہ آپ کو خط لکھوں اور علمائے بنگلہ دیش کو آپ کے توسط سے متوجہ کروں، اس سے پہلے بھی اس کے بارے میں لکھ

چکا ہوں، پتہ نہیں حضرات علماء کرام نے کچھ اثر لیا یا نہیں، اب پھر ایک مضمون لکھ رہا ہوں، آپ اس کو حضرات علمائے کرام کی خدمت میں پریس سے چھاپ کر یا فوٹو لے کر ارسال فرمائیں، عیسائیوں کی کوششوں کیخلاف بہت زیادہ محنت اور قربانی کی ضرورت ہے، ماشاء اللہ آپنے احقر کی کتابوں کے تراجم لکھے ہیں، شائع کیئے ہیں، ملک میں پھیلائے ہیں اور پھیلا رہے ہیں یہ لائق صد شکر ہے دعاؤں میں یاد فرمائیں۔

........عیسائی پادریوں سے بھی خطاب کرنا ہے اور اُن سے کہنا ہے کہ تم لوگ جو مال دے کر لوگو میں اپنا دین پھیلاتے ہو ؟ کیا تمہارے دین کے باطل ہونے کو یہی کافی نہیں ہے، کہ وہ دلائل حقہ کے بجائے حقیر دنیا کے ذریعہ پھیلایا جارہا ہے، تمہیں کفر پھیلاتے ہوئی شرم نہیں آتی، حضرت عیسی علیہ السلام نے تو یہ فرمایا تھا: ’’میں بنی اسرائیل کی بھیڑوں کی طرف بھیجا گیا ہوں، تم ان کے علاوہ کسی قوم کے پاس نہیں جانا،، تم ان کے فرمان کے خلاف ورزی کیوں کرتے ہو، کیا دنیا میں اپنی اکثریت بنانے سے دوزخ سے بھی بچ جاؤگے۔

برادرم مولانا جعفر احمد صاحب سلمکم اللہ تعالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

........تالیفی اشغال واعمال معلوم کر کے خوشی ہوئی، ....دعوت فکر وحق کی پکار کا ترجمہ ہندؤں میں اور نصاری کے گرجاؤں میں اوران جگہوں پر جہاں انھوں نے اپنے مشن قائم کیئے ہوئے ہیں بھیجنا ضروری ہے........والسلام محمد عاشق الٰہی

برادرم مولانا جعفر احمد صاحب سلمکم اللہ تعالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

........ادائے گی قرض کے لئے ''**یا مغنی** ،، کثرت سے پڑھیں،اور ہر نماز کے بعد ادائے قرض کی معروف دعا بھی پڑھا کریں: وھو ہذا: '' **اللھم اکفنی بحلالك عن حرامك واغننی بفضلك عمن سواك** ،،.

اور مال کی زیادتی کے لئے یہ درود شریف کثرت سے پڑھا کریں: **اللھم صل علی محمد عبدك ورسولك وعلی المؤمنین والمؤمنات وعلی المسلمین والمسلمات.......**

.والسلام محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ

ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

محترم مولانا جعفر احمد صاحب دام مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

.... بیماریاں اور دشواریاں مؤمن بندوں کو پیش آتی ہی رہتی ہیں،بس ذکر وفکر صبر وشکر میں مؤمن کو لگا رہنا چاہیئے .....والسلام محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ

ایک خط میں لکھتے ہیں۔

برادرم مولوی جعفر احمد صاحب سلمکم اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

......مؤمن بندہ کا سب سے بڑا کام نیت اور ہمت اور دعا ہے، اللہ تعالیٰ شانہ اسباب فراہم کر دیتا ہے، آپ دعا اور نیت پر برقرار رہیں. والسلام

ایک مکتوب میں ہے:

برادرم مولانا جعفر احمد صاحب زاد اللہ علمہ ومجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

..... یاد فرمانے کا شکریہ، گھبراؤ نہیں، کام میں لگے رہو، ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کا مکتبہ بڑے مکاتب میں سے ہوگا، ''سیجعل اللہ بعد عسر یسراً،، ہم دنیا میں نہ ہوں گے، ہمیں یاد کرو گے کہ عاشق نے کیا کہا تھا، ''دعوت فکر،، اور ''حق کی پکار،، نصاری کے مشنریوں میں ڈاک سے اور افراد کے ذریعہ بھاری تعداد میں بھیجدیں، ہندوؤں میں تقسیم کریں، ....معاصرت میں ایسا ہوتا ہی ہے، ہر شخص دوسرے کے کام سے پوری طرح مطمئن نہیں ہوتا، ......نظر ثانی کرنے والوں کو پیسہ دینے کے بجائے اللہ ہی کے لئے کام کرنے پر راضی کرو.........والسلام مع الاحترام محمد عاشق الٰہی عفا اللہ

ایک مکتوب کا اقتباس ذیل میں ہے:

محترم مولانا جعفر احمد صاحب زاد اللہ علمہ وعملہ ورشدہ ومجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپکا عنایت نامہ موصول ہوا، یاد فرمانے کا شکریہ، کتاب الحج کا آپ نے ترجمہ کر دیا، چھپنے کا بھی انتظام ہوگیا، فالحمد للہ علی ما انعم واکرم ونعم وانعم، جن عالم صاحب نے نظر ثانی

کی ہے، ان صاحب کا نام کیوں چھپایا ؟ یہ تو ''من کتم فقد کفر،، میں آ گیا، ''من اثنی فقد شکر ،، کا مصداق ہونا چاہیئے، ارشاد الہائم کا ترجمہ خوب کیا، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے چھوٹے اور بھی رسالے ہیں مثلاً: اصلاح معاشرہ، تعلیم الدین، اغلاط العوام، فہرست میں دیکھ لیں، ان سب کا ترجمہ کریں، سب کام اللہ کے لئے کریں، نہ صرف دنیا کا کتب خانہ بلکہ آخرت کا دولت خانہ بھی خوب چلے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ، میری سب کتابیں آپ پاکستان اور دہلی سے منگا لیں ان میں سے بھی انتخاب کرتے رہیں......... کچھ نہ کچھ کرتے رہو، فضول نہ بیٹھو، تھوڑا تھوڑا ان شاء اللہ بہت ہوگا، ایک مضمون قادیانیت پر اور بھیج رہا ہوں، اور ایک مضمون ''ھذہ سبیلی ادعو إلی اللہ ،، بھی بھیج رہا ہوں، اور میرے بیٹے نے بھی دو کتابیں دی ہیں ان کا بھی ترجمہ کردیں۔

آپ جلدی سے کتب خانہ شروع کردیں، ان شاء اللہ چند سال ہی میں ہر ماہ عمرہ کے لئے آنے لگیں گے، پھر یہاں کا اقامہ بنوالینا کبھی یہاں کبھی وہاں، اور آخر میں یہاں بس جانا پھر مرجانا. ع

یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے
نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے

.....والسلام محمد عاشق الٰہی

ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

عزیزم مولوی جعفر احمد صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

......ارشاد الطالبین ایک دو نسخہ چھپنے کے بعد ڈاک سے بھیجدیں اور کتاب کی قیمت بھی کچھ نہ کچھ رکھدیں بالکل مفت چیز کی لوگ قدر نہیں کرتے ......مؤمن آدمی کو پریشانیاں آیا ہی کرتی ہیں، صبر وشکر، ذکر وفکر مؤمن کی گاڑی کے پہیئے ہیں، حدیث شریف میں ارشاد ہے ''**لایزال البلاء بالمؤمن او المؤمنة فی نفسه وماله وولده حتی یلق الله تعالی وما علیه من خطیئة**،، رواہ الترمذی.

تفسیر کے بعد اب سیرت لکھ رہا ہوں، اللہ آپ کو ولد صالح مولوی حافظ قاری عارف ....عطا فرمائے، جب پانچ سال کا ہوجائے میرے لئے دعا کرادینا، ہم دنیا میں ہوئے نہ ہوئے دعا تو ان شاء اللہ لگ ہی جائے گی....والسلام محمد عاشق الٰہی

مکتوب بنام حضرت قاری عزیز الرحمٰن صاحب

محترم جناب حضرت قاری عزیز الرحمٰن صاحب دام مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا، ....بندہ یاد فرمانے کا شکر گذار ہے،.....دینی کتابیں شائع کرنے والے کو خالص دوکاندار نہیں ہونا چاہیئے، جتنا بھی دین پھیلے بہتر ہے، اللہ تعالی ہر ایک کو روزی دیتا ہے۔

دعا کے سلسلہ میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر سے اقتباس

دعا ہمیشہ کرتے رہنا چاہیئے، دعا کرنا کبھی نہ چھوڑے، یہ نہ دیکھے کہ اتنے دن ہوگئے دعا کررہا ہوں قبول نہیں ہوتی اور نہ یہ کہے کہ قبول ہوتی ہے معلوم نہیں ہوتی کیونکہ بندہ

کا کام مانگنا اور عاجزی ظاہر کرنا ہے، اپنے اس کام کو نہ چھوڑے، خدائے پاک کی جب اور جیسی حکمت ہوگی اس کے مطابق اس کا اثر دنیا یا آخرت میں ظاہر ہوگا، اور بالفرض کچھ بھی فائدہ نہ ہو تو یہ بھی کیا کم ہے کہ دعا خود عبادت ہے، بلکہ عبادت کا مغز ہے، جب تک بندہ دعا میں مشغول رہے گا، عبادت میں رہے گا، بس دعا سے کبھی غافل نہ ہو، بہت سے لوگ جہالت کی وجہ سے کہہ اٹھتے ہیں کہ ہم برسوں سے دعا کررہے ہیں تسبیح کے دانے بھی گھس گئے کوئی اثر نہیں ہوا، یہ سب باتیں غلط ہیں، اگر یہاں دعا کا نتیجہ ظاہر نہیں ہوا، تو آخرت میں ان شاء اللہ اس کے بدلہ انعامات ملیں گے جو یہاں کی فانی چیزوں سے بڑھ کر ہوں گے۔

گیارہواں باب: مبشرات

مبشرات:

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں بھی مبشرات دیکھے گئے اور وفات کے بعد بھی، اور جس کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے، اس سلسلہ کے چند مبشرات یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔

(۱) والد صاحبؒ جب تفسیر انوار البیان فی کشف أسرار القرآن تالیف فرما رہے تھے تو بندہ نے خواب میں دیکھا کہ مسجد نبوی شریف کے جوار میں ایک سفید محل تیار ہو رہا ہے جس کی دیواریں بہت مضبوط اور پائدار ہیں، اور کوئی کہہ رہا ہے کہ مولانا اپنی تفسیر لکھتے جارہے ہیں اور ان کا یہ محل تیار ہوتا جارہا ہے۔

(۲) وصال کے بعد اگلے دن قاری عثمان صاحب بن حاجی عبد القیوم صاحب جو مدینہ منورہ میں ایک مسجد کے امام ہیں نے خواب دیکھا، کہ حضرت والد صاحبؒ لیٹے

ہوئے ہیں انھوں نے اپنی داڑھی سینہ پر رکھ کر پوچھا: کیا اللہ آپ سے راضی ہو گئے ؟ تو سر سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ہاں اللہ راضی ہو گئے ہیں۔

(۳) انھوں نے یہ بھی دیکھا کہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جوار میں ایک قبر کھودی جارہی ہے جس کی مٹی موتیوں کے مانند ہے، اور کوئی کہہ رہا ہے کہ یہ مولانا عاشق الٰہیؒ کی قبر ہے۔

(۴) بندہ کا معمول تھا کہ صبح فجر کے بعد اور عصر کے بعد جنت البقیع حاضر ہوتا تھا اور قبر پر حاضر ہو کر سلام عرض کرتا اور دعائے مغفرت کرتا تھا، تین چار دن یہی معمول رہا، والد صاحبؒ کے انتقال کے پانچویں دن بندہ بروز دوشنبہ عصر کی نماز پڑھ کر تھوڑا سا لیٹ گیا، اور آنکھ لگ گئی، رمضان شریف کا مہینہ تھا دن میں آرام کا تقاضہ ہوتا ہی ہے، تو کیا دیکھتا ہوں کہ والد صاحب داہنی کروٹ پر لیٹے ہوئے ہیں اور ذکر اللہ میں مشغول ہیں، سبحان اللہ سبحان اللہ کہہ رہے ہیں، بندہ جب بیدار ہوا تو سبحان اللہ کہنے کی گونج کانوں میں محسوس کر رہا تھا۔

(۴) انتقال کے دوسرے یا تیسرے دن قاری اللہ بخش صاحب (جو مسجد نبوی شریف میں بھی قرآن شریف کی تعلیم دیتے ہیں، اور مدرسہ عثمانیہ میں بھی پڑھاتے ہیں اور والد صاحبؒ کے شاگرد بھی ہیں) نے دیکھا کہ والد صاحبؒ مسجد نبوی شریف (علی صاحبہ افضل الصلاۃ واتم التسلیم) کی صفوف اولی کی طرف سے آرہے ہیں اور حالت احرام میں ہیں، منبر نبوی شریف (علی صاحبہ افضل الصلاۃ واتم التسلیم) کی داہنی جانب سے آئے اور وہاں علماء کرام کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی ہے جو مراقبہ میں ہے، قاری صاحب

نے اپنے آپ کو بھی دیکھا کہ وہ بھی حالت احرام میں ہیں، والد صاحبؒ نے ان کو دیکھ کر خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے کہا: اچھا قاری صاحب آپ بھی احرام میں ہیں۔

(۵) بندہ نے ایک مرتبہ دیکھا کہ مسجد نبوی شریف (علی صاحبہ افضل الصلاۃ واتم التسلیم) کے صحن میں چھتری کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں اور بادام و کشمش وغیرہ تناول فرما رہے ہیں۔

(۶) بندہ نے ایک مرتبہ دیکھا کہ مسجد نبوی شریف (علی صاحبہ افضل الصلاۃ واتم التسلیم) کے ایک ستون سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں اور مجلس میں پھل تقسیم کئے جارہے ہیں، ان پھلوں میں کیلے بخصوصیت دیکھنا یاد ہے، اور یہ پھل بندہ ہی تقسیم کر رہا ہے، اتنے میں قاری عبدالملک صاحب مدرس القراءات دارالعلوم کراچی آگئے، میں نے ان سے کہا کہ والد صاحبؒ تشریف فرما ہیں، تو وہ سلام ومصافحہ کیلئے زمین پر گھٹنے ٹیکتے ہوئے بیٹھے، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو گلے لگالیا۔

(۷) بندہ نے کئی مرتبہ دیکھا کہ حج یا عمرہ میں ہیں ، ایک مرتبہ دیکھا کہ طواف زیارت کے لئے جارہے ہیں، ایک بالا خانہ کی طرف گئے وہاں گاڑی کھڑی ہوئی تھی وہاں اس میں بیٹھ کر طواف زیارت کے لئے روانہ ہونا تھا، روانہ ہوئے۔

(۸) جس سال والد صاحبؒ کا انتقال ہوا، بندہ نے اس سال ان کی طرف سے حج کیا، عرفات کی طرف گاڑی رواں دواں تھی بندہ کی آنکھ لگی تو دیکھا کہ والد صاحبؒ احرام باندھے ہوئے ہیں، اور مدینہ منورہ میں جبل احد کے قریب چل رہے ہیں۔

(۹) قاری بشیر صدیق صاحب نے دیکھا کہ وہ حرم کے امام شیخ عبدالمحسن القاسم کے

ساتھ جنت میں داخل ہوئے ہیں، جنت کے بالا خانوں کی طرف دیکھ کر یہ پوچھ رہے ہیں: فلاں صاحب موجود ہیں؟ فلاں صاحب موجود ہیں؟ تو جواب آرہا ہے کہ نہیں، پھر انھوں نے پوچھا حضرت ورش (عشرہ کے مشہور قاریؒ) موجود ہیں؟ جواب ملا کہ ہاں موجود ہیں اور مولانا عاشق الٰہی صاحب بھی یہیں موجود ہیں۔

فائدہ: اس خواب میں حضرت والد صاحبؒ کے لئے جنت میں اونچے مقامات ملنے کی بشارت ہے۔

(۱۰) بندہ نے ایک دفعہ دیکھا کہ قرآن کی تلاوت کررہے ہیں اور سورہ آل عمران کی آخری آیات پڑھ رہے ہیں جن میں ایک آیت یہ بھی تھی: ﴿لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ﴾.

ترجمہ: لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کیلئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ مہمانی ہوگی اللہ کی طرف سے، اور جو اللہ کے پاس ہے بہتر ہے نیک بندوں کیلئے۔

(۱۱) بندہ نے دیکھا کہ مسجد نبوی شریف (علی صاحبہ افضل الصلاۃ واتم التسلیم) کے باب سعود القدیم کے پاس سے (جہاں بندہ بیٹھتا ہے) گزرتے ہوئے باب عمر کی طرف آرہے ہیں اور بندہ بھی ساتھ ہے جب باب عمر پر پہنچے تو دیکھا کہ جماعت کھڑی ہے والد صاحبؒ نے نیت باندھ لی اور جماعت میں شامل ہوگئے، اور بندہ نے بھی نیت باندھ لی، جماعت میں شامل ہوگیا، اسی روز اس نالائق کو حضرت مولانا

شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم نے اجازت بیعت وتلقین عطا فرمائی۔

(۱۲) ایک دفعہ والدہ صاحبہ نے دیکھا کہ بیٹھے ہوئے تازہ کھجوریں کھا رہے ہیں اور کھجوریں بہت موٹی موٹی رسیلی ہیں، اس میں سے والدہ صاحبہ کو بھی ایک کھجور دی۔

(۱۳) بندہ نے ایک دفعہ دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ تمہارے والد صاحبؒ فلاں جگہ ہیں بندہ وہاں پر پہنچا تو دیکھا کہ بہت خوشگوار موسم ہے اور بادل چھائے ہوئے ہیں اور دستر خوان لگا ہوا ہے طرح طرح کے پھل رکھے ہوئے ہیں، اور والد صاحبؒ اس دستر خوان پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

(۱۴) ہماری ہمشیرہ (سلمہا اللہ تعالی) نے ایک مرتبہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہے ہیں اور نیچے سے پانی کی نہر جاری ہے۔

(۱۵) ایک مرتبہ ہمیشرہ (سلمہا اللہ تعالی) نے دیکھا کہ ابا جان لیٹے ہوئے ہیں اور نیچے سے پانی کی نہر بہہ رہی ہے اور ابا جان کے کپڑے اس سے بالکل گیلے نہیں ہورہے ہیں۔

(۱۶) ایک دفعہ ہمشرہ (سلمہا اللہ تعالی) نے دیکھا کہ گھر میں سریر (بیڈ) پر تشریف فرما ہیں اور انگور تناول فرمارہے ہیں اور مسکراتے ہوئے باتیں کررہے ہیں۔

حضرت خواجہ عزیز الحسن غوریؒ کے پوتے جو کہ مدینہ طیبہ میں مقیم ہیں اور حضرت والد صاحبؒ سے ان کو بڑی عقیدت ومحبت تھی اکثر وہ مسجد نبوی شریف (علی صاحبہ افضل الصلاۃ واتم التسلیم) میں ملا کرتے تھے، انھوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت والد صاحب ایک مکان میں تشریف فرما ہیں اور نہایت ہشاش بشاش نظر آرہے ہیں، اتنے

میں کسی نے پوچھا حضرت آپ پہنچ گئے؟ تو مسکرا کر فرمایا: ہم تو پہنچ گئے۔

(۱۷) حضرت الحاج ابرار الحق صاحب خلیفہ مجاز حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی صاحبؒ نے دیکھا کہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک سفید مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں اور جہراً یعنی بآواز بلند تلاوت کر رہے ہیں۔

(۱۸) حضرت والد صاحبؒ کے ایک خاص شاگرد و محبّ مولانا محمد جاوید اشرف میرٹھی ندوی جو ایک طویل عرصہ سے مدینہ منورہ میں مقیم ہیں ان کا بیان ہے کہ اُن کی طبیعت میں یہ بات شدت کے ساتھ آئی کہ مدینہ منورہ چھوڑ کر ہندوستان میں درس و تدریس میں مشغول ہو جائیں، اور وہ اس سلسلہ میں تشتت ذہنی کا شکار تھے تو کہتے ہیں میں نے خواب میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ اپنے کتب خانہ میں تشریف فرما ہیں ایک عربی طالب علم کوئی کتاب پڑھ رہا ہے، میں سلام و مصافحہ کر کے پاس ہی بیٹھ گیا وہ طالب علم پڑھتا رہا کچھ وقت بعد حضرت مفتی صاحبؒ نے طالب علم کے ہاتھ سے کتاب لے کر مجھے دی اور فرمایا کہ اب تم پڑھو: چنانچہ میں نے کتاب لے کر پڑھنا شروع کیا تو دیکھا کہ یہ کتاب حجۃ اللہ البالغہ جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی مشہور و مقبول عام کتاب ہے، جس میں یہ بات تھی کہ دین کی خدمت کے بہت سے شعبے ہیں اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ بھی دین کی خدمت ہوتی ہے۔ میں صبح کو بیدار ہوا تو دل میں بہت اطمینان تھا، اور گویا اس میں اشارہ تھا کہ مدینہ منورہ ہی میں رہو اور تصنیف و تالیف کے مشغلہ سے منسلک ہو جاؤ۔

(۱۹) ایک مرتبہ بندہ سے فرمایا: مولوی صاحب بہت دن سے تمہاری کوئی نئی تصنیف

نہیں آئی، بندہ نے عرض کیا کہ: ابا دو کتابیں لکھی ہیں، فرمایا لا کر دکھاؤ، بندہ الماری کی طرف چلا کتاب لانے کے لئے، اور آنکھ کھل گئی، ان میں سے ایک کتاب کتاب الحج والعمرہ ہے جو شائع ہو چکی اور دوسری اتحاف حملۃ القرآن جو عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ شائع ہونے والی ہے۔

حدیث شریف

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: جس سے کوئی علم کی بات پوچھی گئی جسے وہ جانتا ہے پھر اس نے اس کو چھپا دیا تو قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام لگائی جائے گی. (احمد)

بارہواں باب :

تأثرات حضرات علماء کرام ومشائخ عظام

بر وفات حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر بہت سے علماء کرام اور مشائخ عظام نے آپؒ کی شخصیت اور آپ کے علمی و دینی مقام کو خوب اجاگر کیا، بہت سے رسائل و ماہناموں اور روزناموں میں اس قسم کے مضامین اہل قلم کی جانب سے شائع ہوئے، مگر افسوس کہ اُن کو محفوظ نہ کیا جا سکا اور ہند و پاک کے بہت سے رسائل واخبارات میں چھپنے والے مضامین تک ہماری رسائی بھی نہ ہو سکی، ماہنامہ البلاغ جو دارالعلوم کراچی کا نمائندہ ''ماہنامہ،، ہے اس کا بھی حضرت والد صاحبؒ پر ایک خاص نمبر نکلا تھا، ہم نے اِس باب میں اُس خاص نمبر سے بعض مضامین اخذ کئے ہیں، اور بعض مضامین جو ہمیں دیگر حضرات علماء کرام ومشائخ عظام سے مل سکے وہ بھی یہاں درج کر دیئے ہیں، بعض حضرات نے مضامین ارسال کئے مگر وہ موصول نہ ہو سکے اور ڈاک کی نذر ہو گئے، جبکہ بعض حضرات نے ہمیں مضامین بھیجنے کا وعدہ کیا مگر وہ بھی نہ

بھیج سکے، سرِ دست چند اہم مضامین جو ہمیں حاصل ہو سکے نذرِ قارئین کر رہے ہیں۔

((شہداء اللّٰہ فی الأرض کی گواہی))

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ کے پاس سے گزرنا ہوا لوگوں نے اس کی تعریف کی آپ نے فرمایا اس کے لئے واجب ہوگئی پھر ایک دوسرے جنازہ کے پاس سے گزرنا ہوا تو لوگوں نے اس کو برائی سے یاد کیا آپ نے فرمایا: واجب ہوگئی، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کیا چیز واجب ہوگئی؟ آپ نے فرمایا: پہلے جنازہ کی آپ لوگوں نے تعریف کی تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی، اور دوسرے جنازہ کو تم نے برائی سے یاد کیا تو اس کے لئے جہنم واجب ہوگئی، تم لوگ زمین میں اللہ کے شہداء (اللہ کے گواہ) ہو۔ (بخاری باب ثناء الناس علی المیت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک مخلص عالم دین

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

از: عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للّٰہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

اللہ تعالیٰ شانہ ہر دور میں علماء ربّانیین مخلصین پیدا فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ﴾ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اہلِ صدق کے ساتھ ہو جاؤ۔ یہ اہل صدق ہی اہل تقویٰ ہیں، ارشادِ ربّانی ہے ﴿أولئكَ الذینَ صَدَقُوا وأولئك هُمُ المتقون﴾ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں "کونوا مع الصادقین" کی تفسیر فرماتے ہیں (أی خالطواهم

لتکونوا مثلهم) اوراس آیت سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ والے ہر دور میں موجود رہیں گے، کیونکہ کونوا مع الصادقین کا امر قیامت تک کے آنے والے اہل ایمان کے لئے ہے، لہٰذا اہل صدق کا وجود ہر دور میں ہونا لازم آیا، تاکہ کونوا مع الصادقین پر عمل ہو سکے، یہ اللہ والے رسولِ اکرم کے سچے وارث ہوتے ہیں اور اسی سچی وراثت کی وجہ سے امت کیلئے مصابیح الدجیٰ کی حیثیت رکھتے ہیں، ان کے نور تقوی سے امت فیضیاب ہوتی ہے، اوران سے دینی رہنمائی حاصل کرتی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب نور اللہ مرقدہ بھی اپنے دور کے علماء مخلصین میں سے تھے جن سے امتِ اسلام کی بڑی تعداد کو خوب دینی نفع ہوا، مولانا موصوف کی تصنیفات جو کہ ایک سو سے متجاوز ہیں، اور خوب نشر ہو رہی ہیں اور عوام اور خواص ان سے خوب مستفید ہو رہے ہیں، مولانا موصوف کی بعض مؤلفات عرب میں بھی خوب مقبول ہوئیں، اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کے خوب درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے..آمین

مولانا موصوف نور اللہ مرقدہ کو تفقہ وافتاء کے ساتھ ساتھ علمِ حدیث کا بھی بڑا شغف تھا، انہوں نے اکثر تصنیفات احادیث کی روشنی میں تصنیف فرمائی ہیں۔اور حدیث سے محبت وتعلق وشغف اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے احباب کو احادیث شریفہ سے کتابیں تالیف کرنے کی طرف توجہ دلاتے تھے، بندہ جب تالیفِ معارف مثنوی سے فارغ ہوا تو مولانا موصوف نے فرمایا کہ اب آپ احادیث نبوی سے تالیف کا سلسلہ شروع کیجئے، بندہ مولانا موصوف کے اس کرم کا ممنون ہے کہ ان کے ارشاد

کے بعد ہی قلب میں توفیق باری تعالیٰ سے داعیۂ تالیف عطا ہوا، حق تعالیٰ شانہ نے دل میں یہ بات ڈالی کہ دنیا کی محبت ہی آخرت سے غفلت کا اور تمام معاصی کا اصل سبب ہے، اس لئے مشکوۃ شریف سے کتاب الرقاق کی احادیث کا انتخاب کیا اور تشریحات میں زیادہ تر مشکوۃ کی مستند شرح ''مظاہر حق'' سے استفادہ کیا، سو بفضل اللہ تعالیٰ کتاب وجود میں آگئی جس کا نام ''رسول اللہ کی نظر میں دنیا کی حقیقت'' تجویز کیا جو خوب مقبول ہوئی۔

مولانا موصوف جب دار العلوم کراچی میں استاذ حدیث ومفتی تھے تو اس وقت بھی مولانا سے خاص تعلق تھا، مولانا جب شہر تشریف لاتے تھے تو ہمارے گھر بھی تشریف لایا کرتے تھے، اور ہم بھی مولانا سے ملنے دار العلوم جایا کرتے تھے، اور جب مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو جب بندہ کی مدینہ منورہ حاضری ہوتی تھی تو بندہ اپنے احباب کے ساتھ مولانا سے ملاقات کے لئے ان کی قیام گاہ پر جایا کرتا تھا، مولانا بڑی بے تکلفی کے ساتھ گفتگو فرماتے تھے، اور کئی مرتبہ اپنے شیخ محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نور اللہ مرقدہ کے ہمراہ بھی مولانا کے گھر جانا ہوا اور مولانا کی دعوت تناول کرنے کا شرف حاصل ہوا، اللہ تعالیٰ میرے شیخ کے اور مولانا موصوف کے درجات خوب بلند فرمائے....آمین۔

ایک مرتبہ مولانا موصوف نے میرے پاس مدینہ شریف کی محبت میں ایک شعر لکھ کر بھیجا ''جوارِ محمد میں رہتے ہیں ہم'' اور فرمایا کہ اس پر پوری نعت شریف لکھ دیجئے تو بندہ نے اس کے مطابق پوری نعت شریف لکھی جو کہ فیضان محبت میں چھپی ہوئی ہے۔

مولانا موصوف کے بڑے بیٹے مولانا عبد الرحمٰن کوثر سلمہ اللہ تعالیٰ وبارک فی حیاتہ وعلمہ وعملہ (جو میرے شاگرد بھی ہیں، اور میرے خاص احباب میں سے ہیں) کی درخواست پر مولانا موصوف کے بارے میں یہ مختصر سا مضمون لکھا گیا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور نافع بنائے... آمین

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اپنے دور کی مثالی شخصیت

از شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم بانی و مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی (رئیس وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ جب ہندوستان سے ہجرت فرما کر پاکستان تشریف لائے اور دار العلوم کراچی میں ان کا تقرر ہوا اس وقت میں بھی در العلوم کراچی میں مدرس تھا اسی وقت سے میرا اور مولانا کا تعلق قائم ہوا جو مولانا کی آخری زندگی تک قائم رہا، حضرت مولانا کو اللہ تعالیٰ نے

بہت سے اوصاف جمیلہ سے نوازا تھا ان صفات میں سے مولانا کی اہم صفت یہ تھی کہ اپنے اکابر کے مسلک پر جمے ہوئے تھے تصلب فی الدین مولانا کی بڑی اہم صفت تھی مولانا ماحول سے بالکل متاثر نہیں ہوتے تھے اور مخلوق کو راضی کرنے کی طرف کوئی التفات نہ تھا صرف اپنے خالق و مالک جل شانہ کی رضا کے طالب تھے۔

مولانا کی تالیفات بھی اس پر شاہد عدل ہیں مولانا نے جب **التسہیل الضروری** کی تالیف فرمائی تو پہلے صرف قسم العبادات تالیف فرمائی اور بندہ سے فرمایا کہ اس کتاب کو وفاق المدارس کے نصاب میں شامل فرمالیجئے، بندہ نے عرض کیا کہ آپ پوری کتاب مکمل فرمالیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہم اس کو وفاق کے نصاب میں داخل کرانے کی کوشش کریں گے، چنانچہ مولانا نے اس کی تکمیل فرمائی اس کے بعد وفاق کے اجلاس میں اس کو رکھا گیا فی الحال بنات کے نصاب میں داخل کی جا چکی ہے، اور مولانا کی کتاب **زاد الطالبین** تو عرصہ دراز سے وفاق کے نصاب میں داخل ہے، جسکی احادیث عام طور پر طلبہ کو یاد بھی کرائی جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مولانا کے درجات خوب بلند فرمائے اور ان کے علمی کارناموں میں خوب برکات عطا فرمائے اور ان کا فیض تا قیامت جاری ساری فرمائے آمین۔

مولانا نے جب مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو سعودی عرب میں مقیمین حنفی حضرات کے لئے بہت بڑا سرمایہ بن گئے اور مولانا کے انتقال سے بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا، مولانا کو دین کا بڑا درد تھا جسکی وجہ سے دین کے تقریباً ہر شعبے میں کتابیں تصنیف فرمائیں اور فتنوں کی سرکوبی بھی فرمائی اور مولانا کو دینی مدارس کی بقا کی بھی فکر

رہتی تھی یہ درددل کی بات ہے اللہ تعالیٰ جسے عطا فرمائے اسی کو ملتا ہے بس اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

یہ چند سطریں مولانا کے بڑے فرزند عزیزی مولوی عبدالرحمٰن کوثر سلمہ اللہ تعالیٰ کی درخواست پر تحریر کی گئی ہیں میری مشغولیات اتنی زیادہ ہیں کہ مولانا پر مستقل مضمون لکھنا ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہ انہی چند سطروں کو قبول فرمالیں۔

و صلی اللّٰہ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و علی الہ وصحبہ أجمعین

مرد حقانی عالم ربانی

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلندشہری نوراللہ مرقدہ

از۔ حضرت مولانا شمس الحق خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

استاذ حدیث وناظم تعلیمات دارالعلوم کراچی سابقاً

وضاحت: یہ مضمون ماہنامہ البلاغ کے شکریہ کے ساتھ شامل اشاعت ہے.

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلندشہری ثم المہاجر المدنی برداللہ مضجعہ ورحمہ رحمۃ واسعۃ, اپنی دیرینہ تمنا ومراد کو پہنچے اور بحسن وخوبی پہنچے, اپنا گوہر مطلوب پایا اور خوب پایا، دیارِ حبیب جوار رسول اللہ ، ارض مدینہ اور خاک بقیع الغرقد، ان کی زندگی کی سب سے بڑی تمنا اور آرزو تھی، کیا پُر اخلاص اور مبارک تمنا تھی اور کیا نصیب تھے کہ جان، جانِ آفریں کے سپرد کرنے کے لئے ماہِ رمضان المبارک

ملا اور حالتِ صوم نصیب ہوئی اور نماز جنازہ زائرین حرم اور مسجد نبوی میں صلاۃ التراویح پڑھنے لاکھوں مقبول بندگانِ خدا نے پڑھی اور سینکڑوں علماء وصلحاء کی مشایعت میں جا کر آغوشِ جنت البقیع میں آسودہ خواب ہوئے، رحمہ اللہ رحمۃ سابغۃ

این سعادت بزور بازو نیست، تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت مولانا کا معمول تھا کہ رمضان المبارک میں اپنی رہائش گاہ سے جو جبل احد کے قریب ہے منتقل ہو کر اہل خانہ کے ساتھ مسجد نبوی کے قریب آجایا کرتے تھے تا کہ مسجد نبوی کی حاضری میں سہولت رہے، اس رمضان المبارک میں بھی مولانا مع اہلیہ وصاحبزادی وداماد مسجد نبوی کے قریب رباط بخاری میں قیام پذیر تھے، رباط کے متولی اس کو اپنی سعادت سمجھتے تھے کہ مولانا یہاں قیام فرمائیں، احقر راقم الحروف کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس سال آخر شعبان میں عمرہ کے لئے حاضری کی توفیق عطا فرمائی اور مکۃ المکرّمہ ہوکر رمضان سے دو روز قبل مدینہ طیبہ (علی صاحبہا الف الف صلاۃ وتحیۃ) حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، یوں تو جب بھی مدنیہ طیبہ حاضری ہوتی تھی تو مولاناؒ سے ملاقات کا دل میں اشتیاق ہوتا تھا اور پہلی ملاقات عموماً مسجد نبوی میں ہوتی تو مولانا کا اصرار ہوتا کہ گھر آئیں، کھانا ساتھ کھائیں اور اس طرح کسی روز گھر پر مولانا سے تفصیلی ملاقات اور مختلف موضوعات پر دیر تک مجلس رہتی، اور اس مجلس میں کھانے کے وقت مولانا کے دسترخوان پر عموماً بعض دوسرے مہمان بھی ہوتے تھے جن سے مولانا ایک دوسرے کا تعارف کراتے، ایک بار مقامی عرب تاجر بھی دسترخوان پر تھے، مولانا نے اُن سے احقر کا تعارف کچھ اس انداز سے کرایا کہ مجھے اس میں مبالغہ محسوس

ہوا، مولانا فرمانے لگے، بس میں نے ان کے یہاں آپ کی دعوت پکی کردی ہے،، اللہ تعالیٰ اس مردِ قلندر کو ہر پہلو جنت کے روح اور ریحان نصیب فرمائے، کتنی سادہ اور پھوکی پھوکی باتیں ہوتی تھیں اور کیا پیاری ادائیں تھیں، لیکن ہر ادا اور ہر بات سے اخلاص ومحبت کی شیرینی اور دینی حمیت ٹپکتی ہوئی محسوس ہوتی تھی، یہی اُن کی ہر دلعزیزی کا بڑا راز تھا۔

غرض اس سال جب احقر رمضان المبارک سے دو روز قبل مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو حسن اتفاق سے رباط بخاری کے بالکل قریب محلّہ عنابیہ کے ایک ہوٹل میں میرا قیام ہوا، میرے ہمراہ میرے دو بیٹے محمد سعد اور محمد خالد سلمہما بھی تھے، ہوٹل پہنچ کر پتہ چلا کہ رباط بخاری سامنے ہی ہے، اور حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب کا یہیں قیام ہے، بڑی خوشی ہوئی کہ مولانا سے ملاقاتیں رہیں گی۔

میں پہلے روز ہی مولانا کی قیام گاہ پر حاضر ہوا، بہت خوش ہوئے، فرمانے لگے کہ کہاں ٹھیرے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ سامنے ہی ہوٹل ہے اس میں قیام ہے، فرمایا: بس جب تک ہو روزانہ کھانا اور افطار میرے ساتھ کریں، میں نے عرض کیا کہ روزانہ نہیں، البتہ کبھی کبھی آجایا کروں گا اور اس کی پہلے سے اطلاع کردیا کروں گا، اور آج تو بہرحال آہی جاؤں گا، فرمانے لگے میاں کھانے پکانے کے چکر میں خود کہاں پڑو گے، ہمارے ساتھ ہی کھانا کھالیا کرنا، ہمارا تو ایک ریال ہی خرچ ہوگا آپ کو سہولت ہوجائے گی، اور دل چاہے تو وہ ریال دیدیا کرنا، اور یہ کہہ کر اپنے مخصوص انداز میں قہقہہ لگایا، وہاں چونکہ ایک ریال میں تین روٹیاں مل جاتی ہیں جو ہم تینوں

کیلئے کافی تھیں اس لئے فرمایا کہ ہمارا تو ایک ریال خرچ ہوگا۔

دوسرے روز دن میں معلوم ہوا کہ آخر شب میں مولانا کے قلب پر دباؤ ہوا تھا اس لئے ان کو رات ہی مستشفی میں داخل کرادیا گیا، جہاں ملاقات پر پابندی ہے، اس لئے وہاں جانا نہ ہوا، چار پانچ روز بعد مولانا کو ہسپتال سے چھٹی ملی تو قیام گاہ پر آگئے، احقر بعد فجر ملنے گیا تو چہرہ پر ضعف ونقاہت کے آثار نمایاں تھے، مگر اس کے باوجود لیٹے ہوئے ایک قاری صاحب کو پارہ سنا رہے تھے اور کچھ تجوید کے قواعد پر مذاکرہ بھی جاری تھا، میں پہنچا تو اُٹھ کر بیٹھ گئے، میں نے مزاج پرسی کی تو بتایا کہ یہ تیسری بار ہسپتال سے ہوکر آیا ہوں، طبیعت اس وقت الحمدللہ بہتر ہے، پھر فرمانے لگے کہ آپ ایک کام کی فکر کریں، خود کریں یا کسی کو اس کام پر لگائیں۔

وہ یہ کہ تفسیر جلالین کا کوئی دوسرا حاشیہ لکھا جائے موجودہ حاشیہ اگرچہ مفصل ہے مگر اس میں بعض باتیں کمزور ہیں، اور موجودہ دور کی تحقیقات کی روشنی میں بعض اضافوں کی بھی ضرورت ہے، دو تین بار اس کی تاکید کی کہ یہ کام کسی کے سپرد ہونا چاہیئے، میں نے عرض کیا کہ کوئی اہل اور مناسب آدمی سامنے آیا تو ان شاء اللہ ضرور عرض کروں گے، رات ہی موت وحیات کی کشمکش سے نکل کر گھر پہنچے ہیں، ضعف ونقاہت طاری ہے مگر دل ودماغ اس میں مصروف ہے کہ کونسی دینی اور علمی ضرورت باقی رہ گئی ہے جسے سفرِ آخرت سے پہلے پورا کرانا ہے، امام محمدؒ کا مقولہ کس قدر صحیح اور برمحل ہے: **إنما صناعتنا هذه من المهد إلى اللحد**،، ہمارا یہ مشغلہ تو گھوارے سے قبر تک ہے۔

کچھ دیر بیٹھنے کے بعد میں نے عرض کیا آج مکۃ المکرّمہ واپسی کا ارادہ ہے، اور وہاں

مزید چند روز قیام کے بعد ان شاء اللہ پاکستان روانگی ہوگی، فرمایا اچھا، اُٹھ کر مصافحہ ومعانقہ کیا، دعاؤں کا تبادلہ ہوا اور میں آ گیا، کیا پتہ تھا کہ یہ آخری ملاقات ہے اور آئندہ مدینہ طیبہ کی حاضری پر نگاہیں مولانا کو ڈھونڈیں گی مگر وہ نہ ملیں گے ۔ طاب اللہ ثراہ مکہ مکرمہ آنے کے تیسرے روز ۱۳ / رمضان المبارک کو اچانک اطلاع ملی کہ جس مرادِ عزیز کی انتظار میں مولانا ۲۶ / سال سے مدینہ منورہ میں چشم براہ تھے آج اللہ تعالیٰ نے ان کی وہ مراد پوری کردی ہے اور مولانا دار فانی کی حدود وقیود سے نکل کر منزل مقصود پر پہنچ گئے ہیں، یہ المناک خبر سن کر دل پر چوٹ لگی کہ امت آج ایک دینی فکر رکھنے والے دوراندیش عظیم رہنما اور صاحبِ دل عالمِ ربانی سے محروم ہوگئی ہے مگر ساتھ ہی مولانا کے نصیب پر رشک بھی آیا۔ ﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾، **اللهم لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده .**

حضرت مولانا کو دنیا سے رخصت ہوئے تقریباً دس ماہ ہو رہے ہیں، لیکن یقین ہے کہ دس سال بعد بھی ان شاء اللہ مولانا کی یاد دلوں میں اسی طرح تر و تازہ ہوگی جیسا کہ آج ہے۔

مولانا کو اللہ تعالیٰ نے جن بے شمار محاسن اور علمی و عملی کمالات سے نوازا تھا ان کا تذکرہ اور مولانا کا عظیم قلمی ورثہ مولانا کی ہمیشہ یاد تازہ کرتا رہے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا ؒ اس دور میں اسلاف واکابر کی سچی یادگار تھے، خالص علمی ذوق، تصلب فی الدین، رسوخ علمی، شغف تصنیف و تحقیق، زہد و تقوی، قناعت و توکل علی، ہر ایک سے ہمدردی و خیر خواہی کا معاملہ، اخلاص و محبت، حق گوئی و صاف گوئی، اور لا

یخاف فی اللہ لومۃ لائم کی شانِ بے نیاز، مولانا کے ممتاز اوصاف تھے، ان تمام محاسن کے ساتھ مولاناؒ کو اللہ تعالیٰ نے ''البذاذۃ من الإیمان،، کا ایسا مظہر بنایا تھا کہ ان کی پوری زندگی سادگی اور بے تکلفی سے تعبیر تھی، بات چیت، چال ڈھال اُٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، ہر کام سادہ اور بے تکلف تھا، یہی سادگی و بے تکلفی ان کی تقریر و تحریر اور تصنیف و تالیف میں نمایاں ہے، جو اندازِ گفتگو عمومی اجتماعات میں ہوتا وہی خصوصی مجالس میں، جو لب و لہجہ اور طرز بیان زبانی گفتگو میں تھا وہی تصنیف و تالیف میں بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کے اخلاص کامل کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے بے تکلف سیّال قلم، سادہ لب و لہجے اور عام فہم زبان کے ذریعہ امت کو وہ نفع پہنچایا جو بہت سے پر تکلف اصحاب قلم کے ذریعے نہیں پہنچا، مختلف علمی، تبلیغی اور اصلاحی موضوعات پر چھوٹی بڑی پچاسوں تصانیف کے علاوہ بے شمار تبلیغی و اصلاحی مضامین و مقالات کا ذخیرہ مولانا کا وہ قیمتی ورثہ اور صدقہ جاریہ ہے جس سے امت ان شاء اللہ ہمیشہ فیض یاب ہوتی رہے گی، اور وہ قیامت تک مولانا کے لئے اضافہ حسنات اور رفعِ درجات کا ذریعہ بنتا رہے گا۔

اس علمی سرمایہ کے علاوہ حضرت مولاناؒ کی وہ صالح اور سعادت مند اولاد بھی مولانا کے لئے صدقہ جاریہ ہے جن کی تعلیم و تربیت مولانا کی خصوصی نگرانی میں ہوئی، اللہ تعالیٰ ان کو اپنے والد ماجد کا صحیح جانشین اور خلف الرشید بنائے اور ہر مرحلہ میں ان کی رہنمائی اور دستگیری فرمائے، اور ان کو اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے

حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ کا آبائی وطن ضلع بلند شہر انڈیا کا ایک

موضع ''بسی،، ہے، جہاں غالباً ۱۳۴۳ھ میں مولانا کی ولادت ہوئی مولانا کے والد صاحب کا نام صوفی محمد صدیق صاحبؒ تھا ان کی وفات دارالعلوم کراچی میں ہوئی، ان کی وفات کے وقت اتفاق سے احقر مولانا کے ساتھ ان کے سرہانے موجود تھا، جس وقت ان کی روح پرواز ہوئی تو اُن کا چہرہ خود بخود قبلہ رُخ ہوگیا، نیک صالح آدمی تھے، مولانا نے ایک بار بتایا کہ ابّا جی کی آواز جوانی میں بہت اچھی تھی، خوش الحان تھے، کسی نے حسد یا عدوات کی وجہ سے کچھ کھلا دیا جس سے آواز بیٹھ گئی اور اس کے بعد بولتے وقت بھی آواز اُبھرتی نہیں تھی، مولانا نے حفظ قرآن کریم اور ابتدائی تعلیم مقامی طور پر حاصل کی، اس کے بعد مراد باد، سہارن پور، علی گڑھ، بلند شہر وغیرہ سے فراغت حاصل کی، فراغت کے بعد بمبئی، کلکتہ، دہلی وغیرہ مختلف شہروں میں دعوت وتبلیغ اور تصنیف کے کام کے ساتھ تدریسی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔

مولانا کو اللہ تعالیٰ نے شرف ہجرتین سے نوازا تھا، شوال ۱۳۸۴ھ میں مولانا ضلع مراد باد (انڈیا) سے جہاں مدرسہ حیات العلوم میں آپ مدرس تھے، ہجرت کرکے پاکستان آئے اور دارالعلوم کراچی سے وابستہ ہوگئے، دارالعلوم میں تدریسی خدمات کے علاوہ فتویٰ نویسی، نگرانی، مکاتب قرآنیہ کی ذمہ داری بھی ان کے سپرد رہی جو وہ بطریق احسن نبھاتے رہے۔

مولانا کے مزاج میں یوں تو ظرافت ومزاح غالب تھا، اپنے طبع زاد مخصوص فقروں اور سادے اور چست کلمات سے مخاطبین کو خوب محظوظ کرتے تھے، خود بھی ہنستے اور دوسروں کو بھی ہنساتے، لیکن اس کے ساتھ ہی طبیعت میں جوش وجلال بھی خاصا تھا، کسی منکر یا خلافِ اصول اور خلافِ طبیعت بات پر برہمی کا اظہار بھی برملا ہوتا تھا

۔اگر کوئی مستفتی طلاق کے مسئلہ میں قابل اطمینان بات نہ کرتا اور مشکوک ومشتبہ تحریر پر اپنے حق میں فتوی کا خواہشمند ہوتا تو اس وقت پر مولانا ؒ کا غیظ وغضب دیدنی ہوا کرتا تھا، اور اس وقت دار الافتاء میں بس مولانا ہی کی آواز گونجتی تھی، اسی طرح مکاتب قرآنیہ کے اساتذہ ہر ماہ جب مشاہرہ وصول کرنے آتے اور مکتب کی ماہانہ رپورٹ بھی اپنے ساتھ لاتے تو اس وقت ان کی کوتاہیوں پر مواخذہ کرتے ہوئے مولانا کا جلال نمایاں نظر آتا تھا، مگر یہ سب کچھ چونکہ اخلاص کے ساتھ ہوتا تھا اس لئے مولانا کے مزاج شناس اس کی وجہ سے بددل نہیں ہوتے تھے، ایک بار فرمانے لگے کہ کبھی کبھی میری راجپوتی رگ پھڑک اُٹھتی ہے، اس لئے غصہ چڑھ جاتا ہے۔

گھریلو مسئلہ ہو یا شادی رشتہ کا معاملہ، لوگوں کے مختلف ذاتی مسائل میں بھی ان کی رہنمائی، ممکنہ تعاون، سفارش ومشورہ ہر ایک سے اس کے حالات کی خبر گیری اور خیر خواہی وہمدردی، یہ وہ اوصاف تھے جن کی وجہ سے مولانا کے ارد گرد لوگ جمع رہتے تھے، مولانا جہاں بھی رہے ان کا حلقہ تعارف وسیع ہوتا، کچھ ذاتی تعلق کی وجہ سے اور کچھ ان کی تصانیف اور مضامین ومکاتیب کی برکت سے، مدینہ طیبہ میں بھی یہی کیفیت دیکھنے میں آئی کہ وہاں مقامی اور غیر مقامی حضرات مولانا کو گھیرے رکھتے تھے اور بڑی عزت وتکریم کا معاملہ کرتے تھے. **إذا احب الله إمرا القى محبته في قلوب عباده ۔**

تقریباً ۱۲/ سال پاکستان میں قیام کے بعد رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ میں مولانا پاکستان سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ چلے گئے، درحقیقت ہندوستان سے آتے وقت ہی مولانا کے ذہن میں اصل منزل سرزمین حجاز تھی، جس کا کبھی وہ ذکر بھی کرتے تھے، پاکستان میں قیام تو عارضی اور آگے کے انتظامات کی تیاری کے لئے تھا، چنانچہ وہ اس

عرصہ میں اس کی فکر میں لگے رہے اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے اُنھیں کامیابی عطا فرمائی، کسی مستقل ذریعہ معاش کے بغیر محض اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے سرزمین مدینۃ الرسول میں جا پڑنا اور نہایت عزیمت واستقامت کے ساتھ اس راہ میں پیش آنے والے تمام مجاہدات ومشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا، اُس سرزمین سے والہانہ عشق ومحبت، جوارِ رسول کی سچی تڑپ اور آخرت میں آپ کی شفاعت ومعیت کی دلی تمنا وآرزو کے بغیر ممکن نہیں۔

مدینہ چلے جانے کے بعد بھی پاکستان کراچی بالخصوص دار العلوم کراچی سے مولانا کا تعلق ورابطہ ویسا ہی مخلصانہ اور تروتازہ رہا جیسے پہلے تھا، متعلقین دار العلوم کے حالات کی خبر گیری، مفید مشورے، پند ونصائح، اور ملکی سطح پر پیش آنے والے واقعات وحالات کے بارے میں فکر مندی، الحاد وبے دینی کے اُبھرنے والے فتنوں پر تشویش اوران کے سد باب کے لئے تجاویز ورہنمائی کا سلسلہ جاری رہتا تھا جو پاکستان، پاکستانیوں، بالخصوص اہل علم اور دیندار طبقہ کے ساتھ ان کی محبت واخلاص اور دل بستگی کی کھلی نشانی تھی۔

''خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را،،

اِدھر دار العلوم کراچی کا معاملہ بھی مولاناؒ کے ساتھ بڑے اخلاص ومحبت اور ایثار کا تھا، دار العلوم کراچی نے مولاناؒ کے ہجرت کر جانے کے بعد بھی استاذِ دار العلوم ہونے کی حیثیت سے ان کو دار العلوم سے بے تعلق اور فارغ قرار نہیں دیا، بلکہ اس کو مولانا کی طویل رخصت محسوب کرتے ہوئے ہر وقت اس کی گنجائش رکھی کہ مولانا جب بھی واپس آنا چاہیں تو بخوشی اسی اعزاز ومنصب کے ساتھ آسکتے ہیں، مگر مولانا تو مدینہ طیبہ کی سرزمین سے قدم باہر نکالتے ہوئے بھی ڈرتے تھے کہ مبادا وہ وہاں کی مٹی سے

محروم ہوجائیں جس کی آرزو میں وہ وہاں جا پڑے ہیں، آخری بار مولانا دار العلوم کراچی کی دعوت پر دار العلوم کے جلسۂ دستار بندی میں تشریف لائے اور چند روز یہاں قیام فرما کر اپنی پرانی یادیں تازہ کر گئے۔

ہمارا مولانا کے ساتھ برسوں کا تعلق تھا، ان کے لطائف اور ظرائف بے شمار ہیں جن کا اس مختصر مضمون میں استیعاب نہ مقصود ہے اور نہ ممکن، اللہ تعالیٰ نے ان کو متنوع اوصاف ومحاسن عطا فرمائے تھے، اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ مولانا کی مفصل سوانح لکھے تو شاید وہ ان کا استیعاب کرلے۔ **وما ذلك على الله بعزيز**

اللہ تعالیٰ مولانا کے درجات بلند فرمائے اور اپنے قرب خاص میں ان کو مقامات رفیعہ نصیب فرمائے، اور ان کے اہل وعیال اور احباب ومتعلقین کو ان کی علمی وروحانی برکات سے مستفید فرمائے آمین. وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

حضرت بلندشہری رحمۃ اللہ علیہ کی

تحریر سے اقتباس

آج کل حجاج نے یہ طریقہ بنالیا ہے کہ تھوڑی بہت دیر کو حرم میں حاضر ہوجاتے ہیں ورنہ بازاروں میں گھومتے ہیں، اور چیزیں خرید خرید کر حرم میں لاتے ہیں اور ایک دوسرے کو دکھاتے رہتے ہیں، دیکھنے والے پوچھتے ہیں کہ کہاں سے خریدا؟ پھر وہ بھی ضرورت بلاضرورت خرید کر لاتے ہیں، قیامگاہوں پر بھی خرید وفروخت کے مشورے چلتے ہیں، (ٹی وی پر پروگرام دیکھنے) گانے سننے میں مشغول رہتے ہیں، غیبتوں میں مبتلا ہوتے ہیں، غرض یہ کہ سارا سفر مکدر کردیتے ہیں، نیز اس فکر میں رہتے ہیں کہ ہم اپنے وطن پہنچیں تو ہمارا خوب استقبال ہو، لوگوں کو پہلے سے خطوط اور فون کے ذریعہ

آمد کی تاریخ کی اطلاع کرتے ہیں اور جو شخص اسٹیشن یا ائیر پورٹ پر استقبال کرنے نہ آئے اس کی جانب سے دل گیر ہوتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم ان کو تبرکات نہیں دیں گے جنھوں نے ہمارا استقبال نہیں کیا، ظاہر ہے کہ ریا نمود ہر عبادت کو کھو دیتی ہے، اور حج کو مبرور نہیں ہونے دیتی، گھر پہنچ کر دعوتوں اور ضیافتوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اس میں بھی وہی ریاء کاری و نمود ہوتی ہے، جو حج کبھی زہد و تقوی پرہیزگاری، تکثیر حسنات اور محبت خداوندی کا ذریعہ تھا، آج اسکو گناہ اور فسق و فجور سے آلودہ کرلیا ہے.

(تعلیم المسلمین ۳۲۷)

ہمارے مخلص دوست

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

از حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم صدر و مفتی دار العلوم کراچی

حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ جب ہندوستان سے ہجرت فرما کر پاکستان تشریف لائے تو مولانا کے تقرر کا فیصلہ پہلے ہی سے حضرت والد ماجد مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرما چکے تھے۔اس کے بعد حضرت مولانا بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ خداداد نعمتِ اخلاص کے ساتھ درس و تدریس میں لگے رہے۔

کچھ عرصہ بعد حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے حضرت مولانا کے اخلاص و صلاحیت اور محنت کو دیکھتے ہوئے افتاء میں لگنے کے لئے فرمایا۔ چنانچہ مولانا افتاء میں لگے استفتاءات کے جوابات تحریر فرما کر حضرت والد صاحب قدس اللہ سرہ کی خدمت میں پیش فرماتے تھے۔ حضرت والد صاحب قدس اللہ روحہ نظر ثانی فرما کر الجواب صحیح تحریر فرما دیا کرتے تھے۔ اس طرح مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی افتاء کی تربیت حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر ہوئی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا شمار حضرت والد صاحب کے افتاء کے اہم شاگردوں میں ہوتا ہے کیونکہ فتوی انہوں نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہی سیکھا۔

ناچیز حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سرپرستی وزیر نگرانی اس زمانہ میں فتوی کی خدمت انجام دیتا تھا اس طرح ناچیز محمد رفیع عثمانی اور حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بطور نائب مفتی دار العلوم کراچی میں برسوں ایک ساتھ کام کرتے رہے جس کے نتیجہ میں ہمارا دوستانہ تعلق گہرا ہوتا چلا گیا۔

اس کے علاوہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا محمد عاشق الٰہی رحمہ اللہ کو دار العلوم سے ملحق مکاتب حفظ قرآن کی انتظامی ذمہ

داری بھی سپرد کر دی تھی جس کو وہ نہایت اخلاص کے ساتھ نبھاتے رہے دیانت داری اور امانت داری کے ساتھ ان تمام مکاتب دینیہ کی نگرانی کی اور اس سلسلہ میں خوب جفاکشی کا مظاہرہ فرمایا۔

دارالافتاء کے زمانے میں میرا حضرت مولانا سے تعلق للّٰہیت کا خوب بڑھ گیا تھا کیونکہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی اور تربیت میں بندہ بھی فتاوی لکھا کرتا تھا، ہم دونوں اس وقت دار العلوم کراچی میں استاذ ہونے کے ساتھ نائب مفتی بھی تھے۔

اور مولانا سے اللہ کے لئے محبت تھی۔ اس کا اظہار میں نے سنت پر عمل کرنے کے لئے مولانا سے کر دیا تھا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ جب دار العلوم سے حجاز مقدس بغرض ہجرت روانہ ہوئے تو اس وقت حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ حیات تھے۔ حضرت والد صاحب نے بندہ کو بلا کر فرمایا ایسا لگتا ہے کہ اپنا گھر کا آدمی چلا گیا۔ حضرت والد صاحب قدس سرہ کو مولانا مرحوم سے بڑی محبت تھی اور ان کے علمی کام پر خوب اعتماد تھا۔ اور ایک بات خاص یہ ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ جب حجاز مقدس کے لئے روانہ ہوئے تو استعفاء نہیں دیا اور نہ دار العلوم کی طرف سے مولانا کو الگ کیا گیا لہٰذا ہم نے مولانا سے یہ عرض کر دیا تھا کہ آپ طویل اجازت پر ہیں اور ضابطہ میں دار العلوم

کے مدرس ہیں جب چاہیں آپ واپس تشریف لا سکتے ہیں۔

دارالعلوم کراچی کے پچاس سالہ جشن میں مولانا مرحوم کو شرکت کی دعوت دی تو پہلے تو معذرت فرمائی کیونکہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ سے باہر جانے سے بچتے تھے کہ مدینہ سے باہر موت نہ آ جائے، پھر اس کے بعد مولانا نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق کی بناء پر اور دار [redacted] آئے، ان کی تشریف آوری سے ہماری خوشی دوبالا ہوگئی، مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم کراچی میں قیام فرمایا، اور علماء وعوام سب نے مولانا سے خوب استفادہ کیا، اور اجازت حدیث کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

بندہ کی حاضری مدینہ منورہ ہوتی تھی تو مولانا سے ملاقات کا بھی شرف حاصل ہوتا تھا اور مل کر بہت خوشی ہوتی تھی۔ جب ۱۴۲۲ھ میں حاضری ہوئی رمضان شریف کا مہینہ تھا بندہ مدینہ منورہ پہنچا خیال یہ تھا کہ مولانا کے ساتھ افطاری کروں گا لیکن کیا معلوم تھا مولانا سے ملاقات نہ ہو سکے گی وہ ملاقات سے پہلے جہانِ فانی سے رحلت فرما چکے ہوں گے۔ بندہ جب مدینہ منورہ پہنچا تو مولانا کے انتقال کی خبر ملی جس سے بڑا صدمہ ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بندہ عصر کی نماز کے وقت مدینہ منورہ پہنچا تھا اور نماز تراویح کے

بعد مولانا کی نماز جنازہ تھی۔ نماز جنازہ میں بھی شرکت ہوگئی اور تدفین میں بھی۔ بندہ کے علاوہ اور بھی دارالعلوم کے کئی اساتذہ کرام مدینہ منورہ میں موجود تھے۔ منجملہ ان کے مولانا عزیز الرحمٰن صاحب سواتی بھی تھے اور مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی تو غسل میں بھی شریک رہے، اور برادر عزیز شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اگلے دن مدینہ منورہ پہنچے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے گھر تعزیت کے لئے تشریف لے گئے۔ اور مولانا کے پسماندگان سے جا کر تعزیت کی اور اظہار افسوس کیا۔ اللہ تعالیٰ شانہ مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین (یاارحم الرحمین)

مولانا رحمۃ اللہ علیہ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے تو سعودی عرب میں رہنے والے مقیم حضرات کو مسائل میں رجوع کرنے کیلئے ہم مولانا قدس سرہ کا نام بتایا کرتے تھے کہ کوئی مسئلہ درپیش ہو تو مولانا عاشق الٰہی صاحب سے رجوع کریں، مولانا کے انتقال کے بعد ان جیسی پائے کی شخصیت جو حنفی حضرات کیلئے مرجع ہو ہمارے علم میں نہیں۔

مولانا کے انتقال سے ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا۔

مولانا مرحوم میں جہاں بہت سی خوبیاں اللہ

تعالیٰ نے عطا فرمائیں تھیں ان میں سے ان کا زہد فی الدنیا اور اقبال علی الآخرۃ خاص وصف تھے، ہمیشہ زہد وتوکل سے متصف رہے، اور آخرت کے کاموں میں منہمک رہتے، بلکہ ہر ایک کو اس کی دعوت بھی دیتے تھے۔ یہ مختصر سا مضمون ہے، دار العلوم کی ذمہ داری و دیگر علمی مشغولیات واسفار کی وجہ سے تفصیلی مضمون قلم بند نہ کر سکا، الذی لا یدرك کله لا یترك جُله

اللہ تعالیٰ اس مختصر سے مضمون کو قبول فرما کر نافع بنائے.. آمین یارب العالمین

نابغۃ العصر

از: حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم

مہتمم جامعۃ الاِسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ اپنے دور کے اُن علماء کرام میں سے تھے جن سے اللہ تعالیٰ شانہ اپنے دین کی خدمت لیا کرتا ہے، اور ان کا اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا، سونا جاگنا سب اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کے لئے وقف ہوتا ہے، مولانا موصوف نے جس اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت کی، اور دین کے ہر شعبہ میں ان کی خدمات بذریعہ ان کی تصنیف وتالیف نمایاں ہوئیں، یہ ان کی للّٰہیت کی دلیل ہے، مولانا موصوف کی تصنیفات ہر میدان میں پائی جاتی ہیں، عقائد میں، عبادات میں، اخلاقیات میں، معاملات میں، علم تفسیر میں، علم تجوید میں، علم حدیث میں، علم فقہ میں، رد فتن میں اصلاح معاشرہ میں، سلوک وتزکیہ وغیرہ

وغیرہ مختلف موضوعات میں ان کی تصنیفات مطبوع ومتداول ہیں اور ایک خلق خدا ان سے مستفید ہورہی ہے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کا نبوغِ علمی انکی گراں قدر تصنیفات سے ہوا۔

حضرت مولانا کی مقبولیت خواص وعوام سبھی میں پائی جاتی ہے، مولانا کی بعض تصنیفات ایسی ہیں جو کہ مدارس اسلامیہ عربیہ کے نصاب میں داخل ہیں، منجملہ ان کے زاد الطالبین من کلام رسول رب العالمین، التسہیل الضروری لمسائل القدوری وغیرہما کتابیں دنیا کے کئی ملکوں کے نصاب تعلیم میں شامل ہیں، مولانا موصوف کی تفسیر انوار البیان فی کشف اسرار القرآن جو کہ انھوں نے زندگی کے آخری سالوں میں تالیف کی تھی، عوام وخواص دونوں میں خوب مقبول ہوئی کیونکہ یہ تفسیر علمی فوائد سے لبریز ہوتے ہوئے، سہل ترین بھی ہے کہ عوام الناس بھی اس سے مستفید ہوتے ہیں، اور مولانا موصوف کی کتاب تحفۂ خواتین بھی خوب مقبول ہوئی، اور اسکی افادیت کے پیش نظر شادیوں میں لڑکیوں کو جہیز میں بھی دیجانے لگی، اور ہندوپاک میں بنات کے بعض مدارس میں داخل نصاب ہے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی عربی تصانیف میں ''العناقید الغالیہ من الأسانید العالیہ'' جس میں انہوں نے اپنے اکابر علماء دیوبند کی اسانید کو بالتفصیل ذکر فرمایا ہے ،اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے الرسائل الثلاث (جن میں مسلسلات بھی ہیں) کا حاشیہ بھی لکھا ہے یہ جملہ کتابیں علم حدیث سے اشتغال وشغف رکھنے والوں کیلئے ایک عظیم تحفہ ہیں۔

اور مولانا مرحوم کی کتاب آسان نماز باوجود مختصر ہونے کے نماز کے اہم

مسائل پر مشتمل ہے، اس کتاب کی افادیت واہمیت کے پیش نظر پاکستان کے بعض اہم مدارس میں جب طلباء کا دورہ حدیث میں داخلہ ہوتا ہے تو نماز کے مسائل اس کتاب سے پوچھے جاتے ہے۔ اور یہ کتاب مکاتب قرآنیہ میں باقاعدہ درساً درساً پڑھائی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ شانہ مولانا کے خوب درجات بلند فرمائے۔

مولانا کے اخلاص کی برکت سے ان کی کتابوں کے دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمے چھپ کر پھیل چکے ہیں۔

مولانا موصوف نے ردفتن پر بھی قلم اٹھایا ہے، اور فتنوں کی سرکوبی کے لئے کوششیں کیں ہیں، ردقادیانیت وشیعت وبریلویت وغیرہ پر بھی مولانا مرحوم کی تصنیفات موجود ہیں۔

مولانا مرحوم مدینہ منورہ میں احناف کے لئے بڑا سرمایہ تھے، مولانا مرکز اسلام میں ہونے کی وجہ سے عالم اسلام سے آنے والے زائرین حرم کے لئے ایک تحفہ تھے، اکثر اہل علم مدینہ منورہ کی زیارت کے لئے جب آیا کرتے تھے تو مولانا مرحوم سے ملاقات کرنے کا شرف بھی حاصل کیا کرتے تھے، اور فقہی مسائل میں بھی اہل علم گفتگو کر کے اپنی تشنگی دور کیا کرتے تھے۔

مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق حضرت مولانا محمد یوسف بنوری قدس سرہ سے بھی رہا ہے، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع مفتی اعظم پاکستان قدس سرہ کے ساتھ فقہی مسائل کے سلسلہ کی جو مجالس حضرت بنوری نور اللہ مرقدہ کے ساتھ منعقد ہوتی تھیں اس میں مولانا عاشق الٰہی رحمہ اللہ شریک ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا مرحوم کا ایسا حسن خاتمہ مقدر فرمایا تھا کہ مدینۃ النبی الحبیب المصطفی کے شرف کے ساتھ رمضان کے مبارک مہینے میں روزہ کی

حالت میں اپنے ربِ حقیقی سے جا ملے ۔ فرحمہ اللہ وجعل جنۃ الفردوس مثواہ ۔
مجھے خوشی ہے کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے خلف اکبر مولانا عبد الرحمٰن کوثر سلمہ اللہ تعالیٰ جو ہمارے جامعۃ العلوم الاِسلامیۃ بنوری ٹاؤن کے فضلاء میں سے ہیں اپنے والد ماجد رحمہ اللہ کے زندگی کے حالات پر مفصل کتاب تالیف کررہے ہیں، اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ اس کتاب سے اپنے بندوں کو نفع پہنچائے گا۔ واللہ ولی التوفیق وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ ربّ العالمین

۞۞۞۞۞

آہ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری رحمۃ اللّٰہ علیہ

از۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم

مفتی دارالعلوم کراچی

ماہ رمضان ۱۴۲۲ھ میں ہمارے محترم بزرگ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری ؒ بھی ہم سے رخصت ہوگئے، وہ اُن ہستیوں میں سے تھے، جن کی وفات کسی ایک فرد یا خاندان کے لئے نہیں، پوری امت کے لئے ایک المناک سانحہ اورنا قابل تلافی نقصان ہوتی ہے۔ ﴿اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ﴾
میں ۴؍ رمضان المبارک (۱۴۲۲ھ) کو المجلس الشرعی کے ششماہی اجلاس میں شرکت اور عمرے کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ گیا تھا، اور وہیں پر مقیم تھا، بدھ کے دن جو

پاکستان کے حساب سے رمضان کی بارہویں تاریخ تھی اور سعودی عرب کے حساب سے تیرھویں، عصر کے بعد مدینہ منورہ سے میرے بھانجے عزیزم مولوی امین اشرف سلمہ کا فون آیا، اور انھوں نے یہ جانکاہ خبر سنائی کہ آج مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے، اُنھیں دل کی تکلیف تو مدت سے تھی، اور چند روز قبل اسی سلسلہ میں وہ دو روز ہسپتال میں بھی رہے تھے، لیکن پھر طبیعت سنبھلنے پر گھر آ گئے تھے۔

اُن کا گھر حرم نبوی سے کافی فاصلے پر جبل احد کے قریب تھا، لیکن اُن کا معمول یہ تھا کہ رمضان المبارک کے شروع میں وہ حرم کے قریب رباط بخارا میں آ کر مقیم ہو جایا کرتے تھے، اس رمضان میں بھی انھوں نے اپنا یہ معمول پورا کیا، بدھ کے روز انھوں نے روزہ بھی رکھا اور فجر کی نماز حرم میں جا کر ادا کی، حالانکہ رباط بخارا سے حرم کا فاصلہ بھی ایک دل کے مریض کے لئے اچھا خاصا ہے، فجر کے بعد قیام گاہ پر آ کر صبح ساڑھے دس بجے تک وہ قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول رہے، اور اس کے بعد آرام کے لئے لیٹ گئے، گھر والے ڈھائی بجے سہ پہر تک اس تأثر میں رہے کہ سو رہے ہیں، اُن کے صاحبزادے مولوی عبدالرحمٰن کوثر صاحب سلمہ اُس روز عمرے کے لئے مکہ مکرمہ جانے کیلئے تیار تھے، الوداعی ملاقات کے لئے مولانا کے پاس آئے اور جب چند بار آواز دینے پر جواب نہ ملا تو جسم کو ٹٹول کر دیکھا، اس وقت پتہ چلا کہ مولاناؒ دنیا کو خیر باد کہہ کر عالمِ آخرت کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔

مولانا کا پاسپورٹ پاکستانی تھا، اور وہ اقامہ کی بنیاد پر سعودی عرب میں رہتے تھے،

ایسے حضرات کی تدفین کے لئے متعدد قانونی کارروائیاں درکار ہوتی ہیں، اوران کی تکمیل میں خاصا وقت لگ جاتا ہے، اس لئے خیال یہ تھا کہ مولاناؒ کی تدفین جمعرات کی صبح سے پہلے ممکن نہ ہوگی، چنانچہ میں سوچ رہا تھا کہ مکہ مکرمہ میں تراویح پڑھنے کے بعد میں سڑک کے ذریعہ مدینہ منورہ چلا جاؤں اور وہاں جنازے میں شریک ہوں، لیکن جب مغرب کے بعد میں نے مدینہ منورہ فون کیا تو معلوم ہوا کہ مقامی حکام نے غیر معمولی طور پر کاغذی کارروائی سے پہلے تدفین کی اجازت دیدی ہے اوراب نماز جنازہ عشاء کے بعد ہوگی، اب میرے پہنچنے کا کوئی راستہ نہ تھا، اللہ تعالی نے ان کی سنت کے مطابق جلد تدفین کے لئے غیر معمولی اسباب پیدا فرمادیئے، حرم نبوی میں تراویح اور وتر کے بعد نماز جنازہ ادا کی گئی اوراس کے بعد مولاناؒ جنت البقیع کی اس مبارک مٹی کے سپرد کردیئے گئے جس کی آس میں انھوں نے اپنی زندگی کے آخری چھبیس سال گزارے تھے، میں جنازہ میں شریک نہ ہوسکا اوراگلے دن مدینہ منورہ پہنچا لیکن برادر مکرم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کو جو حسن اتفاق سے بدھ کی شام ہی کو مدینہ منورہ پہنچے تھے، انھیں جنازے اور تدفین میں شرکت کا موقع مل گیا۔

مولانا کی شخصیت اس آخری دور میں اُن گنی چنی ہستیوں میں سے تھی جن کے تصور سے اس پُرآشوب دور میں ڈھارس بندھتی تھی۔

وہ اُن اہل اللہ میں سے تھے جن کو دنیا کی محبت چھو کر بھی نہیں گزرتی، جن کا لمحہ لمحہ رضائے الٰہی کا پابند ہوکر آخرت کی تیاری میں گزرتا ہے، اورجن کی دعاؤں کا سایہ

پوری امت کے لئے رحمت کا باعث ہوتا ہے، وہ اپنے علم و فضل، زہد و تقویٰ، سادگی اور تواضع میں سلف کی یادگار رہتے، اور اللہ تعالیٰ نے اُن سے علم و دین کی خدمت کا بڑا کام لیا، مدینہ منورہ میں اُن کی ذات ایک مرجع کی حیثیت رکھتی تھی، اور شب و روز اُن کے فیوض کا سلسلہ جاری رہتا تھا، پچھلے چھبیس سال میں جتنی بار مدینہ منورہ حاضری ہوتی، روضۂ اقدس پر سلام عرض کرنے اور مسجد نبوی میں حاضر ہونے کے بعد مولاناؒ کی زیارت و ملاقات اس حاضری کا لازمی حصہ ہوتی تھی، جمعرات ۱۳/ رمضان کو جب میں مدینہ منورہ پہنچا تو گزشتہ چھبیس سال میں یہ پہلا موقع تھا کہ اُن کی زیارت و ملاقات کا اب کوئی راستہ نہ تھا، اُن کے گھر پر حاضری ہوئی، اُن کے لکھنے پڑھنے کا کمرہ اسی درویشانہ شان سے کھلا ہوا تھا اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ ابھی کام کرتے کرتے تھوڑی دیر کے لئے کہیں گئے ہیں۔ لیکن وہ بہت دور جا چکے تھے اور اُن کی یادیں دل و دماغ میں ایک ایک کر کے صف آرا ہو رہی تھیں۔

مجھے مولانا سے سب سے پہلے غائبانہ تعارف اُن کی مقبول عام کتاب ''مرنے کے بعد کیا ہوگا،، کے ذریعہ ہوا جو بلا مبالغہ لاکھوں کی تعداد میں مختلف ناشروں نے شائع کی ہے، لیکن اُس وقت یہ اندازہ بھی نہ تھا کہ اُن سے اتنی قربت حاصل ہونے کا بھی موقع ملے گا، مولانا ہندوستان میں مقیم تھے، اس لئے ملاقات بھی آسان نہ تھی، لیکن ایک مرتبہ دار العلوم کراچی میں میرے والد ماجد مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کو اونچے درجے کے اساتذہ کی ضرورت ہوئی، اُس وقت حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم (موجودہ صدر وفاق المدارس العربیۃ و مہتمم جامعہ فاروقیہ) ہمارے دار العلوم

میں استاذِ حدیث تھے، انھوں نے بتایا کہ مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب پاکستان آنا چاہتے ہیں، انھوں نے ہی تجویز پیش کی کہ انھیں بحیثیت استاذ دارالعلوم کراچی میں بلا یا جائے، حضرت والد صاحب قدس سرہ نے یہ تجویز منظور فرما کر مولانا کو دعوت دی اور مولاناؒ ۱۳۸۴ھ میں پاکستان آ کر دارالعلوم سے منسلک ہو گئے۔

دارالعلوم میں مولانا کے قیام کے دوران اُنھیں قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، اُن کی درویشانہ زندگی، سادگی اور تواضع کے ساتھ اُن کے علمی اور تصنیفی ذوق کا مشاہدہ قدم قدم پر ہوتا رہا، مولاناؒ سے اگر چہ ہم نے کوئی باضابطہ کتاب نہیں پڑھی مگر درجے کے لحاظ سے وہ ہمارے اساتذہ کے ہم قرن تھے، اسکے باوجود انھوں نے ہمیں اپنے آپ سے اتنا بے تکلف کیا ہوا تھا کہ اُن سے کسی قسم کی بات کرنے میں تکلف کا کوئی پردہ حائل نہیں تھا۔

حضرت والد صاحب قدس سرہ کو مولاناؒ کے اخلاص وللّٰہیت اور کام کی دھن کی بڑی قدر تھی، شروع میں مولانا کو تدریس ہی کا کام سونپا گیا تھا، لیکن بعد میں کچھ انتظامی ذمہ داریاں بھی دی گئیں، اور پھر آخر میں حضرت والد صاحب قدس سرہ نے فتوی کا کام بھی اُن کے سپرد کیا، شروع میں مولانا اس کام کو قبول کرنے میں متردد رہے، لیکن حضرت والد صاحب کی نگرانی کی بناء پر یہ کام بھی قبول کیا، اور مدتوں دارالعلوم میں نائب مفتی کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے، کام کے لئے مولانا کسی محدود وقت کے پابند نہ تھے، کام کی دُھن انھیں شب و روز مشغول رکھتی تھی، اور دار الافتاء میں وہ بکھری ہوئی کتابوں اور پھیلے ہوئے کاغذات کے درمیان رات گئے تک

بیٹھے رہتے، اور فتوی کی تربیت حاصل کرنے والے طلبہ کا ایک جمگھٹا بھی اُن کے گرد رہتا تھا۔

مولانا کو تصنیف و تالیف کا ذوق ابتدا ہی سے تھا، اور اُن کی عوامی کتابیں بڑی مقبول اور مفید ثابت ہوئی تھیں، اُن دنوں البلاغ کی ادارتی ذمہ داریاں کلی طور پر میرے پاس تھیں، چنانچہ میں نے مولانا سے درخواست کی کہ وہ خواتین کے لئے مضامین کا ایک سلسلہ البلاغ میں شروع کریں، مولاناؒ نے ''خواتین اسلام،، کے نام سے یہ سلسلہ شروع کیا جو نہایت مقبول ہوا، اور بالآخر انھیں مضامین کا ضخیم مجموعہ ''تحفہ خواتین،، کے نام سے شائع ہوا، جو بفضلہٖ تعالی خواتین کے لئے ایک بہترین رہنما کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔

عوامی کتابوں کے ساتھ ساتھ مولاناؒ نے خالص علمی انداز کی کتابیں بھی تحریر فرمائیں، دار العلوم کے قیام کے دوران ہی طحاوی کی عربی شرح ''مجانی الأثمار،، کی جلد اول شائع ہوئی، بعد میں انھوں نے علامہ سیوطیؒ کی کتاب ''تبییض الصحیفہ،، اور علامہ ابن حجر کی الخیرات الحسان کے حواشی بھی لکھے اور علمائے دیوبند سہارنپور کی اسانید العناقید تالیف فرمائی، نیز مقدمہ بذل المجھود کی تکمیل کی سعادت بھی انھیں حاصل ہوئی حضرت والد صاحبؒ کی وفات شوال ۱۳۹۶ھ میں ہوئی، اسی سال حضرت والد صاحب کی وفات سے کچھ پہلے مولانا کے دل میں حجاز مقدس کی طرف ہجرت کرنے کا داعیہ شدت سے پیدا ہوا، اور شعبان میں مولاناؒ تنہا عازم حجاز ہوگئے، اُن کے دل میں تڑپ یہ تھی کہ حرمین شریفین کے جوار کی نعمت اور بالآخر جنت البقیع کی مٹی نصیب ہو،

یہی تڑپ حضرت والد صاحب کی وفات سے کچھ ہی پہلے اُنھیں سعودی عرب لے گئی تھی اور بعد میں وہ کہا کرتے تھے کہ اگر میں حضرت مفتی صاحب کی زندگی میں حجاز نہ آجاتا تو اُن کی وفات کے بعد دار العلوم چھوڑ کر جانا میرے لئے مشکل ہوتا۔

حضرت والد صاحب ؒ کی وفات کے بعد بھی انھوں نے دار العلوم اور اہل دار العلوم سے محبت وشفقت کا تعلق پوری طرح برقرار رکھا۔ برادر محترم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے دار العلوم کا انتظام سنبھالنے کے بعد اُن سے کہہ دیا تھا کہ آپ دار العلوم سے مستعفی نہیں ہوئے، بلکہ چھٹی پر ہیں، اور آپکی استاذ کی حیثیت مستقل برقرار رہے گی، چنانچہ انھوں نے اس تعلق کو نبھایا۔

دار العلوم کے معاملات میں دور رہ کر بھی وہ دخیل رہے، اور اپنی ہدایات اور مشوروں بلکہ تنبیہات سے بھی نوازتے رہے۔

کراچی سے حجاز چلے جانے کے بعد ایک عرصہ تک انھوں نے معاشی اعتبار سے بڑی تنگی کا دور گزارا، وہ خود حجاز میں تھے اور اُن کے اہل خانہ یہاں دار العلوم میں مقیم تھے، دونوں جگہ کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا، لیکن وہ ان لوگوں میں سے نہیں تھے جو کسی تنخواہ یا آمدنی کی وجہ سے سعودی عرب جاتے ہیں، اُن کا اصل مقصد حرمین شریفین کی برکات حاصل کرنا تھا، اور جو لوگ اس غرض سے ہجرت کرتے ہیں وہ معاشی تنگی اور حالات کی ترشی خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں، چنانچہ انھیں مدینہ منورہ میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ سیٹ ہونے میں کئی سال لگے۔

اللہ تعالیٰ نے اُنھیں دین اور اس کی ضروریات کی فکر عطا فرمائی تھی، اُن کا کوئی کام

پیسے کمانے کے لئے نہیں تھا، دین کی جو ضرورت وہ خود پوری کر سکتے، خود پوری کرتے اور جو ضرورت دوسروں سے متعلق ہوتی، خط وکتابت کے ذریعہ دوسروں کو متوجہ فرماتے رہتے تھے، پاکستان میں جو نت نئے فتنے سر ابھارتے، اُن کی فکر اُنھیں وہاں بیٹھ کر بعض اوقات یہاں کے لوگوں سے بھی زیادہ ہوتی اور وہ ان کی مقاومت کے لئے یہاں کے حضرات پر زور دیتے رہتے تھے۔

اُن کے مدینہ منورہ چلے جانے سے عام مسلمانوں کو بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اُنھیں سعودی عرب میں دینی رہنمائی کا ایک سرمایہ میسر آ گیا، خاص طور پر برصغیر کے مسلمانوں کو دین کے مسائل معلوم کرنے کے لئے ایک قابلِ اعتماد مرکز مل گیا تھا، اُن کے پاس سعودی عرب کے اطراف سے مسلمانوں کا رجوع رہتا تھا، اور وہ پوری شفقت سے سب کی پیاس بجھاتے تھے۔

اہل عرب میں سے بھی علم کے قدردان مولانا کی ذات سے استفادہ کرتے اور اُن کے علم وفضل، زہد وتقوی اور جذبہ اتباع سنت کا نقش لے کر لوٹتے تھے۔

مولانا کی پیدائش ۱۳۴۳ھ میں ضلع بلند شہر کے ایک گاؤں ''بسی'' میں ہوئی تھی، اور انھوں نے صرف چھ مہینے میں انیس پارے حفظ کیئے تھے، ابتدائی تعلیم حسن پور، مراد آباد اور علی گڑھ کے مدرسوں میں حاصل کی، پھر ۱۳۶۰ھ میں مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور وہاں کے اکابر سے تین سال فیض حاصل کیا، بعد میں میوات اور دہلی اور کلکتہ میں تدریس کے فرائض انجام دیئے، اور بالآخر حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کی فرمائش پر ۱۳۸۴ھ میں دارالعلوم کراچی منتقل ہوئے جہاں بارہ سالہ خدمات کے بعد حرمین شریفین کی طرف ہجرت فرمائی۔

چند سال پہلے جب مولانا کو پہلی بار دل کی تکلیف ہوئی اور میں مدینہ منورہ میں ان کی عیادت کے لئے حاضر ہوا تو فرمانے لگے کہ میں نے اس بیماری میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ ''یا اللہ ! میں نے ابھی تک تفسیر تو لکھی نہیں،، چنانچہ اب صحت یاب ہونے کے بعد میں نے تفسیر لکھنی شروع کردی ہے، میں نے عرض کیا کہ حضرت ابھی تفسیر مکمل کرنے کی کیا جلدی ہے؟ بہت سے کام ہیں پہلے وہ نمٹائیں، پھر تفسیر مکمل کیجیے ؟ مولانا ہنسنے لگے، لیکن اس کے بعد انھوں نے تیز رفتاری سے تفسیر کی تالیف جاری رکھی یہاں تک کہ'' انوار البیان،، کے نام سے نو جلدوں میں یہ تفسیر کچھ ہی عرصہ قبل مکمل فرمالی، اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اُن کی آخری تالیفی آرزو بھی پوری فرمادی، پھر اللہ تعالیٰ نے رمضان کے مبارک مہینے اور روزے کی حالت میں تلاوت قرآن پاک کے بعد اپنے پاس بلایا، یہ سب اُن کی قبولیت عند اللہ کی قابل رشک علامات ہیں۔

حجاز مقدس سے باہر مولانا ؒ کا آخری سفر اس وقت ہوا جب تین سال پہلے دار العلوم کراچی میں پچاس سال کے فارغ التحصیل طلبہ کے لئے تقسیم اسناد کا جلسہ منعقد کیا گیا، اور ہم نے مولانا ؒ کو اس میں دعوت دی، اگرچہ مولانا ؒ اپنی علالت کی بنا پر حجاز مقدس سے باہر جانا پسند نہ فرماتے تھے مگر ہمارے پاس خاطر کے لئے یہ سفر منظور فرمایا، یہاں لوگ ان سے فیض یاب ہوئے، مگر جنت البقیع کی خواہش نے انھیں یہاں زیادہ قیام نہ کرنے دیا، اسی سال صفر ۱۴۲۲ھ میں میری مدینہ منورہ حاضری ہوئی تو مسجد نبوی میں اُن سے آخری ملاقات ہوئی، کسے معلوم تھا کہ آج کے بعد ان سے ملاقات مقدر نہیں۔

اللھم اکرم نزله ووسع مدخله وابدله دارا خیر من داره واهلا خیرا من اهله واغسله بماء الثلج والبرد واغفرله وارحمه وارضه وارض

عنہ یا ارحم الراحمین

یہ مولانا کی یادوں کے چند مختصر نقوش ہیں جو اس وقت بے ساختہ قلم پر آ گئے، ورنہ مولانا کی زندگی اور خدمات کے بہت سے پہلو ہیں جو ایک مختصر مضمون میں نہیں سما سکتے ۔ اللہ تعالیٰ ان کی مکمل مغفرت فرما کر انھیں اپنے جوار رحمت میں مقامات عالیہ عطا فرمائیں، ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں اور ان کے کام کو جاری رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے.آمین ثم آمین۔

وضاحت:

یہ مضمون بشکریہ ماہنامہ البلاغ کراچی کی حضرت مفتی محمد عاشق الٰہیؒ کی حیات پر خصوصی شمارہ سے ماخوذ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکرۂ رفیق صدیق مولانا عاشق الٰھی بلندشھری

اعلی اللہ مقامہ فی الجنۃ (آمین)

از: حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس رومی مفتی شہر آگرہ ۔یو۔پی،الہند

راقمِ سطور عبدالقدوس رومی غفرلہٗ اپنے لئے یہ بات موجبِ شرف و باعثِ سعادت سمجھتا ہے کہ اسے صاحبِ تذکرہ مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہم درس ہونے کا شرف میسر ہو گیا تھا، یہ اس وقت کی بات ہے جب مظاہر علوم میں درجہ بندی کا نظم نہ تھا، درسی کتب میں صرف ترتیب ہی کسی درجہ میں ملحوظ رکھی جاتی تھی، وہاں جلالین کے سبق میں مولانا کے ہم درس ہونے کا موقع مل گیا تھا، اقبال مرحوم کا ایک شعر جو اس وقت مولانا مرحوم کے تذکرہ میں زیرِ قلم آنے کے لئے یاد آ گیا، ؎

شورش سے بھاگتا ہوں، دل ڈھونڈتا ہے میرا ایسا سکوت جس پر تقریر بھی فدا ہو

ہمارے مولانا عاشق الٰہی بھی خاموش طبع تھے ان کی اِسی خاموشی کی وجہ سے مجھ جیسا بکواسی طالبِ علم انہیں صوفی ہی کہتا تھا جو کسی طرح بھی خلافِ واقعہ نہیں تھا، وہ نہایت پڑھاکو قسم کے طالبِ علم تھے، انھیں کسی وقت فضولیات ولغویات میں شاید کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ مظاہر علوم میں داخلہ کے وقت غالباً ان کا نام ''محمد عاشق بلند شہری'' تھا، پھر تجوید کے استاذِ محترم حضرت قاری محمد سلیمان صاحب دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام ''محمد عاشق الٰہی'' کردیا تھا۔ احقر تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد سب سے پہلے مدرسہ امدادیہ مرادآباد میں مدرسِ دوم کی حیثیت سے رہا، وہاں اس وقت حضرت مولانا محمد حیات صاحب سنبھلی مدرس اول تھے، اس کے بعد میرا قیام ''اِٹاوہ'' میں رہا، اس زمانہ میں حضرت مولانا محمد حیات صاحب کے قائم کردہ مدرسہ حیات العلوم مرادآباد میں مولانا عاشق الٰہی صاحب مفتی و مدرسِ حدیث تھے، جب وہ وہاں سے جانے لگے تو مجھے اپنی جگہ مقرر کرنے کے لئے مولانا سنبھلی علیہ الرحمۃ سے کہا، چنانچہ اس سلسلہ میں دونوں حضرات کے خطوط بھی میرے پاس آئے، مگر میں نے چند وجوہ کی بناء پر وہاں ملازمت کرنے سے انکار کردیا تھا، بعد میں مولانا عاشق الٰہی کے چلے جانے کے بعد پھر حضرت مولانا سنبھلیؒ نے مجھے بلانے کی کوشش کی اور لکھا، مگر احقر کے مقدر میں تو مرادآباد کے بجائے اکبرآباد لکھا جاچکا تھا، اس لئے وہاں کیسے جاسکتا تھا؟ پھر میرے بجائے مفتی حبیب الرحمٰن خیرآبادی وہاں پہونچ گئے، جو اب ماشاءاللہ دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی ہوگئے ہیں۔ **کل شیء بقدر**

ہمارے مولانا بلند شہری علیہ الرحمۃ ملک و بیرونِ ملک کی متعدد بلندیوں سے گذرتے ہوئے دنیا کی آخری بلندی حرمین شریفین تک پہونچ گئے، اور آخر عمر میں مہاجرِ مدنی ہوکر سفرِ آخرت بھی فرماگئے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔

موت سے کس کو رستگاری ہے   آج ان کی کل ہماری باری ہے

مولانا موصوف کا احقر سے نہایت محبت وخلوص اور اعتماد کا تعلق آخر وقت تک قائم رہا، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرتِ کاملہ فرمائے، اور درجاتِ قرب سے نوازے...... آمین۔

راقم اس وقت اپنی عمرِ طبعی کی سرحد پار کر کے عمرِ اضافی کی ملی ہوئی مدت پوری کر رہا ہے، اس لئے کوئی با قاعدہ مضمون نہیں لکھ سکتا، دماغ کی قوت رخصت لینے کی تیاری کر رہی ہے۔ مولانا مرحوم کے بڑے صاحبزادے عزیزم مفتی عبدالرحمٰن کوثر سلمہٗ ماشاء اللہ الولدُ سرٌّ لابیہ کا مصداق محسوس ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ مولانا کے جملہ پسماندگان کو سلامت رکھے، اور ہم سب کو اپنی رضا نصیب فرمائے۔

ابوالقلم عبدالقدوس رومیؔ غفرلہٗ

مفتی شہر آگرہ، مقیم غریب خانہ، الہٰ آباد مؤرخہ یکم ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

میرے بزرگ، میرے محبّ ومشفق

از: حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنی صاحب مدیر مدرسہ معہد الخلیل

﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ﴾ .

ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا یہ عقیدہ اور نظریہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اس کائنات کو ایک مخصوص مدت تک کے لئے پیدا فرمایا۔ ہر شخص کے لئے اس عالم میں فنا مقدر ہے، ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾ .

لیکن بعض ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جن کی رحلت ہزاروں دلوں کو سوگوار اور ہزاروں آنکھوں کو اشکبار کر جاتی ہے، یہ وہ مقربین بارگاہ شخصیات ہیں کہ نہ صرف خود محبت

وعشق الٰہی سے سرشار ہوتی ہیں بلکہ ان کے طفیل ہزاروں قلوب اس نورِ محبت سے منور ہوتے ہیں۔ان کی زندگی کا ہر لمحہ مخلوق خدا کی رشد وہدایت، تبلیغ وتعلیم اور اصلاح ظاہر وباطن کے کام میں صرف ہوتا ہے، دنیاوی مال ومتاع ان کی نگاہ میں بے وقعت ہوتے ہیں، اور وہ دنیا میں رہ کر بھی دنیا سے بیگانہ اور واصل بحق ہوتے ہیں۔

انہی ہستیوں میں تھے ہمارے سلسلہ کے ایک بابرکت بزرگ عصر حاضر کے نامور اور متبحر عالم دین، برصغیر کی مشہور زمانہ تاریخی درسگاہ مظاہر علوم کے روحانی فرزند، قطب الأقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کے علوم کے خوشہ چیں اور لائق اور محبوب شاگرد حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی ہے جو ۱۳/رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ بروز بدھ بوقت ظہر اس عالمِ فانی سے رحلت فرما کر اپنے خالق حقیقی سے جاملے، حضرتؒ کو مدینہ منورہ میں جنت البقیع کی وہ مبارک مٹی نصیب ہوئی جس کی تڑپ میں وہ تقریباً چھبیس سال سے حجاز مقدس میں مقیم تھے۔﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾

مدینہ منورہ کا قیام، اخیر وقت تک علم دین کی خدمت میں اشتغال وانہماک، ماہ رمضان میں روزہ کی حالت کے اندر سفرِ آخرت اور پھر خلیفۂ ثالث ذوالنورینؓ کے روضۂ مطہرہ کا دائمی قرب، جنت البقیع کی بابرکت اور پاکیزہ مٹی میسر ہونا، یہ سب کے سب ان کی مقبولیت عند اللہ اور ازلی خوش نصیبی کی علامات اور باری تعالیٰ کے یہاں ان کے لئے تیار شدہ انعامات کی ایک جھلک ہے۔

حضرت موصوف بڑی مرنجاں طبیعت کے مالک تھے، حلم وبردباری، عفو ودرگزر کی سراپا

تصویر تھے، طبیعت میں علمی ذوق بہت ہی زیادہ تھا۔ وہ بیک وقت مفسر بھی تھے اور محدث بھی، فقیہ بھی تھے اور معلم بھی تھے، موصوف دورِ حاضر کے کامیاب اور مشہور زمانہ مصنف بھی تھے، اور ان سب سے بڑھ کر تقویٰ، طہارت، مہر و محبت کا اعلیٰ نمونہ بھی۔ حضرت مولانا اب ہمارے درمیان نہیں لیکن ان کی بہت سی یادیں، بے شمار ادائیں ایک ایک کر کے دل و دماغ کو جھنجوڑ رہی ہیں، بندہ کا موصوف کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی نسبت سے ایک عرصہ سے تعلق رہا، مولانا کی بے تکلفی، سادگی و محبت، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس تعلق کو بڑھاتی ہی چلی گئی اور ہمارا آپس کا یہ برکتی روحانی رشتہ اخیر وقت تک قائم رہا۔

موصوف اگرچہ جسمانی اعتبار سے بہت دور تھے لیکن بے حد قلبی تعلق تھا انتہائی مصروفیت و مشغولیت کے باوجود اخیر تک مکاتبت شفقت و محبت کا سلسلہ جاری رکھا، اس وقت حضرت والا کی سوانح حیات پر قلم اُٹھانا مقصود نہیں کہ حضرت مرحوم کے صاحبزادگان عزیزم مولوی عبد الرحمٰن کوثر اور مولانا عبد اللہ برنی صاحبان نے ماشاء اللہ مرحوم کی زندگی کے مختلف اہم گوشوں پر روشنی ڈال کر ماشاء اللہ بڑی قابل قدر خدمت انجام دی ہے، فی الحال کیفما اتفق حضرت مرحوم کی جو چند خصوصیات ذہن میں آ رہی ہیں وہ سپردِ قلم کرتا ہوں۔

۱۔ اللہ جل شانہ نے حضرت والا کو دین کے اہم شعبہ بث العلم یعنی دین کی نشر و اشاعت کی خدمت کے لئے قبول فرمالیا تھا، تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد ہی درس و تدریس میں مشغول ہو گئے، ایک مرتبہ سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بیس برس کی عمر میں

فارغ ہو کر میں اپنے وطن گیا اور دوسرے ہی دن سبق بھی پڑھانا شروع کر دیا۔

۲۔ مدینہ پاک کے قیام کے دوران اپنے شیخ ومرشد کی محبت سے بھی فیض یاب ہوئے اور آپ کی تعمیل ارشاد پر مختلف رسائل تصنیف فرمائے، چنانچہ حضرت شیخ الحدیث قدس اللہ سرہ نے اپنی ایک تصنیف کے مقدمہ میں تحریر فرمایا ہے: اس وقت میرے مخلص دوست مولانا عاشق الٰہی بلندشہریؒ مدرس جامعہ دارالعلوم کراچی مدینہ طیبہ آئے، میں نے اس اپنی خواہش کا اظہار کیا، اللہ تعالی ان کو جزائے خیر دے میری خواہش پر رسالہ لکھنا شروع کر دیا اللہ تعالی مدد فرمائے اور توفیق عطا فرمائے۔

۳۔ ساری زندگی وعظ ونصیحت، چھوٹی بڑی کتب ورسائل کی تصنیف وتالیف کا مشغلہ جاری رکھا۔

مولانا کو تصنیف وتالیف کا بڑا سلیقہ تھا، دل نشیں اور سادہ انداز میں تحریر فرمودہ ان کی تالیفات عوام الناس کے لئے بطورِ خاص بڑی مقبول ثابت ہوئیں، جن میں ''تحفہ خواتین،، اور ''کام کی باتیں،، کے عنوان سے وعظ ونصائح پر مشتمل مجموعہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔

مولانا نے علوم دینیہ کے شائقین علماء وطلباء کے لئے بھی بڑی گرانقدر اور قیمتی کتابوں کا سرمایہ چھوڑا، چنانچہ حدیث شریف کی مشہور کتاب طحاوی شریف کی ''مجانی الأثمار،، کے نام سے عربی شرح تحریر فرمائی، اور زمانہ قریب ہی میں مقدمہ بذل المجہود کی تکمیل کی سعادت بھی انھیں کو حاصل ہوئی جو علم حدیث سے متعلق بہت سی اہم معلومات پر مشتمل ہے، اس کے علاوہ بھی تفسیر حدیث اور فقہ میں تصنیف شدہ متعدد ضخیم ومختصر کتب ورسائل آپ کی علمی یادگار ہیں۔

۴۔ حضرت مولانا مدینہ منورہ کے زمانہ قیام میں برصغیر کے مسلمانوں کے لئے دینی

رہنمائی کا بہت بڑا مرکز تھے، فقہ حنفی کی روشنی میں دینی مسائل کی صحیح تشریح کا اہم کام بھی سعودی عرب کے اندر منجاب اللہ حضرت سے لیا گیا، مختلف اطراف سے عوام وخواص، مقامی وغیر مقامی، حاضرین وزائرین ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور خصوصاً مسائل حج کے متعلق سوالات کرتے اور حضرت مولانا بداہۃً ان کے تشفی بخش جواب دے کر سب کی پیاس بجھاتے۔

۵۔اس کے ساتھ ساتھ اوقات میں علماء اور طلباء بھی آپ کی مجلس درس میں حاضر ہو کر آپ سے علمی استفادہ کرتے، حضرت مولانا ہر ایک کو حسب لیاقت کسی نہ کسی کام میں لگاتے، مراجع وغیرہ کی تلاش میں ان سے مدد لے کر ان کے اندر علمی ذوق کو پیدا فرماتے۔

۶۔ ہر آنے والے مہمان وزائر کی دلجوئی فرماتے اور بڑی سادگی وبے تکلفی کے ساتھ اس کے حال واحوال اور خیریت دریافت کرتے، چونکہ طبیعت میں بہت شیفتگی، ظرافت اور خوش طبعی تھی اس لئے تھوڑی ہی دیر میں نو وارد اجنبی آپ سے مانوس ہو جاتا اور دل میں آپ کی محبت کے جذبات لے کر لوٹتا۔
علماء وطلباء سے علمی لطائف ونکات پر مشتمل گفتگو ہوا کرتی تھی۔

۷۔حضرت مولانا قدس سرہ کے جس وصف نے بندے کو سب سے زیادہ متأثر کیا وہ ان کا زہد واستغناء عن الدنیا تھا، دینی امور میں کسی قسم کی رعایت، چشم پوشی، اور مداہنت سے کوسوں دور تھے۔

اخیر وقت تک کسی سے بھی کوئی دنیوی منفعت حاصل کی نہ اس کے طلبگار رہے، حتی کہ رہائش کا مکان بھی ذاتی نہ تھا، اور یوں فرمانِ نبوی: **كن في الدنيا كأنك غريب او عابر سبيل** ،، پر اس مادیت پرستی کے دور میں عمل کر کے دکھلایا اور اپنی بیسیوں تصانیف پر کبھی ایک پیسہ بھی بطور معاوضہ کے قبول نہیں فرمایا۔

۸۔حضرت مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے ملت اسلامیہ کے لئے بڑا درد مند دل عطا فرمایا تھا،

انھیں ملت اسلامیہ کو پیش آنے والے ناگفتہ بہ حالات کی نزاکت کا بڑا احساس تھا، دین کی جو ضرورت وہ خود پوری کر سکتے خود پوری کرتے، اور جو ضرورت دوسروں کے متعلق ہوتی اس کی طرف زبانی اور بصورت خط و کتابت اپنے احباب کو متوجہ فرماتے۔ ملک پاکستان میں جونت نئے فتنے سر ابھارتے بعض اوقات آپ کو یہاں کے لوگوں سے زیادہ اس کی فکر ہوتی اور اس سلسلہ میں وہ یہاں کے ذمہ دار اصاحب منصب حضرات سے خط و کتابت جاری رکھتے تھے۔

یہ مولانا کی یادوں کے چند نقوش ہیں جو اس وقت بے ساختہ قلم پر آ گئے، اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے، ان کے پسماندگان اور صاحبزادگان اور اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور دین کے سلسلہ میں ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین.

اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ، اللّٰھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعد

[بشکریہ ماہنامہ البلاغ]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اپنے وقت کی عبقری شخصیت

از: حضرت مولانا عبدالواحد صاحب بانی و مہتمم جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی

میرے مخلص دوست عالم ربّانی حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری قدس اللہ سرہ ان علمائے ربّانیین میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اصلاح و تربیت کی فکر عطا فرماتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے مولانا کو امت کی فکر عطا فرمائی تھی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ توفیق سے جو علمی و اصلاحی خدمات سرانجام دیں وہ تا قیامت ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے لئے صدقۂ جاریہ ہیں، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم

کراچی کے قیام کے دوران دین کے مختلف شعبوں کے خدمات میں مصروف تھے ہی لیکن مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد ان کی خدماتِ دینیّہ میں مزید ترقی وبرکت ہوئی، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا قلم اور زیادہ تیز ہوگیا، اور تصنیفی وتالیفی خدمات میں مزید چار چاند لگ گئے، حضرت مولانا کا اخلاص اتنا بلند تھا کہ ان کی زندگی میں ہی ان کی کئی کتابیں علمائے کرام کے درسِ نظامی میں داخل رہیں، عام طور سے مؤلف کی وفات کے بعد لوگ ان کی قدر کرتے ہیں لیکن مولانا موصوف کی قدر ان کی زندگی ہی میں کی گئی ان کی کتاب ''زاد الطالبین ''تو اتنی نافع ثابت ہوئی کہ پاکستان اور غیر منقسم ہند و بنگلہ دیش وعرب وافریقہ وغیرہ جہاں اپنے علماء کے مدارس ہیں ان میں تقریبا کوئی طالبِ علم یہ کتاب پڑھے بغیر عالم نہیں بن سکتا، ہمارے مدارس کے طلبہ کو جو احادیث یاد ہوتی ہیں وہ اکثر اسی کتاب سے یاد ہوتی ہیں، اسی طرح کتاب ''التسهيل الضروری لمسائل القدوری ''مولانا کی خدماتِ دینیّہ وعلمیّہ کا بڑا کارنامہ ہے، اور حضرت مولانا کی تفسیر ''انوار البیان ''جو مولانا نے آخری عمر میں پوری کی وہ طبع سے آراستہ ہوتے ہی مقبول عام وخاص ہوئی، یہ تفسیر مولانا کا بڑا علمی ودینی شاہ کار ہے، اور مولانا کی کتاب ''تحفۂ خواتین'' کو جو مقبولیت کا مقام حاصل ہوا وہ محتاج بیان نہیں بلکہ مولانا کی تمام مؤلفات مقبولِ خاص وعام ہیں، وجہ اس کی حضرت مولانا کا اخلاص وللّٰہیت ہے، حضرت مولانا نے دنیا سے بالکل بے لوث ہوکر دین کی خدمات انجام دیں، حضرت مولانا کی ایک بڑی صفت یہ بھی تھی کہ ذکر اللہ میں مشغول رہتے تھے، تصنیفی کا کام کے ساتھ ساتھ ذکر اللہ بھی زبان پر جاری رہتا تھا،

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ''لا یزال لسانك رطباً من ذكر الله'' پر عامل تھے۔

حضرت مولانا نے اپنی تصنیفات سے کوئی دنیوی فائدہ نہیں اٹھایا، بس اپنی آخرت بنا گئے، الدنیا مزرعة الآخرة کو مولانا نے خوب اچھی طرح سمجھا تھا، بندہ کا تعلق حضرت مولانا سے دار العلوم کراچی کے قیام کے دوران سے لیکر مولانا کی زندگی کے آخری دن تک رہا، مدینہ منورہ حاضری ہوتی تھی تو مولانا سے بھی شرفِ ملاقات حاصل ہوتا تھا، اللہ تعالی مولانا کی قبر کو نور سے بھر دے اور جنت کا باغ بنا دے۔

حضرت مولانا کو غیر مسلموں کو دعوتِ اسلام دینے کا بھی جذبہ اجاگر رہتا تھا، اس سلسلہ میں عظماء الأقوام کو دعوتِ اسلام کے خطوط لکھے اور ﴿لا یخافون فی اللّٰہ لومة لائم﴾ اور ﴿ولم یخش إلاّ اللّٰہ﴾ پر عمل کر کے دکھلایا۔

اسی طرح حضرت مولانا فتنوں کی سرکوبی بھی فرمایا کرتے تھے اس سلسلے میں متفکر رہتے تھے جہاں کہیں بھی فتنہ اٹھتا تھا اس کی سرکوبی کے لئے اقدامات کیا کرتے تھے، یہ حضرت مولانا کی غیرتِ ایمانیہ وحمیتِ دینیّہ کی بڑی دلیل ہے۔

اسی طرح حضرت مولانا کو بدعات سے بہت نفرت تھی جہاں کسی کو بدعت کرتے دیکھتے فوراً اس کو منع فرماتے، اور عید کے دن معانقہ کرنے پر نکیر فرماتے تھے، اور کہتے تھے کہ عید کا معانقہ ومصافحہ ثابت نہیں۔

اور حضرت مولانا مدینہ منورہ میں وکیل الأحناف تھے، حنفی مذہب کے مفتی

وفقیہ تھے، پورے سعودیہ عرب سے حنفی حضرات مولانا کی طرف فقہی مسائل میں رجوع کیا کرتے تھے، ٹیلفون پر لوگ مستقل مولانا سے مسائل دریافت کرتے رہتے تھے، اور مولانا کو جواب بھی ازبر ہوتا تھا، اسی طرح اہل علم ومفتیانِ کرام بھی مولانا سے علمی مسائل میں رجوع کیا کرتے تھے اور تشنگی دور کیا کرتے تھے، مفتیانِ کرام کو جن دقیق فقہی مسائل کی تحقیق میں الجھن ہورہی ہوتی تھی تو ان کو مولانا کی طرف رجوع کر کے تشفی حاصل ہوتی تھی۔

مولانا کا ایک وصف یہ بھی تھا کہ وہ طلبہ اور علماء کو تصنیفی کام میں لگانے کی کوشش فرماتے تھے، ایک مرتبہ میرے بیٹے مفتی عبداللہ عاصم سلمہ مولانا سے شرفِ ملاقات حاصل کرنے حاضر ہوئے مولانا ان دنوں رباط بخاریٰ محلّہ عنابیہ میں جو مسجد نبوی شریف کے بالکل قریب تھی قیام فرما تھے، مولانا نے ان سے فرمایا کہ کیا مشاغل ہیں انہوں نے عرض کیا کہ اپنے مدرسہ جامعہ حمادیہ میں تدریس وافتاء کی مشغولیت ہے، فرمایا کہ کوئی تصنیفی کام بھی کرتے ہو، انہوں نے عرض کیا کہ نہیں، فرمایا کہ میری مشکوۃ اٹھاؤ اور روضۂ اطہر میں حاضر ہوکر دس احادیث کا ترجمہ لکھ کر لاؤ، عزیزم عبداللہ عاصم سلمہ نے دس احادیث کا ترجمہ کیا، یہاں سے ان کے تصنیفی کام کی ابتداء ہوئی، یہ مولانا کے اخلاص کی بات ہے کہ آج عزیزم سلمہٗ کی ماشاء اللہ تقریباً بیس تالیفات وجود میں آ گئیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ حضرت مولانا کے کروڑوں درجات بلند فرمائے اور جنتُ الفردوس میں جگہ عطا فرمائے... إنه تعالىٰ جوادٌ كريم وبالإجابة جدير۔

وصلی اللّٰہ علی حبیبہ سیدنا ونبیینا محمد وآلہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا۔

مفتی مدینہ کی عبارت سے اقتباس

سب جانتے ہیں کہ سیکھے بغیر کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی لیکن یہ کس قدر نادانی ہے کہ جس فرض عبادت (حج) کو زندگی میں صرف ایک بار ادا کرنے کے لئے نکلے ہیں اس کے سیکھنے کا اور دل میں اللہ ورسول کی محبت بسانے کا اور عشق ومحبت کے جذبات پیدا ہونے کا کچھ بھی اہتمام نہیں کرتے۔

مفتی ومحدث وفقیہ زمانہ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلندشہری ثم مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں چند کلمات

از: حضرت مولانا قاری خلیق اللہ صاحب دامت برکاتہم مکہ مکرمہ

خلیفہ حضرت محی السنۃ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

احقر حفظ قرآن مجید کا طالب علم تھا، اسی اثناء میں اپنے گاؤں کے ایک تبلیغی پڑوسی کے ہاتھ میں مسنون دعائیں نامی کتاب دیکھی پھر ہدیہ پیش کر کے لے لیا، اور حتی الإمکان اس سے استفادہ کیا اس پر مصنف کا نام مولانا محمد عاشق الٰہی بلندشہری پڑھا، اس کے بعد سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی متعدد تصانیف کے مطالعہ کا موقع نصیب ہوا، اور شوقِ زیارت بڑھتا گیا، لیکن ہندوستان میں ملاقات کی سعادت حاصل نہ ہوسکی، سنہ

۱۳۹۶ھ میں حج بیت اللہ شریف کا شرف حاصل ہوا، اسی اثناء میں حرم شریف کے دروازہ باب الملک عبد العزیز کے پاس تحفیظ القرآن کے دفتر میں پہلی ملاقات وزیارت کی سعادت نصیب ہوئی، پھر حضرت کی قیام گاہ پوچھی تو بتلایا گاہے باب العمرہ کے اوپر خلوہ میں، گاہے حافظ صالح ویونس دہلوی کے شقہ میں جو مروہ کے پاس عمارۃ الأشراف میں واقع تھا، دونوں جگہ ملاقات کا شرف حاصل ہوتا (نیز حرم شریف میں میزاب رحمت کے سامنے سابقہ چبوترے پر یا حرم ترکی میں ہمنشینی واستفادہ سے محظوظ ہونے کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔

بعد حج مدرسہ صولتیہ میں احقر کو مدیر مدرسہ صولتیہ حضرت مولانا محمد مسعود (شمیم) صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے گوشۂ جگر، محمد یوسف (ندیم) سلمہ کی ابتدائی تعلیم وحفظ قرآن کریم کی خدمت کی سعادت نصیب ہوئی، اس کے طفیل میں مسجد کے ایک خلوہ میں قیام کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن مالوف سے ہجرت کی غرض سے آچکے تھے، لہٰذا فرمایا کہ اپنے ساتھ میرا بھی کھانے کا نظم کرلو، احقر مولوی ادریس صاحب پالنپوری مدظلہ کے ساتھ کھانے کا نظم کر چکا تھا، پھر ہم دونوں کی عید ہوگئی، دو پہر وشام کو حضرت رحمۃ اللہ تشریف لاتے اور کھانے کے بعد اپنی قیام گاہ پر عمارۃ الأشراف واپس ہوجاتے، ہم لوگوں نے چند بار عرض کیا کہ حضرت مدرسہ ہی میں آرام فرمالیں، تو فرماتے کہ بھائی جو جگہ ملی ہوئی ہے اسے باقی رکھنا چاہیئے، مدیر مدرسہ صولتیہ نے تصنیف وتالیف کے لئے ایک غرفہ مسجد کے اوپر دیدیا تھا، اسمیں گاہے گاہے تشریف لیجاتے اور کچھ لکھتے رہتے لیکن اس میں قیام نہیں فرمایا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ واحباب حضرت کی دعوتیں کرتے رہتے تھے، جو بھی

دعوت کرتا فرماتے قاری خلیق اللہ کو بھی دعوت دو، بارہا عرض کیا کہ حضرت جو بھی دعوت دے آپ تنہا جایا کریں مجھے نہ شامل کریں، تو فرماتے: نہیں بھائی، ہم پیالہ ہم نوالہ کو کیسے چھوڑ دوں، پھر فرماتے کہ کوئی صحابی حضور کی دعوت کرتے تو فرماتے کہ عائشہ کی بھی دعوت کرو، یہ تو سنت سے ثابت ہے، اس حیلہ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بیشتر تلامذہ واحباب سے مکہ مکرمہ میں تعارف ہو گیا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اتنے متواضع و بے تکلف تھے کہ اس کی وجہ سے مافی الضمیر کو پیش کرنا آسان ہو گیا، ابتدائی ایام قیام میں تموج و تفکر بہت ہوتا تھا، لہٰذا جو حال بھی پیش آتا عرض کر دیتا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے فوراً تسلی و تشفی بخش جواب مل جاتا، حضرت والا بیک وقت شیخ طریقت بھی تھے، مشیر بھی تھے، غمخوار بھی تھے، رہنما بھی تھے، اور تمام اشکالات و مسائل کو حل کرنے والے، چند ماہ کے اندر ہی حضرت والا کو اقامہ مل گیا تھا، پھر اہل وعیال کو رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ میں بلا لیا، اور مکہ مکرمہ میں مختصر قیام کر کے مع اہل وعیال مدینہ طیبہ منتقل ہو گئے، کئی سال تک موسمِ حج میں خیمہ کا نظم احقر کے ذمہ تھا، نیز معیت میں مع اہل وعیال حج کا بھی شرف حاصل ہوتا رہا، اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کا ہی نتیجہ ہے کہ حج کے مسائل فون پر احباب کو بتلاتا رہتا ہوں، اور جہاں تحقیق کی ضرورت پڑتی ہے حضرت والا کے خلف کبیر مولانا مفتی عبد الرحمٰن کوثر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ وخلف ثانی مولانا عبد اللہ صاحب سلمہ سے استفادہ کرتا رہتا ہوں، مدینہ منورہ تنہا یا مع اہل وعیال جب بھی حاضری ہوتی حضرت فرماتے میرے ہی پاس قیام کرو، لیکن اکثر عذر کیا، اور باہر ہی قیام کا معمول رہا، اور برابر حاضری دیتا رہا، مسجد نبوی میں بعد عشاء حضرت والا کی مصاحبت کو غنیمت کبریٰ سمجھ کر حاضر رہتا، اور استفادہ کرتا رہتا، مکہ مکرمہ عمرہ کے لئے حضرت تشریف لاتے تو اکثر احقر کے پاس قیام ہوتا، اور حلق کا بھی بارہا موقع مل جاتا، آخری عمرہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یکم رمضان المبارک بروز جمعہ ۱۴۲۳ھ کو ادا فرمایا، مکہ مکرمہ پہنچ کر صبح سات بجے احقر کو دارالابرار شامیہ کے مکان سے فون کیا، تو احقر نے عرض کیا کہ کمرہ نمبر (۲) خالی ہے، اس میں مع اہل خانہ آرام فرمائیں، قبل جمعہ ان شاء اللہ حاضر خدمت ہوکر عمرہ کراؤں گا، پھر بعد جمعہ عربیہ سے حضرت والا کو بہت آسانی سے طواف کرایا، بعدہ ایک خصوصی مہمان مولانا عبدالماجد صاحب رامپوری مدظلہ بہت مصر تھے کہ سعی میں کراؤں گا، لہذا سعی کی خدمت ان کے سپرد کردی، بعد سعی میزاب رحمت کے سامنے ترکی حرم میں ملاقات طے ہوئی، پھر حاضر ہوکر احقر نے پوچھا کہ اب کیا نظام ہے؟ تو فرمایا کہ اب تو بعد مغرب ہی باہر نکلوں گا، چونکہ پورے حرم شریف میں افطار کے دسترخوان بچھ جاتے ہیں، اس لئے احقر نے حضرت شیخ سعدی کا بوستان کا ایک شعر پڑھا: ادیم زمین سفرۂ عام اوست. یعنی روئے زمین اللہ تعالیٰ کا عام دسترخوان ہے، فرمایا کہ اس کے بعد والا مصرعہ بھی پڑھ دو ، میں نے عرض کیا:
بریں خوان یغما چہ دشمن چہ دوست. اس لوٹ کے دسترخوان پر دشمن و دوست سب برابر ہیں، بعد مغرب سہارا دے کر حضرت والا کو دارالأبرار میں لایا، تو فرمایا ابھی حلق کردو ، فوراً مدینہ منورہ جانا ہے، اب یہ آخری حلق کا شرف حاصل ہوا، بعد میں پوچھا کہ کہیں سے خون تو نہیں نکلا؟ تو عرض کیا کہ نہیں، بلکہ اگر وضو ہو تو نماز پڑھ سکتے ہیں، بعدہ کرتا پہنا اور ماحضر تناول فرمایا، اسمیں سے کچھ احقر کے گھر سے آیا تھا، اور کچھ بھائی محبوب سلمہ ہوٹل سے لائے تھے۔

فوراً مدینہ منورہ کے لئے عشاء سے ذرا پہلے رخصت ہوگئے، ۱۳؍رمضان المبارک کو بعد ظہر بذریعہ فون اطلاع آئی کہ حضرت والا اس دارِ فانی سے رخصت ہوگئے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ دائمۃ، ﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾.

چونکہ جنازہ میں شرکت مشکل تھی لہذا بعد تراویح مدینہ منورہ کے لئے رخصت ہوئے ، قبر شریف کی زیارت کی، کچھ ایصال ثواب کیا، اور حضرت کے صاحبزادگان واقارب

کی زیارت سے قدرے سکون حاصل کیا، حسب شعر:

چونکہ گل رفت وگلستاں شد خراب
بوئے گل را از کہ جوئم؟ از گلاب

جب پھول کا زمانہ گزر گیا اور پھلواری ویران ہوگئی تو پھول کی خوشبو کس سے طلب کریں؟ گلاب سے۔

اب حضرت رحمۃ اللہ کی علمی ونسبی یادگار مفتی عبد الرحمٰن کوثر ومولانا عبد اللہ صاحبان ہیں، احقر دونوں کے علوم سے استفادہ کرتا رہتا ہے، تیسرے لڑکے محمد مدنی سلمہ وان کی ہمشیرہ ووالدہ صاحبہ مدظلہا العالی سے نیز احقر کے مع اہل خانہ خوشگوار تعلقات ہیں، اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض وبرکات کو ان کی کتب وصاجبزادگان کے ذریعہ تا قیامت جاری وساری رکھیں. آمین ثم آمین.

احقر خدام حضرت رحمۃ اللہ علیہ خلیق اللہ ولی محمد الصدیقی المدرس بالمدرسۃ الصولتیہ مکہ المکرّمہ حرر فی ۲۵/۸/۱۴۲۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اپنے دور کے مشکاۃ الصالحین اور سراج العارفین

بقلم: حضرت مولانا منیر احمد صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ

مشکاۃ الصالحین سراج العارفین حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں سے استفادہ عرصہ سے تھا، لیکن زیارت وملاقات کی سعادت سنہ ۱۹۷۶ء کے حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں حاصل ہوئی، اسی سال ہجرت کی نیت سے کراچی سے تشریف لائے تھے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ سادگی کا مجسمہ اور تواضع وانکساری کا پیکر تھے،

ظاہری حالات کو دیکھ کر اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا کہ اتنی کتابوں کے مصنف ہیں، حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں مدینہ منورہ دولت کدہ پر حاضری ہوئی تو علماء کرام تشریف فرما تھے، ایک صاحب سے نام پوچھا انھوں نے کہا فلاں قاسمی، مسکرا کر فرمایا، اچھا آپ مولانا صاحب ہیں، مکہ مکرمہ حرم شریف میں نماز پڑھ رہا تھا، ارشاد فرمایا جگہ بدل کر نماز پڑھا کرو، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص کی برکت سے حضرت کی کتابوں کے ترجمہ کئی زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں، اللہ تعالی نے حضرتؒ کو صالح اولاد عطا فرمائی ہے جو دینی کاموں میں مصروف ہیں، حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کوثر یادگارِ صالحین کے نام سے حضرت کی سوانح مرتب فرما رہے ہیں جس سے بیحد خوشی ہوئی، اللہ تعالی قبول فرمائیں نفع کو عام و تام فرمائیں

فقط منیر احمد جامع مسجد کالینا: بمبئی وارد حال مدینہ منورہ ۶ محرم ۱۴۲۹ھ ۱۴/۱/۲۰۰۸ء

حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری نور اللہ مرقدہ

بحیثیت داعی اسلام

از: داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صاحب صدیقی پھلتی دامت برکاتہم
رئیس جمعیۃ شاہ ولی اللہ دہلی، وخلیفہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ

کم عمری سے الحمدللہ دینی کتابوں کے مطالعے کا شوق تھا، مسنون دعائیں، مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ اور مشکوٰۃ المصابیح کا اردو ترجمہ پڑھتے تھے تو خیال ہوتا تھا کہ یہ حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری کوئی سو دو سو سال پرانے بزرگ ہوں گے، کیسی کیسی کام کی باتیں لکھ گئے ان کو کتنا اجر مل رہا ہوگا۔ مگر جب لوگوں نے حرمین

شریفین سے واپسی پر بتایا کہ حضرت مفتی عاشق الٰہی برنی مہاجر مدنی الحمدللہ حیات ہیں اور مدینہ منورہ میں مقیم ہیں تو بہت خوشی ہوئی اور ملاقات کا اشتیاق ہوا۔ ہمارے رفقاء کا حرمین شریفین آنا جانا شروع ہوا تو اس حقیر نے حضرت مفتی صاحب کی علمی خدمات اور پھر مدینہ منورہ کے قیام کی عقیدت مندی میں دستی مکاتبت شروع کی جس کا مقصد حضرت مفتی صاحبؒ کی دعاء میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کرنا تھا، ہریانہ و پنجاب میں ٹوٹی پھوٹی دعوتی کوششوں کا ذکر بھی آنے جانے والے لوگ حضرت کے سامنے کردیتے، حسن اتفاق ہمارے رفیق مفتی افتخار کیرانوی ایک سال رمضان المبارک میں عمرے کے لئے گئے انھوں نے خاص طور پر حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کے بعد کچھ استفادے کی درخواست کی، حضرت سے مشورے کے بعد اپنے حج کے حد درجہ اشیاق میں، حضرت کی خدمت میں رمضان سے حج تک رہ گئے، اور گاہے بگاہے ہندوستان میں کی جانے والی دعوتی خدمات کا تذکرہ ہوتا رہا، حضرت مفتی صاحبؒ کو غیر مسلموں میں دعوت اسلام سے فطری دلچسپی تھی، جس کی وجہ سے وہ اس حقیر اور ہمارے رفقاء سے بہت مشفقانہ تعلق فرمانے لگے۔ اس کے بعد حضرت مفتی صاحب کے درجنوں عنایت نامے ملے، جن میں دعوت اسلام کے لئے خصوصی ہدایات کے ساتھ نئی دعوتی کوششوں کی کارگزاری بتانے کا مطالبہ ہوتا تھا۔

کسی مغربی تبصرہ نگار نے ہندوستان کے ایک عالم دین کی تصنیفات اور علمی خدمات پر یہ تبصرہ کیا تھا کہ یورپ میں جو کام اکیڈمی کرتی ہے ہندوستان میں وہ کام ایک آدمی کرتا ہے۔ یہ تبصرہ حضرت مفتی عاشق الٰہی بلندشہری پر بالکل سچ ثابت ہوتا ہے، حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنی زندگی میں جتنا کام کیا، اس کے صرف مطبوعہ حصہ کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ یہ کام اکیلے آدمی نے کس طرح کیا اتنا کام تو اکیڈمی ہی کرسکتی ہے، ان کے کام کو دیکھ کر سلف کے علمی کارناموں پر یقین کرنے میں مدد ملتی ہے، ان

تمام تصنیفات میں اس حقیر کے لئے جو بات بہت وجہ کشش رہی وہ ان کا تذکیری رنگ ہے، حضرت مفتی صاحب کی تقریر وتحریر میں یہ ذوق غالب تھا، فلسفیانہ بحثیں ان میں نہیں ملتیں، یہ بات ان کے تلامذہ (جن کی بڑی تعداد ہے) اور پورے برصغیر کے علماء کے لئے باعث فخر ہے کہ مدینہ منورہ میں اور دوسرے اہل عرب کی بڑی تعداد ان کے تلامذہ میں شامل رہی ہے، جنھوں نے حضرت مفتی صاحب سے باقاعدہ شرف سمجھ کر تعلیم حاصل کی، انھوں نے بھی ان کے درس میں یہ بات محسوس کی کہ فضول تمہید، ذہن کو مسحور کرنے والی علمی بحث کے مقابلے میں حضرت مفتی صاحب کی تقریر و تحریر میں تذکیری رنگ غالب تھا۔

''مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ ''حضرت مفتی صاحبؒ کی ایسی تصنیف ہے کہ اردو میں کتابوں کے چند نام جاننے یا سننے والا مسلمان اس کتاب کے نام سے ضرور واقف ہوگا۔ یہ کتاب جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے، مرنے کے بعد کے حالات کا تذکرہ ہے اور بہت سادہ اور عام فہم انداز میں، مرنے کے بعد، سکرات، قبر، حشر، جنت، دوزخ، اور جزاوسزا کے سلسلہ میں قرآنی آیات واحادیث کواس میں جمع کیا گیا ہے، مگر اس حقیر اور اس کے رفقاء کو اس کے تذکیری رنگ کے تأثر کا حیرت ناک تجربہ ہوا۔

یہ بات بلا مبالغہ کہی جاسکتی ہے کہ ہمارے رفقاء کے ذریعہ مشرف باسلام ہونے والے ایسے لوگوں کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہوگئی ہوگی جو صرف ''مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ ''کتاب کو پڑھ کر مشرف باسلام ہوئے، اور اپنا آبائی مذہب چھوڑنے پر آمادہ ہوئے حالانکہ ان میں سے بعض پر پہلے سے دعوتی کام بھی ہورہا تھا ان میں زیادہ تر لوگ ایسے تھے جو صرف اس کتاب کو پڑھ کر مشرف باسلام ہوگئے، یہ حقیر آگرہ کے ایک سفر سے واپس آرہا تھا راستہ میں بلند شہر ضلع جو حضرت کا وطن تھا، کے قصبہ

ڈبائی میں کسی مجبوری کی وجہ سے قیام کرنا پڑا، ریلوے پھاٹک کے قریب ایک بڑے تاجر کا کوٹھی نما دفتر میں قیام تھا، اتفاق سے بلند شہر کے غیر مسلم لالہ جی جو وہاں کے بڑے تاجر تھے، گاڑی خراب ہونے کی وجہ سے وہاں آکر ٹھہر گئے، رات کو سونے لگے، تو اس حقیر نے اپنے معمول کو پورا کرنے کے لئے اپنے سوٹ کیس سے کتاب نکالی، اتفاق سے ''مرنے کے بعد کیا ہوگا؟'' ہی میرے پاس تھی، لالہ جی اردو جانتے تھے انھوں نے کتاب کو دیکھا تو دور سے پڑھ کر بولے کہ یہ کیا کتاب ہے، مرنے کے بعد کیا ہوگا، ذرا مجھے دکھا سکتے ہیں؟ بڑا عجیب عنوان ہے، میں نے کتاب ان کو دی کتاب کے ورق الٹ پلٹ کر انھوں نے دیکھا تو انھیں اسے پڑھنے اشتیاق کا ہوا، انھوں نے اس حقیر سے کہا، کیا آپ یہ کتاب مجھے دے سکتے ہیں؟ میں نے عرض کیا ضرور، آپ اسے لے لیجئے، انھوں نے قیمت لینے پر اصرار کیا، اس حقیر نے ہدیۃً قبول کرنے کے لئے کہا، انھوں نے شکریہ کے ساتھ قبول کر لی۔ بات آئی گئی ہوگئی شاید اس واقعہ کے آٹھ نو سال بعد غازی آباد ضلع کے چند پسماندہ غیر مسلم، ہمارے رفیق عزیزی حافظ محمد ادریس ولی اللہی کے ساتھ پھلت آئے، الحمد للہ کچھ دیر کی دردمندانہ دعوت سے وہ قبول اسلام کے لئے آمادہ ہوگئے، خوشی خوشی کلمہ پڑھنے لگے تو انھوں نے بتایا کہ ہمارے علاقے میں کچھ اور لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے، بلند شہر کے ایک لالہ جی مشرف باسلام ہوئے تھے، انھوں نے علاقہ میں کام کیا ہے، ان کی دعوت سے بلند شہر اور غازی آباد میں کئی سو لوگ مسلمان ہوئے ہیں، انھوں نے مطالبہ کیا کہ یہ حقیر اس طرف کا سفر کرے تو اور بھی لوگوں کے مشرف باسلام ہونے کی امید ہے، اس حقیر کو بعض تقاضوں کی وجہ سے فوری سفر مشکل تھا اس حقیر نے حافظ محمد ادریس کو روانہ کیا کہ وہاں کی تفصیلات معلوم کریں، وہ بلند شہر گئے ایک مسجد کے امام صاحب سے معلومات حاصل ہوئیں، کہ یہاں پر متل خاندان کے ایک بڑے تاجر ایشور دیال

متل تھے انھوں نے یہاں پر ایشور دیال متل ڈگری کالج بھی قائم کیا تھا، وہ مسلمان ہوئے تھے ان کا انتقال ہوگیا ان کے بیٹے حیات ہیں، پتہ معلوم کر کے حافظ صاحب ان سے ملنے گئے، ان کے صاحب زادے نے بتایا کہ ہمارے والد ایک سفر میں گاڑی خراب ہونے کی وجہ سے ڈبائی میں رکے تھے، وہاں ایک مولانا صاحب نے ''مرنے کے بعد کیا ہوگا؟'' کتاب دی تھی ہمارے والد صاحب اردو جانتے تھے اس لئے وہ کتاب، روزانہ رات کو سب گھر والوں کو جمع کر کے وہ سنایا کرتے تھے، ہمارے گھر میں عجیب ماحول ہوگیا تھا کسی کو خواب میں جنت دکھائی دیتی کسی کو دوزخ، چند مہینے وہ کتاب ہمارے گھر میں پڑھی گئی شاید چار یا پانچ بار ختم ہوگئی، اور پھر ہمارا پورا گھر مسلمان ہوگیا، ہمارے والد صاحب نے علاقہ میں دعوت کا کام شروع کیا، ہم لوگوں کو بھی کہتے کہ انسان اور آدمی وہ ہے، جو سب کا بھلا چاہے، جب اللہ نے ہمیں ایمان دے کر ہمیشہ کی دوزخ سے بچا لیا تو پھر دوسروں کو دوزخ سے بچانے کی دھن ہی آدمیت ہے، انھوں نے بتایا کہ والد صاحب کی دعوت پر دوسو بتیس لوگ ہمارے علاقہ میں مشرف باسلام ہوئے، حافظ صاحب نے سفر سے واپس آکر پوری روداد سنائی تو اس کتاب کی تاثیر پر حیرت ہوئی اور پھر ہم نے اس کتاب کو غیر مسلموں میں دعوت کے لئے استعمال کرنا شروع کیا جس کے حیرت ناک نتائج سامنے آتے رہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی دعوت اسلام سے حد درجہ دلچسپی ہی تھی، کہ حضرت محض ٹوٹی پھوٹی دعوتی کوششوں کو حد درجہ سراہتے تھے، بلکہ دعا سے، دوا سے، ہمارے رفقاء کی سرپرستی فرماتے تھے، مسلسل غیر مسلموں کے لئے دعوت کے مضامین ارسال کرتے، بعد میں انگریزی میں ترجمہ کراتے اور ہندی میں ترجمہ شائع کرا کے تقسیم کرنے کا مشورہ دیتے، کبھی مضامین اور خطوط کی رسید اور جواب پہنچنے میں اس حقیر کے کسی عذر کی وجہ سے تاخیر ہوجاتی یا خط ڈاک کی بدنظمی سے نہ پہنچتا تو بہت مشفقانہ

انداز میں شکایت فرماتے، جس سے حد درجہ تعلق کا اظہار ہوتا۔ چند خطوط ہدیہ ناظرین ہیں، جن سے ان کی دعوتی درد، فکر اور تڑپ کا پتہ چلتا ہے :

۸؍رجب ۱۴۱۵ھ

محترم المقام جناب مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ　　　امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

عرصہ دراز سے نہ خیر خبر نہ خط پتّر، جب نئی نئی ہندی آئی تو اس پر پریشان ہوئے کہ کیا کیا نام رکھے جائیں؟ تو مسلمانوں نے ان کا مذاق بناتے ہوئے ان سے سن کر لیٹر بکس کا نام پتر گھسیٹر رکھ دیا۔ آپ بھی کوئی خط پتّر لکھ دیا کریں، اور اپادھیائے کا وہ مضمون جو شائع ہوا تھا اس کی اردو انگریزی والی کاپی بھیجیں اس سے دعوت اسلام والی بات چل رہی ہے یا نہیں؟ مشرقی پنجاب میں آپ کی داعیانہ محنت جاری ہوگی اور اچھے نتائج نکل رہے ہوں گے۔

ایک مضمون اردو میں بعنوان ''ایک مسلمان کس طرح زندگی گذارے؟'' غالباً آپ کو بھیجا بھی تھا، اب محمد جاوید اشرف ندوی نے ہندی کیا ہے، اس کو چھاپ کر عامۃ المسلمین خصوصاً مشرقی پنجاب میں تقسیم فرمائیں چونکہ ہندوستان میں مسلمانوں کا رجحان اردو کی طرف سے کم ہو رہا ہے اور ہندی کی طرف بڑھ رہا ہے، اس لئے ہندی میں بھی مضامین مسلمانوں کے درمیان پہنچائے جائیں، دوسرا مضمون دعوت اسلام برائے ہنود ہندی میں تیار کیا ہے اس کو شائع فرما کر ہندوؤں تک پہنچائیں، اور اپنی طرف سے حذف واضافہ کرسکتے ہیں۔　　　والسلام

ایک دوسرا مکتوب اس طرح ہے:

۹؍ربیع الاول ۱۴۱۶ھ

محترم ومکرم مولانا کلیم صدیقی زید مجدہم　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تین خط ڈاک سے روانہ کئے دو دستی، جن کے ساتھ ہریجنوں کو اسلام کی دعوت کے سلسلہ میں ایک مضمون اور ''ہندو بھائیوں سے خیر خواہانہ باتیں'' بھی روانہ کی تھیں، مگر جواب حسب معمول ندارد! آپ یہ بتائیں کہ کیا ایک طرفہ دوستی بھی چل سکتی ہے؟ ڈاک بدنظمی کا شکار ہے تو بہت آنے والے آتے رہتے ہیں، ارمغان کے چند شمارے تو الحمد للہ آنے والوں کے ہاتھ مل گئے۔ آپ نے میرے دونوں مضامین شائع فرما دیئے ان سے خوشی ہوئی، ہندوستان میں اردو جاننے والے اب کم ہوتے جا رہے ہیں اس کی ضرورت ہے کہ ہندی میں دینی مضامین شائع کئے جائیں، اس سے مسلمانوں کی نئی نسلوں کو بھی فائدہ ہوگا۔ اور غیر مسلموں میں بھی دعوت کے لئے مدد ملے گی۔ مولوی محمد جاوید اشرف ندوی نے میری کچھ چیزوں کا ترجمہ شروع کر دیا ہے آپ کے گھرانے اور رفقاء کے لئے دعا کا بالالتزام الحمد للہ معمول ہے۔

والسلام

حضرت مفتی صاحب کو جہاں فکر تھی کہ کروڑں پسماندہ ہریجنوں کو اسلامی مساوات سے واقف کرانا اور ان سے عملاً مساوات کا سلوک کرنا، ان کو اسلام میں لانے کا ذریعہ بن سکتا ہے، وہیں وہ ملک کے ممتاز دانش وروں اور مذہبی رہنماؤں کی دعوتی فکر فرماتے تھے، ایک عنایت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

۳/محرم ۱۴۱۷ھ

عزیز مکرم و مخلصم وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ کا شکر ہے آپ کا عنایت نامہ ملا، ساتھ میں ارمغان کے شمارے اور ''ارمغان دعوت'' اور ''ہدیہ دعوت'' بھی موصول ہوئی۔ کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے۔ جگہ جگہ سے دیکھا دل سے دعائیں نکلیں، وید پرکاش اپادھیائے کے پاس جانا ہوا کہ نہیں؟

اس سے ضرور ملنا چاہئے ایسی کتاب لکھنے والا اب تک مسلمان کیوں نہیں ہو پایا۔ ایسے مذہبی رہنماؤں کو اسلام کی دعوت ضرور پہنچنی چاہئے۔ ان کے مشرف باسلام ہونے سے ان کے معتقدین اور ماتحت خود بخود مسلمان ہو جائیں گے، میں نے بھی کتاب سے ان کا پتہ لے کر ان کو خط لکھا ہے۔ خدا کرے وہ مسلمان ہو جائیں۔ اور بھی جن ہندو رہنماؤں خصوصاً جو لوگ اپنی کتابوں کو جانتے ہیں، آپ ان سے ضرور ملیں، اور اپادھیائے کی کتابیں بھی ضرور پہنچائیں، حج کی دعاؤں میں آپ کا حصہ ہی نہیں آپ کی تحریک سرفہرست رہی۔ امید ہے آپ بھی دعاؤں میں اپنے اس بوڑھے رفیق کو یاد رکھتے ہوں گے۔ والسلام

حضرت مفتی صاحب دعوت اسلام کو مسلمانوں کے جملہ مسائل کا حل خیال فرماتے تھے، اس کے لئے نہ صرف ہندوستان میں دعوت اسلام کی کوشش کو قدر سے دیکھتے تھے بلکہ اس سلسلہ میں ان پر ایک فکر طاری تھی، اس حقیر کو تقریباً ہر خط میں اس کا اظہار فرماتے تھے، تطویل کے خوف سے بس ایک خط پر اکتفا کیا جاتا ہے، ایک عنایت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں :

۳/ ذی قعدہ ۱۴۱۸ھ

عزیزی ومحبی مولانا محمد کلیم صدیقی سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج ڈاک سے ارمغان کے تین شمارے پہنچے، نہ جانے آپ کو میرے مضامین کا ہندی ترجمہ ملا کہ نہیں اور آپ نے ان کو شائع کرا کے تقسیم کیا کہ نہیں؟ آج مسلمان دنیا میں جس دور سے گذر رہے ہیں اس کا علاج صرف اسلام کی دعوت ہے، یوں بھی مرنے کے بعد اللہ کے سامنے حساب کے لئے کھڑا ہونا ہے، یہ غیر مسلم ہمیں ضرور پکڑیں گے، اگر ہم نے ان کا حق ادا نہ کیا تو ہم میں سے کوئی جواب نہ دے

سکے گا، آپ پوری ملت کی طرف سے یہ فرض ادا کر رہے ہیں، مگر اس کام کو پھیلانے کی ضرورت ہے، جس لائق ہوں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں۔

میں نے دنیا کے بادشاہوں اور فرمانرواؤں کے نام دعوتی خطوط لکھنے کا ارادہ کیا ہے، آپ بھی اگر ہو سکے تو اپنی طرف سے حکام اور فرمانرواؤں کو دعوتی خطوط لکھیں، اچھا ہو اگر کسی آدمی کو اسی کام پر لگا دیں، یہ قرآن وحدیث کے تذکیری مضامین دنیا کی ہر زبان میں شائع کریں اور لوگوں تک پہنچائیں۔ الحمد للہ یہاں مدینہ میں کچھ احباب اس کی فکر کر رہے ہیں۔

اس بار آپ سے ملاقات اور کارگذاری سن کر دل بہت خوش ہوا اور بڑی امید بندھی، دعوت سے غفلت ساری ناامیدیوں کی بنیاد ہے۔ والسلام

حضرت مفتی صاحب نے دنیا کے بادشاہوں اور فرمانرواؤں کو دعوتی خطوط لکھے، انگلینڈ کے ولی عہد پرنس چارلس اور فرانس کے صدر کے یہاں سے جواب بھی موصول ہوا تھا، اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ یہ سعی ضرور ثمر آور ہوگی۔

دعوت اسلام سے حد درجہ دلچسپی کی وجہ سے ہر ادنیٰ دعوتی خدمت سے لگے خادم یا تحریک کی وہ بڑی قدر فرماتے تھے ۹۴ء میں حج کے سفر میں یہ حقیر حج کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہوا، اور مخدوم وکرم فرما میزبان جناب طارق حسن عسکری کے یہاں قیام تھا کہ ایک روز عشا کے بعد خدام کے ساتھ ایسے ضعف و پیرانہ سالی کے باوجود اچانک ایک روز زینہ چڑھ کر طارق بھائی کے یہاں تشریف لائے۔ اوپر چڑھنے میں بڑی زحمت ہوئی بڑی شفقت سے گلے لگایا، اور فرمایا آپ کے آنے کی اطلاع ملی تھی، خیال کیا آپ کا حق ہے کہ آپ سے مستقر پر آ کر ملا جائے۔ آپ پوری ملت کی طرف سے فرض ادا کر رہے ہیں، تقریباً سوا گھنٹے تشریف فرما رہے، بہت خوش ہو کر دعوتی کارگذاری سنتے رہے، پھر کچھ مضامین ارمغان میں شائع کرانے کے لئے عنایت

فرمائے، ہندی انگریزی اور مقامی زبانوں میں شائع کرنے کی ہدایت فرمائی۔

اس حقیر نے لکھنؤ کے ایک سفر میں ڈاک سے آنے والے رسائل اور مجلّات ساتھ میں لے لئے، جن میں ’’البلاغ‘‘ کا ایک شمارہ بھی تھا، سفر میں مصروفیت کی وجہ سے دیکھنے کا موقع نہ ملا واپسی میں ٹرین کے اندر وقت ملا البلاغ کھول کر دیکھا فہرست عنوانات دیکھ رہا تھا حضرت مفتی صاحب کے ایک مضمون پر نگاہ پڑی، ’’ہندوستان میں غیر مسلموں میں دعوت کا کام کرنے والی ایک قابل قدر تحریک‘‘ اس حقیّر نے موضوع سے دل چسپی کی وجہ سے فوراً مضمون کھولا اور خیال تھا کہ ہندوستان میں غیر مسلموں میں دعوت کا کام کرنے والوں کی معلومات رکھنی چاہئے مضمون پڑھا تو معلوم ہوا کہ ہم چھوٹوں اور کھوٹوں کا اس درد مند شفیق سر پرست نے تذکرہ فرمایا ہے، اور ہماری تنظیم جمعیت شاہ ولی اللہ کا بڑی شفقت کے ساتھ تذکرہ فرمایا ہے، اسی سال رمضان المبارک میں حرمین شریفین حاضری ہوئی تو اس حقیر نے ذکر کیا کہ آپ نے ایسی شفقت سے وہ مضمون البلاغ جیسے معروف رسالے میں بھیج دیا بڑی شرمندگی ہوئی، اور خوشی بھی، حضرت نے فرمایا اس خیال سے میں نے بالالتزام شائع کرایا کہ لوگوں میں دعوت کا شوق پیدا ہوگا، اور اگر تعاون نہیں کریں گے تو دعا ہی کریں گے۔ کسی داعی کے لئے دعا کرنے والا بھی ایک طرح سے دعوت کے کام میں شامل ہو جائے گا، اس سے اللہ کی خاص رحمت کا مستحق ہوگا۔

اس حقیر کے ذاتی تعلقات کا رشتہ ان سے ان کی نورانی زندگی کے آخری چند سالوں کا رہا، ہر ملاقات اور عنایت نامہ کے ہر لفظ سے ان کی دعوتی تڑپ، لگن، دل چسپی کا اظہار ہوتا تھا، اور نہ صرف زبانی دل چسپی بلکہ اس سلسلہ میں بلا شبہ وہ العلماء ورثۃ الانبیاء کے فرمان نبوی کے سچے حق دار تھے، وراثت نبوت کو وہ کار نبوت کے بغیر ادھورا سمجھتے تھے، اس حقیر اور اس کے رفقاء کی ٹوٹی پھوٹی دعوتی کوششوں کی جن علماء

کرام نے بہت وسعت قلبی کے ساتھ سرپرستی فرمائی ان میں مرشدی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نوراللہ مرقدہ (کہ ان کی جوتیوں کے صدقہ میں اس حقیر کا شمار نام کے لئے ہی سہی، خدام دین میں ہو رہا ہے) کے بعد سب سے زیادہ احسان اور تعاون کسی بزرگ کا رہا تو وہ حضرت مفتی عاشق الٰہی بلندشہری کی ذات بابرکات تھی، اور حضرت مفتی صاحبؒ کی توجہات اور سرپرستی الحمد للہ تاہنوز جاری ہے، کہ ان کے سب صاحب زادگان حضرت مفتی عبد الرحمٰن کوثر صاحب، حضرت مفتی عبد اللہ صاحب، بھائی مدنی زید مجدہم حتیٰ کہ حضرت کی اہلیہ محترمہ بھی اس حقیر کو اپنے گھر کا خادم سمجھتے ہیں، اور ہمارے رفقا کے ذریعہ کی جانے والی کوششوں کو اپنے گھر کا کام سمجھتے ہیں۔ خصوصاً حضرت مفتی عبد الرحمٰن کوثر دامت برکاتہم پوری دنیا میں دعوت اسلامی کے لئے کوشاں اور علماء کو متوجہ کرنے میں مصروف ہیں، واللہ تعالیٰ ان کوششوں کو ثمر آور کرے۔ آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محقق العصر

از/ حضرت مولانا مشرف علی صاحب تھانوی

شیخ الحدیث جامعہ دار العلوم الاِسلامیہ ...لاہور

میرے لئے یہ باعثِ سعادت ہے کہ میں ایک مخلص عالمِ دین حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری مدنی قدس سرہ کے حالاتِ زندگی پر لکھے جانے والی کتاب کیلئے ایک مختصر سا مضمون لکھوا رہا ہوں، مولانا بلندشہری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں ان کی دینی خدمات کی وجہ سے مسلمانوں میں ایک بڑا طبقہ ان کی

دینی خدمات سے مستفید ہورہا ہے، مولانا بلند شہری رحمہُ اللہ تعالیٰ عظیم علمی درس گاہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے فارغ ہونے کے بعد ہندوستان میں مختلف مدارس میں درس تدرس میں مشغول رہے اور دعوت و تبلیغ میں بھی کام کرتے رہے اور بعض مدارس بھی قائم کیے، اور امامت وخطابت کے عہدے پر بھی فائز رہے اور ردِ بدعات پر بھی کام کیا، اللہ تعالیٰ نے پاکستان کے مقدر میں یہ بات لکھی ہوئی تھی کہ پاکستان میں بھی حضرت بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ کا فیض جاری ہو، چنانچہ مولانا ہندوستان سے ہجرت فرما کر پاکستان پہنچے، اور دار العلوم کراچی میں تدریسی خدمات میں مشغول ہوگئے، اور مزید سونے پر سہاگہ یہ ہوا کہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ نگرانی افتاء کے کام سے بھی منسلک ہوئے، اور حضرت مفتی اعظم پاکستان نور اللہ مرقدہ مولانا بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی محبت فرماتے تھے اور ان کی اخلاص وللّٰہیت کی وجہ سے بہت متاثر اور قدر دان تھے،

مولانا بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ نے جو دار العلوم کراچی میں فتاوی تحریر فرمائے ان کا مجموعہ چار جلدوں میں ادارۃ القرآن والعلوم الاِ سلامیہ سے شائع ہورہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ کیلئے مدینہ شریف کی طرف ہجرت کرنا بھی مقدر فرمایا ہوا تھا، یہ سنتِ الٰہیہ جاری رہی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایسی شخصیات قیام پذیر رہی ہیں جن سے فیضانِ علم وعمل جاری رہا، انہی شخصیات میں سے مولانا بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، بندہ جب مدینہ منورہ حاضر ہوتا تھا تو مولانا بلند شہری رحمۃ اللہ

علیہ سے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوتا تھا، اور بعض علمی موضوعات پر بھی گفتگو ہوتی تھی، بندہ کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مولانا بلندشہری رحمۃ اللہ علیہ کا خاص تعلق تھا، دونوں حضرات کی آپس میں بعض اہم مسائلِ علمیہ میں تحقیقی گفتگو بھی ہوئی ہے، اور اب یہ دونوں حضرات اس دنیائے فانی سے رخصت ہوکر اپنے وطن اصلی کی طرف کوچ فرما چکے ہیں، ایسے حضرات کے دنیا سے رخصت ہو جانے سے عالم میں ایک بڑا علمی خلا پیدا ہو جاتا ہے، اوران کی جدائی سے ایسا رنج وصدمہ ہوتا ہے جو کہ نا قابل بیان ہے، اللہ تعالیٰ شانہ میرے والد ماجد کو اور مولانا موصوف کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے..آمین یاربّ العالمین

وصلی اللّٰہ تعالی علی خیر خلقه سیدنا محمد وعلی آله وصحبه اجمعین والحمد لله ربّ العالمین

برکة العصر حجة السلف مفسر قرآن مربی ومشفق

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری مہاجر مدنی

قدس اللّٰہ روحه :

از حضرت مولانا جعفر احمد صاحب شیخ الحدیث جامعہ شرعیہ مالی باغ ڈھاکہ بنگلہ دیش

خلیفہ: مجاز عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

بسم الله الرحمن الرحیم نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد

آج یکم محرم ۱۴۲۹ھ بعد نماز عشا مسجد نبوی شریف میں حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلندشہری مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قابل ومقبول صاحبزادہ

حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن کوثر صاحب مدظلہ العالی مہاجر مدنی مجاز بیعت حضرت شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ العالی کراچی نے بندۂ حقیر جعفر احمد غفرلہ کو حکم فرمایا کہ والد محترمؒ کی تفصیلی سوانح چھپنے والی ہے، لہذا آپ انکی زندگی پر کچھ لکھیں.

تو میں نے اس حکم کو اپنے لئے نہایت ہی خوش نصیبی سمجھا اور میں نے کہا ٹھیک ہے، اور چار روز قیام ہے ان شاء اللہ تعالی میں کچھ لکھ کر رکھ جاؤں گا، آپ اس کو ٹھیک کر کے جو کرنا ہے کیجئے۔

الحمدللہ ابھی رات ہی کو گیارہ بجے لکھنا شروع کیا تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے اور صرف مجھے ہی نہیں بلکہ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ سے ہر ملنے والے کو یہ محسوس ہوگا کہ ان کی زندگی پر اگر کچھ لکھنا ہے تو آنکھ کے آنسوؤں سے لکھنا چاہیئے، آہ میرے معشوق خاص حضرت مولانا محمد عاشق الٰہیؒ کیسے تھے، کیسے بات کرنے والے تھے؟ کیسے کام کرنے والے تھے؟ اٹھتر سال کی عمر میں کیسے محنت کرنے والے تھے؟ کیسے تلاوت کرنے والے تھے؟ کیسے خوش مزاج تھے؟ کیسے بااخلاص تھے؟ سبھوں کے ساتھ کیسے ملنے والے تھے؟ ہر خطوط کے تفصیلی جواب دینے والے تھے؟ ہر ایک کو ان کے مناسب مشورہ دینے والے تھے؟ اسوۂ حسنہ کی نظیر تھے، متوکل علی اللہ تھے ہر ایک ملنے والے کو کام کا بنانے والے تھے، ساری دنیا والوں سے ٹیلی فون سے خطوط سے بات کرنے والے تھے، مجاہد اسلام تھے، مجاہدیت کو آگے بڑھانے والے تھے، ایک ایک آدمی کو مجاہد فی الاِسلام اور متوکل علی اللہ بنانے والے تھے، بڑے مہمان نواز تھے، بچوں کو شفقت کرنے والے تھے وغیرہ وغیرہ۔

حضرت سے میری پہلی ملاقات:

۱۴۱۸ھ کی بات ہے مجھے پہلی مرتبہ رمضان المبارک میں عمرہ پر آنا ہوا، ڈھاکہ مالی باغ مدرسہ والوں نے مجھے سعودی عرب چندہ کرنے کے لئے بھیجا، اب مجھے فکر ہوئی کہ چندہ کس طرح کیا جائے، نقد روپئے ہو، رسید ہو، اور دوسرے لوازمات ہوں وغیرہ وغیرہ؟ ایک بنگلہ دیشی صاحب نے مجھے بتایا کہ یہاں حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری رہتے ہیں وہ مدارس میں اپنی لکھی ہوئی کتابیں ہدیہ دیتے ہیں، تو میں نے کہا ٹھیک ہے ان سے ملنا ہے، تو پتہ لگانے پر معلوم ہوا کہ رمضان میں مسجد نبوی کے قریب ہی ایک مدرسہ میں وہ قیام کرتے ہیں اور رات کو بارہ بجے سے دو بجے تک اُن سے ملاقات کرنے کا وقت ہے، الحمدللہ میں اسی وقت پر پہنچا تو وہاں ان کے ایک داماد ہیں، انھوں نے بتایا کہ حضرت عمرہ کے لئے چلے گئے دو روز بعد آئیں گے، میں انتظار کرتا رہا بالآخر خبر ملی کہ وہ عمرہ سے تشریف لے آئیں ہیں لیکن رات کو ملاقات کرنے کے لئے انتظار کرنا بڑا دشوار تھا اور صبر مشکل تھا اس لئے میں عصر کی نماز کے بعد اسی مدرسہ پر پہنچا تو وہی داماد صاحب ملے اور کہا کہ آپ ابھی کیوں تشریف لائے؟ ملاقات کا وقت رات بارہ بجے کے بعد ہے، میں نے کہا بھائی مجھے وقت معلوم ہے مگر مجھے ذرا بتایئے کہ حضرت کہاں ہیں؟ تو داماد صاحب نے بتایا اس طرف جایئے، حضرت قرآن کریم کا دور کر رہے ہیں، بہرحال میں ڈرتے ڈرتے اس طرف داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحبؒ ایک نابینا حافظ صاحب کو قرآن کریم سنا رہے ہیں، لہذا میں ایسے موقع پر کھڑا ہو گیا کہ حضرت مجھے دیکھ لیں،

جب حضرت نے مجھے دیکھا تو ہاتھ کے اشارہ سے قریب آنے کے لئے کہا، جب میں قریب ہو گیا تو حضرت مولانا عاشق الٰہیؒ نے میری طرف ہاتھ بڑھایا اور میں نے مصافحہ کیا، حضرت نے میرے ہاتھ کو کھینچ کر اپنے بغل میں دبالیا، البتہ وہ زبان سے قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہے، پھر تھوڑی دیر بعد تلاوت موقوف کر کے مجھ سے پوچھا کون صاحب ہیں آپ؟ میں نے سلام پیش کر کے عرض کیا حضرت مجھے معلوم ہے کہ آپ سے ملاقات کرنے کا وقت رات بارہ بجے سے دو بجے تک ہے مگر میں نے یہ طے کیا کہ آپ ناراض ہوں یا راضی ہوں میں آپ سے مل کر ہی جاؤں گا، حضرت نے ہنس کر (آہ وہ ہنسی بھی مجھے یاد آرہی ہے) اور بڑے خوش لہجہ میں فرمایا واہ صاحب زندگی میں ایک ہی آدمی ملا کہ جس نے ضد کی میں ناراض ہوں یا راضی رہوں وہ مجھ سے مل کر ہی جائے گا۔

پھر فرمایا: اچھا اپنا تعارف تو کراؤ، میں نے کہا کہ میں دارالعلوم دیوبند کا فاضل ہوں، فرمایا کس سن میں فارغ ہوئے؟ میں نے کہا ۱۴۰۴ھ میں، فرمایا واہ صاحب ہجری سن بتاتے ہو، بہتوں کو تو سن فراغت یاد نہیں رہتا ہے، اگر کسی کو ہوتا ہے تو وہ انگریزی سن بتاتے ہیں، ماشاء اللہ آپ کو ہجری سن یاد ہے، پھر فرمایا اور تعارف کراؤ، میں نے عرض کیا میں ڈھاکہ میں جامعہ شرعیہ مالی باغ کا استاذ ہوں اور کراچی میں حضرت شاہ حکیم اختر صاحب مدظلہ العالی کا مجاز ہوں، حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحبؒ نے فرمایا واہ صاحب بڑائی دکھلا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا حضرت بڑائی کچھ نہیں، آپ نے تعارف کے لئے فرمایا میں نے تعارف کرانے کی کوشش کی، پھر حضرت دوبارہ تلاوت میں مشغول ہو گئے میں قریب بیٹھ کر سنتا رہا، افطار سے پہلے حضرت نے

تلاوت ختم کی اور مجھے فرمایا کہ مغرب کے بعد پھر آ جانا، بہر حال میں مغرب کے بعد حاضر ہوا تو انھوں نے مجھے اپنی لکھی ہوئی اور دیگر چند درسی کتابیں ہدیہ دیں، کچھ مجھے کچھ مدرسہ میں کچھ ایک دوسرے مدرسہ میں پہنچانے کے لئے فرمایا، اس کے اگلے روز میں مکہ مکرمہ چلا گیا، پھر اسی سال میں جب حج کے لئے حاضر ہوا تو حضرت سے ملاقات کی، تو آپ نے مجھے اپنی لکھی ہوئی ایک کتاب ''ایک مسلمان کس طرح زندگی گزارے،، اور ''مذہب کی ضرورت،، ایک مضمون عنایت فرمایا اور کہا کہ اس کو بنگلہ زبان میں ترجمہ کر کے شائع کر دو، بہر حال میں نے ان دونوں مضامین کو ترجمہ کر کے شائع کر دیا، مذہب کی ضرورت غیر مسلموں کے درمیان اور ایک مسلمان کس طرح زندگی گزارے مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا، الحمد للہ ان دونوں مضامین سے لوگوں کو خوب فائدہ ہوا۔

پھر بعد والے سال رمضان مبارک میں میری حاضری ہوئی تو ملاقات کا اشتیاق ہوا اور میں بعد مغرب اور بارہ بجے کے بعد ملاقات کرتا رہا، اس کے بعد جب ۱۴۱۹ھ کے موقع پر حج کے لئے حاضری ہوئی تو ایک دن عشاء کے بعد حضرت نے مجھے اپنی لکھی ہوئی کتاب ''کتاب الحج،، دے کر فرمایا اس کو بنگلہ زبان میں ترجمہ کر کے شائع کرا دو، میں نے اسی رات سے ترجمہ شروع کر کے بعد والی رات تک تقریباً ۲۰، ۲۵ صفحات کا ترجمہ کر کے حضرت کے سامنے پیش کیا تو حضرت نے فرمایا بڑے عاشقی معلوم ہوتے ہو۔

اس کے بعد حضرت سے خطوط کے ذریعہ رابطہ قائم رہا، الحمد للہ حضرت نے میرے خطوط کے جواب میں ۳۶ خطوط لکھے جو بندہ کے پاس محفوظ ہیں، اور ان کی فوٹو کاپی

بندہ نے حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کو دے بھی دیں۔

اس کے دو سال بعد حضرتؒ نے میرے استاذ مولانا فریدالدین مسعود صاحب بنگلہ دیش کے ذریعہ مجھے اپنی لکھی ہوئی تفسیر جو نو جلدوں میں ہے بھیجی اور حکم فرمایا کہ اس کو بنگلہ زبان میں ترجمہ کر کے شائع کیا جائے، الحمدللہ اب اس کا بنگلہ زبان میں ترجمہ مکمل ہو گیا، اور اب وہ طبع ہونے والی ہے ان شاءاللہ تعالیٰ۔

حضرتؒ کے پاس جو بھی ملاقات کے لئے آتے تو ان سے حضرت نہایت بشاشت اور ہشاش بشاش ملاقات فرماتے، اکثر وقت فرماتے تھے تشریف رکھیئے، اور ان کی بڑی کرامت یہ تھی کہ ایک وقت میں لوگوں سے باتیں بھی کرتے تھے اور اپنا کام بھی جاری رکھتے تھے اور علماء کرام کو بھی کام میں لگا دیتے تھے۔

رمضان مبارک میں جب ملاقات کے لئے جاتا تو فرماتے کیا وضو ہے؟ اگر وضو نہ ہوتا تو فرماتے کہ جاؤ وضو کر کے آؤ، اور خود قرآن کریم سناتے تھے، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ رات کے چار بج گئے حضرت کو تلاوت کے دوران اونگھ آجاتی تھی تو میں عرض کرتا کہ حضرت تھوڑا آرام کرلیں، فرماتے اچھا تم تھک گئے ہو جاؤ، تو میں چلا آتا۔

ہمارے گھر میں بچہ کی پیدائش کا وقت قریب تھا حضرت کے پاس تقریباً پانچ مہینے پہلے خط لکھا کہ دعا کی درخواست ہے اہلیہ اُمید سے ہیں، جواب میں حضرت نے لکھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ ولد صالح عطا فرمائیں، اور وہ بچہ قاری ہو حافظ ہو، عالم ہو اور حج بھی کرے، پھر میں نے خط میں لکھا کہ حضرت بچہ کا نام بھی رکھدیں، تو حضرت نے جواب میں لکھا کہ بچہ کا نام انور احمد یا کوثر احمد ہو، باقی انا ابوالکوثر وانت ایضاً ابوالکوثر

بہر حال اللہ تعالی نے بیٹا ہی دیا اور اس کا نام کوثر احمد رکھ لیا پھر رمضان میں عمرہ کے لئے حاضری ہوئی تو حضرت کو اُن کے بڑے صاحبزادے مفتی عبدالرحمٰن کوثر صاحب لے جا رہے تھے اور میں ساتھ ساتھ چل رہا تھا، تو حضرت نے اپنے صاحبزادہ سے فرمایا کہ دیکھو یہ بھی ابوالکوثر ہیں۔

ایک مسئلہ:

ایک مرتبہ مسجد نبوی سے حضرتؒ جا رہے تھے تو حضرت کے ساتھ چلنے والوں میں سے ایک آدمی کے چپل گم ہو گئے، اس آدمی نے حضرت سے پوچھا کہ کیا میں اور کوئی چپل لے لوں؟ حضرت نے فرمایا نہیں یہ تمہارے لئے جائز نہیں ہوگا۔

حضرت سے ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ آج مجھے ایک ارادہ ہوا کہ میں بھی آپ کی طرح ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلا آؤں، حضرت نے فرمایا بہت اچھا ارادہ ہے، اللہ تعالی اسباب مہیا فرمادے، پھر ایک دو سال بعد میں نے عرض کیا حضرت کب ہجرت کر کے آؤں؟ تو حضرت نے فرمایا ابھی نہیں بلکہ جب تک کام کے رہو وہیں رہو اور جب کام کے نہ رہو تو یہیں آجاؤ، اور موت کا انتظار کرتے رہو اور یہیں مر جاؤ. آمین۔

آج حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحبؒ ہمارے درمیان نہیں ہیں، اللہ تعالی ان کو جنت الفردوس نصیب فرمائیں (آمین) باقی ان کے صاحبزادوں کی طرف سے بندہ حقیر جیسا اعزاز و اکرام پاتا ہے وہ بندہ کے لئے نہایت ہی خوش قسمتی ہے، ایک مرتبہ میں اُن کے دوسرے صاحبزادہ مولانا مفتی عبداللہ صاحب مدظلہ العالی کے پاس مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بنگلہ دیش کے عالم صاحب مفتی عبداللہ صاحب

کو مخاطب فرما کر کہنے لگے آپ ان کو پہچانتے ہیں؟ مفتی عبداللہ صاحب نے فرمایا ہاں یہ ہمارے اہل بیت میں شمار ہوتے ہیں، واہ کیسے اعزاز و کیسی تعبیر مجھ جیسے نالائق کے لئے، اللہ تعالی ان کو اور ان کے دوسرے بھائیوں اور اہل وعیال کو خوب قبول فرمائیں. بین الأ قوامی طور پر ان کو خدمت کے لئے قبول فرمائیں. آمین۔

کتبہ۔ جعفر احمد غفرلہ

استاذ الحدیث جامعہ شرعیہ مالی باغ ڈھاکہ

یکم محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

مجموعہ محاسن

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری ثم المدنی قدس سرہ

از حضرت مولانا مفتی شیر محمد صاحب علوی مدظلہم العالی (مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور)

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری ثم المدنی قدس سرہ کے بارے میں لکھنا میرے قلم سے باہر ہے وہ مجموعہ محاسن تھے جن کا احاطہ کرنا میرے لئے مشکل ہے۔ دور حاضر میں اللہ تعالیٰ نے ان کو جن خصوصیات سے نوازا تھا ان کا وجود اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت تھی۔ حضرت بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے علم وعمل وقلم سے دینی بڑے کارنامے سرانجام دیئے۔ اوران کی تالیفات کو جو مقبولیت حاصل ہے

وہ محتاج بیان نہیں۔ان کی تالیفات کی مقبولیت عوام وخواص دونوں طبقوں میں پائی جاتی ہے۔اس کی سب سے اہم وجہ اخلاص ہے۔حضرت بلند شہری نور اللہ مرقدہ نے بڑے اخلاص کے ساتھ دین کے کاموں کو سرانجام دیا دنیائے فانی کو قریب نہیں پھٹکنے دیا۔حضرت بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ہمہ وقت فکر آخرت رہتی تھی رضائے الٰہی کے طالب تھے۔حضرت بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ صرف عوام کے لئے تحفہ نہ تھے بلکہ اہل علم وفضل کے لئے بھی بے بہا تحفہ تھے۔جب کوئی فقہی مسئلہ درپیش ہوتا تو بہت سے اہل علم مولانا کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔بندہ بھی جب مدینہ منورہ حاضر ہوتا تو ذہن میں یہ خیال ہوتا کہ فلاں مسئلہ کی تحقیق مولانا سے کرنی ہے ۔حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے مسجد نبوی شریف میں ملاقات ہوتی اور علمی گفتگو بھی ہوتی ۔مسائل کی تحقیق پر بھی کلام ہوتا تھا حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ مسجد نبوی سے ہمیں اپنے گھر بھی لے جایا کرتے تھے اور دعوت کھلایا کرتے تھے ۔کھانے کے دوران علمی وتحقیقی گفتگو ہوتی رہتی تھی ۔مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے بے تکلفی

بھی ہوگئی تھی ایک مرتبہ عشاء کی نماز کے بعد مسجد نبوی سے اپنے گھر لے گئے ۔کھانا بہت دیر سے لگایا گیا واپسی بھی دیر سے ہوئی اگلے دن مولانا نے فرمایا ہمارے ساتھ گھر چلو بندہ نے بے تکلفی میں عرض کیا افطار کرائیں تو چلتے ہیں سحری نہیں کرنی ۔اس پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ مسکرانے لگے۔فرمایا آج انشاء اللہ افطاری کرا دیں گے۔یعنی جلدی کھانا کھلا دیں گے۔حضرت مولانا تو تقریباً ساری رات جاگتے تھے اور علمی کاموں میں مشغول رہتے تھے۔اس لئے ان کے لئے تاخیر سے کھانا کھانا کوئی خاص مشکل کی بات نہ تھی۔

حضرت مولانا بدعات پر بہت نکیر فرماتے تھے ,اور جس بات کو حق سمجھتے تھے اس پر جماؤ

ہوتا تھا, حق بات کہنے میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بندہ عید کے دن مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے ملا اور مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھایا تو مولانا نے مصافحہ نہیں فرمایا, بندہ نے وجہ معلوم کی تو فرمایا عید کا مصافحہ و معانقہ بدعت ہے, بندہ نے عرض کیا کہ میں تو عید کا مصافحہ نہیں کر رہا ہوں میں تو ملاقات کا مصافحہ کر رہا ہوں۔ فرمایا دیکھنے والے تو یہی سمجھیں گے کہ عید کا مصافحہ کر رہے ہیں۔ مفتی مقتدیٰ ہوتا ہے اسکے عمل سے لوگ دلیل پکڑتے ہیں, مفتی کو بہت احتیاط کے ساتھ رہنا چاہئے, عید کا معانقہ و مصافحہ بدعت ہے اس سلسلہ میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے فتوی پر عمل فرماتے تھے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مماتیوں کے خلاف بھی قلم اٹھایا بحیثیت مفتی مدینہ ہونے کے مولانا کی اس سلسلے کی تحریر بہت مفید ثابت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مولانا بلند شہری قدس سرہ کے درجات خوب زیادہ بلند فرمائے (آمین)

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت الشیخ مولانا عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنیؒ

آپ کا مسلک اور موقف:

از: مفتی محمد عیسی خان جامعہ فتاح العلوم نوشہرہ گوجرانوالہ

درکف جام شریعت درکف سندان عشق

ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

ایک ہاتھ میں جام شریعت دوسرے ہاتھ میں سندان عشق, شریعت اور طریقت کا یہ

حسین امتزاج کم ہی کسی میں دکھائی دیتا ہے

حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی کتاب وسنت، آثار صحابہؓ، تابعینؒ اور ائمہ مجتہدین کے موقف اور مسلک پر بھی مضبوطی سے عمل پیرا تھے، ان سے سرِمو تخلف پسند نہیں فرماتے حتی کہ علمی سطح پر شرعی اصطلاحات کے بجائے انگریزی اور جدید اصطلاحات کا استعمال بھی ان کے ہاں معیوب تھا۔ روزمرہ بول چال اور خطوط میں اگر کہیں جدید اصطلاح کا کوئی لفظ سنتے یا دیکھتے تو اس پر سخت گرفت فرماتے اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ اسلاف کے طریقہ پر کس قدر مضبوطی سے کاربند تھے۔

آپ کا فیضانِ علم اور محبوب مشغلہ:

آپ کی ذات سے اللہ تعالیٰ نے بہت کام لیا، آپ کے قلم سے نہایت عمدہ اور مفید تالیفات وجود میں آئیں، آپ کی بہت سی کتابیں عوام کے لئے لکھی گئی ہیں جن سے ان کی اصلاح مقصود ہے تاکہ ان کے عقائد اور اعمال درست ہوں اور وہ روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے احوال واعمال کو شریعت کے مطابق ادا کرسکیں اور رسومات و بدعات سے اجتناب کرسکیں جیسے ''تحفہ خواتین'' وغیرہ اور متعدد کتابیں طالب علموں کے لئے لکھی ہیں تاکہ ایک طرف تو ان میں دین پر چلنے کی صلاحیت پیدا ہو اور وہ اپنے آپ کو رسول اللہ کے تابعدار اور سچے وفادار ثابت کرسکیں دوسری طرف وہ عربی قواعد علم نحو اور ادب عربی میں مشاق اور ماہر ہوں جیسا کہ زاد الطالبین اور التسہیل الضروری فی مسائل القدوری میں آپ کے اسلوب سے ظاہر ہوتا

ہے، اسی طرح آپ کی تالیف لطیف شرح طحاوی میں امام طحاوی کے مسائل میں تحقیق اور تدقیق سے کام لیا گیا ہے نیز رجال طحاوی پر بھی عمدہ بحث موجود ہے۔

حضرت والا نے راقم الحروف کو بتلایا کہ حضرت شیخ مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے جن مسائل کو ترک کر دیا ہے میں نے اس میں افادہ طلاب کے لئے ان کا اضافہ کر دیا ہے اور کہیں کہیں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات کی توضیح وتشریح بھی مدنظر رہی ہے۔

تفسیری خدمات:

آپؒ کی آخری کوشش اور کاوش آپ کی تفسیر انوار البیان فی کشف اسرار القرآن ہے ایک تو اس لئے کہ قرآنی خدمات سے پیچھے نہ رہیں دوسرے اس لئے کہ خانوادۂ ولی اللہی اور علماء دیوبند کے تفسیری افادات کا بطور انتخاب آسان الفاظ میں لب لباب پیش کیا جا سکے، بفضلہٖ تعالیٰ آپ اس مقصد میں بخوبی کامیاب ہوئے۔

تفسیری خصوصیات:

ذخیرہ احادیث اور آثار پر آپ گہری نظر رکھتے تھے، مفسرین کی آراء آپ کو مستحضر تھیں، آیات تفسیر میں اقرب الی السنۃ ہیں، آپ کی تفسیر میں آپ کے مشائخ سلوک اور ان کے موعظمت کا عنصر بھی نمایاں ہے، مسائل واحکام شرعیہ کو آپ نے بطور موضوع کے لیا ہے بلکہ ان میں پوری تحقیق و تنقیح سے کام لیا ہے۔ جس طرح شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عثمانی میں علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کی تفسیر کو اپنے لئے بطور ہادی اور رہبر کے اختیار کیا ہے اسی طرح آپ کے ہاں علامہ

بغویؒ کی معالم التنزیل کو وہ مقام حاصل ہے۔

آپؒ نے زندگی کے آخری ایام دارالہجرۃ مدینہ منورہ میں بسر کیے اور فیضانِ الٰہی کے علوم واسرار اور برکات وانوار سے عرب وعجم کو نوازا، اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے، اور آپ کے علوم سے خلق کو نفع پہنچائے آپ کی خیر وبرکات کو آپ کی آل واولاد آپ کے محبین اور رفقاء وتلامذہ میں جاری وساری رکھے۔ آمین ثم آمین۔

راقم الحروف اور آپ کی مجالس:

ا۔ حضرت مولانا عاشق الٰہیؒ صاحب سے میری پہلی ملاقات 1980ء میں سفرِ حج کے دوران مسجد نبوی میں ہوئی، آپ کی ذات کا تعارف تو پہلے ہی تھا لیکن آپ سے ملاقات پہلی تھی، میں معانقہ کے لئے کھڑا ہوا تو وہاں بیٹھے ایک دوست نے نصرت العلوم کے مفتی کی حیثیت سے میرا تعارف کرایا، آپ نے معانقہ کرتے ہوئے فرمایا: اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک مجھ سے عہد نہ کرو کہ آج کا کھانا میرے پاس ہوگا، میں نے اقرار کیا تب مجھے چھوڑا۔

نمازِ عشاء کے بعد آپ کے آستانہ پر پہنچے تو مہمانوں کی بہت بڑی جماعت خصوصاً پاک وہند کے علماء کرام دسترخوان پر موجود تھے، سب کو اجازت مل گئی لیکن مجھے حضرت نے روک لیا، میں کسی مسئلہ کا ذکر کرتا تو حضرت اسی موضوع پر مستقل کتاب تلاش کر لیتے یا اپنے خادم کو اشارہ فرماتے خادم سے کہا کہ جب مفتی صاحب تھک جائیں تو سبز قہوہ پیش کریں۔

طلاقِ ثلاثہ کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی تو آپ نے کہا ۱۹۷۹ء الریاض (سعودی عرب) میں تمام ریاستوں کے علماء کرام جمع ہوئے، حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اورحنابلہ بالاتفاق سب نے کہا کہ تین طلاقیں بیک وقت مؤثر ہیں، بڑی بحث وتمحیص کے بعد انہوں نے اس پر مقالہ مرتب کیا اور فریق مخالف کی رائے کو بطور شذوذ وتفرد کے ذکر کیا ۔

پھر ۱۱ بجے میں نے حضرت سے اجازت لی حرم شریف میں یہ نومبر کی آخری تاریخیں تھیں، اسی مجلس میں، میں نے حضرت سے کہا کہ طلاق کے مسئلے پر عرب علماء کی مرتب کردہ کتاب مجھے میرے شیخ مولانا سرفراز خان صاحب کے لئے مطلوب ہے، حضرت نے کتاب اٹھائی اور مجھے دیتے ہوئے کہا یہ عاریۃً ہے بعد میں لوٹا دینا، میں نے اسی مجلس میں وہ کتاب واپس کردی کہ کہیں اور تلاش کرلیں گے۔

۲۔ ۱۹۸۲ء جب دوبارہ حج کی غرض سے گیا تو آپ نے جنت البقیع کے قریب رہائش اختیار کرلی تھی، حضرت نے مجھ سے فرمایا آپ بے دریغ آجاسکتے ہیں اب مزید تکلف کی ضرورت نہیں اس کے بعد آپ کی حیات میں میرا جانا نہیں ہوا، البتہ خط وکتابت ہوتی رہی ،میرے پاس آپ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے چند خطوط محفوظ ہیں، جن میں آپ نے مختلف مسائل میں رہنمائی فرمائی، البتہ عزیزی حافظ احمد اللہ سلمہ ربہ دو تین مرتبہ سفرحج پر گئے تو آپ کی خدمت میں حاضری دیتے رہے ان کو خدمت اور مجلس کا کافی موقع ملا، انہوں نے کچھ باتیں قلمبند کی ہیں جو ارسال خدمت ہیں۔

ہمارے رفیق خاص سید مشتاق علی شاہ صاحب جو حفظ وضبط اور تقریر وتحریر میں خاص مقام رکھتے ہیں انہوں نے اپنی ایک دو مجلسوں میں حضرت کے ارشادات کو ایسا ضبط کیا جس طرح ضبط کرنے کا حق ہے، امید ہے ان سے جناب مولانا عبدالرحمٰن کوثر صاحبزادہ صاحب سلمہ ربہ اور جملہ سامعین وقارئین محظوظ ہوں گے۔ وھوھذا۔

۱۹۹۷ء تک احقر کو اللہ تعالیٰ نے پانچ مرتبہ حج کی سعادت نصیب فرمائی، حرم کعبہ میں جب کبھی پتہ چلتا کہ حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحبؒ مدینہ منورہ سے عمرہ کے لئے تشریف لائے ہوئے ہیں تو پوری کوشش ہوتی کہ حضرت کی مجلس نصیب ہو جائے اور اللہ تعالیٰ موقع بھی فراہم کر دیتا۔ مدینہ منورہ کے قیام روزانہ ہی ملاقات کا شرف حاصل ہوتا اور حضرت سے علمی استفادہ کا موقعہ ملتا صرف انہی دنوں ناغہ ہوتا جب حضرت بیماری یا کسی دوسری مجبوری کے باعث تشریف نہ لاتے، رمضان المبارک میں حضرت حرم نبوی کے قریب ہی مکان میں تشریف لے آتے جہاں ہر وقت علماء کا ہجوم رہتا، تراویح کے بعد ساری رات علماء تشریف لاتے رہتے، بعض حضرات کو سحری بھی آپ اپنے پاس کھلاتے۔

ان اسفار میں حضرتؒ سے استفادے کا بڑا موقعہ ملا، آپ کے چند ارشادات و ملفوظات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ محمد عاشق تو میں ہوں عاشق الٰہی پتہ نہیں کون ہے۔

حضرت سے پہلی ملاقات مسجد نبوی کے قریب ہوئی۔ آپ تین چار ساتھیوں کے ہمراہ مسجد سے نکل کر گاڑی کی طرف جا رہے تھے میں نے حضرت سے پوچھا

مولانا عاشق الٰہی آپ ہیں؟ فرمایا محمد عاشق تو میں ہوں عاشق الٰہی پتہ نہیں کون ہے۔ میں نے حضرت سے پتہ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا اب ہم سینچر کے دن آئیں گے پھر ملاقات ہوگی یا پھر ہمارے ساتھ ہمارے گھر چلیں پھر فرمایا جانتے ہو سینچر کا دن کونسا ہے میں نے کہا کہ ہفتہ کا دن۔ حضرت جواب سن کر بہت خوش ہوئے۔

۲۔ ایک ملاقات میں حضرت فرمانے لگے بھئی ایک مسئلہ درپیش ہے کہ غیر مقلدین تراویح کے مسئلہ میں یہ کہتے ہیں کہ دیوبندیوں نے ابوداؤد میں تحریف کردی۔ لیلۃ کو رکعۃ بنادیا اس بارے میں آپ کو کچھ علم ہے تو بتاؤ۔ میں نے کہا کہ علامہ ذہبیؒ نے سیر اعلام النبلاء ج ا ص ۴۰۰ پر اس روایت کو اخرجہ ابوداؤد کہہ کر نقل کیا ہے اور اس میں رکعۃً کے الفاظ نقل کئے ہیں۔ حضرت نے فوراً اپنے خادم کو آواز دی اور کہا بھائی عبدالقادر حوالہ نوٹ کرو۔ گھر میں سیر اعلام النبلاء موجود ہے جا کر دیکھیں گے۔ حضرت نے خوش ہو کر دعائیں دیں۔

۳۔ حضرت کی تفسیر انوار البیان فی کشف اسرار القرآن اردو مکمل ۹ جلدیں) بہت ہی مقبول تفسیر ہے۔ نہایت آسان اور عام فہم ہے جو تفسیر بالحدیث کے اہتمام کے ساتھ لکھی گئی ہے اب اس کا انگلش ترجمہ بھی دستیاب ہے۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ میں تفسیر لکھ رہا ہوں آپ آتے ہوئے مولانا عبدالحمید سواتیؒ کی تفسیر کی کوئی جلد لیتے آئیں میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں میں نے کہا کہ حضرت صوفی صاحب کو کہتا تو وہ ضرور دے دیتے بس مجھ سے غلطی ہوئی۔ فرمانے لگے عام لوگوں کے لئے لکھ رہا ہوں تا کہ عام لوگ بھی قرآن سے اپنا تعلق قائم کریں اور اس کو سمجھ

سکیں۔ میں نے پوچھا معارف القرآن (مفتی شفیعؒ صاحب والی) سے بھی آسان؟ فرمایا ہاں اس سے بھی آسان لکھ رہا ہوں پھر وجہ تالیف بیان فرماتے ہوئے بتانے لگے کہ ایک دفعہ میں سخت بیمار ہو گیا ڈاکٹروں نے جواب دے دیا میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! میں قرآن کی تفسیر لکھنا چاہتا ہوں مجھے موت تفسیر لکھنے کے بعد دینا اب مجھے ٹھیک کر دے تاکہ میں تیرے قرآن کی خدمت کر سکوں۔ اللہ نے مجھے صحت عطا فرما دی جب سے صحت ہوئی مجھے یہی فکر تھی کہ اللہ تعالیٰ سے تفسیر لکھنے کا وعدہ کیا ہے شائع کرنے کا کوئی بندوبست نہیں ہو رہا تھا میں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ سے تفسیر لکھنے کا کہا تھا شائع کرنے کا نہیں لہذا تفسیر لکھنا شروع کر دی۔

۴۔ ایک مرتبہ نماز تراویح کے بعد کراچی کے علماء حضرت کی خدمت میں جمع تھے بندہ حاضر ہوا تو ایک صاحب خوش الحانی سے نعت سنا رہے تھے۔ نعت کے بعد حضرت نے ان کی کچھ اصلاح فرمائی۔ میں نے باتوں میں عرض کیا کہ حضرت مشکوۃ شریف میں خطبہ نکاح میں قرآن مجید کی آیت غلط لکھی ہوئی ہے اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا بھائی کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا حضرت آپ خود دیکھ لیں۔ آپ نے فوراً مشکوۃ شریف نکلوائی اور وہ مقام دیکھ کر حیران رہ گئے۔ فرمانے لگے کہ اصل مصابیح السنۃ للبغوی دیکھنی چاہیے کہ اس میں کیا لکھا ہے یعنی اس میں بھی غلطی ہوئی ہے تو وہاں بھی غلطی درست کی جائے۔ آیت صحیح لکھی جائے اور مشکوۃ میں بھی صحیح کی جائے۔

۵۔ ایک مجلس میں میں نے عرض کیا حضرت! سنا ہے جب آپ دار العلوم کراچی

میں مدرس تھے حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے آپ کو معارف القرآن کے کچھ سیٹ بطور حیلہ شرعی کے دیئے تھے اور آپ نے فوراً طلباء میں تقسیم کر دیئے فرمایا یہ بات درست ہے جب میں مالک بن گیا تو پھر میری مرضی ۔ میں نے فوراً طلباء کو بلا کر انکو دے دیئے ۔

۶۔ ایک دفعہ میں نے عرض کیا کہ مجھے حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی نے حصن حصین کی اجازت دی ہے ۔فرمایا ہے ان کو کہاں سے اجازت ہے میں نے فوراً حضرت صوفی صاحب کی سند پڑھ کر سنا دی ۔

مولانا عبدالحمدی سواتی ،مولانا عبدالشکور لکھنوی ،مولانا عین القضاۃ ،مولانا عبدالحیٔ لکھنوی ،مولانا عبدالحلیم لکھنوی ،مولانا حسن علی محدث دہلوی ،مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ،

حضرت فرمانے لگے میری سند اس سے عالی ہے وہ اس طرح ہے مجھے اجازت ہے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سے انہیں اجازت ہے حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی ، مفتی دارالعلوم دیوبند سے ان کو اجازت ہے حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی سے ان کو اجازت ہے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے تو سند عالی نہ ہوئی ۔ میں نے کہا جی حضرت پھر حضرت نے احقر کو بھی اجازت سے نوازا ۔

۷۔ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میرے رسائل شائع ہو جائیں میں ایک ایک جلد بنا کر آپ کو دیتا رہوں گا آپ شائع کرتے رہیں ۔ میں نے کہا

حضرت آپ حقوق میرے نام لکھ دیں۔ حضرت نے اس بات کو ناپسند کیا فرمایا اگر آپ مرجائیں پھر اشاعت تو رہ گئی، حضرت تھانویؒ کی ہزاروں کتابیں ہیں کسی کے بھی حقوق محفوظ نہیں ہیں۔ میں نے کہا مفتی شفیع صاحبؒ کا بھی فتوی یہی ہے۔

حضرت کے رسائل ۷ جلدوں میں ادارہ معاف کراچی سے شائع ہو چکے ہیں۔

ایک مجلس میں کسی صاحب نے مضمون حضرت کی خدمت میں پیش کیا جس کے پچھلی طرف شہداء افغانستان کی تصاویر تھیں، تصویروں کے چہرے مٹے ہوئے تھے۔ حضرت نے فرمایا یہ کام درست نہیں ہے اسلام کی تبلیغ کا یہ طریقہ نہیں ہے برائی کا جواب برائی سے نہیں ہوتا۔ ایک پاکستانی ساتھی سے فرمایا ڈاکٹر صاحب کو میرا یہ پیغام دے دینا۔ اگر موقعہ ملا تو خط بھی لکھ دوں گا۔

حضرت مفتی صاحبؒ سے ملاقاتوں کے احوال اور کشف و کرامات کے بہت سے واقعات ہیں جنہیں لکھنے کے لئے طویل وقت درکار ہے۔

یہ چند واقعات حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن کوثر صاحب دامت برکاتہم کے حکم پر سپرد قلم کئے ہیں۔

ایک مجلس میں راقم الحروف (محمد عیسی) نے دریافت کیا کہ محمد اسلام نے آپ کی کتاب ''مرنے کے بعد کیا ہوگا'' پر اضافہ کر کے موت کا منظر نامی کتاب شائع کی ہے کیا آپ نے اپنی کتاب کی اشاعت کی اجازت دے دی ہے فرمایا وہ میرے پاس کراچی آئے اور کتاب کی اشاعت کی اجازت مانگی میں نے کہا جس طرح اور لوگ چھاپ رہے ہیں تم بھی چھاپ دو۔ تحریری اجازت کا مطلب ہوگا کہ آپ اشاعت کا حق ملنے کے

بعد دوسرے لوگوں سے وصولی کریں گے۔ لہذا میں تحریری اجازت نہیں دیتا۔

حضرت مفتی محمد عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ پر
حضرت مفتی عیسیٰ دامت برکاتہم کے تأثرات بزبان عربی

۱۔ یا أیها العشاق قوموا و کبروا
فقد جآء وقت الحمد و التکبیر

۲۔ تذکرت ذکر العاشقَین الهمم
لهما حیاة طیبة فی العلم و التدبیر

۳۔ هما عالمان کبیران باسم واحد
احدهما من میرت و الثانی من بلند شهر

۴۔ فکانا شخصاً واحداً فی قالب
متبدل فی الضوء و التصویر

۵۔ توافقا علما و عملاً کاملاً
فقها حدیثاً جامعاً ثم فی التفسیر

۶۔ فکل قد قضی نحبه فی زمانه انه
هکذا کان فی عالم القضاء و التقدیر

۷۔ فدرجة السابق منهم هو الامام
واللاحق قد اقتداه فی التعمیر

۸۔ فشکر اللّٰــہ سعیھم بما فعلوا
وتقبل عنھم فی الحیاۃ والتشحیر

اشعار بالا کا اردو ترجمہ

۱۔اے مردِ جان عشاق کھڑے ہو اور تکبیر کہو، کیونکہ یہ وقت حمد اور تکبیر کا ہے۔

۲۔مجھے اس وقت اللہ تعالیٰ کے دو عاشقوں کی یاد آئی ہے، جنھوں نے علم اور تدبیر میں حیات طیبہ بسر کی۔

۳۔وہ ایک نام کے دو بہت بڑے عالم ہوئے ہیں، ایک مولانا عاشق الٰہی میرٹھی اور دوسرے مولانا عاشق الٰہی بلند شہری۔

۴۔گویا کہ وہ دونوں ایک قالب میں ایک ہی تھے، یکے بعد دیگرے اپنی نورانیت اور تصویر میں بدل کر آئے۔

۵۔علم اور عمل کامل میں ایک دوسرے کے متوافق، دونوں فقیہ، دونوں محدث، دونوں مفسر۔

۶۔ہر ایک نے اپنی زندگی میں اچھا وقت بسر کیا کیونکہ اسی طرح عالم قضاء وقدر میں لکھا تھا۔

۷۔ان میں سے سابق کو امام کا درجہ حاصل ہے اور بعد میں آنے والے نے اپنی علمی تعمیر میں پہلے کی اقتداء کی۔

۸۔اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی کی قدر کرے، اور دنیا و محشر میں ان کو قبولیت سے نوازے آمین

((اہل مدینہ کے لئے علمی مرجع))

حضرت والد صاحب رحمة الله عليه كى شخصيت مدينه منوره ميں سعودى عرب كے مقيمين حضرات كيلئے بڑا عظيم تحفه ربانيه تهى كه جب چاها مسجد نبوى شريف ميں عشاء كى نماز كے بعد مسائل دريافت كرلئے يا ٹيليفون پر رابطه كركے مسئله پوچه ليا انكى رحلت كے بعد بهت بڑا خلا پيدا هوگيا۔ دعا هے كه الله تعالى شانه' انكى اولاد اور انكے شاگردوں كو علمى مزاج ومذاق عطاء فرمائے (آمين)

مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

نمونہ اسلاف

از: حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

مظاہر علوم سہارنپور کے چشم و چراغ، قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ کے تلمیذ رشید، ہند و پاک کی مشہور علمی یونیورسٹی مظاہر علوم سہارنپور اور

دار العلوم کراچی کے مایہ ناز استاذ، اور سینکڑوں کتابوں کے مصنف حضرت اقدس مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی ۱۳ر رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۸ر نومبر ۲۰۰۱ء بروز بدھ مدینہ منورہ میں روزہ کی حالت میں رحلت فرما کر راہی عالمِ آخرت ہوئے۔ ﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾. ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیءعندہ بأجل مسمی.

حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی رحمہ اللہ کا آبائی تعلق ہندوستان کے مشہور اور مردم خیز ضلع بلندشہر سے تھا، آپ ؒ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، اور دینی علوم کی تحصیل کے لئے آپ ؒ کو مظاہر علوم سہارنپور میں داخل کرایا گیا، چنانچہ آپ ؒ نے اپنے دور کے اکابرین کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے، اور سہارنپور ہی سے سندِ فراغ حاصل کی، آپ ؒ کی دینی، علمی استعداد اور تقوی وطہارت کو دیکھ کر آپ ؒ کے اساتذہ نے آپ ؒ کو مادرِ علمی مظاہر العلوم سہارنپور میں ہی تدریس پر مامور فرما دیا، ۱۹۶۵ء تک آپ ؒ نے سہارنپور میں علوم نبوت کی تعلیم وتدریس فرماتے رہے۔

۱۹۶۵ء کے بعد آپ ؒ پاکستان تشریف لائے تو مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع ؒ نے آپ ؒ کو ہاتھوں ہاتھ لیا، اور ۱۹۶۵ء سے ۱۹۷۶ء تک آپ ؒ نے دار العلوم کراچی میں اپنے علم وعمل اور تعلیم وتدریس کا لوہا منوایا، آپ ؒ ہر دل عزیز استاذ، لائق وفائق مصنف اور اردو وعربی کے بہترین انشا پرداز تھے، آپ ؒ جس طرح اردو میں تقریر وتحریر پر کامل دسترس رکھتے تھے، اسی طرح آپ ؒ فصیح عربی لکھنے اور بولنے کا خوبصورت ملکہ رکھتے تھے۔

آپ ؒ ۱۹۷۶ء میں قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ

کی رفاقت ومعیت میں پاکستان سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں جوارِ رسول ( ) میں آ گئے، آپ ؒ جس طرح ہند وپاک میں اپنے علم وفن اور تقوی طہارت کی وجہ سے امتیازی مقام کے حامل تھے، ایسی ہی دیارِ رسول میں جاتے ہی آپ ؒ کو مرکزیت کا مقام حاصل ہوگیا، ابتدائی دور میں آپ ؒ زیادہ تر مسجد نبوی شریف میں تشریف فرما ہوتے، اور سائلین ووار دین پروانہ وار آپ ؒ پر جان چھڑکتے نظر آتے، کوئی مسائل پوچھتا ہوا نظر آتا، تو کوئی کتاب کھولے ہوئے آپ ؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے ہوتا، کوئی مناظرانہ انداز میں بحث وتمحیص میں الجھتا ،اور کوئی ادب وسلیقہ سے کسب فیض کرتا دکھائی دیتا، مگر حضرت مولاناؒ اپنی افتادِ طبع کے تحت ہر ایک سے اس کے حسب حال گفتگو فرماتے، اور اسے مطمئن فرماتے، جب سعودی عرب کے مخصوص حالات کے تحت وہاں کی انتظامیہ کو مسجد نبوی (علی صاحبہ الف الف صلاۃ وسلام) میں اس طرح کا حلقہ ناگوار گزرا تو آپ ؒ نے اپنی رہائش گاہ میں یہ سلسلہ شروع کر دیا، بلا مبالغہ اس مردِ قلندر نے بے سروسامانی کے عالم میں سینکڑوں نوجوانوں کو اولی سے مشکوۃ شریف تک کی تمام کتابیں پڑھائیں، اور آخر میں پاکستان کے کسی مدرسہ میں بھیج کر دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کرائی۔

آپ ؒ کو اللہ تعالیٰ نے جس قدر علم وفضل، تقوی وطہارت سے نوازا تھا، اس سے کہیں زیادہ اخفاء وخمول اور گوشہ نشینی، وگم نامی کی صفت سے سرفراز فرمایا تھا، آپ ؒ مروجہ تکلفات سے کوسوں دور، انتہائی سادہ اور ملنسار طبیعت کے حامل تھے، آپ ؒ سے جس کسی نے بھی مسجد نبوی (علی صاحبہ الف الف صلاۃ وسلام) باب بقیع پر بعد عشاء

ملاقات اور مصافحہ کیا، آپ ؒ فوراً اس کا تعارف پوچھتے، اگر کبھی کسی نے تکلفاً یا ویسے اپنے تعارف میں اخفاء کرنے کی کوشش کی تو نہایت بے تکلف انداز میں فرماتے ''بھائی اپنی حضرتی تو بتلاؤ،، یعنی تم کون سے حضرت ہو؟ یا کس سے تمہاری نسبت ہے؟

راقم الحروف حضرت ؒ کی زیارت کے اشتیاق میں ایک بار اپنے رفیق مکرم برادرم مولانا مفتی محمد جمیل خان سے ان کا حلیہ اور بیٹھنے کی جگہ پوچھ کر گیا، تو حسن اتفاق ان کو تلاش کرنے میں کچھ زیادہ مشکل پیش نہیں آئی، حضرت ؒ سے مسجد نبوی شریف کے باہر باب بقیع پر ملاقات ہوئی، مصافحہ کیا، اور عرض کیا کہ سعید احمد جلال پوری حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی ؒ کا خادم کراچی سے، تو نہایت محبت سے پیش آئے، اور فرمایا: تم میرے ساتھ گھر چلو، رات کا کھانا میرے ساتھ ہوگا، اتفاق سے ہمارے ہم درس مولانا علاء الدین افغانی استاذ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ بھی ساتھ تھے، ہم حضرت ؒ کے ساتھ ہی ان کی قیام گاہ پر جو جبل احد کے قریب ہے پہنچ گئے، حضرت ؒ نے اپنی نشست گاہ میں ہی دستر خوان لگوایا، کھانے سے فراغت کے بعد آپ ؒ نے اپنے علمی مآثر اور تحقیقی مقالات اور مستقبل کے منصوبوں سے ہمیں اس انداز سے متعارف کرایا ،اور ہم ایسے محو ہوئے کہ وقت گزرنے کا پتہ تک نہ چلا، جب گھڑی دیکھی تو رات کے تین بج چکے تھے، اسی دوران حضرت ؒ نے فرمایا کہ فتنے کے اس دور میں علماء کو کس انداز میں کام کرنا چاہیئے؟ اور علماء کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس کس طرح کرنا چاہیئے ؟ الغرض وہ ملاقات یادگار ملاقات تھی، بعد میں بھی حضرت شفقتیں فرماتے رہے، حضرت ؒ کا ایک کمال یہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے تھے، حتی کہ اپنے شاگردوں

سے بھی شاگردوں جیسا سلوک کرنے کے روادار نہ تھے، اگر ان کا کوئی شاگرد ان کو استاذ سمجھتا تو اس کو اس کا کمال سمجھتے تھے، اسی قسم کا ایک قصہ ایک بار یوں پیش آیا کہ آپ ؒ نے اپنے ایک تلمیذ کو ہمارے حضرت شہید ؒ کے پاس بھیجا اور تعارفی خط میں لکھا ......کانٹے کی بات یہ ہے کہ یہ صاحب میرے شاگرد ہیں، اور ابھی تک اپنے آپ کو شاگرد ہی سمجھتے ہیں، لہذا ان کو کسی جگہ اپنی سرپرستی میں کام پر لگادیں....

آپ ؒ کو اللہ تعالی نے بے شمار خوبیوں اور لازوال صلاحیتوں سے نوازا تھا، آپ ؒ کے علم وفضل اور وقت میں اللہ تعالی نے برکت اور قبولیت رکھی تھی چنانچہ آپ ؒ فرد واحد کی حیثیت سے سینکڑوں کتابیں تصنیف فرمائیں ، اور ایک اندازہ کے مطابق چھوٹے بڑے رسائل ملا کر آپ ؒ کی دوصد کے قریب تصنیفات ہیں، اور ہر ایک کو منجانب اللہ جو مقبولیت عامہ حاصل ہوئی ہے وہ محتاجِ تعارف نہیں، آپ ؒ کی تصنیف ''التسهيل الضروري''، اور ''زاد الطالبين'' تو پاکستان کے دینی مدارس کے بورڈ وفاق المدارس کے نصاب میں شامل ہے، اسی طرح آپ ؒ کی تصنیف ''تحفۂ خواتین،، اپنی نوعیت کی بے مثال کتاب ہے، اور غالباً خواتین کے مسائل کے عنوان پر بہشتی زیور کے بعد یہ پہلی تصنیف ہے، جسے اس قدر بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی ہے یوں تو آپ ؒ کے مآثر وکمالات کا احاطہ مشکل ہے، تاہم آپ ؒ کے ایک خادم وتلمیذ جناب مولانا مفتی محمد خالد صاحب خانگڑھی سے راقم نے حضرت کے کچھ اوصاف لکھنے کی درخواست کی تو انھوں نے درج ذیل چند باتیں لکھی ہیں۔

''حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ انتہائی سادہ، ملنسار اور بلند اخلاق کے مالک تھے،

ہر آنے والے عالم اور عامی کے ساتھ جلدی سے مانوس ہوجاتے اور ان سے اس قدر گھل مل جاتے تھے گویا بہت پہلے سے ان سے جان پہچان تھی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ جہاں بلند پایہ عالم تھے، وہاں آپؒ بلند پایہ تقویٰ اور اخلاص کے بھی مالک تھے۔

بظاہر آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں تھا، اور توکل پر ہی گزارہ تھا، کبھی جیب میں کچھ نہ ہوتا، تو فرماتے کہ آج ہمارا پورا توکل ہے، اپنے دوستوں سے ادھار لیتے تھے، اور ان کو پوری یاددہانی کے ساتھ ادا فرماتے تھے، بازار سے گزرتے ہوئے گھر کی ضرورت کی چیزیں خود خریدتے تھے، کبھی کوئی دوست ساتھ ہوتا اور وہ ازراہِ مروت اپنی طرف سے پیسے ادا کردیتا اور حضرت کو ادا نہ کرنے دیتا تو حضرتؒ ان پیسوں کو اپنے ذہن میں خوب یادرکھتے اور کسی مناسب موقع پر اس کو وہ رقم ادا فرمادیتے، اگر وہ لینے سے انکار کرتا تو اس سے فرماتے ''اچھا اب تو رکھ لو پھر دیکھا جائے گا،،۔

ہندوستان سے جب آپؒ پاکستان ہجرت کرکے تشریف لائے اور پھر مدینہ منورہ ہجرت فرمائی مگر ہندوستان میں رہتے ہوئے جن دکانداروں کے پیسے ادا کرنے سے رہ گئے تھے، آپؒ نے ان کو خوب یادرکھا ہوا تھا، اور حج کے موقع پر جب ہندوستان سے حجاج کرام مدینہ منورہ آتے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تو حضرتؒ ان کے ذریعہ ان دوکانداروں کو برابر پیسے بھیجتے رہتے تھے، اگر کوئی کہتا کہ فلاں دوکاندار تو فوت ہوگیا ہے تو فرماتے کہ ان کے ورثاء کو جاکر دیدینا۔

حضرتؒ عموماً چپل استعمال فرمایا کرتے تھے، حرم شریف میں رش کی وجہ سے بہت

دفعہ چپل گم ہو جاتی تھی تو آپ ؒ ننگے پاؤں حرم سے باہر بازار تک تشریف لے جاتے، مگر حرم شریف کے دروازوں کے باہر پڑی ہوئی بہت سی چپلوں میں سے کسی کو بالکل استعمال نہ فرماتے، اپنے خادم سے فرماتے کہ میری چپل قبول ہوگئی ہے، بازار سے نئی لے آؤ۔

حضرت ؒ حدیث اور فقہی مسائل میں بہت عبور رکھتے تھے، احادیث کی کتابوں پر اتنا عبور تھا کہ کوئی بھی حدیث فوراً کتاب سے نکال لیتے تھے، مشکوۃ شریف تو گویا زبانی یاد تھی، فرماتے تھے کہ میں نے کم سے کم بیس کتابیں اسی مشکوۃ شریف سے لکھی ہیں۔

ہمارے مدارس کے علماء عموماً عربی زبان بولنے پر قادر نہیں ہوتے مگر حضرت ؒ کو عربی زبان بولنے پر بھی بڑی مہارت تھی، کئی عرب طالب علموں کو حدیث اور فقہ کی کتابیں عربی ہی میں پڑھاتے تھے، اکثر عرب طلباء بخاری شریف اور ہدایہ پڑھنے آتے تو آپ ؒ ان کے سامنے فصیح عربی زبان میں خوب اچھی طرح اس کی تشریح فرماتے کہ طلباء مطمئن ہو کر جاتے تھے اور کسی کو مزید سوال کرنے کی ضرورت ہی نہ رہتی۔

آپ کی آخری تمنا اور خواہش تھی کہ قرآن مجید کی اردو زبان میں تفسیر لکھوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک میں قرآن مجید کی تفسیر نہ لکھ لوں، فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ میں ہندوستان میں بہت بیمار رہا، تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! ابھی تو میں نے تفسیر نہیں لکھی، اے اللہ ! مجھے تفسیر لکھنے تک مہلت عطا فرما، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تفسیر لکھنے کی مہلت عطا فرمادی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ ؒ کی یہ تمنا پوری فرمائی اور یہ تفسیر ''انوار البیان،،

کے نام سے حضرت ؒ کی زندگی میں پوری ہو کر الحمد للہ ملتان سے چھپ گئی ہے چنانچہ آپ ؒ نے یہ تفسیر لکھی جو انوار البیان کے نام سے (۹) جلدوں میں اس وقت کتب خانوں میں دستیاب ہے۔

ان کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ کبھی کرتا اور بنیان الٹا پہن لیتے تھے، شاگرد عرض کرتے کہ حضرت ! کرتا الٹا پہنا ہوا ہے فرماتے ’’ میاں عاشقی میں سب چلتا ہے،، طالب علموں کو گھر سے کھانا کھلاتے تھے اور انتہائی محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے، کبھی کسی طالب علم سے ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا، کسی طالب علم سے کوئی غلطی یا نقصان ہو جاتا تو مذاق میں بات کو ٹال دیتے اور معاف فرما دیتے تھے۔

حضرت کی کون سی بات لکھی جائے ؟ آپ گویا علم و عمل کا چلتا پھرتا مدرسہ تھے، ایسی ہستیاں دنیا میں بہت کم پیدا ہوتی ہیں۔

اکابر علماء دیو بند کو دیارِ رسول سے جو محبت و الفت اور عقیدت و تعلق ہوتا ہے وہ کسی بیان کا محتاج نہیں، حضرت مرحوم بھی ۱۹۷۶ء سے یہ خواہش پہلو میں لئے مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے کہ موت آئے تو مدینہ میں اور خاک نصیب ہو تو جنت البقیع کی، اس خوف سے کہ کہیں مدینہ منورہ سے باہر جاؤں اور موت آ جائے آپ ؒ نے تقریباً بیرونی اسفار چھوڑ رکھے تھے، اور حتی الامکان مدینۃ الرسول سے باہر تشریف نہیں لے جاتے تھے، بالآخر آپ ؒ کی اس طلبِ صادق کو بارگاہِ الٰہی سے شرفِ قبولیت نصیب ہوا، اور رمضان المبارک کی بابرکت ساعتوں میں، روزہ کی حالت میں تلاوت واذکار کے معمولات پورے کرنے کے بعد دوپہر کے مسنون قیلولہ کے وقت نیند کی حالت میں آپ ؒ نے جان، جانِ آفریں کے سپرد فرمائی، اور راہئ عالم آخرت ہوئے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ واعف عنہ وادخلہ الجنۃ

،اللھم لا تفتنا بعدہ ولاتحرمنا اجرہ (بشکریہ ماھنامہ البلاغ کراچی)

==

اخلاص کی اہمیت

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ روایت فرماتے ھیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ یمن کا حاکم بناکر بھیجنے لگے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ! مجھے وصیت فرمائیے ،آپ ﷺ نے فرمایا : اپنے دین کے اعمال میں اخلاص برتنا، ایسا کرنے سے تمھیں تھوڑا عمل بھی کافی ھوگا. (الترغیب للمنذری)

شرح: صرف اللہ تعالی کے لئے عمل کرنے کو اخلاص کہتے ہیں اور جو عمل اخلاص سے کورا ہوگا، اللہ تعالی کے یہاں اس کی کچھ قیمت نہ ہوگی، بظاہر وہ عمل کتنا ہی اونچا اور عمدہ ہو، لہذا اگر کسی نے راتوں رات نمازیں پڑھیں اور روزے پر روزے رکھتا رہا، اور حج بھی بار ہا کئے اور خیر کے موقعوں پر خرچ کرنے میں بھی پیش پیش رہا لیکن اس کی نیت میں اخلاص نہ تھا، اور یہ عمل خدا کی خوشنودی کے لئے نہ کئے تھے تو یہ اعمال مفید ہونے کے بجائے اس کے لئے آخرت میں وبال اور مصیبت ہوں گے۔ (از مفتی مدینہ رحمۃ اللہ علیہ)

دینی حمیت وغیرت کا پیکر جمیل

از: مولانا عزیز الرحمٰن استاذ حدیث دار العلوم کراچی

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانہ عالم کو وجود بخشا

اور

درود سلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

تقریبا ۳۵ سال پہلے جب احقر درس نظامی کے آخری درجات کا طالب علم

تھا ایک دن پتہ چلا کہ ہمارے محترم اساتذہ کی فہرست میں ایک اور نام بھی اضافہ ہونے والا ہے اور کچھ ہی عرصہ کے بعد نگاہیں حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب کی وجیہہ اور شگفتہ شخصیت دیکھ کر ٹھنڈی ہوگئیں، پہلی ہی نظر میں مولانا کو دیکھنے والا اندازہ کرلیتا تھا کہ حضرت دریائے علم کے شناور اور تواضع وانکساری کے پیکر ہیں۔ اتباع سنت کا اہتمام آپ کی ہر اداء میں نظر آتا تھا، آپ کی مجلس علمی لطیفوں اور نحوی وصرفی فکاہات سے معمور ہوتی تھی، حضرت اپنی عام لیکن ظریفانہ گفتگو میں ۔۔ جو علمی رنگ کی حامل ہوتی تھی ۔۔۔۔۔۔ طلبہ کو نحو وصرف کے بہت سے نکات وکلیات کا استحضار کرادیتے تھے۔

حضرتؒ کی مجلس میں جا کر عجیب سکون حاصل ہوتا تھا

جامعہ دارالعلوم کے دارالافتاء میں جب حضرت تشریف فرما ہوتے تو حضرت کی مجلس میں جا کر دل کو عجیب سکون ملتا تھا جب بھی حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت حاصل ہوتی، دوران سفر مولاناؒ کی مجلس میں حاضری کے تصور سے دل کیف و سرور کے جذبات سے دھڑ کنے لگتا، ان کا بے تکلفانہ انداز گفتگو، رسمی رکھ رکھاؤ کی جکڑ بندی سے آزاد نشست و برخاست، بے تکان محنت، علمی تصنیفی اور دعوت وارشاد کی سرگرمیوں کے ہجوم میں ان کا ظریفانہ اور شگفتہ انداز تکلم ہر آنے والے کے لئے اپنے اندر بڑی جاذبیت رکھتا تھا اور حضرت مولانا کی محبت نہاں خانہ دل میں جاگزیں ہوجاتی۔

حضرت مولاناؒ دینی غیرت وحمیت کا پیکر تھے

حضرت مولانا دینی غیرت وحمیت کا پیکر تھے امت مسلمہ کے مسائل پر ان کی نظر تھی لیکن وہ ان مسائل کا صرف تذکرہ ہی کر کے فارغ نہیں ہو جاتے، بلکہ کسی بھی اجتماعی مصلحت وضرورت کے لئے فوراً ہی اپنی کوشش کا بھی آغاز فرماتے، جس کے لئے وہ مختلف ممالک کے ارباب علم وبصیرت کو توجہ دلاتے علمی مواد فراہم کرتے اور بعض اوقات ارباب اختیار واقتدار کے نام خطوط بھی روانہ فرماتے، احقر کو یاد پڑتا ہے کہ اس طرح کے مکاتیب حضرتؒ نے بعض بڑی طاقتوں کے سربراہوں کے نام بھی لکھے اور ان کا انگریزی ترجمہ کروا کر روانہ فرمائے۔

حضرت مولانا اس دور میں علمائے سلف کے یادگار تھے ان کی مجلس سے فیضیاب ہونے کیلئے کسی رسمی اجازت یا کسی خادم و بواب کا واسطہ بنانے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی وہ ہر آنے والے سے خندہ پیشانی سے ملتے اور آنے والے اجنبی کو خود ہی دو چار بے تکلفانہ جملوں سے مانوس فرما لیتے۔

اس کارزار حیات میں حضرت مولاناؒ کی زندگی کا درخشاں ستارہ جو بلند شہر (ہندوستان) کے ایک گاؤں ''بسی'' میں طلوع ہوا تھا، تقریبا اسی (۸۰) سال تک آسمان علم وفضل پر دعوت وارشاد تصنیف وتالیف تدریس وافتاء زہد وتقویٰ اور تواضع سادگی کی شعاعیں بکھیرتا ہوا اپنے محبوب افق مدینۃ الرسول کے بقیع میں غروب ہو گیا۔

ان فی اللہ عزاء من کل مصیبۃ و خلفاً من کل فائت ولا نقول الا بمایرضی و انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

[بشکریہ ماہنامہ البلاغ اشاعت خصوصی: رجب ۱۴۲۳ھ]

مفتی مدینہ کی پندرہ شعبان کی شب کے چراغاں سے متعلق تحریر

بہت سی مسجدوں اور گھروں میں ضرورت سے زیادہ چراغ جلائے جاتے ہیں اور قمقمے روشن کئے جاتے ہیں، لائٹ کا اضافہ کیا جاتا ہے، بہت سی روشنی کی جاتی ہے، گھروں سے باہر دروازوں پر کئی کئی چراغ رکھے نظر آتے ہیں، اور بعض جگہ مکانوں کی منڈیروں پر اور دیوار پر قطار کے ساتھ چراغ جلا کر رکھ دیئے جاتے ہیں، یہ سب اسراف اور فضول خرچی ہے، یہ چراغاں ہندوستان کے مشرکوں اور ہندوؤں کی دیوالی کی نقل ہے اور سخت حرام ہے ۔

ہمہ وقت دین کی خدمت میں مصروف شخصیت

از: حضرت مولانا عبدالقادر محمد متقی صاحب مہاجر مدنی دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا عاشق الٰہی برنی ثم مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ واسعۃ کے نام نامی سے تو انکی کتاب ’’مسنون دعائیں‘‘ کے ذریعہ بچپن ہی میں واقف ہو چکا تھا پھر جب زاد الطالبین، اول بار حضرت مفتی عبدالستار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیر نگرانی ملتان میں طبع ہوئی تو اس وقت بندہ جامع خیر المدارس ملتان میں زیر تعلیم تھا، حضرت مفتی

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس زاد الطالبین ۱۳۷۰ھ میں سبقاً پڑھنا نصیب ہوا ، ۱۳۹۴ھ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور آتے ہی حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں خادمانہ طور پر رہنا نصیب ہوگیا اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ کی مجالس میں بھی حاضری نصیب ہونے لگی اور میر جمیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ متوسل مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر نگرانی علمی مشورہ (اعدادیہ حزب الاعظم کی کتب احادیث سے تخریج کا کام) بھی مل گیا۔ غالباً ۱۳۹۶ھ میں حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب برنی آئے ، اور ایک سال حرمین شریفین میں قیام فرمایا، اس کے ایک سال بعد مع اہل خانہ مدینہ منورہ میں مقیم ہوئے بندہ کو اس وقت حضرت مولانا قدس سرہ کی زیارت و ملاقات نصیب ہوئی، حضرت شیخ کے ایما پر مولانا نے کتاب ''حقوق الوالدین'' تالیف فرمائی اور بندہ سے اس کے مسودہ کو صاف کرایا جس سے تعارف اور تعلق میں اضافہ ہوا، بندہ نے اپنے علمی مشغلہ کا ذکر کیا تو مسرور ہوئے بندہ نے عرض کیا لاعلمی کی بنا پر کسی وقت تخریج کے کام میں مشکل پیش آتی ہے اگر اجازت ہو تو بوقت ضرورت آپ سے استفادہ کر لیا کروں۔ فرمایا عصر کے بعد ہمارے گھر آجایا کرو ہم اپنا کام کرتے رہیں گے تم اپنا، بوقت ضرورت پوچھتے رہنا اس طرح حضرت سے مزید قرب و استفادہ نصیب ہوا جب مولانا عبدالرحمٰن کوثر سلمہ حفظ سے فارغ ہوئے اور درس نظامی کا آغاز ہوا تو ایک دن فرمایا مولوی صاحب قدوری پڑھاؤ گے عرض کیا بندہ مولوی تو ہے نہیں، مولانا حبیب اللہ صاحب زید مجدہ (خادم حضرت شیخ الحدیث) بولے ارے بھائی پڑھاؤ گے تو مولوی بنو گے بندہ نے عرض کیا جو ارشاد ہو تو بندہ حاضر ہے اس طرح مزید بر مزید حضرت مولانا سے تعلق اور درس نظامی کا مشغلہ اور علمی استفادہ نصیب ہوا حضرت کے

تینوں صاحب زادے اور دیگر طلباء نے یہاں موقوف علیہ تک تعلیم پا کر اکثر نے دارالعلوم کراچی سے سند فراغ حاصل کی جب آپ کے سب بچے عالم و حافظ ہو گئے تو مولانا ہمہ تن تصنیف و تالیف کے کام میں مشغول ہو گئے۔ اور آپ کے ایماء اور مشورے سے مولانا عثمان صاحب نے ریاض سے مدینہ منورہ منتقل ہو کر درس نظامی کا کام شروع کیا اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے زوردار ایماء اور مشورے کی بنا پر مولانا عثمان دامت برکاتہم نے بندے کو شریک کار فرمایا اب تک تین جماعتیں یعنی بیسوں طالب علم مدینہ منورہ میں دورہ حدیث شریف کر چکے ہیں یہ سب مولانا نوراللہ مرقدہ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں ہمارے اکابر علماء دیوبند اور مظاہر علوم کا فیض ان کا اور مولانا کا صدقہ جاریہ ہے۔ ادامہا اللہ تعالیٰ و تقبل منا و منہم۔

اپنی زندگی میں **لایزال لسانك رطبا بذكر الله** پر مکمل عامل دو حضرات کو مدینہ منورہ میں دیکھا ایک حضرت قاری فتح محمد صاحب قدس سرہ دوسرے حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

نعم الفقيه في الدين اذا احتيج اليه نفع و اذا استغنى عنه اغنى نفسه کی بھی شان حضرت میں بھرپور پائی۔

اپنے اسلاف اکابر علماء و صلحاء دیوبند و سہارنپور وغیرہ کی صفت خاصہ عدم محبت دنیا بلکہ رغبت عنہ کا مجسم نمونہ تھے، ہزاروں ریالوں کو ٹھکراتے دیکھا، وقت کی بڑی قدر تھی بیک وقت مقامات حریری کا سبق پڑھا رہے ہیں، مفردات الفاظ کی لغوی صرفی نحوی تشریح فرما رہے ہیں ایک صاحب سے الادب المفرد للإمام البخاری کا اردو ترجمہ سن کر اغلاط کی اصلاح و تصحیح فرما رہے ہیں اور ایک کتاب سے عبارتیں کاٹ کر اوراق پر ترتیب سے چسپاں کر کے نئی کتاب مرتب کر رہے ہیں یہ تینوں کام ایک دم کرتے مولانا رحمہ اللہ کو دیکھا۔

لباس میں بالکل سادگی، ملنسار ہنس مکھ کلموا الناس علی قدر عقولھم کی شان پائی، ناواقف شخص حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر پہچان نہیں سکتا تھا کہ یہ شخص زمانہ کا عالم مفتی محدث مفسر مؤلف مدرس ہے اور یہی ہمارے اسلاف واکابر کی صفت خاصہ ہے۔

ایک بار بندہ رات کو حضرت کے ساتھ کسی کمپنی کی گاڑی پر عمرہ کو جارہا تھا ہمیں چوکی سے واپس کردیا گیا، میقات پر آکر گاڑی والے کو بھیجدیا اور خود فٹ پاتھ پر بیٹھ کر التسہیل الضروری کی جلد دوم کی ترتیب کا کام شروع فرمادیا اور رات بھر کام کرتے رہے صبح کو گاڑی ملی اور عمرہ کے لئے تشریف لے گئے۔

حرم مکہ مکرمہ میں ایک بار نیچے پڑے ہوئے سوکھے ٹکڑے شدت بھوک کی بناپر کھارہے تھے، اور جی میں آرہا تھا سوکھے ٹکڑے میں کھارہا ہوں اور گاڑی میرے بچے چلائیں گے اللہ پاک نے تینوں بچوں سلمھم اللہ تعالیٰ کو اپنی گاڑی میں چلاتے دکھایا بچے گاڑی چلاتے ہوئے قرآن پاک پڑھتے فرمایا: کسقدر خوش قسمت بچے ہیں لوگوں کے بچے گاڑیوں میں گانیں گاتے اور سنتے ہیں اور یہ قرآن پڑھتے ہیں۔ اللھم زد فزد و تقبل. عبدالقادر محمد متقی عفی عنہ مدینہ منورہ

پیکر شفقت

مولانا راحت علی ہاشمی صاحب

استاذ دارالعلوم کراچی

جامعہ دارالعلوم کراچی میں داخلہ لینے کے لئے ایک ٹیسٹ دینا ہر نئے طالب علم کے لئے ضروری چلا آرہا ہے۔ ۱۳۹۳ھ میں اس ناچیز کو بھی درجہ ثالثہ میں

داخلہ لینے کے لئے اس گھاٹی کو عبور کرنا تھا فارم داخلہ پر حضرت ممتحن صاحب کا نام تحریر تھا، معلوم ہوا کہ دارالافتاء میں یہ بزرگ تشریف رکھتے ہیں وہاں حاضری دی جائے۔

حضرت ممتحن صاحب کے بارے میں نو وارد شخص کی طرح معلومات کرتا ہوا حاضر ہوا تو ایک متین سی شخصیت تک رسائی ہوئی جو نیم دراز حالت میں کسی افتاء کی تربیت حاصل کرنے والے طالب علم کو کچھ بتا رہے تھے یا شاید املا کرا رہے تھے ناچیز کی غرض معلوم ہوئی تو میرا داخلہ فارم اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اسی حالت میں فرمایا کہ: تنازع فعلین کے بارے میں جو کچھ یاد ہے بتاؤ !

ناچیز ہدایۃ النحو جامعہ اشرفیہ لاہور میں پڑھ کر حاضر ہوا تھا ایک تو تازہ تازہ پڑھی تھی دوسرے پڑھانے والے ایسے تھے جنہیں ذہن میں جمانا اور دل میں اتارنا آتا تھا یعنی حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی صاحب زید مجدہم جو اس وقت جامعہ اشرفیہ لاہور میں پڑھایا کرتے تھے، کتاب کے اہم مباحث تو زبانی ہی یاد تھے چنانچہ جو کچھ اس وقت یاد آ گیا بتا دیا۔ کچھ اور بھی سوالات کئے گئے اس وقت جو سمجھ میں آیا جواباً عرض کیا گیا۔ دارالعلوم کے درجہ ثانیہ کے نصاب میں ایک کتاب عربی کا معلم حصہ چہارم مکمل شامل تھی یہ احقر نے پڑھی نہیں تھی اس کے پیش نظر حضرت ممتحن نے فرمایا کہ:

تم نے یہ کتاب پڑھی نہیں ہے اس لئے درجہ ثانیہ دوبارہ پڑھ لو احقر نے عرض کیا کہ میرا ایک سال ضائع ہو جائیگا ممتحن صاحب نے بڑے گھمبیر لہجہ فرمایا:

اچھا جونہیں آتا وہ آجائے اسے ضائع ہونا کہتے ہیں؟ احقر نے اپنی کوشش کرتے ہوئے دوبارہ عرض کیا کہ اگر میں کہوں کہ یہ کتاب میں از خود علیحدہ پڑھ لوں گا تو آپ فرمائیں گے کہ داخلہ کے وقت سب ایسا ہی کہتے ہیں؟ ممتحن صاحب ایک دم ہنس دیئے اور فرمایا: اچھا اتنی جلدی مزاج سمجھ گئے۔ احقر خاموش ہو گیا اور حضرت نے اپنی تجویز تحریر فرمادی اور فرمایا'' کہ چونکہ جو کچھ پڑھا ہے وہ یاد ہے اس لئے درجہ ثالثہ ہی تجویز کردیا ہے، بس محنت کرنا'' یہ حضرت ممتحن تھے حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری قدس اللہ سرہ جن کے پاس یہ احقر کی سب سے پہلی حاضری تھی ایک عاشق الٰہی نے اس ناچیز کو دارالعلوم میں داخل کیا تھا، حق تعالیٰ اس کی برکت سے اپنے عشق کا ذرہ نصیب فرمادیں تو کیا عجب ہے۔

اس پہلی ملاقات اور اس کے تاثرات نے دل میں حضرت کی محبت کچھ ایسی بٹھادی تھی جو ہمیشہ ہی لو دیتی رہی اور حضرت کے دیگر حالات و واقعات اور وقتاً فوقتاً اپنے مشاہدات حضرت کی سادہ طبیعت اور للّٰہیت کے نقوش قائم کرتے رہے۔ حضرتؒ سے درجہ رابعہ میں نورالانوار کچھ دن پڑھنے کا موقع ملا تھا، اور پھر حضرت کے اخیر دور میں مدینہ منورہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیہ میں حدیث مبارک پڑھنے کی بھی سعادت نصیب ہوئی۔ لیکن مستقل طور پر کسی کتاب کو حضرت سے پڑھنے کی نوبت نہ آسکی کیونکہ ۱۳۹۶ھ میں حضرت نے مدینہ طیبہ کی طرف سفر ہجرت فرمایا اور پاکستان کی سکونت ترک فرمادی۔

اس زمانہ میں حضرت کے سفر ہجرت کا منظر بھی عجیب حیرانی کا باعث بنا

تھا، حضرت کی کیفت اور روانگی کی حالت دیکھ کر ہمیں یہ لگتا ہی نہیں تھا کہ آپ اپنا گھر بار چھوڑ کر کہیں جا رہے ہیں وہی معمول کے مطابق دار الافتاء میں اپنے کاموں میں مصروف عصر کے قریب ایک ٹیکسی منگا کر غالبا دار الافتاء ہی سے سیدھے اٹھ کر ٹیکسی میں جا بیٹھے اور ائیر پورٹ چلے گئے وہاں سے دیار حرم کی طرف پرواز کر گئے۔ نہ سامان کی فکر نہ گھر چھوڑنے کا غم نہ نئی جگہ بسنے میں کسی اندیشہ کا نشان، نہ سفر کی گھبراہٹ، نہ روزگار کی تشویش اور یہی رنگ حضرت کا سفر آخرت میں نظر آیا۔

رمضان المبارک میں اپنے رہائشی مکان سے جو مسجد نبوی سے کسی قدر فاصلہ پر تھا حضرتؒ رباط بخاری میں آجاتے تھے جو حرم شریف کے بالکل قریب عمارت تھی، چنانچہ روزہ کی حالت تلاوت سے فراغت اس کے بعد ذرا دیر کی استراحت بس اسی دوران اپنے آخری سفر پر روانگی ہوگئی، تقریباً ۲۶ سال پہلے جس جگہ کی خاک میں ملنے کی تمنا لے کر آئے تھے نہایت اطمینان وسکون سے اسی جگہ سپرد خاک ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت کی زندگی سے ہم جیسوں کو جو درس ونصیحت اور سبق ملتا رہا ہے وہ یہ تھا کہ

۱۔ وقت ضائع نہ کرو

۲۔ ہر وقت نفع رسانی اور خیر خواہی میں مشغول رہو۔

۳۔ کاموں کی تکمیل کی فکر میں مت پڑو جو کام جب اور جس قدر ہو سکے کر ڈالو،

۴۔ تمناؤں اور آرزؤں میں مت الجھو جو میسر آجائے اس پر قناعت کرو،

۵۔ اپنی صلاحیت کے مطابق کام کرتے رہو، کسی منصب اور عہدہ کے انتظار اور توقع میں مت رہو۔

۶۔ فارغ اوقات یادِ الٰہی میں بسر کرو۔

حضرتؒ کی اسی بے نفسی اور جذبہ خیر خواہی نے نہ جانے کتنوں کو علم دین سے وابستہ کیا کتنے لوگ فقہ و فتویٰ سے مستفید ہوئے، کتنے لوگ مصنف بن گئے کتنے لوگوں کو سنت کی پیروی اور نیکی کا جذبہ نصیب ہوا، حق بات کہنے اور سننے کی عادت نصیب ہوئی نہ جانے کتنے گھر بسائے اور سادہ طریقوں سے زندگی گذارنے کا ذوق نہ جانے کتنوں کی زندگی سنوار گیا حضرت کی زندگی ایک لطیف اور فرحت انگیز ہوا کے جھونکے کی طرح گذرتی چلی گئی اور ہزاروں بندگان خدا کے مشام جان کو معطر کرگئی۔

[بشکریہ ماہنامہ البلاغ کراچی]

ایک درد بھری شخصیت

از: مولانا محمد حنیف خالد صاحب

۱۔ قرآن کریم میں اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا

ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡكِتٰبَ الَّذِيۡنَ اصۡطَفَيۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا ۚ فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ ۚ وَمِنۡهُمۡ مُّقۡتَصِدٌ ۚ وَّمِنۡهُمۡ سَابِقٌۢ بِالۡخَيۡرٰتِ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَضۡلُ الۡكَبِيۡرُ (فاطر ۳۲)

پھر ہم نے اپنی کتاب کا ان کو وارث بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا پس بعض ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض ان میں میانہ رو ہیں اور بعض ان میں سے اللہ کے حکم سے نیکیوں میں پیش قدمی کرنے والے ہیں۔ یہی تو اللہ کا بڑا فضل ہے۔

۲۔ عن مطرف بن الشخیر عن ابیہ قال: اتیت النبی ﷺ وھو یصلی ولجوفہ ازیز کازیز المرجل یعنی یبکی وفی روایۃ قال: مارأیت النبی ﷺ یصلی و فی صدرہ کازیز الرحی من البکاء، رواہ احمد ترجمان السنہ (۳۸۸:۳)

مطرف بن الشخیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سینہ مبارک سے گریہ وزاری کی آواز اس طرح گونج رہی تھی جیسا ہانڈی کے جوش مارنے کی آواز۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں نے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور رونے کی وجہ سے آپ کے سینہ مبارک سے چکی کی سی آواز آرہی تھی۔ (احمد ونسائی)

۳۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرمایا کرتے تھے کہ:

''جس شخص کو عالم روحانیت سے مناسبت ہو جاتی ہے تو اس کے وقت میں برکت

ہوجاتی ہے'' حکایت اولیاء (ص: ۱۷۰)

محترم قارئین! اللہ تعالیٰ نے ہمارے ممدوح مکرم حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دین کی جو عظیم الشان خدمت لی اس کا اصل راز اوپر کی تین باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے بندوں میں سے اپنے دین کی خدمت کے لئے چن لیا تھا اور جسے اللہ تعالیٰ اپنے کام کے لئے چن لے تو پھر دین کا کام گویا اس کی طبیعت ثانیہ بن جاتا ہے اور وہ دین کے بڑے بڑے کاموں کو اس طرح آسانی کے ساتھ انجام دے لیتا ہے کہ جس طرح عام لوگ اپنے طبعی تقاضے وحوائج بغیر کسی دقت کے انجام دے لیتے ہیں، حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب، قدس سرہ کے لئے تصنیف وتالیف ومضمون نویسی جیسا کٹھن کام اسی طرح سہل تھا جیسے ہمارے لئے دسترخوان پر چنا ہوا کھانا کھالینا آسان ہے حضرت ؒ ہر وقت لکھتے رہتے تھے سو کے قریب تصانیف اور چھوٹے بڑے ان گنت مضامین حضرت ؒ کی یادگار ہیں۔

بندہ حضرت کی زیارت سے محروم تھا کیونکہ حضرت پچھلے چھبیس سال سے مدینہ منورہ میں مقیم تھے اور وہاں سے باہر کہیں سفر پر جانا اس لئے گوارا نہیں فرماتے تھے کہ کہیں مدینہ منورہ سے باہر میرا انتقال نہ ہوجائے اور میں بقیع کی مٹی سے محروم نہ ہوجاؤں، مگر حضرت ؒ کی تصانیف اور ماہنامہ البلاغ میں شائع ہونے والے مضامین سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ گویا ہم حضرت ؒ کے سامنے موجود ہیں اور حضرت ؒ ہم سے براہ راست گفتگو فرمارہے ہیں۔

حجاز مقدس سے باہر حضرت مفتی صاحب ؒ کا آخری سفر اس وقت ہوا

جب تقریباً تین سال پہلے ۲۹/۳۰ شوال ۱۴۲۰ھ/ ۶/۷ فروری ۲۰۰۰ء کو دارالعلوم میں پچاس سال کے فارغ التحصیل طلبہ کے لئے تقسیم اسناد کا جلسہ منعقد کیا گیا۔

دوسروں کی طرح بندہ بھی حضرتؒ کی تشریف آوری اور زیارت کا بے حد مشتاق تھا اور اس انتظار میں تھا کہ کب حضرت تشریف لائیں اور زیارت کا موقعہ ملے، ایک صبح بندہ دارالاقامہ سے باہر آرہا تھا پتہ چلا کہ حضرت تشریف لے آئے ہیں بندہ فوراً اس طرف لپکا کمرے میں قدم رکھا تو دیکھا کہ چمکدار چہرہ باغ و بہار شخصیت سفید لباس میں ملبوس حضرتؒ چارپائی پر اس طرح تشریف فرما ہیں کہ عجز و انکسار ادا ادا سے جھلک رہا ہے دوسری چارپائی پر ایک اور صاحب بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے عرض کیا کہ حضرتؒ کے پیر دبادوں! حضرت نے بغیر کسی تصنع بناوٹ کے نہایت تواضع سے فرمایا میں اس لائق نہیں میں نے سلام و مصافحہ کی سعادت حاصل کی اور دل ہی دل میں حضرتؒ کی زیارت کے ہوجانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کمرے سے باہر آگیا۔

اس کے بعد تقریباً ایک ہفتہ سے زائد دارلعلوم کراچی میں قیام رہا، سارا دن اور رات گئے تک حضرتؒ کے کمرے کے اندر اور کمرے سے باہر زیارت کی غرض سے آئے ہوئے علماء طلبہ و عوام الناس کا جمگھٹا لگا رہتا تھا، حضرتؒ ہر ایک سے بڑی ہی خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ اور تقریباً ہر ایک کو قریب سے حضرتؒ کی باتیں سننے بلکہ بعض اوقات خود اپنی باتیں سنانے کا موقع بھی مل جاتا تھا حاضرین رات گئے تک بیٹھے رہتے اور اٹھنے کا نام نہ لیتے مگر مجال ہے جو حضرتؒ کے چہرے پر کبھی ملال کے آثار ظاہر ہوئے ہوں، بہت سارے علماء طلبہ نے حضرتؒ سے تحریری اجازت حدیث

بھی لی جن میں بندہ بھی شامل تھا، والحمد للہ علی ذلك۔

رات کی ایک نشست میں فضلائے دورہ حدیث و تخصص کی دستار بندی ہوئی فضلاء کے سروں پر دستار فضیلت رکھنے لئے اسٹیج پر حضرات اکابر کے لئے کرسیاں ترتیب سے رکھی گئی تھیں سب سے پہلی کرسی پر حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جلوہ افروز تھے اور الحمد للہ بندہ بھی ان سعادتمندوں میں شامل تھا کہ جن کے سروں پر پگڑی حضرتؒ نے خود اپنے دست مبارک سے رکھی دستار بندی کے بعد حضرت کا مجمع عام کے سامنے مفصل، خطاب ہوا جس میں حضرتؒ نے بڑے ہی درد بھرے لہجے میں مسلم معاشرے میں موجود خرابیوں کی نشاندہی فرمائی، اختتام جلسہ کے کچھ دنوں بعد دار العلوم کراچی کی مسجد میں بھی نماز جمعہ کے بعد حضرتؒ نے تفصیلی خطاب فرمایا تھا۔

مضمون کے شروع میں ذکر کی گئی حدیث میں ہے کہ نماز کی ادائیگی کے دوران آنحضرت کے سینہ مبارک سے گریہ وزاری کی آواز اس طرح گونج رہی تھی جیسا ہانڈی کے جوش مارنے کی آواز نیز نماز پڑھتے ہوئے رونے کی وجہ سے آپ کے سینہ مبارک سے چکی کی سی آواز آرہی تھی۔

حضرت مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب قدس سرہ کے مذکورہ قیام کے دوران زیارتوں اور ملاقاتوں میں بندہ نے یہ بات بہت محسوس کی کہ آپ کے دل میں امت کی اصلاح و خیر خواہی کا زبردست جذبہ موجزن ہے اور آپ گویا اس کی وجہ سے مضطرب و بے چین ہیں، وارث انبیاء ہونے کی بنا پر یہ چیز آپ کو نبوی وراثت میں

حاصل ہوئی۔

احقر نے یوں تو الحمد للہ حضرت کی بہت ساری کتابوں کے جستہ جستہ مقامات سے استفادہ کیا ہے مگر چند کتابوں کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی جن میں حضرتؒ کی عربی زبان میں تالیف **التسهيل الضروری لمسائل القدوری، زاد الطالبين من كلام رسول رب العالمين** اردو میں مقبول عام و مفید کتاب تحفہ خواتین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

تحفہ خواتین میں تو بڑے ہی انشراح صدر کے ساتھ بغیر کسی تکلف و رکاوٹ کے احادیث کی ایسی دلنشین تشریح اور اسے امت مرحومہ کے موجودہ حالات پر اس طرح منطبق کیا ہے کہ دل و دماغ معطر اور طبیعت نہال ہو جاتی ہے۔

اس گرانقدر تالیف میں حضرتؒ نے بڑے ہی دل سوز انداز میں اصلاح احوال کے سلسلے کی بہت ہی کار آمد اور عمدہ باتیں تحریر فرمائیں ہیں۔ جن میں سے چند ملفوظات کا ذکر یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ جس ذات نے وجود بخشا، اور جان بخشی اس کا اور اس کے رسول، اس کی کتابوں اور اس کے دین کا انکار اتنی بڑی حماقت ہے جیسے کوئی دیکھتے بھالتے دہکتے انگاروں میں کود جائے۔ (ص:۳۲)

۲۔ اے مسلمانو! اپنی اولاد پر رحم کرو اور ان کو ملحدوں اور بے دینوں سے بچاؤ (ص ۵۳)

۳۔ اے مسلمانو! اپنے نبی ﷺ کی سنتوں پر مر مٹو دنیا کے جاہلوں کی نظروں

میں باعزت ہونے کے خیال سے آخرت کی رفعت وعظمت کو نہ بھولو، وہاں کی ذلت و ورسوائی بہت بڑی اور بہت بری ہے۔ (ص ۷۳۶)

۴۔ اس زمانے میں دیواروں اور دروازوں اور کھڑکیوں پر پردہ لٹکانے کا فیشن ہوگیا ہے محض سجاوٹ اور زیب وزینت کے لئے قیمتی اور خوبصورت پردے لٹکائے جاتے ہیں اوراس میں مسلمانوں کے لاکھوں روپے خرچ ہورہے ہیں، پاس پڑوس اور شہر و دیہات کے لاتعداد انسانوں کے پاس تن پوشی کے لئے کچھ نہیں ہے اور ہم غیروں کی دیکھا دیکھی درودیوار کو پوشاک پہنا کر اپنے لئے لذت نظر کا انتظام کررہے ہیں۔ انسانوں کی حاجتیں اٹکی ہوئی ہیں اور اینٹ وپتھر کے ساتھ سخاوت ہورہی ہے۔ درحقیقت یہ سبق عملی طور پر غیروں نے پڑھایا ہے اگر اپنے پیارے نبی کی ہدایت پر چلنے کا ارادہ کرتے تو کبھی فضول خرچی کی طرف ذہن بھی نہ جاتا۔ (ص:۹۰۷)

حضرت مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب نوراللہ مرقدہ نے اپنی حیات مستعار میں جس تیزی سے کام کیا ہے اور مسلسل مشکل سے مشکل اور اہم سے اہم کتابیں رسالے اور مضامین لکھتے چلے گئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؒ کے وقت میں بہت برکت تھی جو کہ عالم روحانیت سے مناسبت کے پیدا ہوجانے کا اثر ہے۔ جیسا کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس شخص کو عالم روحانیت سے مناسبت ہوجاتی ہے تو اس کے وقت میں برکت ہوجاتی ہے۔

جو شخص دنیا میں آیا ہے اسے جانا ہی ہے حضرت مفتی صاحب بھی عمر کے

شب وروز پورے کر کے اس دنیا سے چلے گئے لیکن ان کے خدمت دین کے لئے تیار کئے گئے افراد، ان کے تلامذہ ان کی عام فہم اور اثر انگیز تصنیفات ومضامین ان کی وہ باقیات صالحات ہیں جن میں متعلقین ومعتقدین کے لئے صبر وتسلی کا وافر سامان موجود ہے جبکہ یہ مساعی جمیلہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے لئے بیش بہا صدقات جاریہ بھی ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کی یہ خدمات زندہ پائندہ رہیں گی اور اس منبع خیر کا فیض جاری وساری رہے گا۔

اجزل اللہ اجرہ وبرد مضجعہ واکرمہ مثواہ آمین

[بشکریہ ماہنامہ البلاغ کراچی]

برکۃ العصر حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب مدنی قدس سرہ

از۔ مولانا عبدالقدوس ترمذی صاحب مدظلہ

برکۃ العصر حضرت مولانا مفتی محمد عاشق صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ عالم اسلام کی عظیم علمی روحانی شخصیت تھے اللہ تعالی نے اُن کو قرآن وحدیث، تفسیر وفقہ اور دیگر

دینی علوم وفنون سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا، علاوہ ازیں وہ عظیم مصنف، صوفی کامل (قرآن وحدیث سے مستنبط تصوف) کے حامل اور حق گو مبلغ ہونے کے ساتھ بلا خوف لومۃ لائم فرق باطلہ کی تردید میں بھی پیش پیش تھے، ایسی باکمال اور جامع الصفات ہستیوں کا دنیا سے اُٹھ جانا صحیح معنی میں ''موت العالم موت العالم،، کا مصداق ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائیں اور مسلمانوں کو ان کی باقیات صالحات سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

احقر کو سب سے پہلے ان کا تعارف اس وقت ہوا جب بندہ اپنے بچپن میں بہت شوق سے ماہنامہ البلاغ کا مطالعہ کرتا تھا۔ حضرات صحابہ کرامؓ میں سے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کے مبارک حالات سب سے قبل حضرت موصوف کے قلم سے اسی البلاغ میں پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

اسی طرح علامہ جزریؒ علامہ شاطبیؒ کا تذکرہ بھی پہلی بار وہیں پڑھا، خواتین سے رسول اللہ کی باتیں تو ماہنامہ ''البلاغ،، میں مستقل عنوان تھا، جو بعد میں مستقل کتاب ''تحفہ خواتین،، کے نام سے بارہا شائع ہو کر مقبول خاص وعام ہوا، ''مرنے کے بعد کیا ہوگا،، نامی کتاب پڑھنے کو ملی تو اس نے طبیعت میں ایک عجیب انقلاب پیدا کر دیا کہ بچپن سے ہی جنت کا شوق اور جہنم سے خوف پیدا ہونے لگا۔

غرض یہ کہ ان مضامین اور کتابوں کے مطالعہ سے حضرت مولانا کے ساتھ ایک اُنس اور عقیدت پیدا ہوتی چلی گئی اور زیارت کا جذبہ بھی بڑھتا چلا گیا، ادھر چونکہ حضرت

اقدس والد ماجد قدس سرہ سے بھی آپ کے تعلقات تھے، اس لئے گاہے گاہے وہ بھی آپ کا تذکرہ فرماتے، جس سے آپ کی عقیدت میں مزید تقویت محسوس ہوئی، حضرت والد صاحب قدس سرہ نے جب شوال المکرّم ۱۳۶۲ھ کو مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا تو حضرت موصوف بھی وہاں زیر تعلیم تھے اس لئے دونوں حضرات کا تعارف پہلی بار وہیں ہوا، اور پھر یہ تعلق آخر تک قائم رہا۔

حضرت موصوف جب دار العلوم کراچی میں تشریف لائے اور آپ کا قیام یہاں کئی سال ہوا تو اس دوران دونوں حضرات میں کبھی کبھی مکاتبت بھی ہوتی تھی اور بعض دفعہ حضرت مفتی اعظم قدس سرہ والد صاحب کے نام خط کا جواب آپ سے بھی لکھوا دیتے تھے۔

(حضرت مفتی عبد الشکور صاحب ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت والد صاحب کے درمیان جو خط وکتابت کا سلسلہ تھا اس سلسلہ کے بعض خطوط دستیاب ہوسکے ہیں جو ہم مکتوبات کے باب میں ذکر کریں گے. مرتب)

حضرتؒ سے آخری ملاقات اور مجلس

رجب المرجب ۱۴۲۱ھ میں حضرت والد ماجدؒ محترم جناب الحاج القاری محمد رفیق صاحب مقیم جدہ کی فرمائش اور انتظام پر عمرہ کے لئے تشریف لے گئے بحمد للہ تعالیٰ یہ احقر بھی اس مبارک سفر میں ساتھ تھا، عمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ حاضری ہوئی تو وہاں رباط مکی میں قیام رہا، اسی دوران ایک روز عشاء کے بعد حضرت مولاناؒ کی خدمت میں حاضری کا پروگرام بنا، ہمارے میزبان جناب قاری محمد رفیق صاحب نے

اس ملاقات کا اہتمام کیا چنانچہ ہم سب ان کے مکان پر حاضر ہوئے، بڑی طویل مجلس رہی، بہت سے پرانے نئے حالات وواقعات اور مسائل چلتے رہے،

افسوس کہ حضرت مولاناؒ سے یہ طویل مجلس آخری محفل ثابت ہوئی۔

شوال المکرّم ۱۴۲۱ھ میں احقر کے والد ماجد فقیہ العصر یادگارِ سلف حضرت مولانا مفتی قاری سید عبد الشکور ترمذی قدس سرہ کا حادثہ وفات پیش آیا تو احقر نے دعاؤں کی درخواست کے ساتھ حضرت والد ماجد پر مضمون لکھنے کی بھی درخواست کی، میرا عریضہ آپ کو تاخیر سے ملا، میں نے جو تاریخ مضمون کے لئے دی تھی اس میں بہت کم وقت باقی رہ گیا تھا مگر حضرتؒ نے اس کے باوجود ایک تحریر اپنے ایک تعلق کے اظہار کے لئے تحریر فرما کر عطا فرمائی جزاہم اللہ خیرا۔

آخر میں یہ عرض کردوں کہ احقر کو ایک عرصہ سے تمنا تھی کہ آپ سے حدیث پاک کی اجازت حاصل کروں اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ آپ کو دوسرے اکابر کے علاوہ حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی قدس سرہ سے بھی اجازت حدیث حاصل تھی، احقر کی زبردست خواہش تھی کہ حضرت علامہ عثمانی کے واسطے سے بھی حدیث شریف کی سند حاصل ہو جائے چنانچہ جب آپ دار العلوم کراچی کے پچاس سالہ اجتماع پر کراچی تشریف لائے تو وہاں بے پناہ ہجوم کی وجہ سے یہ عرض کرنا مناسب نہ سمجھا، اس کے بعد عزیزم مولوی محمد صدیق سلمہ جب عمرے کے سفر پر گئے تو ان کے ذریعہ یہ درخواست آپ کی خدمت میں پیش کی آپ نے از راہ عنایت اس درخواست کو قبول فرمایا اور اپنی مطبوعہ سند پر احقر کا نام لکھ کر اجازت سے مشرف فرمایا. والحمد للہ علی ذلک۔

اس موضوع پر آپ کی کتاب ’’العناقید الغالیۃ فی الأسانید العالیۃ،، بہت عمدہ نافع اور جامع کتاب ہے جس میں تمام مشائخ کی اسانید حدیث کو مکمل طور پر مع تراجم وفوائد

نافعہ کے جمع کر دیا گیا ہے، اسانید کے علم سے ذوق رکھنے والے حضرات کے لئے یہ بہت قیمتی تحفہ ہے۔

حضرت موصوف کی عبقری شخصیت اصاغر واکابر سب کے لئے ہی انتہائی بابرکت نافع بلکہ انفع اور سراپا خیر و برکت تھی اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماویں اور امت کو ان کے علوم و فیوض سے بہرہ ور ہونے کی سعادت عطا فرمائیں۔ آمین.

مفتی مدینہ حضرت والد صاحبؒ کے زہد کا واقعہ

سنگاپور سے ایک صاحب مدینہ منورہ آئے اور وہ یہاں کے باشندوں کو پانچ پانچ ہزار ریال تقسیم کر رہے تھے، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دوست جو قاری بھی ہیں ان صاحب کو لے کر ابا جان کے پاس آگئے، ان صاحب نے ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کو بھی پانچ ہزار ریال نکال کر پیش کئے، ابا جانؒ نے دریافت کیا: یہ کس مد کے ہیں؟ کہنے لگے میرے والد نے وفات سے پہلے یہ وصیت کی تھی کہ دو لاکھ ریال اہل مدینہ پر تقسیم کر دیئے جائیں، والد صاحبؒ نے پوچھا وصیت کن الفاظ میں کی تھی، مستحق کو تقسیم کرنا یا مستحق و بلا مستحق سب میں تقسیم کرنا؟ کہنے لگے یہ کچھ تصریح نہ تھی، تو والد صاحب نے فرمایا: پھر میں اس کے قبول کرنے سے معذور ہوں، اور آپ نے یہ پیسے لینے سے انکار فرما دیا، بعد میں والد صاحب نے ان قاری صاحب کو تنبیہ کی کہ کیوں ان کو میرے پاس لائے؟۔

قرآن کریم میں ہے ﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا اس کے لئے اللہ کافی ہے۔

امتِ اسلامیہ کی ایک اہم شخصیت

از/ حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ

ابن حضرت مولانا محمد عمر پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

میرے لئے بڑی سعادت کی بات ہے کہ میں ایک بڑے عالمِ دین کے متعلق چند سطریں تحریر کررہا ہوں جو اپنے دور کے مخلص علماءِ کرام میں سے تھے جن کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے امتِ اسلامیہ کو بہت ہی زیادہ دینی نفع پہنچایا، وہ شخصیت حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری مہاجر مدنی ہیں، اوران کی تصنیفات روزِ روشن کی طرح امت کے ایک بڑے طبقہ میں پھیلی ہوئی ہیں، حضرت مولانا رحمہُ اللہ کی تصنیفات میں ''فضائل دعاء'' اور ''فضائل توبہ واستغفار'' یہ دوایسی کتابیں ہیں جن سے میرے والد حضرت مولانا محمد عمر پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ بہت زیادہ مستفید ومسرور ومحظوظ ہوتے تھے، میں نے اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ کو ''فضائل توبہ واستغفار'' بوقتِ شب پڑھتے ہوئے اورروتے ہوئے دیکھا، یہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی اخلاص کی واضح دلیل ہے کہ علماءِ حق ان کی تصنیفات میں نورانیت محسوس کرتے ہیں، حضرت مولانا رحمہُ اللہ کے مناقب میں یہ بات بھی ہے کہ حضرت مولانا کا تعلق دعوت وتبلیغ سے بھی رہا، اور جب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہ نے دعوت وتبلیغ کا کام شروع فرمایا تو مولانا موصوف حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں جایا کرتے تھے، اورشبِ جمعہ وہاں گذارتے تھے، اورحضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت زیادہ شفقت ومحبت فرمایا کرتے تھے، ان کی وفات کے بعد صاحبزادہ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب قدس سرہ کے ساتھ بھی مرکز نظام الدین دہلی میں رہنا ہوا، اور ہم عمر ہونے کی وجہ سے بے تکلفی سے بات چیت فرمالیا کرتے تھے، اورمشورہ بھی دے دیا کرتے تھے۔

۱۴۲۹ھ میں حج کے لئے جب میری حاضری مدینہ منورہ ہوئی تو مولانا مفتی عبدالرحمٰن کوثر صاحب نے اطلاع دی کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات لکھ رہاہوں جو مکمل ہونے والی ہے اس میں اگرآپ اپنا مضمون بھی لکھ دیں تواچھا ہو، پھر یہ چندسطور بندہ نے مفتی صاحب کی طلب پرتحریر کرائیں۔

ایک مایہ نازمقبول ترین مصنف
مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری مہاجر مدنی

از: حضرت مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی مدظلہ العالی

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مظاہر علوم کے درسی ساتھیوں میں سے ایک ممتاز عالم حضرت مولانا افتخار کاندھلوی دامت برکاتہم ہیں، ہم نے چاہا کہ حضرت موصوف بھی والد صاحب سے متعلق کچھ معلومات تحریر فرمادیں تاہم مولانا اپنی ضعف پیرانہ سالی کے باعث کچھ تحریر کرنے سے معذور رہے، پھر ہم نے مولانا موصوف کے صاحب زادہ حضرت مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی مدظلہ سے درخواست کی آپ ہی کچھ قلمبند فرمادیں انھوں نے ہماری گزارش کو عملی جامہ پہناتے ہوئے درج ذیل مضمون تحریر فرمایا، اللہ تعالی ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، مضمون کچھ طویل تھا ہم نے اس کو کچھ مختصر کردیا ہے، اس کیلئے ہم مولانا سے معذرت خواہ ہیں، مولانا نورالحسن راشد مدظلہ العالی ہندوستان میں کے ایک اہم علمی شخصیت شمار ہوتے ہیں، بالخصوص تاریخ وانساب پر ان کی گہری نظر ہے، اللہ تعالیٰ مولانا سے خوب کام لیں۔ (ازمرتب)

مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری مہاجر مدنی اپنے وقت کے ممتاز مصلح اہل قلم میں سے تھے، مولانا کے اس کمال اور سعادت سے مولانا کی تمام خدمات اور تصانیف کو اک قوت تاثیر حاصل ہوئی کہ مولانا نے دنیا کے تمام منافع وعلائق سے رشتہ منقطع کرکے، بےغرض خدمت دین کو مقصد حیات بنا کر مدینہ منورہ ہجرت کی اور اپنے بقیہ اوقات حیات، دیار رسول میں گزارے اور اس کا اس قدر اہتمام والتزام کیا کہ ہجرت کے بعد ایک مرتبہ بھی اپنے آبائی وطن بلندشہر (یوپی ہندوستان) نہیں گئے، اور صرف دو مرتبہ ہجرت مدینہ کے بعد پاکستان تشریف لے گئے۔

میری مولانا سے واقفیت کی تقریباً اتنی ہی عمر ہے جتنی میری شعور زندگی۔ میں نے اردو کی تھوڑی بہت شدبد کے بعد اپنے گھر میں جن کتابوں کو دیکھا اور کہنا چاہیئے کہ ان

کے مطالعہ کے ذریعہ سے اردو کی کسی درجہ میں واقفیت اور دینی معلومات کی ابتداء ہوئی ان میں مولانا کی مشہور تالیف مسنون دعائیں شامل ہے۔

میری گیارہ بارہ سال کی عمر رہی ہوگی کہ میں مرکز نظام الدین بنگلہ والی مسجد کے پاس ہی ایک چھوٹی سی دکان میں داخل ہوا، باہر سے معلوم بھی نہ تھا کہ یہ کوئی کتب خانہ ہے، دکان میں داخل ہوکر دیکھا تو یہ کتابوں کی دکان نکلی، میں نے وہاں رکھی کتابوں پر نظر ڈالی تو مفتی عاشق الٰہی بلند شہری کی بعض چھوٹی چھوٹی کتابیں رکھی تھیں، جن میں سے ناچیز راقم سطور نے اپنی جیب کی حقیر پونجی سے جو شاید چند آنے تھے مولانا کی دو تالیفات اصحاب صفہ اور آخرت کے فکرمندوں کے پچاس قصے خریدی تھیں، یہ میری زندگی کی وہ پہلی کتابیں تھیں (اور یہ دونوں اب تک میرے پاس محفوظ ہیں) جو میں نے خود خریدی تھیں، بعد میں جب کبھی نظام الدین جانا ہوتا اور دو چار آنے پاس ہوتے تو اسی دکان یا مکتبہ سے عموماً مولانا کی کوئی تالیف خرید لیا کرتا تھا، یعنی اسی وقت سے مولانا کی کتابوں سے دلچسپی تھی، ان کو شوق سے پڑھتا تھا، مگر نظام الدین کی کسی محفل و مجلس میں کسی کی زبانی کبھی مولانا کا نام اور تذکرہ نہیں، سنا، حالاں کہ مولانا کا دہلی قیام کے زمانہ میں تبلیغ اور مرکز سے بہت گہرا اور ہر وقت کا رابطہ تھا، مولانا کا قیام دہلی میں پل بنگش پر رہتا تھا، مگر روزانہ علی الصباح بنگلہ والی مسجد بستی حضرت نظام الدین آجاتے تھے اور ظہر یا عصر تک بنگلہ والی مسجد میں رہتے تھے، پل بنگش پر ایک دینی اشاعتی سلسلہ ادارہ تبلیغ رسالت کے نام سے مولانا کی غالباً شرکت اور سرپرستی میں چل رہا تھا، اس نے بھی مولانا کی دسیوں کتابیں چھاپیں مولانا کی تالیفات کے علاوہ عام ضرورت کی دینی کتابیں بھی ادارہ تبلیغ رسالت سے چھپتی رہتی تھیں۔

مولانا نے شروع سے نہایت سادہ زندگی گزاری کھانے پینے رہنے اور لباس وغیرہ میں زہد و مسکنت کا انداز تھا، اچھے کھانے پینے کا اہتمام تھا نہ قیام و لباس کا، دہلی میں جب تک رہے پل بنگش پر قیام کیا، اور جیسا کا ابھی ذکر ہوا کہ فجر کے بعد بنگلہ والی مسجد آجاتے تھے، اس دور میں دہلی اور نظام الدین سے آنے جانے کی اس قدر سہولیات اور سواریوں کی کثرت نہیں تھی، دو چار بسیں چلتی تھیں، اکثر تانگوں سے آنا جانا ہوتا تھا، مولانا اسی کا استعمال کرتے، بعض اوقات اس کی بھی ضرورت نہیں سمجھی، پل بنگش سے نظام الدین پیدل آتے جاتے تھے، پل بنگش کی مسجد میں نماز پڑھاتے تھے، ظہر کے بعد دینی کتابوں کے سبق پڑھانے کا بھی معمول تھا، عصر تک درس دیتے تھے، عصر کے بعد سے عشا تک کوئی اور کام ذمہ لیا ہوا تھا، غالباً عشاء کے بعد تصنیف وتالیف کا سلسلہ رہتا تھا، اسی میں سفر بھی ہوتے تھے، تبلیغی جماعت کے لئے بھی نکلنا ہوتا اور دوسرے تعلیمی تبلیغی اسفار بھی گویا معمول میں شامل تھے۔

مولانا کی ابتدائی تالیفات میں سے مسنون دعاؤں اور چھے باتیں کو جو مقبولیت اور پذیرائی ملی وہ اپنے آپ میں بے نظیر ہے، ان دونوں کا اردو کی ان گنی چنی دینی کتابوں میں بلاتردد شمار کیا جاسکتا ہے جن کی غیر معمولی شہرت ہوئی، اور ان سے غیر معمولی نفع ہوا، بے شمار مخلوق کو ان سے دین کا سبق اور رہنمائی حاصل ہوئی، برصغیر ہند میں دونوں تالیفات کے بہت احتیاط کے ساتھ کہا جائے تو سو سوا سو سے زیادہ ایڈیشن چھپے ہوں گے، دونوں کی تیس تیس چالیس سے زائد طباعتیں میری نظر سے گزری ہیں، مسنون دعاؤں سے تو دین سے تعلق رکھنے والا شاید ہی کوئی گھرانہ خالی ہو، مولانا کی تالیف مسنون دعاؤں کے بعد اس موضوع پر پچاسوں کتابیں مرتب ہوئیں اور چھپیں مگر جو مقبولیت اور گھر گھر میں تعلیم و مطالعہ کی سعادت مولانا کی کتاب کو نصیب ہوئی وہ اب

تک اس سلسلہ کی کسی اور کتاب کے حصہ میں نہیں آئی۔

یہی حال حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ,, چھے باتوں ،، کا بھی ہے جس کو تبلیغی جماعت کے کارکنوں میں تبلیغ کی بنیادی تعلیم و مقاصد کی دستاویز اور ایک کلاسک کی حیثیت حاصل ہے، جب جب اور جہاں جہاں بھی تبلیغی کام کا، اس جماعت کا، اس کے مقاصد کا اور اس کے طریقہ کار کا ذکر ہوتا ہے چھے باتوں کا مطالعہ ضروری سمجھا جاتا ہے، یہ کتاب ابتداء میں غالباً مولانا کے مکتبہ تبلیغ رسالت سے بعد میں منشی انیس صاحب کے مکتبہ اشاعت دینیات سے چھپی تھی، اس وقت کی اشاعتوں اور اس کے بعد بھی لمبے عرصہ تک چھے باتوں پر بحیثیت مؤلف مولانا کا نام درج ہوتا تھا، مگر اب اکثر کسی کا بھی نام درج نہیں ہوتا۔

مولانا کی نظام الدین اور دہلی قیام کے زمانہ میں عام ضرورت کی تالیفات و موضوعات پر خاص توجہ رہی، خصوصاً بچوں اور معمولی لیاقت و تعلیم والوں کے لئے دسیوں رسالے اور چھوٹی چھوٹی کتابیں تالیف کیں جس میں حضرات خلفاء راشدین اور برگزیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعلق بھی ایک سلسلہ تھا۔

مولانا کی تالیفات و تحریرات کا دوسرا دور پاکستان جانے کے بعد کا ہے، اس وقت حدیث شریف کے ترجموں اور نسبتاً اعلیٰ درجہ کے کام پر توجہ رہی، وہاں بھی پندرہ سولہ کتابیں تالیف و ترجمہ ہوئیں، ترجمے کئے گئے، خصوصاً تحفہ خواتین کے نام سے ایک قابل قدر کتاب وجود میں آئی، اور جب پاکستان سے مدینہ منورہ ہجرت کی، تو وہاں بیشتر توجہ اصلاحی مضامین و مباحث اور فقہ و فتاوی پر تھی، جو بھی وقت کی ضرورت ہوتی کسی پہلو سے دینی جہت کو نقصان پہنچتے دیکھتے، یا اپنے نظریہ و مسلک کے خلاف کوئی بات عام ہونے کا مشاہدہ کرتے تو فوراً قلم اٹھاتے اور اپنی رائے صاف صاف لکھ دیا

کرتے تھے، جس میں افادیت کے باوجود کئی مرتبہ نہایت تلخی بھی شامل ہو جاتی تھی۔

مولانا کی یہ تحریریں اور مضامین ایک بڑے دینی طبقہ کے لئے مفید اور مؤثر تھے، ہند و پاکستان کے بیسوں رسائل واخبارات ان کو شوق سے چھاپتے تھے، اور ان کی نقل در نقل طباعت کا سلسلہ چلتا رہتا تھا، مولانا کے قیامِ مدینہ منورہ کے دور اور آخر زندگی کی ایک عمدہ یادگار، قرآن مجید کی اردو میں آسان تفسیر ,,انوار البیان،، ہے جو نو جلدوں میں مکمل ہو کر شائع ہوئی، اور مولانا کے لئے بڑا صدقہ جاریہ ہے۔

مولانا کی وفات سے دینی تحریری دنیا میں ایک خلا پیدا ہو گیا ہے، جو اللہ ہی جانے کب پر ہوگا، ایسے عالم جو اس کثرت سے لکھتے ہوں، اور اپنی بات کی اشاعت کا ایک سرگرم جذبہ رکھتے ہوں بہت کم نظر آتے ہیں۔

ان معلومات اور مولانا کی ابتدائی تالیفات کی وجہ سے مولانا کی کتابوں کے مطالعہ کا ہمیشہ معمول رہا، مولانا کی تحریرات ومضامین جو کثرت سے ہندوپاک کے رسائل میں شائع ہوتے رہتے تھے وہ بھی اکثر نظر سے گزرتے تھے، لیکن مولانا سے ذاتی رابطہ کچھ نہیں تھا، جب سہ ماہی احوال وآثار جاری ہوا تو مولانا کو بھی بھیجنے کا اہتمام کیا گیا، مولانا اس سے بہت خوش ہوئے، اور مولانا کے تأثرات احوال وآثار میں بھی چھپے تھے۔

فقیہ العصر واسلاف کے حقیقی وارث

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری ثم المدنی رحمۃ اللہ علیہ

از: مولانا مرغوب احمد لاجپوری ڈیوزبری برطانیۃ مدظلہ

حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری ثم المدنی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اس دورِ قحط الرجال میں اسلاف کے صحیح جانشین اور اکابرامت کے حقیقی وارث تھے، مبارک مہینے میں بابرکت شہر میں ۱۳ر رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ کو اپنے حقیقی مولی سے جاملے۔

﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾.

راقم الحروف نے دورِ طالبِ علمی میں ماہناموں اور رسائل سے حضرتؒ کا نام نامی پڑھ رکھا تھا، اور مہاجر مدنی ہونے کے ناطے عقیدت وعظمت دل میں بیٹھ گئی تھی، یہ تو وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ حضرتؒ کی زیارت وصحبت نصیب ہوگی، مگر حق تعالی نے محض اپنے فضل وکرم سے ۱۹۹۲ء میں پہلی مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت نصیب فرمائی تو عزم مصمم تھا کہ ضرور ملاقات کروں گا، چنانچہ مدینہ منورہ حاضر ہوکر تراویح کے بعد ایک صاحب سے پوچھا کہ مولانا عاشق الٰہی صاحب مدظلہ سے ملاقات کرنی ہے، حضرت کہاں ہوں گے؟ انھوں نے کہا تیرے پیچھے جو بزرگ نوافل میں مشغول ہیں وہ حضرت ہی ہیں، راقم حضرت کے پیچھے انتظار میں بیٹھ گیا ،نوافل ودعا سے فراغت پر حاضر ہوئے تو سلام ودعا ومختصر ملاقات کے بعد حضرت تشریف لے گئے یہ پہلی زیارت تھی۔

حضرتؒ کی سادگی سے طبیعت بہت زیادہ متأثر ہوئی، میرے ذہن میں جونقشہ تھا وہ بالکلیہ مفقود، نہ عصا، نہ صدری، نہ فاخرہ لباس، نہ آگے پیچھے خدام کا ہجوم،

نہ اپنی شان وشوکت، ایک طالب علم سے پہلی ملاقات میں بے تکلف دعا وسلام۔

اس کے بعد ہر سال اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حضرت سے ملاقات کی سعادت نصیب ہوتی رہی، دولت کدہ پر حاضری اور آپ ؒ کی معیت میں طعام کا بھی شرف حاصل ہوا، کثرت ملاقات پر حضرت کی عقیدت میں اضافہ ہی ہوتا رہا، اور حضرت کی سادہ مزاجی علم وعمل میں پختگی، تکلفات سے عاری زندگی، اسلاف کے طریقہ اور ان کے علوم پر تصلب جیسے اوصاف سے آپ کی محبت وعظمت بڑھتی گئی۔

مختلف رسائل میں راقم کے مضامین شائع ہوتے رہے، اس نسبت پر حضرت سے تعارف بھی ہوگیا تھا، ایک صاحب برطانیہ آئے اور مجھے ملے تو کہنے لگے کہ حضرت نے تجھے سلام فرمایا ہے اور یہ پیغام دیا ہے کہ میں تیرے مضامین پڑھتا ہوں اور تیرے لئے دعا کرتا ہوں، (آہ آپ کی وفات سے بلد رسول میں مقیم ایک بزرگ کی دعا سے راقم محروم ہوگیا)، پھر میں جب حاضر ہوا نام پوچھا بتلانے پر بڑے خوش ہوئے (غالبًا) معانقہ فرمایا، اپنے ساتھ کار میں بٹھا کر مکان لے گئے، کھانا کھلایا کچھ نصیحتیں کیں (جن میں فرمایا کہ ہر کام میں اپنا معاملہ فیما بینہ وبین اللہ صحیح رکھو، اخلاص کا اہتمام کرتے رہنا، مولانا امین صفدر اوکاڑوی ؒ کے رسائل اور تجلیات کا ضرور مطالعہ کرنا، انھوں نے بڑے کام کی باتیں جمع کر دی ہیں) اور دعائیں دیں۔

میں نے بھی اس بات کا اہتمام رکھا کہ مدینہ منورہ کے قیام میں بعد عشاء اکثر حضرت ؒ کے پاس چلا جاتا پندرہ بیس منٹ جب تک حضرت کی گاڑی نہ آجاتی ساتھ بیٹھ کر آپ کے ملفوظات سے استفادہ کرتا۔

حضرتؒ بہت وسیع المطالعہ تھے، علم مستحضر تھا، ہر سائل کو تشفی بخش جواب دیتے، علماء ہند و پاک بھی اکثر بعد عشاء مسائل لے کے حاضر ہوتے، حضرت کی مجلس سے مفارقت پر گھنٹوں مجلس کا اثر دل پر رہتا۔

حضرتؒ کو علم حدیث وفقہ سے خصوصی شغف تھا، اکثر مجلس میں حدیث کی کتابوں کے حوالہ کے ساتھ تفصیلی روشنی ڈالتے اور فقہی سوالات پر کتب فقہ کی عبارات سناتے، مسائل حج کے تو گویا حافظ تھے، بلا مبالغہ سینکڑوں حجاج آپ سے رہنمائی حاصل کرتے۔

راقم نے ایک مرتبہ پوچھا کہ ایک عورت تمتع کی نیت سے مکہ معظّمہ آئی اور عمرہ سے فارغ ہوکر مدینہ پہنچی اب دوبارہ عمرہ کا احرام باندھا، ابھی مکہ معظّمہ پہنچنے سے پہلے حائضہ ہوگئی اور حج کے ایام قریب ہیں تو کیا کرے ؟

فرمایا: عمرہ کا احرام باقی رکھنے کی وجہ سے حج فوت ہونے کا اندیشہ ہو کہ ایامِ حج قریب ہیں تو اس کو چاہیئے کہ عمرہ کا احرام فسخ کردے، یعنی محظوراتِ احرام میں سے کوئی کام کرلے، مثلاً کنگھی کرلے یا تھوڑے سے بال کاٹ دے یا خوشبو لگالے، پھر حج کا احرام باندھ کر حج کے افعال پورے کرے اور حج سے فارغ ہوکر عمرہ کی قضاء کرے اور عمرہ کے احرام کو فسخ کرنے کی وجہ سے ایک دم بھی دے۔

ایک مجلس میں میں نے سوال کیا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ حالتِ طواف میں بیت اللہ کو دیکھنا مکروہ تحریمی ہے، اہل حدیث حضرات اس پر حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں ؟ فرمایا: ان سے کہدو ہم مقلد ہیں، دلیل کا مطالبہ ہمارا وظیفہ نہیں، پھر فرمایا، آج کل غیر مقلدوں کا یہ طریقہ ہوگیا ہے کہ کوئی جزئیہ لے کر ہمیں مشغول کردیتے

ہیں، اور ہم دفاعی انداز میں اس کے لئے حدیث کا تتبع شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ ہر جزئیہ کے لئے حدیث نہیں ہوا کرتی۔

پھر اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالتے رہے، دورانِ گفتگو فرمایا: ان کے یہاں فاتحہ ہر رکعت میں مقتدی کے لئے فرض ہے، ان سے پوچھو حدیث میں ہے جس نے رکوع پالیا اس نے رکعت پالی تو جو شخص رکوع میں شامل ہوا اس نے فاتحہ کب پڑھی، اس کی رکعت ہوئی یا نہیں ؟

منی کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی بات سنی تو میں نے پوچھا حضرت کیا یہ صحیح ہے کہ حکومت نے منی کو مکہ میں داخل کر لیا ہے، فرمایا منی، مزدلفہ، عرفات، مسعی کی حدود وحی سے متعین ہیں کسی کو اس میں تغیر کا حق نہیں، میں نے برطانیہ آ کر بعض اہل علم کے سامنے یہ بات کی تو احباب کا تقاضا ہوا کہ یہ بات تحریراً بھی حاصل کر لینا چاہیئے چونکہ ''ندائے شاہی،، کے حج نمبر میں یہ مسئلہ آ گیا ہے چنانچہ میں نے حضرت کی خدمت میں عریضہ لکھا، حضرت نے اس کا تحریری جواب عنایت فرمایا راقم کا استفتاء اور حضرت کا جواب درج ذیل ہے۔

از ڈیوزبری ، مرغوب احمد لاجپوری

محترم المقام حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

غرض تحریر اینکہ ماہنامہ ''ندائے شاہی،، نے حج نمبر میں حج کے متعلق بعض فتاوی شائع کئے ہیں جن کی فوٹو کاپی ارسال خدمت ہے، حضرت کے نزدیک یہ جوابات صحیح ہوں تو تصدیق فرمادیں، بصورت دیگر آپ کے نزدیک جو جوابات صحیح ہوں وہ تحریر فرمادیں، اگر مرسلہ فتاوی صحیح ہیں اور منی مکرمہ میں شامل ہے تو دو مسئلہ کی مزید تحقیق

مطلوب ہے۔

۱۔ ...تیرہویں کی صبح صادق منیٰ میں ہو جائے تو تیرہویں کی رمی واجب ہے، اب جب کہ منیٰ مکہ مکرمہ میں شامل ہے تو تیرہویں کی رمی کا مسئلہ کیا ہوگا؟ اگر تیرہویں کی صبح صادق منیٰ میں ہو جائے تو منیٰ اور مکہ مکرمہ ایک شہر ہونے کی وجہ سے رمی کا وجوب رہے گا؟

۲۔ منیٰ میں قیام سنت ہے، اب منیٰ اور مکہ مکرمہ ایک ہونے کی وجہ سے کوئی شخص بجائے منیٰ جانے کے مکہ مکرمہ ہی میں قیام کر کے وہیں سے عرفات ومزدلفہ جائے تو تارک سنت کہلائے گا یا نہیں؟ مرغوب احمد لاجپوری ۲؍ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ

محمد عاشق الٰہی البرنی عفی عنہ ۱۷؍جمادی الاول ۱۴۲۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترمی مولانا مرغوب احمد صاحب دام مجدہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ان شاء اللہ تعالیٰ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا عنایت نامہ موصول ہوا، جس میں ندائے شاہی کے خصوصی شمارہ کے بعض نئے مسائل سے متعلق اوراق بھی تھے، اس کا جواب ارسال ہے، میرے ذہن میں جو باتیں آئیں وہ تحریر کردی ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واکمل فقط والسلام

محمد عاشق الٰہی بلندشہری عفا اللہ عنہ

مسئلہ بابت قربانی

الجواب حامداً ومصلیاً:

ا۔...... دورِ حاضر میں پہلی کوشش تو یہ ہونی چاہیئے کہ حج افراد کریں، خصوصاً جب کہ شوافع کے نزدیک افراد ہی افضل ہے، اگر کسی نے تمتع اور قران کرلیا اور ذبح اور رمی اور حلق میں ترتیب قائم نہ رکھ سکا تو صاحبین کے مذہب میں گنجائش تو ہے بشرطیکہ ۱۲ر ذی الحجہ کے اندر قربانی ہوجائے۔

مختلف افراد واداراے قربانی کے پیسے تو لے لیتے ہیں لیکن ایسی خبریں سننے میں آئیں ہیں کہ بارہ تاریخ کے اندر (قربانی) کرنے کا اہتمام نہیں کرتے، بلکہ بعض واقعات ایسے بھی سننے میں آئے ہیں کہ جو مال آسٹریلیا سے منگایا تھا وہ کم پڑ گیا، اور حجاج کی قربانیاں رہ گئیں، جب مال منگایا گیا تو نہ صرف یہ کہ ذی الحجہ کی بارہ تاریخ گزر چکی تھی ماہ ذی الحجہ بھی گزر چکا تھا۔

مجزرہ (قربان گاہ) تک پہنچنے میں مشکلات تو ہیں لیکن اپنی قربانی کی ادائے گی کے لئے فکر مند ہونا لازم ہے، پھر جب ترتیب ساقط ہوگئی تو پہلے ہی دن قربانی کرنا کیا ضروری ہے، گیارہ بارہ تاریخ میں رات میں یا دن میں قربانی ہوسکتی ہے ،مفتی حضرات ڈھیل دے کر اپنے گلے میں نہ ڈالیں، صرف یہ لکھ سکتے ہیں کہ بارہ تاریخ کے اندر اگر جانور ذبح ہونے کا یقین ہوگیا تو ماوجب سے نکل گئے، آگے حاجی جانے اور وہ جانے جس نے پیسے لئے ہیں۔

منی سے متعلق مسائل

۲۔ ....منیٰ کا مکہ معظّمہ میں داخل ہوجانا، اس سے احکامِ حج میں فرق نہیں آئے گا، جو احکام منیٰ سے متعلق ہیں وہ بحیثیت مقام و مکانِ مخصوص جاری رہیں گے، مکہ کا محلّہ بن جانے سے اس میں کوئی فرق نہیں پڑا، ایامِ رمی میں بدستور منیٰ میں رہنا سنت ہے، اور بارہویں تاریخ کو حدود منیٰ سے نکلنا حسب سابق مکروہ ہوگا، اور تیرہویں رات منیٰ میں گزر جائے یعنی منیٰ میں رہتے ہوئے صبح صادق طلوع ہوگئی تو تیرہویں کی رمی واجب ہوجائے گی، ان چیزوں کا تعلق حدود منیٰ سے ہے، مکہ کا جز ہونے نہ ہونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا، رہا امور اربعہ رمی، ذبح، حلق، طواف، ان میں جن ائمہ کے نزدیک ترتیب جن شرائط و تفصیلات کے ساتھ واجب ہے وہ اپنی جگہ پر قائم ہے۔

۳۔ .....رہی بات قصر کی تو صرف ایک صورت میں اس کا سوال وارد ہوتا ہے، اور وہ یہ کہ کوئی شخص مسافر ہے اور مسافت قصر طے کر کے آیا ہے مکہ معظّمہ اور منیٰ دونوں جگہ میں پندرہ دن رہنے کی نیت کرلے تو اگر منیٰ مکہ معظّمہ سے علیحدہ بستی مانی جائے تو مسافر ہی رہے گا، قصر ہی پڑھے گا، اگر منیٰ کو مکہ معظّمہ کا حصہ مان لیا جائے تو مکہ معظّمہ میں پندرہ دن رہنے کی نیت سے مقیم ہوجائے گا، اور شک کو مٹانے کے لئے دو رکعت کی جگہ چار رکعت پڑھ لے، تب بھی نماز ہوجائے گی، البتہ حنفیہ کے یہاں یہ شرط ہے کہ قعدۂ اولی عمداً یا سہواً ترک نہ کیا ہو۔

۴۔ .....البتہ علمائے سابقین کی رائے کی جتنی رعایت ہوجائے بہتر ہے، حج بدل کرنے والوں کی تعداد زیادہ تو ہوتی نہیں ہے، یہ لوگ پہلے سے کوشش کریں اور آخری جہازوں سے سیٹ بک کرائیں اور حج کا احرام باندھیں تاکہ ان کا حج میقاتی ہوجائے

،آخری جہازوں سے آنے والوں کو منتظمین پہلے مکہ معظّمہ ہی لے جاتے ہیں۔

نوٹ: منی کی آبادی مکہ مکرمہ سے متصل ہوگئی یا مکہ معظّمہ کا ہسپتال منی میں بن گیا اور کوئی چیز بحیثیت انتظام منی میں شروع کردی گئی تو اس سے منی مکہ معظّمہ میں شامل ہو جائے یہ کوئی دلیل اس بات کی نہیں کہ شرعاً منی مکہ مکرمہ کا حصہ بن جائے ، رابطہ کا دفتر منی میں ہو جانا یہ مکہ معظّمہ کا جز ہونے کی دلیل نہیں ہے،اگر حکومت سعودیہ منی کو مکہ معظّمہ کا محلّہ تسلیم کرلے تو صرف قصر واتمام کے مسئلہ میں فرق آسکتا ہے جو امور منی سے متعلق ہیں وہ بہر حال منی سے متعلق ہی رہیں گے۔

منی اگر چہ مکہ معظّمہ کا محلّہ بن جائے پھر بھی وہاں یوم الترویہ گزارنا ، پانچ نمازیں منی میں پڑھنا ،نویں کو منی سے روانہ ہونا سنت رہے گا،منی اور مکہ اقامت ۱۵/یوم ’’عالمگیری،، باب صلاۃ المسافر بھی دیکھ لیں۔

منی میں نماز جمعہ

۵۔ ......رہا منی میں نماز جمعہ پڑھنے کا مسئلہ تو اس کا تعلق بھی منی کے مکہ معظّمہ ہونے سے نہیں ہے، منی مستقل آبادی ہے، اس پر ’’مصر،، کی تعریف صادق آتی ہے،لہذا منی کے ساکنین پر اور شرعی مقیمین پر یہاں جمعہ پڑھنا واجب ہے، رہا مسافر تو اسے بھی جمعہ میں شریک ہونا جائز ہے۔

مزدلفہ

۶۔.....اگرچہ حکومت سعودیہ نے مزدلفہ میں خیمے بنا دیئے ہیں لیکن حدود منی ہی میں رات گزارنا سنت ہے، جہاں تک ممکن ہو اس کی حدود میں رہے، مزدلفہ میں دسویں تاریخ کو صبح صادق ہو جانے کے بعد تھوڑا سا وقوف واجب ہے۔ (عندالحنفیۃ)

مسئلہ طواف زیارت فی الحیض

۷۔.....طواف زیارت حالت حیض میں کرنے سے بدنہ واجب ہوتا ہے، اگر کسی عورت نے حالت حیض میں طواف کر لیا تو اس پر بدنہ واجب ہو گیا، اگر پاک ہو کر بارہ تاریخ کے اندر اعادہ کر لیا تو بدنہ ساقط ہو جائے گا، بارہ کے بعد اعادہ کیا تو بدنہ تو ساقط ہو جائے گا لیکن تاخیر کا دم واجب ہوگا، مفتی یہی کہہ سکتا ہے کہ اگر ایسا کر لیا تو طواف کے لئے واپس جانا فرض نہیں، لیکن وہ ایسا نہیں کہہ سکتا کہ بدنہ دینے کے زعم میں قصداً وارادتاً ایسا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم محمد عاشق الٰہی عفی اللہ عنہ

حق تعالیٰ نے حضرتؒ کو امت کا درد و غم عطا فرمایا تھا، ہر وقت امت کی اصلاح پیش نظر رہتی، تقریباً تمام گمراہ فرقوں کے نام کھلا خط لکھ کر ان پر اتمام حجت فرما دی، اور بحث و مباحثہ کے بجائے پوری ہمدردی اور خیر خواہی کو سامنے رکھ کر ان کو خطاب فرمایا، ایک مرتبہ راقم سے فرمایا کہ میں نے تمہارے برطانیہ کے شہزادے پرنس چارلس کو بھی خط لکھا اور اسے بھی اسلام کی پوری دعوت دی ہے، سنا ہے وہ اسلام کے بارے میں اچھا گمان رکھتا ہے۔

عوام کے لئے آسان اور عام فہم انداز میں بے شمار موضوعات پر اصلاحی مضامین تحریر فرمائے ، اپنے تلامذہ اور ارباب مدارس میں جب کوتاہی دیکھتے تنبیہ فرماتے ، رسائل میں جب کوئی نامناسب تحریر شائع ہوتی تو مدیر کے نام اس کی اصلاح کے لئے خط لکھتے ایک مرتبہ ایک صاحب نے اپنا اداریہ اس طرح شروع کیا ''پنڈت ہری چند نے کہا ،، اس پر ان کو لکھا:

آپ کا اداریہ بسم اللہ سے شروع نہیں ہے بلکہ ایک کافر کے کلام سے شروع کیا گیا ہے۔

ایک گرامی نامہ میں مولانا........صاحب کو تحریر فرمایا: (آپ کے رسالہ میں) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ پر ایک مضمون ہے ''انہیں ہاجرہ،، بتایا ہے، جبکہ اس میں آخری ''ہ،، غلط ہے، ان کا نام ہاجر ہے **کما ورد فی صحیح البخاری**، یہ لفظ عجمی ہے اس لئے غیر منصرف ہے۔

اس سے پہلے جو پرچہ ملا تھا اس میں جوش ملیح آبادی کے کفر و اسلام پر بحث کی گئی تھی، ان باتوں کی کیا ضرورت ہے ؟ حدیث شریف میں ہے ''**فإنهم قد افضوا إلى ما قدموا**،، پھر ''**فهم فيه سواء**، کو درمیان میں لایا گیا ہے اور اس کا غلط ترجمہ کیا گیا ہے۔

روس تو ڈوب گیا، اب کمیونزم کی دلیلیں کیوں دی جاری ہیں، جس کا مبنی کفر تھا، ''واؤ ،، تو حالیہ ہوتا تھا ''فا،، تو کبھی حالیہ نہیں ہوئی، پھر یہ منفی پر متفرع ہے کوئی جملہ مستأنفہ نہیں ہے۔

حضرات صحابہ کرامؓ سے لے کر کمیونزم کے ظاہر ہونے تک کسی بھی امام مفتی اور مجتہد کو اس کا یہ مطلب معلوم نہ ہوا کہ سب کو مالیات میں برابر کر دیا جائے، غیر ذمہ دار اہل علم کے لئے یہ بھی فتنہ ہے کہ اہل کفر جب کوئی نئی چیز لے کر آتے ہیں تو یہ لوگ اس کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنے لگتے ہیں، بہر حال نشر واشاعت میں پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے۔

ایک عالم کی بڑی ذمہ داری ہے، خصوصاً جب کہ مظاہری بھی ہو ۔

گذشتہ شمارے میں ایک عورت کا مضمون تھا جس میں رسول اللہ کو بانی اسلام بتایا تھا یہ بات غلط ہے، یہ کرسچن اور بدھسٹ قسم کا تصور ہے، والسلام۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے امت کی اصلاح کے لئے بکثرت تصانیف لکھیں جو الحمد للہ مقبول ومتداول ہیں، جن سے عوام وخواص فائدہ حاصل کرتے ہیں، تحریری خدمات کے ساتھ تبلیغی محنت میں بھی اپنے قیمتی اوقات لگایے، اور لوگوں کے مکان مکان جا کر ان تک دینی دعوت کو پہنچایا، چونکہ نو عمری ہی میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی صحبت میسر آ گئی تھی جب کہ آپ مظاہر علوم میں پڑھتے تھے اور ابھی زیادہ سوجھ بوجھ بھی نہ تھی، اسی وقت سے حضرت دہلویؒ کی خدمت میں تعطیلات میں حاضری دیا کرتے تھے، اور یہیں آپ نے حضرتؒ کے پاس پہلی مرتبہ ''الحصن الحصین،، کا نسخہ دیکھا، اور آپ کو اس سے ایک خاص قلبی تعلق پیدا ہو گیا تھا، جو بعد میں جا کر شرح لکھنے کا ذریعہ بنا۔

حضرت دہلویؒ سے اس تعلق کی وجہ سے دعوت کے کام سے بھی محبت تھی

، چنانچہ ۱۹۵۱ء میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کے ساتھ ایک تبلیغی سفر بھی فرمایا جب آپ دہلی میں مقیم تھے، قصبہ مگراہاٹ میں مغربی بنگال کا ایک اجتماع تھا، اس اجتماع میں شرکت کے لئے دہلی سے جماعت کے ہمراہ مگراہاٹ تشریف لے گئے، اجتماع کے بعد حضرت مولانا نعمانیؒ کی جماعت میں آپ کی تشکیل عمل میں آئی، یہ جماعت کلکتہ سے چلی، اور بہار کے شہروں کا رخ کیا، بھاگلپور اتر کر تاتار پور کی مسجد میں ٹھیر گئے، کام ہوتا رہا، ایک دن محلّہ مجاہد پور کی مسجد میں اجتماع طے ہوا، نماز کے بعد اعلان ہوا، آپ کا بیان ہوا، پھر مولانا نعمانی کا بیان ہوا، پتہ نہیں کیسے یہ بات پھیل گئی کہ یہ وہی منظور نعمانی ہے جو سخت دیوبندی ہیں اور بریلویوں سے مناظرے کرتے ہیں، الغرض حکمت سے یہ مناسب سمجھا کہ یہاں تشکیل مناسب نہیں، اور بیان کے بعد یہ اعلان کردیا گیا کہ جسے کوئی بات سمجھنی ہو یا کوئی سوال کرنا ہو تو تاتار پور کی مسجد میں آجائے، ہمارا قیام وہاں ہے، آپ نے فرمایا: میں نے حضرت کے طرز عمل سے یہ سبق لیا کہ ہر جگہ ایک طریقہ مناسب نہیں، اس سفر کے بارے میں مولانا نے لکھا کہ:

حضرت مولانا (نعمانی) کے سفر میں ساتھ رہ کر یہ اندازہ ہوا کہ تحریر وتقریر سادہ انداز میں ہونی چاہیئے، جسے حاضرین اور مخاطبین سمجھ لیں، (یہ کام مخلص ہی کرسکتا ہے، جسے اپنی تالیف کا رعب جمانا مقصود نہ ہو، اور تقریر پر حاضرین سے تعریف کرانی نہ ہو) اس زمانہ میں میں نے تبلیغی جماعت کے نمبروں پر ایک مختصر رسالہ لکھا تھا، جو ''چھ باتیں،، کے نام سے معروف ہے، دہلی آکر میں نے اپنا یہ رسالہ حضرتؒ کی خدمت میں بھیجا کہ اس کی تسہیل فرمادیں، حضرت نے تھوڑی بہت ترمیم فرمائی اور لکھ

دیا کہ تمہارا رسالہ پہلے ہی سے آسان زبان میں ہے اس میں اور کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔

میری باتوں سے متأثر ہوکر جو صرف باتیں ہی باتیں تھیں، مولانا موصوف نے حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ کے سامنے مجھے بڑے اچھے القاب میں یاد کیا، پھر حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ سے بھی نہ رہا گیا انھوں نے مجھ سے ذکر فرمایا کہ: میاں دیکھو یہ تمہاری تعریف کررہے تھے، میں تو جیسا ناکارہ تھا ویسا ہی ہوں، لیکن دونوں حضرات کے طرزِ عمل سے یہ سبق سیکھا کہ اپنے چھوٹوں کو آگے بڑھانا چاہیئے، چھوٹوں کی ہمت افزائی کریں گے تو وہ آگے بڑھتے رہیں گے۔

عاشق الٰہی نام رکھنا

ایک صاحب نے آپؒ کے مضامین پڑھ کر ''عاشق الٰہی،، نام پر اعتراض کیا اور مولانا عبد القیوم حقانی مدظلہ العالی کے نام خط لکھا، مولانا نے اسے مدینہ منورہ بھیجدیا، حضرتؒ نے اس کا جواب تحریر فرمایا، اسے نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں، تاکہ آئندہ کوئی اس نام پر اشکال کرے تو یہ گرامی نامہ کام آسکے۔

آپ کا لفافہ موصول ہوا جس میں ''عاشق الٰہی،، نام پر کسی نے اعتراض کیا ہے، یہ اعتراض جہالت پر مبنی ہے، اور معترض کا منشا تو آپ کو معلوم ہے ہی، مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھیؒ کے نام پر میرا نام رکھا گیا ہے، وہ مولانا گنگوہیؒ کے متعلقین میں سے تھے، اور مولانا خلیل احمدؒ کے خلیفہ تھے، کسی نے اس نام پر اعتراض نہیں کیا، سائل نے لکھا ہے کہ مدینہ میں عاشق الٰہی کہاں سے آگیا ؟ میں پچیس سال سے مدینہ منورہ آیا ہوں، میرے شیخ استاذ مولانا محمد زکریاؒ یہاں مقیم تھے، چھ سال ان کی

خدمت میں آتا جاتا رہا، وہ مجھ سے کتابیں لکھواتے تھے، ان پر تقریظ لکھتے تھے انھوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا، سہارنپور میں ''بخاری شریف،، انہیں سے پڑھی، کتاب وسنت میں کوئی ایسی تصریح نہیں کہ عاشق نام رکھنا منع ہے، قاموس میں دیکھا جو لغت کی مشہور کتاب ہے، اس میں عشق کا معنی ''شدۃ الحب،، لکھا ہے۔ ﴿وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ﴾ کی تعبیر ہے، صاحبِ قاموس نے یہ نہیں لکھا کہ یہ لفظ عورتوں کی محبت کے ساتھ مخصوص ہے۔

ہندو پاک کا محاورہ دوسری بات ہے کہ انھوں نے اسے مخصوص بحب النساء سمجھ لیا، عربی لغت ہندوستان کی پابند نہیں، اور میں نے اور میرے مشائخ نے بھی اردو والوں کی غلط باتوں کو وزن نہیں دیا، لہٰذا معترض کا اعتراض ساقط ہے۔
(ماہنامہ القاسم، محرم ۱۴۲۲ھ مطابق اپریل ۲۰۰۱ء)

آپ رحؒ میں اصلاحی جذبہ بڑا غالب تھا، اور اسی لئے جس چیز کو قابل اعتراض سمجھتے اس کا اظہار فرمادیتے، بلکہ اس معاملہ میں ان میں قدرے شدت بھی دیکھی جسے عموماً حکمت وموعظت کے خلاف سمجھا جاتا ہے، مگر مولانا رحؒ فرماتے تھے کہ میرے نزدیک حکمت وموعظت حسنہ میں یہ بھی شامل ہے کہ ضرورت کے مطابق موقع دیکھ کر سختی بھی کی جائے، اور آپ اپنی اس بات پر حضرت معاذ رضؓ کو رسول اللہ نے تطویل قراءت پر جس انداز سے متنبہ فرمایا تھا اس سے استدلال فرماتے کہ صحابی رضؓ کو اس غلطی پر ''فتان،، فرمادیا۔

مولانا کی وفات علمی دنیا کے لئے خسارہ ہے، اور آج کے دور قحط الرجال میں عظیم حادثہ ہے، اللہ تعالیٰ مرحوم کے ساتھ خصوصی رحم وکرم کا معاملہ فرمائیں اور امت کو ان کا نعم البدل مرحمت کریں۔ آمین۔
د

ایک صاحبِ دل اور ہر دلعزیز شخصیت

از: مولانا ڈاکٹر الیاس فیصل صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ وعافاہ

ہحضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ اہل مدینہ کے لئے خصوصاً اور دیگر مسلمانوں کے لئے عموماً علمی مرجع کی شکل میں اللہ تعالیٰ کا ایک انعام تھے۔

ان کے بارے میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کا یہ جملہ بڑا جامع تعارف ہے کہ ,,مادی دنیا کے لئے ان کے دل میں کوئی جگہ نہیں،، یہ درویش صفت انسان مسجد نبوی شریف میں نماز عشاء کی ادائے گی کے بعد اپنے ملنے والوں اور خصوصاً علماء کو اپنے گھر لیجاتا جہاں خالص علمی واصلاحی اور بامقصد گفتگو ہوتی اور حاضرین کی استعداد کے مطابق ان کو دعوتی، تحریری، تصنیفی اور ترجمۂ کتب اور ان کی اشاعت کی ترغیب دیجاتی حتی کہ رمضان کی جس صبح آپ کا انتقال ہوا اس رات بھی یہی معمول رہا۔

وقت کی قدر:

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے وقت کی قدر کے ساتھ ایک عجیب وغریب صلاحیت سے نوازا تھا کہ وہ ایک وقت میں دو تین کام کرتے، دو آدمیوں کو علمی مضامین کا املاء کراتے اور ساتھ ہی ساتھ حاضرین سے گفتگو کا سلسلہ بھی جاری رکھتے، یہاں شادی وغیرہ کی دعوت میں رات کے وقت کافی دیر ہو جاتی ہے، حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ اپنے علمی کام کی فائل اپنے ساتھ رکھنے اور دعوت کی مجلس میں احباب سے گفتگو کے ساتھ ساتھ علمی املاء کا سلسلہ جاری رکھتے۔

مصنف اور مصنف گر:

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم مصنف ہی نہ تھے بلکہ مصنف گر بھی تھے، ہر ملنے والے عالم کو اس کے مزاج اور استعداد کے مطابق کوئی نہ کوئی علمی مضمون لکھنے کی ترغیب دیتے، اور اس کا طریقہ بھی سکھاتے۔

ایک دفعہ ایک ملنے والے شخص نے کسی علمی کام سے عذر کرتے ہوئے اپنی مصروفیت کا عذر کیا تو حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ: بھائی وقت کی گردن پر پاؤں رکھ کر وقت نکالا جائے تو وقت نکلتا ہے۔

اہم مسائل اور احتیاط:

حضرت موصوفؒ طلاق وغیرہ جیسے اہم مسائل بتانے میں بہت احتیاط سے کام لیتے اگر کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے طلاق وغیرہ کا مسئلہ پوچھتا تو اس کو ہرگز نہ بتاتے، بلکہ فرماتے کہ بھائی جس کا مسئلہ ہے وہ خود آ کر پوچھے، پھر فرماتے کہ مفتی کو بعض چیزوں کی وضاحت اور الفاظ کی مراد اور نیت وغیرہ جیسی باتیں پوچھ کر جواب دینا ہوتا ہے، تم سے وہ باتیں پوچھوں گا تو تم اپنی طرف سے جواب دو گے نتیجہ صورت مسئلہ بدل جائے گی، اور جواب غلط ہو جانے کا خطرہ ہے۔

چلتی پھرتی لائبریری:

مختلف موضوعات اور مضامین مفتی صاحبؒ کے ذہن میں مستحضر اور رتیار ہوتے تھے، املاء کرانے لگتے تو ایک دو دن میں وہ موضوع مکمل ہو جاتا۔

برداشت اور اصلاح و تربیت:

ناچیز مدینہ منورہ آیا تو حضرت مفتی صاحبؒ سے تعلق ہو گیا، حضرت اس ناکارہ

کے ساتھ بڑی شفقت کا معاملہ فرماتے، ابھی مجھے حضرتؒ کے معمولات کا پتہ نہیں تھا کہ آپ رات کا اکثر حصہ تصنیف وتالیف اور عبادت میں گزارتے ہیں، اور دن کے وقت میں آرام فرماتے ہیں، اچانک مجھے ایک فوری نوعیت کا مسئلہ درپیش ہوگیا، دن کے نو دس بجے تھے، ناچیز نے فون پر رابطہ کیا کہ حضرت جاگ رہے ہوں گے، چھوٹے صاحبزادہ نے فون اٹھا کر بند کردیا، اور یہ نہ بتایا کہ حضرت آرام فرما ہیں، ناچیز نے پھر فون کیا مکرر سہ کرر فون کیا تو اہل خانہ نے ریسیور اٹھا کر رکھ دیا، میرا مسئلہ چونکہ فوری نوعیت کا تھا میں نے دوسری غلطی یہ کی کہ گھر پہنچ کر گھنٹی بجادی، ذہن میں یہی تھا کہ اس وقت سب جاگ رہے ہوتے ہیں، گھر میں کسی نے آکر پوچھا کہ کون؟ ناچیز نے اپنا نام عرض کردیا، غالباً فون کی گھنٹیوں اور گھر کی بیل نے حضرت کو بہت بے آرام کردیا تھا لیکن حضرت نے شفقت فرمائی اور مہمان خانہ میں تشریف لے آئے، اور آکر میری اصلاح کیلئے فرمایا کہ شریعت نے تین دفعہ اجازت لینے کی تعلیم دی ہے، تین دفعہ فون کرنا تین دفعہ اجازت لینے کے قائم مقام ہے، آپ نے تین دفعہ سے زیادہ فون کیا مجبوراً گھر والوں کو ریسیور اٹھانا پڑا، دوسری غلطی آپ نے یہ کی کہ جب فون پر اجازت نہ ملی تو آپنے آکر دروازہ کی گھنٹی بجادی، میں نے عرض کیا حضرت میری بھی غلطی ہے، اور صاحبزادہ مدنی کی بھی غلطی ہے کہ فون بند کرنے کے بجائے مجھے بتادیتا کہ آپ آرام فرما ہیں، تو میں دوبارہ فون نہ کرتا، حضرتؒ نے فرمایا: اچھا مدنی کی بھی غلطی ہے؟ میں نے عرض کیا: حضرت میری ہی غلطی ہے، میں معافی چاہتا ہوں، مجھے اب اجازت دیں میں شام کو حاضر خدمت ہوں گا، حضرتؒ نے فرمایا: جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہوگیا، اب آپ جس مقصد کے لئے آئے ہیں وہ تو بتادیں میں نے

اپنی گزارش عرض خدمت کی، اور حضرت نے اس کا جواب مرحمت فرمایا، ناچیز نے مکرر معذرت کر کے اجازت لی اور واپس ہوا۔

بے لوث تعلق ومحبت:

حضرت مفتی صاحبؒ نماز عشاء کے بعد مسجد نبوی شریف سے نکلے تو ایک بنگالی شخص ملے حضرت بڑے تپاک سے ملے اور محبت بھری گفتگو فرمائی، وہ صاحب چلے گئے تو ایک ساتھی نے پوچھا کہ حضرت یہ کون تھے؟ فرمایا بھائی مجھے تو ان کا تعارف نہیں بس وہ جس اسلامی تعلق سے ملے میں نے بھی اسی تعلق سے ان کے ساتھ گفتگو کی۔

ایک دفعہ بندہ ناچیز پاکستان سفر پر گیا ہوا تھا، کہ حضرت مفتی صاحبؒ کا ایک خط بذریعہ ڈاک وصول ہوا، حضرتؒ کے پاس چونکہ میرا گھر کا ڈاک ایڈریس نہیں تھا، لہذا نماز کا پیمبر کے ناشر سنی پبلی کیشنز اردو بازار لاہور کے پتے پر وہ خط ارسال فرمایا جس مضمون مختصر یہ تھا کہ:

آج میں ایک دکان پر کچھ خریداری کے لئے گیا تو وہاں آپ کا چھوٹا بیٹا اور بیٹی بھی کچھ خریدنے آئے تھے میں نے ان کی اور بقیہ اہل خانہ کی خیریت پوچھی، آپ چونکہ گھر سے دور ہیں لہذا مناسب سمجھا کہ آپ کے گھر کی خیر خیریت آپ کو اس خط کے ذریعہ کر دوں۔ والسلام۔

میں اس ذرہ نوازی پر سوائے اس کے کیا کہہ سکتا ہوں؟

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل
نسیم صبح تیری مہربانی

حکیمانہ نظر:

ہمارے ایک دوست کے گھریلو حالات خراب تھے، اور وہ کوئی فیصلہ

کن قدم اٹھانا چاہتے تھے، میں نے انھیں استخارہ کا مشورہ دیا، استخارہ کے دوران انھوں نے جو کچھ دیکھا اس کی تعبیر کے لئے میں ان کو حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت میں لے گیا، وہاں پہنچ کر اپنی حاضری کا مقصد عرض ہی کیا تھا کہ حضرتؒ نے فرمایا: لڑکا اور لڑکی بیس پچیس سال کا وقت اپنے اپنے علیحدہ ماحول میں گزار کر شادی کے بعد ملتے ہیں تو ایک دوسرے کو سمجھنے میں اور ہم آہنگی پیدا ہونے میں کچھ وقت لگتا ہے، بیس سال کا ماحول چند دنوں میں نہیں بدلتا، لہٰذا آپ بیوی میں جو کمی محسوس کرتے ہیں اور اس کی تبدیلی چاہتے ہیں اس کے لئے اسے مناسب سازگار ماحول مہیا کریں اور جلد بازی میں کوئی فیصلہ نہ کریں۔

حضرت نے سلسلہ کلام موقوف کیا تو ناچیز نے عرض کیا کہ حضرت انھوں نے استخارہ کے دوران کچھ خواب دیکھے ہیں اگر اجازت ہو تو یہ عرض کر دیں؟ آپؒ نے فرمایا: وہ خواب بتانے ہیں تو بتا دو بات وہی ہے جو میں نے کہہ دی ہے، اب خواب ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہ تھا، لہٰذا ہم اجازت لے کر رخصت ہوئے، میں نے اس دوست سے عرض کیا استخارہ کے اس اثر، خواب اور تعبیر کے حوالے سے جو کچھ حضرتؒ نے فرمایا یہ استخارہ کا نتیجہ اور لب لباب ہے، لہٰذا آپ شرح صدر کے ساتھ سابقہ سب کچھ بھلا کر اس نصیحت کی روشنی میں ایک نئی زندگی کا آغاز کریں، بحمد اللہ انھوں نے اس نصیحت پر عمل کیا اور آج وہ خوش خرم زندگی گزار رہے ہیں۔

مصنف اور ناشر:

مصنف چونکہ اپنے مضمون کے اتار چڑھاؤ سے بخوبی واقف ہوتا ہے جب کہ ناشرانِ کتب کا اپنا مزاج ہوتا ہے، لہٰذا بعض چیزوں میں وہ مصنف کے مزاج کو مطمئن نہیں کر پاتا، اسی تناظر میں حضرت مفتیؒ فرمایا کرتے تھے کہ مصنف کو خود ہی

ناشر بھی ہونا چاہیئے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بندہ کا ایک طویل عرصہ تعلق رہا ہے اس درمیان بہت سے واقعات اور حضرتؒ کے بہت سے اوصاف ذہن میں گردش کر رہے ہیں مگر بندہ اپنی بیماری کی وجہ سے اس تحریر پر ہی اکتفا کرنا مناسب سمجھتا ہے، قارئین سے درخواست ہے کہ اپنی دعاؤں میں یاد فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور بندہ کو صحت و عافیت سے ہمکنار فرمائے. آمین

مفتی مدینہ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کے زہد فی الدنیا کا ایک واقعہ

بندہ سے مسجد بلال کے مؤذن ملے کہنے لگے آپ مفتی عاشق الٰہیؒ کے صاحبزادے ہیں، میں نے کہا: جی ہاں، کہنے لگے ماشاء اللہ آپ ایسے باپ کے فرزند ہیں، جو زاہد فی الدنیا تھے، ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ مدینہ میں جو اہل علم ہیں میں ان کی کچھ خدمت کرنا چاہتا ہوں مجھے ایسے لوگوں سے ملاقات کراؤ، میں ان صاحب کو لے کر آپ کے والد صاحبؒ کے پاس پہنچا ان صاحب نے سات ہزار ریال آپ کے والد صاحب کو پیش کیئے، والد صاحبؒ اُن سے ان پیسوں کے بارے میں کچھ معلومات کی، اور بازپرس کے بعد ان پیسوں کو لینے کے لئے دل مطمئن نہ ہوا، لہذا ان پیسوں کو قبول کرنے سے انکار فرما دیا۔

فائدہ: ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اصول تھا کہ بڑی سے بڑی رقم جو ہدیہ میں آتی تھی اور اس میں کچھ شبہ ہوتا تھا تو قبول نہیں فرماتے تھے اور واپس کر دیا کرتے تھے، اور جو ہدیہ ایسا ہوتا تھا جو بظاہر چھوٹا سا اور معمولی سا ہوتا، مگر وہ خالص حلال مال سے ہوتا، اور اس میں کوئی شک وشبہ نہ ہوتا تو اس کو بڑی خوشی سے قبول فرمالیا کرتے تھے، چنانچہ ایک صاحب مدینہ منورہ میں جو دعوت و تبلیغ سے جڑے ہوئے تھے والد صاحبؒ کو ہر ماہ سو ریال پیش کیا کرتے تھے، والد صاحبؒ بڑی خوشی سے ان کو قبول فرماتے تھے، کیونکہ ان کا مال حلال تھا، شبہ سے مبرا تھا ﴿فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ (نحل: الآیہ ۱۱۴)

ایک مہربان ومحبوب اور مشفق استاذ

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

از: مولانا محمد اسحاق جہلمی استاذ دارالعلوم کراچی

حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، ان کے علمی وتحقیقی کارناموں اور پرسوز اصلاحی مساعی جمیلہ کا ایک زمانہ معترف ہے۔

حضرت اس صدی کی ان نورانی شخصیات میں سے تھے جنھوں نے اپنے علم وفضل، جہد وعمل، ورع وتقوی، سادگی وانکساری اور خشیت وانابت میں قرون اولی کی یاد تازہ کردی تھی۔

حضرت کے چشمۂ فیض سے ہزاروں تشنگان علم سیراب ہوئے، اللہ تعالی کے فضل وکرم سے بندہ کو بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تلمذ کا شرف حاصل ہوا، اوران کی صحبت بابرکت سے بھرپور فیض اٹھانے کا موقع ملا، ذیل میں بندہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے جڑی چند یادوں کو تازہ کررہا ہے، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو حضرت کے علوم وفیوض سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت استاذ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب شوال ۱۳۸۴ھ کو کراچی تشریف لائے اور دارالعلوم کراچی میں ان کا تقرر ہوا تو طلبہ کو پتہ چلا کہ جامعہ میں دو استاذ حضرت مولانا غلام محمد صاحب اور حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب تشریف لائے

ہیں، ہمارا پہلا گھنٹہ ہدایہ رابع کا مؤخر الذکر استاذ کے پاس ہے، احقر اور چند ساتھی حضرت کی رہائش گاہ پر پہنچے، ابتدائی سلام ودعا کے بعد حضرت نے آنے کی غرض پوچھی ہم نے عرض کیا کہ زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں، خیال تھا کہ حضرت رات کو آئے ہیں تھکے ہوئے ہوں گے، سبق کے لئے ایک دو روز کے بعد اطمینان سے تشریف لائیں گے، پوچھا کہ ابھی آپ لوگوں کا کونسا گھنٹہ ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ ہدایہ رابع کا، فرمایا کہ چلو، اسی وقت حضرت روانہ ہو گئے، اور درسگاہ میں تشریف لائے، ایک طالب علم نے عبارت پڑھی، اس کے بعد حضرت نے مسلسل تقریباً آدھ گھنٹہ عبارت کی تشریح فرمائی، تقریر اتنی صاف پر مغز اور دلنشین تھی کہ دل میں اترتی گئی۔

ہر آنچہ از دل خیزد بر دل ریزد

علمی تفوق:

پہلے روز ہی حضرت کا علمی تفوق اور عظمت دل میں بیٹھ گئی، اس کے بعد تین سال تک حضرت کے پاس ہمارے مختلف سبق رہے، اور دورۂ حدیث میں حضرت سے ہم نے طحاوی شریف پڑھی، تفسیر کا درس حضرت عربی میں پڑھاتے تھے، شستہ فصیح عربی میں املا کراتے۔

حضرت طلبہ کے ساتھ بے تکلف اور گھل مل کر رہتے تھے، اور بعض طلبہ حضرت کی خدمت بھی کرتے لیکن اگر کبھی کام کرنے کو جی نہ چاہا تو طلبہ کہہ دیتے، حضرت اس وقت عذر ہے، تو حضرت فرماتے کہ پھر کسی نیک آدمی کو بھیجدیں، انکار پر ادنی سی بھی ناگواری نہ فرماتے۔

اگر کوئی منکر سامنے آتا تو اس پر سخت گرفت اور دار و گیر فرماتے، مخاطب کی ناراضگی یا بددلی کا خیال نہ فرماتے، **لایخافون فی اللہ لومۃ لائم** کا مصداق معلوم ہوتے تھے، ہر آنے والے کا خیال فرماتے، ایک بار مسجد نبوی (علی صاحبہا الصلاۃ والسلام) میں عقیدت مندوں کا حضرت کے گرد مجمع لگا ہوا تھا، ایک شخص جو بہت پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اٹھ کر جانے لگے تو حضرت نے فرمایا دیکھیئے اس شخص کا مجلس میں حق ادا نہیں ہوا جو یہ جا رہے ہیں۔

حدیث شریف کا استحضار:

جب کبھی مدینہ طیبہ میں حاضری ہوئی تو پوری پوری رات حضرت بٹھا کر اصلاحی مضامین لکھواتے رہتے، حضرت کو مشکوۃ شریف کی احادیث مستحضر تھیں، جب بھی کسی حدیث کا حوالہ مطلوب ہوتا حضرت مشکوۃ شریف کھول کر حدیث نکال دیتے، بلکہ بسا اوقات صحاح ستہ کا بھی حوالہ دیتے، مضمون لکھواتے وقت ایسا لگتا کہ حضرت کو معانی القاء ہو رہے ہیں۔

امت کو پیش آنے والے مسائل کے حل کے لئے ہمیشہ فکرمند رہتے، خواتین کی رہنمائی کے لئے تحفۂ خواتین جیسی شاہکار تصنیف فرمائی، آخری دور میں اردو زبان میں عظیم تفسیر ''انوار البیان،، لکھی جو ہر طبقہ کے لئے مفید ہے، طلبہ اور درسِ قرآن دینے والے علماء بھی اس سے مستفید ہو رہے ہیں، انگریزی اور کئی دوسری زبانوں میں اس کا ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔

اپنے آپ کو اجاگر کرنے اور نام و نمود کی حضرت کو کوئی پرواہ نہ ہوتی، جس بات کو حق سمجھتے اسے پورا کر کے رہتے، چاہے دیکھنے والے اس کام کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتے، ایک بار مدینہ طیبہ سے دار العلوم کراچی تشریف لائے، اور ایک صاحب

حضرت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، فرمانے لگے اتنی محبت سے تو ہم نے ان کو اپنا بنایا تھا آپ لوگوں نے انھیں غیروں کا کر دیا۔

حضرت کی میزبانی اور مہمانی نوازی ضرب المثل تھی، ملنساری اور ہمدردی آپ کا شیوہ تھا، اجنبی آدمی کو بھی اپنا بنالیتے بسا اوقات اپنا بازو اس کے کندھے پر رکھ دیتے، جس سے وہ اپنائیت محسوس کرنے لگتا، اگر کوئی شاگرد تعلق رکھنا چاہتا تو کوشش کرتے کہ اسے کسی نہ کسی طرح کارآمد اور نافع للخلق بنادیں، مدینہ طیبہ کے قیام کے دوران شاگردوں تک کو تحائف بھیجتے، اگر کوئی ہدیہ بھیجتا تو اس کے تحفہ سے اچھا تحفہ واپس فرماتے۔

تلاوت قرآن کریم کا شغف:

حضرت کو قرآن کریم کی تلاوت کا بہت شغف تھا، دار العلوم کے زمانہ میں رمضان کی راتوں میں اکثر جاگ کر تراویح میں قرآن کریم سناتے، اور دن کے وقت فتاوی وغیرہ سے فراغت کے بعد قرآن کریم کی تلاوت اور دوسروں کو سنانے کا معمول تھا۔

گو حضرت دار العلوم کراچی سے جا چکے تھے لیکن دار العلوم کی فکر اور اس کی بہتری کی ترکیبیں ہر وقت بتاتے رہتے، یوں لگتا کہ حضرت کو دار العلوم کے ہر ہر فرد سے تعلق اور محبت ہے۔

حضرت آخر وقت تک دار العلوم کے استاذ تھے، آپ نے دار العلوم سے استعفی نہیں دیا تھا، اس طرح مدینہ طیبہ کی برکات وفیوض حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ دار العلوم کو بھی اپنے افادہ واستفادہ سے خالی نہیں رہنے دیا، جب حضرت کا مدینہ طیبہ میں وصال ہوا تو دار العلوم کے کئی اکابر اساتذہ جنازہ کے وقت وہیں موجود تھے۔

(نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ) آمین حررہ / محمد اسحاق عفی عنہ

مردِ حق گو وحق بیں وحق شناس

از: مولانا محمد مدنی بن حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ

میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مہاجر مدنی قدس اللہ سرہ کے بارے میں کیا لکھ سکتا ہوں ان کی زندگی تو دینی خدمات سے لبریز ہے، اور برادر معظم ومحترم مولانا عبدالرحمٰن کوثر صاحب کو اللہ تعالی جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس کتاب میں ابا جان رحمہ اللہ کی زندگی کے مختلف گوشوں سے متعلق خاصی اچھی تحریر جمع کردی ہے، جس کے لئے وہ سب اہل خانہ کی طرف سے خوب خوب شکریہ کے مستحق ہیں، تاہم بندہ کے دل میں کچھ باتیں ہیں جن کو آئندہ سطور میں تحریر کیا جاتا ہے۔

ہمارے والد ماجد ان حضرات میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ اپنے دین کی خدمت کے لئے پیدا فرماتے ہیں، میں نے جب سے آنکھیں کھولیں والد صاحبؒ کو دینی کاموں میں ہی مشغول پایا، اگر ان کو کوئی فکر تھی تو صرف دین کی، دنیا داری اور دنیا کی فکر سے وہ کوسوں دور تھے، بلکہ ان کی یہی کوشش ہوتی کہ ہر ایک کو دنیا کی بے ثباتی اور اس کی فنائیت کی طرف توجہ دلا کر اس کو آخرت کے کاموں میں لگانے کی فکر کرتے، ابا جان میں میں نے یہ وہ صفت دیکھی جو ہمارے اس مادیت کے دور میں عنقاء ہو کر رہ گئی ہے، ابا کی مجالس میں میں نے بچپن سے ہی یہ ماحول دیکھا کہ مجلس میں عموماً دینی باتیں ہی ہوا کرتی تھیں۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اندر بہت سی صفات حمیدہ تھیں منجملہ ان کے یہ کہ

میرے والد ماجد ؒ کے اندر حق گوئی، حق بینی اور حق شناسی کی صفات نہایت ممتاز تھیں، حق بات کہنے میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے، موجودہ زمانے میں حق بات کہنے میں لوگ ہچکچاتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارے تعلقات متاثر نہ ہو جائیں، حضرت والد ماجد حق بات کہنے میں تعلقات کی بالکل پرواہ نہیں فرماتے تھے

اسی طرح آپ ؒ کے اندر حق بینی کی صفت بھی خوب تھی، بہت دفعہ ایسا ہوتا کہ حق و باطل میں بظاہر خلط ملط نظر آتا، مگر والد صاحب ؒ صاف صاف حق بیان فرما دیتے، اسی طرح حق شناسی کی خوبی بھی حضرت والد صاحب میں پائی جاتی تھی اور حق شناس تھے۔

اور ایک اور صفت یہ بھی تھی کہ شاگردوں پر و دیگر اہل علم پر نظر رکھتے تھے کس سے دین کا کیا کام ہوسکتا ہے، پھر اس کو اس لائن پر لگانے کی سعی فرماتے تھے، کتنے ہی لوگوں کو تدریس و تالیف تصنیف میں لگایا، ان کی اخلاص کی برکت تھی جوان کے پاس کچھ دیر رہ جاتا تھا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مصنف بن جاتا تھا۔

مزید ایک بات اور جو والد صاحب میں نے دیکھی وہ زہد فی الدنیا کی تھی، دنیا میں زاہدانہ زندگی گزاری دنیا کی محبت کو پاس نہیں پھٹکنے دیا انتقال کے وقت نہ کوئی اپنا مکان نہ کوئی زمین نہ کوئی جائیداد نہ تجارت کچھ بھی نہ چھوڑا ہلکے پھلکے اس دنیا سے رخصت ہو گئے، ناشرین حضرات ان کی کتابیں بیچ بیچ کر لکھ پتی ہو گئے لیکن انہوں نے خود اپنی کتابوں سے جائز دنیاوی مفاد بھی حاصل نہیں کیا اور نہ ہمیں اس چیز کی طرف لگایا۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی اولاد دین پر لگانے کی فکر تھی اور فرماتے تھے کہ جو دین میں لگ جائے تو دنیا ناک رگڑتی ہوئی اس کے پاس آہی جاتی ہے، اس لئے کہ ,, **من کان للّٰہ کان اللّٰہ له** ،، جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے۔

حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ اپنی آل اولاد کے ساتھ انتہائی شفقت اور محبت کا معاملہ فرمایا کرتے تھے، خال خال ہی کبھی ناراض یا غصہ ہوتے، طبیعت میں خوش مزاجی اور نرم مزاجی غالب تھی، ان کے انتقال کے بعد ایسا محسوس ہوا جیسا کہ سر سے ٹھنڈا سایہ اٹھ گیا اور دھوپ میں کھڑے رہ گئے لیکن اللہ تعالیٰ بڑے رحیم و کریم ہیں وہ مومنین کی اولاد کو ضائع نہیں فرماتے۔

ہماری والدہ ماجدہ مدظلہا حضرت والد صاحب قدس سرہ کے تقوی کے واقعات سناتی ہیں کہ جوانی سے ہی صفتِ تقوی و ورع سے متصف تھے، مشتبہ چیزوں سے بھی اجتناب فرماتے رہے اور حقوق العباد میں بڑی احتیاط فرماتے تھے، بندہ نے حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ کئی حج کئے اور دیگر اسفار بھی کیے ہمیشہ حضرت والد صاحبؒ کو دینی خدمات میں مشغول پایا، سفر میں بھی کاغذ قلم ساتھ ہوتا تھا اور تصنیفی کام جاری رہتا تھا اور ذکر اللہ بھی جاری رہتا تھا، جب ہسپتال میں بدرجہ مجبوری داخل ہونا پڑتا تھا وہاں پر بھی تصنیفی کام ساتھ لے جاتے تھے جو شاگرد ملاقات کے لئے حاضر ہوتا اس کو فرماتے مولوی صاحب لکھو قلم کاغذ دیتے اور لکھوانا شروع کر دیتے، ایک مرتبہ ینبع میں کشتی میں بیٹھے کشتی میں بھی کاغذ قلم ساتھ تھا اور دینی خدمات میں مصروف

تھے، زندگی کا کوئی لمحہ ضائع نہیں فرماتے تھے ذکر اللہ تو جاری رہتا تھا ہی اس کے ساتھ ساتھ قلم بھی چلتا رہتا تھا، اور تلاوت کلام پاک کا بھی بڑا اہتمام تھا رمضان شریف میں تو تلاوت کی بہت کثرت فرماتے تھے، قرآن پاک سے عجیب عشق تھا جو کوئی ملنے آتا اس کا بچہ ساتھ ہوتا اس سے فرماتے کیا بچے کو قرآن حفظ کروا رہے ہو اگر وہ کہتا کہ اسکول کی تعلیم دلوا رہا ہوں تو ناگواری کا اظہار فرماتے، اور علم دین حاصل کرانے کی طرف توجہ دلاتے، اور فرماتے تھے یہی تمہاری اولاد کل تمہارے مرنے کے بعد تمہیں رحمۃ اللہ علیہ نہیں کہے گی اگر اس اولاد کو دین نہ سکھایا، کیونکہ تم نے اپنی اولاد کو دین کی اہمیت ہی نہیں بتائی اور دینی کاموں میں نہیں لگایا تو وہ رحمۃ اللہ علیہ کا معنی کیا جانے، لہٰذا اپنے اوپر اور اپنی اولاد پر رحم کھاؤ، اپنی اولاد کو قرآن وحدیث میں لگاؤ اگر قرآن وحدیث کی خدمت میں نہیں لگایا تو اور کسی کی خدمت کرنی پڑے گی خدمت کے بغیر تو چارہ ہے ہی نہیں، دیکھو کوئی گاڑی دھو رہا ہے کوئی میکینک کا کام کر رہا ہے کوئی صفائی کر رہا ہے کوئی کیا کر رہا ہے کوئی کیا کر رہا ہے بہر حال کام تو کرنا ہی پڑ رہا ہے، اگر یہی وقت دین میں لگ جائے تو دین کی خدمت بھی ہو جائے دنیا میں بھی عزت مل جائے، اور آخرت میں بھی عزت ہی عزت ہے ان شاء اللہ تعالیٰ، اسلئے اس بات کو خوب سمجھ لینا چاہیے، کیا جو لوگ دین کا کام کرتے ہیں ان کو رزق نہیں ملتا؟ کیا صرف انگلش پڑھانے والوں کو ملتا ہے؟ دین کے کام کرنے والوں کو رزق خوب ملتا ہے اور عزت کے ساتھ ملتا ہے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن کریم سے خاص عشق ولگاؤ تھا،

کراچی کے زمانہ میں بھی مکاتب قرآنیہ کی نگرانی فرماتے رہے، اور رمضان شریف میں وہاں قرآن کریم سنانے کا معمول رہا، اسی طرح جب مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو یہاں عوالی محلّہ میں مسجد خلیل کے نزدیک قیام تھا، اس مسجد میں درس نظامی کی کتابیں بھی پڑھاتے اور رمضان کریم میں تراویح میں قرآن پاک سنانے کا معمول بھی رہا، قرآن پاک سے عشق وتعلق ہی کا نتیجہ تھا کہ ابا جان رحمۃ اللہ علیہ نے ہم تینوں بھائیوں کو حفظ کرایا، بلکہ اپنے پوتے پوتیوں کو بھی حفظ قرآن میں لگایا، اور الحمد للہ آج ان کی ذریت میں کافی حفاظ وحافظات ہیں جو یقیناً ان کے لئے صدقہ جاریہ ہیں،

مرض وفات میں شروع رمضان میں دل کا عارضہ بڑھ گیا تو آپ کو شاہ فہد ہوسپٹل میں داخل کردیا گیا، وہاں پر اوکسیجن لگی ہوئی تھی، برادر معظم زیارت وعیادت کے لئے ہسپتال گئے تو فرمایا: کوثر لو میرا پارہ سنو ،، اللہ اللہ اس حال میں بھی ابا جان قرآن پاک کی تلاوت سے غافل نہ رہے۔

اس کے علاوہ جس صبح کو وفات ہوئی ہے سونے سے پہلے ہندوستان کے ایک عالم کو قرآن پاک سناتے رہے، ان عالم صاحب کو جب نیند آنے لگی تو فرمایا، جاؤ سو جاؤ، اس کے بعد والد صاحب بھی آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے، اور پھر اسی نیند میں بحالت روزہ تیرہویں رمضان کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

یہ چند سطور تحریر کردی ہیں اللہ تعالی حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں اعلی سے اعلی مقام عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین.

☆☆☆

میرے دادا جان قدس اللہ روحہ

از/ حافظ محمد صاحب

ابن مولانا عبدالرحمٰن کوثر مدنی حفظہما اللہ تعالیٰ

ہم نے جب سے ہوش سنبھالا اپنے دادا جان رحمۃ اللہ علیہ کو ہمہ وقت دین کی خدمت میں مصروف پایا اور ہم پر انتہائی شفقت فرمایا کرتے تھے اور ہمیں دیکھ کر باغ باغ ہو جایا کرتے تھے ایسا لگتا تھا اپنے پوتی پوتا کو دیکھ کر بال بال خوش ہو رہا ہے اور ہمیں دیکھ کر یہ دعا فرماتے تھے **بارك الله فينا اجمعين**

دادا جان رحمۃ اللہ علیہ میں تقویٰ کی شان

ہمارے دادا رحمۃ اللہ علیہ تقوی میں بڑی شان رکھتے تھے ایک مرتبہ ایک درزی نے جو نمازی اور داڑھی والے تھے لیکن ایک جوڑا ہدیہ پیش کیا کرتہ اور شلوار کا دادا جان رحمۃ اللہ علیہ نے قبول نہ فرمایا بلکہ ان سے فرمایا تمہاری آمدنی ٹھیک نہیں ہے انہوں نے عرض کیا حضرت میں تو کپڑے سی کر کماتا ہوں اس کے علاوہ کوئی ذریعہ میرا آمدنی کا نہیں اس پر فرمایا تم جانتے بوجھتے ہوئے ٹخنے سے نیچے سیتے ہو اس لئے تمہیں اس کی اجرت لینا حرام ہے یہ سن کر وہ حیران رہ گئے ان کی آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے اس کے بعد اپنی دکان میں یہ حدیث شریف موٹے حروف میں لکھ کر لگوادی **ما أسفل من الكعبين من الازار فی النار**۔ ترجمہ: جو کپڑا ٹخنوں سے نیچا ہوگا وہ دوزخ میں جانے کا سبب ہوگا۔

اسی طرح دادا جان رحمۃ اللہ علیہ مشتبہ مال سے بھی بہت زیادہ بچتے تھے۔ایک مرتبہ ایک شخص حاضر ہوئے جو تاجر تھے اور انہوں نے چلتے وقت چھ یا سات ہزار ریال خدمت میں پیش کیئے دادا جان رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے سوال جواب فرمایا کہاں سے ہیں کس مد سے ہیں ان کے جواب سے مطمئن نہ ہوئے تو ان کو پوری رقم اسی وقت واپس کر دی۔

اسی طرح ایک اور قصہ ہے ایک صاحب نے پانچ ہزار ریال خدمت میں پیش کیئے ان سے پوچھا کس مد کے ہیں انہوں نے کہا میرے والد صاحب نے وصیت کی تھی کہ اہل مدینہ کو میرے مال میں سے دو لاکھ ریال دیئے جائیں فرمایا وصیت کے کیا الفاظ تھے اور ان سے کئی سوالات کیئے اور مطمئن نہ ہونے پر ان کو اسی وقت واپس کر دیا اور قبول نہ کیا اس تاجر نے اپنے ساتھی سے کہا کہ یہ پہلے شخص ہیں جو سوال جواب کر رہے ہیں اور اتنی بڑی رقم واپس کر رہے ہیں میں اب تک ڈیڑھ لاکھ تقسیم کر چکا ہوں کسی نے سوال نہ کیا اور فوراً قبول کر لیا۔

مسجد نبوی شریف میں نماز پڑھنے کا اہتمام

دادا جان رحمۃ اللہ علیہ عشاء کی نماز روزانہ حرم میں پڑھتے ہی تھے لیکن رمضان شریف میں اکثر نمازیں حرم شریف میں پڑھنے کی کوشش فرماتے تھے اور رمضان شریف میں پورا مہینہ حرم کے پڑوس میں گزارا کرتے تھے تاکہ مسجد نبوی شریف میں خوب زیادہ نمازیں مل سکیں اور دوسری یہ بھی حکمت تھی رمضان شریف میں آنے والے زائرین با آسانی ملاقات کر سکیں۔ کیونکہ پورے عالم سے اہل علم اور صالحین ملنے کے

لئے آیا کرتے تھے۔ بندہ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ دادا جان کو آخری نماز پڑھانے کے لئے وہیل چیئر میں میں ہی لے گیا۔ دادا جان رحمۃ اللہ علیہ سحری کھا کر وضو کر کے فجر کی نماز مسجد نبوی شریف میں ادا کرنے کے لئے تیار بیٹھے تھے والد صاحب نے مجھ سے فرمایا مجھے وضو کرنا ہے تم دادا جان کو لے کر مسجد نبوی شریف چلو میں مسجد میں ہی مل جاؤں گا لہٰذا دادا جان کو لے کر مسجد نبوی شریف حاضر ہوگیا۔ واپس بھی میں ہی لایا۔ یہ دادا جان رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کی آخری نماز تھی۔ الحمد اللہ دادا جان رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی نماز نہ چھٹی اور نہ کوئی روزہ چھٹا اور تادم آخر تلاوت کلام پاک میں مشغول رہے اور جب آرام کرنے لیٹے تو روزے کی حالت میں مدینے کی بستی میں اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ اللہ تعالیٰ شانہ دادا جان رحمۃ اللہ علیہ کے کروڑوں درجات بلند فرمائے آمین۔ قارئین سے درخواست ہے ہم سب کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ شانہ ہمیں اپنے دادا جان رحمۃ اللہ علیہ کی طرح دنیا سے بے لوث اور بے غرض ہو کر دین کی خدمت کے لئے عافیت کے ساتھ قبول فرمالیں۔ وما ذلك على اللّٰه بعزيز۔ وصلى اللّٰه على سيدنا و نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم تسليما كثيراً كثيراً كثيراً

المجاهر بالحق المعلن بالصدق

الشيخ المفسر المحدث الفقيه المفتي

محمد عاشق إلهي طيب الله ثراه

از

حافظ حمّادُ الرّحمٰن حجازی

ابن حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن کوثر صاحب حفظه الله

دادا جان ایک عالمی شخصیت

ہم اپنے دادا جان قدس سرہ کے بارے میں کیا لکھ سکتے ہیں وہ تو ہمہ تن و ہمہ وقت دین کی خدمت میں مصروف رہتے تھے اور ان کی دینی خدمات صرف برصغیر میں نہیں بلکہ دنیا کے بہت سے گوشوں میں پہنچی۔ دادا جان رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ''انوار البیان'' عرب وعجم میں پہنچی اس کی افادیت صرف پاک و ہند و بنگلہ دیش تک محدود نہیں بلکہ عرب میں مقیم اردو دان حضرات اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور یورپ امریکہ میں بھی اس کا انگلش ترجمہ ہو کر پھیل چکا ہے۔ اور دنیا کی دیگر زبانوں میں بھی ہو چکا ہے اور یہ مقبولیت عنداللہ کی دلیل ہے اللہ جل شانہ دادا جان رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔

دادا جان کا منور چہرہ

دادا جان کے انتقال کے آٹھ سال گزرنے کو آئے لیکن دادا جان کا پُرنور چہرہ آج بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ دادا جان رحمۃ اللہ علیہ کا گول چہرہ تھا سفید گھنی داڑھی تھی اور رنگ صاف تھا اور چہرے پر عجیب نورانیت تھی۔ روزانہ یسین شریف پڑھنے کا بڑا

اہتمام فرماتے تھے جس کی برکت سے ان کا کوئی کام رکتا نہیں تھا۔اور چہرہ پُر نور تھا یہ چیزیں یسین شریف کے خواص میں سے ہیں۔

سادہ اور سفید لباس

دادا جان رحمۃ اللہ علیہ سفید رنگ کا سادہ لباس استعمال فرماتے تھے۔ حدیث شریف میں سفید لباس پہننے کی ترغیب وارد ہوئی ہے۔اس پر عمل فرمایا کرتے تھے۔

صاف گوئی

دادا جان رحمۃ اللہ علیہ کی ایک صفت یہ بھی تھی کہ صاف صاف بات فرماتے تھے گول مول بات کرنے کو گوارا نہ فرماتے تھے اور مخلوق کو راضی کرنے کی کبھی فکر نہ فرمائی ہمیشہ اپنے خالق و مالک کو راضی کرنے کی فکر کی حق بات کہنے میں کبھی دریغ نہیں فرمایا۔

طہارت و پاکیزگی کا اہتمام

میرے دادا جان رحمۃ اللہ علیہ طہارت و پاکیزگی کا بہت اہتمام فرماتے تھے وضو کرنے کے بعد قالین پر پیر نہیں رکھتے تھے بلکہ ایک خاص کپڑا تھا اس پر پیر رکھتے تھے کیونکہ بسا اوقات کثرت استعمال کی وجہ سے پاک نہیں رہتا اور بچوں کے گھر میں تو پاک رہنا بہت مشکل ہے اس لئے وضو کرنے کے بعد اپنے گیلے پیروں کو ایک پاک کپڑے پہ رکھ کر پیروں کا پانی خشک کرتے تھے پھر جاہ نماز کی طرف آتے تھے۔

زہد فی الدنیا کی صفت

دادا جان رحمۃ اللہ علیہ دنیا سے بالکل بے رغبت تھے جائز دنیا کو بھی صرف بقدر ضرورت استعمال فرمایا، اور دنیا کی محبت کو اپنے پاس پھٹکنے بھی نہ دیا۔دادا جان رحمۃ اللہ علیہ کی سو سے زائد تالیفات جن کو ناشرین کتب فروخت کر کر کے مالدار بن گئے۔

دادا جان رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے دنیاوی کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ شانہ دادا جان رحمۃ اللہ علیہ کے درجات خوب زیادہ بلند فرمائے آمین۔ اوران کی دینی خدمات کی برکات سے ہم سب کو مالا مال فرمائے۔ آمین

دادا جان رحمۃ اللہ علیہ حق بات کہنے میں مخلوق کی بالکل پرواہ نہیں فرماتے تھے جہاں کوئی منکر دیکھتے تھے تو اس کی فوراً اصلاح کی فکر اور سعی فرماتے، موقعہ کے لحاظ سے بالمشافہہ یا خطوط کے ذریعہ، اور حکمت کے پہلو پر نظر رکھتے ہوئے موعظۂ حسنہ کے ساتھ نصیحت فرماتے جیسا کہ حکم ہے: ﴿ادع إلى سبيل ربّك بالحكمة والموعظة الحسنة﴾ اورلوگوں کو اس غلطی سے بچنے کی طرف متوجہ کرتے تاکہ کوئی اوراس میں مبتلاء نہ ہو۔

بدعات سے نفرت

دادا جان رحمۃ اللہ علیہ کو بدعات سے بہت نفرت تھی، بدعات دیکھ کر فوراً نکیر فرماتے تھے، کیونکہ بدعات سے بچنا نہایت ضروری ہے، کیونکہ حدیث شریف میں رسول اللہ کا ارشاد ہے: (عليكم بسنتي وسنة الخلفاء المهديين الراشدين) جو لوگ مصافحہ کرنے کے بعد اپنے سینہ پر ہاتھ رکھتے ہیں ان کو منع فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ ایسا کرنا سنت سے ثابت نہیں۔

قرآن وحدیث کے خلاف لکھنے والوں کے بارے میں تنبیہ

ایک جگہ تحریر ملی جو ۲۱۔۸۔۱۴۲۰ھ کو لکھی تھی فرماتے ہیں کہ: قرآن وحدیث

کے خلاف لکھنے والے جنھوں نے قرآن وحدیث نہیں پڑھا، علماء حق سے حق علم حاصل نہیں کیا، اپنے نام کے ساتھ علامہ لگا لیتے ہیں، جس کے لئے کسی سند کی بھی ضرورت نہیں ہے، مفت کا لقب مل جاتا ہے، فرمایا کہ میں ایسے لوگوں کو الآمہ (بالھمزۃ) کہتا ہوں اور اس کا ترجمہ (دکھ دیوا) کرتا ہوں، قرآن وحدیث کے خلاف لکھنے والے جتنے الآمہ ہیں اپنا مسلمانی یا عربی نام بدل دیں لچھمن، کنہیا، موہن داس، گپتا، وغیرہ رکھ لیں تاکہ مسلمانوں کو ان کے مضامین پڑھ کر دھوکہ نہ ہو اور مضمون پڑھنے سے پہلے سمجھ لیں کہ یہ کسی کافر کا مضمون ہے۔ **واللّٰہ الھادی الی سبیل الرشاد**

بچوں پر شفقت

بچوں پر شفقت کرنا سنتِ رسول ہے، دادا جان رحمۃ اللہ علیہ اس سنت پر بھی عمل فرماتے اور بچوں پر انتہائی شفقت فرماتے تھے۔ جب ہم حاضر خدمت ہوتے تھے بہت ہی خوش ہوتے تھے اور دعائیں دیتے تھے۔

یہ چند باتیں دادا جان سے متعلق لکھوادی ہیں باقی پوری زندگی کچھ حالات والد صاحب مدظلہ العالی نے اس کتاب میں قلم بند فرمائے ہیں اللہ تعالیٰ سے امید ہے دادا جان کے حالات پڑھنے والوں کو دینی نفع پہنچائے گا اللہ تعالیٰ شانہ اپنے شایان شان دارین میں جزاء خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ **وصلی اللّٰہ علی سیدنا و نبینا محمد وعلی الہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا کثیرا**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صاحب فکر ونظر یادگار سلف

استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی

اعلی اللہ درجاتہ و نور مرقدہ وجعلنا من خیر ماترکہ

از: مولانا مفتی احسان الٰہی صاحب مدینہ منورہ

میں ادنی درجہ کا طفل مکتب حضرت کے بارے میں کیا لکھوں حضرت رحمہ اللہ کی وفات کے بعد چند صفحات لکھے تھے وہ گم ہونے کے بعد حوصلہ وہمت نہ ہوئی۔

اب چونکہ حضرت کی سوانح مفصل طور پر شائع ہو رہی ہے تو حضرت مولانا عبدالرحمٰن کوثر صاحب نے ہمت دلائی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جسکا بھی تعلق رہا وہ جانتا ہے کہ یہ چند سطور بالکل ناکافی ہیں لیکن اپنی اور دیگر ساتھیوں کی یاد دہانی کے لئے کچھ اوصاف حیطہ تحریر میں لاتا ہوں امید ہے کہ ان شاء اللہ ان اوصاف کو اختیار کرنے والا دنیا وآخرت میں سرخرو ہوگا۔

سادگی وتواضع کہ ہر نو وارد اور حضرت کا تذکرہ سن کر آنے والا حضرت کو نہیں پہچانتا تھا۔

اخلاص وللّٰہیت کہ اسکے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا اور حضرت کی تصانیف وشخصیت کی مقبولیت کا راز اخلاص مع اللہ ہے حالانکہ حضرت کی رہائش کا ایک حصہ بے نام مدرسہ، دارالحدیث و دارالتصنیف ودارالتزکیہ تھا، دین کا کام کرنے کے لئے بڑی

تعمیرات ہونا کوئی ضروری نہیں بلکہ یہ تو ہر لحظہ امتحان و آزمائش ہے۔

اتباع سنت

تقوی وتوکل حضرت کا ترک مشتبہات اور اختیار عزیمت بہت مشہور اوصاف میں سے ہیں اور توکل علی اللہ کہ جتنے سال رہے کسب معاش کی کوئی صورت نہ تھی اسی (تقویٰ وترک مشتبہات) کی وجہ سے مستجاب الدعوات تھے۔

تعمق فی العلم اور وسعت مطالعہ کے باوجود ہم طلبہ کو سکھانے کے لئے فرماتے جاؤ فلاں کتاب لاؤ اس میں یہ مسئلہ تلاش کرو۔ حالانکہ اکثر کتابیں بغیر مطالعہ کے پڑھا لیا کرتے تھے۔

امت کی فکر اور مسلمانوں کی خبر گیری

علمائے امت کو بیدار رکھنا اور باطل کی سرکوبی کے لئے تیار رہنا اور تیار کرنا

پچاس سالہ دار العلوم کراچی کے اجتماع میں شرکت کے لئے جب ہوائی جہاز کا سفر کیا تو بندہ بھی حضرت کی معیت میں تھا۔ دوران سفر پورا وقت امت کی اصلاح کی فکر میں گزرا اور اس دوران ایک مضمون تحریر فرمایا جس میں مسلمانوں کی دینی بیداری کا غم تھا اور مسلمانوں کے وضع قطع یعنی چہرہ اور لباس بود و باش رہن سہن سے متعلق تھا

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائے یہود

کثرت ذکر اللہ ہر وقت ذکر اللہ سے رطب اللسان رہتے تھے۔

قرآن کریم کو تجوید کے ساتھ پڑھنا اور بڑوں اور چھوٹوں کو تجوید کے ساتھ پڑھنے کی

ترغیب دینا بلکہ تیار کرنا۔

بندہ دورۂ حدیث شریف میں تھا کہ والد صاحب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پوچھا اب کیا ارادے ہیں والد صاحب نے فرمایا کہ ان شاء اللہ دین کی خدمت میں لگانا ہے حضرت نے آئندہ سال تخصص کے لئے تشکیل فرمائی بعدہ پچاس سالہ اجتماع دارالعلوم کراچی کے موقع پر کراچی میں ہی تدریس وافتاء کی خدمت کے لئے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی خدمت میں پیش کردیا۔اور حضرت لدھیانویؒ نے حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری زید مجدھم کو خدمت سپرد فرمادی۔ چنانچہ کراچی میں الحمد للہ تقریبا سات سال تدریس افتاء وتصنیف میں اللہ تعالیٰ نے خدمت کا موقع عطا فرمایا۔

لایخافون فی اللہ لومۃ لائم کی صفت،اللہ کے دین کی خاطر کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خائف نہ ہوتے تھے۔

بات بغیر تحقیق کے نہیں فرماتے بلکہ تحقیق فرماتے رہتے پھر دعا واصلاح فرماتے اور دوسروں کو بھی تحقیق کی طرف متوجہ فرماتے ایک مفتی صاحب نے اعضاء وضوء کو دھوتے وقت کی دعائیں کتاب میں لکھ دیں جو بزرگوں سے منقول ہیں لیکن حدیث شریف سے ثابت نہیں حضرت نے اصلاحاً تحریر فرمایا کہ مفتی کو محقق ہونا چاہیے۔

ایک مرتبہ بندہ نے دروۂ حدیث شریف کے سال خط میں اپنی طالب علمی کی مصروفیات لکھیں جس میں یہ بات بھی تھی کہ بس عصر کے بعد کوئی خاص مصروفیت نہیں فراغت ہے حضرت نے جواباً ارشاد فرمایا کہ حافظ قرآن وتبلیغی ہوکر یہ کہتے ہوئے کہ فارغ ہوں ’’قرآن شریف کی تلاوت کیا کرو‘‘ حضرت نے ایک مرتبہ بتایا کہ حضرت

مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ کے ہاں جایا کرتے تھے جب صرف پانچ یا چھ افراد شب جمعہ میں ہوتے تھے۔ الحمد اللہ حضرت رحمہ اللہ کا ہر شعبہ دین سے گہرا قلبی تعلق تھا درس و تدریس تصنیف و تالیف افتاء وارشاد دعوت و تبلیغ جہاد و تزکیہ غرض ہر شعبے کے اکابر و اصاغر کی حوصلہ افزائی فرماتے نیز اصلاح و ترقی کی طرف بھی متوجہ فرماتے رہتے قولاً و تحریراً، اور ہر ایک کے ساتھ اتنا انس تھا کہ ہر شعبہ کے لوگ حضرت کو اپنا ہی سمجھتے تھے یہ اعتدال اور جامعیت کی علامت ہے۔ نیز تقریباً ہر شعبہ سے متعلق حضرت کی تصانیف مطبوعہ موجود ہیں جو امت کی رہنمائی اور اتحاد کی طرف متوجہ کر رہی ہیں۔ انسانیت کی دنیاوی کامیابی واخروی فلاح کا جو درد حضرت کو ملا تھا اس میں مسلم و غیر مسلم بادشاہ و شہزادوں سے لے کر ایک عام انسان سب شامل تھے سب کی ہدایت و استقامت واستحکام کے لئے دعا و کوشش فرماتے رہتے اور ہر ایک کی خیر خواہی مدنظر ہوتی۔ معاملات کی صفائی بھی حضرت کے خاص اوصاف میں سے ہے۔ انزلوا الناس منازلھم کا قاعدہ ایک مرتبہ حضرت نے ایک مکتوب املاء کراتے ہوئے سکھایا۔ حضرت کی کون کون سی ادا بیان کروں بس اتنا سمجھ لیجئے کہ ہر نشست برخاست خلوت و جلوت میں امت کے لئے اور ہم جیسے طالب علموں کے لئے راہنمائی تھی اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و معارف انوار و برکات اور فیوض سے مستفیض و مستفید فرمائے اور اتباع سنت و سلف کی ہمیں توفیق عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ حضرت کو اپنا قرب خاص نصیب فرمائیں۔ آمین۔ آمین۔ آمین یارب العالمین

بندہ احسان الٰہی

۲۵/رجب ۱۴۳۰ھ

ہمارے حضرت بلندشہری رحمۃ اللہ علیہ کی جامع شخصیت

از :مولانا محمد جاوید اشرف میرٹھی مدنی الندوی (مدینہ منورہ)

ہمارے مخدوم ومعظم استاذ الاساتذہ مفکرِ دین وملت حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلندشہری ثم المہاجر المدنی جو کبھی مرکزِ علم ودین منبع ایمان ویقین مدینہ منورہ میں ایک سرسبز وشاداب اور باغ وبہار پھلدار درخت کے مانند اپنی علمی مجالس ودینی نشاطات وسرگرمیوں کے ساتھ شب وروز خدمتِ علم ودین میں مصروف ومشغول رہتے تھے، آج ہم سے جدا ہوکر دارِ آخرت کو کوچ کر گئے، **فإنا لله وإنا إليه راجعون، اللهم اغفرله وارحمه وارفع درجاته وزد حسناته وتجاوز عن سيئآته فإنك جواد كريم.**

ہر روز اس دنیا سے جانے والوں کا سلسلہ جاری ہے، عموماً انتقال کرنے والوں کے جانے سے اس کے اہل وعیال اور گھر وخاندان، اعزہ اقرباء کو حزن وملال اور ہم وغم ہوتا ہے، مگر بعض شخصیات جب اس دارِ فانی سے دارِ باقی کو جاتی ہیں تو نہ صرف مرحوم کے اہل وعیال گھر وخاندان اعزہ واقرباء کو رنج وملال ہوتا ہے بلکہ اُن کی وفات پر قوم وملت کے بے شمار افراد کی آنکھیں اشکبار اور دل ودماغ رنج وغم سے پُر ملال ہوتا ہے، ہمارے مخدوم ومعظم اور استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری رحمۃ اللہ علیہ ایسی ہی شخصیات میں سے ایک تھے، آپ کی رحلت سے بے شمار اہل علم دینی رہنمائی سے محروم ہوئے، نہ جانے کتنے طالبانِ علوم نبوت کے حصہ میں چشمۂ فیاض سے حرمان نصیبہ میں آیا، علماء کیا طلباء کیا، اہل مدارس کیا، اہل دعوت وتبلیغ کیا، اہل خانقاہ وسلوک کیا، اہل قلم واہل تصانیف کیا اہل جہاد واقامت دین کی سعی

کرنے والے کیا، سب کو ہی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے بے حد صدمہ پہنچا، حضرت والا مرحوم ایسے خوش اخلاق وخوش مزاج تھے کہ جو شخص بھی آپ سے ملتا وہ آپ کا ہو جاتا، اور آپ دین کے مختلف شعبوں میں کام کرنے والوں سے محبت فرماتے اور تعلق رکھتے، جس کی بنا پر آپ کی ذات سب کی محبوب تھی، اور سب کا مرجع تھی، زیر نظر ان سطور میں حضرت کی چند خوبیاں سپرد قرطاس کی جاتی ہیں، اگر چہ نہ میں اس لائق کہ حضرت کی خوبیاں اور آپ کے کمالات بیان کروں کہ کوتاہ علم وعقل ہوں، اور نہ میرے قلم میں اتنی قوت کہ آپ مرحوم کی شخصیت کے روشن پہلوؤں پر تفصیلی نظر ڈالوں یہ کام تو اہل علم وقلم کا ہے، اور انہیں کو زیب دیتا ہے، البتہ چند سالہ حضرت کے ساتھ جو بندہ کا محبت وصحبت کا تعلق رہا اس درمیان میں جو اہم صفات سر دست ذہن میں ہیں ان کو تحریر کرتا ہوں۔

دین کے ہر شعبہ کی فکر :

عموماً یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جو شخص دین کے جس شعبہ میں لگا ہوا ہے، وہ اسی کو اصل کام اور امت کی اصل ضرورت سمجھتا ہے، اور دین کے بقیہ دوسرے شعبوں اور کاموں کو غیر ضروری سمجھ کر اہمیت میں نہیں لاتا، مگر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اندر بندہ کی آنکھوں نے یہ چیز نہیں پائی، آپ نے ہر دین کے کام کو اپنا کام سمجھا، اور دین کے کسی بھی شعبہ سے تعلق رکھنے والے شخص سے آپ محبت فرماتے، اور اس کی ہمت افزائی فرماتے، یہی وجہ تھی کہ دین کے ہر میدان میں کام کرنے والا آپ کو اپنا رہبر ورہنما تسلیم کرتا تھا، دین کے ہر میدان میں کام کرنے والے سے آپ کے تعلقات تھے، اور دین کے تمام شعبے زندہ ہوں اس کے آپ داعی تھے، چنانچہ جو شخص دین کے

جس کسی کام میں لگا ہوتا اس کے کام سے مسرور ہوتے ، اور اس کی ہمت افزائی فرماتے ، بلکہ آپ کی صفت حمیدہ تھی کہ جو شخص جس دین کے کام کو کر سکتا تھا اس کو اُس کام میں لگنے کی ترغیب دیتے تھے، اور اس کام کی اہمیت اس کے دل میں بٹھاتے ۔

تدریس و تعلیم :

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تعلیمی فراغت کے بعد ہی سے تدریس سے اپنے کو منسلک رکھا، اور سہارنپور میں جہاں آپ نے اپنی اعلیٰ تعلیم مکمل کی وہیں سے پڑھانے کا آغاز فرمایا، اور یہ سلسلہ آپ کی زندگی کے آخری دنوں تک باقی رہا، سہارنپور، کلکتہ، مرادآباد، قصبہ کٹھور (ضلع میرٹھ)، دہلی، اور پھر دارالعلوم کراچی میں ایک طویل عرصہ تدریسی خدمات انجام دیں، اس کے بعد جب مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو یہاں بھی اپنے گھر کو تعلیم گاہ بنایا اور تشنگانِ علوم نبوت کو اپنے گھر پر ہی علم و دین سے خوب خوب سیراب فرمایا، اس طرح آپ کے ہزارہا شاگرد ہیں جنہوں نے فیض اکتساب کیا، اور حضرت کے علم سے خوب استفادہ کیا، مدینہ منورہ سے آپ کا فیض متعدد ممالک میں پھیلا اس لئے کہ یہاں آپ سے پڑھنے والے متعدد ممالک کے ہوتے تھے، بعض وہ طلبہ جو یہاں کی یونیورسٹی جامعہ اسلامیہ میں زیر تعلیم ہوتے وہ بھی آآ کر آپ سے فقہ وحدیث کی کتابیں پڑھتے ۔

دعوت و تبلیغ : آپ جب مظاہر علوم سہارنپور میں زیر تعلیم تھے اسی وقت سے حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ بانی دعوت و تبلیغ سے تعلق رہا، اور اکثر و بیشتر نظام الدین جاتے اور وہاں قیام کرتے ، جب آپ کا قیام مستقل طور پر دہلی ہو گیا تو پھر مرکز نظام الدین ہی میں آپ نے دعوتی سرگرمیوں میں خوب حصہ لیا، اور خواتین کی جو سب سے

پہلی جماعت نکلی اس میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، اور یہ تبلیغ سے تعلق برابر رہا مدینہ منورہ کے قیام کے زمانہ میں آپ اہل تبلیغ کی رہنمائی فرماتے، اس میں شامل ہونے کی ترغیب دیتے، اگر کوئی اہل تبلیغ پر طعن وتنقید کرتا تو اس کو مطمئن کرتے اور اس کی غلط فہمیاں دور فرماتے، بعض باتیں جو اہل تبلیغ کی قابل گرفت پہنچتیں اُن پر اُن کو متنبہ فرماتے اور پیار شفقت کے ساتھ اُن کو سمجھاتے۔

تزکیہ وسلوک: تزکیہ وسلوک یہ دین کا ایک اہم شعبہ ہے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ زمانہ طالب علمی ہی سے اہل اللہ ومشائخ سے منسلک رہے، جس وقت آپ مظاہر علوم سہارنپور میں زیر تعلیم تھے تو مظاہر میں کبار مشائخ واہل اللہ موجود تھے، جن میں سرِفہرست حضرت شاہ عبداللطیف صاحب رامپوری ناظم مظاہر علوم، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مظاہر علوم، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری خلیفہ اجل حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ، حضرت مولانا مفتی قاری سعید احمد صاحب اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علی الجمیع وغیرہم خاص طور پر قابل ذکر ہیں، یہ سب ہی آپ کے اساتذہ میں سے ہیں، آخر الذکر سے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت وارشاد کا تعلق قائم کیا، اور اپنے شیخ کے تاحیات منظورِ نظر رہے، بڑے بڑے مشائخ سے آپ نے فیض صحبت اٹھایا، اور ان کی خدمت میں حاضری دی، جس کی وجہ سے سب حضرات ہی آپؒ سے محبت فرماتے، چنانچہ پاک وہند کے اکثر مشائخ جب مدینہ منورہ حاضر ہوتے تو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ضرور حاضر ہوتے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تمام مشائخ کا احترام ہوتا، اور سب مشائخ کے متعلقین سے محبت وتعلق فرماتے اور سب کو ہی اپنے بڑے تصور فرماتے، ورنہ بالعموم لوگ اپنے شیخ کی عقیدت ومحبت میں دوسرے مشائخ

اور دوسرے اہل اللہ سے کبیدہ خاطر ہوتے اور ان کے متعلقین سے کٹے رہتے ہیں، مگر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سب کے لئے نقطہ اتحاد تھی۔

تصنیف وتالیف: تصنیف وتالیف کا مشغلہ علمِ دین کی خدمت اور اس کی نشر واشاعت میں نہایت اہمیت کا حامل ہے، ہر زمانہ میں اللہ تعالی نے ایسے افراد پیدا فرمائے ہیں جو زندگی کی راتوں اور دنوں کو تصنیف وتالیف میں لگاتے رہے ہیں، اور اپنے پیچھے عظیم علمی ذخیرہ چھوڑ کر اس دنیا سے جاتے ہیں یہ علمی ذخیرہ جہاں اُن کے لئے صدقہ جاریہ ہوتا ہے وہیں اُمت کے لئے دینی سرمایہ اور علمی چشمہ کی حیثیت رکھتا ہے جس سے خلق خدا سیراب ہوتی رہتی ہے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالی نے ایسا ذوقِ تالیف عطا فرمایا تھا جو زندگی کے آخری لمحات تک مسلسل جاری رہا، آپ سفر میں ہوتے یا حضر میں، ہوائی جہاز میں ہوتے یا ریل وکار میں سب جگہ ہی یہ کام جاری رہتا، حتی کہ حج کے موقع پر منی وعرفات میں بھی اس تالیفی مشغلہ میں انقطاع نہ ہوتا، بندہ کو ایک مرتبہ حضرت ؒ کے ساتھ حج میں رفاقت ومصاحبت میسر ہوئی، تو منی اور عرفات میں بھی یہ تصنیفی عمل جاری رکھا، اور ہم خدام کو حضرت ؒ املا کراتے رہتے تھے، ہمارے ایک دوست ہیں مولانا مفتی احسان صاحب، ان کا بیان ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ جب دار العلوم کراچی کے پچاس سالہ جشن میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے تھے تو ہوائی جہاز میں کئی گھنٹے مسلسل املا کراتے رہے۔

آپ کی اسی لگن اور فکر کا نتیجہ ہے کہ سو سے زائد کتابیں آپ کے قلم سے معرض وجود میں آئیں، اور بے شمار اصلاحی ودینی مضامین ماہناموں اور رسائل میں شائع ہوئے۔

عموماً آپ کی کتابیں مقبولِ خاص وعام ہیں، آپ کی کتابوں کے بہت سی زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں، تفسیر انوار البیان جو نو جلدوں میں ہے اس کے چند سال کے اندر متعدد ایڈیشن نکل کر پھیل چکے ہیں، نیز یہ تفسیر انگریزی، بنگلہ اور فرانسسی میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکی ہے، اس کے علاوہ عربی و اردو میں بہت سی کتابیں ایسی ہیں جو مدارس اسلامیہ اور مراکز دینیہ میں داخلِ درس ہیں۔

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صرف مصنف ہی نہ تھے بلکہ مصنف گر تھے، جس عالم یا طالب علم کو دیکھتے کہ اس میں لکھنے کی صلاحیت ہے اس کو لکھنے پڑھنے پر لگا دیتے، اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ ہند و پاک میں بہت سے اہل علم ہیں جن میں سے بعض کے ہاتھ سے بیسوں کتابیں منصۂ شہود پر آ چکی ہیں، خود راقم سطور ندوۃ العلماء لکھنؤ میں اپنے تعلیمی دور (۸۷۔تا ۱۹۹۳ء) میں کچھ لکھنے لکھانے لگا تھا اور اسی وقت بعض مضامین بعض رسائل تعمیر حیات وغیرہ میں شائع ہوئے تھے، پھر جب ہندوستان سے بسلسلہ تعلیم جامعہ اسلامیہ (مدینہ یونیورسٹی) مدینہ منورہ منتقل ہوا تو یہ لکھنے لکھانے کا سلسلہ یکسر منقطع ہو گیا تھا، اس کے بعد جب حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے قرب و تعلق ہوا تو حضرت ؒ نے مجھے مضامین اور کتابیں لکھنے کی ترغیب دی، الحمد للہ حضرت کی ترغیب وتشویق سے بندہ نے پھر مضامین لکھنے کا دوبارہ سلسلہ شروع کیا، اور آپ ؒ کی حیات ہی میں متعدد مضامین ماہناموں میں شائع ہوئے، اس کے بعد حضرت نے کتابیں لکھنے پر لگایا تو الحمد للہ اب تک دسیوں کتابیں ناچیز کے قلم سے آ چکی ہیں، جن میں سے اکثر عربی سے اردو، اور اردو سے عربی تراجم ہیں اور چند کتابیں ذاتی ہیں، یہ سب ثمرہ ہے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ کی ترغیب وتشویق کا، اللہ تعالیٰ حضرت کو اس کی خوب جزا عطا فرمائے۔ (آمین)

حفاظت دین، اشاعت دین اور اصلاحِ امت کی فکر:

امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلاۃ والسلام) کی دوسری امتوں سے امتیازی شان یہ ہے کہ اسکے علماء سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مثل دعوت واصلاحِ اُمت کے فریضہ کے مکلّف قرار دیئے گئے ہیں، چنانچہ ہر زمانہ میں حضرات علماء کرام نے اپنی اس ذمہ داری کو بحسن وخوبی ادا کیا ہے، اور حفاظت دین کے ساتھ اشاعت دین کی طرف بھی پوری توجہ کی ہے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات میں یہ دونوں پہلو (یعنی حفاظت دین اور اشاعت دین) خوب نمایاں ہیں، چنانچہ ردّ رافضیت وشیعت، ردّ قادیانیت، ردّ رضاخانیت وبریلویت، اور ردّ غیر مقلدیت پر آپ کی جہاں مستقل تصانیف ہیں وہیں ''اقوام عالم کو دعوتِ فکر''، ''حق کی پکار''، ''پیغام حق'' وغیرہ ایسی متعدد تصانیف اور بہت سے دعوتی خطوط ہیں جن سے آپ کے جذبہ اصلاحِ امت حفاظت دین اور اشاعت دین کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، آپؒ کے اصلاحی مضامین کتابی شکل میں آٹھ جلدوں میں چھپ چکے ہیں، یہ سب کچھ آپ کے اصلاحِ امت کی فکر اور حفاظت دین اور اشاعت دین کے جذبہ صادق کے آئینہ دار ہیں۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی کتابوں اور رسائل ومضامین کا بغیر تشہیر اور بغیر کسی ادارہ وتنظیم اور کسی خاص حلقہ کی مساعی وکوشش کے اتنا عام ہونا اور بہت سے ملکوں میں مختلف زبانوں میں پھیل جانا یہ آپؒ کی عند اللہ مقبول ہونے کی واضح علامت ہے۔

زہد وقناعت:

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی یہ صفت ہوتی ہے کہ وہ دنیا سے بے رغبت ہوتے ہیں، دُنیا اُن کے پیروں میں آتی ہے تو وہ اس کو ٹھکرا دیتے ہیں، قناعت وزہد اُن کی طبیعت بن جاتی ہے، جو اللہ تعالیٰ اُن کو عطا فرما دیتے ہیں اسی پر صابر وشاکر

رہتے ہیں، دنیا کی طلب، نیز اس کی کثرت کی چاہت سے دور ہوتے ہیں، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی زہد وقناعت کا آئینہ ہے، حضرت ؒ نے اپنے آبائی مکان بلند شہر (انڈیا) کو چھوڑ کر کراچی میں سکونت اختیار کی تو وہاں دار العلوم کی جانب سے ملے ہوئے مکان میں ایک طویل عرصہ گزارا، وہاں رہتے ہوئے اپنے لئے یا اپنی اولاد کے لئے کسی مکان کی فکر نہ کی، وہاں سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو یہاں آ کر بھی ایک رباط میں ساری زندگی بسر کر دی، یہاں تک کہ وفات ہوئی تو اپنے پیچھے میراث میں نہ کوئی مکان چھوڑا اور نا ہی بینک بیلینس، نہ اولاد کے لئے کوئی پراپرٹی خریدی اور نہ ان کے لئے کوئی مال وزر جمع کیا، ہاں اگر کچھ چھوڑا تو وہ اپنا ذاتی کتب خانہ جو کتب دینیہ سے بھرا ہوا تھا، سچ فرمایا صادق ومصدوق نے کہ ”علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں،، ان کی میراث میں مال وزر نہیں علم وعمل ہی ہوتا ہے، چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جو کچھ وراثت تھی وہ یہی ایک کتب خانہ۔

بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت:

راقم سطور نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت میں یہ بات نمایاں دیکھی کہ آپ صرف اپنے بڑوں ہی کا نہیں بلکہ اپنے ہم عمر اور چھوٹوں کا بھی احترام فرماتے تھے، اپنے شاگردوں اور خادموں کو بھی ادب سے پکارتے اور مخاطب ہوتے تھے، رفتہ رفتہ ہمارے معاشرہ سے بڑوں کی تعظیم وتوقیر کی صفت اٹھتی جارہی ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ جیسے اللہ والوں کے یہاں ہی اب یہ صفت نظر آتی ہے، ورنہ روشن خیال طبقہ تو ان چیزوں کو فرسودہ خیالی تصور کرتا ہے۔

حضرت والا کو اللہ تعالیٰ نے خوش مزاجی کی ایسی خوبی عطا فرمائی تھی کہ ایک نووارد شخص بھی جب حضرت سے ملتا تو اس خوبی سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہتا، حضرت ۷۵ ربرس کی عمر سے متجاوز تھے اور اس عمر میں عموماً مزاج میں چڑ چڑا پن پیدا ہو جاتا ہے، مگر حضرت کے اندر آخر تک خوش مزاجی کی صفت بدرجہ اتم موجود تھی اور ذرا بھی سختی

یا چڑ چڑا پن نہ تھا۔ ﴿ذلك فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء﴾.

تواضع وانکساری: حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے غایت درجہ کی تواضع اور انکساری ودیعت فرمائی تھی، خطوط کا جواب تحریر کراتے تو اکثر وبیشتر یہ تحریر کراتے ”میں اس لائق کہاں کہ آپ میرے بارے میں ایسے اچھے تأثرات رکھیں، یہ آپ کا میرے ساتھ حسن ظن ہے، اللہ تعالیٰ اسی حسن ظن کے بدلے میری مغفرت فرمادے“۔

کبھی بندہ نے ایسا نہیں دیکھا کہ کوئی مہمان آیا ہو اور آپ نے اس سے لیٹے لیٹے یا ٹیک لگائے ہوئے ملاقات کی ہو، خواہ کیسی ہی نقاہت اور کمزوری اور بیماری کی حالت رہی، آنے والے کا خوب تواضع کے ساتھ اکرام فرماتے۔

مرض الوفات میں رمضان کے ابتدائی ایام تھے حضرت تین چار روز ہسپتال میں رہے، بندہ مع اہلیہ عیادت کے لئے حاضر ہوا، افطار کا وقت قریب تھا، حضرت آنکھ بند کئے ہوئے لیٹے تھے، آہٹ محسوس کی تو فرمایا: کون صاحب حاضر ہوئے ہیں؟ بندہ نے اپنا نام بتایا، آپ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گئے، بندہ نے اصرار کے ساتھ درخواست کی کہ حضرت آپ اس بیماری ونقاہت میں بالکل نہ بیٹھیں، آپ لیٹ جائیں آرام فرمائیں، مگر حضرت والا نے باصرار مجھے بٹھایا اور خود بھی بیٹھ کر گفتگو فرماتے رہے، یہ تواضع کا حال ہم جیسے یومیہ حاضر رہنے والے خدام کے ساتھ تھا جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کس قدر تواضع کی صفت آپ کے اندر تھی۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ.

مہمان کا اکرام: مہمان کا اکرام صرف ایک مستحب ومندوب عمل ہی نہیں بلکہ شرعاً مطلوب ہے، اور عقلاً بھی محمود ہے، قدیم زمانہ ہی سے شرفاء اور نیک طبیعت لوگوں کا شیوہ رہا ہے کہ ان کے یہاں مہمان کا اکرام واعزاز کیا جاتا ہے، حضرت کے یہاں بھی اکرامِ ضیف کا بہت خیال رکھا جاتا تھا، اور خاص طور پر حضرت ہمیشہ مہمان

کی راحت کا خیال فرماتے تھے، جس میں مہمان کو سہولت ہوتی اسی کا اختیار دیدیتے، مہمان سے فرماتے: کہ جب تم چاہو ہمارے دسترخوان پر حاضر ہو جاؤ، اپنی فرصت وراحت کو پیش نظر رکھو، ہماری میزبانی ہر وقت حاضر ہے، آسانی سے جو کچھ گھر میں میسر ہوتا یا آسانی سے منگوایا جاسکتا منگوا لیتے اور مہمان کی ضیافت فرماتے، ضیافت میں تکلف بالکل نہ ہوتا، مہمان رخصت ہونے لگتا تو اپنی کوئی کتاب یا پمفلٹ یا کوئی مضمون ہی عنایت فرمادیتے، رمضان اور حج تو مہمانوں کی آمد کا خاص موسم ہوتا تھا، ہر روز ہی ایک خاصی تعداد حضرت کے دسترخوان پر ہوتی تھی، سال کے بقیہ مہینوں میں بھی اکثر وبیشتر مہمانوں کی آمد رہتی، ہر آنے والے مہمان سے آپ کا سلوک ایسا شفیقانہ ہوتا کہ وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا، نیز آپ کی مہمان نوازی اتنی عمومی ہوتی تھی کہ جو شخص بھی آپ سے ملتا آپ اسے کھانے پر مدعو فرماتے، اللہ والوں کے دسترخوان کی لذت وبرکت ایسی ہوتی ہے کہ ہر باشعور اس کا مشاہدہ کرسکتا ہے، ان کے سادہ کھانے میں بھی وہ لذت اور ذائقہ ہوتا جو پر تکلف کھانوں میں نہیں ہوتا، بندہ نے بارہا یہ چیز حضرت کے دسترخوان پر اور دیگر بعض اکابر کے دسترخوان پر محسوس کی، برکت کا حال یہ دیکھا کہ مختصر سا کھانا بہت سے لوگوں کے لئے کافی ہو جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور اعلیٰ علیین میں مقامِ بلند عطا فرمائے (آمین)

حضرت نے بندہ اور اس کے اہل خانہ اور بچوں کو وہ شفقت اور پیار دیا کہ زندگی بھر آپؒ کی شفقتیں یاد رہیں گی، یہ چند سطور اُن پیار وشفقتوں کے سامنے ذرہ بھی نہیں، اللہ تعالیٰ ہی ان کے دیئے ہوئے پیار کا اچھا بدلہ عطا فرمائے، (آمین)

حضرت رحمہ اللہ نے میری اہلیہ ام حسن (جو ایک نومسلمہ ہیں) کو بیٹی بنایا ہوا تھا،

اور بیٹی ہی کے مثل آپ ؒ ان کے ساتھ معاملہ فرماتے تھے، آپ ؒ کی اہلیہ محترمہ دام ظلہا بھی بندہ کے اہل وعیال سے اپنی اولاد کی طرح پیار وشفقت کا معاملہ فرماتی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے سایہ کو عافیت کے ساتھ دراز فرمائے۔ آمین

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے مختلف گوشوں پر اس سوانح حیات میں روشنی ڈالی گئی ہے، جس سے آپؒ کی شخصیت کے کچھ پہلو قارئین کے سامنے آگئے ہیں، ورنہ اصل آپ کا سرمایہ اور آپ کا حقیقی ورثہ تو وہ کتابیں ہیں جو ہر جگہ پھیل چکی ہیں، اور جن سے خلق خدا فیض اٹھا رہی ہے. اللہ تعالیٰ حضرت جیسی فکرِ امت وجذبہ خدمت دین ہمیں بھی عطا فرمادیں فإنہ ولی ذلک والقادر علیہ ہذا وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

راقم السطور: بندہ محمد جاوید اشرف میرٹھی مدنی الندوی.

مدینہ منورہ (علی صاحبہا الف الف صلاۃ وسلام)

وضاحت: یہ مضمون اصلاً حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر دار العلوم کراچی کے ماہنامہ البلاغ کی خصوصی اشاعت بیاد حضرت مفتی محمد عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے لکھا گیا تھا جو اس میں شائع ہوا، اب مزید اضافہ اور کچھ تبدیلی کے ساتھ یادگارِ صالحین میں شامل کیا جا رہا ہے۔

آئندہ سطور میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ سے متعلق بندہ کی اہلیہ کے تأثرات درج ہیں وہ ایک نومسلم خاتون ہیں اور اسلام کی حقانیت سے متأثر ہو کر انھوں نے اسلام قبول کیا تھا، اپنے ماں باپ بہن بھائی سب کو چھوڑ کر اسلام کی آغوش میں آگئیں اور حق قبول کرنے میں کسی کی پرواہ نہ کی، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان پر بحیثیت نومسلم ہونے کے خاص شفقت فرماتے تھے تاکہ ان کو دینِ اسلام پر استقامت حاصل رہے، انھی شفقتوں اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی محبتوں کے کچھ نقوش ہیں جن کو اہلیہ نے ایک مختصر مضمون میں تحریر کرایا ہے۔

مشفق باپ جیسی شفقت والی ہستی

ایک نومسلم خاتون کے تأثرات (ام حسن)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کی آغوش میں آئے ہوئے مجھے ابھی چند سال ہی گزرے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے محض اپنے فضل وکرم سے اپنے حبیب ﷺ کے شہر مبارک مدینہ منورہ پہنچادیا، یہ اس کا بڑا اکرم تھا ورنہ میں اس قابل کہاں تھی کہ اس دیارِ مبارک میں آبستی، فالحمد للہ علی ذلک، یہاں آکر میرے شوہر کا کوئی ایسا رشتہ دار نہ تھا جس کے یہاں آنا جانا اور ملنا ملانا ہوسکے، اس لئے تقریباً کئی مہینہ تک میں اپنے کو اکیلی اکیلی محسوس کرتی رہی، لیکن جلد ہی اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر کرم فرمایا اور ایک روز میں اپنے شوہر کے ساتھ حضرت مفتی محمد عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر چلی گئی، وہاں جاکر حضرت کی اہلیہ امی جان سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، اور تعارف ہوا، حضرت کی اہلیہ کا اللہ تعالیٰ سایہ دراز فرمائے کہ انھوں نے مجھے ممتا جیسی شفقت دی، اور جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ میں ایک نومسلمہ ہوں تو پھر مجھ پر مزید عنایات فرمائیں اور خوب مجھے پیار ملا، اور انھوں نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ: آپ کی ایک اور بیٹی ہے، آج سے شہناز ہماری بیٹی ہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اور آپ کی اہلیہ محترمہ امی جان اور گھر کے تمام ہی لوگوں نے اس پہلی ملاقات کے بعد سے آج دس سال ہونے کو ہیں مجھے بیٹی جیسی شفقت ومحبت دی، جس کا میں شکریہ ادا کرنے کے قابل بھی نہیں بس اللہ تعالیٰ ہی ان کے گھر کے ہر فرد کو جزائے خیر عطا فرمائے، اور اس گھرانے کے ہر فرد کو قبول ومقبول فرمائے۔ آمین

اسلام لانے کے بعد بالعموم جہاں جانا ہوا بڑا عجیب سا محسوس ہوا، نومسلموں کو بہت سے پرانے اور پشتینی مسلمان بڑے تیکھے انداز اور تیکھی نظروں سے دیکھتے ہیں، اور بسا اوقات ان پر ہنستے ہیں، کاش کہ ایسے مسلمان نومسلموں کو گلے سے لگاتے اور ان کے ساتھ پیار وشفقت کا معاملہ فرماتے تو آج نہ جانے کتنے نومسلم اسلام پر باقی رہتے اور کتنے غیر مسلم ان کے اس سلوک کو دیکھ کر اسلام کی آغوش میں آجاتے، مگر دیکھنے میں ایسا آرہا ہے کہ ایسے

نسلی مسلمانوں کا رویہ نومسلموں کے ساتھ اچھائی کا نہیں جس کی وجہ سے اسلام کی اشاعت رکی ہوئی ہے، یہی اسلام جس کے ایسے نسلی مسلمان نام لیوا ہیں مواخات اور اخوت و بھائی چارگی کا درس دیتا ہے، جو شخص اسلام میں داخل ہو گیا اب وہ نسلی مسلمان کا بھائی ہے، ایک بھائی دوسرے بھائی کی محبت کا خواہاں ہوتا ہے، وہ بھائی ہی کیا کہ جس سے دوسرے بھائی کو پیار و شفقت اور محبت نہ ملے، مگر افسوس کہ آج بعض مسلمانوں میں بھائی بھائیوں میں محبتیں نہیں رہیں، جو لوگ اسلام لاتے ہیں وہ جب آ کر مسلمانوں کا حال دیکھتے ہیں تو مزید کشمکش میں مبتلا ہو جاتے ہیں، یہ میرے ہی تأثرات نہیں بلکہ تقریباً ہر نومسلم کے تأثرات ایسے ہی ہیں، میں جب اسلام میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت عطا فرمائی اور شادی سے پہلے جب میں مسلم معاشرہ میں رہی، اور شادی کے بعد جب اپنی سسرال والوں میں آئی تو نہایت حسرت کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ مجھے محبت و شفقت ملنے سے محرومی رہی، بلکہ محبت کجا تنگ دلی، طعنہ و تشنیع اور نہایت برائی کا سلوک دیکھنے سننے کو ملا، میں نے دیکھا کہ بہت سے مسلمانوں میں نومسلموں کو عجیب نظروں سے دیکھا جاتا ہے، اپنے اسلام لانے کے بعد بندی نے اگر نومسلموں سے شفقت و پیار کرنے والا اور ان کو گلے سے لگانے والا دیکھا تو ان میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ، حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری نور اللہ مرقدہ میرے مرشد و شیخ حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی دامت برکاتہم اور ان حضرات کے گھر والے افراد سرِفہرست پائے، حضرت مفتی محمد عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ بندی پر نہایت شفقت کا معاملہ فرماتے، اپنی اہلیہ محترمہ سے فون کرا کر میری خیر خیریت لیا کرتے اور میرے شوہر کے ذریعہ مجھ سے نہایت محبت فرماتے ،ان کی محبت میں ایک شفیق باپ کی چاشنی تھی، ان کا تعلق اخلاص سے لبریز تھا، ان کا پیار للّٰہیت پر مبنی اور صرف للہ فی اللہ تھا، ان کے پیار و محبت کو میں آج تک نہیں بھلا سکی، اور شاید زندگی بھر نہ بھلا سکوں گی، اللہ تعالیٰ ہی ان کو اس محبت کی جزا اپنی شایانِ شان عطا فرمائے آمین، اسی طرح حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ امی جان اور ان کی صاحبزادی

اور دیگر گھر کے افراد مجھ سے آج بھی ویسی ہی محبت کرتے ہیں جیسا کوئی اپنے گھر کے افراد سے کرتا ہے، میں ایک نو مسلم خاتون ہوں جس نے اپنے گھر اور خاندان کو چھوڑا اپنوں کی شفقت سے محرومی ہوئی مجھے اگر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سے یہ پیار اور اپنائیت نہ ملتی تو میری زندگی میں مایوسی اور بہت بڑی محرومی ہوتی۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں بندی نے ایک اہم چیز یہ محسوس کی کہ حضرت کو غیر مسلموں میں اسلام کی اشاعت کا خاص جذبہ تھا، اس کے لئے حضرت نے بہت سے بادشاہوں کو خطوط بھی لکھے، بہت سے علماء کو دعوتِ اسلام کے کام پر ابھارا، متعدد مضامین بھی حضرت کے دعوت اسلام پر ہیں، نیز بعض کتابچے بھی اس سلسلہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ سے معرضِ وجود میں آئے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دعوتِ اسلام سے کتنی دلچسپی تھی اور اس سلسلہ میں وہ کتنے کوشاں تھے اس کا کچھ اندازہ ان خطوط سے ہوسکتا ہے جو حضرت نے میرے مرشد و شیخ داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی مدظلہ العالی کو ارسال فرمائے۔

اخیر میں قارئین سے درخواست ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لئے دعائے مغفرت فرماتے رہا کریں، اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، اور ان کے گھر والوں کو ان کے چھوڑے ہوئے علمی دینی ورثہ کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اخیر میں ہر مسلمان سے یہ التجا ہے کہ اسلام کی جو نعمت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اس کو سارے جہاں کے انسانوں میں، تمام اقوام عالم میں پھیلانے کی اس سنت نبوی کو زندہ کریں جس کے لئے اللہ تعالیٰ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، تاکہ یہ انسانیت ایک مرتبہ پھر اسلام کی آغوش میں آکر چین و سکون اور راحت و آرام کا سانس لے سکے۔

☆☆☆

ایسا کہاں سے لاؤں تجھ سا کہوں جسے

از: محمد ظفر صاحب ملیر کراچی

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہمیشہ ''مدظلہم'' یا ''دامت برکاتہم'' لکھتے اور پڑھتے آئے تھے، آج ''رحمۃ اللہ علیہ'' لکھتے ہوئے قلب رنجیدہ، جگر پاشیدہ، آنکھیں نمدیدہ، اور قلم لرزیدہ ہے، بار بار یہ سوچ غم کو دوچند کررہی ہے کہ ایسے عالم یگانہ، مصنف بے بدل، مفسر جلیل، محدث شہیر، فقیہ بے مثل سے جوامت مسلمہ سے محروم ہوگئی ہے اب اس کا کیا ہوگا؟ حضرت مولانا جیسا عالم جس نے اپنی علمی وقلمی ولسانی خدمات سے امت کا دامن دمکتے ستاروں سے بھر دیا ہو، جو بے شمار علماء ومشائخ کی دعاؤں اور تمناؤں کا ثمرہ ہو، جس کو ریاضت ومجاہدہ کی چکیوں نے پاٹا ہو، جسے عزیمت وتوکل کی بھٹی نے کندن بنایا ہو، جسے فکر وعمل کی تابانیوں اور تقویٰ وطہارت کی ضیا پاشیوں نے تراش کر ''عاشق الٰہی'' بنادیا ہو، جس کا وجود بطور کرامت ہو، جس کی وفات سے چشمہ قوت بن ہوگیا ہو، اب ملت کو کیوں کر نصیب ہوسکتا ہے، وہ جس میں دنیا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محدثیت، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا تفقہ، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کا علم وفضل اوران کی حکمت دکھائی دیتی تھی، اب ہم چراغ لے کر بھی نہیں ڈھونڈ سکتے، وہ ہمیں جاتے ہوئے کہہ گیا ہے قیامت کو ملیں گے۔

وما كان قيس هلكه هلك واحد ولكنه بنيان قوم تهدما

ذیل میں ہم حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ کی چند صفات عالیہ کا ذکر کرتے ہیں:

☆ ....پہلی صفت حضرت مولانا رحمہ اللہ علیہ میں ''توکل،، کی تھی، یہی وجہ ہے کہ جب آپ نے پاکستان سے حجاز مقدس ہجرت فرمائی تو آپ کے پاس سوائے مشکوۃ المصابیح کے کوئی کتاب نہیں تھی، حجاز جانے کے بعد بھی ایک عرصہ تک حضرت اقدس معاشی اعتبار سے بڑی تنگی میں رہے۔

☆ ....دوسری صفت حضرت اقدس کی ''زہد فی الدنیا'' تھی جو بقول حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم: دنیا ان کو چھو کر بھی نہیں گزری تھی، حضرت مفتی صاحب خود فرمایا کرتے تھے: الحمد للہ دنیا میں میرا کوئی گھر نہیں، زندگی میں کبھی اکاؤنٹ کھولنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔

☆ ....تیسری صفت حضرت کی ''اخلاص وللّٰہیت،، تھی، یہ صفت تو اس قدر تھی کہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ سرشت میں داخل ہے، جو کام بھی کیا محض اللہ تعالی کی رضا کے لئے کیا، اسی اخلاص کی برکت ہے کہ حضرت کی اکثر کتب مقبول خاص وعام ہیں، اور انھوں نے کسی کتاب کے حقوق طباعت کو محفوظ نہیں کروایا۔

☆ ....چوتھی صفت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ''ہر لمحہ دین کی نشر واشاعت کی فکر'' تھی حتی کہ وفات سے کچھ دیر قبل جب ہند وپاک کے چند اہل علم زیارت کو آئے تو ان کو اپنی تالیفات وتصنیفات ہدیۃً عنایت فرمائیں اور ان کو تاکید کی کہ وہ ان کو طبع کر کے مسلمانوں میں پھیلائیں، بلکہ بعض حضرات کے مطابق ان سے اس کا وعدہ بھی لیا۔

☆ ....پانچویں صفت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ''ہر وقت عوام کی اصلاح کی

فکر'' تھی اور یہ فکر مستقل ان کے دامن گیر رہتی تھی، چنانچہ اس پر حضرت کی کئی کتب مثلاً ''اصلاحی مواعظ'' ''تبلیغی اصلاحی مضامین''، ''ایک مسلمان کس طرح زندگی گزارے''، ''تحفۂ خواتین'' وغیرہ خود گواہ ہیں، حتی کہ حجاز مقدس میں بھی حضرت مختلف جگہوں پر وعظ وارشاد کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

☆ ....چھٹی صفت حضرت اقدس مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' تھی اس معاملہ میں حضرت اقدس کبھی مداہنت کا شکار نہیں ہوئے، جب بھی کسی کی کوئی غلط بات دیکھتے فوراً ٹوک دیتے۔

☆ ....ساتویں صفت یہ تھی کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سو فیصد ''اکابر کے کفش بردار'' تھے، وہ اکابر علمائے دیوبند رحمۃ اللہ علیہم کا کامل نمونہ اوران کی یادگار تھے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر اکابر کی یاد تازہ ہوجایا کرتی تھی۔

☆ ....آٹھویں صفت حضرت مفتی صاحب کو ''بدعات سے شدید نفرت'' تھی، اسی وجہ سے کسی مبتدع کو سلام میں پہل سے احتراز فرماتے تھے۔

☆ ....نویں صفت یہ کہ حضرت مفتی صاحب ''کامل عاشق مدینہ'' تھے، یہ عشق ہی کا ثمرہ تو ہے کہ جس نے عاشق الٰہی کو عاشق مدینہ بنا کر خاک مدینہ میں سلا دیا۔

☆ ....دسویں صفت ''سنت کی اتباع اوراس کی نشر واشاعت'' کے لئے ہر وقت کوشاں رہنا، اس کا ظہور شب وفات کو بھی ہوا، مولوی محمد جاوید اشرف ندوی جب ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت اقدس نے ان سے مصافحہ فرمایا، اور پچیس منٹ تک ان کا ہاتھ تھامے رکھا، اور باتیں کرتے رہے، سنت طریقہ یہی ہے کہ جب تک مصافحہ کرنے والا ہاتھ نہ کھینچے خود سے اپنا ہاتھ نہیں کھینچنا چاہیئے۔

حضرت مولانا متی محمد عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ اتنی خوبیوں کا مرقع تھے

کہ الفاظ کی تہی دامن، تعبیرات کی فروتنی، اور خامہ وقرطاس کی محدود دنیا ان کے محاسن ومزایا اور محامد ومناقب کا احاطہ تو کجا اجمالی اشارے سے بھی عاجز ہے، اب ہمیشہ نظریں ان کی نظیر ڈھونڈیں گی، اور بصارت ان جیسا صاحب بصیرت تلاش کرے گی، یقین کامل ہے کہ طائر فکر تھک جائے گا اور عاجز رہے گا، وہ انسان جو بیک وقت مفسر ومحدث، فقیہ، مصنف، متکلم، مبلغ، واعظ، ناصح، مرشد، اور بہت کچھ تھا، کاروان آخرت کا ہمرکاب ہوگیا، علم وادب کی وہ شمع جو حجاز مقدس میں مسلمانان برصغیر کی دینی رہنمائی کا ذریعہ تھی بالآخر گل ہوگئی، الحمد اللہ حضرت مفتی صاحب ؒ کے بعد بھی مسند علم وفقاہت قائم رہے گی، مگر بے رونق وبے کیف۔

اب انھیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لیکر

علمی وقلمی دنیا پر حضرت مولانا کے بے شمار احسانات ہیں جہاں انھوں نے عوام الناس کی اصلاح وفلاح کے لئے ''تحفہ خواتین، اکرام المسلمین، فضائل امت محمدیہ، شرعی پردہ، اصلاحی مقالات، تبلیغی اور اصلاحی مضامین، حقوق الوالدین، کسب حلال اور ادائے حقوق، مرنے کے بعد کیا ہوگا، جیسی مقبول عام اور نافع کتابیں لکھیں وہیں خالص علمی انداز کی کتابیں بھی تحریر فرمائیں، جن میں طحاوی کی شرح '' مجانی الأثمار، حواشي تبييض الصحيفة، حواشي الخيرات الحسان، العقائد الغالية، مقدمه بذل المجهود،وضة الأحباب في الأدعية والآداب اور زاد الطالبين ''، جیسی کتابیں شامل ہیں، جہاں آپ نے عوامی وعلمی کتب تحریر فرمائیں وہیں امت مسلمہ کو رہزنوں سے بھی خبردار کیا، جس پر آپ کی تالیفات '' القاديانية ماهي ؟ '' ''شیعہ مذہب دین ودانش کی کسوٹی پر''، شعیت کے خدوخال''، فتنہ انکار حدیث'' ''بریلوی علماء ومشائخ کے لئے لمحہ فکر'' گواہ ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ ان کی زندگی کا لازوال کارنامہ اور شاہکار اور زندگی کی آخری

تالیف تفسیر ''انوارالبیان'' ہے جو نو جلدوں میں مطبوعہ ہے۔

عالم ربانی حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب نوراللہ مرقدہ

خالد اسلام شاہین (جامعہ خیر المدارس ملتان)

بلند شہریؒ کی رفعتوں کو بلند جنت میں جا کے دیکھو
اگر یقیں میں ہو کچھ کمی تو تم ان کی آرام گاہ کو دیکھو

علوم کا تھا جو بحر قلزم فنون کا تھا جو کوہ کے ٹو
قلم کی عظمت کا پاسباں تھا کتابیں اس کی اٹھا کے دیکھو

تمام باطل کے توڑے بیچے قلم کی خارہ شگافیوں سے
سبھی تھے جس پر پریشاں ملحد قلم کے اس بادشاہ کو دیکھو

زمیں پہ تھا تو زمانہ خوش تھا فلک پہ پہنچے تو نوری خوش ہیں
فرشتے باہم یہ کہہ رہے ہیں چلو کہ عاشق خدا کا دیکھو

وہ پاک صورت وہ پاک سیرت ولی کامل عظیم مرشد
لگائے جو جو روحانی پودے تم ان کی نشو نما کو دیکھو

تمہیں تو حضرت ملے ہیں رتبے مگر ہمیں ہمیں تو دیئے ہیں صدمے
ہزاروں روتے بہل جائیں گے ذرا سا پردہ ہٹا کے دیکھو

کہ جلدی پوری ہو میری تفسیر رب سے اکثر یہ مانگتے تھے
کہیں ادھوری یہ رہ نہ جائے! تم ان کی فکر رسا کو دیکھو

خدا کی کیا کچھ نوازشیں ہیں؟ نجانے کتنی عنایتیں ہیں؟
خسیس دنیا پہ مرنے والو! تم اس سے دامن چھڑا کے دیکھو

میں تیرے اوصاف لکھتے لکھتے نہیں ممکن کے پہنچوں تہ تک

ہے کتنا گہرا یہاں سمندر! شاہیںؔ اغوطہ لگا کے دیکھو

بیاد حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

ولی اللہ ولیؔ عظیم آبادی مدینہ منورہ

کس کے غم میں آج ہے سارا ہی عالم بیقرار
کس کی رحلت پہ ہیں آنکھیں آج اتنی اشکبار
ایک جلیل القدر عالم آج رخصت ہوئے
موت عالِم موت عالَم ہے سبھی پر آشکار
اہل خانہ ہی نہیں، ہے ساری دنیا غمزدہ
تعزیت کس کس سے ہو کہ سب کے ہیں سوگوار
حضرت عاشق الٰہی، مفتی دار العلوم
وہ محقق وہ مصنف، تھے یگانہ روزگار
چشم گردوں نے بھی دیکھا آپ جیسا علم دوست
منہمک علمی مشاغل میں جو ہو لیل ونہار
مفتیوں کے رہنما تھے، عالموں کے سرپرست
تھی عجب شان تواضع، تھا عجب چھوٹوں سے پیار
خوش مزاجی اور ظرافت تھی نمایاں طبع میں
باتوں باتوں میں ہی محفل، ہو ہو جاتی کشت زار
آسماں پہ ہیں کھلے، ابواب جنات نعیم
باب ریانی سے داخل ہو رہا ہے روزہ دار
رب کی جانب سے مہاجر کو ملی مانگی مراد

اے ولیؔ ان کو مبارک شاہِ طیبہ کا جوار

اپنے دور کی عظیم الشان دینی وعلمی شخصیت

از/حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایشیا کی عظیم الشان دینی وعلمی درسگاہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے عظیم المرتبت فضلاء اور مخدومنا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی کے مشہور ومعروف تلامذہ میں حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلندشہری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا نامِ نامی بہت ممتاز ونمایاں ہے اور جو اپنی کم وبیش یک صد تالیفات وتصنیفات اور علمی ودینی وملی خدمات کے باعث ان شاء اللہ العزیز تاقیامت روشن اور باقی رہے گا۔

حضرت مرحوم کی عالمانہ وفقیہانہ بصیرت نیز تقویٰ وطہارت سے مالا مال شخصیت اول تو پہلے ہی کچھ کم نہیں تھی لیکن آخر میں مدینہ منورہ جیسے بابرکت شہر میں قیام اور حضرتِ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت وصحبت میں رہ کر روحانی رفعتیں ونسبتیں حاصل کرکے حضرت مولانا کی شخصیت میں جو حسن ونکھار آیا تھا اس نے ان کو اپنے معاصرین واقران میں بہت بلند مرتبہ بنادیا تھا، اور پھر آخری سالوں میں تو ان کی فقیہانہ شخصیت حرمین شریفین میں فقہ حنفی کا روشن منارہ بن گئی تھی، اور ان کے بیان کردہ مسائل وفتاویٰ ہزاروں ہزار لوگوں کی طاعت وعبادت کی صحت ودرستی کا ذریعہ بن گئے تھے۔

بندہ کو مدینہ منورہ کے قیامِ رمضان ۱۴۲۹ھ ہجری میں ان کے فرزند ارجمند

مولانا عبدالرحمٰن الکوثر مدنی زید علمہ ورشدہ (جو بلا شبہ الولد سِرٌّ لأبیہ کے مصداق ہیں) سے یہ معلوم ہو کر بے حد مسرت ہوئی کہ انہوں نے ہم سب کے مخدوم اور اپنے والد ماجد کے سوانح وحالاتِ زندگی ''یادگارِ صالحین'' کے نام سے مرتب کیئے ہے، اگر چہ حضرتِ مرحوم پر اس سے قبل بھی کافی کچھ لکھا جاچکا ہے اور خود بندہ نے بھی اپنی ایک تالیف علماء مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات میں آپ کا تفصیلی تعارف کرایا ہے، مگر یہ کتاب ''یادگارِ صالحین'' مفصل بھی ہے اور جامع بھی، اور صاحب البیت ادریٰ بما فیہ کے مطابق آپ کی حیات کے ان اہم پہلوؤں اور گوشوں پر بھی بھرپور روشنی ڈالتی ہے جو یقیناً اب تک مخفی تھے۔

بندہ دل سے دعا کرتا ہے اللہ جل شانہ عمّ نوالہ اس کتاب کو قبول فرمائے مؤثر ونافع فرمائے، پڑھنے والوں کے لئے علمی ودینی ذوق وحلاوت پیدا ہونے کا ذریعہ فرمائے، اور اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کے لئے کتاب کو راہ نما ورہبر بنائے .... آمین برحمتك یا ارحم الراحمین، وصلی اللّٰہ تبارك وتعالی علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ۔

سید محمد شاہد غفرلہ سہارنپوری

نزیل مدینہ منورہ

۲۷ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ ہجری

محدث عصر وفقیہ زمانہ

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب کی یادیں

از قلم/ مولانا مفتی عبداللہ فصیح الدین المظاہری

الحمد للّٰہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللّٰہ

میرے والد صاحب نے مجھے اور میرے بھائی عبدالرحمٰن کو مدینہ طیبہ میں حضرت اقدس میرے محسن ومربی حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ واسعہ کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کرنے کے لئے جدہ سے مدینہ منورہ منتقل کیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدسؒ کو میرے اور میرے بھائی کے علم حاصل کرنے کا سبب اور ذریعہ بنایا حضرت اقدسؒ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جو کوئی علم حاصل کرنے کے لئے آتا ہے اس کے تحمل اور برداشت کا امتحان لیتے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس امتحان میں مجھے کامیاب فرمایا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے درس مشکوۃ کی روحانیت

حضرت رحمۃ اللہ کا درس مشکوۃ شریف بہت ہی روحانیت والا ہوتا تھا جی چاہتا تھا کہ حضرت پڑھاتے ہی رہیں ختم نہ کریں، حضرت نے مجھے دورہ حدیث شریف کے لئے مدرسہ مظاہر علوم روانہ فرمایا بہت شفقت بھرے خط کے ساتھ وہاں کے منتظمین کے نام لکھ کر بھیجا، وہاں کے حضرات نے حضرت والا کا خط دیکھ کر فوراً داخل فرمالیا، دورۂ حدیث شریف پڑھنے کے بعد حضرت اقدسؒ سے احقر نے حدیث شریف کی اجازت طلب کی اس پر حضرت نے انکار فرمادیا اور فرمایا کہ ابھی نہیں جب تم مظاہر العلوم سے افتاء کر کے آؤ گے تو پھر دونگا، افتاء کے بعد پھر احقر نے حضرت سے حدیث شریف کی اجازت طلب کی تو حضرت نے بہت پیارے القاب کے ساتھ مجھے اجازت مرحمت فرمائی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تبلیغی جماعت پر بیان فرمانا

حضرت اقدس کی خدمت میں زیارت کے لئے تبلیغی جماعتوں کو لے جایا کرتا تھا اس پر حضرت بہت خوش ہوا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ تبلیغی حضرات کو ایک جگہ جمع کروایا اور حضرت اقدسؒ کو بیان کے لئے وہاں لے گیا جب حضرت بیان سے فارغ ہو کر چلنے لگے تو حضرت فرمانے لگے کہ تم نے باپ کو تو پٹا لیا آیا اب بیٹوں کو بھی پٹا کر لے آؤ۔

رسول اکرم کی طرف سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دعوتِ ولیمہ دینے کا اشارہ

حضرت اقدسؒ احقر کی دعوت ہمیشہ فوراً قبول فرما لیتے تھے، ایک مرتبہ میرے بھائی مولوی عبدالرحمٰن سلمہ کا ولیمہ بہت مختصر ہوا جس میں حضرت کو بھی دعوت دینا بھول گئے جس پر میری ہمشیرہ کو حضور پاک کی زیارت ہوئی اس میں اشارہ ہوا کہ حضرت اقدسؒ کو ولیمہ کی دعوت دی جائے اس پر ہم نے دوبارہ ولیمہ کیا اور حضرتؒ کو دعوت دی۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا کوثر صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مولاناؒ انتقال کے بعد احقر کے گھر تشریف لائے سیڑھیاں چڑھکر اور طعام تناول فرمایا پھر جب اتر کر جانے لگے تو نیچے مولانا کوثر صاحب ملے تو پھر دوبارہ حضرت والاؒ مولانا کوثر صاحب کا ہاتھ پکڑ کر دوبارہ سیڑھیاں چڑھکر احقر کے گھر تشریف لائے اور ان کو بھی کھانے میں شریک کیا۔

کھانے کے بارے میں ایک اہم تربیت

حضرت رحمۃ اللہ علیہ احقر کی تربیت بھی فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ حضرتؒ کے

دستر خوان پر احقر موجود تھا پائے کا لذیذ سالن پکا ہوا تھا احقر نے ایک پایہ لیا پھر جب دوسرا پایہ لینے کا ارادہ کیا تو حضرت نے فرمایا: فلیأکل بالمعروف: اس پر احقر فورا ہاتھ روک لیا، اور زندگی بھر کے لئے یہ حضرت کا جملہ نصیحت بن گیا کہ جب دوسروں کے پاس مہمان بنتا ہوں تو حضرت کی نصیحت یاد آجاتی تھی۔

دلائل حنفیہ جمع کرنے کا ارشاد

احقر نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر حضرت کے پاس رہ کر کتاب الایمان اور کتاب الاذان لکھی جس میں احناف کے دلائل حضرت نے لکھوائے تھے اور حضرت کی تمنا تھی کہ ایک ایسی کتاب لکھی جائے جس میں احناف کے دلائل ہوں اور دیگر ائمہ جو اس مسئلے میں احناف کے موافق ہوں انکے بھی اقوال انہی کی کتابوں کے حوالے سے اس میں درج کئے جائیں۔ چنانچہ حضرت کے اسی ایماء پر احقر نے ایک کتاب لکھنی شروع کی ہے جس کا نام صفة صلاة النبی ﷺ کأنك تراه رکھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو قبول فرمائے اور اس کا فیض عام فرمائے۔ آمین۔

حضرت اقدس کی ملاقات کے لئے احقر جب بھی جاتا تو حضرت بہت خوش ہوتے اور تاخیر پر شکوہ فرماتے۔

حضرت کا مسجد نبوی شریف جاتے ہوئے گاڑی میں قرآن پاک سنانا

حضرت سے احقر کی ملاقات عشاء کی اذان سے تھوڑی دیر قبل احقر حضرت کے گھر حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا مولانا تھوڑا سا وقت لے کر آئے ہوتا کہ یہ کہہ دو کہ میں نے ملاقات کرلی لمبا وقت لے کر آتے۔ پھر حضرت کے ساتھ حرم شریف عشاء کی نماز کے لئے گیا راستہ میں حضرت نے احقر سے فرمایا کہ قرآن شریف سنو اور سورۂ حج کی

جوحج سے متعلق آیات ہیں وہ آیات سناتے رہے یہاں تک کہ حرم شریف آ گیا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے دن احقر کا عجیب خواب

جس روز حضرت کا وصال ہوا تو احقر نے اسی صبح میں ظہر سے پہلے ایک خواب دیکھا کہ ایک علاقہ کے امیر ہیں جو اپنا علاقہ چھوڑ کر جا رہے ہیں اور وہ بلند شہر کے ہیں۔ واقعی ایسا ہی ہوا کہ حضرت مدینہ منورہ میں اہل علم کے لئے بحیثیت امیر کے تھے۔

اہل علم ان سے اپنی تشنگی دور کرتے تھے اور مدینہ منورہ میں خصوصا اور پورے سعودی عرب میں عموماً حنفی حضرات مسائل معلوم کیا کرتے تھے اور حضرت کے علوم معارف سے مستفید ہوا کرتے تھے۔ وہ حضرت کی امارت سے محروم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ شانہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کروڑوں درجے بلند فرمائے آمین۔

یہ چند باتیں یادداشت کی لکھ دی ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اللہ پاک ہمیں اپنے شیخ کے ساتھ فردوس اعلیٰ میں اپنے فضل وکرم سے جمع فرما دیں۔

انہ ولی ذلک والقادر علیہ

املا (عبداللہ فصیح الدین)

بقلم حافظ محمد احمد عبدالرحمٰن جامی (برمی)

مدینہ منورہ ۲۴ رجب ۱۴۳۰ھ

کمپوزر سید افتخار صاحب نقشبندی مجددی

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی رحمہ اللہ تعالیٰ

از: جناب اسلم پھٹہ صاحب ینبع (سعودی عرب)

ہمارے حضرت مفتی محمد عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ عصر حاضر کے چیدہ چیدہ علماء میں سے تھے، اور علماء و عامۃ الناس میں یکساں مقبول تھے، آپ عرصہ دراز سے مدینۃ النبی (علی صاحبہا الف الف صلاۃ وسلام) کو اپنا مسکن بنائے ہوئے تھے، آپؒ مدینہ الرسول (علی صاحبہا الصلاۃ والسلام) سے بے حد محبت فرماتے تھے، اور وہاں سے سفر کرنا پسند نہیں فرماتے تھے، آپ جنت البقیع میں مدفون ہوئے، جس کی آپ کو دلی تمنا تھی۔

اللہ پاک نے بندہ اور بندہ کے بعض ساتھیوں کو ان کی بابرکت مجالس میں بیٹھنے کے متعدد مواقع فراہم فرمائے، جو ہمارے لئے آخرت کا سرمایہ ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں، آپ کی مجالس قرآن کریم و احادیث مبارکہ کی توضیح وتشریح اور وعظ و پند پر مشتمل ہوتی تھیں، مفتی ہونے کے ناطے مسائل پر کامل عبور تھا، پھر بھی جہاں کہیں یاد نہ ہوتا تو دوسری بار پوچھ لینے کا حکم فرماتے، حضرت اقدس سے بندہ اور بندہ کے ساتھیوں کا تعلق کوئی بارہ سال پر محیط تھا، کئی سال تک ہر ماہ اکثر اوقات مدینۃ المنورۃ سے ان کو ینبع لے کر آتے، وہ یہاں وعظ فرماتے اور پھر ان کو واپس مدینہ منورہ چھوڑنے جاتے، عمر کے ان ایام میں جب کہ بیماری کا بھی دور دورہ رہا، آپ دین کے کاموں میں ہمیشہ مستقل مزاج رہے، کبھی بیماری کو راہ میں رکاوٹ نہ بننے دیتے، دورانِ سفر بھی خود کو ہمیشہ مصروف رکھتے، ذکر اللہ اور قرآن پاک کی تلاوت میں رطب اللسان رہتے، کبھی کبھی ساتھ چلنے والے کے حالات واحوال بھی پوچھا کرتے،

اور کوئی سوالات ہوتے تو جوابات دیتے، بندہ سفر وحضر میں جب ساتھ ہوتا تو موقع کی نزاکت سے حضرت سے خصوصی دعاؤں کے لئے عرض کرتا، جو کہ فوراً آپ کرتے اور انمیں سے کئی دعائیں قبول ہوئیں.

حضرت سے بندہ کو دلی محبت تھی، یہی وجہ ہے کہ ان کی وفات کے اتنے دنوں بعد بھی ان کا خیال شدت سے رہتا ہے، ان کی کتابوں کا نہ صرف مطالعہ اپنا معمول ہے بلکہ ان کتابوں کو درس میں ساتھیوں کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے، حضرت کی جدائی سے دل رنجیدہ وغمگین ہے، اللہ تعالی حضرت کو جنت الفردوس میں بلند درجات عطا فرمائے آمین.

آپ کی طبیعت انتہائی سادہ تھی، سادہ لباس کو ترجیح دیتے، کبھی کوئی رنگین لباس پہنے ہوئے نہیں دیکھا، آپ رہن سہن میں بھی سادگی کو اختیار کئے ہوئے تھے، خوراک میں بھی نقص نکالتے نہیں دیکھا، جو حاضر کیا وہی کھایا، بلکہ رغبت سے کھاتے، آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ حسین سنتوں کے امتزاج کا مرقع تھا، اوراسی پر دوسروں کو لگنے کی تلقین کرتے، سنت کے خلاف کچھ دیکھتے تو ضرور تنبیہ فرماتے، خاص کر اہل محبت کو تو ضرور یاددہانی کراتے، ظاہر اعمال خاص کر وضع قطع اور لباس اگر غیر شرعی ہوتے تو سرزنش کرتے، داڑھی کے نہ ہونے یا غیر شرعی ہونے پر ڈانٹ بھی پلاتے، آپ کا ایک مشہور جملہ آپ کی کتابوں میں ملتا ہے فرماتے ہیں (امت رسول اللہ کی اور شکل وصورت عدو اللہ کی) اس سے ان کو مسلمانوں کی ظاہری حالت کی بھی فکر کا اندازہ ہوتا ہے، خود بندہ کو کئی بار سرزنش فرمائی، جس سے بندہ کے اعمال میں نکھار آیا، اہل اللہ کی شان یہی ہے، کہ ان کے سادہ الفاظ میں بے حد تاثیر ہوتی ہے، کہ وہ الفاظ تیر بہدف ہوتے ہیں اوران سے مسلمانوں کی زندگیوں میں بہتر تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔

ایک بار میں اپنے ایک عزیز کو آپ کے پاس لے کر گیا، تعارف کرایا، اچھے طریقہ سے حال معلوم کیا، اگلی بار وہ اکیلے ہی حرم شریف میں بمع اپنے دو چھوٹے بچوں کے حضرت رحمہ اللہ سے ملے، آپ نے بچوں کے لباس پر یوں اعتراض فرمایا کہ اس عمر سے ہی بچوں کو غیروں کے لباس پہناتے ہو، کل کو کیسے مسلمان ہوں گے، اس نے کچھ صفائی پیش کی تو فرمایا کچھ نہیں بس غیروں کی وضع قطع پسند کرتے ہو، پھر اسنے دعاؤں کے لئے کہا تو فرمایا کہ میں دعا کروں اور تم کچھ نہ کرنا.

میرے عزیز نے مجھے یہ بات جب بتائی تو میں مسکرا پڑا اور کہا کہ اب تمہارا کام بننا شروع ہوگا، ان کے اصرار پر میں نے بتایا کہ اہل اللہ عام طور پر کسی کو ڈانٹ ڈپٹ نہیں کرتے لیکن اگر کریں تو ان کے لئے دعائیں خوب کرتے ہیں جس سے ان کے دلوں کی حالت بدلنے لگ جاتی ہے، اور واقعتاً ہوا بھی ایسے ہی جوں جوں ان کی تنبیہ کی جاتی وہ بار بار جاتے پھر بندہ نے دیکھا کہ ان کے چہرہ پر سنت مبارکہ کا سبزہ لہلہانے لگا اور داڑھی شرعی ہوگئی، ایسے اور بھی تجربات بندہ کو یاد ہیں، ان بزرگوں کی شان ہی ایسی ہے، درحقیقت وہ اپنے اوقات عین سنت رسول کے مطابق گذارتے ہیں، دن رات اپنے رب کے کاموں میں لگے رہتے ہیں، جسکی وجہ سے ان کو انوار گھیرے رہتے ہیں، ان پر رحمتوں کا نزول رہتا ہے، ان کی محفلوں میں ایک گھڑی ایسی بھی آتی ہے اہل مجلس کی زندگیوں میں خوشگوار انقلاب آجاتا ہے، زندگی آخرت کی کامیابی کی طرف چل نکلتی ہے، اور یہی گھڑی مبارک انقلاب کی چابی ہوتی ہے۔

اہل اللہ کی مجالس وصحبت کا انکار اہل محبت نہیں کرسکتے، سبھی جانتے ہیں کہ نیکوں کی صحبت کیا تاثیر رکھتی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین صحبت بابرکت سے صحابہ

کہلائے اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا پروانہ بھی مل گیا، اللہ تعالیٰ ہم جیسوں سے بھی راضی ہو جائیں. آمین

غالباً ۱۴۱۹ھ بندہ نے حضرت رحمہ اللہ کی معیت میں حج کیا، بندہ دورانِ حج حضرت کے ساتھ ہی لگا رہا، تاکہ آپ کی خدمت کے ساتھ ساتھ بندہ حج کی تکمیل ان کو دیکھ دیکھ کر کرے، دورانِ حج کئی باتوں کو اچھی طرح نوٹ کیا، مثلاً آپ وضو میں نہایت احتیاط اور اہتمام فرماتے، آپ سوائے چند گھنٹے سونے کے خوب مصروف رہتے، لوگوں کا جھمگھٹا لگا رہتا، آپ مسائل بتاتے رہتے، تصنیف وتالیف میں لگے رہتے، بندہ بھی مسائل لکھتا رہتا، دورانِ رمی بندہ حضرت کی وہیل چیئر کو دھکا لگا رہا تھا، لوگوں کے ازدحام کی وجہ سے خاصی زحمت ہوئی، حتی کہ حضرت کے پاؤں سے چپل بھی نکل گئی، سانس درست ہونے کے بعد بندہ نے عرض کیا کہ ہر سال ازدحام کی وجہ سے لوگوں کی اموات واقع ہوتی ہیں، کیا ان حالات کے پیشِ نظر کوئی فتویٰ نہیں دیا جاسکتا، آپ نے فرمایا کیا فتاویٰ ہمارے گھر کے ہیں جو ہم دیتے پھریں، ہم صرف بتانے والے ہیں، آپ کو غصہ میں دیکھ کر بندہ نے خاموشی اختیار کی۔

آپ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے، آپ نہ صرف خود دین پر عمل کرتے بلکہ اپنے چاہنے والوں کو خوب ترغیب دیتے، ہر لمحہ دین کے کاموں میں خود کو مصروف رکھتے، درحقیقت علماء ہی وہ ہستیاں ہیں جو دینِ مبین کے حقیقی وارث ہیں اور صحیح معنوں میں اس پر عمل بھی کرتے ہیں، ان کو حق کے معاملہ میں کسی طعن کی پرواہ نہیں ہوتی، ان کو نہ کوئی لالچ ہوتا ہے اور نا ہی وہ کسی سے خائف ہوتے ہیں، ان کا اجر وثواب ان کے رب کے ہاں ثابت ہے۔

حضرت بھی اپنے چاہنے والوں سے خوب محبت کا برتاؤ کرتے، ایک مرتبہ بندہ نے چند نظمیں پیش کیں، جن میں سے داڑھی کے موضوع پر آپ نے پسند کی اور جب دوسری بار آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے ایک رسالہ ''احسان وسلوک،، کے نام سے دیا، جس میں بندہ کی نظم آپ نے اپنے اسی موضوع پر ایک مضمون کے ساتھ شائع کرادی، جس کو دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی، پھر آپ نے اس نظم کو اپنی دو دوسری کتابوں میں بھی شامل فرمایا، اس طرح بندہ کے چند الفاظ بھی مقبول عام ہوئے، یہ ان کی محبت کا مظہر ہے، یہ ہمارے حضرت کا فیض تھا ورنہ کہاں میں اور میری نظم، اس نظم کی خوب پذیرائی ہوئی اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ اسے لوگوں کے لئے نافع بنائیں اور میزان حسنات میں اضافہ کا ذریعہ بنائیں. آمین

بزرگوں میں عجیب تاثیر ہوتی ہے ان کے الفاظ تو الفاظ ان کی نظروں میں بھی اثر ہوتا ہے، جن کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں تبدیلی آجاتی ہے،، دین کے بارے میں ان کی ناراضگی بھی کامیابی کی چابی ہوتی ہے، اہل اللہ اپنے رب کے کاموں میں ہر گھڑی خود کو مصروف رکھتے ہیں، ان پر اللہ تعالی کے ہاں سے رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، ان کی بابرکت مجالس میں جو لوگ آتے ہیں، ان پر بھی ان رحمتوں کا اثر ہوتا ہے ان کی مجالس انوار سے گھری رہتی ہیں، انکی مجالس میں ایک گھڑی ایسی بھی آتی ہے کہ اخلاص کے ساتھ بیٹھنے والوں کی زندگیوں کی کایا پلٹ جاتی ہے، اس لئے اہل اللہ کی مجالس کو لازمی کہا جاتا ہے۔

بے شمار واقعات ہیں جو ان کی محبت کے یاد آتے ہیں تو دل بھر آتا ہے، آخری خدمت :کوئی چھ ماہ پہلے آپ (جناب انجینئر قادر اللہ) صدیقی یصاحب کے ہاں تشریف

لائے ، بندہ کو بھی فون کرا کر بلوایا، آپ نے وعظ بھی فرمایا، پھر کہا اسلم بھائی ہمیں بدرتک چھوڑ کر آ ؤ، بندہ نے فوراً ہاں کہہ دی، رات کے تقریباً ۱۱/ بجے آپ کو مع اہل وعیال کے گاڑی میں بٹھایا اور بدر چھوڑ دیا، وہاں سے آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے ، راستے میں جب بھی ذکر وقرآن کی تلاوت سے فراغت پاتے میرے بچوں کے بارے میں بھی دریافت فرماتے ، خاص کر فہد کے بارے میں اکثر پوچھا کرتے ، یہی میری ان کے لئے آخری خدمت تھی ،اللہ تعالی قبول فرمائیں،اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنادیں، آمین.

اہل اللہ سے محبت اللہ اوراس کے رسول سے محبت کی دلیل ہے، یہی محبت ہے جس کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ ایسے لوگوں کو عرش کے سایہ میں جگہ ملے گی ،ان شاء اللہ، آج ہم میں گو وہ موجود نہیں ہیں مگران کے علوم کتابوں کی شکل میں دنیا اور ہمارے درمیان موجود ہیں، جن کی وجہ سے ان کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے۔

ہمارے درمیان جو اہل اللہ ہیں ان کی بے حد قدر کرنا چاہیئے ،ان کی مجالس کو بابرکت جانتے ہوئے ان میں شریک ہوتے رہنا چاہیئے ، ان نور کے مناروں سے فیض کی جو روشنیاں پھوٹتی ہیں،ان سے اپنے قلوب کو مستفید کرتے رہنا چاہیئے ، اہل اللہ کی مجالس میں رب تعالی کی رحمتوں کا نزول ہوتا وہ اس لئے کہ بزرگانِ دین اپنے رب کی اطاعت وفرماں برداری و اشاعتِ دین میں لگے رہتے ہیں، اس لئے اللہ کے دوستوں کے اوپر اللہ پاک اپنی رحمتیں نازل کرتے رہتے ہیں،اس لئے ایسی محفلوں میں ضرور شریک ہونا چاہیئے ،تاکہ رحمتوں کا کچھ حصہ ہمارے قلوب پر بھی پڑتا رہے،

ذرا سوچیں اللہ والے اتنے مطمئن کیوں رہتے ہیں، ان کو کوئی پریشانی زیرِ بار نہیں کرپاتی ،اوا اپنے مقاصد میں کامیاب رہتے ہیں،اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے ساتھ ہوتی ہے،جس کی وجہ سے وہ بلا خوف وخطر حق کو واضح کرتے ہیں۔

ان کی گلستان محافل سے فیضیاب ہونے کی سعی کرنا چاہیئے ،علماءِ حق کے ساتھ لبستگی اور وابستگی رکھنی چاہیئے ،ان کی وجہ سے اعمال واذکار میں سہولت ہوجاتی ہے، اخلاق ذمیمہ کا ازالہ ہوتا ہے،اخلاق حمیدہ پیدا ہوتے ہیں،موت یاد رہنے لگتی ہے، دنیا سے بے رغبتی ہونےلگتی ہے، دل نرم پڑ جاتے ہیں،اوراچھے اعمال قبول کرنے کی ان میں صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے، گناہوں سے نفرت ہوجاتی ہے، اللہ اور رسول اللہ سے محبت ہوجاتی ہے،اعتقاد اور اعمال میں پختگی آجاتی ہے،شوق وطن آخرت پیدا ہوجاتا ہے، یہ سب حاصل ہوگیا تو کام بن گیا، یہی کامیابی ہے، یہی سلوک ہے، یہی نسبت کا راسخ ہونا ہے، یہی سب اللہ پاک کی رضا کا ذریعہ ہیں، آخر میں دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بندہ کو اور بندہ کے ساتھیوں کو جنت میں ان بزرگانِ دین کا ساتھ نصیب فرمائے آمین.

ناکارہ۔ محمد اسلم بھٹہ۔ینبع الصناعیہ

☆☆☆

حضرت مفتی محمد عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی اولاد سے متعلق کچھ باتیں

از: مولانا محمد زبیر یونس میمن مدینہ منورہ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمارے والد محترم الحاج محمد یونس میمن صاحب نے ہمیں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں فتاویٰ نویسی سیکھنے کے لئے بھیجا یہ ہماری خوش نصیبی اور سعادت مندی ہے کہ ایسی عظیم شخصیت سے ہمیں استفادہ کرنے اور ان کی زیر تربیت کچھ وقت گزارنے کا زریں موقع ملا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے لئے اوقات مقرر فرمائے ہوئے تھے کہ اتنا وقت سونا ہے اور بقیہ وقت کتب فقہ کا مطالعہ کرنا ہے، اور کہیں جانا ہوتا تھا تو پیدل چلنے کے لئے حکم فرماتے تھے، یہ علم کے راستہ میں جو کہ سبیل اللہ ہے مجاہدہ کرانے کا ایک طریقہ تھا، اللہ تعالیٰ شانہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ کی قبر کو جنت کا باغ بنائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات وصفات سے متعلق ماشاء اللہ اہل علم کی متعدد تحریریں اس کتاب میں آ گئیں ہیں، اس لئے بندہ مناسب سمجھتا ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے بارے میں کچھ ضروری معلومات تحریر کر دی جائیں۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اولاد کی دینی فکر فرمائی، اور اس طرف اپنی توجہ مرکوز رکھی کہ اولاد نہ صرف یہ کہ دینی مزاج رکھنے والی ہو بلکہ دینی کاموں سے

انشغال رکھنے والی ہو، چنانچہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سعی وکاوشوں سے حضرت کے تینوں بیٹے یعنی مولانا مفتی عبدالرحمٰن کوثر صاحب اور مولانا عبداللہ برنی صاحب ومولانا محمد مدنی صاحب ماشاءاللہ حافظ قرآن کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔

مفتی عبدالرحمٰن کوثر صاحب کا بیان ہے کہ ان کی ہمشیرہ سلمہا اللہ تعالیٰ نے بھی حضرت سے گھر پر دینیات کی خاصی تعلیم حاصل کی، اور تجوید کے ساتھ پورا قرآن مجید پڑھا، مولانا نے مزید فرمایا کہ: ان کی ہمشیرہ کی شادی کے سلسلہ میں متعدد رشتہ آئے مگر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان رشتوں میں حافظ قرآن کو ترجیح دی، اور شرعی پردہ کی قید لگائی ورنہ بالعموم دیندار گھرانوں میں بھی شرعی پردہ کا اہتمام نہیں ہوتا، حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنے تینوں مذکورہ صاحبزادوں کو حفظ قرآن کریم کے بعد دینی تعلیم کے حصول پر لگا دیا، خود بھی پڑھایا اور بعض دیگر اہل علم سے بھی پڑھوایا۔

مفتی عبدالرحمٰن کوثر صاحب کا بیان ہے کہ ہندوپاک سے جو علمی شخصیات حج یا عمرہ پر تشریف لاتیں تو والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیں اُن سے استفادہ کے لئے مکلّف فرماتے اس طرح تینوں بھائیوں نے موقوف علیہ تک کی تعلیم حاصل کی اور پھر عزیزی مولوی عبداللہ وعزیزی مولوی محمد مدنی نے دارالعلوم کراچی سے دورۂ حدیث شریف پڑھا، جبکہ بندہ نے جامعۃ العلوم الإسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے دورۂ حدیث مکمل کیا، اوراس کے بعد سندھ یونیورسٹی سے علماء دیوبند اوران کی خدمات حدیث کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی۔

مولانا عبدالرحمٰن کوثر صاحب نے اپنے پی ایچ ڈی کے داخلہ کے سلسلہ میں مزید فرمایا کہ حضرت والد صاحبؒ کے خاص دوست حضرت حافظ عبدالقدیر

مدظلہم العالی (مالک مکتبہ اصلاح وتبلیغ ٹاور مارکیٹ حیدر آباد سندھ مقیم ہیرا باد نزد جامع مسجد آزاد میدان) نے کوشش فرمائی اور حضرت ڈاکٹر ابوالفتح محمد صغیر الدین رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ سندھ یونیورسٹی میں شعبہ اسلامیات کے چیرمین تھے اور بہت دیندار شخصیت کے مالک تھے) سے رابطہ کر کے سندھ یونیورسٹی میں داخلہ کی کارروائیاں مکمل کیں، اللہ تعالی ان دونوں حضرات کو اپنے شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائے اور حافظ عبدالقدیر صاحب کے صاحبزادگان نے بھی جو اس سلسلہ میں تعاون کیا جن میں اُن کے بڑے صاحبزادہ پیش پیش رہے کو بھی اللہ تعالی بھرپور جزائے خیر عطا فرمائے (آمین)

ماشاء اللہ حضرت کے تینوں صاحبزادے دینی کاموں سے منسلک ہیں ،مولانا مفتی عبدالرحمٰن کوثر صاحب جامعہ طیبہ (یونیورسٹی) میں تا وقت تحریر ایک طویل عرصہ سے اسلامیات کے شعبہ میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، اور مزید یہ کہ مسجد نبوی شریف میں بھی ان کا تدریسی سلسلہ جاری ہے، حفاظ کرام قرآن پاک سنا کر اور اپنی تجوید درست کر کے سند حفص وشعبہ حاصل کرتے ہیں، ان طلباء میں ایک تعداد ملیشیا کے طلبہ کی بھی ہے جو جامعہ اسلامیہ (مدینہ یونیورسٹی) میں تعلیم کے لئے آتے ہیں، **ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء** اللہ تعالی محض اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائے ، اور اس سلسلہ کو تا دمِ آخر تک جاری ساری رکھے۔ إنه ولي ذلك والقادر عليه ۔

اس کے علاوہ مولانا کے تینوں بیٹے بفضل خدا اپنے والد صاحب سے ملے ہوئے تالیف وتصنیف کے مشغلہ میں لگے ہوئے ہیں، مفتی عبدالرحمٰن کوثر صاحب قلم سے

ماشاء اللہ تقریباً ۲۰ کتابیں عربی واردو میں آچکی ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، اور مزید توفیق عطا فرمائے آمین۔

اسی طرح مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درمیانہ صاحبزادہ مولانا عبداللہ برنی صاحب بھی ماشاء اللہ تدریس وتالیف کے عظیم مشغلہ سے وابستہ ہوکر علم دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں، اوران کے قلم سے ماشاء اللہ عربی واردو میں متعدد کتابیں شائع ہوچکی ہیں، اسی طرح حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے صاحبزادہ مولانا محمد مدنی بھی مطابع رشید میں دینی کتابوں کی اشاعت وطباعت میں حصہ لے کر اجر آخرت میں شریک ہوتے ہیں، اُن کے ہاتھ سے بھی ماشاء اللہ ایک کتاب احکام مساجد کے موضوع پر منصۂ شہود پر آچکی ہے مزید اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں، حضرت کے صاحبزادوں کا بیان ہے کہ ان کی ہمشیرہ بھی ماشاء اللہ دینی مزاج وحمیت کی حامل ہیں اور تلاوت وذکر اذکار میں لگی رہتی ہیں اور شب وروز والدہ محترمہ کی خدمت کرتی رہتی ہیں، **جزاها اللّٰه خير الجزاء ، الحمد للّٰه** حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ بھی بقید حیات ہیں، اور تلاوت وتسبیحات اور کثرت ذکر کی صفت سے متصف ہیں، اور ٹیپ ریکارڈ سے بکثرت تلاوت کلام پاک سننے میں مشغول رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ عافیت کے ساتھ ان کا سایہ تادیر قائم فرمائے. آمین۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے احفاد میں ماشاء اللہ متعدد حفاظ قرآن ہیں جن میں لڑکے لڑکیاں دونوں ہی شامل ہیں، اور حصولِ علمِ دین میں لگے ہیں، اللہ تعالیٰ سارے پوتے پوتیوں کو دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائیں اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ **وماذلك على اللّٰه بعزيز** .

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب رحمہُ اللہ کی تصنیفی خدمات

از۔حافظ بشیر حسین ایم اے شعبہ اردو گورنمنٹ کالج شیروان ایبٹ آباد

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ نے کئی شعبوں میں دین کی خدمت کی، لیکن سب سے نمایاں صفت جو آپ کی حیات مبارکہ میں نظر آتی ہے وہ آپ کا تصنیفی ذوق تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس میدان میں ایسا ملکہ عطا فرمایا تھا کہ زود نویس ہونے کے باوجود ان کی تحریر رطب و یابس سے پاک اور اپنے اندر ایک خاص تاثیر رکھتی تھی، یہ کہنا یقیناً مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ کا تصنیفی ذوق آپ کے مرشد و مربی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی صحبت ہی کا فیضان تھا، اور اس میدان میں واقعی آپ اپنے شیخ و مرشد کے خلف الرشید واقع ہوئے، اتنے تھوڑے عرصے میں اتنی کتب و مقالات کا لکھنا کرامت کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے، پھر آپ کی کتب کا عوام الناس میں مقبول ہونا اور ان کی اصلاح کا ذریعہ بننا عنداللہ مقبولیت کی علامت ہے۔

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم لکھتے ہیں ''آپ کو تصنیف و تالیف کا ذوق ابتدا ہی سے تھا اور ان کی عوامی کتابیں بڑی مقبول اور مفید ثابت ہوئی ہیں،، آگے چل کر لکھتے ہیں ''عوامی کتابوں کے ساتھ ساتھ مولانا نے خالص علمی انداز کی کتابیں بھی تحریر فرمائیں، دارالعلوم کراچی کے قیام کے دوران ہی طحاوی کی عربی شرح ''**مجانی الأثمار**'' د اول شائع ہوئی بعد میں انھوں نے علامہ سیوطی کی ''**تبییض الصحیفۃ**'' اور علامہ ابن حجر مکیؒ کی ''**الخیرات الحسان**'' کے حواشی بھی لکھے، اور علماء دیو بند و سہارنپور کی

اسانید پر ,,العناقید الغالیۃ من الأسانید العالیۃ,, تالیف فرمائی، نیز مقدمہ بذل المجہود کی تکمیل کی سعادت بھی انھیں حاصل ہوئی۔

ایک اندازے کے مطابق چھوٹے بڑے رسائل ملاکر دوسو کے قریب تصنیفات وتالیفات کا عدد بتایا جاتا ہے، لیکن بہت کوشش وجستجو کے باوجود ایک سو سے کچھ اوپر کتابوں کا سراغ مل سکا جس کی وجہ یہ رہی کہ آپ کی جو تصانیف ہندوستان یا سعودی عرب میں طبع ہوئی ہیں اُن تک رسائی حاصل کرنا ہمارے بس سے فی الحال باہر ہے، اس لئے احقر نے پاکستان میں طبع ہونے والی تصنیفات وتالیفات کو کتابیاتی انداز میں یکجا کرنے کی کوشش کی ہے، ابھی اس میں اضافہ کی بڑی گنجائش موجود ہے۔

تفسیر

(۱) ارشاد الطالبین من کلام رب العالمین مکتبہ دارالعلوم کراچی: صفحات ۱۵۴

(۲) انوارالبیان فی اسرارالقرآن، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

جلداول: الفاتحہ والبقرۃ۔ جلددوم: آل عمران ونساء۔ جلدسوم: المائدہ والأنعام۔ جلد چہارم: الأعرف تاہود۔ جلد پنجم: یوسف تاالکہف۔ جلد ششم: مریم تاالنحل ۔جلد ہفتم: القصص تاالصافات۔ جلد ہشتم ص تاالحجرات ۔جلد نہم: ق تاالناس.

(۳) تفسیر سورۃ الفاتحہ: (حوالہ اکابر علماء دیوبند صفحات ۵۱۸)

تجوید

(۴) التحفۃ المرضیۃ شرح مقدمۃ الجزریۃ (المعروف شرح جزری): مکتبہ اصلاح وتبلیغ مارکیٹ ٹاور حیدرآباد

(۵) **خلاصۃ البیان فی تجوید القرآن** مؤلفہ مولانا ضیاء الدین احمد الہ آبادی:
شرح مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ: ادارہ اسلامیات لاہور.

حدیث

۶) اخلاقی چہل حدیث (حوالہ اکابر علماء دیوبند ص ۸۱۹)
۷) اصلاحی چہل حدیث (حوالہ اکابر علماء دیوبند ص ۸۱۹)
۸) **إنعام الباری شرح اشعار البخاری** مکتبہ دار العلوم کراچی: اشاعت اول شعبان ۱۳۹۸ھ صفحات ۱۳۲.
۹) **تبہیج الراوی بتخریج احادیث الطحاوی** (عربی) حوالہ: اکابر علماء دیوبند ص ۵۱۸.
۱۰) جواہر الحدیث (پندرہ چہل حدیثوں کا مجموعہ) میمن اسلامک پبلشرز، نایاب جامع مسجد لیاقت آباد کراچی. طبع اول ستمبر ۲۰۰۰ء صفحات ۲۸۷.
۱۱) **روضۃ الأحباب مما جاء عن النبی ﷺ من الأدعیۃ والآداب** (عربی) مکتبہ مظہریہ گلشن اقبال کراچی طبع ۱۴۱۳ھ: صفحات ۲۳۹.
۱۲) **زاد الطالبین من کلام رسول رب العالمین** (عربی)
مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۳۹۰ھ صفحات ۷۲.
۱۳) شرح اربعین نووی (عربی متن مع شرح اردو): تالیف امام نوویؒ: اردو شرح: مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ، تقریظ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ دار الإشاعت اردو بازار کراچی: صفحات ۲۳۹.

۱۴)گلشن حدیث (حوالہ:اکابر علماء دیوبندص ۵۱۹)

۱۵) مجانی الأثمار شرح معانی الآثار جلداول کتاب الطہارۃ) مکتبہ الإمدادیۃ باب العمرہ مکہ معظّمہ:صفحات ۳۱۰.

۱۶) العناقید الغالیۃ من الأسانید العالیۃ الشیخ بہادرآباد کراچی (حوالہ:انوار مدینہ ۱۴۲۲ھ ص ۱۲)

سیرت

۱۷)سیرت سرورِکونین.

سوانح

۱۸) آخرت کے فکرمندوں کے پچاس قصے:ادارہ اسلامیات لاہور: باراول دسمبر ۱۹۸۱ء صفحات ۵۴.

۱۹) آنحضرت کی صاحبزادیاں: ادارۃ المعارف کراچی ۱۴: صفحات ۹۶ .

۲۰) اصحاب صفہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی: ۱۴۱۳ھ صفحات ۴۸ .

۲۱) الخیرات الحسان فی مناقب الإمام الأعظم ابی حنیفۃ النعمان تالیف: مفتی شہاب الدین (الحجاز) تعلیق: الشیخ مولانا محمد عاشق الٰہی بلندشہری: ایچ ایم سعید ادب منزل۔ پاکستان چوک کراچی: صفحات ۲۴۸.

۲۲) المواہب الشریفہ فی مناقب الإمام ابی حنیفہؒ (عربی) مشمولہ: سرتاج محدثین ترجمہ: مولانا خدابخش ربانی۔مولانا عبدالغنی طارق، مکتبہ مکیہ مکی مسجد لاہور صفحات ۲۲.

۲۳) امت مسلمہ کی مائیں: ادارۃ المعارف کراچی: صفحات ۷۶. (تقریظ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ) تقریظ حضرت مفتی اعظمؒ)

۲۴) **تبییض الصحیفۃ بمناقب الإمام ابی حنیفہ للسیوطیؒ**: مولانا عبدالرشید نعمانی: تحقیق مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری. (ادارۃ القرآن والعلوم الاِسلامیۃ گارڈن ایسٹ کراچی نمبر ۵)

۲۵) **تکملۃ الاعتدال فی مراتب الرجال** مکتبہ دارالعلوم کراچی: شوال ۱۳۹۷ھ طبع اول: صفحات ۷۹. (تقریب: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ)

۲۶) حضرت ابوالدرداءؓ (حوالہ: اکابر علماء دیوبند ص ۵۱۸)

۲۷) حضرت ابوذر غفاریؓ (حوالہ: اکابر علماء دیوبند ص ۵۱۸)

۲۸) حضرت ابوہریرۃؓ (حوالہ: اکابر علماء دیوبند ص ۵۱۹)

۲۹) سوانح عمری جامع شریعت وطریقت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ (جلد اول): معہد الخلیل الاِسلامی ۴۴۵ بہادر آباد کراچی ۱۴۱۷ھ: صفحات: ۵۰۶.

۳۰) سیرت بلال حبشیؓ اور حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ: کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی: صفحات ۴۸.

۳۱) سیرت حضرت معاذ: ادارہ اسلامیات لاہور.

۳۲) صحابہ کرامؓ کی جانبازی. (حوالہ: اکابر علماء دیوبند ص ۵۱۹)

۳۳) فضائل صحابہ کرام اور ان کے باہمی اختلاف کی حیثیت: دارالاِشاعت کراچی صفحات ۱۲۸.

فقہ

۳۴) آسان نماز: مکتبہ صدیقیہ حضرو، اٹک: صفحات ۶۴ (تقریظ حضرت مفتی اعظم تحریر کردہ ۷/رجب ۱۳۹۲ھ)

۳۵) آئینہ نماز: مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور: صفحات ۱۲۸.

۳۶) احکام نماز: دار التصنیف والاِشاعت ۱۴۔بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور: صفحات ۲۰۸.

۳۷) التسہیل الضروری لمسائل القدوری (فی فقہ الاِمام الأعظم ابو حنیفہؒ)

(عربی): الجزء الأول صفحات ۳۴۴، الجزء الثانی صفحات ۲۸۸: دار الحدیث بیرون بوہر گیٹ ملتان.

(الف) اس کتاب کو ادارۃ القرآن والعلوم الاِسلامیہ کراچی نے ''بنیادی فقہی احکام'' کے نام سے دو جلدوں میں شائع کیا ہے.

(ب) مولانا حافظ مسعود احمد ملتانی صاحب نے ''الفلاح الضروری'' کے نام سے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے جس کو مکتبہ حقانیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان نے اگست ۲۰۰۱ء میں طبع کیا ہے، صفحات: ۵۱۲.

۳۸) ارکانِ اسلام: دار الاِشاعت کراچی.

۳۹) تجارت کے ضروری احکام (مع امانت وخیانت وحقوق العباد کی فکر کیجیے) (معاشرت و معاملات سے متعلق ۳۱ اہم مسائل) مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدر آباد: صفحات ۹۸.

۴۰) شرعی پردہ: مکتبہ دینیات بیرون تبلیغی مرکز رائے ونڈ: صفحات ۱۵۲.

۴۱)شرعی حدود و قصاص: ادارۃ المعارف کراچی.

۴۲)طریقہ حج وعمرہ: ادارۃ القرآن والعلوم الاِسلامیہ لسبیلہ چوک کراچی

۴۳)طریقہ نماز: مکتبہ اصلاح وتبلیغ مارکیٹ ٹاور حیدرآباد.

۴۴)فتاوی عاشقیہ: (زیرِ طبع) (حوالہ: فہرست کتب ادارۃ القرآن والعلوم الاِسلامیۃ کراچی)

۴۵)کتاب الحج: دارالاِشاعت کراچی.

۴۶)نماز حنفی (مکمل ومترجم): مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدرآباد.

۴۷)نماز کی کتاب: مکتبہ دارالعلوم کراچی.

۴۸)نماز کے فضائل ومسائل (مع طریقہ نماز چالیس دعائیں) اسلامی کتب خانہ عائشہ اکیڈمی گلشن حدید بن قاسم کراچی صفحات: ۱۱۱.

۴۹)وصیت اور میراث کے احکام: ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ذی قعدہ ۱۴۱۴ صفحات ۶۳

۷) ایمانیات

۵۰)احوال برزخ: مکتبہ اصلاح وتبلیغ مارکیٹ ٹاور حیدرآباد.

۵۱) القادیانیۃ ماہی؟ (عربی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان: ۱۳۸۵ھ صفحات ۲۴

۵۲)حالاتِ جہنم: مکتبہ دینیات بلال پارک لاہور: صفحات ۵۶.

۵۳)خدا کی جنت: مکتبہ محمودیہ رائے ونڈ لاہور ۱۹۷۰ء صفحات ۱۱۱.

۵۴)شیاطین سے حفاظت: زمزم پبلشرز کراچی: اشاعت اول ۱۴۱۹ھ.

۵۵)فضائل علم: مکتبہ دارالعلوم کراچی: طبع سوم رمضان ۱۴۰۶ھ: صفحات ۱۶۶ .

اصلاحیات

۵۶)آداب محبت: صدیقی ٹرسٹ نسیم پلازہ کراچی: اشاعت دوم رمضان ۱۴۱۱ھ صفحات ۶۲.

۵۷)اخلاص نیت: مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدر آباد، صفحات ۸۶ .

۵۸)اسلامی آداب (مدارس کے طلبہ اور عوام الناس کے لئے): عمران اکیڈمی اردو بازار لاہور: صفحات

۵۹)اسلامی اخلاق وآداب: مکتبہ قاسم العلوم کورنگی کراچی

۶۰)اسلامی نام: عمران اکیڈمی اردو بازار لاہور، صفحات ۲۹.

۶۱)اصلاحی مقالات (۱۴ مقالات کا مجموعہ) ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان.

۶۲)اقوام عالم کو دعوت فکر (مع رسالہ حق کی پکار) دار الاِ شاعت کراچی.

۶۳)اکرام المسلمین: کتب خانہ مجیدیہ ملتان، صفحات ۶۴ .

۶۴)اوصاف مؤمن (حوالہ: اکابر علماء دیوبند ص ۵۱۹)

۶۵)ایک مسلمان کس طرح زندگی گزارے: ادارہ المعارف کراچی.

۶۶)بریلوی علماء کے لئے لمحہ فکر: دار الاِ شاعت کراچی، ۱۴۰۸ھ صفحات ۹۵.

۶۷)تبلیغی واصلاحی مظامین (کل سات جلد) ادارۃ المعارف کراچی. (پیش لفظ مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم)

۶۸)تحفۃ المسلمین (کامل ۲ر جلد) ادارۃ المعارف کراچی.

۶۹) تحفہ خواتین: مکتبہ دار العلوم کراچی صفحات ۱۰۲۸، (پیش لفظ مولانا مفتی محمد تقی

عثمانی مدظلہم العالی)

۷۰)ترقی: مکتبہ رشیدیہ کراچی، اشاعت ۱۴۱۱ھ صفحات ۶۲.

۷۱)تعلیم المسلمین: دارالاِشاعت کراچی.

۷۲)جامع الأخلاق: دارالاِشاعت کراچی

۷۳)حصن حصین: تالیف علامہ جزریؒ، اردو ترجمہ وتشریح: مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری: ادارہ اسلامیات لاہور ھ صفحات ۵۸۱.

۷۴)حق کی پکار: ادارۃ المعارف کراچی.

۷۵)حقوق الوالدین: مکتبہ دارالعلوم کراچی

۷۶)حیلے اور بہانے: دارالاِشاعت کراچی: اشاعت اول ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ صفحات ۱۲۵.

۷۷)چھ باتیں: مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

۷۸)خواتین اسلام سے آنحضرت کی باتیں: ادارۃ المعارف کراچی

۷۹)داڑھی: میمن اسلامک پبلشرز لیاقت آباد کراچی

۸۰)دعوت حق: زمزم پبلشرز کراچی: اشاعت اول ۱۹۹۹ء صفحات ۴۲.

۸۱)ذکر الٰہی: مکتبہ دینیات رائے ونڈ لاہور، ۱۳۶۸ھ صفحات ۹۲.

۸۲)رسول اللہ کی نصیحتیں (مع رسالہ: نصائح رسول کریم)قدیمی کتب خانہ کراچی صفحات ۵۸.

۸۳)زبان کی حفاظت۔ دارالاِشاعت کراچی ۱۴۱۳ھ صفحات ۲۱۰.

۸۴)شیعہ مذہب۔ دین ودانش کی کسوٹی پر۔ دارالاِشاعت کراچی

۸۵)قادیانیوں کا چہرہ۔ ان کے اصل آئینہ میں۔ دارالاِشاعت کراچی طبع اول ۱۴۰۹ھ صفحات ۴۸.

۸۶) کامیابی: ادارۃ المعارف کراچی

۸۷) کسب حلال وادائے حقوق: ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید اکتوبر ۱۹۹۹ء /جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ صفحات ۷۹.

۸۸) گناہوں کی فہرست: مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدر آباد

۸۹) مسلم خواتین کیلئے بیس سبق: ادارہ اشاعت دینیات اردو بازار لاہور، ۱۴۲۰ھ صفحات ۱۲۷.

۹۰) مسنون دعائیں: اسلامی اکادمی لاہور: صفحات ۱۵۶.

۹۱) مصیبتوں کا علاج: دارالاِ شاعت کراچی: صفحات ۱۶۸.

۹۲) ملت اسلامیہ کے مطالبات: مکتبہ اصلاح وتبلیغ۔حیدر آباد.

۹۳) وصایا امام اعظمؒ: ادارۃ المعارف کراچی: ۱۴۱۴ھ صفحات ۷۷.

جن کتب کے انگریزی تراجم ہو چکے ہیں

۱۔ آنحضرت ﷺ کی صاحبزادیاں

۲۔اقوام عالم کو دعوت فکر

۳۔امت کی مائیں

۴۔تحفہ خواتین

۵۔چھ باتیں

۷۔حقوق الوالدین

۷۔شرح اربعین نووی

۸۔کتاب الاِیمان

۹۔ کتاب العمرہ

۱۰۔ مرنے کے بعد کیا ہوگا

۱۱۔ تفسیر انوار البیان (۹ جلد)

رسائل و جرائد میں بکھری تحریریں

حضرتؒ کے سینکڑوں مضامین و مقالات وہ ہیں جو مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہے، بعض مقالات تو کئی کئی قسطوں میں طبع ہوئے جن کی کچھ تفصیل حسب ذیل ہے۔

ماہنامہ البلاغ کراچی

☆ آپ کے سوال (استفتاء)..........................جمادی الأولی، رجب، شوال، ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ

☆ آپ کے سوال (استفتاء) ....محرم، ربیع الأول، ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ

☆ منکرات رمضان..........................رمضان ۱۳۸۸ھ

☆ ایک سوال (استفتاء) ....رمضان ۱۳۸۸ھ

☆ رمضان المبارک..........................رمضان ۱۳۹۱ھ

☆ ماہ مبارک کو مکدر نہ کیجیے..........................رمضان ۱۳۹۲ھ

☆ معاذ بن جبلؓ ....صفر، ربیع الأول، جمادی الأولی ۱۳۹۳ھ

☆ امام الشاطبیؒ ....رمضان، شوال ۱۳۹۳ھ

☆ امام القراء الجزریؒ ....صفر، جمادی الأولی ۱۳۹۴ھ

☆ الحصن والحصین، امام جزری کی مشہور کتاب.......................شعبان ۱۳۹۴ھ

☆ عیدالاضحیٰ کے مسائل وفضائل.......................ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ

☆ اسلامی آداب.......................جمادی الاولی ۱۳۹۵ھ

☆ حضرت بلال بن رباح حبشیؓ.......................شعبان ۱۳۹۵ھ

☆ حضرت بلالؓ وابن ام مکتومؓ.......................صفر ۱۳۹۶ھ

☆ وفات مفتی اعظم (تعزیتی مکتوب).......................ربیع الاول ۱۳۹۷ھ

☆ امام اعظمؒ کی وصیتیں.......................ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ

☆ حضرت ابوہریرۃؓ.......................ذی قعدہ ۵/صفر ۱۳۹۸ھ

☆ حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کے بعض ملفوظات.......................جمادی الثانیۃ تا شعبان ۱۳۹۹ھ

☆ احکام عیدالاضحیٰ وقربانی.......................ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

☆ تأثرات..(حضرت عارفیؒ کی وفات پر).......................صفر تا ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ

☆ حج کی ادئے گی میں اہل استطاعت کی غفلت.......................ذی قعدہ ۱۴۱۰ھ

☆ بوہری جماعت کے بارے میں معلومات.......................صفر ۱۴۱۱ھ

☆ مولانا نظام الدین عشق کیرانویؒ.......................رجب ۱۴۱۱ھ

☆ مباہلہ کیا ہے ؟.......................جمادی الثانیۃ ۱۴۱۲ھ

☆ برکاتِ رمضان۔ فضائل ومسائل.......................شعبان/رمضان ۱۴۱۲ھ

☆ صدقۃ الفطر.......................شعبان/رمضان ۱۴۱۲ھ

☆ تجارت کے ضروری احکام..................ربیع الثانی / جمادی الثانیہ ۱۴۱۳ھ

☆ رمضان وصیام پر ایک نظر..................شعبان ۱۴۱۳ھ

☆ تفسیر عثمانی میں طباعت کی غلطی..................جمادی الثانیہ ۱۴۱۴ھ

☆ امانت وخیانت اقسام واحکام..................رمضان / شوال / ذی القعدہ ۱۴۱۳ھ

☆ اعتکاف اور شب قدر کی فضیلت..................رمضان ۱۴۱۴ھ

☆ دعوت وارشاد کے آداب..................شوال ۱۴۱۴ھ

☆ حج کے احکام ومسائل..................ذی قعدہ ۱۴۱۴ھ

☆ اہل ایمان کا ابتلاء..................ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ

☆ جنسی ہوس پرستی کی عالمی تحریک (قاہرہ کانفرنس)......جمادی الأولی ۱۴۱۵ھ

☆ حقوق العباد کی فکر کیجیے..................جمادی الثانیہ ۱۴۱۵ھ

☆ رحمۃ للعالمین کی شان رحمت ایک نظر میں..................شعبان ۱۴۱۵ھ

☆ چہل حدیث متعلقہ رمضان المبارک..................رمضان ۱۴۱۵ھ

☆ حج بیت اللہ کیا ہے؟..................ذی قعدہ ۱۴۱۵ھ

☆ اجتہاد اور تجدید دین..................ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

☆ اسلام میں پردہ کی اہمیت..................صفر تا جمادی الأولی ۱۴۱۶ھ

☆ رمضان المبارک کے ضروری مسائل..................شعبان ۱۴۱۶ھ

☆ مذہب کی ضرورت اور فائدہ..................شوال ۱۴۱۶ھ

☆ حجاج کے لئے قابل توجہ..................ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ

☆ وقت کا اہم تقاضا..........................محرم ۱۴۱۷ھ

☆ درسی معارف ونکات (افادات حضرت شیخ الحدیثؒ)........ربیع الأول تا جمادی الثانیۃ ۱۴۱۷ھ

☆ سیدنا محمد خاتم النبیین ہیں..........................شوال ۱۴۱۷ھ

☆ استیذان کے احکام وآداب..........................ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ

☆ دعوت وارشاد کے احکام (تقریر قاری محمد طیب صاحبؒ مرتب حضرت مفتی صاحبؒ) جمادی الأولی ۱۴۱۸ھ

☆ شادی کی باتیں..........................جمادی الثانیۃ ۱۴۱۸ھ

☆ شرعی حدود ایک نظر میں..........................رجب ۱۴۱۸ھ

☆ تصاویر کا شرعی حکم..........................شعبان ۱۴۱۸ھ

☆ غیبت کیا ہے..........................شوال ۱۴۱۸ھ

☆ توبہ کی ضرورت واہمیت..........................صفر/ربیع الأول ۱۴۱۹ھ

☆ ارباب اقتدار کے نام..........................ربیع الثانیۃ ۱۴۱۹ھ

☆ ایک مسلمان کس طرح زندگی گزارے..........................جمادی الأولی ۱۴۱۹ھ

☆ فضائل جہاد..........................جمادی الثانیۃ/رجب/شعبان ۱۴۱۹ھ

☆ صاحب مؤطا امام دار الہجرۃ مالک بن انسؒ..........................ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ

☆ تمام اصحاب مذاہب غور کریں..........................ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ محرم ۱۴۲۰ھ

☆ ہذہ سبیلی ادعوا الی اللہ..........................محرم/صفر/ربیع الأول ۱۴۲۰ھ

☆ مظلوم داڑھی اور ظالم پتلون............................ربیع الأول ۱۴۲۰ھ

☆ عدل وانصاف اور سچی شہادت............................ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ

☆ نئے مجتہدین کے لئے لمحہ فکریہ............................جمادی الأولی ۱۴۲۰ھ

☆ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدور پیدا......جمادی الثانیۃ / رجب ۱۴۲۰ھ

☆ بھارت میں قائم دعوتِ دین کا ایک قابل تحسین ادارہ.........رمضان ۱۴۲۰ھ

☆ افتاء اور استفتاء............................شوال / ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ

☆ ڈاکٹریٹ کا فتنہ اور علماء کرام سے بیزاری............................صفر ۱۴۲۱ھ

☆ ہر مسلمان سوچے!............................جمادی الأولی ۱۴۲۱ھ

☆ لعنت کے اسباب............................جمادی الثانیۃ ۱۴۲۱ھ

☆ صبر کی ضرورت واہمیت............................ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

☆ استغفار کی کثرت کیجئے............................رجب ۱۴۲۱ھ

☆ اصلاح وتربیت کی ضرورت............................شعبان ۱۴۲۱ھ

☆ ہمارے عربی مدارس............................شعبان ۱۴۲۱ھ

☆ ضروری معلومات متعلقہ رسم قرآنی............................ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

☆ اوقافِ قرآنیہ............................ ۱۴۲۲ھ

☆ غیر عربی میں قرآن مجید لکھنے کی تجویز پر تنقید وتبصرہ............صفر ۱۴۲۲ھ

☆ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ شکر گزار بندہ بنے............جمادی الثانیۃ ۱۴۲۲ھ

☆ عدل وانصاف اور تقوی کا حکم............................رمضان / شوال ۱۴۲۲ھ

☆ فاتحہ خلف الإمام کے بارے میں ضروری وضاحت............شوال ۱۴۲۲ھ

الفاروق کراچی

☆ شرعی پردہ ....رجب ۱۴۰۸ھ

☆ جہاد۔کفر وایمان کی جنگ..................ربیع الأول ۱۴۱۳ھ

☆ دشمنوں کی خطرناک سازش......................صفر ۱۴۱۶ھ

☆ زکوۃ اوراس کی وصولیابی......................رمضان ۱۴۱۶ھ

☆ دینی تعلیم وتربیت.............................ذی قعدہ ۱۴۱۶ھ

☆ بنگلہ دیش میں عسائی سرگرمیاں اور علماء کرام..................رجب ۱۴۱۷ھ

☆ پورے اسلام میں داخل ہوجاؤ..........................رمضان ۱۴۱۷ھ

☆ اسلام میں عفت وعصمت کی حضاظت.................جمادی الثانیۃ ۱۴۱۸ھ

☆ نام نہاد مجتہدین کے نام............................جمادی الأولی ۱۴۱۹ھ

☆ اسلامی نظام کیوں................................شعبان ۱۴۱۹ھ

☆ تکبر کا وبال......................................ذی قعدہ ۱۴۱۹ھ

☆ مرزائیوں کے غور وفکر کے لئے...........................ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ

☆ تعلیم اور تزکیہ کی ضرورت .... .جمادی الأولی ۱۴۲۰ھ

☆ غیر مقلدین سے چند سوالات.........................ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ

☆ اے مسلمانوں کس سوچ میں ہو............................شعبان ۱۴۲۰ھ

☆ جہاد اسلامی کا مفہوم..................................رمضان ۱۴۲۰ھ

☆ غیر مقلدین کا حال اور ان سے ضروری سوال.............صفر ۱۴۲۱ھ

☆ مسیحی جماعتیں غور کریں..............ربیع الأول ۱۴۲۱ھ

☆ دشمنان اسلام تحریکیں..............جمادی الثانیۃ ۱۴۲۱ھ

☆ تمام انسانوں کے غور وفکر کے لئے.............. رجب ۱۴۲۱ھ

☆ توبہ واستغفار میں لگے رہیئے..............رمضان ۱۴۲۱ھ

☆ اسلام کی دعوت اور حق کی پکار..............ربیع الأول ۱۴۲۲ھ

☆ مدارس کے نصاب ونظام کے بارے میں..............جمادی الأولی ۱۴۲۲ھ

☆ طالبان کو شاباش..............ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ

☆ مشابہت اغیار پر ہم کیوں مجبور ہیں ؟..............جمادی الثانیۃ ۱۴۲۲ھ

☆ العدالۃ والقضاء..............ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ

ماہنامہ سلوک واحسان کراچی

☆ توبہ اور اس کا طریقہ..............صفر ۱۴۱۰ھ

☆ امر بالمعروف ونہی عن المنکر..............شوال ۱۴۱۲ھ

☆ بنی آدم کی کامیابی خاتم النبیین کے اتباع میں منحصر ہے..........ربیع الأول

رربیع الثانی ۱۴۱۳ھ

☆ بچوں کی تعلیم وتربیت..............جمادی الثانیۃ ۱۴۱۳ھ

☆ کام کی باتیں..............شوال ۱۴۱۳ھ

☆ الصدق فی الاِسلام (سچائی کی ضروت واہمیت)..............محرم ۱۴۱۵ھ

☆ آخرت کے طالب بنو..........................جمادی الثانیۃ ۱۴۱۸ھ

☆ دعا کی اہمیت، حکمت فضیلت اوراس کے آداب............رجب ۱۴۱۸ھ

☆ قرآن مجید کا اعجازاور حفظ وتلاوت کی برکات.........جمادی الأولی ۱۴۱۹ھ

☆ چہل حدیث متعلقہ زکوۃ وصدقات..........................رجب ۱۴۱۹ھ

☆ چہل حدیث متعلقہ ایمان وایمانیات...........شعبان/رمضان ۱۴۱۹ھ

☆ چہل حدیث متعلقہ طہارت..........................شعبان/رمضان ۱۴۱۹ھ

☆ حضور ﷺ کی معاشرت اورسیرت کی ایک جھلک......جمادی الثانیۃ ۱۴۲۰ھ

☆ ہم آپس میں مل کر کیسے رہیں؟............

☆ سورۂ حجرات کی تین آیات مبارکہ کی روشنی میں.........جمادی الثانیۃ ۱۴۲۰ھ

☆ چند ضروری تنبیہات..صفر ۱۴۲۲ھ

☆ نماز کی فضیلت واہمیت.....................................شعبان ۱۴۲۲ھ

☆ حج وعمرہ کے بارے میں ضروری تنبیہ..................اپریل/مئی ۱۹۹۶ء

''دیگر رسائل وجرائد''

☆ رمضان کے عشرۂ اخیرہ کے احکام......انوار مدینہ (لاہور)....رمضان ۱۴۲۲ھ

☆ جامع شریعت وطریقت (حضرت بنوریؒ)........بینات (کراچی)....شعبان تاذی قعدہ ۱۴۰۲ھ

☆ حج وعمرہ کے فضائل اوراحکام...الأشرف (کراچی) ذی قعدہ/ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

☆ فرقہ ناجیہ کون ہے ؟..................لولاک (ملتان) جمادی الأولیٰ ۱۴۱۹ھ

☆ تکفیر روافض پر چند شبہات کا ازالہ..........بینات (کراچی) رجب ۱۴۱۳ھ

☆ آخرت کی بے فکری اور عصبیت کی تباہ کاریاں النصیحۃ (چارسدہ) ذی قعدہ ۱۴۱۳

☆ اسلام میں داڑھی کی حیثیت کیا ہے.........حق چار یار (لاہور) شوال ۱۴۱۵ھ

☆ حیلے اور بہانے..................انوار مدینہ ...ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ ☆ "

انوار مدینہ محرم تا رجب ۱۴۱۷ھ

☆ خاتم النبیین ....لولاک (ملتان)......رجب ۱۴۱۹ھ

☆ ضروری اعلان۔تقریظ سے رجوع.....الخیر (ملتان).....جمادی الثانیۃ ۱۴۲۰ھ

☆ دشمنوں کی سازشوں سے ہوشیار رہیں..........الخیر (ملتان) شوال ۱۴۲۰ھ

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھائے جانے کے دلائل لولاک (ملتان)

رمضان رشوال ۱۴۲۱

☆ جہاد کے فضائل..................انوار مدینہ (لاہور) ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ

☆ اولاد کی تعلیم و تربیت..................انوار مدینہ (لاہور) ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

☆ اہم ہدایات از تحفہ خواتین..................الخیر (ملتان) ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ

☆ واعبد ربک حتی یأتیک الیقین..........الصیانۃ (لاہور) ربیع الأول ۱۴۲۳ھ

☆ تہنیت نامہ..................انوار مدینہ (لاہور) ربیع الأول ۱۴۲۳ھ

☆ رسول اکرم ﷺ کی چند نصیحتیں.......ندائے شاہی (مرادآباد) دسمبر ۱۹۹۵ء

☆ زندگی کی قدر و قیمت..........ضرب مؤمن (کراچی) ۳ رنومبر ۲۰۰۰ء

☆ کفار سے موالات پر شدید عذاب الٰہی ....ضرب مؤمن (کراچی)

۲۲/۳۰ دسمبر ۲۰۰۰ء

☆ جہاد کے ساتھ علم کی ضرورت ....ضرب مؤمن (کراچی) ۱۰/نومبر ۲۰۰۰ء

☆ غزوہ موتہ ....ضرب مؤمن (کراچی) ۱۴/ستمبر ۲۰۰۱ء

☆ دوزخ کے حالات ....خدام دین (لاہور)...۲۹/۱۵/۸/ستمبر ۱۹۶۱ء

☆ سیدہ خدیجہ۔غم گسارِ نبی ....خدام دین (لاہور)...۲۹/۱۵/۸/

ستمبر ۱۹۶۷ء

☆ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ..........خدام الدین (لاہور).خدام دین (لاہور)

۲۹/۱۵/۸/ستمبر ۱۹۶۷ء

☆ درس حدیث ....جامعہ اسلامیہ (اکوڑہ خٹک) اگست/ستمبر ۱۴۱۷ھ

☆ تعلیم و تفقہ کی ضرورت ....اذان بلال (آگرہ).....اگست ۱۹۹۴ء

☆ اسلاف کی یادگار، حضرت منظور نعمانی..........الفرقان لکھنؤ ....اپریل

تا اگست ۱۹۹۸ء

☆ ذکر الأسانید الکتب الستۃ وغیرہا......................مجلۃ الداعی (عربی) دیوبند

.رمضان/شوال ۱۴۱۵ھ

تقاریظ ونظر ثانی

الہدی انٹرنیشنل کیا ہے ؟......... مفتی محمد اسمٰعیل طورو ...... مکتبہ بنوری ٹاؤن کراچی

تقریظ: حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہیؒ تحریر کردہ ۵/رمضان ۱۴۲۱ھ

☆ حافظ قرآن اور اس کا مقام .... مولانا عبدالرحمٰن کوثر .... زمزم پبلشرز کراچی

تقریظ: حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہیؒ

☆ فضائل اعمال صالحہ .... حافظ ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد بن احمد مقدسی

ترجمہ: مولانا محمد خالد مہاجر مدنی، نظر ثانی : حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہیؒ

تذکرہ حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہیؒ (کتب ورسائل میں)

☆ اکابر علماء دیوبند .... از حافظ اکبر شاہ بخاری.. ادارہ اسلامیات لاہور

☆ تذکرۃ القراء (جلد دوم)... از ڈاکٹر قاری فیوض الرحمٰن ..... حرا بکڈ پو راولپنڈی

☆ حضرت مفتی محمد عاشق الٰہیؒ (حالاتِ زندگی خود ان کی زبانی)..... زمزم پبلشرز کراچی

☆ ماہنامہ الخیر ملتان............ بقلم: حافظ اکبر شاہ بخاری..... ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ

☆ الصیانۃ لاہور .... بقلم: مولانا خلیل احمد تھانوی.... محرم ۱۴۲۳ھ

☆ بینات کراچی .... بقلم: سعید احمد جلال پوری..... شوال ۱۴۲۲ھ

☆ حق چار یار لاہور .... بقلم: حافظ زاہد حسین راشدی.... جنوری ۲۰۰۲ء

☆ نقیب ختم نبوت .... رمضان ۱۴۲۲ھ

☆ البلاغ کراچی......................... ....شوال ۱۴۲۲ھ

حضرت رحمہ اللہ کی کتابوں کی جو معلومات ہمیں معلوم ہو سکی وہ ہم نے تحریر کر دی ہے اس کے علاوہ بھی کافی کتابیں ہیں اور کافی مضامین ہیں جن تک ہماری رسائی نہیں ہو سکی۔

تیرہواں باب: مکتوبات ورسائل

حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے زندگی میں کثرت سے خط وکتابت کی، اور خاصی تعداد خطوط کی روزمرہ آتی تھی، آپ پابندی سے جواب تحریر فرماتے، آپ کے خطوط علمی دینی، دعوتی اصلاحی، ترغیبی، ترہیبی کے ساتھ ساتھ بعض وہ خطوط بھی ہوتے تھے جن میں علماء کرام کو کسی فتنہ کی سرکوبی کے لئے اُبھارنے پر لکھے گئے تھے، بعض کچھ فتنوں کی تردید میں لکھے گئے، بعض دینی کاموں کو سراہنے اور ان سے خوش ہوکر اظہار خوشی میں لکھے گئے، بعض ذاتی نوعیت کے ہوتے تھے، بعض میں دعوتی پہلو ہوتا تھا، تو بعض میں اصلاحی رنگ غالب ہوتا، ان خطوط کی تعداد ہزاروں ہوگی، مگر ان کا کوئی ریکارڈ نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں دستیاب نہ ہوسکے، تاہم بعض خطوط جو ہمیں مل سکے وہ ہم نذرِ قارئین کررہے ہیں۔

تبلیغی جماعت اور علماء کرام پر اعتراض وتنقید کرنے والوں کو تنبیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک اہم گرامی نامہ

تبلیغی جماعت کے خلاف کہنے اور لکھنے والوں کی حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ گرفت فرمایا کرتے تھے۔ اور اعتراض کرنے والوں کے اشکالات کا جواب دیا کرتے

تھے۔اس سلسلہ کا ایک خط درج کیا جارہا ہے تاکہ اعتراض کرنے والوں کی اصلاح ہو اور معترضین اس مبارک جماعت پر اعتراض کر کے اپنی اور دوسروں کی عاقبت خراب نہ کریں:

محترم جناب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ صاحب! أصلح اللہ حالنا وحالہ

السلام علیکم۔

بعد سلام مسنون گزارش ہے کہ تبلیغی جماعت پر جو آپ کا عتاب ہے اس کا پتہ چلتا رہتا ہے۔آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ میں تیرہ سال تک رنگون میں تبلیغی جماعت سے وابستہ رہا ہوں اور شوریٰ کا ممبر بھی تھا۔وہاں بھی تو تبلیغی جماعت ایسی ہی تھی جیسی انگلینڈ میں ہے۔وہاں بھی تو امر بالمعروف سے کام چلاتے تھے اور نھی عن المنکر جو آپ کے خیال میں انہوں نے چھوڑ رکھا ہے وہاں بھی چھوڑے ہوئے تھے۔اُن کی یہ خامی آپ کو نگلینڈ میں نظر آئی؟ اور آپ نے جو اپنے نئے پرچے میں لکھا ہے کہ بعضے آدمی کسی سے حرام آمدنی کی رقم لے کر جماعت میں چلے گئے اور بعض عورتیں بغیر شوہر کے جماعت میں چلی گئیں......ان باتوں کو اچھالنے کی کیا ضرورت ہے؟ کسی کے عیب اور گناہوں کی ٹوہ لگانا پھر اس کو اچھالنا اور چھاپنا قرآن وحدیث کی کونسی ہدایت کے موافق ہے؟ یہ تو غیبت کرنا ہوا جس سے سورۂ حجرات میں ﴿وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا﴾ میں منع فرمایا ہے۔اور غیبت کرنے والے کے لئے جو وعید ہے اس کے لئے ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ کا ترجمہ بھی دیکھ لیں۔شاید آپ کا نفس یہ پٹی پڑھائے کہ میں حق بات کہتا ہوں۔درحقیقت غیبت اسی کا نام ہے

جس میں کسی کے واقعی عیوب بیان کئے جائیں۔ بعض صحابہؓ نے دریافت کیا تھا کہ اگر واقعی اور حقیقی عیب بیان کیا جائے تو کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا تب ہی تو غیبت ہوگی ورنہ بہتان ہو جائے گا۔

آپ کا نیا رسالہ جس میں مظاہر علوم کے تبصرہ کو آپ نے بُرے الفاظ میں یاد کیا ہے، موصول ہوا۔

مظاہر علوم والوں کا تبصرہ تو موصول نہیں ہوا تا کہ موازنہ کیا جا سکتا۔ لیکن آپ نے جو اُنہیں بُرے الفاظ سے یاد کیا ہے کیا شرعاً یہ درست ہے؟ اور بُرائی کا بدلہ بُرائی سے لینا سلف صالحین کا طریقہ ہے؟ آپ نے یہ تو فرما دیا کہ تبلیغی جماعت والے حضرات سلف سے دور ہیں ...... آپ کے اندر سلف کی کونسی روایات اور ہدایات موجود ہیں؟ اور آپ کو لفظ سلف کا مطلب بھی معلوم ہے یا نہیں؟ آپ نے لکھا ہے کہ جماعت والوں کا یہ طریقہ ہے "سنو سب کی اور کرو اپنی"۔ یہ طریقہ اُن کا ٹھیک ہے۔ اُن کے اندر علماء موجود ہیں وہ ان کے مشوروں سے کام کرتے ہیں۔ آپ کا مشورہ کیوں قبول کریں؟ اگر وہ جاہل، نفس پرست معترضین کی باتوں پر توجہ دیتے تو اُن کا کام کیسے آگے بڑھتا؟ آپ کہاں کے عالم ہیں؟ قرآن وحدیث اور فقہ آپ نے کہاں پڑھا ہے؟ آپ کا رسالہ ملنے سے دو دن قبل انگلینڈ کی جماعت کے احباب سے ملاقات ہوئی تھی، میں نے اُن سے آپ کے بارے میں دریافت کیا تھا کہ یہ صاحب جماعت کے کیوں مخالف ہیں؟ تو اُنہوں نے بتایا کہ بعض احباب سے ان کی ناچاقی ہوگئی تھی وہ بہت زیادہ بڑھ گئی اور ابھی تک وہ جاری ہے، اُن کا لکھنا

لکھنا سب نفسانی جذبات پر مبنی ہے۔ جب وہ آپ کو ایسا سمجھتے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ ضعیف دماغ کا شکار ہیں۔ آپ کی باتیں اگر اخلاص پر مبنی ہوں تب بھی احبابِ جماعت اور اہلِ علم کے نزدیک اُن کی کوئی حیثیت نہیں۔ آپ مولانا یوسف متالا کے خلاف بھی مضامین شائع کر چکے ہیں' ان سے ان کی شخصیت پر کیا اثر پڑا؟ آپ کے بارے میں لوگ اچھا خیال نہیں رکھتے' آپ اپنی مزید ذلت کیوں کراتے ہیں؟ یہ تو دنیا میں ہے اور اب آپ آخرت کے بارے میں سوچ لیں کہ ان غیبتوں کا کیا انجام ہوگا؟ دنیا میں نفس کی بھڑاس نکالنے سے آخرت میں کیا بنے گا؟ اس کا سوچنا ضروری ہے۔

تبلیغی جماعت والوں میں بلاشبہ خامیاں بھی ہیں' ان خامیوں کی اصلاح اس طرح کرنی چاہیے کہ افراد کو الگ الگ سمجھایا جائے۔ خامیوں کو اُچھالنے اور چھاپنے کا طریقہ حکمت اور موعظت کے خلاف ہے۔ آپ کا ڈھنگ اصلاح نہیں ہے' دشمنی کے پھپولے پھوڑنے کا ہے۔

جماعت پر آپ کے دو بڑے اعتراض ہیں: ایک یہ ہے کہ یہ لوگ نہی عن المنکر نہیں کرتے...... آپ کا یہ خیال غلط ہے۔ نہی عن المنکر ٹوکنے اور ٹول مارنے کا نام نہیں ہے' حکمت اور موعظت سے کام لیا جاتا ہے تو اثر ہوتا ہے۔ برما سے انگلینڈ تک کیا آپ نے تجربہ نہیں کیا کہ کہے بغیر جماعت کے کتنے افراد نے ڈاڑھیاں رکھ لیں اور کتنے لوگوں نے حرام آمدنی سے توبہ کر لی اور کتنے بچوں کو حافظ قاری مولوی بنا دیا۔ آپ نے اپنے بیٹوں بلال اور اقبال کو جو مولوی بنایا اُس وقت آپ جماعت

میں نہیں تھے؟ کیا یہ بات نہیں ہے کہ جماعت کے اثر سے ہی آپ نے اُن کو علم پر ڈالا؟ جو لوگ یوں کہتے ہیں کہ جماعت والے نہی عن المنکر نہیں کرتے وہ خود اپنے بارے میں سوچیں کہ ان کی اعمالِ صالحہ سے کتنی محبت ہے؟ یہ لوگ جو اعتراض کرنے والے ہیں نہ امر بالمعروف کرتے ہیں نہ نہی عن المنکر کرتے ہیں۔ جماعت والے آدھا کام تو کرتے ہیں، تم دونوں کام کرو۔

بتایئے آپ نہی عن المنکر میں کس قدر مشغول ہیں؟ جب سے آپ نے جماعت چھوڑی ہے، کتنے لوگوں کی ڈاڑھیاں رکھوائیں؟ کتنوں کو برائی سے روکا؟ کتنوں سے حرام آمدنی چھوڑوائی؟ روزانہ آپ اور دوسرے اعتراض کرنے والے کتنا وقت نہی عن المنکر میں صرف کرتے ہیں، ذرا اللہ کو گواہ بنا کر جواب دیجئے۔

دوسرا اعتراض جماعت پر یہ ہے کہ عورتوں کی جماعتیں نکالتے ہیں۔

یہ اعتراض بھی جاہلانہ ہے۔ جن مفتیوں نے جماعتِ تبلیغ میں عورتوں کے نکلنے کے خلاف فتویٰ دیا ہے، اُن لوگوں نے اُن جاہل دشمنوں کی باتوں پر اعتماد کیا ہے جن کو صرف اعتراض کرنا ہی آتا ہے، جماعت کے ساتھ کبھی نہیں گئے، نہ مردانہ جماعت میں نہ زنانہ جماعت میں، جب محرم کے ساتھ جانے کی شرط ہے اور پردہ کا اہتمام ہے تو ہر اعتراض غلط ہے، احقر خود عورتوں کی جماعت لیکر ہندوستان کے مختلف شہروں میں گیا ہے، میں نے تو اس میں خیر ہی پائی۔ اکا دُکّا کوئی فرد خلاف ورزی کرے تو اس کی وجہ سے جماعت کے مردانہ و زنانہ کام کو بند کر دیا جائے؟ جن مفتیوں نے جماعت کو نہ دیکھا، نہ آزمایا، نہ کبھی ساتھ گئے اُن کا فتویٰ جماعت پر کیا حجت ہوگا، جماعت میں خود

علماء موجود ہیں جو اونچ نیچ کو سمجھتے ہیں۔

یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ عورتیں جماعت میں نہ نکلیں اور گھروں میں تعلیم کا سلسلہ جاری کریں......اس سے کام بننے والا نہیں ہے' چھوٹی بچیاں تو گھروں میں تعلیم حاصل کر سکتی ہیں لیکن بڑی عمر کی عورتیں جو شریعت کے خلاف زندگی گزار رہی ہیں اُن کو ماحول کی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ پھر آپ یہ بتائیں کہ آپ نے گھروں میں کتنے حلقے قائم کیے ہیں؟ رائے دینا اور اعتراض کرنا تو آسان ہے' کچھ کر کے تو دکھائیں۔ آپ نے مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوری کے مضمون میں جو اپنی طرف سے بریکیٹ میں لفظ "تبلیغی جماعت" بڑھایا ہے' کیا یہ خیانت نہیں ہے؟ اس کے جائز ہونے کا آپ نے کس سے فتویٰ لیا۔ پھر میرا نجی خط جو مولوی سعد کے نام تھا میری بغیر اجازت کیوں شائع کیا؟ آپ تو ایسی ایسی حرکتیں کرتے ہیں' امانت اور دیانت اور حق و حقانیت کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔

اب آپ میرا یہ خط شائع کر دیں اور ساتھ ہی اپنا توبہ نامہ شائع کریں کہ اب جماعت کے خلاف نہ لکھیں گے نہ بولیں گے۔ ﴿هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ﴾ اور ﴿مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ﴾ نہ بنیں اور اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دُعا کریں کہ میں نے اب تک جو کارِ خیر میں خلل ڈالا ہے اور مخلصین پر کیچڑ اُچھالی ہے اُس کو معاف فرمادے۔ ذاتی دشمنی دنیا میں ہی رہ جائے گی' مرنا بھی ہے' قبر بھی ہے' حساب و کتاب بھی ہے۔ خیر سے روکنے کی یہ حرکتیں گلے پڑ گئیں تو کیا ہوگا؟ مال و مشورہ سے آپ کی مدد کرنے والے اور آپ کے مضامین کی کتابت و طباعت کرنے والے سب توبہ کریں۔ سب

نے دینی کام میں روڑا اٹکایا ہے۔

میں نے آپ کی خیر خواہی میں پورے اخلاص کے ساتھ یہ خط لکھا ہے۔ اگر کوئی بات ناگوار گزرے تو معاف فرمادیں۔ دیکھئے جب آپ نے رسالہ ماہنامہ "الاسلام" جاری کیا تھا' اُس وقت کیا وعدے کئے تھے' کیا قرآن مجید کا ترجمہ وتفسیر شائع کرنے کا وعدہ نہ تھا؟ اُس کا تو کوئی ذکر نہیں' جماعت کے کام میں روڑے اٹکانے کا رویہ اختیار کرلیا۔ ترجمہ وتفسیر کے لئے جن لوگوں نے رقمیں دی تھیں' کیا وہ رقوم آپ کے لئے حلال ہیں؟ جبکہ اعلان کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔

آپ کو خیال ہونا چاہئے کہ آپ کافروں کے ملک میں رہتے ہیں' وہاں دینی کام کرنے والی جماعت کے خلاف لکھتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں۔ کافر لوگ کیا کہیں گے کہ مسلمانوں کے داعی اور مبلغ ایسے ہوتے ہیں۔ آپ کی تو لڑائی ٹھہری اور بھڑاس نکالنا ہوا' نتیجوں پر نظر نہیں ہے۔ آپ خود ہی خیال فرمالیں۔

ہاں! ایک بات اور خیال شریف میں لائیں اور وہ یہ کہ عورتوں کی جماعت باپردہ محرم کے ساتھ نکلنے پر اعتراض کررہے ہیں' مفتیانِ کرام ہوں یا آپ کی گرامی قدر شخصیت ہو' آپ کو اور اُن حضرات کو حدیث بھی معلوم ہونی چاہئے۔ دیکھئے! امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں باب قائم کیا ہے: "باب فی النساء یغزون" پھر حدیث نقل کی ہے: " **کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یغزو بِامِّ سلیم ونسوة من الانصار یسقین الماء ویداوین الجرحیٰ** "۔ اِس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو جہاد میں ساتھ لے جاتے تھے۔

آپ اپنی جان پر رحم فرمائیں' کارِ خیر کے خلاف مضامین شائع نہ کریں۔ پہلے آپ عالم بنیں' علمی وعملی ذمہ داری سمجھیں پھر منہ کھولیں اور قلم چلائیں۔

والسلام

محمد عاشق الٰہی برنی (بلند شہری)

........ایک صاحب کے سلسلہ میں ہندوستان کے ایک بڑے مفتی اور اہم شخصیت کا خط اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اسکا مفصل جواب

یہ خط حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دینی حمیت اور تصلب فی الدین کی ایک واضح مثال ہے اور لا یخاف فی اللہ لومۃ لائم کی صفت سے متصف ہونے کی واضح دلیل ہے اس خط کی اہمیت کے پیش نظر ہم یہاں درج کررہے ہیں تاکہ ہر خاص وعام اسکو پڑھ کر دینی فائدہ ہو۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا عنایت نامہ مع دیگر ملفوظات موصول ہوا احقر اس قابل تو نہیں کہ آپ جیسے حضرات کی خدمت میں کچھ عرض کرے اور اُلٹ کر کوئی جواب دے لیکن جب آپنے احقر کو لائق خطاب سمجھا اور یاد فرمایا اور......کے خط کی نقل بھی بھیجی تو اپنی نا اہلیت کے باوجود لکھنے کی ہمت کرلی واعوذ باللہ من شر النفس وتسویل الشیطان۔

حضرت والا نے میرے مکتوب میں (جو.....صاحب موصوف کو لکھا تھا) شدت محسوس فرمائی اور اسے حکمت وموعظت کے خلاف قرار دیا بات یہ ہے کہ احقر کے نزدیک حکمت وموعظہ حسنہ میں یہ بھی شامل ہے کہ ضرورت کے مطابق موقع دیکھ کر سختی بھی کیجائے دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تطویل قرائت فی صلوٰۃ العشاء پر کیسے سختی سے متنبہ فرمایا حتی کہ حضرت معاذ بہ جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: افتان انت یا معاذ اور وہ جو حدیث شریف ہے واضربوھم علیھا إذا بلغوا

عشراً وہ بھی تو ذہن میں ہوگی۔

عموماً ناصحین کرام آیت کریمہ (فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا) کو پڑھ دیا کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اسپر عمل کیا اور عمل کرنا چاہئے لیکن قول لیّن اور حکمت اور موعظہ حسنہ کو سامنے رکھ کر مداہنت جائز نہیں ہے.........

وہی موسیٰ علیہ السلام جنہیں آیت بالا میں نرمی اختیار کرنے کا حکم فرمایا تھا انہی نے قوم فرعون سے فرمایا ﴿لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ وَّقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى﴾ اور فرعون کو خطاب کر کے یوں بھی فرمایا ﴿وَاِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يَا فِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا﴾ اور سورۃ الحجر میں ﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ﴾ جو فرمایا ہے اسپر عمل کرنا بھی تو لازم ہے نیمے دروں نیمے بروں کیا یہ بھی کوئی حکمت ہے۔

حکمت اور موعظت مداہنت اور منہ چھونے اور سکوت عن الحق اور آدھی اندر اور آدھی باہر کے طریقے پر بات کرنے کا نام نہیں ہے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا کام البلاغ المبین تھا یہ حکمت وموعظت کے خلاف نہیں ہے دیکھئے آل فرعون میں سے جو ایک شخص ایمان لے آیا تھا اسنے یہ بھی کہا ﴿فَمَنْ ذَا الَّذِىْ يَنْصُرُكُمْ مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾ اور یہ بھی کہا ﴿وَاَنَّ مَرَدَّنَا اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ﴾ دیکھئے واضح طور پر مخاطبین کو دوزخی بتا دیا۔

آپکی شان میں بے ادبی تو کر ہی دی اپنے پورے احساسات عرض کر دینا ہی مناسب ہے، احقر کے نزدیک ہر سوال کا جواب دینا ضروری نہیں یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ سائل کیوں پوچھ رہا ہے اور جواب سے نتیجہ کیا نکلیگا اور اگر یہ صحیح معنی میں ہی

لیگا اور صحیح طریقے پر استعمال کریگا تو جن لوگوں کے سامنے جواب پہنچے گا وہ اسکا کیا مطلب سمجھیں گے اور کیا اثر لیں گے اور زمانہ کا ماحول بھی دیکھنا چاہئے لوگ مفتی کو اپنے مقصد کیلئے استعمال تو نہیں کر رہے اور اس چیز کے شائع ہونے کا کیا نتیجہ نکلے گا، اول تو ہر بات کا جواب دینا ضروری نہیں دوسرے لکھ کر دینا ضروری نہیں اور لکھ بھی دیا تو اسے شائع کر دینا مناسب ہے یا نہیں یہ بھی دیکھنے کی بات ہے یہ خیال کرنا کہ ہم تو صرف جواب دینے کے ذمہ دار ہیں آگے لوگ جانیں کیا کریں گے یہ (الدین النصیحۃ) کے خلاف ہے۔

اُمت کا ایمان بھی باقی رکھنا چاہئے یہ تو فکر ہے کہ امت کیلئے آسانی پیدا کریں اور تلفیق کی اجازت دیدیں اور فقہاء کا کوئی ایسا قول تلاش کرلیں جس سے گنجائش نکل آئے لیکن اس سے زیادہ ان کے ایمان کیلئے فکر مند ہونا چاہئے یہی عوام جن کے لئے آپ آسانیاں نکال رہے ہیں اکابر کے فتاوی کو مرجوح قرار دے رہے ہیں ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو یہود و نصاری کے پڑھائے ہوئے ہیں یہ لوگ یوں کہیں گے کہ یہ تو وہی یہود و نصاری والی بات ہوئی کہ اپنے پاس سے دین بدل لیتے ہیں پرانے علماء جن چیزوں کو حرام کہتے تھے آج کے مولوی انہیں حلال کہہ رہے ہیں ان مولویوں کا کوئی اعتبار ہی نہیں، علماء سے نفرت دلانے میں آج کل دشمنوں نے بڑا جال بچھا رکھا ہے یہ بھی غور فرمائیں کہ ان سیمیناروں کی ضرورت کیوں پیش آئی ....لوگ جیسا رہ رہے تھے ہندوستان میں حنفی مذہب پر عمل ہو رہا تھا جو کوئی مشکل پیش آتی تھی ماہر علماء سے پوچھ کر عمل کر لیتے تھے کسی مسئلے میں بہت ضرورت ہوئی تو

مشورہ کرلیا یہ کافی تھا اب یہ ذہن لیکر جمع ہونا کہ آسانیاں ہی نکالنا ہے اور جلدی جلدی اجتماع رکھنا اور اجتماعات کے موضوعات کیلئے فکر مند ہونا نئے نئے سوال خود سے کھڑے کر کے مجتہد بن کر مسائل کے جواب شائع کرنا اسکی کیا تک ہے؟ ایک بیمہ کا مسئلہ ہی لے لیں بیمہ کمپنیاں علماء سے تحلیل کا فتوی لینے سے عاجز تھیں ڈاکٹر اقبال وغیرہ کی تائیدات سے کام چلالیتے تھے اب خدا جانے اچانک کیا بات پیش آئی کہ ایک دو سیمینار میں اسکو موضوع بنا کر جھٹ سے حلت کا فتوی دیدیا گیا جب بعض لوگوں نے گرفت کی تو کہدیا کہ عارضی تحلیل ہے، سوال یہ ہیکہ عارضی تحلیل وتحریم کا کس نے اختیار دیا اور کتنے دن کیلئے حلال کیا گیا اسکی بھی کوئی تعیین نہیں کی، جواز کا فتوی شائع کرنے کے بعد جب مہینے گذر گئے تو سیمینار والوں نے شروط اور قیود شائع کردیں۔

معلوم ہوا ہے کہ پہلے سے صحافی لوگ باہر کھڑے تھے جواز کا اعلان ہوا اور وہ لے اڑے پریس میں شائع کردیا گیا شروط و قیود صحافیوں کو نہیں بتائی گئیں آپ غور فرمالیں کہ ایسا کیوں کیا گیا۔ جب عوام کی رقوم سے بیمہ کمپنیز کی تجوریاں پھر دیں تو اب شروط وقیود کا خیال آیا اور کیا عوام ان شروط وقیود کو سمجھتے ہیں اور جن لوگوں نے شروط وقیود کے خلاف معاملہ کر کے جو بیمہ کمپنی میں پیسے جمع کر چکے ہیں کیا اب وہ واپس لے لیں گے اور کیا کمپنی ان کی رقوم واپس دے دیگی اور کیا ہر شخص کو یہ سرماہی پرچہ میں شائع ہونے والی شروط وقیود پہونچ جائینگی۔

یہ معاملہ ایسا نہیں ہے جسے باتیں کر کے نمٹا دیا جائے امت کو بُری طرح رِبا

اور قمار میں پھنسایا گیا ہے مجھے تعجب ہے کہ بیمہ کی حلت کا فتوی دینے والے پہلی سطر میں تو یوں لکھتے ہیں کہ اسمیں ربا و قمار دونوں ہیں پھر لیکن لگا کر سب پر پانی پھیر دیتے ہیں اور قرآن کریم کی تصریح ﴿أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ اور ﴿رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ﴾ اور ﴿فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ اور.... حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء) رواہ مسلم۔

ان سب نصوص کو یکسر بھول جاتے ہیں۔

پھر عجیب بات یہ ہے کہ حاجت کو بھی اضطرار میں داخل کر دیا اور الاشباہ والنظائر میں ذکر کردہ اصول سے دلائل لانے لگے جبکہ نصوص صریحہ کے خلاف فقہاء کی تحریر فرمودہ کوئی اصل اور کوئی قاعدہ قابل قبول نہیں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ محللین نے جو کسی مسئلہ کو کسی قاعدہ کے ذیل میں داخل کیا ہے وہ حقیقت میں اس کے ذیل میں آتا بھی ہو پھر مزید بات یہ ہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ لکھ دیا ہے کہ الأشباہ والنظائر کو سامنے رکھ کر فتوی دینا جائز نہیں (دیکھئے مقدمہ عمدۃ الرعایۃ) حاجت کو اضطرار کا درجہ دینے کیلئے جو بعض احادیث پیش کیجاتی ہیں مثلاً حضرت عرفجہ کیلئے سونے کی ناک بنوانے کی اجازت یا نکاح کرنے کیلئے مخطوبہ کو نکاح سے پہلے دیکھنے کی اجازت۔ تو یہ منصوص شرعی ہے صاحب شریعت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت دیدی تو بلا اضطرار بھی جائز ہو گیا۔

بیمہ کی تحلیل کرنے والے فرماتے ہیں کہ انشورنس کو ناجائز سمجھتے ہوئے

ضرورت یا حاجت کی بنیاد پر بنظر دفع ضرورت مخصوص شرائط کے ساتھ گنجائش دی ہے یہ احکام شرعیہ میں کونسا حکم ہے کہ ناجائز بھی ہو اور اسکی اجازت بھی ہوجائے اگر شرعی اصول سے اجازت ہوجائیگی تو وہ ناجائز کیوں رہیگا ناجائز ہوتے ہوئے بھی اجازت یہ خود ساختہ فلسفہ ہے کیا اضطرار میں میتة کھانے کی اجازت ہوجانے پر بھی عدم جواز کی شقّ باقی رہ جاتی ہے؟ ناجائز ہوتے ہوئے مجتہدین کو اجازت دینے کا حق کہاں سے مل گیا۔

......صاحب نے جو آپکو جواب دیا ہے اس میں بہت سے علماء مجوزین کا حوالہ دیا ہے اور فرمایا ہے کہ دیکھئے عاشق نے کس کس کو نشانہ بنادیا، ایک محقق جس کے سامنے قرآن وحدیث کی تصریحات ہوں وہ ناموں کی کثرت سے دباؤ میں نہیں آسکتا، دارالعلوم دیوبند کی طرف سے بھی جواز کا فتوی دیا گیا تھا جو مفتی حبیب الرحمٰن صاحب کے قلم سے تھا اسکے بعد دارالعلوم کی طرف سے دوسرا فتوی شائع ہوا یہ بھی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کے قلم سے ہے اسمیں واضح طور پر بیمہ کو ناجائز قرار دیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ بیمہ کرنے کے باوجود فسادات کی تلافی کرنے کیلئے کمپنیوں سے کچھ ملنے والا نہیں احقر نے لکھا تھا کہ یہ سابقہ فتوے سے رجوع ہے اسکے بارے میں یوں کہنا کہ لفظ رجوع نہیں لکھا گیا اور رجوع کی تصریح نہیں ہے کیا یہ ڈوبتے کو تنکے کے سہارے کے مرادف نہیں ہے جب پہلی بات کے خلاف دوسری بات لکھ دی گئی اور وہ بھی اسی ادارہ اسی دارالافتاء اور اسی مفتی کے قلم سے شائع ہوئی جو جو پہلے دستخط کرچکے تھے تو رجوع اور کس کا نام ہے اسمیں یہ شوشہ نکالنا کہ پہلے حضرات نے

دستخط کئے تھے ان سب کے دستخط نہیں ، احقر کے نزدیک یہ ایک زبردستی کا حیلہ ہے احقر نے دارالعلوم کے حضرات سے اس بارے میں رجوع کیا تھا انہوں نے بتایا کہ ہر وقت اور ہمیشہ دارالافتاء میں تمام اصحاب افتاء موجود نہیں ہوتے قانون یہ ہے کہ تین حضرات کے دستخط ہونا کافی ہے اور سلسلۂ افتاء میں اصل دستخط تو اصحاب افتاء ہی کے معتبر ہیں ، وہ جو دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ سے دستخط لئے گئے تھے نہ انکی پہلے ضرورت تھی نہ بعد میں رجوع والے فتوے پر انکے دستخط ہونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا ہے، احقر کے نزدیک تو قطعی حرام والی چیز کو لفظ ناجائز سے تعبیر کرنا بھی جائز نہیں ۔(رجس من عمل الشیطان) کی تصریح ہوتے ہوئے ہلکے عنوان سے تعبیر کرنا بھی صحیح نہیں ۔

آپکو جو .... صاحب نے جواب دیا ہے اسمیں صفحہ ۱۸ پر مولانا حبیب الرحمٰن خیرآبادی کی جو قلم کشیدہ عبارت نقل کی ہے اسمیں یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اعظم گڑھ کے سیمینار میں تجویز کچھ پاس ہوئی اور اخباروں میں مطلقاً بیمہ کے جواز کی خبر سیمینار کی طرف سے شائع ہوگئی اسمیں تو مولانا کیطرف سے اقرار ہے کہ طے کچھ ہوا چھپا کچھ اور اگر میں نے روایت بالمعنی کردی تو اسمیں کونسی ناگواری کی بات ہے ٹیپ ریکارڈ لے کر تو بیٹھے نہ تھے جو الفاظ پورے پورے نقل کئے جاتے۔

تلفیق کو جو زیر بحث لایا جارہا ہے احقر کے نزدیک یہ بہت شدید خطرہ کی بات ہے اس سلسلہ کو چلانے چھاپنے کی ضرورت نہیں کوئی شخص کسی مصیبت میں مبتلیٰ ہوجائے اس کیلئے کوئی ماہر مفتی متقی دوسرے مذہب پر عمل کرنے کا فتوی دے دے تو اسکی گنجائش ہے، لیکن عوام کے سامنے یہ بات لانا چاروں مذہبوں میں سے جس پر

چاہو عمل کرلو یہ امت کی خیر خواہی کے خلاف ہے۔

اول تو وہ کون لوگ ہیں جنہیں چاروں مذاہب پر عبور ہے اور سب مسئلوں کا پتہ ہے پھر جن شرائط و قیود کو تلفیق کے مجوزین بیان کرتے ہیں انکو عوام سمجھنے والے ہیں اور کیا ان کا عوام لحاظ کریں گے، عوام کا تو یہ حال ہے کہ انہیں حنفی مسلک کا جو مسئلہ دشوار معلوم ہوا اس کے خلاف عمل کرلیا شافعی مذہب بتادیا دیکھئے مجلس واحد کی تین طلاقیں چاروں مذہبوں میں تین ہی ہیں لیکن جنہیں رجوع کرنا ہوتا ہے امام شافعی کا مذہب بنا کر غیر مقلدوں کے قول پر عمل کرلیتے ہیں اگر جواز تلفیق کا اسی طرح پروپیگنڈا ہوتا رہا تو وہ دن دور نہیں کہ حنفی عوام تلفیق کا سہارہ لیکر چڈی پہنکر بے وضو ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھا کریں گے **لأن المالكية لا ينقض الوضوء عندهم بخروج الدم و تجوز الصلاة عندهم فى الثياب النجسة مع الكراهة و الفخذ ليس عندهم داخلاً فى العورة .**

آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس قسم کے آزاد خیال افراد کو یکلخت الگ کردیا جائے یہ تو تھی میری اور آپکی گذارش ہے آپ نے اسکا جواب پڑھ لیا.......صاحب آپ کے خط میں لکھتے ہیں: کہ اہل علم کی دنیا میں کسی کو مودودی کہکر اور کسی کو وہابی کہکر طعن و تشنیع کے تیر چلانا قابل قبول نہیں اب آپ خود ہی غور فرمالیں کہ ان سیمیناروں میں شرکت کرنے والے کیسے کیسے لوگ ہیں مودودی صاحب کے لوگوں میں کونسے اہل علم ہیں اور انہوں نے کہاں پڑھا ہے آپ .....صاحب سے انکی فہرست طلب کرلیں۔

جن حضرات نے مجھ سے شکایتیں کیں میں نے انمیں مولانا افضال قاسمی اور مولانا منظور احمد کانپوری کا ذکر بھی کیا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ مولانا عبد القدوس رومی بھی آپکو تنبیہی خط لکھ چکے ہیں ...... صاحب نے ان حضرات کا ذکر چھوڑ دیا میں نے خط کے آخر میں لکھا تھا:

آخر یہ اہل خیر سیمینار کو کیوں خیر باد کہتے جا رہے ہیں آپ کو اہل علم اور اہل تقوی کی دلداری کیوں مطلوب نہیں اسکا جواب نہیں دیا۔

آخر اہل خیر کو جوڑے رکھنے کی طرف توجہ کیوں نہیں غیر مقلد نما لوگوں کی دلداری ان حضرات کے مقابلے میں کیوں زیادہ مطلوب ہے۔

واضح رہے کہ دار العلوم دیو بند نے اپنی حالیہ مباحث فقہیہ والی مجلس میں بیمہ کو بالکل ہی حرام قرار دیا ہے مجھے یہ بات مفتی محمد سلمان منصور پوری صاحب نے آج ہی بتائی ہے آپ دار العلوم دیو بند سے رجوع فرما کر اصل عبارت طلب کریں میرے نزدیک تلفیق کی مباحث کو اردو میں لانا اور اجتہاد کے عنوان سے مجالس منعقد کر کے محرمات کی تحلیل کے راستے نکالنا امت کو اباحیت پر ہی ڈالنا ہے خواہ اس کیلئے کچھ بھی تاویل کر لی جائے اور انکے بڑے نتائج سنین آتیہ میں ظاہر ہو سکتے ہیں جب دنیا سے وہ لوگ اٹھ جائیں گے جنمیں کچھ نہ کچھ علم بھی ہے اور بزرگوں سے انتساب بھی آئندہ جو مجتہد آئیں گے وہ دین کی تحریف کیلئے صرف ادعاء اسلام کو کافی سمجھیں گے علم وعمل ذرا بھی نہ ہوگا اور حوالے ان سیمیناروں کے مجتہدین کے دیں گے جنہیں کچھ علم کی پاسداری بھی ہے میری یہ بات قاضی صاحب والے خط میں بھی ہے۔

مجھے تعجب ہے کہ ہندوستان کے اکابر علماء نے میرے خط کو پڑھا اور سراہا اور یہاں تک خبریں پہنچ گئیں کہ ان حضرات نے کہا کہ کسی نے تو حق بات کہی لیکن عجیب بات یہ ہے کہ کسی نے میری ہمنوائی میں کوئی مضمون لکھا ہو اسکا پتہ نہ چلا آپ نے اتنا تو کیا کہ .....صاحب کو خط لکھ کر پوچھ لیا میں اسکا بھی شکر گزار ہوں آپکو اور آپ جیسے حضرات کو دلیری کے ساتھ بیان دینا لازم ہے بس اب رخصت ہوتا ہوں۔ وباللہ التوفیق

میرا یہ خط ......صاحب کو بھیجنا چاہیں تو بھیج سکتے ہیں اور شائع کرنا چاہیں تو شائع بھی کر سکتے ہیں والسلام

حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی
رحمۃ اللہ علیہ کے نام مکتوب

محترم المقام جناب مولانا عبدالشکور مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ موصول ہوا بندہ ہسپتال سے گھر آ گیا ہے، طبیعت پہلے سے بہتر ہے، لیکن ڈاکٹروں نے بہت زیادہ آرام کا مشورہ دیا ہے، اس لئے ملاقاتوں کی اجازت نہیں ہے، آپ دعاؤں میں برابر یاد رکھیں۔ (محمد عاشق الٰہی بلند شہری)

حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب قدس سرہ کی کتاب ''ہدایۃ الحیران،، جو جواہر القرآن کے تفردات کے رد میں لکھی گئی تھی اس کا جواب ''اقامۃ البرہان،، کے نام سے طبع ہوا، جس میں ان تفردات کو صحیح قرار دیا گیا اور ساتھ ہی اکابر علمائے دیوبند کے

متعلق بڑی نازیبا زبان استعمال کرتے ہوئے ان پر عدم اعتماد کا اظہار کیا گیا، اس سلسلہ میں مفتی اعظم قدس سرہ کو جو مکتوب مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب قدس سرہ نے لکھا اس کا جواب حضرت والد صاحب قدس سرہ کے قلم سے ہے، جس پر حضرت مفتی اعظم صاحب قدس سرہ کے دستخط بھی ثبت ہیں، اس مکتوب سامی کا ایک حصہ یہ ہے:

عزیزم مولوی عبدالشکور سلمہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ پہنچا، ہدایۃ الحیرا ن کے جواب میں جو کتاب طبع ہوئی اس کی بعض عبارات جو آپ نے نقل کی ہیں ان سے دکھ ہوا، لیکن چارہ کار کچھ نہیں، آپ نے اظہار حق کے درجہ میں کوشش کرلی، اب جواب الجواب سے مزید انتشار کا اندیشہ ہے، میرے خیال میں اب سکوت ہی بہتر ہے، رمضان کی دعاؤں میں یاد فرماویں، ضعف وعلالت نے اس درجہ مضمحل کردیا ہے کہ کسی قابل فکر بات میں ذہن الجھانے کی ہمت نہیں ہوتی۔

مولوی محمد رفیع، مولوی محمد تقی اور عاشق الٰہی بلند شہری سلام کہتے ہیں۔

والسلام بندہ محمد شفیع ۱۷/رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ

اس کے بعد ۲۵/رمضان المبارک کو حضرت والد صاحب قدس سرہ نے جو خط لکھا اس میں مکتوب سامی کے حوالہ کے ساتھ بعض دیگر امور کا تذکرہ بھی ہے، اسے بھی ملاحظہ فرمالیا جائے۔

جناب مولانا عبدالشکور ترمذی دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا لفافہ ملا، حضرت کے نام آپ کا جو خط آیا تھا، حضرت کی جانب سے اس کا جواب لکھ کر اور دستخط سے مزین کر کے ارسال کر دیا تھا، مدرسہ کا نظم ونسق ”رموز مملکت خویش خسروان دانند،، کے مطابق سمجھ لینا چاہیئے۔

فقیر حقیر صرف مسائل مطبوعہ البلاغ کے بارے میں عرض کرتا ہے ان شاء اللہ تعالی آپ کی تحریر کی روشنی میں نظر ثانی کر لی جائے گی، لیکن رمضان کے بعد اس وقت تک صاحب مضمون مولانا.....بھی تشریف لے آئیں گے، الامام الشاطبی المقری اور شاطبی صاحب الاعتصام دو الگ الگ شخصیتیں ہیں، دونوں میں دو سال کا فصل ہے، آخر الذکر متأخر ہیں، مجھے پہلے سے معلوم تھا لیکن آپ کی توجہ دلانے پر مزید تحقیق کی، رمضان کی دعاؤں میں یاد فرمائیں اور امداد المسائل کی تبویب تبییض کے لئے تشریف لائیں۔

محمد عاشق الٰہی بلند شہری ۹/۲۵ ۱۳۹۳ھ

بگرامی خدمت جناب مولانا عبدالشکور صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ....مزاج گرامی

حضرت مولانا شبیر علی صاحبؒ نے مجلس خیر تھانہ بھون کے بہت سے مسودات اور مطبوعات دار العلوم کراچی کو مرحمت فرمائے تھے، ان میں امداد المسائل کا مسودہ بھی ہے آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ آپ کے والد صاحبؒ کے ان فتاوی کا مجموعہ ہے جو انھوں

نے تھانہ بھون کے زمانہ قیام میں لکھے تھے ان کو طبع کرنے کا ارادہ کیا گیا تو دیکھا کہ تبویب کی ضرورت ہے، اس طرح پر کہ مسلسل ہوکر کتاب الطہارت ایک جگہ کتاب الصلاۃ ایک جگہ ہو، اور رجسٹروں سے اتار کر کاتبوں کو دینے کے قابل ہو جائے، اس کے لئے وقت نہ ملنے کی وجہ سے خیال گزرا کہ آپ کو اس کی تبویب اور تسوید جدید کی تکلیف دی جائے جو بصورت تبییض ہو، اگر آپ ہمت فرمائیں تو باپ کی یہ علمی میراث عام ہونے کے لائق ہو جائے، لہذا بواپسی ڈاک تحریر فرمائیں کہ آپ ہمت کر سکتے ہیں یا نہیں ؟ حضرت والد صاحب کی طبیعت بخیر ہے کبھی نقاہت ہو جاتی ہے، دعاؤں سے یاد فرمائیں.

از مولانا محمد رفیع عثمانی بقلم احقر بلند شہری ۲/ربیع الأول ۹۳ھ

حضرت والد صاحبؒ نے اس کے جواب میں کراچی کے سفر سے معذرت کرتے ہوئے فتاوی کے مسودہ بھیجنے کے لئے لکھا، اس کا مکتوب کا جواب حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب دامت برکاتہم نے تحریر فرمایا جس میں مسودہ بھیجنے پر معذرت کے بعد تحریر ہے:

کسی وقت اگر آپ بیس پچیس یوم کے لئے وقت نکال سکیں تو کراچی تکلیف فرما کر یہاں تبویب فرمائیں، ان شاء اللہ زیادہ وقت نہ لگے گا، بلکہ اس سے بھی کم میں یہ کام ہو جائے گا کیونکہ زیادہ ضخیم نہیں ہے ......تبویب کے سلسلہ میں تشریف آوری ہو جائے تو اس بہانے ملاقات ہو جائے تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیئے۔

والسلام دعا گو و دعا جو

محمد رفیع عثمانی

۱۳۹۳/۳/۲۲ھ

فقیر بلند شہری سلام عرض کرتا ہے حجرہ ۲/ کی ملاقات یاد ہوگی.

اس مکتوب سامی میں حجرہ ۲/ سے مراد جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے دار الإقامہ کا حجرہ نمبر ۲ ہے جس میں ان حضرات کی پہلی مرتبہ ملاقات ہوئی تھی۔

جن فتاوی کی تبویب کا ان مکتوبات میں ذکر ہے اس سے مراد ''إمداد الأحکام،، کا مسودہ ہے، یہ حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی قدس سرہ کے فتاوی کا مجموعہ ہے حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی ؒ نے خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون میں فتاوی کا جو کام کیا تھا اس کا نام حضرت حکیم الأمت نور اللہ مرقدہ نے تتمہ ''إمداد الأحکام،، تجویز فرمایا تھا لیکن عام طور پر اس کا نام ''إمداد المسائل،، مشہور ہوگیا اسی لئے مذکورہ مکاتیب میں بھی یہی نام لکھا گیا ہے، اس وقت تو ان فتاوی کی تبویب نہ ہوسکی تھی، لیکن بعد میں حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کی زیر نگرانی اس کی تبویب کا کام حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی دامت برکاتہم اور حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی مدظلہم کے ہاتھوں انجام پذیر ہوا، اور حال ہی میں فقہ وفتاوی کا یہ عظیم تاریخی فقہی، حدیثی تفسیر مباحث پر مشتمل قیمتی مجموعہ چار ضخیم جلدوں میں ''إمداد الأحکام،، کے نام سے شائع ہوکر منظر عام آگیا ہے اس میں ''تتمۃ الأحکام،، بھی شامل ہے۔

دار العلوم کراچی سے جب ۱۳۹۶ھ میں آپ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو وہاں سے بھی ملنے والوں کے نزدیک آپ حضرت والد صاحب کی خیریت

دریافت فرماتے اور سلام بھجواتے رہے تا آنکہ رجب ۱۴۱۲ھ میں جب حضرت والد صاحبؒ عمرہ کے سفر پر حرمین شریفین حاضر ہوئے تو اس وقت مدینہ منورہ مسجد نبوی میں آپ سے ملاقات ہوئی، احقر بھی ہمراہ تھا مجھے آپ سے مل کر انتہائی خوشی اور مسرت ہوئی، احقر نے اس وقت پہلی مرتبہ آپ کی زیارت کی اور آپ کے ملفوظات اور مجلس سے محظوظ ہونے کا شرف حاصل ہوا، پھر آپ نے دعوت فرمائی اور اپنے مکان پر بلوایا چنانچہ ہم جناب قریشی سعید محمد صاحب کے ہمراہ مکان پر حاضر ہوئے، وہاں دونوں بزرگوں میں مختلف موضوعات پر خوب گفتگو رہی، اس طرح ہمیں بھی مستفید ہونے کا موقع ملا، اسی مجلس میں حضرت جد امجدؒ کا ذکر آیا تو فرمایا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کی طبیعت میں کمال اخفا تھا، شہرت سے بہت سے بچتے تھے، کام تو کرتے تھے مگر نام نہیں چاہتے تھے، پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے جو کام لیا وہ کام ایسا تھا کہ سب نے اس کو سراہا اور پھر جب چاند طلوع ہوتا ہے وہ چاہے کتنی ہی خواہش کرے کہ مجھے کوئی نہ دیکھے لیکن پھر بھی اس کو سب ہی دیکھتے ہیں، دعوت کے لئے جب وقت طے ہوا تو دال پکانے کا ذکر بڑے اہتمام وخصوصیت سے کیا گیا تھا، حضرت والد صاحب نے اس پر خاصا زور دیا تھا مگر وہاں دسترخوان پر اس کے علاوہ بھی کئی کھانے تھے۔

مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب لکھتے ہیں جب سے آپ نے کراچی سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اس وقت سے ۱۴۱۹ھ تک دوبارہ پاکستان تشریف نہیں لائے، دارالعلوم کراچی نے جب پچاس سالہ تقریب کی تو حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی

دامت برکاتہم کی دعوت پر آپ نے کراچی کا سفر فرمایا، دارالعلوم میں قیام فرما کر ایک روز آپ کا اس اجتماع میں بیان بھی ہوا، اسی موقع پر عوام وخواص نے آپ کی زیارت واستفادہ کا شرف حاصل کیا، بہت سے حضرات نے آپ سے اجازتِ حدیث بھی لی ،حضرت والد صاحبؒ کے ہمراہ احقر کو بھی اس تاریخی اجتماع میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا، بہت سے اکابر کی زیارت کے ساتھ حضرت موصوف کی زیارتِ مجلس بھی نصیب ہوئی، اس موقع پر آپ نے اپنا ایک مضمون دے کر حضرت والد صاحب سے فرمائش کی کہ اس کا کوئی نام رکھ کر شائع فرمادیں، چنانچہ بعد میں مضمون عقیدۃ حیات النبی کے نام سے شائع ہوا، حضرت والد صاحبؒ نے اس کا مبسوط پیشِ لفظ خود تحریر فرمایا اس میں اس رسالہ کا تعارف ان الفاظ میں فرمایا۔

رسالہ ہٰذا ’’عقیدۃ حیات النبی ‘‘، جناب محترم مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی البرنی المہاجر مدنی دامت برکاتہم العالیہ کی تالیف مفیدہ میں سے ہے مولانا ممدوح کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اکابر کے ذوق کے مطابق لکھنے کا بڑا سلیقہ عطا فرمایا اور آپ کو بحمد للہ کثیر التصانیف بنایا، اور آپ کی تصانیف نہایت آسان زبان میں عام فہم اور بہت ہی مفید ہوتی ہیں، یہ رسالہ بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہے، اور عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ کی احادیث کا مختصر مجموعہ ہے، اس کی زبان نہایت آسان اور اسلوب بیان بڑا ہی دلکش اور عاشقانہ ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے استفادہ اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

اس احادیث کے مجموعہ کو عقیدۃ المحدثین فی حیاۃ النبیین سے موسوم کرنا مناسب معلوم

ہوتا تھا، مگر عوامی افادہ کی غرض سے اردو میں متذکرہ نام تجویز کیا گیا۔ (انتہی)

ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں

محترم مولانا سید عبدالقدوس ترمذی دام مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ کہ الولد سر لأبیہ اپنے والد ماجد کی طرح آپ بھی اظہار حق اور اشاعت حق میں پوری طرح سے پیش پیش ہیں، اس سلسلہ میں آپ کی خدمات امت مسلمہ کے سامنے آرہی ہیں، رسالہ ''عقائد علماء دیوبند،، (اردو) مطالعہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، ماشاء اللہ آپ نے مختصر سے اوراق میں حضرات علماء دیوبند کے مسلک کو خوب واضح فرمایا ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ آپ کی محنتوں کو قبول فرمائے اور مزید خیر وبرکات سے نوازے، اور آپ کے قلم میں مزید برکت عطا فرمائے، احقر کو بھی دعا میں یاد فرمالیا کریں اور حضرت والد صاحب کی خدمت میں سلام پیش کردیں، ایک رسالہ ''ارشاد الطالبین،، دوسرا ''زاد الطالبین،، بھیج رہا ہوں، مطالعہ فرما کر اور حضرت والد صاحب کے مشورہ سے نصاب میں داخل فرمائیں، ان شاء اللہ دونوں رسالے بہت مفید ہوں گے۔

العبد الفقیر

محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ ۵/۴/۱۴۲۱ھ

مماتیوں کے خلاف حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی عبدالشکور صاحب ترمذیؒ صاحب کے درمیان خط وکتابت

حضرت والد صاحب قدس سرہ اور حضرت مفتی عبدالشکور کے درمیان مماتیوں کے خلاف خط وکتابت ہوئی دونوں حضرات کے درمیان خطوط کے اقتباسات نقل کرنے سے پہلے چند سطریں تمہید کے طور پر لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ السلام اپنے قبروں میں حیات ہیں اس کے بہت سے دلائل ہیں ان دلائل میں سے ایک صحیح حدیث یہ بھی ہے **الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون** رواہ **ابو یعلی باسناد صحیح**۔ یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں **وھذہ حیاۃ برزخیۃ خاصۃ أکمل وأفضل من حیاۃ الشھداء** اور یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی برزخی حیات شہداء کی حیات سے اکمل وافضل ہے اور یہ حیات بعد الوفات ہے جو دنیاوی زندگی پوری ہونے کے بعد ہے لہذا آیت: **انک میت و انھم میتون** اور حدیث بالا میں کوئی تعارض نہیں مماتی لوگ عوام کو یہ آیت پیش کرتے ہیں، حالانکہ اس آیت سے حیات بعد الوفات کی نفی نہیں ہوتی۔ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے اجساد مبارکہ (جسم مبارک) اپنی قبروں میں تروتازہ محفوظ ہیں، صحیح حدیث شریف میں ہے

عن أوس بن أوس رضي الله عنه قال قال ﷺ: إن من أفضل أيامكم يوم الجمعة فيه خلق آدم وفيه قبض وفيه النفخة وفيه الصعقة فأكثروا علي من الصلاة فيه فإن صلاتكم معروضة علي، فقالوا يا رسول الله

وكيف تعرض عليك صلاتنا وقد أرمت؟ يعني وقد بليت۔ قال (إن الله عزوجل حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء صلوات الله عليهم)۔ترجمہ: حضرت اوس بن اوس رضي الله عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: کہ تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے اس دن ہی حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور اسی میں انکی وفات ہوئی اور اسی میں صور پھونکا جائے گا اور اسی میں بے ہوشی کا واقعہ پیش آئے گا پس تم اس دن مجھ پر درود کی کثرت کرو تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر کس طرح ہمارا درود پیش کیا جائے گا جبکہ آپ تو مٹی ہو چکے ہونگے (اس کے جواب میں) آپ نے فرمایا اللہ تعالی نے زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۸، ابو داود حدیث نمبر ۱۰۴۷، نسائی حدیث نمبر ۱۳۴۷، ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۰۸۵، موارد الظمآن حدیث نمبر ۵۵۰)

حدیث بالا سے حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے اجساد مبارکہ کا محفوظ تروتازہ رہنا معلوم ہوا اور اسی حدیث سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ اجساد مبارکہ ارواح مبارکہ کا تعلق بھی ہے کہ ارواح الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اعلی علیین میں ہوتے ہوئے اپنے اجسادِ مبارکہ سے ان کا اتصال قائم ہے، علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کتاب الروح میں لکھتے ہیں ولها اتصال بالبدن فى القبر واشراف عليه وتعلق به یعنی روح مبارک کا جسم مبارک سے اتصال اور تعلق قائم ہے، اس کو شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ مسلم کی شرح فتح الملہم میں یوں تحریر فرماتے ہیں، اما بعد وفاته

فروحه المقدسة ﷺ قد استقرت بالرفيق الاعلى مع الانبياء عليهم الصلاة والسلام ولايتوهم من هذا انكار حياته فى قبره الشريف فان لروحه ﷺ اشرافا على البدن المبارك المطيب واشراقا و تعلقا به

ترجمہ: وفات شریفہ کے بعد آپ کی روح مقدسہ دوسرے انبیاء علیہم الصلوۃ السلام کے ارواح طیبہ کے ساتھ رفیق اعلیٰ میں استقرار پذیر ہے، لیکن اس سے آپ کے اپنی قبر شریف میں زندہ نہ ہونے کا وہم نہ کیا جائے، کیونکہ آپ کی روح مقدس بدن مبارک پر اپنا اثر ڈال رہی ہے اور اس پر روشنی پڑ رہی ہے اور اس کا بدن اطہر کے ساتھ تعلق قائم ہے۔

مسلم شریف کی حدیث میں نبی کریم کا ارشاد ہے: کہ جس رات مجھے اسرا کرائی گئی میں موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر سے گذرا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، یہ حدیث شاہد ہے مذکورہ بالا حدیث کی جس میں یہ فرمایا کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ جو نبی اکرم روضہ اطہر (قبر شریف) پر حاضر ہوکر صلوۃ وسلام پیش کرے تو آنحضرت خود بنفس نفیس سنتے ہیں۔ کوئی دور سے درود شریف پڑھے تو فرشتوں کے ذریعے درود شریف پہنچا دیا جاتا ہے، اور یہ تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی عقیدہ کو اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے، (دیکھیئے ج ۲۶ ص ۱۴۷ عربی عبارت. فأخبر صلي الله عليه وسلم أنه يسمع الصلاة والسلام من القريب وانه يبلغ ذلك من البعيد) اور یہ حدیث (من صلى علي

عند قبري سمعته و من صلى علي نائياً أبلغته) اس کے بارے میں حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں إنما ثبت معناه بأحاديث أخر (الرد علي الأخنائی ص ۱۳۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہء اطہر پر حاضری دیتا ہے اور صلوۃ وسلام پیش کرتا ہے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس سنتے ہیں اور جواب ہنایت فرماتے ہیں یہ تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

لیکن مماتی لوگ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔مماتیوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو روضہ اطہر پر حاضری نہیں دیتے ،الصلوۃ والسلام پیش کرنے سے محروم ہیں ،اوران میں بعض ایسے بھی ہیں جو گستاخانہ جملے کہتے ہیں اعاذ نا اللہ من شرہم ومکرہم۔

اب ہم مماتیوں کے خلاف حضرت والد صاحب حضرت مفتی عبدالشکور کے درمیان خط وکتابت کے اقتباسات نقل کرتے ہیں

مفتی عبدالقدوس صاحب ترمذی ان خطوط کے اقتباسات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلندشہری قدس سرہ مماتیوں کے خلاف کھلے میدان میں تشریف لے آئے ،اور مماتیوں کو خوب للکارا،ارباب مدارس اور ذمہ دارنِ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کو بھی اس سلسلہ میں متوجہ کیا ،اپنے ایک کھلے مکتوب گرامی کے ذریعے اس بڑھتے ہوئے فتنہ کے خلاف کارروائی پرزوردیا،آپ کا یہ گرامی نامہ حضرت والد صاحب قدس سرہ کے نام بھی آیا اور مختلف رسائل میں بھی شائع ہوا،

ماہنامہ حق چار یار لاہور دسمبر ۱۹۹۹ء نے ''اصحاب مدارس غور فرمائیں دیوبندی مدارس میں بڑھتا ہوا مماتی فتنہ،، کے عنوان سے شائع کیا، حضرت والد ماجد قدس سرہ نے حضرت موصوف کی تائید میں زبردست مضمون لکھا جسے احقر نے آپ کی خدمت میں بھیجا اور ماہنامہ حق چار یار لاہور نے اسے بھی اپریل ۲۰۰۰ء میں شائع کیا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذیل میں ان دونوں مکتوبات کے اہم اقتباسات ہدیہ ناظرین کر دیئے جائیں۔

پہلے حضرت مولانا موصوف کے مکتوب گرامی کے اقتباسات ہوں گے اس کے بعد حضرت والد صاحب قدس سرہ کی مفصل تحریر سے چند اقتباسات نقل کئے جائیں گے

(۱).....جیسا کہ عموماً اہل علم جانتے ہیں اور دوست و دشمن سب کو اس کا علم ہے کہ حضرات اکابر علماء دیوبند کا مقصد مدارس عربیہ دینیہ قائم کرنے کا صرف اتنا ہی نہیں کہ طلباء کو جمع کیا کریں اور صرف عربی کتابیں پڑھا دیا کریں بلکہ ان کا ایک مسلک ہے جو معروف و مشہور ہے (آگے اہل مدارس کو متنبہ فرماتے ہوئے آگے لکھتے ہیں)

ایک نیا فرقہ پچاس ساٹھ سال سے نمودار ہوا ہے، جسے دورِ حاضر کے علماء نے لفظ'' مماتی،، کے ساتھ ملقب کیا ہے، پہلے تو یہ فتنہ زیادہ عام نہیں تھا، تھوڑے سے لوگ تھے لیکن آج کل بہت زیادہ بڑھ گیا ہے اور مدارس میں پھیل رہا ہے، طلباء میں اچھی خاصی تعداد اس فتنہ کی حامی ہونے لگی ہے ان لوگوں کو اپنے مسلک کے نام نہاد دلیلیں یاد ہوتی ہیں، دوسرے طلبہ کو ان کے خلاف دلائل یاد نہیں ہوتے اور یہ لوگ داعی ہوتے ہیں، طلبہ میں اپنی باتیں پھیلاتے ہیں اور انہیں اپنا بناتے رہتے ہیں، مماتی طلبہ کو بے تکلف داخلہ دیدیا جاتا ہے، یہ لوگ علماء دیوبند سے علم بھی سیکھتے ہیں، اور انہیں کم از کم

گمراہ تو سمجھتے ہی ہیں، بعض تو عقیدہ حیات انبیاء رکھنے والوں کو کافر بھی کہتے ہیں، ایک مماتی کا ملفوظ سننے میں آیا کہ اگر ابوبکر صدیق بھی حیات انبیاء کے قائل ہیں تو وہ بھی کافر ہیں۔ (العیاذ باللہ) اب یہ فتنہ زور پکڑ رہا ہے اور ہمارے اصحاب مدارس اس کے دفاع سے غافل ہیں۔

اس سے پہلے کہ مدارس میں سر پھوٹ ہو اور جنگ وجدال کی نوبت آئے، اور دیوبندیوں کے مدارس عقیدۂ ممات کا مرکز بن جائیں، اسکے دفاع کا راستہ سوچنے کی ضرورت ہے، اہل مدارس کو تغافل کیوں ہے، اس بارے میں کوئی واضح بات نہیں بتائی گئی، کچھ ایسا سمجھا جاتا ہے کہ اگر اس مزاج کے طلبہ کے عدم ادخال یا اخراج کے بارے میں کوئی اقدام کیا گیا تو مدارس میں طلبہ کی تعداد کم ہوجائے گی، یا ہڑبونگ ہوگی، پہلی بات تو یہ ہے کہ اہل مدارس مدارس کو مقصود نہ سمجھیں، خدمت دین حفاظت سنن رد بدعات کے کام میں لگے رہیں، اور یہ سب کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو، مدارس مقصود نہیں، جیسا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اکابر دیوبند کو لکھدیا تھا (جبکہ وہاں جاہل لوگوں نے کمیٹی کا ممبر بننے کی کوشش کی تھی) کہ مدرسہ مقصود نہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہے، جن لوگوں کو مدارس ہی مقصود ہیں احقاق حق اور حفاظتِ دین اور اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہیں ہے، ایسے لوگ اپنی آخرت کے بارے میں غور کرلیں، اور "إنما الأعمال بالنيات" کو بار بار پڑھیں، ایسے اصحاب اہتمام کے مدارس میں جو طلبہ پڑھیں گے، ان طلبہ کے قلوب پر بھی طلب دنیا کے اثرات ہی اثر انداز ہوں گے، علم بھی تو مقصود نہیں ہے، اس سے بھی تو اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہونا چاہیئے۔

رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: ''**من تعلم علماً مما یبتغی به وجه الله لا یتعلمه إلا لیصیب به عرضاً من الدنیا لم یجد عرف الجنة یوم القیامة**''، ہر طالب علم کے پیش نظر رہے، مماتی لوگوں کو مدارس میں داخل کرنا اور پالنے کا نتیجہ آگے جاکر تو بہت بڑے فتنہ وفساد اور جنگ وجدال کا باعث ہوگا، یا یہ دیوبندی مدارس اور ان کے طلبہ مماتی بنکر غالب ہوجائیں گے، اور دیوبندی مدارس مماتیوں ہی کی جولانگاہ بن جائیں گے، اس سے پہلے سوچنے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

میں نے یہاں ایک مماتی سے بات کی کہ تم لوگ دیوبندی عقیدہ کے خلاف بھی ہو اور دیوبندی بھی بنتے ہو، صاف اعلان کیوں نہیں کرتے کہ ہم دیوبندی نہیں ہیں، تو اس نے جواب دیا کہ ایک بات میں مخالف ہونے کی وجہ سے دیوبندیت سے کیسے نکل جائیں گے، دیوبندیت کوئی ذراسی چیز تو نہیں ہے۔

اس کے بعد مدینہ منورہ میں لاہور کے ایک عالم سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے بھی یہ جواب نقل کیا، جس سے اندازہ ہوا کہ مماتیوں نے یہ جواب دیوبندیت سے مستفید ہونے کے لئے تراشا ہے۔

اگر اصحاب اہتمام اور اکابر مدرسین مماتیوں کے اکابر کو جمع کرکے دلائل سے بات کرکے نمٹا دیں تو کیا ہی اچھا ہو، اگر ایسا نہیں کرسکتے تو اول تو یہ اعلان کردیں کہ یہ لوگ دیوبندی نہیں ہیں، ہم ان سے بیزار ہیں، دوسرے اس مزاج کے طلبہ کو اپنے مدارس میں داخل نہ کریں۔

جو شخص رسول اکرم کی قبر اطہر کے پاس کھڑا ہوکر درود پڑھے حضور اقدس اس کو سنتے ہیں ''**من صلی عند قبری سمعته**''، نص صریح ہے، علامہ سخاوی ؒ

نے حافظ ابن حجرؒ سے نقل کیا ہے سندہ جید، (اور علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے معنی کو صحیح قرار دیا ہے ج ۲۶ ص ۱۴۷ میں لکھتے ہیں فاخبر انه یسمع الصلاة و السلام من القریب ونه یبلغ ذلك من البعید،) حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ نے یہ بھی لکھا ہے:

یہ ناکارہ ان اکابر کا بالکل متبع ہے، ان کے اوصاف ارشادات اور تحریرات کے بعد جس پر حضرت سہارنپوری، حضرت شیخ الہند، حضرت رائپوری، حضرت تھانوی قدس اللہ اسرارہم نے بلا کسی اجمال کے ''ہذا معتقدنا ومعتقد مشائخنا،، لکھا ہے، کیا کوئی گنجائش ہے کہ اس کے خلاف کچھ کہا جا سکے۔

بعض مماتی یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ ہم قرآن پیش کرتے ہیں اور دیوبندی وہ قاسم الذی ..(حضرت نانوتویؒ) کا قول پیش کرتے ہیں، گویا قرآن کو دورِ حاضر میں صرف مماتیوں نے ہی سمجھا ہے، حضرات صحابہ کرام اور تابعین اور بعد میں آنے والے حضرات سلفاً عن خلفٍ، ائمہ اربعہ کے مقلدین، شراح حدیث، فقہاء کرام، مشائخ عظام، عقیدہ حیات الأنبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے حامل گمراہ اور جاہل ہو گئے، انھوں نے نہ قرآن کو سمجھا اور نہ احادیث شریفہ کی تصریحات سے واقف ہو گئے، یہ نئے زمانہ کے لوگ قرآن کو سمجھ گئے، درحقیقت سلف وصالحین سے کٹے گا وہی مبتدع ضال ہوگا، اور ﴿وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ کا مصداق ہوگا، مؤطا امام محمد میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سفر سے واپس آتے تھے تو قبر شریف کے پاس حاضر ہو کر آپ پر اور آپ کے صاحبین (حضرت

ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ) کی خدمت میں سلام پیش کیا کرتے تھے۔
ممکن ہے کہ بعض مماتی مزاج مدعیان دیوبندیت یوں کہیں کہ عقائد میں تقلید نہیں کی جاتی اس لئے ہم اکابر دیوبند کے مقلد نہیں، اس لئے ہم نے دیوبندی ہوتے ہوئے ان کے مسلک کو قبول کرلیا، احقر کا کہنا تو یہی ہے کہ یہ لوگ اس کا واضح اعلان کردیں کہ اکابر دیوبند کا مسلک غلط تاکہ امت پر واضح ہوجائے کہ آپ کا مسلک وہ نہیں جو اکابر دیوبند کا مسلک ہے ﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ﴾،، دیوبندی مدارس کے اکابر توجہ فرمائیں اوراس فتنہ سے اپنے طلبہ کو محفوظ رکھنے کی پوری مساعی اور جہود کام میں لائیں۔ واللہ الموفق وھو المستعان وعلیه التکلان .۹/رجب ۱۴۲۰ھ
مفتی عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں
رہی یہ تجویز کہ تحقیق مسائل کی بھی ضرورت ہے تو بحمد للہ وہ بھی عرصے سے ہوچکی ہے اور گاہے گاہے ہوتی بھی رہتی ہے حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صاحب کی ”تسکین الصدور،، علامہ خالد محمود کی ”مقام حیات،، احقر ناکارہ کی ہدایۃ الحیر ان فی جواہر القرآن،، اور ”حیات انبیاء کرام علیہم السلام،، وغیرہ کتابیں ان مسائل پر لکھی ہوئی ہیں، راولپنڈی میں حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ، حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ نے قدر مشترک پر فریقین کے دستخط حاصل کرکے خود بھی اس پر دستخط فرمادیئے تھے، اس کی پوری تفصیل ماہنامہ ”تعلیم القرآن،، راولپنڈی میں بھی اگست ۱۹۶۲ء کے شمارے میں شائع ہوچکی ہے، اس سب کچھ کے باوجود یہ فتنہ بڑھتا

ہی چلا جا رہا ہے اس کی وجہ اوپر عرض کر دی گئی ہے

باقی رہا ایک مماتی کا یہ کہنا کہ ایک بات میں مخالف ہونے سے دیو بندیت سے کیسے نکل جائیں گے اور لاہور کے ایک عالم کا بھی جواب نقل کرنا جس کا تذکرہ آپ نے خط میں کیا ہے بالکل غلط ہے، اور اس فرقے سے ایک بات میں اختلاف نہیں ہے، ان کے مسلک سے آپ نے بھی کئی باتوں کے اختلاف کا اس خط میں ذکر کیا ہے دوسرے یہ بھی غلط ہے کہ ایک بات میں مخالف ہونے سے دیو بندیت سے کیسے نکل جائیں گے کیا ان عالم نے ''شرح عقائد،، بھی نہیں دیکھی اس میں لکھا ہے کہ حضرت امام حسن بصریؒ نے واصل بن عطاء کو ایک ہی مسئلہ ''منزلۃ بین المنزلتین،، ثابت کرنے پر فرما دیا تھا ''قد اعتزل عنا،، اور یہ مسئلہ بھی اعتقادیہ ہے تو یہ بات بھی غلط ہے کہ اعتقاد میں تقلید نہیں ہوتی، ہر شخص عقائد میں تحقیق کیسے کر سکتا ہے یہ تو ناممکن بات ہے کسی نہ کسی کی تحقیق پر اعتماد کر کے عقائد رکھے جاتے ہیں، ہر شخص تحقیق کا مکلّف کیسے بنایا جا سکتا ہے۔

بعض مسائل ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی وجہ سے دوسرے فرقوں سے اہل سنت والجماعت کو امتیاز حاصل ہوتا ہے اس حیثیت سے ان کو اہمیت حاصل ہوتی ہے، اور وہ عام مسائل کی طرح نہیں ہوتے ان کے انکار سے اہل سنت والجماعت سے ان کا خروج لازم آتا ہے جیسا کہ شرح عقائد ہی میں ہے: **التنبیه علی نبذای قلیل من المسائل التی بها یتمیز اهل السنة من غیرهم**، آگے لکھا ہے **وبالجملة من لا یری المسح علی الخفین فهو من اهل البدعة**،، مسح علی الخفین

کے انکار سے ہی بدعتی ہونے کا حکم لگا دیا گیا کیونکہ احادیث متواترہ سے ثابت ہونے کے ساتھ اہل تشیع اور خوارج اس کا انکار کرتے ہیں، اس لئے اہل سنت والجماعت کا شعار قرار پایا اور اس کا انکار بدعت ہوا۔

اسی طرح عقیدہ حیات النبی جو احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور آئمہ اربعہ اس کے قائل ہیں، اس کا انکار کرنے والا اہل سنت سے خارج ہو جاتا ہے، پھر عذاب قبر کا انکار اس پر مزید اہل سنت سے خارج کرتا ہے وہ بھی شیعہ اور خوارج کا مسلک ہے۔

وانکر عذاب القبر بعض المعتزلة والروافض (نبراس ص ۳۲۱)

لہٰذا مسلک کے تحفظ کے لئے ضروری ہے کہ تمام ارباب مدارس اپنے فارم داخلہ میں طالب علم کے لئے المہند کے مطابق عقیدہ رکھنے کی شرط عائد کریں اور بصورت دیگر اس کو داخلہ نہ دیا جائے، تمام ارباب مدارس اور وفاق ایسے تمام حضرات کی اسناد منسوخ کر دیں جو اس مسلک دیوبند کے خلاف ہونے کے باوجود ماضی میں اسناد حاصل کر چکے ہیں، وفاق بھی اس عقیدہ کے حامل مدارس کا الحاق منسوخ کر دے۔

اس کے بغیر مسلک کا تحفظ نہیں ہو سکتا۔

دونوں بزرگوں کے مذکورہ اقتباسات سے واضح ہے کہ یہ دونوں حضرات مذکورہ مسئلہ میں کیا عقیدہ رکھتے تھے اور یہ کہ نئے گروہ کے متعلق ان کی کیا رائے گرامی تھی۔

سرگودھا سے ایک صاحب نے آپ سے اس گروہ کے متعلق سوال کیا کہ پاکستان میں ایسا فرقہ پیدا ہو گیا ہے جو انبیاء کرام علیہم الصلاۃ و السلام کی حیات فی القبر کا منکر ہے،

یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ حضرات برزخ میں زندہ ہیں، قبروں میں نہیں، اور اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی قبر اطہر پر صلاۃ وسلام پیش کرنے کو جائز نہیں سمجھتے، یہ لوگ یوں بھی نہیں کہتے کہ ہم دیوبندی نہیں ہیں لیکن حیات الأنبیاء کے سلسلہ میں جب ان کے سامنے علماء دیوبند کی تصریحات پیش کی جاتی ہیں تو ان کو بھی نہیں مانتے۔

سوال یہ ہے کہ یہ لوگ دیوبندی ہیں یا نہیں اور ان کا مذکورہ بالا عقیدہ کتاب وسنت کی روشنی میں صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس بارے میں آپ کا کیا عقیدہ ہے ؟

اس سوال کا جواب آپ نے نہایت مدلل ومفصل وجامع تحریر فرمایا اور اس میں واضح طور پر مذکورہ عقائد کے حامل گروہ کو دیوبندیت سے اور اہل سنت سے خارج قرار دیتے ہوئے لکھا کہ جو لوگ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی حیات فی القبور کے قائل نہیں وہ لوگ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں، اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بھی مخالف ہیں، اور یہ لوگ دیوبندی کبھی بھی نہیں ہیں اگر چہ تقیہ کر کے دیوبندی بن کر چندے کرتے ہیں اور طلبہ تقیہ کر کے دیوبندی بن کر ان کے مدارس میں داخلہ لیتے ہیں، پھر چپکے چپکے اپنا تراشیدہ عقیدہ پھیلاتے ہیں اگر ان لوگوں میں ایمان اور انصاف ہے تو واضح طور پر اعلان کردیں کہ ہم دیوبندی نہیں ہیں اور اکابر دیوبند کو بھی ان سے براءت ظاہر کرنا لازم ہے۔

آخر میں تحریر فرماتے ہیں آپ نے سوال کیا ہے کہ تیرا مسلک کیا ہے؟ میرا کوئی نیا مسلک نہیں، میں علماء اہل سنت کے مسلک پر ہوں اور قبور میں حیات الأنبیاء کی جسمانی حیات کے منکر کو گمراہ اور اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھتا ہوں.

(حوالہ مذکورہ)

اس کے بعد حضرت نے اس طبقہ سے چند سوالات کیئے جو افادہ عام کے لئے انہی کے الفاظ میں نقل کیئے جاتے ہیں چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

محمد زبیر صاحب کا جواب لکھنے کے بعد اللہ تعالی نے ذہن میں ڈالا کہ مماتیوں سے کھل کر چند سوال کر لئے جائیں جو ذیل میں درج کیئے جاتے ہیں، ہر مماتی چھوٹا بڑا، عالم وجاہل ان کا مخاطب ہے، ہر مماتی کسی کی تقلید کیئے بغیر اپنی آخرت کو سامنے رکھ کر جواب دے کہ:

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ مسلمان تھے یا مشرک تھے جو رسول اللہ کی قبر پر آکر سلام پڑھتے تھے اور حضرت ابوبکر وعمر (رضی اللہ تعالی عنہما) پر بھی سلام پڑھتے تھے۔

(۲) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مسلمان تھے یا مشرک تھے جو دمشق سے رسول اللہ کی خدمت میں با قاعدہ آدمی بھیج کر سلام پیش کرواتے تھے۔

(شفا قاضی عیاض ص ۱۹۸ ج ۲)

(۳) تمام اہل سنت والجماعت جو مذاہب آئمہ اربعہ کے مقلدین ہیں اور جن کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام جسمانی حیات کے ساتھ قبروں میں زندہ ہیں جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے نقل کیا ہے اور علامہ بیہقیؒ اور جلال الدین سیوطیؒ نے اس بارے میں رسالے لکھے ہیں۔

اب یہ بتائیے کہ تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ صحیح ہے یا غلط ہے اور یہ حضرات موحد تھے یا مشرک اور گمراہ تھے یا صحیح راہ پر ؟

(۴)........رسول اللہ نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے آپ کا یہ فرمان تم لوگوں کے نزدیک صحیح ہے یا نہیں؟ اور نہ صرف موسیٰ علیہ السلام بلکہ امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب حیات الانبیاء میں حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں تم اس بات کو کیوں نہیں مانتے ؟ کیا آپ رسول اللہ سے بڑھکر علم رکھتے ہو اور آپ سے زیادہ توحید کو جانتے ہو؟ رسول اللہ نے جو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے جسموں کو کھائے۔(**اخرجہ ابو داود باسناد صحیح فی باب الجمعۃ عن اوس بن اوس الثقفی و ابن ماجہ عن ابی الدرداء بإسناد جید**) اس کو آپ لوگ کیوں نہیں مانتے۔

(۵) صحیح بخاری (ص ۱۸۰ ج ۱) میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ میں نے چھ ماہ کے بعد قبر بدلنے کے لئے اپنے والد کو نکالا تو ان کا جسم بالکل اسی طرح تھا جیسا کہ ابھی ابھی رکھا ہو، تھوڑا سا کان پر اثر تھا۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ و السلام کے علاوہ بھی دیگر افرادِ امت کا جسم قبروں میں محفوظ ہوسکتا ہے، یہ بتاؤ کہ تمہیں قبروں کی حیات جسمانی سے کیوں ضد اور عناد ہے ؟ کیا تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ کو قبروں میں زندگی بخشنے پر قدرت نہیں؟ اور یہ کہ امام بخاریؒ امام مسلمؒ کے بارے میں بتاؤ کہ وہ حیات الأنبیاء

پر کتاب لکھ کر مشرک ہو گئے یا موحد رہے ؟

(٦)…….حضرات اکابر دیو بند مسلمان ہیں یا مشرک ؟ اگر مشرک ہیں تو تم ان کی کتابیں کیوں پڑھتے ہو اور اپنے طلبہ کو ان کے مدارس میں کیوں بھیجتے ہو؟ اور نہ صرف علماءِ دیو بند بلکہ پوری امت مسلمہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لے کر آج تک جو حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی قبروں والی حیات کے قائل ہیں جب کہ وہ تمہارے نزدیک مشرک ہیں تو ان کی لکھی ہوئی کتابیں تفاسیر و شروح حدیث فقہ وفتاوی کیوں پڑھتے ہو؟ کیا مشرک کی ذات سے یا کتاب سے علم دین حاصل کرنا جائز ہے ؟

(٧)…..تمہارے وجود سے پہلے جو تفاسیر اور شروح حدیث لکھی گئیں وہ تمہارے عقیدے میں مشرکوں کی لکھی ہوئی ہیں، کیا ان لوگوں کا ان کتابوں کی اشاعت کرنا اور روایت کرنا اور کتب حدیث کی نشر و اشاعت کرنا معتبر ہے؟ جب یہ حضرات مشرک تھے تو ان کے دین و ایمان علوم و اعمال اور ان کی روایت کردہ اشاعت کردہ کتابوں کا کیا بھروسہ رہا؟

(٨)………اپنا عقیدہ ثابت کرنے کے لئے تم لوگ پنجابی لہجہ میں گا گا کر سورۃ الزمر کی آیت ۳۰ ”﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ﴾ عوام کو سناتے ہو اور دھوکہ دیتے ہو کہ ہمارا عقیدہ قرآن سے ثابت ہو رہا ہے حالانکہ آیت کریمہ سے صرف موت آنے کا ثبوت ہوتا ہے موت کے بعد زندہ ہونے کی نفی نہیں ہوتی، یہ آیت اکابر اہل سنت والجماعت کے سامنے بھی تھی اس آیت کو جانتے ہوئے وہ حضرات انبیاء کرام

علیہم الصلاۃ والسلام کی حیات فی القبر کے قائل تھے، آپ لوگ ساری امت سے بڑھ کر قرآن سمجھنے والے ہوگئے اور ساری امت مشرک ہوگئی یہ کیا ایمان داری اور ہوشداری ہے؟ ذرا ہوش کی دوا کرو۔

(۹)........آپ لوگ صاف کیوں نہیں کہتے کہ ہم دیوبندی نہیں ہیں جبکہ ان کے اکابر کو مشرک بھی بناتے ہو؟

(۱۰) ہر سوال کا صحیح اور صریح جواب دو کسی طرح حجت بازی، ہیرا پھیری اور ایچ پیچ سے کام نہ لیں، اور یہ بات یاد رکھو کہ قیامت کے دن پیش ہونا ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ رسول اللہ نے ''ما انا علیہ واصحابی،، کو معیار حق بتلایا تھا تمہارے نزدیک صحابہ مشرک ہیں (العیاذ باللہ) اور پوری امت بھی مشرک ہے (العیاذ باللہ)، اس پر غور کر کے جواب دیو اور سورۃ النساء کی آیت (۱۵) ﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴾ ترجمہ: اور جو شخص رسول اللہ کی مخالفت کرے بعد اس کے اس کے لئے ہدایت ظاہر ہو چکی اور مسلمانوں کے راستہ کے خلاف کسی دوسرے راستے کا اتباع کرے تو ہم اس کو وہ کام کرنے دیں گے جو وہ کرتا ہے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

کو بار بار پڑھو اور سوچو کہ تم لوگ اس کا مصداق تو نہیں ہو۔

اس آیت میں غیر سبیل المؤمنین کی اتباع پر داخلہ دوزخ کی وعید ہے تم لوگوں نے حضرات صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک کے تمام مسلمانوں کو مشرک کہہ کر اپنی جماعت بنالی، اپنے بارے میں غور کرلو۔

دیوبندیت کیا ہے ؟ ایک مختصر تعارف

وضاحت: گذشتہ خط میں بار بار دیوبند یا دیوبندیت کا لفظ آیا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ دیوبند یا دیوبندیت سے متعلق کچھ ضروری معلومات تحریر کردی جائیں کیونکہ بعض لوگوں نے دیوبند سے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پھیلا رکھی ہیں، تو ہماری اس تحریر سے ان شاء اللہ تعالی ان غلط فہمیوں کا ازالہ ہوجائے گا اور حق اور حقیقت واضح ہوجائے گی، اور یہ تحریر ان شاء اللہ تعالی چشم کشا ثابت ہوگی، واللہ ولی التوفیق۔

تحقیقی بات یہ ہے کہ دین اسلام کی کرنیں عہد صحابہ رضی اللہ عنہم ہی میں ہند اور سندھ میں پہنچ چکی تھیں، اور دائرہ اسلام پھلتے پھولتے ایسا تناور درخت کی شکل میں نمودار ہوچکا تھا کہ کفر وشرک کی دیواریں لرزہ براندام ہوگئیں تھیں یہاں تک کہ غیر منقسم ہندوستان پر آٹھ سو سال سے زائد طویل مدت تک اسلام کا پرچم لہرایا، اور اسلام کے علمبرداروں نے اس طویل وعریض ملک پر حکومت کی، یہ اسلامی دور کا ایک روشن باب ہے، اور یہاں بڑے بڑے اہل علم پیدا ہوتے رہے اور مصلحین دعوت اسلام کے میدان میں خوب کام کرتے رہے اور مسلمانوں میں بھی اصلاحی کوششیں ہوتی رہیں۔

بارہویں صدی ہجری میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب وسنت کی اشاعت اور اس کی حفاظت پر علمی وعملی عظیم الشان کارنامہ انجام دیا، ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کمزور ہوچکی تھی شاہ صاحب اور ان کی ذریت طیبہ وشاگردوں کی انتھک محنتوں نے ایسا رنگ دکھایا کہ اسلام کی جڑیں ایسی مضبوط ہوگئیں کہ مرور زمانہ کے ساتھ ان کو آج تک مٹایا نہ جاسکا، سات سمندر پار سے انگریز آیا اس نے مسلمانوں سے حکومت چھین لی، اہل اسلام پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے

اور چالیس ہزار سے زائد علماء اسلام کو سولی پر چڑھا کر موت کی نیند سلا دیا گیا، مگر اس ظالم کی ہزار ہا کوششوں کے باوجود اسلام کو مٹایا نہ جا سکا، اہلِ علم نے جو بالعموم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اولاد صالح کے شاگرد یا ان کے شاگردوں کے شاگرد تھے انھوں نے اسلام کے دفاع میں اپنی جانوں کی قربانیاں خندہ پیشانی سے پیش کیں، ۱۸۵۷ھ میں شاملی کا عظیم ترین معرکہ پیش آیا جس میں حافظ ضامن شہید، حجۃ الاِسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی وغیرہما بہت سے علماء نے بنفس نفیس حصہ لیا اور انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا، اس معرکہ میں بعض وجوہات اور بعض منافقین کی چالبازی کی وجہ سے مسلمانوں کو ظاہری طور پر ناکامی ہوئی، اس جنگی ناکامی کے بعد یہ اسلام کے جیالے اور دین اسلام کے متوالے اس ملک کے طول وعرض میں حال و مستقبل میں اسلام کی آبیاری اور دین حق کی اشاعت وحفاظت کے لئے باہم مل کر بیٹھے اور غور وفکر کے بعد یہ طے کیا کہ اس ملک میں بلکہ دنیا میں اسلام کی نشر واشاعت اور اس کی حفاظت کے لئے مناسب طریقہ یہ ہے کہ دینی مدارس اور دینی مکاتب کا ایسا جال بچھا دیا جائے کہ جگہ جگہ یہ دینی سرچشمے امت اسلام کو اپنے شیریں چشمہ سے سیراب کریں، ان مدارس سے حفاظ تیار ہو کر نکلیں، علماء ومفتیان کرام فارغ ہوں، تاکہ امت کی دینی رہنمائی کرسکیں، ان حضرات میں سرفہرست جن مبارک ہستیوں کا نامِ نامی آتا ہے ان میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حاجی عابد صاحب ملا محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہم حضرات تھے جنھوں سب سے پہلے ۱۸۸۲ء میں دیوبند نامی بستی میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی، اس کے کچھ ہی عرصہ بعد سہارنپور شہر میں مدرسہ مظاہر علوم قائم ہوا،

مرادآباد شہر میں جامعہ قاسمیہ شاہی کی داغ بیل بڑی، اوراس کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے ان حضرات مخلصین کے اخلاص نے ایسا رنگ دکھایا کہ سارے ملک میں مدارس قائم ہونے لگے، دیوبند کا مدرسہ ایک عظیم دینی علمی درسگاہ ہوکر ایک اسلامی یونیورسٹی بن گیا، سہارنپور کا مدرسہ بھی علمی دینی ترقی میں اپنے عروج کو پہنچ گیا، ان دونوں مدرسوں کا علمی دینی فیض ایسا عام ہوا کہ یہاں سے پڑھ کر نکلنے والوں نے دنیا میں دین اسلام کی ایسی عظیم خدمات انجام دیں جس کی مثال ماضی قریب میں نہیں، یہاں سے فیض یافتگان اپنے کو دیوبند سے منسوب کرنے میں فخر کرنے لگے اور دیوبند ہندوستان میں اہل حق کا ایک رمز بن گیا، دیوبند میں قائم اس ادارہ نے ایک ایسے روشن منارے بلکہ چمکتے ستارہ کی حیثیت اختیار کرلی کہ اس کی روشنی اوراس کا فیض چہار دانگِ عالم میں پھیل گیا، اس ادارہ سے فارغ ہونے والے یا یہاں سے محبت تعلق رکھنے والے اہل سنت والجماعت ہیں، ان کا اپنا بنایا ہوا کوئی نیا فرقہ نہیں ہے، ان کی علم حدیث میں نسبت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتے ہوئے خاتم النبیین سرور دوجہاں سیدنا محمد رسول اللہ تک پہنچتی ہے، عقیدہ بھی ان حضرات کا وہی ہے جس پر سلف صالحین قائم تھے اور جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول وماثور ہے، اور عقیدہ طحاویہ جو علماء امت اسلامیہ کا متفق علیہ عقیدہ ہے، اسی عقیدہ پر یہ حضرات قائم ہیں، اور عقیدہ طحاویہ دارالعلوم دیوبند اور دیگر مدارس وجامعات جو دارالعلوم دیوبند کے منہج پر قائم ہیں ان میں یہ کتاب داخل نصاب ہے، اس عقیدہ کے خلاف اگر کسی نے کتب حکایات وقصص میں کوئی بات لکھ دی تو اس کو علماء دیوبند کا مسلک گردانا اوراس کی نسبت ان کی طرف کرنا باطل ہے، اوراگر کسی

نے اپنی کتاب میں کوئی ذاتی رائے لکھ دی جو متفق علیہ عقیدہ سے ہٹ کر ہو تو اس کو بھی علماء دیو بند کا عقیدہ قرار دینا غلط ہے، اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔

فقہ میں یہ حضرات فقہ حنفی کے پیروکار ہیں، ائمہ اربعہ اور چاروں فقہ اور ان کے متبعین کو اہل حق میں شمار کرتے ہیں اور سب کا ادب واحترام کرتے ہیں، اہل دیو بند نے اپنی طرف سے نہ کوئی نیا فرقہ بنایا، نہ وہاں کسی نئے مسلک ومذہب کی بنیاد ڈالی بلکہ غیر منقسم ہندوستان میں احیاءِ دین وبقاءِ اسلام کے لئے جو پہلا مدرسہ قائم کیا گیا چونکہ وہ دیو بند نامی بستی میں تھا اس لئے اس کی نسبت سے لوگ دیو بندی کہے جانے لگے، یہ کوئی مسلکی ومذہبی نسبت نہیں ہے، اس بستی میں قائم ہونے والا مدرسہ اہل سنت والجماعت کا مدرسہ ہے، اس مدرسہ کا فیض ایسا عام ہوا اور ہو رہا ہے کہ جو بھی اس فیض سے خوشہ چینی کرتا ہے وہ اپنے کو اہل دیو بند میں سے شمار کرانے میں فخر محسوس کرتا ہے بلکہ دیو بند ہندوستان میں اہل حق کی پہچان ہے اور اہل سنت والجماعت کا ترجمان ہے، اس کی مخالفت کرنے والے وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو باطل پر ہوں، یا وہ لوگ ہو سکتے ہیں جن کے نفسوں میں اہل حق سے حسد ہو، ورنہ دیو بند اور اہل دیو بند سے اہل سنت والجماعت کے ہر فرد کو محبت وتعلق ہے اور کیوں نہ ہو یہاں سے پڑھنے والے حضرات کی دین اسلام کے سلسلہ میں ایسی عظیم خدمات ہیں کہ صدیوں میں اس کی مثال نہیں ملتی، اور آج پورے عالم میں امامت وخطابت، حلقات قرآنیہ ومدارس دینیہ کی خدمات میں جتنا یہ حضرات لگے ہوئے ہیں اتنا کسی اور طبقہ کے حضرات نہیں ہیں، اور یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے وہ جس سے چاہتے ہیں کام لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ شانہ قبول فرمائے اور مزید اور مزید دین کی خدمات کے لئے توفیق عطا فرمائے۔ انہ علی کل شیءٍ قدیر وبالاجابۃ جدیر وذوالفضل العظیم۔ آمین

مودودی صاحب سے متعلق حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

حضرت والد صاحب قدس سرہ مودودی صاحب کے افکار سے بہت نالاں تھے، اس کی بڑی وجہ مودودی صاحب کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر نکیر کرنا ہے، مودودی صاحب کی کتاب خلافت وملوکیت جس میں انھوں نے بعض حضرات صحابہ کرام پر شدید طعن کیا اور غیر موثوق روایات کا سہارا لیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جرح وطعن کرنا انتہائی گمراہ کن حرکت ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کریم اعلان رضامندی وارد ہے، اور اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کرامؓ سے جنت کا وعدہ فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ (سورۂ حدید: آیت/۱۰) ترجمہ: تم میں سے جو لوگ فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کر چکے اور لڑ چکے وہ برابر نہیں، وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں خرچ کیا، اور قتال کیا، اور اللہ تعالیٰ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے۔

(تفسیر انوار البیان)

(حُسنیٰ سے مراد اہل تفسیر نے جنت لی ہے کما روی عن مجاہد وقتادہ وغیرہما)

تو اس آیت میں واضح طور پر فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہؓ سے جنت کا وعدہ فرمایا، اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے اپنی رضامندی کا اعلان فرمایا، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ

رَّضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ وَاَعَدَّ لَہُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ تَحۡتَہَا الۡاَنۡہٰرُ خَالِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴾ ترجمہ: اور مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ سبقت لے جانے والے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہوا، وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔ (تفسیر انوار البیان)

اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو معیاری ایمان قرار دیا، اور اُن جیسا ایمان لانے والوں کو ہدایت یافتہ فرمایا، ارشاد ربانی ہے ﴿فَاِنۡ اٰمَنُوۡا بِمِثۡلِ مَاۤ اٰمَنۡتُمۡ بِہٖ فَقَدِ اہۡتَدَوۡا ﴾ سو اگر وہ ایمان لے آئیں ان چیزوں پر جن پر تم ایمان لائے تو وہ ہدایت پا جائیں گے۔ (سورۂ بقرۃ: آیت ۱۳۷)، ان آیات کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کے صحابہ کی تعریف فرمائی ہے اور رضامندی کا اعلان فرمایا ہے، اور رسول اکرم کا ارشاد گرامی ہے:

''لا تسبوا اصحابی فولذی نفسی بیدہ لو انفق احدکم مثل احد ذھباً ما بلغ مد احدھم و لا نصیفہ،، (صحیح بخاری ج ۱۳۴۳/۳، نمبر ۳۴۷۰) یعنی میرے صحابہ کو بُرا مت کہو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد (پہاڑ) کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو ان (صحابہ) میں سے کسی کے مُد یا آدھا مد خرچ کرنے کے ثواب کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔ (واضح رہے کہ مد پیمائش کا ایک چھوٹا سا پیمانہ ہے)

اس کے علاوہ حضرات صحابہ کرام کی مدح وستائش اوران کے مقام کے بارے میں متعدد احادیث شریف ثابت ہیں، اور علمائے اسلام کے اقوال بھی اس سلسلہ میں محفوظ ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں طعن کرنا دین میں طعن کرنا ہے کیونکہ دین ہم تک صحابہ کرام ؓ کے ذریعہ ہی پہنچا ہے، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کا موقف مودودی صاحب کے بارے میں پہلے سخت نہ تھا لیکن جب اُن کی کتاب خلافت وملوکیت چھپی تو بہت زیادہ بیزاری کا اظہار فرمایا اور اپنے موقف کو سخت فرمادیا۔

مسئلہ منی سے متعلق مولانا مرغوب احمد صاحب کا خط اور والد صاحب کے خط کے جواب کا اقتباس

محترمی مولانا مرغوب أحمد صاحب دام مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ان شاء اللہ تعالیٰ مزاج بخیر ہوگا، آپ کا عنایت نامہ موصول ہوا جس میں ’’ندائے شاہی،، کے خصوصی شمارہ کے بعض نئے مسائل سے متعلقہ اوراق بھی تھے، اس کا جواب ارسال ہے، میرے ذہن میں جو باتیں آئیں وہ تحریر کردی ہیں واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واکمل. فقط والسلام محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ

بقلم محمد جاوید اشرف میرٹھی ندوی

منی اگرچہ مکہ معظّمہ کا محلّہ بن جائے پھر بھی وہاں یوم الترویۃ گزارنا پانچ نمازیں منی میں پڑھنا نویں کو منی سے روانہ ہونا سنت رہے گا۔

منی اور مکہ اور اقامت ۱۵ یوم عالمگیری باب صلاۃ المسافر میں دیکھ لیں۔

کچھ لٹریچر بھیج رہا ہوں مسلمانوں کے لئے بھی ہے اور غیر مسلموں کے لئے بھی اس کو عام فرمائیں۔

حاجی عبدالقدیر صاحب کے نام والد صاحب رحمہٗ اللہ کے خطوط:

حاجی عبدالقدیر صاحب ابا کے خاص دوستوں میں سے ہیں، ان کے نام والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے خطوط لکھے جن کے بعض وہ اقتباسات ہم قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں جس میں ان کے لئے کچھ افادیت و نافعیت ہے:

ایک تفصیلی خط میں تحریر فرماتے ہیں:

.....عزیزہ اسماء سلمہا نے لکھا ہے کہ چچا کے بیٹے کا نام تجویز کریں، آپ لوگ سورۂ حشر کے میں جو دوسری آیت ۞﴿هُوَ الَّذِيْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ﴾۞ اس کو پڑھ لیں، اس میں اللہ تعالیٰ کے کئی نام ہیں، کسی کے شروع میں ''عبد،، لگا دیں مثلاً عبدالملک، عبدالقدوس، عبدالمؤمن، عبدالخالق، عبدالباری، عبدالجبار...

مفتی مدینہ رحمۃ اللہ علیہ کے زہد فی الدنیا کا واقعہ

ایک شخص ساؤتھ افریقہ کا رہنے والا ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کے خدمت میں حاضر ہوا اور گیارہ ہزار ریال ہدیہ پیش کرتے ہوئے عرض کیا: حضرت اس کو قبول فرمالیں، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نہ ان پیسوں کے رکھنے کے لئے میرے پاس جگہ ہے اور نہ خرچ کرنے کا مصرف، اس شخص نے عرض کیا کہ حضرت میں نے تو آپ کو دینے کی نیت کر ہی لی ہے لہذا قبول فرمالیں، والد صاحبؒ نے فرمایا: میں تمہاری نیت کا ذمہ دار نہیں، اس کے بعد وہ شخص یہ رقم چھوڑ کر چلا گیا، ابا جان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد سے فرمایا ان کو رکھ لو اور جس پریس والے نے میری تفسیر چھاپی ہے، اس کو یہ رقم بھیج کر کہہ دو کہ وہ ان پیسوں کی تفسیر اہل علم میں تقسیم کردے۔

تواریخ وفات

از مولانا خلیل احمد تھانوی

عالم دانا....محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی........انتقال کر گئے

۱۹۷ ۹۶۲ ۸۴۲

۲۰۰۱ء

امام جہاں.....محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی..........رحمہ اللہ

۱۴۱ ۹۶۲ ۳۱۹

مولانا امام........عاشق الٰہی مہاجر مدنی........جنت البقیع میں دفن ہوئے

۲۱۰ ۸۷۰ ۳۲۱

۱۴۲۲ھ

جلیس بزم جمال....مولینا علامہ......مفتی..........محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی

۲۲۶ ۲۸۳ ۵۳۰ ۹۶۲

۲۰۰۱ھ

زاہد زماں.....محمد عاشق الٰہی.........درفردوس بریں است

۱۱۵ ۶۰۹ ۱۲۷۷

۲۰۰۱ء

الحاج.....غریق رحمت

۴۳ ۱۹۵۸

۲۰۰۱ء

زیب مرقد........علامہ مفتی محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی

۳۶۳ ۱۶۳۸

۲۰۰۱ھ

مولانا صاحب.........والآخرة خیر و ابقی

۲۲۹ ۱۷۷۲

۲۰۰۱ء

لقال تعالی.........قد افلح من تزکی

٦٧٢ ٧٥٠

١۴٢٢ھ

قال جل شانہ.............فادخلی فی عبادی

٥٢٠ ٩٠٢

١۴٢٢ھ

إنما قال جد مجده ....و ادخلی جنتی

٣٠٨ ١١١۴

و إنما قال جل اسمه ....إن المتقین فی مقام آمین

٣٦٨ ١٠٥۴

١۴٢٢ھ

فقد الله جل قوله .... لسعیها راضیة ...فی جنة عالیة

٥٥٥ ١١٨٢ ٢٦۴

٢٠٠١ء

فقد قال الله جل وعده ....فهو عیشة راضیة

۴١٩ ١٥٨٢

٢٠٠١ء

تم بحمد الله

ربنا تقبّل منّا إنّک انت السمیع العلیم

وتب علینا إنّک أنت التوّاب الرحیم

وصلی اللّه وأنعم علی سیدنا ونبینا مُحَمّد وعلی آله

وصحبه وبارک وسلم تسلیما کثیرا

مؤلف کی تصانیف

(۱) حافظ قرآن اور اُسکا مقام (عربی۔اردو۔بنگلہ۔انگلش)
(۲) آدابِ تلاوت (اردو۔بنگلہ)
(۳) فتح الرحمٰن فی تفسیر کلماتِ القرآن (عربی۔اردو)
(۴) تحفۂ درودوسلام (عربی۔اردو۔بنگلہ۔انگلش)
(۵) فضائل حج وعمرہ (عربی۔اردو) (۶) آدابِ حج (حج کے (۱۰۰) اہم آداب)
(۷) جامع المناسک (مجموعہ فتاویٰ علماءِ حق متعلقہ حج وعمرہ)
(۸) یادگارِصالحین (حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات)
(۹) علماءِحق اور انکی خدماتِ حدیث (عربی۔اردو)
(۱۰) آبِ زمزم کے فضائل ومسائل وآداب
(۱۱) مسائل اعتکاف (مجموعہ فتاویٰ علماءِ حق متعلقہ اعتکاف)
(۱۲) مریض کی عیادت کیجئے اور جنت میں گھر بنائیے (عربی۔اردو۔بنگلہ۔انگلش)
(۱۳) فضل انفاق المال فی مرضاۃِ اللہ المتعال (عربی)
(۱۴) المدخل الیٰ الدراسات الأسلامیۃ (عربی)
(۱۵) کتابُ المنہیات (عربی)
(۱۶) اتحاف حملۃ القرآن الکریم (عربی)
(۱۷) مدینہ منورہ کے فضائل (۱۰۰ سے زائد قرآن وحدیث کی روشنی میں) (عربی۔اردو۔بنگلہ)
(۱۸) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ سے محبت کے واقعات (عربی۔اردو)
(۱۹) رسول اللہ ﷺ کا قرآن کریم میں مقامِ عالی
(۲۰) خروج فی سبیل اللہ کے فضائل
(۲۱) دعوتِ اسلام کی اہمیت
(۲۲) خواتین کے اہم مسائل حج
(۲۳) مسائل طواف (باندازسوال وجواب) (۲۴) آدابِ سفر
(۲۵) طیب العنبر فی جمال النبی الأنور صاحب الوجه الأنور والجبین الأزهر (عربی)
(۲۶) تخریج وتحقیق وتعلیق علیٰ کتاب ''عمل الیوم واللیلة'' لابن السنیؒ (عربی)

اپنے دور کے ایک عظیم اور جامع شخصیت

از حضرت قاری بشیر احمد صاحب صدیق مدرس قراآت مسجد نبوی شریف

حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری ثم مدنی میرے مخلص دوستوں میں سے تھے میرا اور حضرت مولانا کا تعلق دار العلوم کراچی میں تدریس کے دوران قائم ہوا۔ بندہ بھی دار العلوم کراچی میں تدریسی خدمت انجام دے رہا تھا اور حضرت مولانا بھی تدریس اور افتاء کی خدمت سرانجام دے رہے تھے۔ بندہ تو حجاز مقدس ہجرت کر کے آ گیا مولانا رحمۃ اللہ علیہ مزید کچھ سال دار العلوم کراچی میں طلباء علم کو فیض یاب فرماتے رہے۔ پھر چند سالوں بعد حضرت مولانا بھی حرمین شریفین کی طرف ہجرت کے عازم ہوئے اور مدینہ منورہ میں آکر مقیم ہو گئے تو یہاں ہمارا تعلق مزید بڑھ گیا مولانا میں کیونکہ بہت سادگی تھی اور اخلاص ان کی رگوں میں سرائیت کیے ہوئے تھا اس لئے حضرت مولانا سے طبعی تعلق مزید بڑھتا رہا مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دور کے مصلحین میں سے بنایا تھا۔ اور حق بات کہنے کی جرأت اور صلاحیت بھی عطا فرمائی تھی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ حق بات کہنے میں مخلوق کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کرتے تھے اپنے خالق و مالک کو راضی کرنے کی فکر میں رہتے تھے اور اخلاص کے ساتھ نصیحت فرماتے تھے اور غیبت سے بہت زیادہ دور رہتے تھے اصلاحی انداز بھی ایسا تھا کہ اگلا قبول کر لے اور متنفر نہ ہوں حق گوئی حق شناسی اور مردم شناسی ان تمام صفات سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ متصف تھے۔

بندہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت کو خواب میں دیکھا کہ وہ حرم کے امام شیخ عبد المحسن القاسم کے ساتھ جنت میں داخل ہوئے ہیں، جنت کے بالا خانوں کی طرف دیکھ کر بندہ یہ پوچھ رہا ہے کہ فلاں صاحب موجود ہیں؟ فلاں صاحب موجود ہیں؟ تو جواب آ رہا ہے کہ نہیں، پھر بندہ نے پوچھا حضرت ورش (عشرہ کے مشہور قاریؒ) موجود ہیں؟ جواب ملا کہ ہاں موجود ہیں اور مولانا عاشق الٰہی صاحب

بھی یہیں موجود ہیں۔

فائدہ: اس خواب میں حضرت والد صاحب ؒ کے لئے جنت میں اونچے مقامات ملنے کی بشارت ہے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمۃ الجزری کی طرف بھی توجہ مبذول فرمائی اور اردو میں اس کی شرح لکھی، جس کا نام ,,التحفۃ المرضیۃ فی شرح المقدمۃ الجزریۃ،، ہے، مولانا موصوف محدث، مفتی، اور فقیہ مشہور ہیں، علم تجوید وقراءات سے ان کی وابستگی کا علم عام طور سے ان کے احباب واصحاب کو نہیں ہے لیکن مذکورہ شرح دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ نے ان کو فن تجوید وقراءات میں بھی فضل وکمال سے نوازا ہے، ان کی یہ شرح نہ بہت طویل ہے اور نہ بہت مختصر، بلکہ **خیر الامور اوسطھا** کا مصداق ہے، طرز بیان شگفتہ اور دل آویز ہے، اساتذہ وتلامذہ سب ہی کے لئے مفید ہے، زبان سادہ اور سلیس ہے اختصار کے ساتھ جامع بھی ہے، مولانا نے یہ شرح لکھ کر طلباء پر احسان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ قبول فرمائے اور نافع بنائے (آمین)

آج کل عموماً مدارس میں جو طلبہ مقدمۃ الجزری پڑھتے ہیں وہ عربی پڑھے ہوئے نہیں ہوتے یہ شرح ان حضرات کے لئے بیش بہا تحفہ ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص اور تقوی کی وجہ سے ان کی سب تالیفات بہت مقبول ہیں، اللہ جل شانہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے درجات خوب بلند فرمائے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

بشیر احمد عفا اللہ عنہ
خادم القرآن الکریم بالمدینۃ المنورۃ

نوٹ: یہ مضمون بالکل آخر میں حاصل ہوا کتاب چھپنے جارہی تھی اس لئے اس کو کتاب کے آخر میں لگایا جارہا ہے ورنہ یہ مضمون تو اوائل میں لگانا تھا۔